کل ... کی قیمت (...) ہوئی ... ہیں ...

ہے اگر علیحدہ کوئی خریدے گا تو بہ تفصیل بالا اس نے ہاتھ بیچے ...

خریدار کو انکی قیمت بلا جلد (عہ) علاوہ محصول۔

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ... مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اول) میں بطور تمہید ۱۸۳۷ء تک لکھا ہے کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا۔

(**دوسرے حصے**) میں ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(**تیسرے حصے**) میں ۱۸۴۸ء سے ۱۸۶۰ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ ... حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ دہلی کا بیان مؤلف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔

(**حصہ چہارم**) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے، یورپ، ایشیا، افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال، جنگ سوڈان اور مصر میں

(**پانچویں حصے**) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں۔

ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ ہندوستان کے لئے قوانین کیونکر مدون ہوئے عدالتیں کیونکر مقرر ہوئیں۔ بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پنج حصص بلا جلد عہ

ہوگئیں۔

ان سلطنتوں کی فتوحات کا مستقل اثر بہت دنوں تک ہندوؤں کی ریاستوں پر رہا۔ بیجانگر کے راجاؤں نے دکن کی سلطنتوں میں اپنی بات بنائے رکھی اور مسلمان بادشاہوں کی لڑائی جھگڑوں میں اور سلوک واتفاق میں وہ شریک اور معاون ہوتے رہے مگر سنہ ۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء میں تالی کوٹ کی لڑائی سب مسلمان شاہان دکن متفق ہوکر ایسے لڑے کہ اس سلطنت کو پائمال کردیا یہ فتح مسلمانوں کی اُن فتوحات عظیم میں سے ایک ہے جو ہندوستان میں اُن کو حاصل ہوئی ہیں۔ مگر ایسی فتح عظیم سے وہ زیادہ پائدار فائدہ آپس کی رشک حسد سے نہ اُٹھا سکے نہ اپنی قلمرو کی حدوں کو بہت سا بڑھا سکے اور بیجانگر کا ملک اب ان چھوٹے راجاؤں کے ہاتھوں میں جا پڑا جو بیجانگر کے پرانی سلطنت کے باغی سردار گنے جاتے تھے اور پولی گار یعنی زمیندار کے نام سے پکارے جاتے تھے فقط

باب تتمہ

خاندان بہمنی کو جب فروغ ہوا یہ دولت سلطنت پا تھوڑی اور وہ دھلی کی شاہنشاہی سے

جدا ہوئی اس میں اکثر مغل تھے اور پھر ایرانی اور ترکی اور اہل جارجیا اور سرکیشیا قالموق

وسوائے اُن کے تاتاری داخل ہوئے اُن کو غریب یعنی پردیسی کہتے تھے اور ان میں

بہت سے آدمی شیعہ تھے اختلاف نسل کی نسبت مذہب کے اختلاف سے

زیادہ تر دیسیوں اور پردیسیوں میں قضیٔ قضایا برپا ہوئے اور ملک حبش سے جو حبشی

سپاہی اجرت پر مغربی سواحل کے بندرگاہوں میں کثرت سے وارد ہوتے تھے اور زیادہ تر

سنّی المذہب ہوتے تھے وہ ہمیشہ دیسی فوج کا ساتھ دیتے تھے سلطنت بہمنی میں ان

دیسی اور پردیسی لوگوں کی تعداد ایسی ملی رہتی تھی کہ کوئی گروہ ایسا غالب نہوتا تھا کہ وہ

دوسرے گروہ کو بالکل پست کردیتا تھا۔ علاء الدین ثانی بہمنی کے عہد دولت (...

تک ...) میں دیسی اور پردیسی فوجوں کی عداوت اپنی حد غایت کو پہنچی چنانچہ اس

عداوت کے سبب سے لشکر میں آپس میں پھوٹ پڑی اور اس کا انتظام بگڑ گیا اور جیسے

کہ ارکان سلطنت کے باہمی نزاع سے حکومت میں نقصان ہوتا تھا ویسے ہی فوج

کے نفاق کے سبب سے لڑائی میں سلطنت کو مضرت پہنچی جب تک کہ قوی بادشاہوں

کے ماتحت سپاہ رہتی تو اُن کی دیکھ بھال اور لاگ ڈانٹ کے مارے چندے وہ تھمی

رہتی مگر جب خاندان بہمنی ختم ہونے کو ہوا اور محمود شاہ بادشاہ ہوا تو وہ اپنی کمزوری کے

مارے کبھی پردیسی فوج کا کھلونا ہو جاتا تھا جو یوسف عادل شاہ خاں ترکی کے زیر حکومت

تھی اور کبھی دکنیوں کے داؤ پر چڑھ جاتا تھا جو ... ملک بحری کے ہاتھ تلے رہتی تھی

بہمنی خاندان کی سلطنت کے بگڑنے سے ... میں عادل شاہیوں کی اور احمد نگر

میں نظام شاہیوں کی گول کنڈہ میں قطب شاہیوں کی احمد آباد بیدر میں برید شاہیوں

کی برار میں عماد شاہوں کی سلطنتیں ... ہو گئیں یہ سلطنتیں آپس میں سنّی

و شیعہ مذہب کے سبب سے لڑتی ... اور ... سلطنت تیموریہ میں داخل

مسلمان غالب ہی - خاندان بہمنی نے بیجانگر سے کرشنا اور تم بدرا (تنگ بھدرا) کے دوآبہ تک فتح کیا اور ورنگل کی ریاست کو خاک میں ملایا اُڑیسہ کا کچھ ملک فتح کیا مشرق میں مسلی پٹم اور مغرب میں گوا تک قبضہ کیا -

مدتوں لڑائیاں رہیں جن میں صلح اکثر مساوات کی شرائط پر ہوئیں اور کبھی مشترک دشمن سے لڑنے کے لیے صلح بھی ہو جاتی - ہندوں کے ساتھ مسلمانوں کے مغرورانہ برتاؤ کم ہوتے گئے ہندو مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی خدمت کرنے لگے مسلمان بادشاہ اپنی سپاہ میں ہندوؤں کی بھرتی کرنے لگے بڑے بڑے عہدے و منصب اُن کو دینے لگے - ایسے ہی ہندو راجہ اپنی فوج میں مسلمانوں کو نوکر رکھنے لگے دیوراج راجہ وجیانگر نے مسلمانوں کو سپاہ میں بھرتی کیا اور اُن کے سرداروں کی جاگیریں مقرر کیں اور اُن کی دلداری کے لیے دارالسلطنت میں مسجد بنوائی -

سنی شیعوں کے سبب نزاع

مسلمانوں میں سنی شیعوں کی عداوت زمانہ دراز سے چلی آتی ہی اس مخالفت نے دکن میں اپنے بڑے بڑے کرشمے پھیلائے اور اس عداوت نے اس کی تاریخ میں عجب عجب رنگ دکھائے سُنی ہندوؤں سے دشمنی رکھتے تھے شیعہ ہندوں سے میل رکھتے تھے بہت دفعہ جب ہندو راجہ سنیوں سے لڑے تو شیعہ راجاؤں کے طرفدار ہو گئے -

ایشیا کی اکثر سلطنتوں کا یہ قاعدہ ہی کہ بادشاہ اول رعایا کے مقابل میں اپنی فوج کا اعتبار کرتا ہی اور بعد اس کے اپنی فوج کی نسبت خانہ زاد یعنی مملوک فوج کا اعتماد کرتا ہی اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آتی ہی کہ یہ مملوک اس کی سلطنت دبا بیٹھتے ہیں مگر دکن میں یہ نقشہ نہ تھا اس کا یہ حال تھا کہ دکن پر جو مسلمان اوّل حملہ آور ہوسے وہ سنی تھے - دکن میں جو مسلمان پیدا ہوئے وہ بھی سنی تھے اس لیے سنی دکنی (دیسی) کہلائے -

شاہزادہ کے پاس مکار دغاباز ورنگل کے راجہ سے ساز باز رکھتے تھے۔ جب سپاہ مفرور ہوئی تو ورنگل کی سپاہ نے تعاقب کرکے خوب اُس کا کچلا نکالا۔ شاہزادہ نے کرامت کی کہ وہ بچ گیا ایک اور سپاہ دکن کی فتح کے لیے آمادہ کی گئی جو ہندوؤں کو غضب کی نگاہ سے دیکھتی تھی اُس نے ورنگل کو فتح کیا اور تلنگ کا راجہ اور اس کے تمام سردار قید ہو کر دہلی آئے اور پھر بحال کیے گئے۔

۱۳۴۷ء میں چھبیس برس کے بعد دہلی میں سرکشی کا بازار گرم ہوا یہ وقفہ ۲۶ برس کا ایک نسل کی برابر ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی سرکشی فرو کی جائے اور اُس کے اسباب کی بیخ کنی نہ کی جائے تو پھر وہ پھوٹتی ہے اور اپنا سر اٹھاتی ہے۔ نئی نسل نہیں جانتی کہ ہمارے باپ سرکشی کا خمیازہ کیا اُٹھا چکے ہیں اس لیے وہ از سرنو سرکشی پر آمادہ ہوتی ہے دکن میں یہی صورت وقوع میں آئی کہ ۱۳۲۰ء کے بعد جب ایک نسل گزر گئی تو پھر دوسری نسل نے بیوفائی اور دغا و مکر و فریب سے کام کرنا شروع کیا گو بغاوت کے اسباب کا تحقیق کرنا مشکل ہے مگر ۱۳۲۰ء میں جو فتنہ انگریزی کے لیے افواہیں اُڑی تھیں وہی ۱۳۴۷ء میں اُڑیں۔

محمد تغلق کے اعمال سے راجاؤں کو ایسا خوف پیدا ہوا کہ اُنھوں نے دہلی کے غاشیہ اطاعت کو دوش سے پھینکا مسلمان سپاہی بھی ایسی دہشت میں آئے کہ بغاوت اختیار کی ہندو راجاؤں نے اُن کی اعانت کی جس کے سبب سے دہلی کی سلطنت سے دکن نکل گیا اس بغاوت میں اوّل حسن گانگوی کامیاب ہوا اور سب سے پہلے دکن میں وہ مطلق العنان بادشاہ ہوا ۱۳۴۷ء سے ۱۵۱۸ء تک یعنی ایک سو اکہتر برس تک تیرہ پشتیں اس کی برابر حکمران رہیں۔ جب دہلی کی سپاہ اُس سے لڑنے آئی تو بیجانگر اور ورنگل کے راجاؤں نے اس جدید سلطنت کی اعانت کی۔ مگر جب دہلی کے اس مشترک دشمن سے ان کو نجات ملی تو وہی باہمی نفرت جو بحکم ضرورت چند روز افسردہ پژمردہ ہو گئی تھی رفتہ رفتہ پھر شگفتہ ہوئی۔ یہ آپس کی لڑائیاں مدتوں تک قائم رہیں۔ جن میں آخر کو

مسلمانوں کے محکوم ہونے کے لیے جلد آمادہ ہوگئے بہت سے ان میں مسلمان ہوگئے بعض ہندوؤں کی صورت میں رہے مگر مسلمان ہوگئے۔

مسلمانوں کی سلطنت کا مرکز و مرجع دہلی تھی جب اس میں بغاوت کا مواد فاسد جوش میں آتا تو نیابت سرحد کی سپاہ اس کو ٹھنڈا کر دیتی مگر دکن میں اس مواد کا اخراج اس طرح نہیں ہو سکتا تھا اس لیے دکن دہلی سے آزاد ہوگیا۔

دکن میں ہندوؤں کے سمندر میں مسلمانوں کی رو آئی اور اس نے مسلمانوں کا ایک ڈلٹا بنا دیا اور اس کی نوک سمندر میں نکالی بغاوت کے حوادث نے اس کو جدا کر دیا جس سے ایک تلاطم برپا ہوگیا۔

سنہ ۱۳۲۰ میں دہلی میں جو بغاوت کا ہنگامہ برپا ہوا تو دکن کی سپاہ نے اپنی بیوفائی کھائی مگر اس کی پرواہ کچھ نہ کی گئی۔ تغلق کی بدعتوں نے دوسری بغاوت برپا کی جن کا خاتمہ اس پر ہوا کہ سلطنت کے اعضا شکستہ ہو کر جدا جدا ہوگئے۔

سنہ ۱۳۲۱ میں دہلی کے ہندو باغیوں نے دکن کے راجاؤں سے مخفی خط و کتابت کی جب دہلی میں ہندوؤں نے سرتابی کی تو دکن میں راجاؤں نے بغاوت کی۔ غیاث الدین نے دہلی میں امن امان قائم کیا اور دکن میں بغاوت کے دبانے کے لیے اپنے بیٹے محمد تغلق کو بھیجا تو اس شاہزادہ نے دیوگڑھ تک انتظام کیا مگر ورنگل میں اس کو بڑی مصیبت اٹھانی پڑی۔ قلعہ فتح ہونے کو تھا کہ دفعتہً سپاہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئی اور وہ مشکل سے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دیوگڑھ میں آیا۔

ایشیا کی سپاہیں جو دغا دیتی ہیں اور بیوفائی کرتی ہیں وہ ایسا راز سربستہ ہوتا ہے کہ کھلتا نہیں اگر ایشیائی سپاہیوں کو تنخواہ اپنے وقت پر ملتی رہے تو وہ بڑی نمک حلالی سے خدمت کرتی ہیں ورنہ شاذ و نادر ہی سرکش ہوتی ہیں مگر وہ آسانی سے خوف زدہ ہو کر بگڑ جاتی ہیں ورنگل کی سپاہ کو ایک جھوٹی خبر شاہ دہلی کے مرنے کی سنادی کہ وہ ڈر کر آوارہ ہوگئی

اگو ا کے والیسرائے نے [illegible] شکائت کی لیکن فیصلہ [illegible] نہیں ہوا

خلاصہ تواریخ دکن اور اس پر ریویو

دکن کی تاریخ نہ ایسی دلچسپ ہی نہ ایسی وسیع ہی جیسی کہ شمالی ہند کی تاریخ ہی جب مسلمانوں نے پنجاب اور شمالی ہند کو فتح کیا تو اُن کے سپاہیوں کی تقویت نئے سپاہی [illegible] بھرتی سے وسط ایشیا کرتا تھا جو حرارت و محبت اسلامی کا گھر تھا اس کے باشندے [illegible] اخوت رکھتے تھے اپنے مذہب سنت وجماعت میں ایسے پکے تھے کہ کبھی اس میں مذبذب [illegible] ہوتے تھے ہندوؤں کے مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے تھے۔ نہ اُن میں ہندو امیرزادوں [illegible] ساتھ شادی بیاہ کے ناتے رشتے ہوتے تھے نہ امور سلطنت میں ہندوؤں کی مداخلت ہوتی تھی غرض ہندوؤں کا کوئی اثر اُن کے کاموں میں نہ تھا۔

مگر جب دکن میں مسلمانوں کا تسلط ہوا تو اُن کے مذہبی و ملکی معاملات نے [illegible] اپنا نیا رخ دکھایا جو ملک اُن کو اب تک معلوم نہ تھے اُن میں اُن کی سلطنت نے قدم رکھا نئی قومیں دیکھیں نئی زبانیں سنیں غرض ایک اور ہی عالم نظر آیا۔ اپنے پنجابی اور شمالی ہند کے بھائی بندوں سے دور جا پڑے دکن کی عورتوں سے اُنہوں نے اپنا پیوند کیا جس سے اُن کا ہندوؤں سے میل جول بڑھا اور ہندو پن کیطرف میلان ہوا ان اثروں نے اُنکو سلطنت دہلی کے جوئے کو کندہے سے اُتار دینے کے لیے بیتاب کیا۔ اگرچہ مسلمانوں کی صورت اپنے بھائی بندوں سے جدا ہونے کی جو دکن میں تھی وہی بنگال میں تھی اور دونوں نے بغاوت کرکے دہلی کی سلطنت سے اپنے تئیں بے تعلق کیا مگر بنگال کے ہندوؤں کا ذرا اثر بھی مسلمانوں پر نہوا نہ یہاں کے ہندوؤں نے مسلمانوں کی مدد شاہان دہلی سے بغاوت اختیار کرنے میں کی۔ بنگال کی حرارت اور رطوبت یہاں کے باشندوں کی ضعیف الخلقت بناتی ہی وہ لڑائی سے دور رہتے ہیں۔ بنگالی ہمیشہ سے برہمنوں کے محکوم چلے آتے تھے اس لیے

اس سے ارتباط پیدا کیا تاکہ سنگ میشور کے نائک پر حملہ کرے پرتگیزوں نے ایک بیڑا تیار کیا اور پونڈا سے رستم خاں ایک فوج لے کر خشکی کی راہ سے روانہ ہوا اُنہنے نائک کو اپنے ملک سے جنگل میں بھگایا۔ نائک نے جان کی امان مانگی تو اس کا ملک انہی کو دیدیا

۱۵۷۶ء میں دو جہاز لسبن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور شمالی عرض ادرجہ ۳۰ دقیقہ پر اُن کو دو انگریزی جہاز ملے اور اُنپر حملہ کیا ان میں سے ایک جہاز کو جو انگلستان جاتا تھا۔ سر فرانسس ڈریک بحیرہ اروز سے نکال کر لے گیا ۱۵۸۰ء میں دون دوارٹ منز مارا گیا اور اس کی جگہ امنیبوال دی سورا کو نیو وایسرائے مقرر ہوا پانچ جہاز پرتگال سے آئے لسبن کو وایسرائے واپس گیا اور اس کی جگہ ماتھین دی البوکرک مقرر ہوا۔ برہان نظام شاہ نے پرتگیزوں پر چول پر حملہ کیا ۱۵۰ فرنگی اور ایک ہزار پانچ سو ہندوستانیوں نے قلعہ میں سے نکلکر بہت بہادری سے شہر کو بچایا محصورین نے نظام شاہ کو محاصرہ اُٹھانے پر مجبور کیا۔ فرہاد خاں کو مع زن و فرزند اسیر کیا ۵ ہاتھی اور ۵۷ توپیں چھین لیں۔ فرہاد خاں کی بیوی فدیہ دیکر رہا ہوئی لیکن فرہاد خاں اور اسکی بیٹی نے دین مسیحی اختیار کیا اور لسبن کو چلے گئے۔

۱۵۹۰ء میں لسبن سے ہندوستان میں ۸ جہاز آئے دون فرانسی دی گاما وایسرائے مقرر ہوا ڈچ و پرتگیز دو قومیں آپس میں حریف و رقیب تھیں دو جہازوں میں ڈچ ہندوستان میں آئے اب پرتگیزوں کو بمجبوری گوا سے سالانہ دو بیڑے بھیجنے پڑے۔ ایک تو شمال میں ساحل پر قبضہ رکھنے کے لیے اور دوسرا جنوب میں سیلون تک حفاظت کرنے کے لیے پہلے بیڑے میں دس جہاز تھے ۱۵۹۷ء میں ڈچ کے دو جہازوں کا پرتگیزی بیڑے سے جس میں چھ جہاز تھے مقابلہ ہوا آٹھ دن تک لڑائی رہی اس کے بعد ایک جہاز ڈچ کا پھنس گیا اور دوسرا بھاگ کر اتفاق سے پیگو کے ساحل پر جا لگا۔

۱۶۰۱ء میں چول کے حاکم عبدالکریم نے پرتگیزوں سے لڑنے کے لئے ۳۰ جہاز بھیجے

شمال کی طرف روانہ ہوئے تاکہ بیسین اور اور مقامات سے پرتگیزوں کی رسد بند کردیں
مرتضیٰ نظام شاہ نے پرتگیزوں پر ہر طرف حملہ کیا۔ لیکن سب طرف شکست
فاحش ہوئی۔ ۲۰۰ پرتگیز قلعہ سے بھاگ گئے میدان میں ایک لڑائی ہوئی جس میں شاہ احمد نگر
کے تین ہزار آدمی مارے گئے اور پھر صلح ہوگئی۔

چیل پر حملہ

سنہ ۱۵۷۰ء میں چیل پر جو کالی کٹ کے قریب واقع ہے اور اس پر پرتگیز قابض تھے راموزی
(سامری) نے ایک لاکھ سپاہ سے حملہ کیا۔ قریب تھا کہ وہ شہر کو فتح کرلیتا لیکن پرتگیزوں کی کمک
مع سامان رسد آگئی اس لیے صلح ہوگئی۔

سنہ ۱۵۷۶ء سے سنہ ۱۶۰۲ء تک واقعات

سنہ ۱۵۷۱ء میں انتونی دی نورنہا روایسرائے مقرر ہوا۔ کل شاہان دکن سے صلح ہوگئی
شاہ بیجاپور نے ایک جہاز سخت مقابلہ کے بعد پرتگیزوں سے چھینا۔ پرتگیزی سفیر اور
اس کے ہمراہی بلگام میں قید کردئے گئے جب تک اس کا معاوضہ نہ دیا گیا وہ قید میں
رہے سنہ ۱۵۸۱ء میں دون فرانسی ماسکرینا وایسرائے مقرر ہوا۔ دمن پر شہنشاہ اکبر کی سپاہ نے
حملہ کیا لیکن شکست پائی سنہ ۱۵۸۳ء میں پانچ جہاز پرتگال سے آئے۔ مظفر شاہ گجرات کا
معزول شاہ اپنے ملک میں واپس آیا اور نوانگر جام کی مدد سے ۲۰ ہزار سپاہ جمع کی
اور اپنی سلطنت کا بہت سا حصہ حاصل کرلیا اُس نے بروج کا محاصرہ کیا۔ پرتگیزوں نے
مظفر شاہ کے پاس اور اُس کے دشمن پاس سفیر بھیجے تاکہ اس موقع پر بخوبی فائدہ اُٹھائیں
مغلوں کی سلطنت کا آغاز ہوا۔ دون جان دی کاسٹرو کے جہاز کا دو ملیباری جہازوں
سے مقابلہ ہوا لڑائی میں وہ بالکل پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا گوا میں ملو خاں کے
بیٹے کے دل میں بیجاپور کی شاہی لینے کی ہوس پیدا ہوئی جیر لویز پاکم ایک پرتگیز بیجاپور
کے شاہ کا ملازم تھا وہ گوا میں آیا اور اس نے اس مدعی کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ یہ
پرتگیز شاہ بیجاپور سے اس کام کے کرنے کا بیڑا اٹھا کے آیا تھا۔
سنہ ۱۵۸۵ء میں دون دوارٹ دی منزز گوا کا وایسرائے مقرر ہوا شاہ بیجاپور نے

۶۰ جہازوں کے قریب برباد کیے ایک ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور مارا۔
احمد نگر اور بیجاپور اور کالی کٹ کے بادشاہوں نے پرتگیزوں پر ایک دفعہ ہی حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ علی عادل شاہ بونڈا کے گھاٹ سے اُتر کر کونکان میں داخل ہوا اس کے ساتھ ایک لاکھ پیادے اور ۳۵ ہزار سوار تھے اور ۲۱۵۰ ہاتھی اور ۳۵۰ توپیں تھیں وہ گوا میں داخل ہوا کسی نے اس کو روکا ٹوکا نہیں خشکی میں تین طرف فوجیں ڈالدیں پرتگیزوں کی ایک ہزار چھہ سو سپاہی اور ۳۰ توپیں شہر کی حفاظت و حراست کرتی تھیں انہوں نے دشمن کی فوج پر کئی دفعہ حملہ کامیابی کے ساتھ کیا سلیمان آغا نے پانچہزار سپاہ کے ساتھ جزیرہ گوا پر قبضہ کر لیا۔ لیکن پرتگیزوں نے اسپر حملہ کیا اور اس کو شکست دی اور اس کی جان لی ویسرائے لوئس دی ایٹڈا نے عادل شاہ کے مارنے کے لیے ایک سپہ آرا نور خاں کے ساتھ سازش کی اور اس کو تخت سلطنت حاصل کرنے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ فریب معلوم ہو گیا اور عمل میں نہ آسکا انور کے رانا نے دو ہزار عادل شاہی فوج کی مدد لیکر قلعہ انور کے تسخیر کرنے کے لیے کوشش کی لیکن شکست پائی اگست ۱۵۷۱ء میں دس مہینے کی لڑائی کے بعد علی عادل شاہ نے گوا کے محاصرہ سے دست کشی کی اس محاصرہ میں اس کے بارہ ہزار آدمی اور ۳۰۰ ہاتھی ۴۰۰۰ گھوڑے ۶ ہزار بیل ضائع ہوئے ان میں سے کچھ تو تہ تیغ ہوئے اور کچھ آب و ہوا کی ناسازی سے تلف ہوئے۔
مرتضی نظام شاہ کے سپہ آرا فرہاد خاں نے چول کا محاصرہ کیا اس کی فوج میں آٹھ ہزار سوار اور ۲۰ ہزار پیدل تھے۔ شاہ احمد نگر فوج کا بڑا حصہ لیکر کونکان میں اُترا پرتگیزوں کے تخمینے کے موافق اس فوج میں ۳۴ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور ۱۶ ہزار سفرمینا ۴ ہزار راج اور لہار اور صناع ترکی۔ فارسی۔ خراسانی حبشی اور ۲۶ ہزار ہاتھی اور بیشمار بیل تھے اور ۴۰ بڑی توپیں تھیں کونکان کے متصل ہی ۴ ہزار آدمی

اور شاہان دکن نے اپنے اپنے سفیر پرتگیزوں کے گورنر جنرل پاس بھیجے۔

ملو عادل خاں نے ۱۵۳۸ء میں تیس ہزار پرتگیزی پیادے اور دو سو سوار لیکر بیجاپور کی شاہی کا دعویٰ کیا اس نے قلعہ پونڈا کو فتح کرلیا اور اس میں انٹونی دی نورنھا کو ۲۰۰ آدمیوں کے ساتھ چھوڑگیا اور تمام کونکان پرتگیزوں کے حوالہ کیا انٹونی نے خراج وصول کرنا شروع کیا۔ ملوخاں بیجاپور کی طرف گیا اور وہاں لڑائی میں شکست پائی اور مقید ہوکر مارا گیا اور شاہ بیجاپور نے پرتگیزوں سے کانکان چھین لیا۔ ماردیزیہ بیجاپور کی سپاہ نے حملہ کیا لیکن پرتگیزی سپاہ نے جس میں تین ہزار فرنگی اور ایک ہزار کناری اور ۳۰۰ سوار تھے بیجاپور کی سپاہ کو شکست دی وہ ہٹ کر پونڈا کی طرف چلی گئی

۱۵۳۸ء میں پرتگیزوں نے دمن کو فتح کیا۔ حمزدی نورتھا کو ۱۲ ہزار آدمیوں کے ساتھ قلعہ کی نگرانی کے واسطے مقرر کیا۔ بلسر کو بھی پرتگیزوں نے فتح کیا۔ گجرات کی فوج نے اس پر حملہ کیا پرتگیز میدان میں لڑنے آئے مگر گجراتی سپاہ نے اُن کو نیست و نابود کردیا اور گجراتیوں نے بلسر پر پھر قبضہ کرلیا۔

۱۵۶۱ء میں پرتگیزوں کا بیڑا سورت کو روانہ ہوا اور شہر پر حملہ کیا مگر اپنی سپاہ کو اُلٹا ہٹانا پڑا فرانسی گوہنو گوا کا وایسرائے مقرر ہوا۔ اس کے ساتھ تین ہزار فرنگی سپاہ آئی۔ ۱۵۶۴ء میں جان دی مندوزا وایسرائے مقرر ہوا اور تالی کوٹ کی لڑائی ہوئی جس میں شاہ بیجاپور پکڑا گیا اور اس کا سر قلم ہوا پھر دی نورنھو وایسرائے مقرر ہوا ۱۵۶۸ء میں لوئس دی اینڈ وایسرائے ہوا۔

۱۵۶۹ء میں گوا کا وایسرائے ۱۳۰ جہاز کا بیڑا لیے کرانور کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس بیڑے میں ہندوستانیوں کے سوا ۳۰۰۰ فرنگی تھے پرتگیزی بیڑا ملیبار کے لنگوان روانہ ہوا۔ جہاز اُنکو ملے سب پر اُنسے قبضہ کیا اور شہروں کو جلا دیا

بھیجا ہے اُن کے نزدیک اسدخاں کی دولت کا تخمینہ ایک کروڑ ڈاکٹ تھا۔

۱۵۴۶ء میں گجرات کے شاہ محمود شاہ نے دیو کے فتح کرنے میں کوشش کی اُس نے شاہان دکن کے دلوں میں جوش پیدا کیا کہ وہ متفق ہوکر پرتگیزوں کو یہاں سے نکال دیں انہوں نے ملوخاں کو اپنے معاہدہ کے موافق اسکے بھائی شاہ بیجاپور کو نہیں حوالہ کیا۔

۱۵۴۵ء میں پرتگیزوں کا گورنر جنرل ہندوستان میں دی کاسیٹرو مقرر ہوا دوبارہ دیو کا محاصرہ ہوا۔ شاہ گجرات کی سپاہ میں توپچی فرانسیسی تھے ۲۰ توپیں انہوں نے محاصرہ کے مورچوں میں قلعہ کے محاذی چڑھائیں۔ خواجہ خضر گجراتی سپہ آرا اور ایک فرانسیسی افسر مارے گئے اس کے بعد رومی خاں اور جھجھار خاں حبشی نے اُن کی قائم مقامی کی۔ جھجار خاں حبشی بھی ایک حملہ میں مارا گیا اس کا بھتیجا اس کا جانشین ہوا دون جان دی کاسٹرو بذات خود گوا سے بچانے کے لیے آیا اور میدان جنگ میں بہت سی سپاہ لایا ایک سخت لڑائی ہوئی اس نے دشمن کے سارے مورچے چھین لیے ۱۶۰۰ آدمیوں کو گرفتار کیا اور دوسو توپیں چھین لیں جن میں ۴۰ توپیں قلعہ شکن تھیں رومی خاں اور نورخاں مارے گئے اور پانچہزار آدمی مقتول اور زخمی ہوے۔ پرتگیزوں نے دشمنوں کا تعاقب گوگوتک کیا اور یہاں فوج کا ایک حصہ بیڑے پر سے اُترا اور جھجھار خاں کو قید کرلیا ابراہیم عادل شاہ نے سالسٹ اور بار دیز پرتگیزوں کو اس خدمت کی عوض میں دینے کا وعدہ کیا کہ ملوخاں کو اس کے حوالہ کریں پرتگیزوں نے باردیز پر قبضہ کرلیا اور ملوخاں کے حوالہ کردینے سے انکار کردیا شاہ بیجاپور نے باردیز کے فتح کرنے کے لیے فوج بھیجی اس کو شکست ہوئی اور درہ پونڈا کو واپس آنا پڑا۔ صلابت خاں سپہ سالار مارا گیا اور پرتگیزوں نے سری دردہم (دمان کوٹ) اور گوا کے درمیان ساحل پر بندرگاہوں کو جلا کر خاک سیاہ کردیا

۱۵۴۹ء میں دون جان دی کاسٹرو راکی بیجاپور کے شاہ سے صلح ہوگئی

دیو کا محاصرہ ۱۵۴۵ء و ۱۵۴۶ء

ابراہیم عادل شاہ ۱۵۳۵ء – ۱۵۵۷ء

تو وہ دیو میں بھاگا اور پرتگیزوں نے اس کو اپنی پناہ میں کیا۔ ۵۰ افسر اور ۵۰۰ فرنگی پیادے اس کی کمک کے لیے دئے اور بہادر شاہ سے کارخانہ کے لیے قلعہ بنانے کی اجازت لی اب اس بات پر جھگڑا ہی رہا کہ قلعہ میں مورچے کس طرح بنائے جائیں کہ وہ بنکر تیار ہو گیا۔ بہادر شاہ نے دوبارہ اپنی سلطنت حاصل کرنے کا اور اس قلعہ کو پرتگیزوں سے چھیننے کا ارادہ کیا اُس نے نونو دی کنہا کو گوا سے دیو میں اس نیت سے بلایا کہ اس کو گرفتار کرے بہادر شاہ گورنر کے جہاز پر گیا اور گجراتیوں اور پرتگیزوں میں لڑائی ہوئی جس میں دیو کا گورنر امینوال دی سا بہادر شاہ کے جہاز پر مارا گیا۔ بہادر شاہ جہاز میں سے کود پڑا اور مر گیا۔

سنہ۱۵۳۸ء میں دیو کو سلیمان آغا ترکی امیر البحر کے بیڑے اور خواجہ ظفر کی فوج سے بڑی بہادری کے ساتھ بچایا۔ نونو دی کنہا نے ایک بیڑا دیو کی کمک کے لیے تیار کیا۔ جس میں ۱۰۰ جہاز اور ۱۰۰۰ توپیں اور ۵۰۰۰ سپاہی تھے سنہ۱۵۳۹ء میں نونو دی کنہا کی جگہ گرشیا دی نورونہو مقرر ہوا۔ گجرات کے سپہ آرا خواجہ جہاں نے بسین کا محاصرہ کیا لیکن ناکام واپس جانا پڑا۔

سنہ۱۵۴۳ء میں بلگام کے حاکم اسد خاں نے گورنر جنرل دون گرشیا کو نذرانے پیش کیے کہ بیجاپور کے شہزادہ ملو خاں کو اُس کے حوالہ کرے۔ ابراہیم عادل شاہ اول شاہ بیجاپور نے بھی اس مطلب کے حاصل کرنے کے واسطے صلح کی اور اس کے سردار اسد خاں نے کونکان دینے کا وعدہ کیا جس کی قیمت دس لاکھ روپیہ تھی مگر گورنر نے ملو خاں کی طرفداری کو نہ چھوڑا بلگام کا اسد خاں مر گیا پرتگیز شہزادہ ملو خاں کو اُسکے بھائی ابراہیم عادل شاہ کو اس شرط پر حوالہ کرنے کو راضی ہوئے کہ اسد خاں کی ساری دولت اُن کو ملجائے یہ روپیہ خواجہ شمس الدین کی حفاظت میں گوا میں بھیجا گیا مگر پرتگیزوں نے یہ جانا کہ ہم کو روپیہ کا ایک دسواں حصہ خواجہ نے

اور ۲ جہاز جلا دیئے دمن کو بھی جلا کر خاکستر کیا - چول کے قلعہ میں بھی پرتگیز بند تھے اُنکی مدد پہنچانے میں پرتگیزوں نے بہت نقصان اُٹھایا اور اُلٹا آنا پڑا - دیو پر حملہ کرنے کے لیے لڑائی کا بڑا ٹھاٹھ باندھا گیا سنہ ۱۵۳۱ میں بمبئی بیڑوں کے ٹہیرنے اور جمع ہونے کی جگہ مقرر کی گئی اس مہم میں چارسو جہاز تھے جن میں باربرداری کے جہاز شامل تھے ان جہازوں میں ۳۶۰۰ فرنگی سپاہی اور ۱۴۰۰ فرنگی ملاح ۲۰۰۰ ملیباری اور کناری سپاہ اور ۸۰۰۰ کافری سپاہ علاوہ ۵۰۰۰ ہندوستانی ملاحوں کے سوار تھے - غرض کل ۶۴۰۰ ملاح اور ۱۳۶۰۰ سپاہ تھی سب ملکر ۲۰۲۰۰ آدمی ہوئے ۶ فروری سنہ ۱۸۳۱ کو بیڑے نے بمبئی کا محاصرہ کیا اور فتح کرلیا اور ۶۰ توپیں چھین لیں ۱۶ فروری کو دیو پر بیڑا بھیجا - مسلمانوں کے مصطفیٰ خاں رومی نے بڑی جوانمردی اور شجاعت سے شہر کو بچایا اور پرتگیزوں کو مار ہٹایا وہ گوا میں ۱۵ مارچ کو پہنچے انٹو دی سلویا کے بیڑے کے ایک حصہ نے مظفرآباد کو جو دیو اور بمبئی کے درمیان واقع ہے جلادیا اور گوگو کے قریب تھوڑی سی ہندوستانی فوج اُتاری لیکن اُن کو یہاں سے ہٹنا پڑا اور ناچار آخر کار بیڑے میں پناہ گزیں ہونا پڑا -

شاہ گجرات کا بھائی شہزادہ چاندخاں تخت سلطنت کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا وہ اہل پرتگال سے ملتجی ہوا بسین تاراپور - ٹاناپور - ماہم - (بمبئی) پرتگیزوں کے خراج گذار ہوگئے - نونو دی کہنا پرتگیزوں کا گورنر جنرل ہمایوں بادشاہ سے بہادر شاہ گجرات کے بادشاہ کے برخلاف سازش میں ملگیا - دمن کو یورش کرکے لے لیا بہادر شاہ اور پرتگیزوں کے درمیان دیو کا عہدنامہ ان شرائط پر ہوا کہ کل جہاز جو ہندوستان سے جائیں وہ بسین پر چنگی کا محصول دیں اور مال کا رونہ لیں اور گجرات کا بادشاہ ترکی کے جہازوں کا جو بحر ہند میں آئیں معاون نہو - بہادر شاہ کی خدمت میں چند پرتگیز اور ۴۰ فرانسیسی چتوڑ کے محاصرہ میں موجود تھے ہمایوں بادشاہ نے بہادر شاہ کو شکست دی

فتح ہوئی ۔ بیجاپور کی فوج واپس گئی ۔

گوا کے گورنر رائے دی سیلونے ۲۵۰ سواروں اور ۸۰۰ کناری پیادوں سے ملک کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا ۔ ایک پرتگالی بیڑا جس میں ۴۸ جہاز ۳ ہزار فرنگی ۸۰۰ ملیباری تھے دیو پر قبضہ کرنے کو روانہ ہوا ۔ مگر نہایت درجہ پرناکام رہا دوبارہ پھر دیو پر قبضہ کرنے کو روانہ ہوا مگر نہایت درجہ پرناکام رہا ۔ دوبارہ پھر دیو کی فتح کرنے میں کوشش کی تو اس میں بھی ناکامی ہوئی ۔ گجراتی بیڑے نے پرتگالی بیڑے کو درہم برہم کردیا اور ان کا ایک جہاز برباد کیا ۔ شاہ احمد نگر سے پرتگیزوں نے چول پر ایک کارخانہ کھولنے کی اجازت حاصل کی تاکہ عربی فارسی گھوڑوں کی تجارت وہاں ہو اگرے گجراتی امیر البحر ملک ایاز سے فساد ہوا اور اس نے پرتگیزوں کو چول پر شکست دی اور اُن کا ایک جہاز ڈبو دیا ۲۰ روز تک یہ گجراتی امیر البحر بندرگاہ میں جما رہا اور اس کارخانہ کی عمارت جو لوگ بنا رہے تھے اُن کے اور پرتگالی بیڑے کے درمیان آمد ورفت کو بالکل بند کردیا پرتگیز وابل پر اُترے اور شہر سے ڈنڈ لیا ۔ گجراتی امیر البحر دیو کی طرف روانہ ہوا پرتگیزوں نے گوا کے قریب کا ملک دبالیا تھا اس کو شاہ بیجاپور نے پھر چھین لیا ۔

گجرات کے شاہ نے ۸۰ جہازوں کا بیڑا پرتگیزوں پر چول پر حملہ کرنے کو روانہ کیا پرتگیزوں کا مددگار شاہ احمد نگر ہوا ۔ گجراتی بیڑا بالکل تباہ ہوا ۳۰ جہاز جل گئے یا ڈوب گئے پرتگیزوں نے احمد نگر کے شاہ کی مدد سے ایک گجراتی قلعہ فتح کرلیا اور احمد نگر کے سپہ سالار کو دیدیا ۔ مانگوٹا کو بھی فتح کرکے اس کو حوالہ کیا پرتگیز شمال کو بڑھے اور ٹانا سین کو خراج دینے پر مجبور کیا ۔

ہندوستان میں سنہ ۱۵۲۹ فاریا سوزا ۔ پرتگال کا مورخ آیا ۔ یورپ نے اس بات پر بہت زور لگایا کہ دیو پر جن شرائط پر قبضہ ہوسکے قبضہ کیا جائے سنہ ۱۵۲۰ میں انٹونی دی سلوبریا نے چھوٹے بڑے ۱۵۱ جہاز لیکر دریا رتاپتی سے عبور کیا اور سورت کو جاکر لوٹ لیا

کی بسم کا رواج دیا۔ البوکرک عرب کے ساحل پر ۱۹ جہاز اور ۸۰۰ پرتگیزی سپاہی اور ۶۰۰ ملیباری سپاہی لیکر روانہ ہوا اور گوا کو روڈریگو اور ۴۰۰ فرنگیوں اور مالی راؤ اور ۵۰۰ ہندوؤں کو سپرد کیا کہ اس میں انتظام رکھیں۔

۱۵۱۱ء میں مشرقی مجمع الجزائر کی جانب البوکرک روانہ ہوا۔ ملاکا کی ایک قوم نے اس کا مقابلہ کیا جو توپیں کام میں لاتی تھی اور اپنے بازاروں کو سرنگوں کے ذریعہ سے بچاتی تھی۔ بحری جنگ میں وہ باروت اور نو ایجاد ہتھیاروں کو کام میں لاتی تھی جزیرہ جاوا میں شاہ محمد پاس آٹھ ہزار توپیں تھیں جن میں سے وہ قابل اعتبار تین ہزار توپیں کام میں لایا گوا کو البوکرک واپس آیا وجیا نگر کے راجہ نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا مگر راجہ نے شکست پائی البوکرک ۲۰ جہاز ۱۷۰۰ پرتگیزوں ۸۰۰ کناری اور ملیباری لیکر عدن کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ۳۰ توپیں دشمنوں سے چھین لیں۔ اگست میں البوکرک نے دیو میں لنگر ڈالے ایک تجارت کی کوٹھی بنانے کی اجازت ملک ایاز سے حاصل کی۔

۱۵۱۴ء میں البوکرک ہرمز کی طرف سے ۲۷ جہازوں کا بیڑا لیکر روانہ ہوا ان جہازوں میں ۱۵۰۰ فرنگی اور ۶۰۰ کناری اور ملیباری تھے ایران میں اسمعیل صوفی شاہ تھا اسی میں البوکرک واپس بلایا گیا لیکن وہ گوا میں بیمار ہو کر مر گیا لسبن سے بارہ جہاز آئے اور پھر اور ۱۳ جہاز آئے جن میں ۱۵۰۰ سپاہی تھے اوّل اوّل پرتگیزی افسروں نے تجارت شروع کی فار ماد ی سوزا ان افسروں کی تجارت کو تنزل سلطنت کا اوّل سبب بتاتا ہے۔ لوپ سریز گورنر جنرل ساحل عرب پر ۲۷ جہاز جن میں ۱۲۰۰ پرتگیزی سپاہی اور ۸۰۰ ہندوستانی سپاہی اور ۵۰۰ ملاح تھے عدن پر حملہ کرنے چلا کوسر کی پرتگیزی سپاہ شاہ بیجاپور سے لڑ رہی تھی انکس خاں بیجاپور کا سپہ سالار کونکان میں بہت بڑی سپاہ لیکر اترا۔ پرتگیزوں نے پونڈا پر حملہ کیا دشمن کے ایک سپہ سالار پر پرتگیزوں کو

البوکرک ۱۵۱۱ء

۱۵۱۴ء البوکرک اور پرتگیزوں کی شاہ بیجاپور سے لڑائی

امیرالبحر کے باپ دون فرانسیکو المیدا کا جو گوا کو گورنر جنرل تھا تعزیت نامہ لکھا ؎ لسبن سے ۱۷ جہاز روانہ ہوے۔ دون الفنسو البوکرک گورنر جنرل مقرر ہوا اور سنہ ۱۵۰۸ء میں دون فرانسیکو المیدا مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ۱۹ جہاز اور ۱۶۰۰ سپاہی لیکر چلا ان سپاہیوں میں ۸۰۰ ہندوستانی سپاہی تھے (یہ اول ہندوستانی فوج تھی جس نے اہل فرنگ کی خدمت کی) ۲۰ دسمبر سنہ ۱۵۰۸ء کو دابل پر وہ اُترا اور اُس نے شہر کو جلا دیا مگر قلعہ کو فتح نہ کر سکا اور ایک مسلمانوں کے جہاز میں بندرگاہ بمبئی کے قریب سوار ہوا ۲۔ فروری سنہ ۱۵۰۹ء کو دیو میں آیا۔ ترکوں سے خونریز لڑائی ہوئی جس میں پرتگیزوں کو فتح ہوئی پرتگیزوں نے اپنے تمام قیدیوں کو مار ڈالا دشمنوں کے جہاز میں بہت سی کتابیں انکو ہاتھ لگیں۔ دیو کے حاکم نے سید علی کو پرتگیزوں کے امیرالبحر پاس ایلچی بناکے بھیجا اور ایک عہد نامہ لکھا گیا دیو کے کنارہ پر ترکوں نے اپنی تمام توپیں اُتار دیں۔

سنہ ۱۵۰۹ء میں لسبن سے پندرہ جہاز اور آئے۔ المیدا پرتگال کو واپس جاتے ہوئے مارا گیا۔ البوکرک اور کائن ہونے ۲ جنوری سنہ ۱۵۱۰ء کو کالی کٹ پر حملہ کیا مگر اُن کو ہٹنا پڑا اور اس لڑائی میں کائن ہو اور ۸۰ فرنگی مارے گئے۔ اور البوکرک زخمی ہوا اور اور سپاہی بھی زخمی ہوے۔

البوکرک نے سیبایو سے گوا لینے کا ارادہ کیا۔ کنارا کے حاکم ٹماجی نے اس کی مدد کی ۲۰ فروری سنہ ۱۵۱۰ء کو گوا فتح کیا بہت توپ گولہ اور جنگی ذخیرے پرتگیزوں کے ہاتھ آئے مگر پھر یہ گوا اُن کے ہاتھ تلے سے نکل گیا۔ مخالفوں نے ۲۰ روز محاصرہ کرکے لے لیا البوکرک کی مدد کو ۱۴ جہاز یورپ سے آئے وہ ۲۳ جہاز اور پندرہ سو سپاہی لیکر گوا پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا مادھو راؤ ٹماجی کا امیرالبحر اس کا مددگار رہا۔

گوا پھر پرتگیزوں نے لے لیا۔ ملکی انتظام ٹماجی ورا ؤلور کے راجہ مالی راؤ کے سپرد کیا گیا۔ پرتگیزوں نے یہاں کے باشندوں اور اپنی قوم کے آدمیوں میں شادی بیاہ

کے بند پرتگیزوں کے بیڑے کے درمیان اپنے ان زوان قلعوں کو لے گئے گویا اُن کو آتشبار جہاز بنا لیا لیکن اُن کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پرتگال سے ۱۳ جہاز ۱۲۰۰ آدمیوں کو لیکر ہندوستان میں آ گئے۔

دون الفنسو البوکرک نے اہل عرب کے ایک جہاز کو برباد کیا جس میں سات سو ترکوں کی جانیں ضائع ہوئیں وہ ہندوستان سے جنوری سنہ ۱۵۰۵ء کو ۱۴ جہاز لیکر روانہ ہوا ان میں اسکے اپنے بیڑے کے تین جہاز تھے اور ۲۲ جولائی کو لسبن پہنچا۔

دون فرانسسکو المیدا ہندوستان میں ۲۲ جہاز اور ۱۵۰۰ سپاہی لیکر آیا پرتگیزوں نے جغرافیہ میں مغربی ساحل کی تقسیم اس طرح کی ہے اوّل حصہ کمبی (کھنبایت) بمبئی کے شمال میں جو شاہ گجرات کے قبضہ میں تھا۔ دوم کوکن جو گوا اور بمبئی کے درمیان واقع ہے اور احمدنگر اور بیجاپور کے شاہوں کے زیر حکومت تھا سوم کنارا جو گوا اور کنانور کے درمیان اور راجہ وجیانگر کے زیر حکومت تھا چہارم ملک کا وہ حصہ جو کنانور کے جنوب میں واقع ہے اس کا نام ملیبار ہے اور وہ سپین۔ کالی کٹ۔ کنانور۔ کوچین۔ کوئیلون۔ ترادنکور کے حاکموں کے درمیان منقسم تھا۔

سنہ ۱۵۰۸ء میں دون فرانسسکو المیدا نے اپنے بیٹے دون لورینزو کو گیارہ جہاز دیکر مسلمانوں کے بیڑے پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جس کے ۷ جہاز پرتگیزوں کے جہازوں سے بڑے تھے اس سنہ میں پرتگیزوں کو سیلون کی بھی راہ معلوم ہوگئی۔

مارچ سنہ ۱۵۰۸ء میں ۱۳ جہاز اور ۱۲ سو آدمی لسبن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے الفونسو البوکرک لسبن سے ۱۲ جہاز ہندوستان میں لایا مصری اور گجراتی بیڑے جن کے سردار میر ہاشم اور ملک ایاز تھے پرتگیزی بیڑے سے بندر جول سے پرے لڑے مسلمانوں نے اُن پر گولہ زنی اور آتشباری کی۔ پرتگیزوں کا امیر البحر دون لورینزو مارا گیا اور ایک سو چالیس آدمی مارے گئے مسلمانوں کے امیر البحر نے اس مقتول

دون فرانسسکو المیدا کا ہندوستان میں آنا

الفنسو البوکرک کا آنا سنہ ۱۵۰۸ء

رہنمونی سے ۱۵ ستمبر کو کالی کٹ میں آیا۔ زاموری نے اپنے قیدیوں کو گاما کے ہاتھ سے چھڑایا اور اُن کی عوض میں گاما کی فرمائش کے موافق ۲ برہمن اوّل میں دیئے مکہ کے تاجر پرتگیزوں کی تجارت کے معترض ہوئے ایک جہاز ہاتھیوں کو لیے سیلون (لنکا) سے گجرات کو جاتا تھا۔ مسلمانوں نے پرتگیزوں پر حملہ کرنیکی ترغیب دی اُنسے پرتگیزوں پر حملہ کیا اور اُنکی طرف چند بندوقیں چھوڑیں اور کرنگانور کی راہ لی۔ پھر پرتگیزوں نے گجرات کے جہاز پر حملہ کیا اور اُسکو پکڑ لیا اور کوچن کے راجہ کو دیدیا کرنگانور میں (کرنگانور) پر پرتگیزوں سے چند ارمنی عیسائی ملے۔ گاما پرتگال کو واپس آیا

گاما پھر سنہ ۱۵۰۲ میں ۲۰ جہاز لیکر روانہ ہوا۔ اس بیڑے اور سلطان مصر کے جہاز مریم میں مٹ بھیڑ ہوئی اس جہاز میں دو سو اسّی مسلمان تھے جن میں زیادہ تر مسلمان حج کو جاتے تھے مسلمانوں نے اپنے جہاز پرتگیزوں کو حوالہ نہیں کیا اور سخت مقابلہ اور جنگ کرکے سب مارے گئے دو بچّے بچے تھے جن کو عیسائی کر لیا۔ گاما ہندوستان میں آیا کنگانور کے عیسائیوں نے اس پاس اپنا ڈیپوٹیشن (پیغام آدمیوں کے ہاتھ) بھیجا ان ارمنی عیسائیوں کی تعداد بیس ہزار تھی جن کی نگرانی ارمینا کا بشپ کرتا تھا۔ گاما کے دس جہازوں نے کالی کٹ کے ۲۹ جہازوں کا مقابلہ کیا اہل ہند جہازوں پر سے آتشباری کرتے تھے ہندوؤں کے دو جہاز پرتگیزوں کو ہاتھ آئے جن میں سے ایک میں سونے کا بت جواہر سے مرصع وزن میں ۱۵ سیر اُن کو ملا گاما اپنے بیڑے میں سے کچھ جہازوں کو ہمراہ لیکر لسبن روانہ ہوا۔

سنہ ۱۵۰۳ میں الفونسو البوکرک ۹ جہاز لیکر یہاں آیا۔ زاموری نے کوچین میں ۵۰ ہزار سپاہ سے بحری و بری دونوں طرف سے پرتگیزوں پر حملہ کیا۔ ہند کے بیڑے میں سب قسم کے اسّی جہاز تھے جن میں ۳۸۰ توپیں چڑھی ہوئی تہیں اور چار ہزار آدمی سوار تھے آٹھ جہاز اور ۱۲۰ توپیں پرتگیزوں نے چھین لیں ہندوں نے دو کشتیوں پر ۱۵ فٹ بلند قلعے بنائے ہر ایک میں آدمی بٹھلائے سخت لڑائی

گاما کا دوسری دفعہ ہندوستان میں آنا

دون الفنسو البوکرک کا ہندوستان میں آنا اور لڑنا سنہ ۱۵۰۳

مسلمانوں اور پرتگیزوں کے بیانات کے اختلافات اور اتفاقات کو مطالعہ کرکے اصلی واقعات کو تحقیق کر سکتے ہیں اور یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ مسلمان مورخوں کا اعتبار کس درجہ تک صحیح یا غلط ہے

پرتگیزوں کا ہندوستان میں آنا

۸ جولائی سنہ ۱۴۹۷ کو لسبن دارالسلطنت پرتگال سے ویسکو دی گاما تین چھوٹے جہاز اور ایک سو ساٹھ آدمی ہمراہ لیکر چلا - افریقہ کے شرقی ساحل بحر پر جنوبی عرض بلد ۱۴ درجہ ۲۰ دقیقہ پر ایک جزیرہ موزمبین (سینٹ جارج) ہے وہاں آیا یہاں کا حاکم شاہ خواجہ تھا یہاں سے ۱۱ مارچ سنہ ۱۴۹۸ کو گاما جہاز میں روانہ ہوا اور اسی ساحل پر ملنڈا میں آیا - یہاں اس کو چند گجراتی سوداگر ملے جن میں ایک گجراتی بحری رہنما معلم خاں تھا جو اصطرلاب کے علم سے ایسا ماہر تھا کہ وہ گاما کے جہازی اصطرلاب کے عیوب بتاتا تھا اسکو گاما نے نوکر رکھ لیا کالی کٹ میں گاما آیا یہاں ایک ہندو حاکم تھا جس کا لقب زاموری (سامری) تھا اتفاق سے گاما کو میاں زید ایک مسلمان مل گیا جو فرنگستان کا باشندہ تھا اور اسپین کی زبان خوب بولتا تھا اس کو اس نے اپنا ترجمان بنایا - کالی کٹ میں بہت سے مسلمان سوداگر تھے جو خلیج فارس اور بحر قلزم کی راہوں سے یورپ میں جاکر بڑی تجارت کرتے تھے مسلمانوں کو گاما پر رشک و حسد پیدا ہوا راجہ زاموری نے مسلمانوں کے کہنے سے سات پرتگیزوں کو مقید کیا - گاما ان کو رہا نہ کرا سکا تو اس نے اس کا عوض یوں لیا کہ بیس ہندوستانی ماہی گیر پکڑ کر قید کر لیے -

گاما کا دوبارہ ہندوستان میں آنا سنہ ۱۵

سنہ ۱۴۹۹ کو گاما پرتگال واپس آیا اور اپنے ترجمان میاں زید کو ہمراہ لایا اس ۲۶ مہینے کے سفر میں اس کے ۱۶۰ آدمیوں میں سے ۱۰۵ آدمی ضائع ہوئے -

۸ مارچ سنہ ۱۵ کو گاما دوبارہ ۱۲ جہازوں کا بیڑا لیکر چلا جس میں بارہ سو آدمی تھے اور اس کے ساتھ سولہ پادری اور ایک پادریوں کا سردار تھا جن کا اصلی مقصود یہ تھا کہ اول مواعظ سے کام نکالیں اور اگر یوں نہ بنے تو پھر تلوار کو چمکائیں اور اس سے اپنا مقصد حاصل کریں - ۲۰ اگست کو وہ ملندا میں آیا دو گجراتی بحری رہنماؤں کی

مرتضیٰ نظام شاہ اس خبر کے سننے سے اور احمد نگر کی حوالے میں اپنے بھائی کے فتنہ انگیزی کی اطلاع پانے سے مضطرب ہوا لشکر تلنگ کو مرزا یادگار کی سرکردگی میں محاصرہ میں چھوڑا اور خود احمد نگر گیا جب بیجاپوری سپاہ چند میل کے فاصلہ پر آئی تو مرزا یادگار محاصرہ چھوڑ چلتا بنا۔ علی برید نے محصور ہونے کی تکلیف سے نجات پائی سنہ ۹۸۰ھ میں وعدہ کے موافق دونو خواجہ سراؤں کو علی عادل شاہ پاس بھیجدیا ان پرحمیت خواجہ سراؤں نے بے ناموسی کے خوف سے عادل شاہ کو کشتہ کیا۔ علی برید شاہ سنہ ۹۹۴ھ ۱۵۸۶ء میں تخت سے تختہ پر گیا۔ ۵۴ سال سلطنت کر گیا اس کا ولد اکبر ابراہیم برید بادشاہ ہوا اُس نے سات سال سلطنت کی بعد اسکے قاسم برید تین سال تک حکومت میں سرگرم رہا جب وہ مرگیا تو اس کا چھوٹا بیٹا چار برس کا تھا شغل حکومت میں تگاپو کی تو ایک اور شخص اسی خانوادہ کی اولاد میں مرزا علی برید پیدا ہوا اُس نے سنہ ۱۰۱۸ھ میں اس خورد سال کو محمد علی قطب شاہ کی پایہ تخت بھاگ نگری میں بھگایا اور خود بادشاہ ہوا اس کے بعد امیر برید ثانی تخت پر بیٹھا اور خاندان کا خاتمہ ہوا

اس خاندان کی سلطنت بہت چھوٹی تھی اسلیے مملکت کی حدبندی بھی اچھی طرح نہ تھی اور اس کے خاندان کے ختم ہونے کا زمانہ بھی معلوم نہیں امیر برید دوم سنہ ۱۰۱۸ھ میں سلطنت کرتا تھا کہ تاریخ فرشتہ نے اپنی تاریخ کو ختم کردیا۔ برار اور بیدر کی تاریخوں کا پتہ کچھ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے اور اُسنے خود لکھا ہے کہ میں نے یہ حالات سنے سنائے لکھے ہیں کوئی تاریخ مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔

ضمیمہ تاریخ دکن

اس ضمیمہ میں مختصر بیانات اہل ہند اور پرتگیزوں کی لڑائیوں کا اور ان کے اور معاملات کا پرتگیزی مورخ فاریا سوزا کی تاریخ سے اخذ کرکے تحریر کرتا ہوں۔ تاریخ کے پڑھنے والوں کو اس سے وہ علم ہوگا جو ہندوستانی مورخوں کی تاریخوں سے نہیں حاصل ہوتا وہ دونوں

بس کے چند سال مسند کامرانی پرتکیہ لگا کے وہ بیٹھا رہا آخر عمر میں برہان نظام شاہ اول
کی کمک کو گیا اور حوالی دولت آباد میں فوت ہوا۔ ۲۵ سال سلطنت کی۔ دکن میں اس
کی حکایت مشہور ہے کہ جاڑے میں ایک دن وہ شراب پیے ہوے باغ میں بیٹھا تھا کہ گیدڑوں نے
معمول سے زیادہ غل شور مچایا امیر برید نے پوچھا کہ یہ کیوں اتنا غوغا مچاتے ہیں ایک ندیم نے
عرض کیا کہ جاڑے مرتے ہیں اسلیے دادخواہی حضور سے چاہتے ہیں اُسنے علی الصباح حکم دیا کہ
باغ صحرا میں تین چار ہزار لحاف بچھا دیئے جائیں کہ حضرات شغال بیابانی اُن کے اندر
آرام کرکے جاڑے کی ایذا سے بچیں۔

علی برید شاہ

اس خاندان میں اوّل شخص ہے کہ جسنے برہان نظام شاہ کے طفیل سے اپنے نام کا جزو لفظ شاہ کو
بنایا اُس کے دادا اور باپ نے امارات شاہی کو حاصل کیا مگر اپنے نام کے پیچھے لفظ شاہ کا دُم چھلا
نہیں لگایا تھا۔ برہان نظام شاہ نے اپنے مقدس وزیر شاہ طاہر احمد آباد شاہی کی تہنیت
دینے کیلئے بھیجا۔ علی برید شاہ نے اس وزیر کے مسائل اور عقاید پر ایسے گستاخانہ اعتراض کیے
کہ وہ نہائت آزردہ اپنے شاہ پاس آیا اور ان گستاخیوں کا ذکر کرکے اس کو بیدر پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا
نظام شاہ بیدر پر لشکر کش ہوا۔ امیر برید شاہ نے قلعہ کیانی ابراہیم عادل شاہ کی نذر کیا
اور اس کو بلایا مگر وہ آتا ہی رہا کہ نظام شاہ نے یورش کرکے قلعہ ادسہ قندہار اودگیر لے لیے
اور اس قدر ملک امیر برید کے قبضہ میں چھوڑے جس کی آمدنی چار لاکھ طلائی ہن تھی مرتضیٰ
نظام شاہ نے اپنے عہد میں اخلاص خان کی استدعا سے ۹۷۵ھ میں بلدہ احمد آباد کا محاصرہ
کیا اور اہل قلعہ کی جان ضیق میں کی امیر برید نے عادل شاہ پاس آدمی کمک کی طلب کے
لیے بھیجا۔ علی عادل شاہ نے جواب لکھا کہ تیری سرکار میں جو فلاں فلاں خواجہ سرا ہیں
اگر اُن کو تو مجھے حوالہ کرے تو میں تیری مدد کرتا ہوں امیر برید شاہ نے بجز اطاعت کے
چارہ نہ دیکھا اُسے قبول کیا علی عادل شاہ نے ہزار سوار بیجاپور میں کمک کے لیے بھیجے

خوب بجا تا اُس بادشاہ کے عہد میں اُس نے مرہٹوں پر فتح پانے سے بڑا نام پیدا کیا اور صاحب رشگاہ ہو گیا مرہٹے پی ٹن اور جالنہ کے درمیان باغی ہو گئے تھے اُن کے دفع کرنے کے واسطے وہ نامزد ہوا۔ مرہٹوں سے وہ بڑی لڑائی لڑا اور اس نے فتح بزرگ حاصل کی۔ مرہٹوں کے سب سے بڑے سردار سنبھاجی کو قتل کیا اور اُس کی بیٹی سے اپنے بڑے بیٹے امیر برید کا نکاح کیا۔ سلطان نے اس حسن خدمت کے جلد وہیں سنبھاجی کی مملکت اس کو اقطاع میں دی تو ملازم ہُوئے چار سو کے قریب رشتہ دار اس کے ملازم ہوئے جن میں سے ہر ایک شجاع اور جوان مرد تھا۔ زمانہ کے گذرنے کے بعد ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے اس مخلص اور فدائی جماعت کے استظہار سے سلطان محمود کے زمانہ میں اس کا تسلط اور استقلال بڑھ گیا اور اس کے دل میں بھی اور امرا کی طرح پادشاہی کی ہوس پیدا ہوئی عادل شاہ اور نظام شاہ و عماد شاہ کی صلاح سے اُسنے قلعہ اودسہ اور قندھار اور اودگیر پر قبضہ کیا اور ان میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ بیچارہ محمود شاہ پاس صرف دارالسلطنت احمد آباد باقی چھوڑی۔ اس شاہ کی زندگی میں بارہ سال شاہی کی ۹۱۰ھ ۱۵۰۴ء میں مرگیا اور اس کا بڑا بیٹا قائمقام ہوا۔

امیر برید

باپ کا قائم مقام امیر برید ہوا اُسکے زمانہ میں سلطان محمود شاہ نے وفات پائی اور آخر بادشاہ کلیم اللہ احمد نگر کو بھاگ گیا۔ شہر بیدر اسمٰعیل عادل شاہ کے ہاتھ میں آیا مگر پھر اس نے امیر برید کو دیدیا اس زمانہ میں عماد الملک والی برار اور محمد شاہ والی برہانپور کی التماسوں سے سلطان بہادر شاہ گجرات دکن میں آیا تو اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے امیر برید معہ اپنی جمعیت کے بیجاپور گیا اور عادل شاہ نے چار ہزار سوار غریب پردیسی) تاج پوش اس کے ہمراہ کیے اور اپنے لشکر کا سر لشکر بنا کے برہان نظام شاہ کی مدد کو بھیجا وہ لشکر گجرات سے رستمانہ لڑا (ان لڑائیوں کا بیان اپنے محل پر شرح وبسط سے پہلے لکھا گیا)

تیسرے روز اس کو گرفتار کیا اور نظام شاہ پاس لایا قلعہ گاول بھی امان دینے سے مفتوح ہوا
شمشیر الملک گرفتار ہوا نظام شاہ نے بجائے اس کے کہ مقید بادشاہ کو تخت سلطنت پر
بٹھاتا اس غاصب سلطنت تفال خاں اور اس کے بیٹے شمشیر الملک کو مع اولاد کے نظام
شاہی قلعوں میں سے ایک قلعہ میں قید کر کے بھیجدیا اُن کی اولاد بھی اس قید خانہ میں رہا تھا
تھی ان سب نے ایک رات میں جان شیریں قابض ارواح کو سپرد کی اور دنیا کی کشمکش سے
رہائی پائی بعض کہتے ہیں کہ قلعہ کے محافظوں نے نظام شاہ کے فرمان کے موافق قلعہ
کے اندر دفعتہً واحدۃً دم گھوٹ کر مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں کہ پاسبان تنگ حجرہ میں اُن
کو بند کرتے تھے تاکہ وہ بہ تنگ ہو کر اُن کو روپیہ دیکر خوش کریں مگر خود ایک دن کی روٹی کو وہ
محتاج تھے اس لیے وہ پاسبانوں کی مٹھی نہیں گرم کر سکتے تھے وہ اُن پر اور زیادہ شدت
اور سخت گیری کرتے تھے ایک رات ہوا نہایت گرم تھی یہ سب آدمی عورت مرد چھوٹے
بڑے چالیس آدمی تھے دم گھٹنے سے مر گئے پاسبانوں نے جو دروازہ کھولا تو سب کو مردہ پایا
الغرض اس سال میں عماد شاہیہ اور تفال شاہیہ کی بادشاہی باقی نرہی اور نہ ان دونوں
خاندانوں کا کوئی آدمی قید حیات میں رہا اور سلطنت سنہ ۹۸۲ھ / ۱۵۷۲ء میں احمد نگر کی سلطنت میں
شامل ہو گئی -

تاریخ بیدر جس کے شاہوں کا لقب برید شاہ تھا

قاسم برید سنہ ۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء امیر برید سنہ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء علی برید سنہ ۹۴۵ھ / ۱۵۴۹ء
ابراہیم برید سنہ ۹۹ھ / ۱۵۶۲ء قاسم ثانی سنہ ۹۹۷ھ / ۱۵۵۹ء مرزا علی سنہ ۱۱ھ / ۱۵۷۲ء امیر برید ثانی

بہمنی شاہوں کی وزارت میں ۔ اوّل اس خاندان کا عروج ہوا اور سلطنت کے کاموں
میں اس کو قدرت حاصل ہوئی جس پردہ کے اندر وہ سلطنت کرتا تھا اس کو قاسم برید نے اُٹھا دیا
قاسم برید ترکی گرجی غلام تھا اُس کو خواجہ شہاب الدین یزدی ولایت سے دکن میں
لایا اور سلطان محمد شاہ بہمنی کے ہاتھ فروخت کیا وہ شجاع تھا۔ خوشنویس تھا۔ سازوں کو

خبر ہوئی تو وہ احمد نگر کو چلا گیا۔ لیکن سنہ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں تفال خاں سے لڑنے کے لیے مرتضیٰ نظام
شاہ نے کوچ کیا اور یہ بہانا بنایا کہ وہ مقید شاہ برار کو برنالہ کے قید خانہ سے نکالنا چاہتا ہے
تفال خاں مضطر ہوا اور اُس نے ابراہیم قطب شاہ گولکنڈہ سے امداد چاہی اور اُس کی
کمک سے اُس نے چنگیز خاں پیشوا احمد نگر پر حملہ کیا مگر تفال خاں کو شکست فاحش ہوئی اُسکا
تعاقب ہوا اور سپاہ نظام شاہ کی صولت اور سطوت نے اس کو مدتوں جنگل جنگل بھگایا
آخر کو وہ قلعہ برنالہ میں اور اس کا بیٹا شمشیر الملک گاول گڑھ میں محصور ہوئے نظام شاہ نے
قلعہ برنالہ کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ ایک کوہ پر واقع تھا وہ توپ منجنیق وخاکریز کے ذریعوں سے
فتح نہیں ہو سکتا تھا ایام محاصرہ کے طول سے مرتضیٰ نظام شاہ ایسا زچ ہوا کہ اُس نے
احمد نگر کی مراجعت کا ارادہ کیا مگر امیر حملہ چنگیز خاں صفہانی اس ارادہ کا مانع ہوا اور اُس
نے اپنی حسن تدابیر سے اور درم و دینار کے پاشش سے قلعہ کے اندر کے آدمیوں کو جو قلعہ
کے محافظ تھے بلا لیا وہ ضیق محاصرہ سے تنگ ہو رہے تھے وہ قلعہ کے برج و بارہ سے کمندیں
لگا کے نیچے اُتر آئے اور جا کر چنگیز خاں سے مل گئے اُس نے اُن کو انعام و مناصب بزرگ
اور اقطاع دیئے اور آدمی بھی جس طرح بن سکا قلعہ سے باہر آئے اور بڑے ذوق شوق سے
چنگیز خاں سے ملے اور اُس کے توسل سے سرکار نظام شاہ میں اپنے مقاصد علیہ پر پہنچے
اب قلعہ کے اندر بارہ نفر توپ اندازوں اور آتشبازوں سے زیادہ باقی نہ رہے۔ نظام شاہ
کی سپاہ نے مورچے آگے بڑھا کے بڑی بڑی توپوں سے قلعہ کی دیوار میں رخنہ ڈالدیا
اب قلعہ میں کوئی جنگی مرد نہ تھا۔ چنگیز خاں نے زینے لگا کے اٹھائیس آدمی چڑھائے
اور نفیر سرکج کہ جنگ سے مخصوص تھی بجوائی جس کی آواز سے تفاخال نے جانا کہ چنگیز خاں
قلعہ میں آگیا اُس نے کچھ مقابلہ کا سامان نہیں کیا۔ قلعہ سے نکلکر وہ بھاگا دوسرے روز
مرتضیٰ نظام شاہ قلعہ میں آیا خزائن و اموال و اسباب نفیسہ خود لے لیے اور باقی اسباب
کو حکم دیا کہ سوار اور پیادے لوٹ لیں۔ سید حسن استرآبادی نے تفال خاں کا تعاقب کر کے

اسلیے وہ اس کے بلانے سے پشیمان ہوا مگر ناچار تھا۔ گاؤں میں اُن کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور برار کی سلطنت اُس کے نذر کی اب اس کا دوست میراں محمد خاں حاکم خاندیس شاہ گجرات پر متقاضی ہوا کہ وہ سید ہا احمد نگر کو چلے اور نظام شاہ کے خاندان کو اطاعت پر مجبور کرے بہادر شاہ ان اپنے دوستوں کی فرماں برداری سے خوش ہوا اور دولت آباد کی راہ سے احمد نگر کی طرف کوچ کیا۔

ہمنے پہلے بیان کیا ہو کہ یہاں سکہ اُس کے نام کا جاری ہوا اور اس کی شاہی مانی گئی اسکے بعد ان شاہوں نے اپنی اپنی دار السلطنت کو مراجعت کی۔ تھوڑے دنوں بعد علاء الدین عماد شاہ کا انتقال ہوا اور اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا۔

برہان عماد شاہ

دریا عماد شاہ کے مرنے کے بعد برہان عماد شاہ تخت نشین ہوا وہ ابھی بچہ تھا تفال خاں دکنی کہ غلاموں میں تھا دولت خانہ پر مسلط ہوا۔ ہنوز برہان کی عمر اتنی نہیں ہوئی تھی کہ وہ عنان سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیتا کہ نائب سلطنت تفال خاں نے حاکم خاندیس اور نظام شاہ کی امداد سے سلطنت کو غصب کرلیا اور آخر کو اس نے اپنے شاہ کو پابزنجیر کرکے قلعہ پرنالہ میں مقید کیا اور خود سر پر چتر لگا کے شاہ بنا۔

تفال خاں کا سلطنت غصب کرنا

تفال خاں

اس عالی ہمت نائب سلطنت کی ذات میں وہ صفات شجاعت و سخاوت کی تھیں جو اس پر شاہی کو موزوں کرتی تھیں غصب سلطنت کے بعد اس کی قوت ایسی جلد بڑھ گئی کہ شاہان احمد نگر اور بیجاپور نے آپس میں متفق ہو کر اُس کے استیصال پر کمر چست کی اور دونوں کی سپاہوں نے اُس کے غارت کرنے کے لیے کوچ کیا تفال خاں دونو شاہوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا تو وہ علی عادل شاہ سے ملتجی ہوا اور اس پاس اور اس کے وزیر پاس بیش بہا جواہرات بھیجے کہ وہ جنگ سے دست بردار ہو مرتضیٰ نظام شاہ کو جب ان معاملات کی

خداوند خاں کے بیٹوں کی حمایت کے لیے جمع کیا تو امیر برید نے لڑائی سے بچنے کے لیے خداوند خاں کے ایک بیٹے کو قلعہ ماہور اور دوسرے بیٹے کو قلعہ رام گیر دیدیا اور اُن کو سمجھا دیا کہ وہ اپنے تئیں علاء الدین عماد شاہ کا باجگذار سمجھیں علاء الدین نے ان قلعوں کے پاس آن کر اُن کو دغا سے اپنے قبضہ میں کرلیا۔ خداوند خاں کے بیٹے برہان نظام پاس دوڑے گئے کہ وہ اُن کی حمایت کرے علاء الدین نے ان قلعوں میں اپنے حاکم اور سپاہ متعین کئے۔ ان قلعوں کے غصب ہونے نے اور برار کی شوکت بڑہنے نے برہان نظام شاہ اور علاء الدین کی دوستی کو دشمنی سے بدل دیا ان دونو میں بہت لڑائیاں ہوئیں آخر کو علاء الدین شکست فاحش پاکر اپنے دار الحکومت گاموں کو بھاگ گیا علاء الدین نے اسمٰعیل عادل شاہ کی بیٹی سے نکاح کرکے اُس کے ساتھ اتحاد پیدا کرلیا تھا مگر اس وقت وہ وجیانگر کی راے سے لڑائیوں میں اُلجھا ہوا تھا اس لیے وہ اپنے داماد شاہ برار کی مدد نہیں کرسکتا تھا اس وجہ سے برہان نظام شاہ کو اچھا موقع ہاتھ لگا کہ اُس نے ماہورا ور رام گیر (رائے نگر) کے قلعے چہین لیے۔

برہان نظام شاہ کا دو قلعوں کا لینا

۹۳۲ھ میں علاء الدین نے میران محمد خاں حاکم خاندیس کے ساتھ اتفاق کرکے کوچ کیا کہ برہان نظام شاہ سے اپنا انتقام لے ان میں سخت جنگ ہوئی جس میں نظام شاہ کو فتح ہوئی اُس نے ان دو شاہوں کے ہاتھی اور توپ خانے چہین لیے اور اُن کو اپنی اپنی دار السلطنتوں کو بھگا دیا علاء الدین نے اوّل اسمٰعیل عادل شاہ سے امداد کی درخواست کی گئی مگر وہ اپنے جہگڑوں میں ایسا گرفتار تھا کہ وہ مدد نہیں کرسکتا تھا میران محمد خاں نے اس سبب سے کہ اُس کے کل ہاتھی اور توپ خانے چہن گئے تھے اپنے رشتہ دار گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ سے امداد طلب کی اُس نے قبول کی۔ سلطان بہادر شاہ کو سوا اپنی سلطنت کے بڑہانے کے کوئی اور فکر نہ تھی دکن کی فتح کی اُدہیڑ بن میں رہتا تھا وہ لشکر عظیم کے ساتھ برہانپور کی راہ سے برار میں آیا تو علاء الدین کو اس کی نیت کا حال معلوم ہوا کہ وہ خود دکن فتح کرنا چاہتا ہے

بہادر شاہ کا برار کی امداد کے لئے آنا

اور علاء الدین کی وفات

محقق نہیں غالباً ناگپور اس میں شامل نہ تھا۔

فتح اللہ عماد الملک

اس خاندان میں اوّل شخص جو ممتاز ہوا وہ فتح اللہ عماد الملک تھا جو وجیانگر کے کناری ہندوؤں کی اولاد میں تھا وہ لڑکپن میں وجیانگر کی لڑائیوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا۔ اور خان جہاں سپہ سالار اور حاکم برار کے غلاموں میں شامل ہوا عہد شباب میں اُس نے ایسی قابلیت و شجاعت دکھائی کہ وہ معتمدوں اور مقربوں میں داخل ہوا۔ خان جہاں کی وفات کے بعد سلاطین بہمنیہ کی ملازمت میں آیا سلطان محمود شاہ بہمنی کے عہد میں خواجہ محمود گاوان کی عنایت سے عماد الملک کا خطاب پایا اور برار کا سرلشکر مقرر ہوا سنہ ۸۹۰ھ / ۱۴۸۴ء میں اس نے اطاعت شاہی سے قدم باہر نکالا اور مطلق العنان ہوا کچھ دنوں بعد مر گیا اور اس کا بڑا بیٹا اس کا جانشین ہوا۔

علاء الدین عماد شاہ

فتح اللہ کے مرنیکے بعد اُس کا بڑا بیٹا علاء الدین جانشین ہوا۔ یہی اوّل شخص ہی جس نے اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی تقلید کر کے اپنے اوپر لفظ شاہ کا اطلاق کیا اور قلعہ کاویل (گاول) کو اپنا مقر حکومت بنایا۔ جب امیر برید کے ظلم و ستم کے حوالات سے محمود شاہ بہمنی نکلکر اُس پاس گیا تو وہ برار کی کل سپاہ لیکر سلطان محمود کے ہمراہ محمد آباد بیدر آیا کہ امیر برید کو مستاصل کرے اور وارث ملک کو شہر بیدر میں صاحب مسند بنائے۔ خاندان بہمنی کے بحال ہونے سے برہان نظام شاہ کی جان نکلتی تھی وہ امیر برید کی حمائت کرنے کے لیے چل پڑا۔ یہ اور بیان کیا گیا ہی کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو عین لڑائی میں شاہ دوست کو چھوڑ کر پھر امیر برید کے پنجہ میں خود جا پھنسا۔ سنہ ۹۲۳ھ / ۱۵۱۶ء میں امیر برید نے بیدر سے کوچ کیا اور قلعہ ماہور تسخیر کیا اس کے بعد قلعہ رام گیر پر حملہ کر کے فتح کیا اور یہاں کے حاکم خداوند خاں حبشی کو مار ڈالا۔ علاء الدین عماد شاہ نے اس حملہ کی خبر سنکر اپنی سپاہ کو

سوداگروں کی جانیں مال کی حفاظت میں گئیں۔ جب میر جملہ کو اس شورش کی خبر ہوئی تو اپنا کام چھوڑ کر شاہی محل میں دوڑا گیا۔ شاہ سوتا تھا۔ نوکروں نے اس کو جانے نہیں دیا مگر اُس نے دلیری کر کے دروازہ کھولا اور شاہ کے کان میں شہر کے آشوب کی آواز پہنچائی اور کہا کہ حضور محل کی کھڑکیوں میں سے شہر کا حال دیکھ لیں جس سے میرے قول کی تصدیق ہو جائے۔ شاہ نے حکم دیا کہ فوراً یہ اشتہار جاری کیا جائے کہ جو شخص مغلوں کے مال اسباب کو انگلی لگائیگا وہ مارا جائے گا اور علی آقا کوتوال کو بلا کر ہدایت کی کہ وہ خود جا کر اس فساد کو مٹائے اور نہیں تو وہ ہاتھیوں کے پیروں تلے مسلوایا جائے گا اس ہدایت کے موافق علی آقا شہر میں گیا اور بہت سے فسادیوں کو اُس نے مار ڈالا اور خلقت کی طمانیت کے لیے اُس نے بہت چھوٹے بڑے پولس کے افسروں کو جو زیادہ لوٹ پر پلے ہوئے تھے پھانسی دیدی یا زندہ کھال کھچوائی بہت آدمیوں کے اعضا کٹوائے اور ان کو اس حال میں اہل شہر کو دکھایا۔

سنہ ۹۱۸ھ (۱۵۱۲) میں شاہ کے چھوٹے بھائی محمد خدابندہ نے سرکشی کی جس کا مطلب یہ تھا کہ کل پردیسیوں کو جو شیعہ مذہب رکھتے تھے قتل کر ڈالیں اور شاہ کو معزول کر کے محمد خدا بندے کو تخت سلطنت پر بٹھائیں مگر اس شاہ کی سازش کا حال کھل گیا اور اس نے سرغنوں کو مع شاہزادہ محمد خدابندہ کے گرفتار کر کے قلعہ گلکنڈہ میں مقید کیا اور سنہ ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱) کو یہ شہزادہ قید ہی میں مرگیا۔ باقی حال اس شاہ کا تاریخ سلطنت مغلیہ میں بیان ہوگا۔

تاریخ مملکت برار جس کے شاہوں کا لقب عماد شاہ ہے

فتح اللہ سنہ ۸۹۰ھ (۱۴۸۴)   علاء الدین سنہ ۹۱۰ھ (۱۵۰۴)   دریا عماد شاہ سنہ ۹۳۶ھ (۱۵۲۹)

برہان سنہ ۹۶۸ھ (۱۵۶۰)   تفال خاں

برار کی سلطنت چھوٹی سی تھی اس کی تاریخ ہمسایہ کی سلطنتوں کے تاریخ کے اندر بیان ہوگئی اس کی وسعت مغرب میں انجادری کے پہاڑوں سے گوداوری تک مغرب میں احمدنگر اور ماندیس پر وسط ۷۷ درجہ مشرقی طول پر ختم ہوتی تھی۔ مشرق میں اس کی حدود

اِن ملکوں کے نام تلنگ - دنگ - بنگ ہیں - تلنگ تو یہی ملک ہی جس کا بیان کیا گیا جو جنوبی
ہندوستان میں واقع ہی اور سلاطین قطب شاہیہ کے قبضہ میں ہی بنگ ولایت بنگالہ ہی اور بنگ
اور تلنگ کے درمیان ولایت دنگ ہی جس کو اب تک شاہان اسلام نے فتح نہیں کیا تھا -
محمد قلی قطب شاہ نے اس کا بہت سا حصہ فتح کیا -

۱۰۲۳ھ میں مغل یعنی پردیسی تمام ملکوں سے جمع ہوکر خصوصاً آگرہ اور لاہور سے شہر حیدرآباد
میں آنکر بس گئے تھے ایک دن اُن میں سے بعض بغیر اجازت کے جمع ہوکر نہایت گھاٹ کے
محلوں اور باغوں کو دیکھنے گئے شراب پیکر وہ پہاڑ پر چڑھے جہاں یہ عمارت بنی ہوئی ہیں -
خواجہ سراؤں نے جو یہاں محل میں متعین تھے ہر چند شاہی محلوں میں جانے سے اُن کو روکا
مگر وہ نشہ کے گھوڑے پر سوار تھے وہ کب سنتے تھے - یہ حال شاہ سے عرض کیا گیا اُس نے علی آقا
کوتوال شہر کو حکم دیا کہ امن کے ساتھ ان مداخلت بیجا کرنے والوں کو نکالدے علی آقا نے
عرض کیا کہ دہلی کی فوج کے حملوں کے سبب سے بہت سے مغل حیدرآباد دکن میں آگئے ہیں جنکو سوائے
فسق و فجور کے کچھ اور کام نہیں اور وہ ہمیشہ شہر کے انتظام میں خلل انداز ہوتے ہیں اور اُن
کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگئی ہی کہ عوام کے آرام میں خلل انداز ہی اس پر بادشاہ نے اس
مضمون کا اشتہار دیا کہ جو مغل یہاں برسر کار نہیں ہیں وہ یہاں سے نکل جائیں علی آقا کوتوال
نوجوان تھا اور اپنے عہدہ کے نشہ میں مست تھا اشتہار ایسا دیا کہ تمام پردیسی خواہ وہ پٹھان
ایرانی - عرب - تاتاری ہوں شہر سے باہر نکل جائیں اس اشتہار کی تعمیل کے لیے اُس نے
اپنے ماتحت افسران پولس سے کہہ دیا کہ ان کو زبردستی نکالدو یا قید کرلو - مغلوں نے جب سنا
کہ اُن کی ہمقوموں نے یہ حرکت کرکے بادشاہ کو غصہ دلادیا ہی تو اُنہوں نے جان لیا
کہ اب ہماری جان گئی اور یہی خوف شاہی شہر میں پھیل گیا دکنیوں کو یہ موقع اپنے
تئیں دولت مند بنانے کا خوب ہاتھ لگا اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ ان پردیسی سوداگروں
کے مال اسباب کا لوٹنا شروع کیا جو حیدرآباد میں آباد ہوگئے تھے - بہت سے

مدوار اس شرط پر دیدے کہ وہ شاہ کا باجگذار ہو جائے مگر اس صلاح کو میر زین العابدین نے سنا نہیں
اسلیے ان دونو افسروں میں شکر رنجی ہو گئی اور میر زین العابدین کی جگہ شاہ نے سیّد حسن کو بھیجدیا۔
اُنہنے آنکہ ہر چیندر کی شرائط صلح کو منظور کر لیا اور مکند راج پر فتح حاصل کرنے کے لیے دروں اور
تنگ راہوں میں تین قلعے مصطفیٰ آباد قطب شاہ آباد اور محمد آباد تعمیر ہوئے جن میں ہمیشہ تہوڑی
سپاہ رہی اس طرح مکند راج چاروں طرف سے گھر گیا تو اس نے کشتم راج سے مدد مانگی اُس نے
تین ہزار بندوقچی پیادوں سے محمد آباد پر حملہ کیا جس میں تیر لگنے سے وہ خود مارا گیا اور سپاہ کو
شکست ہوئی مکند راج اس دوست کے مرنے سے شکستہ خاطر ہوا مگر اس کی جگہ سد اشو کو
بھیجا وہ بھی شکست پا کر مکند رام پاس آیا۔ اگنی راج نے مصطفیٰ آباد پر دس ہزار پیادوں کو
لیکر حملہ کیا مسلمانوں کی سپاہ نے اس پر چاروں طرف حملہ کر کے مار ڈالا اسوقت میں بوچنا راج
نے قطب آباد شاہ پر حملہ کیا اور مارا گیا ان فتحوں کے بعد سیّد حسن نے مدوار پر حملہ کرنے کے
لیے جنگل کو جلوایا اور کٹوایا۔ مکند راج مسلمانوں سے جان توڑ کر یہ آخر لڑائی لڑا مگر شکست پائی
اور پھر بنگال کو بھاگ گیا اس طرح سے کس سم کوٹا کے ضلع میں کوئی ہندو راجہ ایسا نہیں رہا
کہ وہ مسلمانوں کو ستائے شاہ نے سورے رائے کو اس ضلع کا حاکم مقرر کیا یہ ضلع گلگندہ کے
تابعین اضلاع میں داخل ہوا۔

ان دنوں میں شاہ نے سیّد میر محمد امین استرابادی کو میر جملہ ولاکھہ ہن (۸۰۰۰۰) مشاہرہ
پر نوکر رکھا ۲ سنہ ۱۶۰۳ء میں شاہ ایران اور شاہ حیدر آباد کا ایسا اتحاد بڑہا کہ شاہ عباس شاہ ایران نے
ادغلو سلطان اپنے رشتہ دار کو محمد قلی قطب شاہ پاس بہیجا اور بہت بیش بہا تحائف ایک نے
دوسرے پاس بہیجے اور سنہ ۱۶۱۳ء میں شاہ حیدر آباد کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ سلطان پسر شاہزادہ
محمد امین سے ہوا تاریخ فرشتے میں لکھا ہے کہ ۔۔ کے بیٹے سے ہوا۔
تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ اہل ہند کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تین مملکتیں محاذی ایک
دوسرے کے واقع ہیں اور ان ولایتوں کی ہوا تاثیر اور خواص میں ہم رنگ ہیں۔

ڈالے ۔ اس اثنا میں مکندراج جلوری نے قلعہ محمد قلی قطب شاہ آباد کا محاصرہ کیا مگر اوپر کی شکستوں
کا حال سنکر اپنے دارالحکومت جلمور کو بھاگ گیا یہ قلعہ پہاڑوں اور جنگلوں کے درمیان تھا چنگیز خاں
نے دو مہینے تک اس کا تعاقب کیا جب اس نے دیکھا کہ اب بُری بنی تو اس نے بیجناتھ دیو کو
اپنے حال سے اطلاع دی۔ بیجناتھ دیو نے اپنے بھتیجے نولا پا نرس دندی کو دو ہزار سواروں اور
بیس ہزار پیادوں اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ بسر کردگی ہریچندر کے اس کی مدد کو بھیجا مسلمانوں کے
لشکر میں پانچہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے وہ ہندؤں کے اس لشکر سے لڑنے گئے ہندؤں کے
لشکر کا مقام ایک وادی کے مرکز میں تھا جس کے چاروں طرف دشوار گذار پہاڑ تھے شاہی سپاہ
بلندیوں پر چڑھ کر نیچے اُتر کر دشمنوں کے چاروں طرف آئی اور ہندؤں کو شکست دی اُنہوں نے بھاگنے
سے اپنی جان بچائی۔ ہریچندر کا تعاقب ہوا اور ایک بڑی لڑائی ہوئی جس میں وہ اور اُس کے ساتھی
نوبالا نرس وندی بُری شکل سے بھاگ کر بچے بیجناتھ دیو کے بہت سے رشتہ دار زخمی و اسیر ہوئے بیجناتھ
دیو کو معلوم ہوا کہ ہریچندر کی حمایت کرکے لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے اسلیے اُس نے تیس ہزار ہن
(۱۲۰۰۰۰ روپیہ) اور پچاس ہاتھی بھیجکر صلح کرلی اور یہی قدر سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ راجہ
کے رشتہ دار بطور اوّل کے جب تک ہے کہ نولا پا نرس دندی شاہی سپاہ کو حوالہ کیا جائے
یہی سرغنہ بغاوت جنگ کا باعث عظیم تھا۔ اس صلح کے بعد چنگیز خاں نے مکندراج کو جلمور سے بھی
جنگال میں بھگا دیا اور قلعہ پر قبضہ کرلیا اور کس سم کوٹا کے کل ضلع نے اس جنگ کے خرچ دینے
کا وعدہ کیا کہ ناگاہ گشتم راج پسر راوت راؤ نے لشکر جمع کیا اور مکندراج نے بھی بلندر کو لکھا کہ وہ
جنگال سے چلا آئے اور اپنی موروثی سلطنت کے حاصل کرنے میں سعی کرے اور خود اس نے قلعہ پٹ نور
اور مداوار پر قبضہ کرکے لڑائی کو شروع کردیا اس راز دستی کو سنکر میر زین العابدین نے چنگیز خاں
اور دہرم راؤ اور بالے راؤ کو دشمنوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا مکندراج نے شکست پائی صبح سے
شام تک لڑائی رہی اور وہ مدوار کو بھاگ گیا یہ قلعہ ایسے گھنے جنگل کے درمیان واقع تھا کہ اسکا
فتح کرنا دشوار تھا۔ دہرم راؤ نے میر زین العابدین سے کہا کہ لڑائی میں التوا کرے اور مکندراج کو

پتھروں سے بند کر کے اُن کے پیچھے توپیں اور بندوقیں لگائی تہیں سپاہ نے اس رہ کو بڑی بہادری سے فتح کیا آخر کوری واری نے شاہ سے پناہ مانگی۔ شاہ نے اپنی سپاہ طلب کر لی عادل خاں بنگی نے گول کنڈہ کو مراجعت کی میر زین العابدین نے اپنے علاقہ کس ہم کوٹا کو معاودت کی جہاں اُس کی غیر حاضری کے سبب کچھہ فساد ہوا تھا۔

جب مکندراج نے شاہ سے مخالفت کی ہر تو بھی بلندر کا بھتیجا تنکرراج اور بھائی ہری چندرا حیدر آباد میں تھے اور امین الملک کی ہمراہ مکندراج سے لڑنے گئے تھے تنکرراج تو راجمندری کی لڑائی میں مارا گیا۔ راوت راؤ ایک چھوٹا سا راجہ تھا اور بہادری میں مشہور تھا وہ اپنی کچھہ سپاہ سواروں اور پیادوں کی لیکر امین الملک کے ساتھ لڑائیوں میں اور اُن کے مشوروں میں شریک تھا مگر وہ امین الملک کے بعض احکام سے آزردہ خاطر ہو گیا اور بادشاہ کا لشکر چھوڑ کر اجازت کے بغیر چلا گیا اور بعد ازاں ہریچندر کو شاہ کے لشکر چھوڑنے کے لیے اغوا کیا اور کہا کہ تو میرے ساتھ متحد ہو کر اور کس ہم کوٹا کی آبائی سلطنت حاصل کر۔ اوّل راوت راؤ نے اپنی بغاوت کا اظہار یہ کیا کہ دس ہزار پیادوں کی سپاہ جمع کر کے لشکر شاہی پر چڑھا جس نے اس کو درختستانوں میں بھگایا جو اس ملک میں بڑی پناہ گاہ ہیں مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کی آنکھہ میں تیر لگا جس سے وہ مر گیا اس کی بغاوت دب گئی ہریچندر بھاگ کر بیجناتھ دیو پاس گیا جو ایک باجگذار راجہ تھا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کی دستگیری کرے اسی وقت اُس نے مکندراج کو لکھا جس کا لقب بھی بلندر ہو گیا تھا کہ اپنے تابعین کو جمع کر کے وہ قلعہ جورجورا پر حملہ کرے جو ملک نائب کے قبضہ میں تھا مکندراج نے ہمسایہ کے تمام مینواری اور نایک واری جمع کیے اور پھر جورجورا کا محاصرہ کیا اور مسلمانوں نے بہادری سے مقابلہ کیا اور جنگیز خاں مدد کو آ گیا جس نے دشمنوں کو چاروں طرف بھگایا اسوقت بیجناتھ دیو اور ہریچندر نے میر زین العابدین پر حملہ کرنے کے لیے کوچ کیا ان کے پاس سپاہ پانچہزار سوار اور تیس ہزار پیدل تھے اُن کو بھی شکست ہوئی اور بہت نقصان اُٹھایا۔ بیجناتھ دیو قلعہ ویراگوتم کو بھاگا اور مسلمانوں نے نراین پیٹم پر خیمہ ڈیرے

ہاتھیوں اور بہت سی توپوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیجے جب راجہ وینکٹ پتی نے
مسلمانوں کی سپاہ کی تیاریاں دیکھیں تو اس نے اپنے ایلچی شاہ پاس بھیجکر عذر کیا کہ میں کندبیر
میں فقط کمم تال دیکھنے آیا تھا اس تال کا محیط سولہ میل ہی اور بہت سے ندی نالے اس
میں بہتے ہیں اور ایک دریا اس میں بہتا ہی جسکو گونتا کمم کہتے ہیں۔ ۳۰ میل بہہ کر سمندر میں
موٹاپلی کے قریب ملتا ہی۔ شاہ نے عادل خاں ننگی کو حکم دیا کہ راجہ کے ملک پر حملہ
آوری سے باز رہی اور سپاہ کے ساتھ کندبیر میں رہی اور انتظار کرے کہ کیا ظہور میں آتا ہی
جب ملکندراج سے لڑنے کے لیے راجمندری اور ایلور سے ساری سپاہ چلی آئی تو
رڈی وار ایرڈی وار اور مینواری اور نایکوار (پیادہ سپاہ کے نام مختص المقام ہیں)
کو فرصت ملی کہ انہوں نے گرد نواح کے ملک نیمرڈول اور ایلور اور پہاڑ چلی کو لوٹنا
شروع کیا۔ بیچارے باشندے بھاگ کر جنگلی درختانوں میں چلے گئے۔
شاہ کو خبر ہوئی تو اُس نے عادل خاں کو روی وار کی تنبیہ کے لیے بھیجا اُس نے ان سب
کو ہر مقام میں شکست دیکر مار کر بھگایا اور وہ بھاگ کر سب کے سب اس مقام میں
جمع ہوئے جہاں ٹھیر سکتے تھے سارا ملک پہاڑوں جنگلی درختوں سے بھرا پڑا تھا اس لیے
انکا تعاقب نہیں ہوسکتا تھا۔ جب دریاؤں میں سے ایک دریا سے شاہی فوج نے عبور
کرنے میں کوشش کی تو بینج اربیا دے اُس کے روکنے کو کھڑے ہوگئے تو اس نے
توقف کیا اور راجمندری سے اپنی توپیں اور بان منگائے وہ حکم شاہی لیکر ان پاس آئے
میرزین العابدین اور کریم خاں مع تمام بندوق اندازوں اور بان اندازوں کے ہمسایہ سے
عادل خاں ننگی کی مدد کو آئے انہوں نے دیکھا کہ جب تک دریا سے عبور نہو کچھ نہیں ہو سکتا
اس لیے چند دستے فوج کے بھیجے کہ وہ کہیں دریا کا پایاب مقام تلاش کریں پایاجی اور
دہرم راؤ نے لشکر گاہ سے دس میل پر پایاب مقام پایا وہاں سے اتر کر ریڈی وار کو کناروں
اور جنگلوں میں بھگایا اور اُن کا تعاقب کیا اور ایک درہ کے دہانہ پر پہنچے جسکو مخالفوں نے

بہادر نامور سپاہی مارے گئے اور مکندراج کسم کوٹ کو بھاگ گیا اور یہاں اُس نے برلاس
خاں اور غضنفر بیگ کو مار ڈالا اور بہت سے مسلمان سرداروں کو اپنے سامنے اندھا کیا
تھوڑے دنوں میں مسلمان کس سم کوٹا میں بھی آ گئے تو مکندراج مدد ارا اور جنگل کو بھاگا
امین الملک نے اس کا تعاقب کیا اور راہ میں قصبات اور دیہات کو خاک میں ملاتا
گیا۔ شاہی سپاہ کے سامنے مکندراج ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا اس لیے وہ بنٹا پور کو
بھاگ گیا اور مدتوں تک جنگلوں اور پہاڑوں میں ایک گاؤں سے دوسرے روز بھاگتا
پھرا مسلمانوں نے اس کو ایک دم چین لینے نہ دیا آخر کو وہ رامچندر راج کی پناہ میں گیا یہ
بڑا قوی مشہور راجہ اس ملک میں تھا رامچندر نے حملہ آوروں کی مدافعت کے لیے مادہو سنگھ
کو خطوط لکھے جس کا ملک بنگال کی سرحد پر ختم ہوتا تھا وہ اکبر بادشاہ دہلی کے راجپوتوں
کی بڑی سپاہ کا سردار تھا مادہو سنگھ نے رامچندر کی درخواست پر اُس کی مدد کے لیے کوچ
کیا امین الملک مفروروں کے تعاقب میں اس راجہ کی قلمرو میں آ گیا۔ اُس نے قصبوں
سے باچھ لی اور دیہات کو لوٹا اور ملک کو ویران کیا۔ مادہو سنگھ نے سوچا کہ لڑائی میں
کچھ فائدہ حاصل نہوگا وہ بنگال کو چلا گیا اور رامچندر کو شاہ گولکندہ کے باجگذار ہونے کے
لیے چھوڑ گیا مکندراج اپنے ملک میں مراجعت نہیں کر سکتا تھا اس لیے وہ بنگال میں
پناہ گیر ہوا امین الملک نے اپنے کام دلخواہ کیے عالم خاں نے اسے راؤ اور دو بیڈی وار
افسر سرحد کی حفاظت کے لیے مامور کیے اور کس سم کوٹا میں اپنی سپاہ متعین کی اور خود
حکومت شروع کی۔ اب مکندراج کا بیان ختم ہوا اب وینکٹا پٹی راجہ وجیانگر کے حالات
لکھتے ہیں اس کو ایسا وقت پھر نہیں ہاتھ آ سکتا تھا اس لیے کہ سارے مسلمانوں کی سپاہیں
شاہزادہ مراد سے احمد نگر کی سلطنت بچانے میں مصروف تھیں وینکٹ پٹی نے دو لاکھ سوار
اور پیادے اور ایک ہزار ہاتھی لیکر کندبیر کی طرف کوچ کیا۔ شاہ گولکندہ کو پہلے سے اس کے ارادوں کی
اطلاع ہو گئی تھی اس نے اپنی سپاہ بسرکردگی بہادل خاں بنگی (بنگش کا رہنے والا) دوسو

ابراہیم عادل شاہ ثانی پاس چلا گیا اور پھر شاہی کا دعویٰ نہیں کیا اور گمنام ہی مرگیا انہیں دنوں راجہ کسم کوٹ کا راجہ بھی بلندر مرگیا۔ جو ہر سال خراج بلا ناغہ ادا کرتا تھا اور اس کا بیٹا مکندراج بارہ برس کا لڑکا اُس کا وارث تھا محمد قلی قطب شاہ نے اس کو بلا کر مسند نشینی کا خلعت عنائت کیا اور رخصت کیا اُس نے اپنی دارالحکومت میں جاتے ہی اپنے رشتہ داروں ویاوروں کے اغواسے اپنے بھائی دیوراج کو مارڈالا اور کچھ دنوں بعد اس ملک کے حاکم شاہی برلاس خاں کے گرفتار کرنے میں سعی کی اس لیے شاہ کو اُس کے معاملات میں مداخلت کرنی پڑی خاص کر اس وجہ سے کہ وہ اپنی سپاہ کی بہادری پر اور اپنے ملک کے پہاڑوں اور جنگلوں کے محافظ ہونے پر مغرور تھا اور خراج سالانہ شاہ پاس نہیں بھیجا شاہ نے اس کی گوشمالی اور تنبیہ کے واسطے اپنے سپہ سالار میر زین العابدین رسوم دار کو حکم دیا کہ وہ سپاہ کو لے جائے۔ جب وہ کسم کوٹا کے قریب آیا تو سپہ سالار نے مکندراج کو لکھا کہ چڑھا ہوا خراج بھیجدے اور آئندہ وقت پر خراج ادا کرتا رہے مگر اس نوجوان احمق نے جواب خاطر خواہ نہ دیا مسلمانوں کی سپاہ تھوڑی تھی اس لیے زبردستی راجہ پر نہیں ہوسکتی تھی اس لیے میر زین العابدین نے کمک کی درخواست کی شاہ نے فوراً امیر جملہ امین الملک کو سپاہ دیکر بھیجا اور کل سپاہ کی سپہ سالاری لے لینے کا حکم دیا۔ امیر جملہ کے ساتھ شنکر راج بھی بلندرا متوفی کا بھتیجا تھا۔ مکندراج نے اپنی مدد کے لیے ہمسایہ کے سب راجاؤں کو بلایا اور دینکٹ پتی راجہ وجیانگر کو بھی ترغیب دی کہ اس وقت سے زیادہ کوئی اور وقت فائدہ کا نہیں ہاتھ آئے گا وہ کندبیر کو سپاہ بھیجدے اور میں تیس ہزار پیادوں اور تیس ہزار سواروں کے ساتھ شاہ کی سپاہ سے راجمندری کے حوالی میں لڑتا ہوں ایک بڑی خونریز لڑائی ہوئی جس میں شنکر راج مارا گیا اور مسلمانوں کو شکست فاحش ہونے کو تھی کہ امیر الملک نے آنکر لڑائی کو سنبھال لیا اور فتح کامل حاصل کرلی گو بڑی

مکندراج کی سرکشیاں

شاہ صاحب کی بغاوت

اس زمانہ میں ایک شخص نے اپنے تئیں شاہ صاحب بناکر سلطنت میں بڑی ہل چل ڈالی جس
کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم قطب شاہ کے بڑے بھائی کا نام عبدالکریم تھا اُس نے لباس
فقیری میں آنکر شاہ صاحب کا لقب پایا اور نعمت اللہ ولی کی خاندان میں شیخ خلیل اللہ
تھے ان کے مقدس خاندان میں بیدر میں اپنا نکاح کیا تھا اور قلعہ دیورکنڈا میں باپ نے اُسکو
قید کیا تھا وہاں وہ رہتا تھا۔ وہ اکیسویں سال میں مرگیا اور شاہی مقبرہ میں دفن ہوا۔
اور اس کی بیوی اپنے میکہ میں بیدر چلی گئی اب ایک شخص نے جو شاہزادہ کا عمر بھر رفیق تھا
اُس نے شہر بیدر میں لوگوں کو یقین دلایا کہ میں شاہزادہ شاہ صاحب ہوں۔ اُس کی
بیوی کے رشتہ داروں نے یقین کیا کہ حقیقت میں یہ شاہ صاحب ہے۔ محمد قلی قطب شاہ نے
اس حال کو سنکر اُن آدمیوں سے تحقیق کیا جو اُس کے بھائی کے مرنے اور دفن کرتے وقت
موجود تھے سب نے شہادت دی کہ بیس برس اسکو قبر میں دفن ہوئے ہوئے محمد قلی نے
علی برید شاہ بیدر کو خط لکھا کہ اس مکار کو پکڑ کر میرے پاس بھیجدے وہ پکڑا گیا اور قید کیا
گیا۔ مگر مقدس مشائخ برادروں نے اُسے چھڑا لیا اور اس کو وجیانگر بھیجدیا وہاں وہ ان
آدمیوں سے ملا جو شاہ سے بگڑے ہوئے بیٹھے تھے ان میں ایک خاوند خاں تھا جس کی
شجاعت کی دکن میں دہاک تھی۔ دوسرا خیر علی خاں پسر دلاور خاں بیجاپوری تھا اس مکار
نے چار ہزار سپاہی جمع کرکے مشتہر کیا کہ میں گولکنڈہ کے تاج کا اصل وارث ہوں اور کرشنا
کے کنارے پر ڈیرے ڈالے۔ تلنگانہ کے نائک داری رئیسوں کے بلانے کے لیے خطوط
روانہ کیے اور اُن ارکان دولت سے ڈہب لگایا جو ایسی باتوں کے منتظر بیٹھے تھے اُس نے
اعتبار خاں کو حکم بھیجا کہ کندیر سے چلکر اس مکار کی تنبیہ کرے اور گلکنڈہ سے
بھی سپاہ بھیجی پہلے اس سے کہ شاہ کی سپاہ پہنچے اس مکار کی سپاہ نے ملک غارت
کرنا شروع کیا۔ اعتبار خاں نے دو ہزار سوار لے جاکر اس مکار کے چھ ہزار سواروں
کو شکست دی اور خداوند خاں حبشی کی شجاعت نے بھی کچھ کام نہیں کیا۔ یہ مرکر کھاگ

پہنچا کہ بارش کا طوفان آیا جس کے سبب سے اُن کی تدبیر نہ چل سکی مسلمانوں نے ہندوؤں پر حملہ کیا اگرچہ اُن کے بہت آدمی مارے گئے مگر آخر کو اُنہوں نے ہندوؤں کو شکست دی اور ہندوؤں کے سارے کنبوں کو قید کرلیا اور خیمہ و خرگاہ لے لیا۔ اعتبار خاں اب کولسٹری میں گیا یہاں بتوں کو توڑا اور بتخانوں میں نمازیں پڑھوائیں۔ مسلمانوں کی سپاہ کرشنا کے جنوب میں کئی برس تک کام کرتی رہی۔ مسلمانوں کی قوت کا سکہ ایسا جما کہ ہندوؤں کا حوصلہ اُن پر حملہ کرنے کا نہیں رہا جب امیر الملک محمد قلی قطب شاہ کا میر جملہ ہوا تو اُس نے مختلف جاگیرداروں سے خراج کا روپیہ طلب کیا۔ اتنی مدت سے جاگیرداروں سے روپیہ نہیں لیا گیا تھا کہ یہ طلب اُن کو بدعت معلوم ہوتی تھی اس لیے انہوں نے بغاوت اختیار کی۔ عالم خاں پٹھان تانخاناں اور سمبھاجی مرہٹہ اور بالاراؤ نے شاہی محصلوں کا مقابلہ کیا اور انہوں نے صرف روپیہ ہی دینے سے انکار نہیں کیا بلکہ راجہ وجیانگر سے گفتگو کی کہ وہ شاہی فوج سے لڑنے کو تیار ہیں اور اس کو اپنی بغاوت کا یقین دلانے کے لیے گلکندہ کے ہمسایہ کے ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔

اعتبار خاں نے شاہ کو ان امیروں کی بداندیشی اور بدخواہی کی اطلاع دی اُن کی تنبیہ کے لیے امین الملک دس ہزار سوار لیکر حیدرآباد سے چلا اور کنڈبیر میں آیا۔ کولانند سے ملا جو یہاں کا بڑا سردار تھا اور اس کو وہ جانتا تھا کہ اس ملک کی بغاوت کا سرغنہ وہی ہی اس نے اس کو پھانسی دی جس سے تمام سرکشوں کے کان کھڑے ہوئے باوجودیکہ اُنہوں نے سات ہزار سوار دس ہزار پیادے جمع کرلیے تھے اور قلعہ ارڈنگا کو مستحکم کرلیا تھا مگر اس پھانسی نے اُن کو مشوش کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ شاہ کی سپاہ سے لڑتے رائے وجیانگر پاس چلے گئے امین الملک نے اُنکا تعاقب کیا مگر اُن کی جاگیروں پر قبضہ کرنے پر اکتفا کی اور دو سوناک داریوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ یوں سرکشی کا سر کاٹا

رستم خاں سپہ سالار تھا اس لیے مرتضیٰ خاں کے کہنے کو ذرا نہ سُنا۔ ہندوؤں سے لڑنے گیا اور ایک دریا کے پار جا کر خالی چکنی مٹی کے اوپر خیمہ زن ہوا جہاں مینھہ برساتھا ہندوؤں کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی کمک آگئی ہو اس زمانہ میں ہندوؤں نے ایک سرخ بیل کے سینگوں پر سنگوٹیاں مجلا جڑھائیں اور اس کو مختلف رنگوں سے رنگا اور اس کی ٹانگوں اور گردن میں گھنٹے لٹکائے اور اس کو مسلمانوں کی طرف بھگایا رستم خاں کے سامنے جب یہ بیل آیا تو ڈر کر وہ پیچھے بھاگا اور سارے لشکر میں ہل چل ڈالدی۔ جب ہندوؤں نے مسلمانوں کے لشکر کا حال یہ دیکھا تو اُن کے بندوقچیوں نے جا گھیرا۔ اور مارنا شروع کیا۔ لشکر چکنی کالی مٹی میں پھنسا پڑا تھا وہ حرکت نہ کر سکا۔ کوئی مسلمان زندہ نہ رہتا مگر مرتضیٰ خاں جلد کچھہ سپاہ لیکر حمایت کو جا پہنچا جس کے سبب سے مسلمان کچھہ بچگئے مگر مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ رستم خاں بڑی ڈینگیں مارا کرتا تھا وہ ڈینگیا مشہور تھا۔ جب گولکنڈہ میں آیا تو بڑا ذلیل کیا گیا عورتوں کا لباس اس کو پنھایا گیا اور قید خانہ میں ڈالا گیا مرتضیٰ خاں کو حسن خدمات کی جلدو میں انعام اکرام خطاب ملا یہ ساری آفت اس سبب سے آئی کہ مسلمان ہندوؤں کی رسم پولا سے واقف نہ تھے۔ اب شاہ نے مصمم ارادہ کیا کہ ہندوؤں کے ساتھ لڑنے میں نہ روپیہ کے خرچ کرنے میں نہ سپاہ کے جمع کرنے میں کوئی کسر رکھی اس نے اعتبار خاں یزدی حولدار کندبیر (جو مرتضیٰ نگر کہلاتا ہی) کو حکم دیا کہ وہ اپنی ساری سپاہ جمع کرے اور پن کندہ کی طرف جائے اور جتنے قصبے ودہات راہ میں آئیں اُن کو خاک میں ملائے ہندوؤں کو جب مسلمانوں کے لشکر کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ ڈر کر جنگلوں میں اپنے پیادوں کے ساتھ بھاگ گئے۔ اننت گیران اضلاع میں بڑا مشہور کوہستانی قلعہ تھا اس کا راجہ نرسانند راجہ تھا اس نے اس موقع پر پچاس ہزار پیادے اور تین ہزار سوار لیکر کوچ اس ارادہ سے کیا کہ وہ مسلمانوں پر شب خون مار مار کر حیران کیا کرے دس ہزار منتخب سپاہ کو مسلمانوں کے لشکر گاہ گھیرنے کے لیے

یہ ایک تدبیر تھی کہ جس سے ہندوؤں کو اپنے ملک کی طرف جانے کی ترغیب ہوتی مگر اُنھوں نے فضل خاں کو آنکر گھیر لیا اس پاس سپاہ تھوڑی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ بالکل تباہ ہو لے کہ اژدر خاں پانچ سو سوار لیکر مدد کو آیا جس سے پاسا پلٹ گیا اور دوریں رائے کو شکست ہوئی اور تین ہزار آدمی اس کے مقتول و زخمی و اسیر ہوئے اور خیمہ و خرگاہ و بنگاہ غارت ہوا دریاؤں کی طغیانی اور شاہ کی غیر حاضری سے دینکٹ راؤ کو اتنی فرصت ملی کہ اس نے اپنی سپاہ جمع کر لی جس میں ایک لاکھ آدمی تھے اور اُن کے سپہ آرا ایلتم راج اور گول تک سٹی اور منوپ راج تھے جنہوں نے گندی کوٹ کو سنجر خاں کے ہاتھ سے نکالنے کے لیے کوچ کیا۔ یہاں قلعہ سے نکلکر مسلمانوں کی سپاہ نے ہندوؤں کی سپاہ پر حملے کیے مگر وہ محاصرہ رکھنے میں جمع رہے اُنھوں نے سنا کہ مرتضیٰ خاں مسلمانوں کی بڑی سپاہ کے ساتھ کدپا (کداپہ) شہر میں داخل ہو گیا ہے اس ملک میں یہ شہر بڑا مشہور تھا اور اس میں ایک بڑا بتخانہ تھا۔ مسلمانوں نے اس کی عمارت کو جس قدر ڈھا سکتے تھے ڈھایا۔ بتوں کو توڑا شہر کو لوٹا دینکٹ پتی کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے ایلتم راج اور منوپ راج کو دس ہزار سواروں کے ساتھ مرتضیٰ خاں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا سخت لڑائی ہوئی ہندوؤں کو شکست ہوئی اور فرار میں انہوں نے اپنی جان کی سلامتی جانی۔

محمد قلی خاں قطب شاہ نے ان لڑائیوں کا حال سنتے ہی رستم خاں کو پانچہزار سواروں کے ساتھ مرتضیٰ خاں کی کمک کو بھیجا اور اس کو کل سپاہ کا سپہ سالار بنایا مرتضیٰ خاں تین مہینے تک ہندوؤں کا مقابلہ کرتا رہا مگر اس عرصہ میں اُن کی سپاہ اتنی بڑھ گئی کہ مسلمانوں کا لڑنا ان سے میدان جنگ میں ناممکن تھا اس لیے وہ تاخت تاراج کرتے اور رسد کو لوٹتے یا بند کرتے رستم خاں کی سپاہ مرتضیٰ خاں کے لشکر سے ملگئی مرتضیٰ خاں کو دل سے یقین تھا کہ ہم میدان جنگ میں ہندوؤں سے لڑ نہیں سکتے اس لیے اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ آدھی سپاہ لے کر نیکنڈہ کو چلا جائے اور

جو قطب شاہ کی سرحد پر تھا بدل لیا اس کے باپ اور قطب شاہ کے درمیان جو عہد نامہ ہوا تھا
اُسے توڑ کر بعض حملے بھی گولکنڈہ کی مملکت پر کیے تھے اُن کے روکنے کے واسطے شاہ نے اپنی
سپاہ گنڈی کوٹ کی فتح کے بعد نیکنڈہ کی فتح کے لیے بھیجی جس نے جا کر اس کا محاصرہ کرنا
شروع کیا مگر تھوڑے دنوں بعد راجہ نے اپنے وزیر گوپ راج ٹما اور سپہ سالار پادیاجیی کو
ایلچی بنا کے بھیجا اُنہوں نے مہلت شرائط صلح مرتب کر کے مانگی۔ ہندوؤں نے جب دیکھا
کہ قلعہ کے پاس سے مسلمان ہٹ گئے ہیں تو اُنہوں نے تین دن میں اپنا آذوقہ قلعہ میں بہت
جمع کیا۔ چوتھے روز قلعہ میں جگدیو راؤ مع گول رنگ ستی اور منسوپ راج او پاسیا ساموار
کے قلعہ میں داخل ہوا اس کے ساتھ تیس ہزار پیدل اور سوار علاوہ چار ہزار بندوق اندازوں
کے تھے۔ جب شاہ نے یہ دیکھا تو اس نے محاصرہ شروع کیا مگر اُس کا اثر کچھ نہوا۔ برسات
آگئی۔ خوف تھا کہ کرشنا کے چڑھ جانے سے گولکنڈہ اور لشکر کے درمیان آمد و رفت منقطع
ہو جائے گی اس لیے اُس نے محاصرہ چھوڑنا مصلحت جانا اُس نے سنجر خاں کو گنڈی کوٹ
میں اور راسے راؤ کو موسل موردمیں اور جگت راؤ کو نندیل میں مامور کیا اور مرتضیٰ خاں کی سرکردگی
میں بڑی سپاہ کرشنا کے جنوب میں چھوڑی اور خود گولکنڈہ میں آیا۔

جب مسلمانوں کی سپاہ کو ضرورت ہوئی کہ وہ گنڈی کوٹ اور نیکنڈہ کو جائیں تو ضلع
کندبیر بالکل غیر محفوظ ہو گیا تھا دینکٹ پٹی کو یہ موقع خوب ہاتھ آیا کہ اُس نے کولانندا راجہ
ادگری دورگ کی کمک کو سپاہ بھیجی اور اس کو حکم دیا کہ دشمن کی چنداول پر دفعتہً حملہ کرے
اور کندبیر اور کرشنا تک ملک کو ویران کو لانندا اس سپاہ سے ملا اور اپنے داماد ورلیس راؤ
کو بھیجا کہ اس منصوبہ کے موافق کام کرے۔

ضلع کندبیر کے حاکم افضل خاں نے یہ دیکھکر کہ اُس کا ضلع ویران ہو گیا ہے اور سپاہ
کے نہونے سے ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تمام جاگیرداروں کو لکھا کہ وہ اپنے عمدہ سوار
جمع کریں اور اونگول کی راہ سے ادگری درگ کی ملک کو تاخت و تاراج کریں

کرنول اور نندیال کی فتح

نہ کچھ ہو سکا مرتضیٰ خاں جب اس کا صوبہ دار مقرر ہوا تو اس نے دس میل کی فصیل اس کے گرد کھچوائی مگر وہ پوری ہونے پائی تھی کہ اس کی اجل آئی اور آصف جاہ اس کے قائم مقام نے اسے پورا کیا۔ یہ شہر بہت جلد آباد ہو گیا امرا نے محل اور باغ بنا لیے اور بڑا اہتمام کیا گیا کہ ملک میں پانی سب سمتوں سے پہنچ سکے جس کے سبب سے آبپاشی میں ایسی آسانی ہوئی کہ مالگذاری میں چار لاکھ ہن (۱۶۰۰۰۰) روپے کا اضافہ ہو گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی اور شہر کے اندر چار مینار بنائے حمام اور دار الشفائیں اور مدرسے بنائے اور ان میں طبیب اور معلم مقرر کیے جن کو خزانہ شاہی سے تنخواہیں ملتی تھیں۔ بہت دنوں تک لڑائی نہ ہوئی اس عرصہ میں بادشاہ نے انتظام ملکی اور رفاہ عام اور آسائش تام کے لیے قواعد اور ضوابط مقرر کیے اور آخر کو اس نے جنوب میں اپنی سلطنت بڑھانے کا ارادہ کیا اور اول قلعہ موسل مورو پر حملہ کیا اور بندوقوں اور توپوں کے سبب سے اس کو آسانی سے فتح کر لیا اور پھر نندیال اور کل گور کی طرف سپاہ گئی۔ یہ دونوں قلعے لیونت راج اور نرسنگہ راؤ کے پاس تھے پہلا رام راج کا داماد اور دوسرا بھتیجا تھا مسلمانوں نے اُن پر حملہ کیا انہوں نے چند روز میں باجگذار ہونا قبول کیا ان کی دیکھا دیکھی اور بہت سے زمیندار خراج گذار ہو گئے جن میں خجل مورو جودری۔ چرول۔ نند وت کوٹ۔ ڈول جین موز گنڈی کوٹ کے زمیندار تھے۔

اکثر وجیانگر کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں نے مسلمانوں کے جوئے کے نیچے کندھا رکھ دیا۔ اب شاہ نے چاہا کہ سب ہی راجہ جو اس کے ہمسایہ میں ہیں مطیع ہو جائیں اس لیے اُسنے وزیر امیر الملک کو بڑی سپاہ کے ساتھ قلعہ گنڈی کوٹا کی فتح کے لیے بھیجا۔ یہ مقام نرسنگہ راج پاس تھا اور وہاں ایک بڑا مندر تھا جس کی جاترا کو ایک لاکھ ہندو سالانہ آتے تھے اور بڑا روپیہ بھیٹ میں چڑھاتے تھے۔ تھوڑے محاصرہ کے بعد نرسنگہ راج نے باجگذار ہونا قبول کیا۔

وجیانگر میں جب وینکٹ پتی راجہ ہوا تو اس نے اپنا دار السلطنت قلعہ پنکنڈہ میں

گیا۔ فوج شاہی ماتحت رائے راؤ کے لڑی جس نے اس کو شکست فاش دی اور اس کے دس ہزار پیادے مقتول و زخمی ہوئے اور چار ہاتھی اور بڑا نقارہ چھین گیا علی خاں اور رائے یکرٹما بیجانگر گئے علی خاں ایک مقام سے دوسرے مقام میں سپاہ جمع کرتا ہوا جب تک پڑا پھرا کہ رحیم داد خاں اور طاہر محمد خاں پٹھان کو بہت سپاہ کے ساتھ کرشنا کے جنوب میں شاہ نے بھیجا۔ لشکر شاہی علی خاں کی طرف چلا تو وہ قلعہ ارذنگا میں گیا اور یہاں سے پہاڑوں میں چلا گیا فوج شاہی نے آنکر قلعہ ارذنگا لے لیا اور قلعہ میں ایک آدمی کو زندہ نہ چھوڑا اور پھر علی خاں کا تعاقب کیا جس کے ایک ہزار آدمی قتل اور زخمی اور اسیر کیے اور وہ بھاگ گیا۔ اگرچہ اس کی فوج نے بھی کمین گاہ سے نکلکر شاہی آدمی مارے اس زمانہ میں سنتر اول کا حولدار افضل خاں ایک ہزار سواروں کے ساتھ لشکر شاہی سے آن ملا چلنیا نے نظام شاہی پٹم میں جا کر سارے دولتمند تاجروں کو لوٹ لیا اور کندبیر کی طرف کوچ کیا اور کشور خاں پر جو تھوڑی سپاہ کے ساتھ یہاں پڑا تھا حملہ کیا اور شاہی سپاہ کا سارا مال اسباب چھین لیا اور بہت آدمی مار ڈلے رحیم خاں نے علی خاں کے پیچھے پڑ کر اُسے مار ڈالا اور دارالسلطنت میں وہ آیا اور عالم خاں کا خطاب پایا۔

ابراہیم عادل شاہ کا نکاح ملکۂ زماں ہمشیرۂ شاہ گولکندہ سے ہوگیا جس سے ان دونوں میں رابطۂ اتحاد مستحکم ہوا۔

۹۸۹ھ ۱۵۸۹ء میں شاہ نے اپنی دارالسلطنت کو گولکندہ سے اس وجہ سے سرکایا کہ وہ تنگ جگہ تھی اور پانی کمیاب تھا اور بیماری ہمیشہ اُس میں رہتی تھی یہاں سے پانچ کوس پر دریا موسیٰ کے کنارہ پر ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی جس کا نام اپنی معشوقہ بھاگ متی کے نام پر بھاگ نگر رکھا مگر اس کے مرنے کے بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا (اب بھی لوگ حیدرآباد کو بھاگ نگر کہتے ہیں) قطب عالم کا مصنف کہتا ہی کہ نئے شہر حیدرآباد کے گرد فصیل نہ تھی اور اس کے نہونے کے سبب سے شہر دو دفعہ لٹا اور لٹیروں کا مقابلہ

دارالخلافہ کا حیدرآباد میں منتقل ہونا

جسے دیکھکر میرے دل کو تسلی ہو۔ کھانا بہت تکلف کا کھاتا تھا علم تاریخ اور پہلے بادشاہوں کی حکایتوں کی نقلوں سے بہت رغبت رکھتا تھا۔ تلنگ کی ولایت چوروں اور حرامیوں کا جنگل ہو اُس نے اس کی حراست ایسی کی کہ سوداگر اور مال دار بغیر کارواں اور رفقا کے رات دن بے کھٹکے آتے جاتے تھے

سلطان محمد قلی قطب شاہ

ابراہیم کے بعد اس کا تیسرا بیٹا محمد قلی جانشین ہوا اور اُس نے اپنے خاندان کا لقب قطب شاہ اپنے نام میں بڑھایا اوّل کام اُس کا یہ تھا کہ وہ اپنی اس فوج کی کمک کے لیے بڑی سپاہ ساتھ لیکر جاتا تھا جو نلدروگ کا محاصرہ کر رہی تھی وہاں قلعہ کے اس جانب کے قریب وہ گیا جس کی خندق خشک تھی مگر حاکم قلعہ نے کئی حملے ایسے محاصرین پر کیے کہ نہ اُن کی توپوں کو لگنے دیا نہ اُن کو قریب آنے دیا۔ دو مہینے کے عرصہ میں بہت ہی کم محاصرہ نے آگے قدم رکھا آخر کو قلعہ کی دیوار میں رخنہ ڈال کر حملہ کر کے لینا چاہا۔ مگر اہل قلعہ نے پتھر اور باروت کے حقے ایسے پھینکے کہ قلعہ کے اندر حملہ آور نہ جا سکے۔ اتنے میں خبر آئی کہ بیس ہزار سوار مرہٹوں کا لشکر لشکرگاہ کے گرد آگیا ہو اس لیے محاصرین نے بالفعل محاصرہ چھوڑا۔ ابراہیم عادل شاہ نے شرائط صلح پیش کیں۔ شاہ گولکنڈہ نے منظور کیں۔ اور محاصرہ چھوڑ دیا اور سید مرتضیٰ خاں سپہ سالار نظام شاہی کو اس نے رخصت کیا خود گولکنڈہ میں آیا۔

قلعہ نلدروگ کا محاصرہ

اس سلطنت میں علی خاں لورادنیٰ آدمی تھا مگر اُس نے میدان جنگ میں اپنی شجاعت ایسی دکھائی کہ وہ امیر ہو گیا اور کرشنا کے جنوب میں کندبیر کے ہمسایہ میں سپاہ کا سپہ سالار مقرر ہوا اس ضلع کے حاکم رانے راؤ نے اس کو ایسی اقطاع نہیں دیں کہ جس کی آمدنی سے سپاہ کا خرچ حسب ضرورت چلتا اس لیے علی خاں مبتذل ہو گیا اور وہ اپنے متعلقین و تابعین کے ساتھ وجیانگر کے راجہ سے جا ملا اور کندبیر کی تخت و تاراج کے لیے ایک سپاہ لیگیا علی خاں کی مدد میکر ٹماداماد رلے بیجانگر نے کی اور تیس ہزار پیادوں اور سواروں اور پچاس ہاتھیوں کو ساتھ لے کر ضلع کندبیر کی طرف وہ چلا۔ اوّل قلعہ کم مم کا محاصرہ

وجیانگر کے ہندوؤں سے لڑائی

اُس کی عمر تیرہ برس کی باپ کی وفات کے وقت تھی وہ ۲۸ برس کی عمر میں سنہ ۱۰۳۳ میں مرگیا۔
پانچواں بیٹا مرزا محمد خدابندہ سگا بھائی محمد قلی کا تھا۔ وہ شجاعت میں مشہور تھا۔ سنہ ۱۰۱۹ میں
اس نے اپنے بڑے بھائی کے معزول کرنے کے لیے سازش کی تھی جس کے سبب سے گلکندہ میں
مقید ہوا اور قید میں مرگیا۔ چھٹا بیٹا مرزا محمد امین تھا وہ سب میں چھوٹا بچہ تھا اپنی اجل طبعی سے
سنہ ۱۰۳ میں عمر کے پچیسویں سال میں مرگیا۔ تاریخ میں بالکل اس کا ذکر نہیں ہے کہ کہیں وہ خود سپاہ
کا افسر بنکر گیا ہو اور وہاں اُس نے شکست پائی ہو وہ اپنے لشکرگاہ میں علمار کی صحبت
میں رہتا تھا اور اُن سے ہمیشہ شرعی احکام پوچھتا رہتا تھا اس کی عدالت اور انتظام
ملکی کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بڑھیا سونے کا تھال سر پر رکھکر گلکندہ سے بنگال تک اور
بیجاپور تک اور احمدنگر تک چلی جائے کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں یہ
امر اس وقت نہایت تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ خیال کریں کہ تلنگانہ بالکل بیباک
سفاک چوروں اور راہزنوں سے بھرا پڑا تھا اس کی فتوحات اعظم یہ تھیں۔ کس سم کوٹا
راجمندری کا کنڈہیر کا فتح ہونا۔ اس نے جو عمارات خیر کے لیے نمائش کے لیے رہنے
کے واسطے۔ عام نفع کے لیے بنائیں۔ ان میں مشہور یہ ہیں گولکندہ کے پہاڑ کے گرد حصار
ابراہیم باغ۔ لنگرخانہ بارہ امام۔ ابراہیم پٹن میں۔ ٹانک جس کو حسین ساگر کہتے ہیں
کالا چبوترہ گلگندہ میں۔ سوا اس کے مساجد و مدارس اس کے حکم سے بنائے گئے۔

ابراہیم قطب شاہ کی سلطنت میں تلنگانہ کا حال مصر کا سا ہوگیا تھا۔ اس میں ترکستان
عرب ایران کے سوداگر آتے تھے۔ یہاں سے ایسی دولت وہ کما کے لیجاتے تھے کہ باربار
وہ آتے تھے تاریخ فرشتہ میں اس کے خصائل یہ بیان کیے ہیں کہ بادشاہ شیعہ مذہب
رکھتا تھا۔ ضابط و ہوشیار و سخی و جواد و مدبر تھا۔ لیکن قہر و غضب ایسا اس پر مستولی
تھا کہ ذرا سے جرم پر بندگان خدا کی جان لیتا اور حکم دیتا کہ مظلوموں کے پانوں کے
ناخنوں کو تازیانوں سے جدا کرکے ایک ظرف میں بھرکے میرے آگے لاؤ کہ

خصائل ابراہیم قطب شاہ

رائے باغ - پٹالہ - ستارا - نوکری کو لوٹا یہاں سے گلبرگہ کی طرف چلے اور نلدروگ کے قلعہ کے محاصرہ کا ارادہ کیا کہ ان دنوں میں خبر آئی کہ ابراہیم قطب شاہ نے انتقال کیا اور محمد قلی قطب شاہ اس کا جانشین ہوا۔

جب ابراہیم قطب شاہ نے جنوبی حدود پر ہندو وں کے ملک لیکر اس کا انتظام کیا اور اس نے اپنے سپہ سالار امیر شاہ میر کو ہمسایہ کے مسلمان شاہوں سے لڑنے بھیجا تو اُس کے تمام امور سلطنت کا انتظام ایک ہٹہ برہمن مرماری راؤ کے ہاتھ میں تھا وہ دس ہزار پیادوں کا سپہ سالار تھا اور اس کے ماتحت بہت سے مسلمان افسر تھے اور اس کو نوبت بجوانے کی اجازت تھی شاہ کے آخر ایام سلطنت میں ادونی کے قریب ایک مشہور بت خانہ پر اُس نے حملہ کیا اور اس کے سونے چاندی کے لعل جڑے ہوؤں کو لوٹ لیا اور باشندوں سے چار لاکھ ہن (۱۶۰۰۰۰) روپئے وصول کیے ان بتوں کو دیکھکر بادشاہ بیمار ہوا پھر تندرست نہوا ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ کو سلطنت کے اکتسویں برس میں اور اکیاون برس کی عمر میں دنیا سے انتقال کیا۔

مصنف کا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ ان بتوں میں ایسا سحر و طلسم تھا کہ مرماری راؤ نے شاہ کو اس لیے دکھائے تھے کہ شاہ ان کو دیکھکر مر جائے اس داستان کا یقین ہند و مسلمان دونوں کو تھا ہندؤں کو تو اس سبب سے کہ دیوتاؤں نے بتوں کے توڑنے کا انتقام لیا اور مسلمانوں کو اس سبب سے کہ بتوں میں شیطانی قوت ہے جس نے برہمنوں کے حال پر جو مسلمانوں کو مارنا چاہتے ہیں التفات کیا)

ابراہیم قطب شاہ کے تیئس بچے تھے۔ جن میں چھ لڑکے اور تیرہ لڑکیاں بالغ تھیں اوّل سب سے بڑا بیٹا عبدالقادر تھا۔ جس کا لقب شاہ صاحب تھا وہ قلعہ دیوا کنڈا میں مقید تھا۔ قیدخانہ ہی میں اکیس برس کی عمر میں مرگیا۔ دوسرا بیٹا مرزا حسین قلی تھا وہ کم مم کے تال میں نہاتا تھا کہ ۹۷۴ھ میں ڈوب کر مرگیا۔ ۲۶ برس کی عمر تھی۔ تیسرا بیٹا محمد قلی تھا جو اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ چوتھا بیٹا مرزا ابوالفتح تھا

ابراہیم شاہ کی وفات

ابراہیم شاہ کی اولاد

اب دشمنوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ کسی طرح بیجاپور میں سپاہ متفقہ سے ملنے نہ پائے۔ گلکندہ کے قلعہ سے پچاس ہزار پیادوں نے نکلکر اس پر حملہ کیا مگر اُن کو شکست ہوئی اور دو ہزار آدمی اُن کے مارے گئے۔ امیر زین نے اپنا سفر جاری رکھا۔ پھر تیس ہزار پیادوں نے اُس کی راہ روکی اور اس کے سواروں کے دانہ چارہ بند کرنے کے لیے تدابیر کیں غرض ہر طرح کی تدبیر اُس کے روکنے کے لیے کی گئیں اسی کام کے لیے مرزا نورالدین نیشاپوری پانچہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے بھیجا گیا۔ جب محاصرین کو اس کی خبر ہوئی تو اس کے پیچھے اس کی فوج کی برابر فوج اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی جس نے دوسرے روز جاکر اس کو شکست دی امیر زین با فراغت اپنے روپئے اور غلّے سمیت سپاہ متفقہ سے آن ملا۔ دشمن سر پٹیا رہ گیا اس وقت شہر بیجاپور میں ارکان سلطنت میں فساد ہوا۔ دو امیر کبیر کشور خاں اور عین الملک حبشیوں کے ظلم سے مجبور ہوکر سپاہ متفقہ پاس آگئے۔

دوسرے روز حبشیوں نے ایک اپنا معتمد سید مرتضیٰ سپہ سالار نظام شاہی پاس بھیجا اور یہ امر پیش کیا کہ شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر (کہ سید مرتضیٰ کا بڑا دوست تھا) کو بیجاپور کا وزیر اس شرط پر ہم مقرر کرتے ہیں کہ نظام شاہی سپاہ شاہ میر سپہ سالار قطب شاہی کی فوج پر حملہ کرے طرفین سے اس امر کے اخفا میں ذرا کوشش نہیں کی گئی یہاں تک کہ امیر شاہ میر نے خود اس بات کو سُن لیا۔ سید مرتضیٰ نے دیکھا کہ بھانڈا پھوٹ گیا راز افشا ہوگیا تو وہ فوراً خود امیر شاہ میر پاس گیا اور اس نے صاف کہدیا کہ بیجاپور کے حبشیوں نے یہ عہد و پیمان پیش کیے ہیں۔ مگر ہم باہم اتحاد رکھیں گے اس پر قول و قسم اُن کے درمیان ہوئے۔

جب حبشیوں کی یہ تدبیر نہ چلیں تو انہوں نے محاصرہ اُٹھوانے کی ایک اور تدبیر چلی کہ دس ہزار مرہٹے سوار مقرر کیے کہ وہ محاصرین کا آذوقہ بند کریں اور رسد کو کسی طرف سے اُن پاس پہنچنے نہ دیں یہ روش لڑنے کی ایسی ہی کہ جس میں خواہی نخواہی دشمن مجبور ہوجاتا ہی اب محاصرین کو محاصرہ رکھنا محال ہوگیا۔ غرض اُنہوں نے محاصرہ اُٹھایا اور ضلاع مرج

سپاہ متفقہ سے ملنے چلا آتا ہے۔ ابراہیم عادل شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ اگر ممکن ہو تو اس کو اس سپاہ متفقہ سے ملنے نہ دے اُس نے مرزا نورالدین نیشاپوری کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ رات کو روانہ کیا کہ امیر زین کو وہ راہ میں روکے۔

اضلاع کاکنی۔ کل لور۔ ناکاوین۔ اصل میں سلطان علی قطب شاہ نے ہندوؤں سے فتح کرکے لیئے تھے۔ لیکن سبحان قلی کی تھوڑے دنوں کی سلطنت میں یہ اضلاع گلکندہ کے افسروں سے علی عادل شاہ نے لے لیے تھے۔ اگرچہ ابراہیم قطب شاہ ان پر اپنے حق کا دعویٰ ہر وقت کرسکتا تھا مگر اس سبب سے کہ وہ لڑائیوں میں مصروف رہتا تھا اور مصلحت ملکی کا مقتضا نہ تھا کہ یہ ملک عادل شاہ سے اس حال میں کہ وہ دوست تھا طلب کرتا یا خاص ان اضلاع کے لیے اس سے لڑتا اس لیے ان کی طلب کبھی نہیں کی گئی بلکہ اب اُس کو موقع ایسا ملا کہ اُن کو دوبارہ اپنے ہاتھ میں لائے اور کوئی اس کا مقابلہ نکرے اس مطلب کے لیے امیر زین کو بڑی سپاہ کے ساتھ مامور کیا اس سپہ آرا کا مقابلہ اوّل دولت خاں اور میاں بوندو نے کیا جن کو شکست ہوئی اور وہ مجبور ہوکر مفرور ہوئے۔ قصبات کاکنی۔ ناکاوی اور کرنول زین خاں کے قبضہ میں آئے یہاں وہ اپنے آدمی متعین کرکے قلعہ کرلور پر گیا وہ بھی مقابلہ بغیر ہاتھ آگیا انہیں دنوں میں امیر زین کو خبر لگی کہ ڈیڑھ سو ہاتھی ابراہیم عادل شاہ کے جو ساگر (ساغر) میں تھے بیجاپور کو جاتے ہیں اس لیے اُن کے پکڑنے کے لیے کوچ کیا مگر ہاتھی اُلٹے ساگر چلے آئے اور یہ تمکا اُس کے ہاتھ نہ آیا۔ ساگر کے حاکم سید المشرف نے تین ہزار مرہٹوں کے سواروں کے ساتھ لے کر قطب شاہی سپاہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی اور بہت نقصان اُٹھایا اور خود قید ہوگیا امیر زین نے ساگر کے دروازوں کو آگ لگادی اور قلعہ ماورگی کی فتح کو چلا اور اُس کو جلد فتح کر لیا یہاں سے اتگیر کو گیا اور یہاں عادل شاہی سپاہ کو ایک اور شکست دی جو ملک پہلی سلطنت گولکندہ کی قلمرو میں تھا اس کو حاصل کیا امیر زین کو ہدایت ہوئی کہ ایک لاکھ ہن (۴۰۰۰۰) روپئے اور دس ہزار کندی غلہ کی باشندوں سے وصول کرکے بیجاپور کو چلا جائے اب

مصمم عزم کیا مگر وہ جانتا تھا کہ ابراہیم قطب شاہ کی امداد کے بغیر یہ کام نہیں چلے گا اس لیے
اس نے میر ابوالقاسم کو ایلچی بنا کے شاہ پاس بھیجا اُس نے شاہ کو ترغیب دی کہ امیر شاہ میر کو
دس ہزار سواروں کے ساتھ شاہ احمد نگر کی اعانت کو بھیجے علی برید شاہ نے بیجا پور سے امداد
کی درخواست کی علی عادل شاہ نے اس کی درخواست اس شرط پر قبول کی کہ وہ ایک نوعمر خواجہ
سرا کو جس پر وہ فریفتہ تھا بھیجدے اُس نے خواجہ سرا کو بھیجدیا جس نے علی عادل شاہ کو ۲۳ صفر
۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء کو مار ڈالا۔ اب علی عادل شاہ کی جگہہ کم عمر ابراہیم عادل شاہ جانشین ہوا مرتضیٰ نظام
شاہ نے اُس کو بچہ سمجھ کر اس کے ملک پر حملہ کے لیے بہزاد الملک کو مقرر کیا اس کی لڑائی دار السون
میں جو نلدروگ اور شولا پور کے درمیان ہے بیجا پور کے لشکر سے ہوئی اور بہزاد الملک کو شکست
ہوئی اس کا تعاقب بیدر کے حوالی تک ہوا۔ سید مرتضیٰ سپہ سالار نظام شاہ جو برار سے اس
محاصرہ میں تائید کے لیے آتا تھا اس سے سپاہ مفرور ملگئی مرتضیٰ نظام شاہ نے بہزاد الملک کو بلا کر
کل سپاہ کا سپہ سالار سید مرتضیٰ کو کر دیا اور یہ سپہ سالار امیر شاہ میر اور قطب شاہ کی سپاہ سے ملکر
نلدروگ کی طرف گیا جہاں اب تک ابراہیم عادل شاہ کی سپاہ خیمہ زن تھی ایک اور لڑائی
ہوئی جس کے بعد سپاہ بیجا پور نے قلعہ میں پناہ لی۔ اب نلدروگ میں بیجا پور کی سپاہ کا بڑا حصّہ
محصور ہوگیا۔ یہ مصلحت ٹھیری کہ شاہان متفقہ بیجا پور پر حملہ کریں نلدروگ کی سپاہ نے جب اُن
کا یہ ارادہ سنا تو اُنھوں نے آفتاب کے غروب ہونے پہ نلدروگ سے سفر کیا اور اپنی دار السلطنت
میں دشمن سے پہلے جا پہنچے جب سپاہ متفقہ آئی تو اخلاص خاں اور دلاور خاں نے بڑی بہادری
اور دلاوری سے نظام شاہی سپاہ کو شکست دی مگر گولکنڈہ کے سواروں نے دشمنوں پر حملہ کر کے
لڑائی کا پلڑا الٹ دیا اور عادل شاہی سپاہ مجبور ہو کر شہر کی چار دیواری میں داخل ہوئے اور اپنے
دو ہاتھی آتش پارہ اور کوہ پارہ دشمنوں کے ہاتھ چھوڑ گئے دوسرے روز قلعہ سے نکلکر حبشیوں
کی سپاہ نے دشمنوں پر حملہ کیا مگر وہ ناکام واپس ہوئے اس کے بعد یہ خبر آئی کہ امیر زین جو سپاہ
قطب شاہی کے ساتھ اضلاع تاکا وی۔ کل نور۔ کاکنی کی فتح کے لیے گیا تھا وہ بیجا پور میں

اور اس ضلع کو ویران کیا۔ ابراہیم قطب شاہ مدت تک اپنی شمالی سرحد کی حفاظت میں مصروف رہا
اس کی سپاہ کو فرصت نہ ملی کہ ان راجاؤں کی تادیب و گوشمالی کرتی۔ اب ابراہیم قطب شاہ نے
اپنی سپاہ کو آرام دیکر عام الدین محمود شیرازی حیدر الملک کو سپاہ کثیر کے ساتھ بھیجا کہ وہ قلعہ کنڈبیر
کو فتح کرے۔ اس نے کرشنا سے اُتر کر اوّل قلعہ ناکندا کو فتح کیا اور پھر مستحکم قلعہ کچیر لاکوٹا کی طرف چلا
کستوری رنگیا اور ہودنا چینا نے بیس ہزار پیادوں سے حفاظت کی۔ مگر جب مسلمان قریب آئے
تو ایک گولی نہ چلائی اور بھاگ گئے شاہی سپاہ نے اس پر قبضہ کیا پھر حیدر الملک نے قلعہ کم مم کو
بمقابلہ تسخیر کر لیا اب مسلمان قلعہ کنڈبیر کی طرف متوجہ ہوئے یہاں حیدر الملک کو خبر ہوئی کہ
کندی یمنا ہودنا چینا کستور رنگیا نے تیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جمع کیا ہے اور اس پر حملہ کرنے کو
ہیں۔ اس لیے اس نے کنڈبیر کے محاصرہ میں التوا کیا اور اُس سے لڑنے گیا مسلمانوں پر
درختانوں سے نکلکر ہندوؤں نے حملہ کیا مگر سوائے اپنی جان دینے کے کچھ نکر سکے مسلمانوں کو فتح
کامل حاصل ہوئی اور دشمنوں کا تعاقب انہوں نے قلعہ گورم تک کیا جس نے اپنے تئیں خود حوالہ
کیا پھر سپہ سالار نے بیلم کنڈا کو جا کر لے لیا اور آس پاس کے تمام چھوٹے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔
حیدر الملک کنڈبیر کی طرف چلا جو اس صوبے کا دار السلطنت تھا اس قلعہ کا محاصرہ میں بہت
وقت ضائع ہوا اور حیدر الملک نے گلکنڈہ سے کمک طلب کی۔ شاہ نے سید شاہ تقی اور شاہ میر
کو مغل و ایرانی سپاہیوں کی فوج دیکر بھیجا کہ وہ کرشنا کے جنوب میں ساری فوجوں کی سپہ سالاری
حیدر الملک سے لے لے۔ شاہ میر نے کنڈبیر کے لیے زینے لگا کے بہت سی تدبیریں کیں مگر کوئی چلی
نہیں پھر اُس نے توپیں منگا کے لگائیں۔ غرض صفر ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء کو یہ قلعہ بہت نقصان اُٹھا کے
فتح کیا اور کیوری ٹمراج داماد رام راج و چینا نگر کو قید کیا۔ بس تمام ضلع کنڈبیر تسخیر ہو گیا اور اُن کے
سارے قلعہ ہاتھ آ گئے اور دو تین بنادر ساحل بحری پر قبضہ ہوا۔ کل ملک ساحل بحر سے بیجانگر
تک امیر شاہ میر کے ہاتھ آ گیا اُسے کیوری ٹمراج کو ہمراہ لیکر گولکنڈہ کو مراجعت کی۔
ان دنوں میں مرتضیٰ نظام شاہ نے قلعہ بیدر کی فتح کا اور برید شاہ کے ملک کی تسخیر کا

مرہٹوں کے مشابہ ہوتے ہیں مگر کولی بکلانہ اور کوکن میں زمیندار بھی ہوتے ہیں) مسلمانوں کی تاریخ میں جہاں کولی سوار لکھے ہیں اُن سے مراد مرہٹہ سوار ہوتی ہے) پس اوّل دن کی لڑائی کا خاتمہ تو اس طرح ہوا۔ دوسرے روز ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں کسی کو کچھ غلبہ نہ حاصل ہوا۔ تیسرے دن کی لڑائی میں لشکر گلکنڈہ کو غلبہ رہا۔ مہینہ بھر میں اور کئی لڑائیاں ہوئیں آخر کو ایک بڑی صف جنگ ہوئی جن میں گلکنڈہ کے لشکر کو فتح عظیم ہوئی اُس نے دشمنوں کے خیمے اور پرتال سب لے لیے اور گلکنڈہ کو چلی آئی۔

یہ اوپر بیان ہوا ہے کہ شہر بیدر کا محاصرہ چھوڑ کر مرتضیٰ نظام شاہ تفال خاں سے لڑنے گیا اور علی عادل شاہ ملک جہانگیر کو سری رنگا رائے سے چھیننے کے لیے گیا تھا۔ یہ راجہ بیجاپور کے شاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اسلیے اُس نے ابراہیم قطب شاہ سے اپنے اور اس کے مشترک دشمن سے لڑنے کے لیے کمک مانگی۔ شاہان دکن میں یہ اصول قرار پا گیا تھا کہ بیجانگر کے ملک پر جب تک حملہ نہ کیا جائے کہ آپس میں صلاح و مشورہ ہو کر اُس پر اتفاق نکیا جائے۔ ابراہیم قطب شاہ نے فوراً راجہ سری رنگا کی امداد کو منظور کیا اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑنے کا اور اسکو آگے نہ بڑھنے دینے کا وعدہ کیا اُس نے اپنے سپہ سالار شاہ محمد انجو کو ملکی سپاہ کے ساتھ بھیجا کہ وہ عادل شاہی سرحد کو تاخت و تاراج کرے خود اس نے سری رنگا رائے سے ملنے کی تیاری کی۔ وہ بیجانگر کی سرحد پر شاہ محمد انجو سے ملا جس نے اس کی ہدایتوں کے موافق دشمن کے ملک کو لوٹا مارا تھا کچھ تھوڑے دنوں بعد وہ سری رنگ رائے سے ملا اور اُن کے ملنے کے سبب سے علی عادل شاہ نے بیجانگر کا محاصرہ ترک کر کے بیجاپور جانے کا ارادہ کیا اس سبب سے شاہان متفقہ کا کیمپ ٹوٹ گیا اور ہر ایک اپنی دار السلطنت کو گیا

نہایت مستند طور سے یہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ سلطان قلی قطب شاہ کے عہد سے راجہ ونکٹا دری کستوری ٹمراج۔ نرسنگہ راؤ سالانہ خراج دو لاکھ ہن خزانہ گلگنڈہ میں داخل کرتے تھے قلعہ کندبیر کے فتح ہونے پر یہ عہد و پیمان ہوا تھا کہ چند سالوں میں جو شاہ اور شاہان دکن کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف ہا تو ان راجاؤں نے خراج نہ دیا اور اس پر طرہ یہ کہ کرشنا سے پار اُتر کر قلعہ کنداپلی پر حملہ کیا

کی تھی اور علی عادل شاہ نے جنوب میں بنکاپور اور ہندوؤں کے ملک پر جو وجیانگر سے متعلق تھے غارت کرنے کے لیے کوچ کیا۔

بیجاپوریوں نے جب مراجعت کی تو علی عادل شاہ نے اپنے اہل دیوان کو جسونت راؤ بھوج مل نائک۔ دیو نائک میں مرہٹے سرداروں کو سپرد کیا تھا کہ وہ اُن کے ہمراہ جا کر بیجاپور پہنچا دیں مگر اس لٹیری سپاہ نے قطب شاہ کے ملک کو غارت کیا۔ صلابت خاں افشار سپہ سالار گولکنڈہ نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست فاش دی اور دو نامور ہاتھی فتح لشکر اور فتح جنگ اور ماہی مراتب چھین لیے۔ جسونت راؤ بڑی مشکل سے عادل شاہی عورتوں کو بیجاپور لے گیا۔ یہ اوپر بیان ہوا کہ تیس ہزار سوار کولاس کے جوالی میں اس لیے متعین ہوئے تھے کہ ان دو شاہوں کی دو فوجوں کی مراجعت کو پردہ میں رکھیں جن میں سے ایک برار اور دوسری بنکاپور گئی۔ اس نے تلنگانہ کی سرحد پر ملکوں کو لوٹا۔ ابراہیم قطب شاہ نے نیر شاہ محمد انجو کو آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اُن کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور مرزا حسین بیگ ترکمان چار ہزار ترکمانوں کو ساتھ لیکر گولکنڈہ کی سپاہ کے ساتھ ملگیا اور کولاس اور دیگ لور کے درمیان فوجوں کا مقابلہ سید حیدر حاکم دیگ لور نے کیا مگر تین ہزار سوار لیکر ایسا بیقاعدہ لڑا کہ آسانی سے اس کو شکست ہوئی اور اس کا تعاقب قلعہ دیگ لور کے اندر تک ہوا جس کے سبب سے یہ قلعہ آسانی سے ہاتھ آگیا دوسرے روز شاہ محمد انجو نے دیگ لور اور قندہار کے درمیان خیمے دشمن کے ہمسایہ میں ڈالے اوّل اس پر حملہ مرہٹے سواروں نے کیا جن کا افسر جسونت راؤ و وسواس راؤ اور کولی راؤ تھا جو ہراول میں چھ ہزار مادیان سواروں (مشرقی ملکوں میں گھوڑوں کے اختہ کرنے کا دستور کبھی جاری نہیں ہوا اس لیے اُن کے سواروں کے رسالے میں ہر ایک سوار پاس کیا گھوڑا ہوتا یا مرہٹے گھوڑیوں کو اس سبب سے پسند کرتے تھے کہ وہ جلد تربیت پذیر اور تیز ہوتی ہیں اور وہ ہنہناتی کم ہیں جس کے سبب سے شبخون مارنے میں دشمنوں کو اطلاع نہیں ہوتی) پر حکمران تھے ان کے حملے کو مرزا حسین اور ترکمانوں نے دفع کر دیا اور بہت سے کولیوں کی جان گئی (کولی ایک قوم صحرانورد گجرات میں رہتی ہے وہ بھیلوں اور

بادشاہ کو جب تک ملنے کو روک رکھیں کہ نظام شاہی پاس آئیں ۔چنگیز خاں نلدروگ میں
علی عادل شاہ سے ملا اور وہ اپنی تدابیر اور حکمت اس طرح کام میں لایا کہ عادل شاہ نے
شاہان متفقہ سے ملنے کا خیال دل سے بالکل اُڑا دیا اور مرتضےٰ شاہ سے دوستانہ ملنے
کا ارادہ کیا ۔علی عادل شاہ کے اس طرح ارادہ بدلنے سے ابراہیم قطب شاہ کو حیرت ہوئی
اور اُس نے برار کی فوج کو انعام دیکر رخصت کیا اور علی برید شاہ کو قلعہ بیدر جانے
کی اجازت دی ۔گول کنڈہ میں آن کر اُس نے اپنا سراپردہ کھڑا کیا اور ناٹک داری
سپاہ کو اپنے علم کے نیچے آنے کا حکم دیا ان تیاریوں کی ضرورت اس سبب سے تھی کہ علی عادل
شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے متفق ہو کر بیدر اور تلنگانہ کے ملکوں کی تسخیر کا ارادہ مستحکم کیا
مرتضیٰ نظام شاہ نے بیدر کے شہر کا محاصرہ کیا تو ابراہیم قطب شاہ نے گول کنڈہ کی
حفاظت کی تیاریاں کیں اور فصیل پر خیمہ لگا کے خوب ناچ گانے کی محفلیں کرنے لگا اور
چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے بسر کردگی صلابت خاں بھیجے کہ وہ دشمن کے گرد پھریں
اور جس لشکر نے بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اُس پر شب خون ماریں اور سوار پیادے سب
طرف کامیاب ہوے اور رات کے وقت دشمنوں کی تین چار ناکیں اور کان کاٹ کے
لاتے اور ہر ناک کے لیے ایک ہن اور ہر کان کے واسطے ایک پرتاب انعام پاتے اور
دن کو موقع کے وقت محاصرین پر حملہ کرتے جو آذوقہ کی کمی سے مصیبت زدہ ہو رہے تھے
اور راتوں کو جو اُن پر پیادے اور سوار شب خون مارتے تھے تو وہ سونے نپاتے تھے
اس سبب سے دن کو بڑی تکلیف اُٹھاتے تھے اب اُن کا ارادہ محاصرہ چھوڑنے کا ہوا اگر اس
کے ساتھ اُن کو یہ خوف بھی لگا ہوا تھا کہ اگر ہم یہاں سے چلیں گے تو ابراہیم قطب شاہ ہمپر
حملہ کریگا علی عادل شاہ نے کمال خاں کو پندرہ ہزار سوار دیکر اور مرتضیٰ نظام شاہ نے مرزا
یادگار کو اتنے ہی سوار دیکر بھیجا کہ وہ کولاس کے ہمسایہ میں ٹھیریں اور مرتضیٰ نظام شاہ و
تفال خاں کو اس قصور کی سزا دینے چلا کہ اُس نے پہلے سال میں ابراہیم قطب شاہ کی امداد

بیجاپور کے شاہ سے لڑائی

ان شرائط کو رفعت خاں نے بڑی خوشی سے اس سبب سے قبول کرلیا کہ اس کی سپاہ ناخوش اور ناراض ہو رہی تھی اور راجمندری تک تمام اضلاع ساحل بحر پر فتح بھی ہو گئے تھے۔

علی عادل شاہ نے جب احمدنگر کا محاصرہ کیا اور مرتضےٰ نظام شاہ اُس سے مقابلہ نہ کرسکا تو اس نے ابراہیم قطب شاہ کی طرف رجوع کی وہ اوّل بیدر گیا اور علی برید شاہ کو اپنے ساتھ شریک کرکے مرتضیٰ نظام شاہ سے ناگ دری میں ملا جہاں ان سب نے اس قرآن شریف پر قسمیں کھائیں جو حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور یہ امر قرار دیا کہ اوّل سب ملکر بیجاپور پر حملہ کرنے میں ذرا توقف نکریں مگر سیّد مرتضیٰ نے نظام شاہ کو جلد صلح پر راضی کرلیا اور فریقین کو صلح ہوئی۔

ابراہیم قطب شاہ گولکندہ میں آیا تو اس نے ارادہ کیا کہ میں مرتضیٰ نظام شاہ سے اس بد معاملی کا انتقام لوں جو اس نے مہم مذکور میں کی۔ برار کی سلطنت ہمیشہ اس کی مدد کیا کرتی تھی سو اُس نے تفال خاں نائب سلطنت پاس اپنا ایلچی بھیجا مرتضیٰ نظام شاہ سے لڑنے کے لیے اس کو بلایا وہ مرتضیٰ نظام شاہ کا دوست اس سبب سے نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے ملک پر حملہ اور گاول کا محاصرہ کیا تھا تفال خاں خوش تھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ سے انتقام لینے کا خوب موقع ہاتھ آیا اس نے فوراً ابراہیم قطب شاہ کی دعوت کو قبول کیا اور اپنے بیٹے شمشیر الملک کو تین ہزار سواروں کے ساتھ ابراہیم قطب شاہ سے ملنے کے لیے بھیجدیا ابراہیم قطب شاہ نے اپنی سپاہ کو جمع کیا بیدر کی طرف شکارگاہ کا بہانہ کرکے چلا اور برار کی کمکی سپاہ سے اور علی برید شاہ سے شہر بیدر اور کولاس کے درمیان ملا۔ یہاں علی عادل شاہ کو بھی بلایا کہ وہ اُن کے ساتھ متفق ہو۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے سُستی کو چھوڑا اور اپنی سپاہ کو جمع کیا اور عزم مصمم کیا کہ علی عادل شاہ کو خواہ بزور یا بحکمت ابراہیم قطب شاہ سے نہ ملنے دے وہ اپنی کل سپاہ کو ساتھ لیکر بیجاپور کی طرف چلا اور اس نے وزیر چنگیز خاں کو بہت تحائف کے ساتھ عادل شاہ کے لشکرگاہ میں بھیجا کہ وہ سعی کرکے اس کو شاہان متفقہ سے نہ ملنے دے اور اس کے ارکان سلطنت کو رشوتیں چٹائے کہ وہ

ملک میں رفعت خاں گیا جس میں ولپا راج سلطنت کرتا تھا وہ مسلمانوں کے قریب آنے سے دیوپوال
کو بھاگ گیا یہ ایک بھاری قلعہ ودیا دری کے قبضہ میں تھا وہ ساحل سمندر کے قریب تھا اور اس
کے گرد درختستان ایسے تھے کہ وہاں گذرنا مشکل تھا میدان میں بیس بیس ہزار ہندوؤں نے
مقابلہ کیا ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ کو بھاگے جس کا محاصرہ چار مہینے تک رہا آخر کو
ناچار ہو کر ولپا راج نے باجگذار ہونا قبول کیا اس طرح ودیا دری کا ملک شاہ گولکندہ کے
قبضہ میں آگیا۔ یہاں سے رفعت خاں چندبار کو گیا۔

یہ ملک دو بھائیوں نرسنگ اور سورسنگ کے قبضہ میں تھا۔ اور ایک درہ میں ان
پاس ایک قلعہ بھی تھا۔ دس ہزار پیادے تھے انہوں نے قلعہ کے گرد خندق کھودی اور چھاتی
کی برابر اونچا حصار بنایا اور دشمنوں کے مقابلہ کے لیے توپوں کو لگایا رفعت خاں نے جب
تک انتظار کیا کہ درہ میں اس کی توپیں آئیں پھر اس نے حصار کو ڈھایا اور حملہ کرکے قلعہ کو
لے لیا اور دونوں بھائیوں کو قید کر لیا اور اس کے ملک کو شاہ گلگندہ کا مطیع کیا۔

اب رفعت خاں نے آخر دو سالوں میں بہت سے قلعے اور ضلاع راجمندری اور کس سم کوٹا
کے فتح کر لیے اب اس کا ارادہ ہوا کہ بیجناتھ دیو پر حملہ کیجیے وہ اس ملک میں سب
راجاؤں سے زیادہ زبردست تھا اُس نے اس کی بسم اللہ کوہستانی قلعہ پٹ نور سے
کی اس کو فتح کر لیا اور راجہ کے بھائی کو قید کیا یہاں سے وہ کندو دیوالپی پر آگے بڑھا جسکا
اس راجہ کو بڑا آسرا و سہارا تھا اس کو بھی مسلمانوں نے شجاعت سے فتح کر لیا مگر ان
قلعوں کی فتح میں اتنا عرصہ لگ گیا کہ بیج ناتھ دیو کو اپنی سپاہ کے جمع کرنے کی فرصت
مل گئی اور اس پاس پانچ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے اور پانچ سو ہاتھی جمع ہو گئے
رفعت خاں اس سپاہ سے ڈرا نہیں اس سے لڑا اور دشمنوں کو شکست فاش دی راجہ اپنی
سلطنت کو بھاگ گیا اور جاتے ہی رفعت خاں پاس اپنے بڑے بیٹے کو ایلچی بناکے بھیجا۔
جس نے شرائط صلح یہ پیش کیں کہ راجہ سالانہ بیس ہزار ہن اور چالیس ہزار ہاتھی بھیجا کریگا

کے جنگلوں میں چلا گیا یہاں راجہ دویا دری سے مل گیا اور قلعہ راج بوندی چھوڑ گیا جس پر
رفعت خاں نے قبضہ کیا اور یہاں سے راجمندری کی طرف چلا یہاں دیا دری اور کس سم کوٹا
(کستم کوٹا) کی سپاہیوں نے جس میں تیس ہزار سوار اور اتنے ہی پیادے تھے لشکر اسلام کا مقابلہ
کیا مسلمانوں کے لشکر نے ہندوؤں کو شکست دی اور دویا دری اور سیتا پتی دونوں قلعہ راجمندری
میں مفرور ہوئے چار مہینے بعد قطب شاہی توپ خانوں نے قلعہ کی دیواروں پر اثر کیا اور اس میں
پچاس قدم کے برابر رخنہ ڈالا اس عرصہ میں علم صلح قلعہ پر نمودار ہوا اور حوالہ کرنے کی شرائط کے لیے
انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے لشکر میں جو پنڈت محاسب ہو اس کی معرفت بھیجیں گے۔ پنڈت قلعہ
میں آیا اس کی معرفت یہ شرائط منظور ہوئیں کہ قلعہ خالی کیا جائے اور دویا دری اور سیتا پتی جہاں
اُن کا دل چاہے چلے جائیں اور کوئی اُن کو آزار نہ پہنچائے ودیا دری کسم کوٹ اور سیتا پتی بیجانگر
کو گیا یہ واقعہ ۹۷۹ھ میں واقع ہوا اور اس کی تاریخ معبد کافراں بدست افتادہی۔
جب راجمندری فتح ہو گیا تو شاہ نے حکم بھیجا کہ وہ کس سم کوٹ میں بھی مسلمانوں کی حکومت
قائم کرے اس لیے اس نے اُڑیسہ کی طرف کوچ کیا یہ ملک درختستانوں سے بھرا پڑا تھا اس میں
جنگل بڑے دشوار گذار تھے رفعت خاں نے سب طرف ان کے جلانے اور کاٹنے کا حکم دیا
مسلمانوں کے دفع کرنے کو بیس ہزار ہندو جمع ہوئے۔ لڑائی ہوئی جس میں ہندوؤں کو ہزیمت
ہوئی اور بڑا نقصان اُن کا ہوا سپہ سالار مشکل سے بھاگا دو قلعے گوپال پلی اور ویراگو تم مسلمانوں
کے ہاتھ آئے۔ یہاں سے لشکر اسلام کس سم کوٹا کو چلا اس ملک کے دو بڑے راجہ سردا راج اور
اور اس کا بھائی ابھے بلندر تھے جب انہوں نے لشکر اسلام کے آنے کی اور قلعوں کے مفتوح
ہو جانے کی خبر سُنی تو انہوں نے اپنے ایلچیوں کو صلح کے لیے بھیجا صلح ہو گئی اور یہ امر قرار پایا کہ چھوٹا
بھائی سردار راج گلکندہ میں رہے اور بڑا بھائی ابھے بلندر اپنے ملک میں راج کرے اور شاہ کا باجگذار
رہے یہاں سے لشکر اسلام گوپال ادریر یعنی اوڑیا کے ملک میں گیا وہ اپنے ملک کو چھوڑ کر بنگال چلا
گیا اور یہ ملک آسانی سے مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور سپاہ کا قبضہ اس پر ہو گیا۔ دیا دری کے

ان احکام سے دیہات کے حاکم راتوں کو بڑی ہوشیاری کرتے اور چھوٹے چھوٹے گروہ اُن کے دشمنوں
کے خیمے کے چاروں طرف آتشبازی کر کے حیران کرتے نظام شاہ کا لشکر ان بیقاعدہ حملوں سے
ایسا عاجز ہوا کہ اس نے اپنے گرد حفاظت کے لیے خندق کھودی کہ قطب شاہی سواروں کے ہاتھ
سے بچیں جو اس کے گرد ہمیشہ رہتے ہیں نظام شاہی لشکر نے غارتگری سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ اور
صلابت خاں کی جلد وکد سے نہ رُکے تو اس نے چنداول پر حملہ کر کے بالکل اس کو شکست دی مرتضےٰ
شاہ نے معتمد خاں کی سرکردگی میں بڑی سپاہ قطب شاہی لشکر سے لڑنے کو بھیجی۔ لڑائی ہوئی جس
میں ایک نظام شاہی افسر مارا گیا اور دوسرا افسر کمال خاں زخمی ہوا اور قطب شاہی لشکر میں
افسر مقرب خاں مارا گیا۔ رات نے آن کر لڑائی کو ٹھیرا دیا۔ دوسرے روز صبح کو نظام شاہی لشکر نے
کوچ کیا اور برید شاہی ملک میں آنکر دم لیا۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ تالی کوٹ کی سرائے سے پہلے
جنوب میں رفعت خاں لاری ملک نائب نے راجمندری کے ایک حصہ کو فتح کیا تھا مگر وہ اور لڑائیوں
میں بلا لیا گیا بارہ مہینے بعد پھر دس ہزار سواروں کے ساتھ راجمندری کے فتح کے لیے بھیجا گیا۔ جب وہ
دہولیسور میں آیا تو اس نے راجمندری (راجمہندری) پر حملہ کرنے کی تدابیر کیں سیتا پتی کے قبضہ میں
دو حصے بن ٹاپو اور راج بوندی تھے اس کی عادت تھی کہ رات کو وہ کمک اور آذوقہ راجمندری میں
بھیجا کرتا تھا اس لیے رفعت خاں نے یہ تجویز کی کہ پہلے ان دو قصبوں پر حملہ کرنا چاہیے۔ اوّل
اس نے بنٹاپور کی طرف کوچ کیا راہ میں دشمن نے اس سے مقابلہ کیا اور سخت لڑائی ہوئی
ہندوؤں کو شکست ہوئی اور قلعہ بنٹاپور میں چلے گئے مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور زینہ لگا کے
قلعہ لے لیا۔ سیتا پتی مع اپنے اہل و عیال کے جنگلوں میں ہو کر قلعہ راج بوندی میں گیا دوسرے
روز مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا مگر قلعہ تک پہنچنے میں بعض یہ موانع پیش آئے کہ راہ نہایت
تنگ تھی اور اس کے دونوں طرف درختستان ایسے تھے کہ راہ نہ تھی رفعت خاں نے قلعہ کی فتح کا
ارادہ مصمم کر کے جنگل کاٹنے دار کے جلانے کا حکم دیا۔ ایک دن میں مسلمانوں کا لشکر صرف دو
میل چلتا تھا غرض انہوں نے رستہ بنا لیا اور پہاڑ پر چڑھ کر قلعہ کے پاس پہنچے تو سیتا پتی راجمندری

شریک ہو جائے لیکن ایک امر ایسا وقوع میں آیا کہ جیسا یہ اتفاق جلدی ہو گیا تھا ویسا ہی جلدی ٹوٹ گیا
مرتضیٰ نظام شاہ جب تخت پر بیٹھا تو بارہ برس کا بھی نہ تھا تمام اختیارات سلطنت اس کی ماں خونزہ
ہمایوں کے ہاتھ میں تھے اُس نے بد اندیشوں کی صلاح سے یلتم راج سے دو لاکھ ہن اس
کمک کے معاوضہ میں طلب کیے جو اس کے ملک میں شاہ بیجاپور کی مداخلت بیجا دور کرنے
کے لیے دوستوں نے کی تھی یلتم راج کو یہ امید تھی کہ دوست اس کو وہ ملک دلا دیں گے جو
علی عادل شاہ نے رام راج سے چھین لیے تھے اب بجائے اس کے اُلٹے دو لاکھ ہن اُس سے
طلب کیے گئے اس کی اطلاع ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی اس نے ایلچی بھیجکر کے قطب شاہ نے فوراً
اپنا معتمد خونزہ ہمایوں پاس بھیجکر کہلا بھجوایا کہ مجھے حیرت ہی کہ یہ کیسی درخواست روپیہ کی کی گئی ہی کہ
جس کا سان گمان بھی نہ تھا یہ امر مصلحت ملکی کے برخلاف ہی یلتم راج سے بجائے کمک کے
روپیہ کی طلب کی جائے وہ بڑے کام کا دوست ہی جس کی دس ہزار فوج ہمارے سخت دشمن
کے مقابلہ میں کام کر سکتی ہی جس پر ہم حملہ کرنے کو ہیں مگر خونزہ ہمایوں نے اس پیغام پر ذرا التفات
نہیں کیا بلکہ روپیہ کی طلب میں زیادہ سختی کی یلتم راج نے روپیہ دینے سے انکار ہی نہیں کیا
بلکہ وہ ان دوستوں کے ساتھ دشمنانہ سلوک کرنے لگا۔ جب ابراہیم قطب شاہ نے اس معاملہ کا
یہ رنگ دیکھا تو اس نے یلتم راج کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنے ملک کو مراجعت کرے۔ میری سپاہ بھی اب
اُلٹی جاتی ہی دوسرے روز ابراہیم قطب شاہ نے خیمے اُکھڑوا دیئے اور گولکنڈ کو چلا آیا اور
یلتم راج پنکنڈہ کو چلا گیا جب مرتضیٰ نظام شاہ نے دیکھا کہ اس کے یہ دوست اُسے چھوڑ کر چلے
گئے اور عادل شاہ کے سواروں نے اُس راہ کو جس پر وہ جاتا تھا گھیر لیا تو اس نے تلنگانہ کی مملکت
میں گذر کر مراجعت کی اور اضلاع گولکندہ اور گن پور کو تباہ کیا ابراہیم قطب شاہ نے صلابت خاں کو
تین ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا کہ وہ ملک کو نظام شاہ کے ہاتھوں سے بچائیں اور متی دار اور
حولداروں کو احکام بھیجے گئے کہ دشمنوں کی راہوں کو حتی المقدور روکیں اور قصبات کے دروازوں کو
بند کریں اور رعیت کے جان و مال کو جہاں تک ہو سکے دشمنوں کی دست درازی سے بچائیں۔

دیدے اُس نے اور شاہوں کو یہ صلاح تبلائی کہ محاصرہ اٹھا کر وہ اپنے اپنے دارالسلطنت کو جائیں (فرشتہ
سے تاریخ نظام شاہی میں جو اس مہم کا حال ہم نے نقل کیا ہی وہ اس بیان سے بالکل مختلف ہی
اس واقعہ کے بعد علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ کے درمیان پردہ یہ ٹھیری کہ وہ قلعہ اوسہ
میں ملاقات کریں یہاں ملاقات میں یہ امر قرار پایا کہ برابر کی سلطنت کو تو مرتضیٰ نظام شاہ اور
بیدر اور تلنگانہ کو علی عادل شاہ فتح کرے اول ان دونوں کی سپاہ نے متفق ہو کر شمال کی جانب
سے تفال خاں پر حملہ کرنے کے لیے کوچ کیا وہ ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لیے
گاول گڈہ کو بھاگا ایک مدت کے بعد یہ قلعہ دشمنوں کو حوالہ ہونے کا تھا کہ تفال خاں نے
علی عادل شاہ کو دولا کھہ ہن دئے اور پچاس ہاتھی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ محاصرہ اُٹھادے
اس مخفی عہد کے سبب سے علی عادل شاہ نے مرتضیٰ نظام شاہ پاس پیغام بھیجا کہ یہ شرم کی
بات ہی کہ دو شاہ اپنی تضیع اوقات ایک قلعہ کی فتح میں کر رہے ہیں اُن کے حق میں یہ زیادہ
مفید ہوگا کہ وہ ملک تلنگانہ کو تسخیر کریں اس کہنے سے مرتضیٰ نظام شاہ نے محاصرہ کو چھوڑا
اور جنوب کی طرف گیا اور اپنی طرف سے اخلاص خاں کو اور علی عادل شاہ کو جانب سے
عین الملک کو کولاس کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ مگر راہ میں ایک امر ایسا وقوع میں آیا کہ جس نے
مملکت تلنگانہ کو بچا دیا۔ ایک دن بیجاپور کی سپاہ چھ ہزار مرہٹوں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے
چنداول پر چھاپہ مارا منصور خاں نے جو چنداول کا افسر تھا مقابلہ کیا اور مارا گیا جس سے ان
دونوں شاہوں کا رشتۂ اتحاد ٹوٹ گیا اور باہم فساد ہوگیا اور ہر ایک اپنی اپنی دارالسلطنت کو چلا گیا
احمد نگر میں مرتضیٰ نظام شاہ آیا اور علی عادل شاہ سے انتقام لینے کے لیے ابراہیم قطب شاہ
پاس ایلچی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ بیجاپور کی مخالفت کے لیے ہم آپس میں موافقت کریں شاہ گول کنڈہ
نے اس سے پہلے خود بھی مرتضیٰ نظام شاہ پاس پیغام بھیجا تھا۔ ہم کرشنا دریا کی طرف کوچ
کریں اور ملیتم راج ولد رام راج متوفی کو اپنے ساتھ ملائیں کہ ہم سب ملکر بیجاپور کی تسخیر کے لیے
چلیں۔ شاہان گول کنڈہ اور احمد نگر نے کرشنا پر پہنچکر ملیتم راج کو لکھا کہ وہ ہمارے ساتھ

کے مرنے کے بعد ۹۵۸ھ میں مصطفےٰ خاں ملک ملیبار میں قتل کیا گیا اس ملک کو اُس نے فتح کیا تھا اور یہاں حاکم رہا تھا (اس لڑائی کو تفصیل سے علی عادل شاہ کی سلطنت کے بیان میں لکھا ہے -)

بیجانگر میں تینوں شاہ چھ مہینے رہے اور پھر اپنے اپنے دارالخلافہ کو چلے گئے - ابراہیم قطب شاہ کے جتنے ضلع رامراج نے لیے تھے وہ قطب شاہ کو مل گئے ۹۷۳ھ میں قطب شاہ کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد قلی رکھا گیا -

حسین نظام شاہ اپنے دارالخلافہ میں جا کر ۷- ذیقعدہ ۹۷۲ھ کو مرگیا اس کا بڑا بیٹا مرتضیٰ نظام شاہ جانشین ہوا - یہ شاہ عیش و عشرت میں ڈوبا - مہمات سلطنت خونزہ خاتون ماں کے ہاتھ میں آئیں تھوڑے دنوں میں خلقت کو اس سے نفرت ہوگئی نوکشور خاں پیشوا نے علی عادل شاہ کو مخفی خط لکھ کے احمد نگر پر حملہ کرنے کے لیے بلایا اس کے ساتھ ایک بردست فریق تھا - مرتضےٰ کو اس سازش کی اطلاع ہوئی تو وہ خواب غفلت سے بیدار ہوا اور مجلس مشورہ کو جمع کیا جس نے یہ صلاح تبلائی کہ نظام شاہ کا خاندانی قدیمی دوست ابراہیم قطب شاہ ہے اس سے امداد منگاتی چاہیے مگر پہلے اس سے کہ گولکنڈا سے کمک آئے علی عادل شاہ سرحد پر آن پہنچا مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر چھوڑنے پر مجبور ہوا وہ برار گیا اور تفال خاں کو یار بنایا جو اس وقت برار میں حکومت کرتا تھا اور اس نے سلطنت کو غصب کیا تھا اور عماد شاہی خاندانی وارث کو قید میں رکھتا تھا - برار کی سپاہ کی کمک لیکر مرتضےٰ نظام شاہ نے کولاس کی طرف کوچ کیا علی عادل شاہ کے لشکر نے بھی حرکت کی قندہار اور کولاس کے درمیان دونوں شاہوں کی ملاقات ہوئی اور آپس میں صلح ہوگئی اب یہ امر قرار پایا کہ احمد نگر اور برار اور گولکنڈہ کی سپاہیں متفق ہو کر بیجاپور پر حملہ کریں علی عادل شاہ اپنی دارالسلطنت میں سپاہ کثیر مامور کر کے خود دارالخلافہ سے کون کان کو چلا گیا سپاہ متفقہ نے بیجاپور کا محاصرہ کیا اور گرد نواح کے ملک کو لوٹا مارا - ابراہیم قطب شاہ کو یہ منظور نہیں تھا کہ علی عادل شاہ کوئی اپنے ملک کا بڑا حصہ مرتضےٰ نظام شاہ کو

جہیز میں دے اور علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطانیہ شاہزادہ مرتضیٰ حسین نظام شاہ کے بڑے
بیٹے سے بیاہے اور شولاپور میں تینوں شاہوں کی ملاقات ہوا اور یہاں سے متفق ہوکر اور اپنے
سپاہیوں کو لیکر رامراج سے لڑنے چلیں اس قرارداد کے موافق ۲۰ جمادی الاول ۹۷۲ھ ۱۵۶۴ کو
سپاہیں متفق ہوکر جنوب کو چلیں اور کرشنا کے کنارہ پر تالی کوٹ میں پہنچیں راہ میں کسی نے
مقابلہ نہیں کیا۔ رامراج نے دریا کرشنا سے سیلون تک کے راجاؤں اور اپنے تابعین کو
بلاکر جمع کیا اس کے لشکر میں ایک لاکھ سوار اور تین لاکھ پیادے تھے اس سپاہ کو لیکر وہ شاہوں
سے لڑنے چلا۔ ۲۰ جمادی الثانی ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ کو لڑائی ہوئی جس کا خاتمہ یہ ہوا کہ رامراج مارا گیا۔
جس سے ہندوؤں کی سپاہ کو شکست ہوئی شاہان متفقہ کی سپاہیں دس روز میدان جنگ
میں مقیم رہیں۔ اور پھر دارالسلطنت بیجانگر کی طرف چلیں یہاں انہوں نے ملک کو اور شہر
کو لوٹا اور سنگین بت کدوں کو مسمار کیا اور پھر شاہ گلگندہ نے اپنے سپہ سالار مصطفےٰ کو اور نظام شاہ
نے اپنے سپہ سالار مولانا عنایت اللہ کو اور علی عادل شاہ نے کشور خاں کو مدکل اور رائچور
کے فتح کے لیے بھیجا یہ مقامات آسانی سے فتح ہو گئے۔ مصطفےٰ خاں نے احکام شاہی کا کچھ
انتظار نہیں کیا کہ کیا آئیں گے اور ان قلعوں کی کنجیوں کو کشور خاں کے حوالہ کیا جس سے
حسین نظام شاہ ایسا طیش میں آیا کہ اُس نے شاہ گلگندہ کو حقیقت حال پر مطلع کر کے
درخواست کی کہ مصطفےٰ خاں کی گردن اڑائی جائے۔ ابراہیم قطب شاہ گو اس سید کی جان کا
خواہاں نہ تھا مگر اس پر دغا کا الزام لگایا اور اس کا عذر نہ سُنا اور حکم دیا کہ وہ مکہ کو چلا جائے
اور اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرے۔ شاہ نے گلگندہ کو خطوط لکھے کہ مصطفےٰ خاں کے
اہل و عیال اور اسباب و مال کو مغربی بنادر بحری پر بھیجدو کہ وہاں اس کے ساتھ روانہ
ہونے کے لیے تیار رہیں۔ یہ امر تحقیقاً ہے کہ اس کے اہل عیال اور مال کے لیے سات سو گاڑیوں
اور پانچہزار مزدوروں کی ضرورت ہوئی مصطفےٰ خاں پادشاہ کے پاس سے علی عادل شاہ
کے پاس چلا گیا جس نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنا وزیر اعظم مقرر کیا علی عادل شاہ

مسلمان قلعہ ٹاٹ پاک کی فتح کو چلے وہ اس نواح میں ایک زبردست مینداز نرسنگ راؤ کے قبضہ میں تھا
خندق کے عمیق ہونے کے سبب سے اس قلعہ کے حملہ میں ایک مہینہ لگ گیا نرسنگ راؤ تین ہزار سوار
اور دس ہزار پیادے لیکر قلعہ سے نکلا اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کیا مگر وہ گرفتار ہوا اور اُس کا
گروہ بالکل شکستہ ہو گیا - جب شاہ نے سُنا کہ نرسنگہ راؤ گرفتار ہوا تو اس نے سپاہ کو واپس
آنے کا اور برسات میں دہول سور ہے کا حکم بھیجا اس کے بعد رفعت خاں پھر ٹاٹ پاک پر
حملہ کرنے گیا اور اس کو اور راجمندری کے تمام اضلاع کو مسخر کیا سپاہ کو دارالخلافہ میں مراجعت
کے لیے اور قلعوں کو معتمد نائک داریوں کے سپرد کرنے کے احکام بھیجے گئے -

اب ابراہیم قطب شاہ نے اس پر غور کی کہ شاہان دکن کو رامراج کی اکثر مداخلت بڑا دہمکاتی
ہے اور ناک میں دم کرتی ہے - آخر لڑائیوں میں اُس نے حسین نظام شاہ کے ملک ہی کو ویران نہیں کیا
بلکہ مساجد میں اپنے مویشی باندہ کے اور سپاہیوں کے اُتار کے اُن کو ناپاک کیا اور اپنی مراجعت میں
اُس نے اپنے دونوں دوستوں کے ملک کو دشمنوں کی طرح ویران کیا - ابراہیم قطب شاہ نے
یہ وقت اس کام کے لیے نہایت مناسب جانا کہ اور شاہان دکن کو بیدار کرے اور رامراج
کے برخلاف متفق کرے کہ کیا وہ اس کی قوت کا بالکل استیصال کریں یا اس کو اتنا کم کردیں
کہ آیندہ کوئی خوف و خطر اس سے باقی نہ رہے اس میں بڑی مشکل یہ تھی کہ شاہان احمد نگر اور بیجاپور
کو اس میں شریک کیا جائے اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے ابراہیم قطب شاہ نے اپنے
وزیر مصطفےٰ خاں کو بھیجا کہ اول حسین نظام شاہ پاس جائے اور وہاں سے پھر بیجاپور میں -
ابراہیم عادل شاہ پاس اس پیغام بھیجنے کے دو مقصد تھے اوّل شاہان دکن میں اتفاق پیدا کرنا
اور اگر ممکن ہو تو آپس میں ناتہ رشتہ کرنا - دوم سفیر کا یہ دریافت کرنا کہ رامراج کے برخلاف
اتفاق کرنے میں ان شاہوں کے خیالات کیا ہیں - مصطفےٰ خاں اپنے کام میں ایسا
اچھی طرح کامیاب ہوا کہ شاہوں میں آپس میں اتفاق ہوا اور یہ امر قرار پایا کہ حسین نظام
شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی کی علی عادل شاہ سے بیاہ دے اور قلعہ شولاپور اس کے

بادشاہان دکن کا اتحاد

دو مسلمانوں نے آنکر شاہ سے یہ حال عرض کیا تو شاہ نے قلعہ کو اپنی سپاہ سے گھیر لیا جب باغیوں
نے دیکھا کہ وہ اس طرح گھر گئے تو فصیل پر آکر انہوں نے مصطفےٰ خاں کی شکایتیں کیں کہ جب سے وہ صاحب
اختیار ہوا ہے نائک واریوں کو ستاتا ہے ہم کو خوف ہے کہ وہ اس طرح ہمارے ساتھ بدسلوکی کریگا
کہ اگر حضور ہم کو مصطفےٰ خاں کو حوالہ کریں تو ہم خدمت گزاری اور اطاعت کے لیے سب طرح
حاضر ہیں۔ شاہ نے مصطفےٰ خاں کو بلا کر ان مقدمات کو بیان کیا جو اس کی وزارت کے
اندر واقع ہوئے مصطفےٰ خاں نے جواب دیا کہ اگر شاہ میری موت کو اپنے ملک کے حق میں بہتر
جانتا ہو تو میں تیار ہوں کہ مجھے باغیوں کے حوالہ کر دیجئے شاہ نے نائک واریوں کی درخواست کو نامنظور
کیا تھوڑے دنوں میں یہ باغی اور اس کا سردار اپنے تئیں حوالہ کرنے پر مجبور کیے گئے اور وہ قتل
ہوئے تاکہ اور قلعوں کے نائک واریوں کو عبرت ہو۔ قلعہ ایل پور پر دویا وری نے حملہ کیا۔
دلاور خاں نے دشمن کی ہر ایک کوشش کا مقابلہ کیا اور شاہ کو اپنے حالات کی اطلاع دی
شاہ نے دو ہزار پیادے اس کی کمک کو بھیجے اور حکم دیا کہ محاصرین کو ہٹا کے قصبہ
نبرڈول میں ایک قلعہ بنائیں۔

اس قلعہ کے بنانے سے کچھ دنوں کے بعد دلاور خاں نے شاہ سے اور درخواست کی کہ
قصبہ راجمندری پر جو یہاں سے آٹھ میل ہے سپاہ حملہ آور ہو۔ شاہ نے رفعت خاں ملقب ملک
نائب کو حکم دیا کہ دس ہزار سوار وہ ایل پور میں لیجائے اور وہاں سے راجمندری پر حملہ کرنے
کے لیے تیار رہے جب نبرڈول میں اُس کے آنے کی خبر دویا دری اور سیتا پتی نے سنی تو انہوں
نے کس سم کوٹا (کھشم کوٹا) کے راجہ کو اور اور راجاؤں کو حمایت کے لیے بلایا یہ راجہ دو ہزار سوار اور
ایک لاکھ پیادے اور دو ہزار بند وقچی اور بان انداز جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنے چلا۔ ایک
لڑائی ہوئی جس کا انجام یہ ہوا کہ راجہ اور کنڈا مارا گیا اور دویا دری اور سیتا پتی قلعہ راجمندری کو
بھاگے دھولی سور تک جو قلعہ راجمندری سے چار میل پر تھا مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا
تھوڑے دنوں بعد دھولی سور کو حملہ کر کے مسلمانوں نے لے لیا اور وہاں بھاری پڑتال رکھکر

راجمندری کا فتح

کسی طرح گانٹھ لے جس کی مرضی بغیر شرائط صلح کے مقرر ہونے میں مایوسی ہوئی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں لڑا اور اس کے ساتھ رام راج کے خیموں پر گیا وہ مشکل سے بیجا نگر جانے پر راضی اس شرط پر ہوا کہ گن پورا اور ننگل کے قلعہ اس کو حوالے کیے جائیں اس صلح کے بعد شاہان متفقہ اپنے اپنے دار الخلافہ کو چلے گیے۔

گولکنڈہ کی مرمت

جب قطب شاہ کو اس طرح دشمنوں سے فراغت ہوئی تو اس نے گلکندہ کے قلعہ کو پتھر اور چونے سے بنایا وہ پہلے اس قابل نہیں تھا کہ دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا قلعہ میں حصار کے اندر امرا نے بھی اپنی اپنی حویلیاں بنالیں اور آیندہ شاہ یہیں اپنا دربار کیا کرتا تھا۔

نایک واریوں کی سازش بادشاہ کے مارنے کی اور اس کا کھلجانا

یہ اوپر بیان ہوا ہے کہ لڑائی ہو رہی تھی کہ جگ دیو راو نے کاشی راؤ نایک واری سردار قلعہ اندرا کنڈا کو ترغیب دی کہ وہ قلعہ پر قبضہ کرلے اس نے مولانا محمد مومن حاکم قلعہ کو مقید کیا اس لیے شاہ نے مصطفیٰ خاں کو دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ بھیجا کہ اس مقام کو واپس لے قلعہ اندرا کنڈا کے گرد درختستان تھے اول محاصرین نے ان درختوں کو کاٹا پھر قلعہ کو جاکر محاصرہ کیا دو مہینے کے عرصہ میں رخنے ڈالکر حملہ کرکے اس کو فتح کیا۔ کاشی رام مقید ہوا اور وہیں اس کا سر کاٹا گیا اور مقید حاکم رہا ہوا مصطفیٰ خاں دار الخلافہ کو واپس آیا اور پیشوا مقرر ہوا۔ پادشاہ نے نایک واریوں کے اختیارات کو گھٹانا چاہا وہ کاشی راؤ کے ساتھ بغاوت میں شریک تھے سوراما راؤ جو قلعہ گلکندا میں قلعہ دار تھا اس کو بادشاہ کے ارادے پر علم ہوگیا اُس نے ان نایک واری سرداروں سے کہ مختلف قلعوں میں افسر تھے یہ سازش کی کہ جب شاہ شکار کھیلنے جائے تو اشارات مقررہ پر سارے قلعوں پر قبضہ کیا جائے اور سوراما راؤ دار الخلافہ میں خزانہ پر قبضہ کرے اور تمام مسلمانوں کو تہ تیغ۔ اس سازش کے حال پر رام راج کو بھی اطلاع دی گئی جس نے وعدہ کیا کہ اس سازش کی حمایت کے لیے وہ فوج بھیجے گا۔ جب شکار کا موسم آیا تو شاہ نے دستور کے موافق حکم دیا کہ وہ میدان میں خیمے لگائے ان خیموں میں آنے کے لیے جو ہیں قلعہ سے اس نے باہر قدم رکھا تو قلعہ کے دروازہ بند ہوگئے اور نایک واریوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنا شروع کیا

تیسخ محمد مصطفےٰ میاں بھائی کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجوں کو لیکر پیچھے رہیں اور سپاہ کلاں کی مراجعت
کو مخفی رکھیں اول ہی منزل میں موسلا دھار مینہ برسا اور تین دن تک لگاتار برستا رہا جس نے
ہلنا دشوار کر دیا - چوتھے روز پچھلی سپاہ کے بہت قریب دشمن آیا توپ خانہ کیچڑ میں ایسا پھنسا
کہ نہ ہلا اور غریب خاں شیخ محمد مصطفےٰ مقید ہوئے اور ابراہیم قطب شاہ ہزار خرابی سے
اپنی دار السلطنت میں پہنچا - کچھ دنوں بعد شاہان متفقہ نے احمد نگر سے مراجعت کی تو تلنگانہ
میں سفر کیا اور موضع تارپلی میں خیمہ لگایا یہاں سے انہوں نے جگدیو راؤ عین الملک اور دینکٹادری
کو ملک پر تاخت و تاراج کرنے کے لیے روانہ کیا ابراہیم قطب شاہ نے مجاہد خاں کو فوج
دیکر اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا اور موضع ترکل کے قریب کئی روز جنگ ہوئی -
اور اس کا کچھ فیصلہ نہ ہوا اسی زمانہ میں رامراج نے سدراج ٹماپا راجہ کند بیر کو
پچاس ہزار سواروں کے ساتھ کنداپلی اور پاملی پاٹم پر حملہ کرنے کے لیے اور اپنے داماد
جنم راج کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ دیورکندار پر چڑہائی کے لیئے بھیجا اور اس کی
اپنی سپاہ گلکندہ کے حوالی کو غارت اور تباہ کر رہی تھی ابراہیم شاہ کے باغوں
اور پیچواڑہ کے قریب کئی لڑائیاں ہوئیں چار مہینے ان ہی لڑائیوں میں کٹ گئے
جگدیو راؤ نے پانگل اور گولکنڈہ اور گن پور کے نائک داریوں سے درخواست کی کہ
ان قلعوں کو وہ رامراج کے حوالہ کریں - کاش راؤ نے اندراکند کی کنجیاں دیدیں جنوب
میں سدراج ٹماپا نے کنداپلی پر اور سیتاپتی اور ودیادری نے راجمندری سے
قلعہ ایلپور پر حملہ کیا اس طرح شاہ دار الخلافہ میں چاروں طرف سے دشمنوں کے
نرغہ میں آگیا اُس نے ارادہ کیا کہ خود نکل کر شاہان متفقہ پر تارپلی پر حملہ کرے
علی برید شاہان متفقہ میں سے ایک تھا اس کا پیغام نہایت مناسب وقت پر
یہ آیا کہ ابراہیم قطب شاہ اپنے وزیر مصطفےٰ خاں کو لشکر گاہ میں بھیجدے تاکہ
شرائط صلح مقرر ہو جائیں - مصطفےٰ خاں کو مخفی یہ ہدایت کی گئی کہ وہ جگدیو راے کو

ابراہیم قطب شاہ کو یہ خبر سُنائی اور اس سے کہا کہ اگر اس کو بیجانگر کی سپاہ کی مدد کی ضرورت ہو گی تو میں اُس کو حملہ آوروں کے نکالنے کے لیے بھیجدوں گا ابراہیم قطب شاہ بیگانوں کی امداد سے دق ہوتا تھا اُس نے رامراج کے روبرو دستور خاں کو حکم دیا کہ صرف سو سواروں کو لیجا کر تفال خاں کو نکالدے اور جس قدر جلد ممکن ہو اپنی کامیابی کے حال سے مطلع کرے دستور خاں ترکمانوں کو ساتھ لیجا کر ہیم کل قصبہ میں جا کر تفال خاں سے لڑا اور اس کو شکست فاش دی اور کچھ آدمی قید کیے جن میں گیارہ افسر تھے تفال خاں زخمی ہوا اور بھاگ گیا اور عماد شاہ کا منڈپ یعنی سولہ چوب کا خیمہ بھی دستور خاں کے ہاتھ آیا

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب سپاہیوں نے احمد نگر کی طرف کوچ کیا تھا تو قلعہ کلیانی اُنہوں نے لے لیا اور بیجاپور کے شاہ کو حوالہ کیا۔ اب کلیانی کے قریب مرتضےٰ نظام شاہ کی بیٹی کا نکاح ابراہیم قطب شاہ سے ہوا اور اس شادی سے ایک مہینہ بعد ان دونوں شاہ نے قلعہ کلیانی کا محاصرہ کیا۔ علی عادل شاہ نے پھر رامراج سے مدد طلب کی وہ اپنی سپاہ کو ساتھ لیکر مدد کو آپہنچا راہ میں علی عادل شاہ سے علی برید شاہ بیدر بھی جس کو اُس نے بلایا تھا آن ملا۔ جب یہ شاہ پاس آئے تو ابراہیم شاہ مطلع ہوا کہ میں جو دار الخلافہ سے جدا ہوا تو رامراج نے سمجھا کہ خوب موقع ہاتھ آیا اس نے اپنے بھائی ؤینکٹادری کو جگدیوراؤ اور عین الملک کی ہمراہ پندرہ پندرہ ہزار سواروں اور تیس ہزار پیدلوں کا سردار بنا کے جنوبی اضلاع پر حملہ کرنے کے لیے بھیجدیا اس امر پہ مطلع ہو کر ابراہیم قطب شاہ نے مرتضےٰ نظام شاہ سے مشورہ لیا تو یہ امر قرار پایا کہ کلیانی کا محاصرہ چھوڑ کر ہر ایک اپنی اپنی دار السلطنت کو جائے ابراہیم قطب شاہ کو دار الخلافہ جانے میں دشمنوں کے سامنے آنا پڑتا تھا اس لیے مرتضےٰ نظام شاہ نے شاہزادہ مرتضےٰ خاں کو تین ہزار سواروں کے ساتھ اس کی ہمراہ کیا۔ باوجود اس کے بھی عادل شاہ کی سپاہ نے اس کا تعاقب کیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے شیر خاں حسن۔ عرب خاں۔ دولتخاں

بیجانگر سے رامراج اور ابراہیم قطب شاہ کی لڑائیاں

محال ہوگا رامراج نے ان باتوں کا یقین کرکے مراجعت کا حکم دیا۔ علی عادل شاہ جانتا تھا کہ اہل قلعہ غلہ کے کال سے بدحال ہورہے ہیں تو اس نے رامراج کی منت سماجت کی اور کہا کہ جب تک قلعہ نہ فتح ہو وہ یہاں سے جائے نہیں اگر ایک مہینہ تک وہ اور ٹھیرا رہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ضلع کنداپلی اس کو دیدوں گا۔ رامراج نے اس درخواست کو منظور کرلیا اور محاصرہ میں پہلے سے دوچند زیادہ سختی کرنے لگا۔ اس وقت ابراہیم قطب شاہ نے قلعہ میں آذوقہ بھجوایا اور دولت آباد سے جو بادشاہ نے توپچی بھیجے تھے اُن کو بھی قلعہ میں داخل کیا۔ دشمنوں کی سپاہ قلعہ کی دیواروں پاس جا پہنچی اور قلعہ کے فتح ہونے کا عنقریب ایسا یقین تھا کہ ابراہیم قطب شاہ نے یہ کوشش کی کہ اگر ممکن ہو تو اس وقت کو ٹلا لے اس لیے اُس نے سپہ سالار اور وزیر مصطفےٰ خاں کو رامراج پاس بھیجا کہ اس کو جاکر ایسی ترغیب دے کہ وہ محاصرہ سے دست بردار ہو۔ ہر حال میں اس کو مطلع کرے کہ قطب شاہ کی سپاہ ابھی گلکندہ کو مراجعت کرے گی مصطفےٰ خاں نے رامراج پاس جاکر جہاں تک ہوسکا ایسی باتیں کیں کہ لشکر میں غلہ کی کمی ہے برسات آگئی ہے حسین نظام شاہ نے گجرات اور برہان پور کے شاہوں سے دوستی پیدا کرکے بلالیا ہے اور وہ سپاہ جمع کرکے اُس کی کمک کے لیے آنے والے ہیں غرض ساری باتیں ایسی بنائیں کہ جن سے مقصد حاصل ہو۔ مصطفےٰ خاں نے مخفی یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر وہ محاصرہ چھوڑ دے گا اور اپنے دارالحکومت کو چلا جائے گا تو ابراہیم قطب شاہ اس کو ضلع وقلعہ کنداپلی دیدیگا۔ یہ آخر بات بڑا وزن رکھتی تھی۔ جس کے سبب سے رامراج نے مراجعت کرنے کو منظور کرلیا اور علی عادل شاہ پاس مراجعت کرنے کا پیغام بھیجا۔ اب تینوں شاہ اپنی اپنی دارالسلطنت کو چلے گئے۔

احمد نگر میں جب آخر جلسہ ان شاہوں کی ملاقات کا ہوا اور ابھی وہ جدا نہوئے تھے کہ رامراج کو اطلاع ہوئی کہ برہان عماد شاہ کا وزیر اعظم تفال خاں نائب سلطنت چار ہزار سپاہ کو ساتھ لیکر تلنگانہ کے ملک کو تاخت وتاراج کررہا ہے رامراج نے

مرگیا اور علی عادل شاہ نو عمر اُس کا جانشین ہوا۔ مرتضٰے نظام شاہ بیجاپور میں ایک نو عمر شاہ
کو دیکھکر سمجھا کہ یہ موقع خوب ملک پر تسلط کرنے کا ہاتھ آیا اس نے لڑائی ٹھانی علی عادل شاہ
جانتا تھا کہ میں اکیلا اس کے پنجہ سے بچ نہیں سکتا اس لیے اُس نے دار الخلافہ خالی کیا اور
اور تھوڑے اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ بیجانگر گیا کہ رامراج کو یار بنا کے اپنا کام نکالے۔
رامراج فوراً اپنی سپاہ کو ساتھ لیکر علی عادل شاہ کے ہمراہ احمد نگر کی طرف چلا اس زمانہ
میں ان دونوں شاہوں نے ابراہیم قطب شاہ کو خطوط بھیجے کہ بموجب آخر عہد نامہ کے
اُس کو ہم سے ملنا چاہیئے اگرچہ حسین نظام شاہ کی مرضی کے خلاف ابراہیم قطب شاہ کام
کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے مصلحت ملکی اس میں جانی کہ اس پر عہد شکنی کا الزام نہ لگے
اور اس سے یہ شاہان متفقہ انتقام کے درپے نہوں وہ شہر گلبرگہ میں جاکر اُن سے ملا۔
یہ سب متفق ہوکر احمد نگر گئے۔ راہ میں بیجانگر کی سپاہ نے تمام قصبات اور دیہات
کو لوٹا حسین نظام شاہ ان متفقہ سپاہیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اُس نے اپنی دار السلطنت
میں سپاہ جرار کو چھوڑا اور بہت سے آذوقہ کو بھرا اور خود دولت آباد گیا اس اثنا میں
ابراہیم قطب شاہ نے مخفی حسین نظام شاہ کو لکھا کہ مصلحت ملکی کی ضرورت کی وجہ سے
میں ان شاہان متفقہ کے ساتھ ملا ہوں اور میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے حتی المقدور
دشمنوں کو اس پر راضی کروں گا کہ وہ مراجعت کریں اور جنگ کو چھوڑیں اور اس نے
قلعہ احمد نگر کے بعض افسروں کے ساتھ خط و کتابت کرکے اُن کو نصیحت کی کہ تم حتی الوسع
مقابلہ کرو اور آخر وقت تک قلعہ کو ہاتھ سے نہ دو شاہان متفقہ نے دو مہینہ تک بڑے
زور شور سے حملے کیے اور اہل قلعہ کا ایسا تنگ حال کیا کہ وہ بیدل ہوگئے لیکن ابراہیم
قطب شاہ نے ہر وقت تحفے بھیجکر بیجانگر کے بڑے بڑے افسروں کو ترغیب دی کہ وہ اپنے
سپاہیوں کو لیکر اپنی دار الخلافتوں کو چلے جائیں ان امیروں نے اپنے راجہ سے بیان کیا
کہ برسات قریب آگئی ہی اگر برسات خوب ہوئی تو دریاؤں کے چڑھ جانے سے سفر کرنا

بہت چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مطیع اور باجگذار بنایا اس نے اپنی جاگیر میں سپاہ جمع کی جس
میں ہزار سوار عربی، ایرانی، حبشی پیادوں کے تھے اب وہ خاندیس اور برار کے شاہوں
کے ساتھ برابری کا دعوی رکھنے لگا۔ برہان عماد شاہ نے اُس سے یہ گلے اور شکوے کی باتیں
کیں کہ جب تو یہاں آیا تھا تو کوئی دوست تیرا ساتھی نہ تھا میں نے تجھ پر کمال عنائت کی تیرے
گذارہ کے لیے جاگیریں دیں اپنی سپاہ کا سپہ آرا بنایا اب تو نے اپنے تئیں ایسا بڑا صاحب شکوہ
سمجھ لیا کہ مصلحت ملکی یہ جاننے لگا کہ میرے ملک سے چلا جائے میں تجھکو حکم دیتا ہوں کہ ابھی جلد
جا۔ جگدیو راؤ پاس اگرچہ سپاہ بہت تھی مگر برار کے مستحکم قلعوں میں سے کوئی قلعہ نہ تھا کہ شکست
کی حالت میں وہاں جا کر اپنا مامن بناتا اس لیے اس کو بمجبوری یہ کہنا پڑا کہ آپنے جو میرے حال پر
التفات فرمایا ہے اس کا میں شاکر ہوں اور اس احسان کو بھولوں گا نہیں وہ برار سے چلدیا اور
ملک کو برباد کرتا ہوا ایل گندیل میں آیا یہاں سے بیجانگر جانے کا ارادہ کیا جب ابراہیم قطب شاہ نے
سنا کہ جگدیو راؤ پاس پانچہزار سپاہ ہے جس میں عرب ایرانی اور حبشی اور تین سو ہاتھی ان کے علاوہ ہندو
پیادے ہیں اور اب وہ پاس آگیا ہے تو اس نے مصطفے خاں کو اس کے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا
کلم میٹ کے قریب لشکر شاہی کا مقابلہ اُس سے ہوا مصطفے خاں نے پہلے جگدیو راؤ کو لکھا کہ
بادشاہ سے اپنے قصور معاف کرائے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جاگیر جو اس کی تھی وہ پھر اکر اس کو
دلادوں گا۔ ان باتوں کو اس نے کچھہ نہ سُنا اُس نے لشکر کو حکم دیا کہ مسلح ہو کر مصطفے
خاں پر حملہ کرے سخت لڑائی ہوئی ذینکٹ راؤ برادر جگدیو راؤ اور چار عرب شیخ یعنی شیخ فاضل
شیخ عطی حلوانی شیخ عبدالکریم شیخ ابراہیم مارے گئے جگدیو راؤ کو شکست ہوئی وہ مجبور ہو کر
میدان جنگ سے بیجانگر کو بھاگا اور اپنا سارا مال اور خزانہ اور دو سو ہاتھی چھوڑ گیا جو شاہی
سپاہ کو ہاتھ آئے دستور کے موافق ہاتھی اصطبل شاہی میں داخل ہوگئے اور خزانہ سپاہ میں تقسیم ہوا
تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیما اور کرشنا کے ملاپ کی جگہ رام راج اور ابراہیم قطب شاہ
اور ابراہیم عادل شاہ ملے تھے اس کے تھوڑے دنوں بعد ابراہیم عادل شاہ بیجاپور میں

اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور فوجوں کو دارالسلطنت میں طلب کیا اور انعام و اکرام
کے بعد قبول خاں کو گلکنڈہ جانے کی اجازت دی ابراہیم قطب شاہ نے اس کو اس حُسن
خدمت کے جلدو میں عین الملک کا خطاب دیا۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نائک واریوں نے جگدیو راؤ کو قید سے چھٹایا تھا اور اس نے
اُن کی مدد سے شاہزادہ سبحان قلی کو اندھا اور اس کے فریق کے امرار کو قتل کیا تھا۔
جب تک کہ ابراہیم قطب شاہ دار الخلافہ میں آیا قلعہ اور شہر کو اپنے بس میں رکھا۔ شاہ نے
اس کے اس احسان کو مان کر امیر کبیر اور وزیر اعظم بنا دیا جب وہ اس بلند مرتبگی کو پہنچا تو
اس نے یہ بلند ارادہ کیا کہ شاہ کو معزول کر کے شاہزادہ دولت خاں کو جو احمق مشہور تھا
تخت پر بٹھائے اور اس طرح سارے اختیارات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لائے اس منصوبے
کے حاصل کرنے کے لیے جگدیو راؤ کو نائب راؤ نے بہت سے مسلمان امراء کو ذلیل کیا ان
سب امرا نے ملکر شاہ سے ان دو ہندوؤں کے اختیارات کی شکایت کی اور اس کو تنبیہ
کیا کہ شاہ کو ان دونوں پر بڑا اعتبار ہے اور قلعہ میں سارے نائک واری بھرے ہوئے ہیں
جو جگدیو راؤ کو اپنا سردار سمجھتے ہیں۔

شاہ نے یہ شکائتیں سنیں مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ پھر اُن کے ظلم و ستم کی بہت شکائتیں بادشاہ
کے کانوں تک پہنچنے لگیں اور جگدیو راؤ کا بھائی وینکٹ راؤ بے اجازت اپنی جاگیر کو چلا گیا
جو اس کی بغاوت پر دلالت کرتی تھی تو شاہ نے رائے راؤ کو پکڑوا کر مار ڈالا۔ جگدیو
راؤ نے جب اپنی نائب کی یہ بُری گت دیکھی تو گلکنڈہ سے وہ اپنے دو تین ہزار سوار لیکر
ایل گندیل کو گیا اور یہاں سے ملک کو غارت اور تباہ کرتا ہوا برار کے دربار میں
پہنچا اُس کی شجاعت مشہور تھی برہان عماد شاہ نے اُس کی بڑی خاطرداری کی اور اُس
کو دس ہزار سواروں کا سپہ سالار بنایا اس وقت اس کی لڑائی میران محمد فاروقی
حاکم خاندیس سے ہو رہی تھی اس میں جگدیو راؤ کو بھیجدیا اُس نے اکثر لڑائیوں میں
خاندیس کے لشکر کو شکست دی اور غنائم کثیر حاصل کیں اس کے سوا اُس نے برار کے

جگدیو راؤ کا دار السلطنت سے بھاگنا اور برار میں جانا اور باغی ہونا اور شکست پا کر پھر بھاگ جانا

اس لیے ہم کو مناسب معلوم ہوا کہ آپ کے سامنے یہ دلائل پیش کرکے آپ سے درخواست کریں کہ آپ نے یہ جو مضرت ناک اتحاد پیدا کیا ہے اُسے ترک کریں اور صلح کے ساتھ اپنے دارالسلطنت کو چلے جائیں اور ان دونوں کے ساتھ اتحاد رکھیں جن کے درمیان آخر کو صلح ہو جائے اور اس دراز جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا اس زمانہ میں اس مضمون کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے بھی آئے تھے۔

ابراہیم قطب شاہ نے چاہا کہ رامراج سے ملاقات کرکے صلح کی شرائط قرار دے کہ بیجاپور اور احمد نگر کے درمیان مصالحت کرا دے جس کی ضامن درمیانی سلطنتیں ہوں انہیں دنوں یہ خبر آئی کہ یلتم راج برادر رامراج نے سواروں اور بیجاپور کے بعض افسروں کو ساتھ لے کر نیگل کے قریب ملک کو لوٹا مارا ہے۔ اس باب میں حسین نظام شاہ سے خطوط کتابت کرکے چاروں شاہ وہاں ملے جہاں دریا، بیما اور کرشنا ملتے ہیں ان میں مصالحت ہوگئی اور ہر ایک شاہ اطمینان سے اپنے اپنے ملک کو گئے۔ رام راج جو اپنے دارالسلطنت سے غیر حاضر ہوا تو اس کے بھائیوں ٹم رام اور گوبند راج کو جو ادونی میں حاکم تھے۔ فرصت ملی تو اُنہوں نے ادونی پر تسلط کرنے پر بس نہیں کی بلکہ اور ضلعوں کو بزور اپنا تابع بنا لیا۔ جب بیجانگر میں رامراج واپس آیا تو اس نے اپنے بھائیوں کو برادرانہ خطوط بھیجکر سمجھایا۔ مگر اُن کو اپنی سپاہ پر ایسا غرور تھا کہ اُنہوں نے بھائی کے کہنے کو نہ مانا تو رامراج نے ابراہیم قطب شاہ پاس گلکنڈہ ایلچی بھیجے اور کمک کی درخواست کی ابراہیم قطب شاہ نے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے بسر کردگی قبول خاں بھیجے کہ وہ رامراج سے جا کر ملیں۔ رامراج نے بیجانگر میں آن کر اپنی سپاہ کو میدان جنگ میں بھیجا تھا۔ اور اب سدراج ٹماپا۔ نور خاں۔ بجلی خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی سپاہ لے کر کمکی لشکر سے ملیں اور سب ملکر باغیوں سے لڑنے جائیں۔ جب باغیوں نے دیکھا کہ ان شاہی فوجوں سے ہم نہیں لڑ سکتے تو انہوں نے مستحکم قلعہ ادونی میں پناہ لی اس کا چھ مہینہ تک محاصرہ رہا جب اذوقہ کی تنگی ہوئی تو بیجانگر کے راجہ پاس اہل قلعہ نے اپنی عرائض بھیجیں رامراج نے

ابراہیم قطب شاہ

ابراہیم قطب شاہ کی تخت نشینی - شاہان احمد نگر و بیجاپور کی جنگ میں قطب شاہ کی امداد

جب ابراہیم تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے تئیں رموز ملکی سے واقف کیا اور مظلوموں کی دادرسی کی اور مملکت کی ترقی اور استواری کے لیے قوانین اور ضوابط و آئین مقرر کیے جب اور شاہان دکن کو اس کی خبر ہوئی تو اس کو تہنیت نامے لکھے حسین نظام شاہ نے اپنا ایک اعلیٰ درجہ کا امیر قاسم بیگ شیرازی تحفوں کے ساتھ بھیجا اور ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کو ایلچی بنا کے حسین نظام شاہ پاس بھیجا۔

اس نے احمد نگر میں جا کر یہ امر پیش کیا کہ اوّل دونوں شاہوں کی ملاقات ہونی چاہیئے بیدر اور گلبرگہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے جانا چاہیئے یہ مقدمات قاسم بیگ شیرازی امیر نظام شاہ نے گلکنڈہ میں پیش کیے مگر یہ کام التوا میں جب تک رہا کہ دونوں شاہ اپنے سپاہیوں سمیت گلبرگہ میں ملنے آئے انہوں نے یہاں آن کر گلبرگہ کا محاصرہ کیا۔ اہل گلبرگہ نے ایک مہینہ تک اُن دونوں دوستوں کا خوب مقابلہ کیا۔ قلعہ میں دو ایک رخنے ڈال کر حملے ہوئے جن کو اہل قلعہ نے رفع کیا اور نظام شاہ کی سپاہ کے عمدہ افسر مارے گئے۔ گلبرگہ شاہ بیجاپور سے متعلق تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں ان متفق شاہوں کی سپاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے رامراج راجہ بیجانگر سے امداد طلب کی۔ اس درخواست پر وہ خود مع سپاہ کے شاہ بیجاپور کی امداد کو آیا اور اثناء سفر میں اس نے ابراہیم قطب شاہ کو اس مضمون کا خط لکھا آپ کو معلوم ہو کہ بیجاپور اور احمد نگر کے شاہ آپس میں مدت سے لڑ رہے ہیں جنگ کی حالت اور قوتوں میں موازنت ایسی اُن میں متساوی درجہ کی ہے کہ باوجود ایک دوسرے کی سرحد پر ہر سال لشکرکشی کرتا ہے مگر کسی کا پلڑا نہیں جھکتا ہے مگر اب آپ نے اپنی سپاہ نظام شاہ کی طرف بھیجکر اس کا پلہ بھاری کیا ہے باوجودیکہ نہ آپ کے دادا نے لڑائی جھگڑوں میں دخل دیا نہ آپ کے اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان کوئی عداوت کا سبب ہے اس نے اب ہم سے امداد چاہی ہے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان مدت سے رابطہ و اتحاد مستحکم ہے

اور قسمیں کھا کر اُس سے امداد کا وعدہ کیا۔ شاہزادہ ابراہیم اس قلعہ میں گیا جہاں کہ علی
افسروں نے اس کو نذریں دیں۔ یہاں چند روز ٹھیرا ہر روز کول کندہ کے امرا اس کی
خدمت میں حاضر ہوتے۔ دو مہینے میں چار ہزار سوار قواعد داں جمع ہو گئے سیف خاں
نائب سلطنت نے اس کے مقابلہ کے لیے سفر کیا اور گن پور تک آیا کسی نے اس کا مقابلہ
نہیں کیا شاہزادہ نے اس کی پیش قدمی سُنکر کول کندہ ایک نایک داری کو بھیجا کہ وہ قلعہ
کول کندہ میں جا کر وہاں کے نائک داریوں سے سازش کرے اور جگ دیوراؤ کو قید سے
چھٹا کر کویل کندہ میں لے آئے نایک داریوں نے آسانی سے اس سازش میں شرکت قبول
کی اور انہوں نے جگ دیوراؤ کو قید سے رہا کیا اور وہ جگت راؤ کے محل پر گئے جو نائب سلطنت
کی غیر حاضری میں قلعہ دار تھا اس کو پکڑ کر قلعہ گولکندہ میں زنجیروں میں جکڑ کر رکھا پھر وہ ان
بڑے بڑے امیروں کے گھر گئے جو سبحان قلی کے فریق میں تھے جن کو انہوں نے مارا
اور سبحان قلی کو قید کیا اس کے بعد انہوں نے شاہزادہ ابراہیم کو اپنی کامیابی کا حال لکھا
اور دارالخلافہ میں بلایا جب عین الملک نائب سلطنت کو معلوم ہوا کہ دارالخلافہ
کی حفاظت کی تدابیر میں میں ناکام رہا تو اس نے شاہزادہ ابراہیم کو بڑی عاجزانہ
عرضی لکھی کہ معافی نامہ جس پر حضور کی دستخطی مہر ہو عنایت ہو۔ شاہزادہ نے
جواب دیا کہ جب تک میں گول کندہ میں تخت شاہی پر نہ بیٹھوں گا تجھ سے کوئی عہد
نہیں کر سکتا۔ سیف خاں اس جواب کو اپنے مقید اور قتل ہونے کی تمہید سمجھا تو وہ
جمشید کا بہت سا خزانہ لے کر کولاس کی راہ سے پانچہزار سواروں اور بعض اپنے
تابعین کے ساتھ سرحد پر چلا گیا۔ شاہزادہ نے اس کا تعاقب نہیں کیا یہ دارالخلافہ
کی طرف چلا آیا ایک منزل پر سب شہر کے رؤسا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے
ان میں جگ دیوراؤ اور نایک داری تھے جنھوں نے قلعہ گولکندہ کی کنجیاں اُس کے قدموں
میں رکھ دیں دوسرے روز دوشنبہ ۲ رجب ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ کو محمد نگر میں دستور کے موافق شاہ
ہوا اور ابراہیم قطب شاہ لقب ہوا۔

اور دولت خاں قلعہ بھون گر کی طرف بھاگے وہاں پناہ گیر ہوئے اُن کا تعاقب ہوا اور اُن کو محصور کیا۔ قلعہ پر مہینہ بھر تک حملے ہوتے رہے۔ جگدیو راؤ نے بھی قلعہ سے نکل کر دشمن پر حملے کئے اور اس کے مورچوں میں گھس گیا اور بہت سے بہادر افسر اُس کے مارے۔ آخر کو سیف خاں نے شرائط صلح پیش کیں لیکن محصورین نے اُن کو نہ سُنا مگر جب بھوکے مرنے لگے تو مجبور ہو کر قلعہ عین الملک کو سپرد کیا۔ شاہزادہ دولت خاں بدستور سابق قلعہ بھون گیر میں مقید ہوا اور جگ دیو راؤ دار الخلافہ کو بھیجا گیا۔ اب حقیقت میں تلنگانہ کا پادشاہ عین الملک تھا اس نے ارکان سلطنت کو ستانا شروع کیا اُن کو اپنے منصبوں سے معزول کیا چند امراء جو باقی رہے اُن کو بھی اپنے غرور و نخوت کے سبب سے لعن وطعن کی جب امراء کو مایوسی ہوئی تو انہوں نے مخفی جمشید کے چھوٹے بھائی شاہزادہ ابراہیم کو لکھا کہ یہاں آؤ اور شاہ ہو۔ یہ حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شاہزادہ بیجانگر میں رامراج کے سایۂ عاطفت میں رہتا تھا۔ اس مصیبت کی حالت میں دو دوست سید حی اور حمید خاں تھے انہوں نے اس کو صلاح تبلائی کہ دار الخلافہ میں فوراً جائے اور اپنی شاہی کا اشتہار دیجئے۔ شاہزادہ نے رامراج سے بھی اس بات میں مشورہ لیا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ شاہی کے ایسے بیہودہ دعوے کے لیے وہ اس کی خدمت سے جدا ہو مگر آخر کو اُس نے بھی جانے کی صلاح دی اور یہ پیش کیا کہ وہ اپنے بھائی وینکٹادری کو دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ شاہزادہ کو تخت سلطنت پر بٹھانے کے لیے بھیجے مگر سیدحی اور حمید خاں نے شاہزادہ کو صلاح دی کہ وہ اس سپاہ کثیر کے ساتھ لیجانے سے انکار کرے جو اس شاہزادہ کے نام سے وہ کام کر سکتے تھے جو اس کے راجہ کا مقصود تھا کہ اس سلطنت کو غصب کر لے غرض شاہزادہ نے کسی ہندو کو اپنی کمک میں ساتھ نہیں لیا اور بیجانگر سے چلدیا اور نیگل میں پہنچا یہاں اس سے بہت قطب شاہی افسر ملے اور تھوڑے عرصہ میں اس پاس تیس ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے جمع ہو گئے کوءل گنڈہ میں جو نائک داری تھے اُنہوں نے بھی وعدہ کیا کہ قلعہ اس کو حوالہ کر دیں گے۔

شاہزادہ ابراہیم کا شاہ ہونا

اور بیدر کو چلا گیا اور وہاں قاسم برید کو تخت پر بٹھایا۔ قاسم برید نے حسین گوئے اور ناچنے والے جمشید کی ہمراہ کیے اور شاہان بہمنی کے جواہرات جو اس کو ہاتھ لگے تھے وہ نذر میں دئے اب جمشید گول کنڈہ میں آن کر بالکل عیش و عشرت میں ڈوب گیا محل میں پڑا رہتا تھا مہینوں نظر نہ آتا تھا آخر کو بیمار ہوا اور ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء میں سات برس سلطنت کرکے مرگیا اور باپ کی بغل میں قبر میں سویا۔

سبحان قلی قطب شاہ

جمشید قطب شاہ کے مرنے پر اعیان سلطنت نے اُس کے بیٹے سبحان قلی کو تخت پر بٹھایا وہ سات برس کا لڑکا تھا۔ عصاء سلطنت ہاتھ میں نہیں سنبھال سکتا تھا اس لیے اُس کی ماں اور ارکان سلطنت نے سیف خاں عین الملک کو احمد نگر سے بلایا۔ جمشید نے اس کو یہاں سے نکال دیا تھا۔ جگدیو راؤ جو اول درجہ کا امیر تھا اس نے یہ مصلحت جانا کہ دولت خاں جو شاہ مرحوم کا سب سے چھوٹا بھائی تھا شاہ بنائے اس باب میں اس نے بحری خاں اور جگت راؤ سے گفتگو کی۔ ان امیروں نے اس امر کو ناپسند کیا اُن کو اس کے اقتدار پر رشک و حسد پیدا ہوا جگدیو راؤ نے کھلی بغاوت اختیار کی۔ اس نے فوراً دارالسلطنت چھوڑا اور سپاہ کو جمع کرکے بھون گھر میں گیا جہاں شاہزادہ دولت خاں مقید تھا۔ اس نے اس شاہزادہ کو قید سے نکالا اور ہمسایہ میں جو نائیک دار رہتے تھے اُنھوں نے اور بھون گر کے متصل اضلاع نے شاہزادہ کی شاہی کو تسلیم کیا۔

اس عرصہ میں سیف خاں احمد نگر سے آیا اور نائب السلطنت کے عہدہ پر سرفراز ہوا وہ سپاہ لے کر جگدیو راؤ سے لڑنے آیا یہ اس سے لڑ نہیں سکتا تھا اس لیے اُس نے تفال خاں نائب سلطنت برار کو اپنی حمایت کے لیے بلایا۔ تفال خاں فوراً آنکر جگدیو راؤ سے مل گیا اور موضع سنگ رام میں سیف خاں اور باغیوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں دولت خاں کو بالکل ہزیمت ہوئی اور تفال خاں کے سارے ہاتھی اور خیمہ و خرگاہ چھن گئے جگدیو راؤ کے

برہان نظام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ نے بیجانگر کا ملک بہت سا فتح
کرلیا ہے تو اس کو ابراہیم کی سطوت وشوکت ومملکت کے بڑہنے سے خوف پیدا ہوا۔
شاہان دکن کی بڑی حکمت عملی یہ تھی کہ دکن میں قوتوں کی موازنت سلطنت رکھتے تھے
اس لیے اس نے بیجاپور کی مملکت کے شمالی غیر محفوظ حصہ پر حملہ کیا اور قلعہ شولاپور پر جو ہمیشہ
ان دو بادشاہوں میں باعث نزاع رہتا تھا حملہ کیا اس لیے عادل شاہ شمال میں
دشمن سے لڑنے گیا اب دونوں بادشاہوں نے اپنے دوست جمشید پاس گولکنڈہ ایلچی بھیجے
وہ یہ سمجھ کر کہ دونو میں سے کسی ایک کے ساتھ ہونا اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ شولاپور
کے میدان میں آیا۔ اور دونوں لڑنے والے لشکروں کے درمیان اُترا اور ظاہر میں کسی
کا طرفدار نہوا دونوں طرف سے خط وکتابت وقول قرار جاری رکھے اس عرصہ میں اس پاس
ایک خط مخفی برید شاہ کا آیا اس نے وعدہ کیا کہ اگر مجھے قید سے رہا کرادوگے تو میں اپنے
ملک کا ایک حصہ آپ کو دے دوں گا۔ جمشید نے ابراہیم عادل شاہ کے سفیر کو بلایا۔
اور اس سے کہا کہ اگر تمہارا شاہ قاسم برید کو رہا نہ کرے گا تو میں اس سے خط وکتابت ترک
کروں گا اُس کو وہ میرے خیمہ گاہ میں بھیجدے جس سے ثابت ہو کہ وہ آزاد ہوگیا
اور اس کے ساتھ یہ چیزیں بھی مانگیں کہ گھوڑا جس کا نام صباح الخیر اور دو ہاتھی جن کا نام
نان ریزہ اور چنچل ہیں۔ اگر یہ میری سب باتیں منظور ہوں گی تو میں اس کے ساتھ
برہان نظام شاہ سے لڑوں گا۔ ابراہیم عادل شاہ نے یہ سب باتیں اس کی مان لیں
اور اس نے گھوڑا۔ ہاتھی۔ قاسم برید اس پاس بھیجدئے۔ اب جمشید نے مجلس مشاورہ
جمع کی کہ اس نازک معاملات میں جو وہ مشورے دے وہ میں کروں اس نے بیان کیا
کہ برہان نظام شاہ جو ہمیشہ میرا دوست رہا اور اب بھی میری دوستی چاہتا ہے۔ اس
لئے مصلحت ملکی نہیں ہے کہ اس کے برخلاف ابراہیم عادل شاہ سے اتحاد کیا جائے
اور نہ یہ عزت کی بات ہے کہ ابراہیم عادل شاہ سے ترک رفاقت کی جائے جس سے
ابھی عہد و پیمان ہوئے ہیں سب امرار کے مشورہ سے اس نے اپنے خیمے اُکھاڑے

پانچہزار سواروں کے ساتھ اُس کی کمک کے لیے بھیجدیا۔ جمشید نے راہ ہی میں اس کو نراین کہیڑہ میں روکا۔ خود قلب میں رہا! اور میمنہ میں سیف خاں عین الملک کو اور میسرہ میں جگدیو راؤ کو سپہ آرا مقرر کیا۔ قاسم برید نے بھی اپنی سپاہ کو قلب میں رکھا اور میمنہ میں عادل شاہی سپاہ کو اور میسرہ میں اپنے بھائی خان جہاں کو کھڑا کیا نہایت سخت کارزار ہوئی۔

سیف عین الملک نے اپنی بہادری سے دشمن کے میسرہ کو شکست دی اس جنگ میں برید قاسم کے بڑے بہادر افسر سپاہی قتل اور اسیر ہوے۔ اس فتح کے بعد جمشید شاہ اپنے دارالخلافہ میں آیا۔

قاسم برید شاہ کی لڑائیاں اکثر برہان نظام شاہ کے ساتھ رہتی تھیں اس نے مصلحت ملکی اس میں سوچی کہ وہ ابراہیم عادل شاہ سے اتحاد پیدا کرے اس مطلب کے لیے وہ ہمیشہ تحفے تحائف بھیجتا اور اپنی دوستی و یکجہتی جتاتا اُن کے اس ربط کے توڑنے کے لیے جمشید قطب شاہ نے گولکنڈہ میں آنکر یہ تدبیر سوچی کہ برہان شاہ کو لکھا کہ قاسم برید کی عادت ہوگئی ہو کہ ہمسایہ کے ملکوں پر ہمیشہ تاخت و تاراج کرتا ہو اس لیے شاہان دکن کو مناسب ہو کہ متحد ہو کر اس کا استیصال بالکل کریں اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے ابراہیم عادل شاہ سے عہد و پیمان کرنے چاہییں کہ وہ ہمارے ساتھ متفق ہوا ور قاسم برید کا ملک فتح ہو کر آپس میں تقسیم ہو۔ برہان نظام شاہ نے ابراہیم عادل شاہ کو یہ مطلب لکھا وہ دل سے ان کے ساتھ ہوا۔ اور یہ قرار پایا کہ برہان نظام شاہ قاسم برید کے ملک پر حملہ کرے اور بیجانگر پر حملہ کرنے میں عادل شاہ کا مزاحم کوئی نہو۔ پس برہان نظام شاہ نے شرق کی جانب میں قندہار کو حملہ کرکے فتح کرلیا۔ قاسم برید شاہ اس فتح سے متحیر ہوا اُس کو معلوم نہیں تھا کہ آپس میں ان شاہوں کے درمیان سازش ہوئی ہو وہ بیدر میں سپاہ چھوڑ کر اپنے قدیمی دوست ابراہیم عادل شاہ پاس گیا اس نے اُس کو گرفتار کرکے مقید کیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جنوب کی طرف کوچ کیا اور بیجانگر کے ملک میں سے بہت سے حصہ کی فتح میں کامیاب ہوا۔

کر کے انکو مستحکم کرنا چاہیے۔ اور قلعہ کو فرودگاہ بنانا چاہیئے۔ جہاں سے لوٹ مار کے لیئے صف آرائیاں کیجائیں۔ جمشید نے اس تجویز کو منظور کیا اور جگدیو راؤ کو قوی سپاہ کے ساتھ یہاں چھوڑا کہ وہ قلعہ بنائے اور خود قاسم برید کے مقابلہ کے لیئے نرائن کھیڑہ میں ر... نہ ہوا۔ یہاں صف جنگ ہوئی پھر دونوں سپاہیں کچھہ دنوں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ جب جمشید پاس جگدیو راؤ کے قلعہ کی تیاری کی خبر آئی تو کچھہ سپاہ کے ساتھہ جمشید اس قلعہ کی طرف چلا۔ اس اثنا میں قاسم برید شاہ نے گول کنڈہ کی سپاہ کو خوب لوٹا بھگوڑے کولاس میں جمشید سے ملے۔ قاسم برید نے بجائے تعاقب کرنے کے بیدر کی راہ لی تو قطب شاہ لڑائی چھوڑے بغیر کولاس اور نرائن کھیرہ واحسن آباد وگلبرگہ کے ضلاع پر قابض ہوا۔

آخر جنگ میں جمشید ہمیشہ اپنے دوست برہان نظام شاہ کو کل واقعات سے اطلاع دیتا رہتا تھا۔ جب اسکی سپاہ کو کولاس میں خود چلے جانے سے شکست ہوئی تو اُس نے انکو اپنے سارے حال سے اطلاع دی اور لڑائی میں شریک ہونے کے لیئے اسکو بلایا۔ برہان شاہ تو ایسے کاموں میں شریک ہونے کے لیئے تیار بیٹھا رہتا تھا وہ ادسہ اور اودگیر کی طرف گیا اور اُس نے جمشید کو اطلاع دی کہ وہ اور لشکر برابر اُس سے ملنے چلے آتے ہیں اور اسکو صلاح بتلائی کہ دشمن کے ملک پر جو اسکی سرحد پر ہی حملے کرنے شروع کرے کولاس کی راہ سے جمشید چل کر دوستوں کی سپاہ سے جاملا۔ جو ادسہ کا محاصرہ کر رہے تھے۔ یہ آپس میں ٹھیرا کہ دوست تو ادسہ کے محاصرہ پر قرار رکھیں اور جمشید قلعہ میدک کو فتح کرے جسپر قاسم برید نے قبضہ کر لیا ہی۔ جمشید نے آن کر میدک کا خوب محاصرہ کیا اور اس کے نیچے کے قلعے کو جبر و قہر سے فتح کر لیا اور حاکم قلعہ نے ہوشیاری سے اپنے تئیں حوالہ کیا اس عرصہ میں اسکے دوستوں نے ادسہ اور اودگیر کو فتح کر لیا اس سبب سے قاسم برید نے ابراہیم عادل شاہ سے مدد چاہی۔ اوس نے اخلاص خاں کو

جسمیں جمشید شاہ نے اپنی بڑی مردانگی دکھائی۔ بیجاپور کے پادشاہ کو شکست ہوئی۔ اسکے خیمے وخرگاہ اور بنگاہ سب دشمنوں کے ہاتھ آئے اب جمشید قطب شاہ کو موقع ملا کہ وہ قاسم برید سے انتقام لے اسکا پیچھا اُس نے بیدر کے دروازوں تک کیا اور اپنے تئیں اور اپنی سپاہ کو یہاں کے غنائم سے مالامال کیا۔

جب قاسم برید شاہ نے سُنا کہ جمشید قطب شاہ سپاہ متفقہ کو چھوڑ کر اپنے دارالخلافہ کو گیا۔ (فرشتہ اس چھوڑنے کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جمشید قطب شاہ کی یہ خوش طبعی تھی کہ وہ جانب غالب کے ساتھ متفق ہوتا اور پھر اوس کو دفعتہً ایسا چھوڑ کر چلا جاتا کہ اپنے خیمہ وخرگاہ کی بھی خبر نہ لیتا) تو وہ اُن آٹھ ہزار سوار اور بہت سے پیادہ لیکر جمشید پر حملہ کرنے آیا۔ ابھی گل کندہ سے چار کوس پر موضع پہلکور میں قاسم برید پہونچنے نہ پایا تھا کہ اُس کے آنے کی خبر کو جمشید سُنکر ایسا گھبرایا اور اُسکے ہوش وحواس پران ہوئے کہ اپنے دارالخلافہ کو خالی کیا اور قلعہ میں کچھ سپاہ اسکی محافظت کے لیئے چھوڑی اور خود کوشش کی کہ مختلف اقطاع سے اپنے امرا کو جمع کرے دشمن کی توجہ ہٹانے کے لیئے وہ بیدر کی طرف چلا اور کٹانا میں پہنچا اور گرد کے اضلاع کو لوٹ مارا۔ جب برید شاہ نے یہ حال سنا تو اُس نے گول کندہ کا پیچھا چھوڑا اور اپنے دارالخلافہ کی محافظت کے لیئے مراجعت میں جمشید قطب شاہ سے وہ تین سو سواروں ساتھ دوچار ہوا اور اوسکے لشکر پر پٹن چرو کے قریب حملہ کیا۔ جبکا خاتمہ اس پر ہوا کہ دونوں بادشاہ اپنے اپنے دارالخلافہ کو جائیں جمشید شاہ نے اپنی دارالسلطنت میں آن کر روپیہ اور لشکر سب طرف سے جمع کیا اور پھر بیدر کیطرف کوچ کیا۔ کولاس میں پہنچکر اس نے اپنی سپاہ کو چاروں طرف ملک میں لوٹ مار کرنیکے لیئے بھیجا۔ قاسم برید شاہ بیدر سے آٹھ ہزار سوار اور بہت سے پیادے لیکر اسکے مقابلہ کے لیئے نکلا۔ جمشید نے اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا کہ آیندہ کیا کرنا چاہیے۔ جگ دیو راؤ نائک واری نے یہ تدبیر پیش کی کہ کولاس کی بلندیوں پر قبضہ

جمشید قطب شاہ

شاہزادہ کے چند اور خاص نوکروں نے بھی قاسم برید کے لشکر کو چھوڑ کر بیجانگر کا رستہ لیا۔ یہاں شاہزادہ کی تعظیم و تکریم اسکے رتبہ کے موافق ہوئی شہزادہ شہر میں رہتا تھا۔ کہ ایک دن عجب اتفاق ہوا کہ ملک عین الملک گیلانی ابراہیم عادل شاہ کی ملازمت چھوڑ کر رام راج کا نوکر ہو گیا تھا اور اسکو اپنی بہادری اور شجاعت ایسی دکھائی تھی کہ وہ اسکو بھائی کہتا تھا۔ ایک دن وہ رام راج سے ملکر اپنی سپاہ کے ساتھ چلا آتا تھا۔ راہ میں شاہزادہ ابراہیم سے وہ دوچار ہوا۔ شہزادہ اپنے ملازمین اور سیدحی اور حمید خان کے ساتھ جاتا تھا۔ رستہ تنگ تھا ہر ایک اسپر بجد ہوا کہ رستہ اسکے لیئے خالی کیا جائے۔ آخر کو شاہزادہ کے آدمیوں نے جو گھوڑوں پر سوار تھے عین الملک کے آدمیوں پر تلواروں سے وار کیا اور اپنے لیئے رستہ خالی کیا کہ جسکے بعد شہزادہ رامراج سے ملنے گیا۔

جب قاسم برید شاہ گولکندہ سے چلا گیا اور برہان نظام شاہ گولکندہ کے قریب آیا تو جمشید قطب شاہ کو اپنے دارالخلافہ کی طرف سے کوئی فکر دل میں نہیں رہا وہ اپنے دوست سے ملنے چلا۔ جمشید کو برہان نظام شاہ نے امارات شاہی دینے اور اسکے سر پر تاج رکھنے کا ارادہ کیا تو جمشید نے یہ کہہ کر انکے لینے سے عذر کیا اگر میں میدان جنگ میں تاجدار ہونے کا استحقاق نہیں رکھتا تو میں تاج لینے کے لائق نہیں اسکے بعد برہان نظام شاہ نے اسکو اپنے ساتھ اور علاءالدین عماد کے ساتھ یکجہت ہونے کی اور بیجاپور کے بادشاہ سے مخالف ہونے کی ترغیب دی اور ان تینوں شاہیوں کی سپاہ قلعہ شولاپور کے فتح کرنے کے لیے چلی۔ جب ابراہیم عادل نے اس اتفاق کی خبر سُنی تو وہ برید شاہ کو اپنے ساتھ لیکر برہان نظام شاہ کی سرحد پرینده پر چڑھا۔ وہ تینوں شاہیوں کی سپاہیوں سے برابری کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے انکے متفرق کرنے کے لیئے پرینده پر لشکر کشی کی۔ یہاں آنکر اس نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اسکا منصوبہ بن آیا کہ سپاہ متفقہ شولاپور کو چھوڑ کر پرینده کو چلیں۔ ابراہیم عادل شاہ نے ان سپاہیوں کی یہ حرکت سنکر خاص پور مین انپر حملہ کیا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔

تھا۔۔ اور اس کے بڑھنے سے خائف تھا اس لیے فوراً اپنی سپاہ جمشید قطب شاہ
کی کمک کو بھیجی برہان نظام شاہ نے کوہیر کو جو قاسم برید کے قبضہ میں تھا۔ حملہ کر کے
لے لیا اور یہاں سے گول کنڈہ کی طرف آگے بڑھا۔ قاسم برید میں یہ طاقت کہاں تھی
کہ وہ نظام شاہی اور قطب شاہی کے متفق لشکروں کا مقابلہ کرتا اس لیئے وہ بیجاپور
چلا گیا۔ مگر راہ میں اسکو ایسا موقع ملا کہ مہمان نوازی کے حقوق بھول کر اس نے ابراہیم
کے ہاتھیوں اور مال اسباب پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ شاہزادہ کو جب اسکے ارادہ
پر اطلاع ہوئی تو وہ بیجانگر چلا گیا۔ اور رام راج کی دوستی کا طالب ہوا وہ پہلے سلطان
قلی قطب شاہ کا تابع تھا اور اب وہ بیجانگر میں راج کرتا تھا۔

رام راج کی ترقی کی حقیقت دراصل یہ ہی کہ جب سلطان قلی قطب شاہ نے بیجانگر
کی ممالک کی طرف کوچ کر کے سرحد پر بعض اضلاع کو زیر کیا تھا تو وہ مسلمانوں کی سپاہ
کو یہاں چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا اس لئے رام راج کو جو شریف خاندان کا ہندو تھا۔
یہ اضلاع سپرد کئے اور خود گول کنڈہ کو چلا گیا۔ تین برس بعد اس ملک میں عادل شاہ
کی سپاہ جو تاخت و تاراج کرنے آئی تھی اور اُس نے رام راج کی ریاست کو تہ وبالا
کیا تو وہ بھاگ کر سلطان قلی قطب شاہ پاس آیا جسنے اس بھگوڑے پن کو اوس کی نامردی
جانا اور اپنے پاس سے دور جانے کا حکم دیا۔ رام راج نے اس طرح ذلیل ہو کر
وجیانگر کی راہ لی اور کرشن راج کا نوکر ہوا اُس نے اُسکی ایسی قدر کی کہ اپنی بیٹی بیاہ
دی جب خسر کا انتقال ہوا اور وارث تخت و تاج ۔ ابھی گودیوں میں کھیلتا تھا وہ
سلطنت کے کاموں کا انجام نہیں دے سکتا تھا اس لیے رام راج اول اس لڑکے
کی طرف سے نائب وکیل سلطنت ہوا پھر اس نے سلطنت کو غصب کیا اور اپنے تئیں
صاحب اقتدار بنانے میں کوشش کی اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بڑے بڑے
عہدے اور منصب دیئے وجیانگر کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ سید جی اور ریحان حبشی ملقب
بہ حمید خاں اور کاناجی برہمن کو شاہزادہ ابراہیم ہمراہ لے کر رام راج پاس آیا۔

رام راج کی ترقی کا حال

کیا۔ جب قطب شاہ کو یہ خبر ہوئی تو جمشید کو قید کرنے کا حکم دیا اور قلعہ گولکنڈہ کے محلین میں اوسکو مقید رکھا اس قید میں بھی اس نے باپ کو قید حیات سے رہائی دلانے میں تدابیر کیں اور اپنے محافظ اور قلعہ دار گولکندہ کو ترغیب و تحریص کی کہ اُسنے شاہ کو مار ڈالا جسکا اوپر بیان ہوا اس دراز مدت سلطنت میں وہ اپنا ملک اپنے وارثوں کو چھوڑ گیا جو گوداوری سے کرشنا سے پرے تک اور سمندر پر اس خط تک جو حیدرآباد کے ۷۸ درجہ طول بلاد شرقی سے کھینچا جائے اسکے ملک کے شمالی مغربی اضلاع تو مملکت بہمنی کے حصے تھے اور جنوب و مغرب کے اضلاع وجیانگر کے راجہ سے چھینے تھے مگر زیادہ تر اسکی قلمرو میں وہ اضلاع تھے جو اس نے ورنگل کے باقیماندہ خاندان سے اور تلنگانہ کے اور زمینداران سے لیئے تھے۔

وسعت سلطنت قطب شاہ

جمشید قطب شاہ

تخت نشینی جمشید قطب شاہ

سلطان قلی کے مرتے ہی میر محمود قاتل گول کندہ میں آیا اور شاہزادہ جمشید کو قیدخانہ سے نکال کر اپنی جماعت کے ساتھ شاہزادہ قطب الدین کے محل پر گیا جسکو سلطان قلی قطب شاہ نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اسکو اندھا کیا پھر وہ محل شاہی میں آیا اور رسوم کے موافق جمشید کو تخت پر بٹھایا اور سارے ملک تلنگانہ میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور شاہان دکن نے اسکو تہنیت نامے بھیجے۔ جب جمشید نے اپنے بڑے بھائی کی آنکھیں نکالیں تو اوس نے دیورکندہ میں احکام بھیجے کہ وہاں جو اسکا چھوٹا بھائی ابراہیم حاکم قلعہ ہے وہ گرفتار ہو کر یہاں آجائے۔

برادر ابراہیم کی بغاوت

جب شاہزادہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ قاسم برید کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنی امداد چاہی۔ قاسم برید نے اسکی بڑی آؤ بھگت کی اور سپاہ جمع کر کے اور شاہزادہ کو ساتھ لیکر گول کندہ میں بغیر مقابلہ کے آگیا۔ قاسم برید نے دفعتہً تلنگانہ پر چڑھائی کر کے شاہان دکن کو متحیر کیا خاص کر برہان نظام شاہ کو وہ اسکی بلند ہمتی کے خیالات سے واقف

کو اپنے ملک کے انتظام و ترقی میں بسر کرے جسکو اپنی قوت بازو سے حاصل کیا تھا۔
گو اسکا جسم ضعیف تھا مگر دل قوی تھا اب اُس نے اپنی دارالسلطنۃ کو مساجد اور باغات
اور عمارات سے آرائش دینی شروع کی۔ کہتے ہیں جمادی الاول سنہ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء کے آخر
میں جمعرات کے دن گول کنڈہ کی جامع مسجد کی اصلاح کے لیئے دروازہ خاص سے
آیا اور جماعت کی نظر سے مخفی رہا اسکا چہرہ زخم لگنے سے ڈراونا ہوگیا تھا۔ خلقت اسکو
تماشا سمجھ کر دیکھنا بہت چاہتی تھی وہ اس سے پرہیز کرتا تھا۔ غرض وہ مسجد میں آنکر
معماروں کو ہدایت کر رہا تھا کہ اسکے ہاتھ سے وہ رومال گر گیا۔ جسپر بارہ اماموں کا نام
منقش تھا تو اُس نے اصلاح تعمیر کے بتلانے کو اور روز موقوف رکھا اور مسجد سے چلا
گیا۔ اتوار کے دن ۲ رجمادی الثانی سنہ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء کو مسجد میں آنکر نماز پڑھتا تھا کہ شاہزادہ
جمشید قبلی کی اغوا سے میر محمود ہمدانی حاکم و قلعدار گول کنڈہ نے شاہ کو شمشیر سے
شہید کیا۔ اس مقبرہ میں کہ خود تعمیر کرارہا تھا دفن ہوا سلطان قلی نے ساٹھ برس حکومت
کی جس میں ۱۶ برس تلنگانہ میں محمود شاہ بہمنی کے نام سے وہ حکومت کرتا رہا باقی ۴۴ چوالیس
شاہانہ حکومت کی نوے برس کی عمر میں شہید ہوا اسکے چھ بیٹے اور چار لڑکیاں تھیں۔

اولاد قطب شاہ

(۱) حیدر خاں جو باپ کی زندگی میں مر گیا۔ (۲) قطب الدین جس کو شاہ نے اپنا
ولیعہد اور قایم مقام مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی جمشید کے حکم سے اندھا کیا گیا۔
جمشید نے ہی باپ کو مروایا تھا اور تخت کو غصب کیا تھا۔ چند سال بعد قطب الدین
اجل طبعی سے مر گیا۔ (۳) یار قلی جمشید خاں جو اپنے باپ کا جانشیں ہوا (۴) عبدالکریم
جس نے سرکشی کی اور ملک سے چلا گیا اور پیچھے مارا گیا (۵) دولت خاں جسکو شہزادہ
ماد کہتے تھے وہ ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں مرا۔ (۶) ابراہیم جو اپنے بھائی جمشید
کے بعد مسند نشیں ہوا۔

جب یار قلی جمشید نے دیکھا کہ باپ نے قطب الدین کو اپنا ولیعہد بنایا اور اپنی جانشینی
کے لیئے منتخب کیا تو اُس نے باپ کے قتل کرنے اور تخت کے غصب کرنے کا ارادہ

اندھا کرکے ابراہیم عادل شاہ کو پادشاہ بنایا جب سلطان قلی قطب شاہ کوہیر کا محاصرہ کر
رہا تھا تو ابراہیم عادل شاہ نے برید شاہ سے اتفاق کرکے ممالک تلنگانہ کے بعض حصوں پر
تاخت و تاراج کی تھی۔ سلطان قلی نے اب اسکا انتقام لینا چاہا وہ قلعہ ایت گیر پر لشکر
کو لے گیا۔ یہ قلعہ شاہ بیجاپور پاس تھا اور اُس نے اور سپاہ کے دستے روانہ کیئے کہ
اضلاع کاکنی۔ گردلی اوتار گی کو فتح کریں جسکو اسمٰعیل عادل شاہ نے اس عرصہ میں
غصب کرلیا تھا کہ وہ راجہ چندر اور سیتا پتی سے لڑ رہا تھا۔ ان سپاہ کے دستوں
نے تھوڑے عرصہ میں ان اضلاع کو تسخیر کرلیا اور قطب شاہ کے نام سے حکومت
انمیں قائم ہوگئی اسکے بعد قلعہ ایت گیر کو محاصرہ کیا اور اسی وقت اس نے برید شاہ پاس
ایلچی بھیجا۔ اور اُس سے قصبات میڈک اور کولاس طلب کیئے۔ سلطان قلی قطب شاہ
سے قاسم برید شاہ لڑ نہیں سکتا تھا۔ اُس نے ایلچی بھیجکر برہان نظام شاہ احمد نگر سے درخواست
کی آپ مدد کرکے مجھے اس آفت سے بچائیے۔ اس وقت برہان نظام شاہ ابراہیم عادل
شاہ سے ضلع شولاپور کے لیئے جنگ کر رہا تھا وہ اس پیغام سے خوش ہوا کہ اسکو سلطان
قلی قطب شاہ سے عہد و پیمان کرنے کا موقعہ ملیگا۔ جس کی مہربانی کا وہ آرزومند تھا۔
اُس نے اپنے وزیر شاہ طاہر کو قطب شاہ کے لشکرگاہ میں بھیجا۔ اور شرائط صلح یہ ٹھیرائیں
کہ قاسم برید شاہ قلعہ میڈک کو قطب شاہ کے حوالہ کرے اور قطب شاہ اسکے قصور معاف
کرے۔ جب شاہ طاہر گولکندہ میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ برسات کے آجانے کے سبب
سے قطب شاہ ایت گیر کا محاصرہ اُٹھانے کو اور اپنے دار الخلافہ میں آنے کو ہی قطب شاہ
نے شاہ طاہر کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اُس نے قاسم برید کے صلحنامہ پر آسانی سے
دستخط کرالیئے۔ اور شاہ طاہر نے اس سے یہ درخواست بھی کی کہ وہ پانچہزار سوار برہان
نظام شاہ کی کمک کے لیئے بھیجدے کہ وہ قلعہ شولاپور کی تسخیر میں شریک ہوں۔
شاہ طاہر کو بیس ہزار ہُن دیکر رخصت ہوا۔ بعد ان فتوحات کے سلطان قلی قطب
شاہ نے جسکی عمر نوّے برس کی ہوگئی تھی یہ ارادہ کیا کہ حیات کے باقی چند روز کو

سلطان قلی قطب شاہ کی وفات

کریگا تو خدا شاہد ہے کہ شاہ بہت سپاہ بھیجیگا قصبوں کو غارت کریگا اور ملک کو ویران اور قلعہ کو سربند کرکے تسخیر کریگا اور پھر قلعہ میں کسی مرد عورت بچے کی جان نہ چھوڑیگا۔ ہرچند ۔نے صلح کی شرائط کو منظور کرلیا اور شاہ پاس تحائف ونفائس بھیجے سالانہ خراج دینا قبول کیا۔ جب راجہ کے ایلچی آئے تو شاہ نے اُن سے کہا کہ نلکندہ ہی کوہستانی قلعہ ایسا ہے کہ جسکو میں نے فتح نہیں کیا میں اسکی سیر کرنی چاہتا ہوں۔ میری محافظ سپاہ نیچے کھڑی رہیگی۔ میں ایک دو آدمیوں کو ساتھ لیکر قلعہ کے اندر جاؤنگا۔ راجہ نے اسکی درخواست کو اس لیئے قبول کرلیا کہ اس طرح شاہ خود پنجہ میں آئیگا جسکا دم گھوٹ کر نکالا جائیگا مگر نہ سمجھا کہ سلطان قلی یہ پیچ کھیلا کہ اس نے اپنی سپاہ کو کہدیا کہ جس وقت میں قلعہ کے دروازہ میں تین چار آدمیوں کے ساتھ پہنچونگا تو اپنی تلوار ننگی کرونگا۔ اُسے دیکھکر تم آنا میں دروازہ میں جب تک تم آؤ کھڑا رہونگا غرض وہ چار سپاہیوں کے ساتھ جو مکمل ومسلح تھے پہاڑ پر چڑھا جب دروازہ میں داخل ہوا تو اُس نے تلوار کھینچی اور پہرہ کے سپاہی کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالا اور اس کے ساتھیوں نے اور دروازہ بانوں کا خون کیا اور دروازہ پر بالکل قبضہ کرلیا کہ شاہ کی محافظ سپاہ آن پہنچی پھر تو نہ عورت کو نہ مرد کو نہ بچے کو اُس نے زندہ چھوڑا۔ راجہ کو قید کرکے ایک آہنی قفس میں بند کیا اور پھر اوسکو مار ڈالا۔ نلکندہ سے شاہ نے کندبیر کی طرف خراج کے وصول کرنے کے لیئے کوچ کیا۔ یہاں کے راجہ نے خراج کے ادا کرنے میں تغافل کیا تھا۔ کندبیر کا محاصرہ پہلی طرح سے کیا گیا۔ مدت تک اہل قلعہ نے بہادرانہ مقابلہ کیا۔ راجہ نے ایک مسلمان افسر کو رشوت دیکر چاہا کہ صلح ہوجائے مگر بادشاہ نے کہا کہ میں اس قلعہ کو جب تک فتح نہ ہو نہیں چھوڑونگا پھر چند روز میں وہ فتح ہوگیا۔ اہل قلعہ نے اپنے تئیں ہوشیاری سے حوالہ کیا۔ قلعہ کے اندر شاہ نے ایک برج اپنی فتح کی یادگار کے لیئے بنایا اور اپنی دارالسلطنۃ کو آیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کے مرنے کے بعد ملو جانشین ہوا تھا جسکو اسد خاں لاری نے

خوب صف جنگ رہی مگر دوسرے روز برید شاہی سپاہ کو ہزیمت ہوئی اور ایک سو پچاس ہاتھی اسکے دشمنوں کے ہاتھ آئے بعد اسکے سلطان قلی نے اپنی سپاہ کو حکم دیدیا کہ برید شاہ کے سارے ملک میں پھیل کر تاخت و تاراج کریں۔ اگج ویل۔ ایلور۔ پترا ن کے زمینداروں نے آن کر خراج ادا کیا اور اپنا ملک شاہ کی سپاہ کے سپرد کیا جسنے اسپر قبضہ کیا۔ اب سلطان قلی قطب شاہ قلعہ گوہیر کی تسخیر کے لیے آگے بڑھا۔ جب برید شاہ نے یہ سُنا تو وہ قطب سے لڑنے آیا۔ سلطان قلی نے اپنی آدھی سپاہ سے اسکا مقابلہ کیا اور آدھی سپاہ کو محاصرہ میں مصروف رہنے دیا اس لڑائی نے طول کھینچا۔ برید شاہ کی سپاہ نے لشکر کے رسد کی راہ بند کرنے میں کوشش کی اور اُس میں کئی لڑائیاں بھی ہوئیں آخر کو برسات آجانے کے سبب سے طرفین اُسپر راضی ہوئے کہ قاسم برید قلعہ کوہیر کو دیدے اور شاہ گولکندہ اپنی دارالسلطنت کو چلا جائے۔

قطب شاہ کچھ دنوں گولکندہ میں رہا پھر اُس نے ہندؤں پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ اور سپاہ کو فراہم کر کے نلکندہ کی طرف چلا جہاں کے راجہ نے اس ملک میں کچھ غارتگری کی تھی۔ جب قطب شاہ یہاں آیا تو اُسنے قلعہ حوالہ کرنے کے لئے درخواست کی راجہ نے اسکو منظور نہیں کیا تو شاہ نے محاصرہ کیا کچھ دنوں کے بعد راجہ کے بھائی نے قلعہ سے نکل کر شاہ کی سپاہ پر حملہ کیا جس میں وہ خود قید ہوا اور لشکر کو شکست ہوئی۔ اس شکست سے راجہ ہری چند حاکم قلعہ بیدل نہیں ہوا اُس نے کئی حملہ دن رات کو محاصرین پر کئے۔ جنمیں طرفین کے بڑے بڑے بہادر شاہی مارے گئے۔

اس کوہستانی مستحکم قلعہ پر شاہ نے کئی دفعہ حملہ کیا مگر ہر دفعہ وہ ناکام رہا۔ اور اسکا حملہ دفع کیا گیا۔ آخر کو اُس نے علم صلح قلعہ کی دیوار پر پہنچایا اور منادی کی کہ اگر ہری چند گولکندہ کا باجگذار ہونا قبول کرے۔ تو پھر قطب شاہی سپاہ اسکے ملک پر حملہ نہ کریگی اور شاہ گولکندہ کو چلا جائیگا لیکن اگر راجہ ان شرائط کو منظور نہیں

نلکندہ

ہیں گئیں ۔ جاسوسوں نے سلطان قلی کو مطلع کیا کہ عادل شاہ نے گولکندہ کی غارتگری کے لیئے سپاہ بھیجی ہی ۔ تو اُس نے اپنا بھاری اسباب گن پور میں رکھا دور وز میں اس سپاہ کو آن لیا ۔ اس میں ایک آدمی زندہ نہ چھوڑا ۔ جب اسمٰعیل عادل شاہ نے یہ حادثہ سُنا ۔ تو اُسنے جا کر پہلے سے زیادہ سخت کوول کنڈہ کا محاصرہ کیا ۔ جب سلطان قلی کو معلوم ہوا کہ اس محاصرہ کے لیئے عادل شاہ نے مراجعت کی ہی تو وہ اپنے تین ہزار سواروں کو ساتھ لیکر عادل شاہ کے لشکر کے حوالی میں اُترا اور شب خون مارا اور سپاہ کو دشمن کے لیئے رسد بند کرنے کے لیئے بھیجا اسکے بعد ایک لڑائی قصبۂ گن پور کے قریب ہوئی ۔ جسمیں سلطان قلی کے چہرہ پر تلوار کا زخم لگا جس سے ناک کا کچھ حصہ اور ایک گال اُڑ گیا اس زخم نے اُسکی صورت بگاڑ دی ۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ اسد خاں لاری بیجاپور کے ہاتھ سے اُس کے بیٹے جمشید قطب شاہ کے چہرہ پر یہ زخم لگا تھا ۔ کوول کنڈہ کے حوالی میں گیارہ مہینے یہ چپقلشیں ہوتی رہیں ۔ اس عرصہ میں محصورین نے بھی قلعہ سے باہر آنکر محاصرین پر کئی دفعہ حملہ کیا مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ بخار میں مبتلا ہو کر ۱۶ صفر ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء کو اس دنیا سے سفر کر گیا ۔ اور ملو عادل شاہ اسکا جانشین ہوا اور پھر صلح ہو گئی کوول کنڈہ کے قلعہ میں بعض نائک تھے جنھوں نے اپنی مردانگی دکھائی تھی اُنکو سلطان قلی نے انعام اکرام دیئے ۔ اب لشکر کو تین برس برابر لڑتے ہوئے ہو چکے تھے تو اسکے افسروں اور سپاہیوں کو شاہ نے گھر جانے کے لیئے رخصت دی ۔ اور خود اپنی دار السلطنت میں آیا ۔

شوال ۹۳۶ھ ۱۵۳۰ء میں سلطان قلی کے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم قلی رکھا گیا جس زمانہ میں کہ اسمٰعیل عادل شاہ سے قطب شاہ لڑ رہا تھا ۔ تو برید شاہ بیدر نے فرصت پا کر تلنگانہ کے شمالی قصبے و پرگنوں پر تاخت و تاراج کی سلطان قلی کچھ دنوں اپنی دار الخلافہ میں رہا اور پھر میدان جنگ میں آیا کہ اس غارتگری کا انتقام لے وہ بیدر کو روانہ ہوا ۔ اور مخالفوں سے ایک لڑائی ہوئی اور پہلے روز

بریدشاہ سے لڑائی اور کو ہیر کی فتح

کے مانع ہوئے اُنھوں نے کہا کہ آپ پاس صرف تین ہزار سوار جنگ کے قابل موجود ہیں اور باقی سپاہ ہاری تھکی ہی۔ ہاتھی دُبلے اور ضعیف ہو رہے ہیں۔ دو برس سے تلنگانہ میں لڑ رہے ہیں کہاں تک نہ تھکیں۔ سلطان قلی نے جواب دیا کہ میں کبھی دشمنوں کی کثرت تعداد سے خوف زدہ نہیں ہوتا چنانچہ یہ امر رامچندر راجہ کی لڑائی سے ثابت ہی۔ اسلئے افسروں نے کہا کہ برہان نظام شاہ کی کمک پہنچنے تک آپ انتظار کیجئے۔ اس سے اس باب میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مگر وہ اپنے مسلمان ہمسایہ کے برخلاف جبتک وہ اسکو خود برانگیختہ نہ کرے فوراً سفر کرنے میں متامل تھا۔ کوول کندہ کے قلعہ نشینوں کو اطلاع دی گئی کہ پادشاہ خود مدد کرنے آیا ہی جب وہ گن پور میں آیا تو اُسنے اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں اپنا ایلچی بھیجا اور اسکو کافروں کے اغوا سے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر لعنت ملامت کی اسمٰعیل نے یہ بات سُنکر قلعہ کوول کندہ کے محاصرہ میں سپاہ چھوڑی اور خود سلطان قلی سے لڑنے آیا۔

سلطان قلی نے اپنی لشکر گاہ میں علماء اور مشائخ کی انجمن منعقد کی اور اُنسے پوچھا کہ جب کوئی مسلمان پادشاہ کافروں سے رشوت لے کر اپنے ایمان کے اصول کو چھوڑ کر اپنے دوسرے ہمسایہ مسلمان شاہ سے اڑے تو شرعاً اُس سے لڑنا جائز ہی یا نہیں؟ اس انجمن کی رائے یہ تھی کہ ایسے دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرنا چاہیئے جو کافر کے ساتھ کیا جاتا ہی۔ بس اُسنے اپنی تھوڑی سی سپاہ کو یہ بات سمجھائی اور حملہ آوروں سے لڑنے کو آگے بڑھا۔ میمنہ میں عین الملک کو اور میسرہ میں فتح خاں سپہ آرا کو اور قلب میں شاہزادہ حیدر کو معین کیا اور خود منتخب سواروں کے ساتھ ضرورت کے منتظر رہا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے بھی اپنی سپاہ کی صف آرائی کی اور دونوں لشکر جنگ میں مصروف ہوئے۔ سارے دن لڑائی رہی رات نے جنگ کو موقوف کیا کوئی غالب و مغلوب نہوا۔ تین روز تک متواتر لڑائی رہی۔ تیسری رات کو عادل شاہ نے تین ہزار سوار گولکنڈہ کے لوٹنے کے لئے بھیجے۔ چوتھے روز سارے دن لڑائی رہی اور دونوں سپاہ اپنے اپنے خیمہ گاہوں

پناہ لی قطب شاہ نے اوس کو دوبارہ محاصرہ کیا جب ہندوؤں نے دیکھا کہ قلعہ کو ہم بچا نہیں سکتے تو انہوں نے خراج گذار ہونا قبول کیا اور سالانہ تین لاکھ ہن۔ (۱۲۰۰۰۰۰ روپیہ) دینے کا وعدہ کیا اور اسی وقت دو لاکھ ہن (۸۰۰۰۰۰ روپیہ) انہوں نے ادا کر دیئے۔ اور باقی ایک لاکھ ہن کے لیئے چار نوجوان راجہ زادے اول میں دیئے۔ ہندو مسلمانوں کے درمیان ان معاملات کے زمانہ میں قلعہ کنداپلی میں اکثر ہندو جو نائک داری تھے اُنہوں نے قطب شاہ کے بیٹے حیدر خاں کے احکام کا ماننا چھوڑ دیا تھا اور چار مہینے کے عرصہ سے کُھلی بغاوت کرتے تھے۔ جب اُنہوں نے سیورام کی شکست کا اور کندبیر کے دوبارہ مفتوح ہونے کا حال سُنا تو ٹھنڈے ہوئے اور سمجھے کہ ہم کو کامیابی کی امید کم ہی اس لیئے انہوں نے اپنی جان کی اماں مانگی اور لشکر شاہی کو قلعہ کے حوالہ کرنے کے لیئے عرض کیا۔ سلطان قلی نے نائک داریوں کو معاف کر دیا اور اُسنے حکم دیا کہ کنداپلی کی سرکش سپاہ گن پور کے قلعہ میں جائے اور قلعہ گن پور کی سپاہ کنداپلی میں آئے۔

قطب شاہ اور اسمٰعیل کی لڑائی

اس عرصہ دراز کی لشکر کشی کے بعد سلطان قلی نے اپنی دارالسلطنة کی طرف کوچ کیا کہ اثناء راہ میں سُنا کہ بیجاپور کے اسمٰعیل عادل شاہ نے وجیانگر کے راجہ کے اغوا سے قلعہ کوول کندہ کا محاصرہ کر رکھا ہی اور اس خدمت کے لیئے راجہ نے اسکو دو لاکھ ہن (۸۰۰۰۰۰ روپیہ) دیئے ہیں اور پچاس ہزار ہن ہر کوچ پر جو بیجاپور کی سپاہ قطب شاہ کے ملک میں کرے دینے کا اقرار کیا ہی۔

یہاں اس زمانہ میں جعفر بیگ بادشاہ کا قلعہ دار تھا اور ضلع گوول کندہ میں حاکم تھا۔ عادل شاہ نے اسکو بیس ہزار سپاہ سے ایک مہینہ سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اوس نے قطب شاہ کو لکھا کہ اب میرے پاس جنگ کا ذخیرہ بہت کم ہو گیا ہی اگر کمک نہ پہونچیگی تو تھوڑے عرصہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے قلعہ نہیں بچے گا۔ سلطان قلی قطب شاہ نے فوراً اپنا انتظام کیا کہ قلعہ کی کمک کو خود جائے مگر اس کے مشیرکار اسکے جانے

پر حملہ کرنے کے لیئے آگے بڑھی سہیل خاں نے یہ پیچ کیا کہ دشمن نے کہا کہ مجھ میں اسقدر سپاہ کثیر کے ساتھ لڑنے کی تاب وتواں نہیں ہی - مجھے تین روز کی مہلت دو کہ میں قلعہ حوالہ کردوں - اِدھر یہ کہا اُدھر شاہ پاس اپنے ایلچی دوڑا کے اپنے حال سے اطلاع دی - قطب شاہ اس بات کے سُنتے ہی اپنے سواروں کے ساتھ ایلغار کرکے دشمن پر دفعتاً آن پڑا جو اس انتظار میں بیٹھا تھا کہ اب قلعہ حوالہ ہوتا ہی شاہ نے دشمن کو پراگندہ کیا اور اسکا بھاری اسباب چھین لیا اور ساٹھ ہاتھی جو سپاہ محافظ بلمکندہ وکنداپلی کی تنخواہ کے لیئے خزانہ لیئے جاتے تھے وہ پکڑ لیئے اس طرح بیلمکندہ کو دشمن کے محاصرہ سے شاہ نے چھٹایا اور کندبیر کو آیا - توپ خانوں سے قلعہ کی دیواروں کو توڑا پھوڑا اور نیچے کا قلعہ فتح کیا اہل قلعہ اوپر کے قلعہ میں پہاڑ پر چڑھ گیئے - دوسرے روز وہ بھی فتح ہوگیا - بادشاہ نے اپنی سپاہ کو اُسکے لوٹنے کی اجازت دی مگر سب باشندوں کو جان کی اماں دی - جب کرشن رائے راجہ وجیانگر کو کندبیر کی خبر پہونچی تو اُس نے اپنے سپہ سالار اور داماد سیوارام کو ایک لاکھ پیادوں اور آٹھ ہزار سواروں کے ساتھہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیئے بھیجا - قطب شاہ نے اپنی سپاہ کی قوت کو اس طرح ضعیف کرنا نہ چاہا کہ وہ کندبیر میں اسکو چھوڑتا - اُس نے قلعہ کے دروازے جلا دیئے اور اسکی عمارات کو ڈھایا اور کنداپلی کو مراجعت کی اور کرشنا کے کنارہ پر اوترا ہندؤں کو مسلمانوں کی اس دفعتاً مراجعت پر تعجب ہوا - انہوں نے جاکر کندبیر کی دیواروں کی مرمت کی - اور سپاہ وہاں چھوڑی اور اسکو اپنے خزانوں اور بھاری اسباب کے لیئے بنگاہ بنایا - پھر ہندو قطب شاہ کی سپاہ کے پیچھے پڑے قطب شاہ نے اُن کو اپنی لشکرگاہ سے چند میل کے قریب آنے دیا - پھر شاہ پانچ ہزار سواروں کو ساتھہ لیکر ہندؤں کے لشکر پر صبح کو اس طرح گیا جیسا کہ چڑیوں پر باز جھپٹا مارنے جاتا ہی - دو مہینے تک لڑائی رہی - طرفین نے مردانگی دکھائی - آخر کو ہندؤں نے قلعہ کندبیر میں جاکر

تلنگانہ کی حدود تک تاراج کرتا تھا۔ جب اسنے راجہ رامچندر کی شکست کا حال سُنا تو اُسنے ایلچیوں کو سلطان قلی قطب شاہ پاس بھیجا اور آخر کو یہ صلح قرار پائی۔ مسلمانوں اور اڑیسہ کے ہندوؤں کی مملکت کے درمیان حد فاصل دریا گوداوری رہے عہدنامہ پر دونوں قطب شاہ اور وسنا ناتھ دیو (دیجا ناتھ دیو) کی مہریں ہوگئیں اور مسلمانوں کو ضلع ایلور مل گیا۔ جب سپاہ گولکنڈہ میں واپس آئی تو پادشاہ نے سُنا کہ اُسکے ایام غیر حاضری میں وجیانگر کے راجہ کرشن رائے نے اُس کی سرحد کے بعض اضلاع پر حملہ کیا اس لیئے سلطان قلی فوراً لڑائی کے لیئے تیار ہوا۔ اول کنڈبیر کو گیا۔ یہاں آنکر اُسنے قلعہ کا محاصرہ کیا کوہستانی دو قلعوں بسیلم کنڈہ اور راناکنڈا سے جو کنڈسے ہر دو گول (گولی = ۴ کوس) کے فاصلہ پر تھے۔ کندبیر میں سپاہ کی کمک آگئی اور محاصرین پر کئی شب خون مارے اور انھیں کامیاب ہوئے۔ قطب شاہ دشمنوں کے اس طریقہ سے لڑنے سے ایسا حیران ہوا کہ اس نے کندبیر کو چھوڑ کر اون دو قلعوں کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اول اس نے بسیلم کنڈہ کا محاصرہ کیا۔ اِدھر اہل قلعہ نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ ادھر ہندوؤں نے شبخونوں کا مارنا بھی نہیں چھوڑا۔ ان حملوں میں مسلمانوں کے بڑے بڑے بہادر افسر اور بہت سے سپاہی مارے گئے۔ قطب شاہ اپنی ہمیشہ تدبیر کام میں لایا کہ اُس نے سب طرف سے قلعہ پر حملہ کیا اور دیوار پر زینے لگا کے قلعہ فتح کر لیا۔ مگر بہت نقصان اُٹھایا۔ قلعہ میں جو مال واسباب ہاتھ لگا وہ سپاہ میں اُسی وقت تقسیم کر دیا۔ یہاں سُہیل خاں خواجہ سرا کو حاکم مقرر کیا اور خود کندا پلی کو چلا۔ اُس اثنا میں کندہ بیر میں لشکر شاہی کے بہت سے ہندو افسر شہزادہ حیدر خاں کے باغی ہو گئے اسلئے قطب شاہ کو مجبوراً اپنے بیٹے کی سطوت قایم رکھنے کے لیئے مراجعت کرنی پڑی اس عرصہ میں کرشن راؤ راجہ وجیانگر نے یہ دیکھکر کہ مسلمانوں کی سپاہ کندہ بیر کو جاتی ہے ایک سپاہ جمع کی اور اپنے بھتیجے کو پانچ ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار پیادے دے کر مسلمانوں سے میدان میں لڑنے کے لیئے بھیجا یہ سپاہ اپنے مقام مقررہ پر پہنچے اور بسیلم کنڈہ میں سہیل خاں

دوسرے روز اپنی صف آرائی کی۔ گج راجپنار دس ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ قلب میں میمنہ میں اسکا بھتیجا دوناوری دس ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں اور دو ہاتھیوں کے ساتھ۔
میسرہ میں ہری چند اور سیتاپتی دس ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں اور دو سو ہاتھیوں کے ساتھ ہر ہاتھی کے ساتھ چند آدمی تیر و کمان لیئے ہوئے تھے۔ قطب شاہ نے دشمن کے سپاہیوں کی شمار پر کچھ خیال نہیں کیا اُسنے اپنے بیٹے حیدر خاں کو پندرہ سو سواروں کے ساتھ میمنہ میں اور فتح خاں کو اسی قدر سواروں کے ساتھ میسرہ میں مقرر کیا اور قلب میں خود دو ہزار سواروں کے ساتھ لڑنے کھڑا ہوا۔ عادت کے موافق وہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور خدا تعالیٰ کو سجدہ کیا اور بہت گڑگڑا کر دعا کی کہ اے خدا تو کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار کر پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور دشمنوں پر وار کیا اور ہندؤں کو ڈرا کر بھیڑوں کی طرح آگے رکھ لیا۔ اور قصائیوں کی طرح ذبح کیا۔ راجہ رامچندر قید ہوا اور اسکا بھتیجا دوناوری شاہزادہ حیدر کے ہاتھ سے مارا گیا سب ہاتھی اور خزانے چھن گئے اور تمام ملک ساحل بحر تک شاہ کے قبضہ میں آیا۔ یہاں سے قطب شاہ کنداپلی گیا جسکو اُسنے مسخر کیا۔ یہاں سے ایلور اور راجمندری گیا۔ ایلور میں بہت ہندو مارے گئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر راجمندری آیا تو انہوں نے گوداوری کے کنارے پر خیمہ لگایا میاں شاہ کو اطلاع ہوئی کہ درختانوں اور پہاڑوں میں بہت دشمن جمع ہوئے ہیں اور انکا ارادہ اسپر شبخون مارنیکا ہے۔ تو شاہ نے اپنے دو سپہ آرا فتح خاں اور رستم خاں بھیجے کہ وہ دشمنوں کی حرکتوں کو دیکھتے رہیں اور اُنکے مارنے کے لیئے کوشش کریں۔ فریقین میں جنگ ہوئی جب دو ہزار ہندو مارے گئے تو وہ پھر جنگلوں میں چلے گئے اور کھیت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔
دیجانانھ (دیوہ) جسکو عوام الناس گج پتی کہتے ہیں ممالک بنگال میں ساحل سمندر پر

سخت لڑائی ہوئی جسمیں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور سیتاپتی رامچندر دیو پاس بھاگا اور مسلمانوں کے لشکر نے کنداپیں اور اندراکندہ اور ایتگیر پر قبضہ کیا۔ قطب شاہ کم میٹ کو تسخیر کرنے گیا۔ یہ تلنگانہ کے مضبوط قلعوں میں سے تھا قطب شاہ ناحق خونریزی نہیں چاہتا تھا اُس نے حاکم قلعہ پاس ایلچی بھیجا اور اسکو راجہ کی شکست سے مطلع کیا اور اُس سے مسلمانوں کو قلعہ حوالہ کرنے کی درخواست کی جس سے اُس نے انکار کیا مسلمانوں نے کئی حملہ اس قلعہ پر کیئے مگر ناکامیاب رہے پھر قطب شاہ نے خود جھنجھلا کر چاروں طرف سے حملہ کیا مسلمان اپنے سروں پر سپر لگا کر قلعہ کی دیواروں پر زینے لگا کر چڑھ گئے اگرچہ اس طرح مسلمانوں میں جانوں کا زیان بہت ہوا مگر وہ فصیلوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے اس دفعہ اُنہوں نے کسی کو اماں نہ دی ہر ایک مرد عورت۔ بچے کو مار ڈالا فقط سیتاپتی کے عورتوں کو شاہی محل میں داخل ہونے کے لئے زندہ رکھا۔

جب سیتاپتی کو شکست ہوئی تو وہ بھاگ کر راجہ رامچندر لسپر گجپتی پاس گیا۔ جس کا دارالقرار کنداپلی تھا اور اسکے قبضہ میں تلنگانہ اور اڑیسہ ساحل بحر بنگالہ کی حدود تک تھا اور خشکی میں کچھ ملک تھا۔ سیتاپتی نے اس سے یہ بیان کیا کہ سلطان قلی قطب شاہ اپنے جبر و قہر سے مجھے جلا وطن کرنے میں کامیاب ہوا اس نے سارا ملک تلنگانہ فتح کر لیا ہے اب آگے وہ اور قدم بڑھائیگا اور رامچندر کے ملک پر حملہ کریگا جو اُسکی مملکت سے متصل ہے گجپتی رامچندر نے اسکی باتوں کو یقین کر لیا اسکو بڑا بھروسہ اسپر تھا کہ وہ میدان جنگ میں بڑی سپاہ لا سکتا تھا۔ اس نے احکام جاری کیئے کہ کنداپلی میں اسکے تابعین لشکر لائیں یہاں اسنے ایک لشکر جمع کیا جس میں تین لاکھ پیادے اور تین ہزار سوار تھے سب پاس نیزے تھے۔ سیتاپتی و دناوی اور ہری چند اور راو ر نامور راجہ لشکر کے ساتھ تھے ان سب نے باہم اتفاق رکھنے پر قسم کھائی اور سلطان علی قطب شاہ پر حملہ کرنے چلے سلطان قلی نے اُنکے مقابلہ کے لیئے صرف پانچ ہزار سوار تیار کیئے اور دشمن سے پالنچی مقابلہ ہوا ہندوؤں نے

دارالخلافہ کندا پلی … [margin note, partly illegible]

دے تھے اُنہیں بائیں ہاتھ سے عنایت کیجئے اور اپنے ملک میں قوام الملک رہنے نہ دیجئے
ان درخواستوں میں سے علاء الدین عماد شاہ نے کسی درخواست کو نہ مانا اور غصہ میں آنکر
جواب دیا جس کے سبب سے سلطان قلی اپنی سپاہ کے ساتھ اس کی مملکت کی طرف چلا
عماد الملک بھی ایلچ پور سے روانہ ہوا اور رام گیر کے قلعہ کے قریب قطب شاہ سے مقابلہ کیا
دوسرے دن دوپہر تک لڑائی ہوئی۔ قطب شاہ نے فتح پائی۔ علاء الدین عماد شاہ برار کو بھاگا
اور سلطان قلی نے اپنے سات پٹوں میں اپنے آدمی متعین کئے اس کے بعد وہ گل کنڈہ میں آیا
یہاں اُس نے سُنا کہ سیتا پتی راجہ کم میٹ قطب شاہ کے ملک کا وہ حصہ دبا بیٹھا ہے جو اس کے
ملک کے قریب تھا اس راجہ پاس بڑے مضبوط قلعے کم میٹ۔ بیلم کنڈہ۔ ورنگل۔ اور اسکے
سوا اور قلعے بھی تھے اور بارہ ہزار پیادے خوب نشانہ باز اس پاس تھے۔ قطب شاہ نے اول
بیلم کنڈہ کی طرف کوچ کیا اور اس کو جاکر خوب محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ مدت تک رہا۔ شاہ نے
اُس پر زینے لگا کے چاروں طرف حملہ کرکے اسکو لے لیا سپاہی بہت مارے گئے۔

جب راجہ سیتا پتی نے سُنا کہ قلعہ بیلم کنڈہ فتح ہوگیا جس کو وہ جانتا تھا کہ کوئی دشمن اسکے
اندر قدم نہیں رکھ سکتا تو وہ فوج لیکر میدان میں قطب شاہ سے لڑنے آیا وہ بھی لڑنے کو
تیار بیٹھا تھا دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ بڑے بڑے بہادر مسلمان دشمن کے پیادوں کی
قدر انداز آتشبازی سے ہلاک ہوئے مگر آخر کو ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔ راجہ
مع خزانہ اور اسباب گراں مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس کے بعد قطب شاہ گل کنڈہ میں آیا۔ سیتا پتی
شکست پاکر کم میٹ کو گیا اور روپیہ ہمسایہ کے راجاؤں کو جیسے کہ کنڈاپلی اندر کھنڈہ
وار اپلی اور ایٹ گیر کے راجہ تھے چٹھیاں لکھیں اور سب کو بلایا تاکہ متفق ہوکر سلطان قلی
قطب شاہ سے لڑیں جس نے تلنگانہ کا بڑا حصہ تسخیر کرلیا ہے اور ہر روز اپنا استقلال ایسا
بڑھا رہا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں کوئی ہندو رئیس اس کے مقابلہ کا نہیں رہیگا۔ یہ سب راجہ
اس کے بلانے سے کم میٹ کے قریب آپس میں ملے جب سلطان قلی نے ان راجاؤں کا متفق
ہونا سُنا تو ان سے مقابلہ کرنے کے لئے کوچ کیا اور کم میٹ کے قریب ہندوؤں سے سخت

عماد الملک اور سلطان قلی اور قطب شاہ کی لڑائی اور بیلم کنڈہ کی فتح

سیتا پتی راجہ تلنگانہ سے لڑائی

سوار اور دس ہزار پیادے جمع کر لئے تھے اور اپنے ہمسایہ کے ملکوں پر تاخت و تاراج کرتا تھا قطب شاہ کو اپنے دار السلطنت میں آنے سے قوام الملک کی غارت گری کا حال معلوم ہوا اس نے ناصحانہ اور مشفقانہ خطوط لکھے کہ جو مال و اسباب اس نے قطب شاہ کے ملک میں سے لوٹا ہو واپس دیدے اُس نے ایلچیوں کو سمجھا دیا کہ وہ قوام الملک سے کہیں کہ ہمارے شاہ کو ان واقعات پر افسوس ہوا ہے وہ دل سے اپنے سب مسلمان ہمسایوں کے ساتھ دوستانہ رہنا چاہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ سب مومنین بھائی ہیں۔ مگر قوام الملک غرور کے گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ قطب الملک کو اپنے آگے کیا سمجھتا تھا اس نے دوبارہ اپنی سپاہ قطب شاہ کے ملک کی غارت گری کے لئے بھیجی تو پھر قطب شاہ بھی اپنے غصہ کو نہ روک سکا اُس نے اپنے لشکر کو میدان میں آنے کا حکم دیا اور وہ ایل گندیل کی طرف چلا۔ اس مقام سے ایک دن کی راہ پر قوام الملک سے نزدیک ہوا دوسرے روز لڑائی صبح سے دوپہر تک رہی۔ قطب شاہ نے خود اپنے دو ہزار سوار لڑائے۔ اور قوام الملک کو شکست دی جو پراگندہ ہو کر بھاگا اور قلعہ ایل گنڈیل میں چلا گیا۔ اس مقام پر قطب شاہ آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا جب قوام الملک نے دیکھا کہ میں اپنے دشمن سے نہیں لڑ سکتا تو وہ برار کو بھاگ گیا اور علاء الدین عماد شاہ کی امداد کا طالب ہوا۔ چند روز بعد قلعہ ایل گنڈیل قطب شاہ کے ہاتھ آیا اور قوام الملک کے سپاہیوں نے اس کی نوکری کرلی۔ شاہ قلعوں ایلکنڈیل اور لمن گور اپنے سپاہیوں کو سپرد کر کے اپنی دار السلطنت میں چلا گیا۔

قوام الملک برار میں گیا اس نے علاء الدین عماد الملک کو اغوا کیا کہ وہ اس کا معاون ہو اور چلکر اُس کا ملک اُسے پھر دلادے۔ جب قطب شاہ نے یہ سُنا تو اُس نے اپنا ایلچی عماد الملک پاس بھیجا۔ جس نے قوام الملک کی دھینگا دھوکڑی بیان کی۔ اور عماد الملک کو یاد دلایا کہ اس کے لشکر نے وہ سات پٹے (پٹہ ایک تلنگی لفظ ہے جس کے معنی پرگنے کے ہیں) غصب کر لئے ہیں جو محمود شاہ بہمنی نے سلطان قلی کو

اب سپاہ جنگل سے گن پور گئی جو اس قلعہ اور گولکنڈہ کے درمیان تھا۔ شاہ نے جاتے ہی حاکم قلعہ سے کہا کہ وہ اپنے تئیں حوالہ کرے مگر اسنے اس کا جواب توپوں سے دیا اور پھر ایک سپاہ پہاڑ سے اُتر کر میدان میں آئی اور مسلمانوں کی صفوں میں گھس گئی مگر مسلمانوں نے اس حملہ کو ہٹا دیا اور اہل حملہ نے مجبور کیا کہ وہ قلعہ کی چار دیواری میں گھس گئے گن پور کا دو مہینے تک محاصرہ رہا۔ جس میں مسلمانوں کے بہت سے بہادر افسر اور سپاہی کام آئے اور قطب شاہ کو بھی اس کی فتح سے مایوسی ہوئی۔ گن پور کا قلعہ پہاڑ پر تھا۔ اور اس کے دروازہ کو صرف ایک پٹیا جاتی تھی جس کے ہر طرف بڑے غار تھے اور وہ پتھروں سے اور کٹھ گروں سے مسدود تھی اور دروازہ پر دو برج بنے ہوئے تھے جو اس کے محافظ تھے۔ قطب شاہ نے اول یہ دو برج گروائے اور پھر وہ خود سپاہ کو لیکر گیا اور قلعہ کو فتح کر لیا مگر جانوں کا نقصان بہت ہوا۔ گن پور سے گولکنڈہ کو شاہ چلا۔ جس نے بہت دنوں تک بہادرانہ مقابلہ کیا۔ مسلمانوں پر اہل قلعہ نے بعض سخت حملے کئے جن میں طرفین کے بہت سپاہی مرے آخر کو قلعہ میں مسلمان رخنے ڈال کر داخل ہوئے اور آدہی رات کو قلعہ پر حملہ کیا۔ اگرچہ وہ اس کو لے نہ سکے مگر دوسرے روز صبح کو قلعہ دار نے کنجیاں شاہ کے ہاتھ میں دیں اور ہوشیاری سے اپنے تئیں حوالہ کیا۔ اہل قلعہ کو اجازت ہوئی کہ وہ اپنا ذاتی اسباب لے کر چلے جائیں۔ خزانہ سرکاری جو بڑا بھاری تھا وہ شاہ کے ہاتھ آیا جس کو اُس نے وہیں سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ یہاں ایک مسلمان افسر کو حاکم مقرر کیا اور اپنی دار السلطنۃ کو چلا آیا اور اپنے شہر کے سب روسا سے ملاقات کی۔

قوام الملک اور قطب شاہ کی لڑائی

سلطان قلی قطب شاہ جو لشکر کشی کے سبب سے اپنے ملک سے غیر حاضر رہا تو قوام الملک ترک نے اس کے شمالی اضلاع پر حملہ کیا اور ان کو ویران کیا یہ ترک ایک بہمنی سلطنت کا افسر تھا اور آخر سلطنت کی درہمی و برہمی میں قلعوں ایلکنڈیل اور ملن گوپر اور بعض اور اضلاع پر قبضہ کر لیا تھا اور چھ ہزار کے قریب

اور ویران کیا۔ جب سلطان قطب شاہ کو اس غارتگری کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی پانچہزار
سوار اور تیس ہزار پیادے لیکر اس سے لڑنے گیا۔ اس سپاہ کے ساتھ جو دشمن کی سپاہ کے
مقابلہ میں تھوڑی تھی شہر پنگل میں گیا جہاں دشمن مقیم تھا ہندوؤں کے ہراول پر مسلمانوں کا
لشکر ایسا دفعتہً آن پڑا کہ اُس نے کچھ مقابلہ نہ کیا اور اپنے لشکر سے اُلٹا جاکر جا ملا۔ کرشن رائے
اپنی سپاہ کی کثرت پر مغرور تھا اُس نے اپنے لشکر کو مسلمانوں پر جو پنگل کے قریب اُترے
ہوئے تھے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ایک سخت لڑائی صبح سے شام تک ہوئی۔ قطب شاہ
اپنی سپاہ کو جو دشمنوں کی کثرت سے ہراساں ہوئی تھی دلاسا دیتا اور اون کے پژمردہ
دل کو شگفتہ کرتا۔ قطب شاہ کا قاعدہ تھا کہ وہ سواروں کی فوج کو ضرورت
کے وقت کے لئے الگ رکھتا اور وہ اس وقت حرکت کرتی کہ اس کو حکم ہوتا۔ اس میں
منتخب پندرہ سو سوار تھے جب اس کے قلب کی سپاہ فرار ہوئی تو اس نے خود ان سواروں کو
لے کر دشمن پر حملہ کیا۔ ہندو اس تازہ سپاہ کے مقابلہ کے لئے تیار نہ تھے انکی صفیں شکستہ و پراگندہ
ہوئیں اور ایک ہی دفعہ سب فرار ہوئے۔ جنگ کا فیصلہ ہوا اندھیری رات نے انکی مراجعت
پر ایک سیاہ پردہ ڈالا کہ تلوار کی چمک ان پر نہ پڑی۔ ہاتھی اور بھاری اسباب قطب شاہ
کے قبضہ میں ہوئے۔ دوسرے دن قطب شاہ نے پنگل کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ پہاڑ پر تھا
اور اس کے گرد گھنا درختستان تھا۔ مسلمانوں نے اس کو جلدی سے گھیر لیا۔ وہ قریب الفتح نظر
آتا تھا۔ کرشن رائے نے پنگل کا یہ حال سنکر تین سو سوار اور ایک ہزار پیادے کمک کو بھیجے
اور اس سپاہ کو حکم تھا کہ وہ درختستان میں جائے اور دفعتہً محاصرین پر شب خون
مارے اور اسی وقت اہل قلعہ اندر سے باہر آنکر دشمنوں پر حملہ کریں اہل قلعہ نے
چند بار محاصرین پر حملہ کیا جس سے قلعہ ایسا جلد فتح نہ ہوا جیسا کہ ابتدا میں معلوم
ہوتا تھا آخر کو حاکم قلعہ نے جو کرشن راؤ کا قریب کا رشتہ دار تھا۔ قلعہ حوالہ کرنے
کی شرائط پیش کیں اور دوسرے دن قلعہ سپرد کیا اور اہل قلعہ کو اختیار دیا گیا
جہاں چاہیں چلے جائیں۔

بیان وہ ہے جو صدر جہاں نے سلطان قلی کی زبان سے سُنا تھا:

دکن کی تمام تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔

قطب الملک کا شاہ ہونا۔

جب بیجاپور میں عادل شاہ نے اور احمدنگر میں نظام الملک نے اور اور امرار نے شاہ کا خطاب اختیار کیا تو سلطان قلی کے امرار نے بھی عرض کیا کہ آپ اپنے تئیں تلنگانہ کا شاہ بنائیے کوئی اور آپ کے سوا اس خطاب کا مستحق نہیں ہے اور اس پاس اسی مضمون کے خطوط یوسف عادلشاہ احمد نظام شاہ کے آئے تو سلطان قلی نے تخت سلطنت پر شاہانہ جلوس کیا اور حکم دیا کہ سارے ملک میں خطبہ میں دوازدہ امام کا نام پڑھا جائے اور میرا خطاب سلطان قلی قطب شاہ مشتہر کیا جائے۔

راجہ بیجانگر سے راج کنڈہ۔ دیورکنڈہ۔ بیکل کا۔ گن پور۔ اور گول کنڈہ کا تسخیر کرنا۔

سلطان قلی ہر سال بیجانگر کے ہندوؤں پر لشکرکشی کرتا تھا اور اپنی دار السلطنت کو واپس چلا آتا تھا مگر اب اُس نے ارادہ کیا کہ اپنی دار السلطنت کا مقام عین وسط میں قرار دوں اس لئے اُس نے موضع گلگنڈہ کے قریب شہر محمدنگر آباد کیا اور وہاں اپنی دار الحکومت کو منتقل کیا۔ سلطان قلی نے اپنے محسن محمدشاہ کے نام پر اس شہر کا نام محمد نگر رکھا قلعہ گول کنڈہ کی مرمت کے بعد سلطان قلی نے اپنی توجہ قلعہ راج کنڈہ کی تسخیر کی طرف کی جس کے رائے دنکی نائک نے اس کے ملک پر حملہ کیا تھا اُس نے جاکر اس قلعہ کا محاصرہ کیا بھاری توپیں مار کے قلعہ کی دیواروں میں رخنے ڈالدئے۔ اہل قلعہ نے محاصرین پر کئی وار کئے مگر وہ ان کو روک نہ سکے انھوں نے جبر و قہر سے قلعہ لے لیا اور ان کا کچھ نقصان بھی نہیں ہوا راجہ دنکی نائک مقید ہوا اور گلگنڈہ بھیجا گیا۔

شاہ نے دار السلطنت میں آکر دیورکنڈہ کی تسخیر کا ارادہ کیا یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا بہت دنوں تک محاصرہ رکھنے سے وہ تسخیر ہوا۔ شاہ کے حکم سے ہندوؤں کے مکانات اور معابد ڈھاکر خاک میں ملائے گئے اور اسکی جگہ مساجد تعمیر ہوئیں۔

جب کرشن راؤ بیجانگر کے راجہ نے دیورکنڈہ کی فتح کا حال سُنا تو وہ تین ہزار سوار اور تین لاکھ پیادے لے کر قطب شاہ کے ملک پر حملہ کرنے کے لئے آیا اور اس کی سرحد کا ملک برباد

گول کنڈہ کو اپنا دارالقرار بنایا۔

نہایت معتبر اسناد تاریخی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قلی قطب الملک نے اپنی سلطنت کی ابتدائی سالوں میں ہمسایہ کے زمینداران تلنگانہ کو زیر کرنا چاہا۔ اکثر اس کا عمل یہ تھا کہ وہ دشمن کے ملک میں جاتا اور وہاں کے حالات خوب مشاہدہ کرتا اور پھر مراجعت کرتا اور دشمن کو اپنے پیچھے ایسا لگا لاتا کہ وہ اس کی کمین گاہ میں آجاتا پھر یہاں سے نہیں ہلتا۔ مرغوب القلوب کا مصنف صدر جہاں لکھتا ہے کہ میں نے خود اس کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے قاسم برید اور فتح اللہ عماد الملک نے اُن ولایات بہمنی کو بزور لینے کے لئے بلایا جو میرے ہمسایہ میں تھیں مگر میں نے ہمیشہ جانے سے انکار کیا میں اپنی سلطنت اور قوت کو صرف ہندو زمینداروں کے استیصال کرنے سے بڑھانا چاہتا ہوں۔ جو سچے اسلام کے دشمن ہیں اس نے خود ایک دن صدر جہاں سے کہا کہ میں ساٹھ برس سے اعلام اسلام کو بلند کر رہا ہوں اور تلنگانہ کے ہندوؤں کو استیصال کر رہا ہوں۔ حدود ورنگل سے مسلی پٹم اور راج مندری تک اور ان کے درمیان ساٹھ ستر قلعے اپنی سپاہ کے زور سے تسخیر کر چکا ہوں۔ جیسے راج کنڈہ۔ کوول کنڈہ۔ دیور کنڈہ پنگل۔ گن پور۔ جیر کنڈہ۔ بیل کنڈل۔ ملن گور۔ اینگیسر۔ میڈک۔ بھون نگر۔ بیلم کنڈہ۔ ورنگل کم لیسٹ۔ اندرا کنڈہ۔ رام گیر۔ گنداپلی۔ ایلور۔ چٹ کول۔ میں نے آن حضرت اور اُس کی آل کی قسم کھائی ہے کہ اگر میں پادشاہ ہو گیا تو میں مذہب اثنا عشری کے ترویج ان مقاموں میں کروں گا جہاں اب تک اسلام کا علم نہیں گیا۔ یہ نہیں تصور کرنا چاہئے کہ شاہ اسمٰعیل شاہ ایران نے میرے دل میں یہ خیال پیدا کیا ہو بلکہ اس سے پہلے سلطان یعقوب کے زمانہ سے میرا مذہب اثنا عشری تھا یہی میرے آباد اجداد کا مذہب چلا آتا ہے اب میری عمر سو برس کے قریب ہونے کو آئی ہے اس کا زیادہ تر حصہ یعنی مذہب صادقہ کی ترویج میں صرف کیا ہے۔ اب میں دنیا کو ترک کرنا چاہتا ہوں کہ باقی عمر عبادت میں صرف کروں یہاں تک

ایلچ پور میں مرگیا اور شاہ نے اس کے بیٹے علاء الدین کو اس کا قائم مقام کیا اور یوسف عادلخاں بھی کو دل گندہ میں مرگیا اس کی جگہ بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ مسند نشین ہوا۔ شولاپور کا حاکم خواجہ جہاں کا قائم مقام اس کا بیٹا نورخاں ہوا اور اس کو بھی خان جہاں کا لقب ملا اور پرینڈہ اور اس کے مضافات میں حاکم ہوا۔

محمود شاہ کا مرنا

۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء میں محمود شاہ نے دار السلطنۃ میں اپنے امرا کو بلایا اور وہ بیجانگر کی طرف متوجہ ہوا۔ دیولی میں جب آیا تو لشکر شاہی کا مقابلہ ہندوؤں نے شروع کیا۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ ملک قطب الدین نے دشمن کے میمنہ کو ہزیمت دی مگر محمود شاہ قلب سے بھاگا اور گھوڑے سے گرا اور ٹھوکروں میں آنکر قریب المرگ ہوا۔ کچھ زندگی باقی تھی کہ اس کے سپاہیوں نے اسے پہچان لیا اور پالکی میں ڈالکر اس کو میر لطف اللہ پسر شاہ محب اللہ کے خیمے میں لیگئے سپاہ دار السلطنت کو الٹی آئی اور امرا اپنے اپنے علاقوں پر گئے۔ شاہ ایسا ضعیف العقل ہوگیا تھا کہ اس نے قاسم برید کو پھر وزیر مقرر کیا۔ پھر محمود شاہ سخت بیمار ہوا۔ ۲۴۔ ذی الحجہ ۹۱۲ھ ۱۵۰۶ء کو ۴۷ برس کی عمر میں اور سینتیسویں سال سلطنت میں مرگیا۔ اس شاہ کے مرنے کے بعد امراء نے اپنے اپنے صوبوں میں مطلق العنانی اختیار کی تھوڑا سا لحاظ اور پاس جو ابتک شاہ بہمن کا چلا جاتا تھا وہ بھی نہ رہا۔

اول ملک احمد نظام الملک نے جنیر اور دولت آباد میں آزادی کا ڈنکہ بجایا اور انہیں دنوں میں اس نے احمد نگر کے شہر و قلعہ کو آباد کیا اور آیندہ اس کو اپنا دار السلطنۃ بنایا

دوم اسمٰعیل عادل شاہ نے ولایت بیجاپور و مرچ و کونکان غصب کیا اور بیجاپور کو اپنا دار الملک بنایا۔

سوم علاء الدین عماد الملک حاکم برار نے اپنی شاہی کا اشتہار دیا۔ ایلچ پور کو دار الحکومت بنایا۔ چہارم ملک قاسم برید نے محمود شاہ کے خزانہ پر قبضہ کیا اور بیدر میں خود مختار ہوا۔ پنجم سلطان قلی قطب الملک نے شاہی پرچھائیں سے جو اب تک چلی جاتی تھی کچھ محبت رکھی اور صوبہ تلنگانہ پر قبضہ رکھا۔ اور

یہ بڑا عیب تھا کہ وہ آرام طلب اور متلون تھا اوس نے بیدر کے سارے مشائخوں کو ان امیروں پاس بھیجا کہ وہ ان کو سمجھائیں کہ قاسم برید کے خلاف کوئی کام نہ کریں آخر یہ قرار پایا کہ قاسم برید اپنی جاگیر اوسہ اور قندہار کو جائے اور شاہ کا بالکل قبضہ دارالسلطنت بیدر پر ہو اور ہر سال شاہ کی خدمت میں امرار کو آنے کی اجازت ہو اور وہ بیجانگر کے ہندوؤں پر حملہ کیا کریں بعد اس انتظام کے امرار اپنے علاقوں میں گئے۔

قطب الملک کا محمود شاہ کو ہمراہ لیکر ہندوؤں سے لڑائی کرنا

۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء کے وسط میں محمود شاہ بہمنی ہندوؤں سے لڑنے چلا۔ قطب الملک لشکر شاہی سے تین ہزار سوار اور دس ہزار پیادے لیکر ملا اور امرار بھی شاہ سے ملے اور رائچور اور مدگل کے قلعے فتح کئے اور وہ عادل خاں کو ملے اس کے بعد محمود شاہ اپنی دارالسلطنۃ میں آیا اس کے پاس تھوڑی سپاہ رہ گئی کہ ملک قاسم برید نے ۹۔ ذی الحجہ ۹۰۸ھ / ۱۵۰۳ء کو دارالسلطنۃ کا محاصرہ کیا اور دروازہ بانوں کو رشوت دیکر شہر کے اندر داخل ہوا اور سیدھا خاں جہاں وزیر کے محل پر پہنچا اور اُسے مار ڈالا۔ اور شاہ کی بغیر مرضی کے خود وزارت کرنے لگا اور شاہ کے سارے اختیارات لے لئے۔ جب ولایتوں کے حاکموں کو شاہ کا اس طرح مقید ہونا معلوم ہوا تو وہ سب دارالسلطنت کو چلے یہاں جو آئے تو دیکھا کہ ملک قاسم برید اور شاہ (جس کو وہ زبردستی لے آیا تھا) شہر کے باہر خیمہ زن ہیں اور شاہی پھریرا پھرا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاہ کو پورے اختیار حاصل ہیں وہ ساقط الاختیار نہیں

امراء اور قاسم برید کی لڑائی

ایک جنگ عظیم ہوئی۔ طرفین نے داد شجاعت دی۔ قاسم برید نے اور امیروں کے لشکروں کو متزلزل کیا مگر قطب الملک نے اس کے لشکر کے قلب پر ایسا حملہ کیا کہ جنگ کا فیصلہ ہو گیا اور قاسم برید قلعہ اوسہ میں بھاگ گیا۔

سب امرائے متفقہ پادشاہ کی خدمت میں آئے اور اس کو تخت پر بٹھایا اور پھر اپنے اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء میں یوسف عادل خاں سے شاہ ناراض ہو گیا اور ملک قطب الملک کو ہمراہ لے کر اس کی تادیب کے لئے روانہ ہوا مگر پھر اس پر شاہ مہربان ہو گیا اور دارالسلطنۃ کو چلا آیا۔ کچھ دنوں کے بعد ملک فتح اللہ عماد الملک حاکم برار

قطب الملک تھا۔ مسلمانوں کا خوب مقابلہ دو بد وہندوؤں نے کیا صبح سے شام تک
لڑے اور دیونانک کو سب جگہ فتح ہوئی مگر وہ جب سلطان قلی کے سامنے بذات خود
آیا تو قتل ہوا دوسرے روز ہندو میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ پوٹا نائک بیٹے کے
مرنے کے بعد لڑائی کو سنبھال نہ سکا اس نے کچھ عمدہ ہاتھی گھوڑے بادشاہ کو تحفۃً بھیجے اور
سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا اور یہ بھی شرط قرار پائی کہ قلعہ مرچ مع کل اسباب سرکاری کے
شاہ کو حوالہ کیا جائیگا اور شاہ اہل قلعہ کو جان و مال کی امان دیگا پوٹا نائک ایک دن بعد
شاہ کی خدمت میں گیا شاہ نے خود یہ قلعہ پھر اوس کو دیدیا اور اسکا سرکاری اسباب سلطان
قلی کو حوالہ ہوا۔ بہادر گیلانی کی سرزنش کے بعد شاہ اپنی دار الحکومت میں آیا اور سلطان قلی
قطب شاہ تلنگانہ میں حاکم ہوگیا۔ کچھ دنوں کے بعد امیر قاسم برید کہ ارکان سلطنت
میں تھا جب اوس نے دیکھا کہ شاہ پاس کوئی اور لائق امیر کبیر نہیں ہے تو اوسنے شاہ کو
اپنے اوپر ملتفت کیا اور دوبارہ امیر الامرا ہوگیا۔ اول اس کے اختیار کا اثر یہ تھا کہ شاہ
کے قدیمی مقرب اس سے جدا ہوگئے اور آخر کو وہ ایسا محیط ہوا کہ سلطنت کے سارے اختیارات
اسکی مٹھی میں آگئے۔ قاسم برید خوب جانتا تھا کہ میرا ایسا ذی اختیار ہونا یوسف عادل اور
قطب الملک اور اور ولایتوں سے حاکموں کو بالکل ناپسند ہوگا اس لئے اس نے شاہ ہی کو بالکل
معزول کرنا چاہا مگر اس کے یہ منصوبے کھل گئے اور اعیان سلطنت نے اتفاق کر کے ان کو بالکل
مٹا دیا اور انہوں نے پھر ملک قاسم کے اختیارات ایسے قائم نہ رکھے کہ وہ بادشاہ کو کاٹ
کی پتلی کی طرح ہاتھ میں نچاتا یہ قرار پایا کہ ولایتوں کے بعض حاکم دار السلطنت میں جائیں
اور شاہ کے اختیارات کو بحال کریں۔ بیجاپور سے یوسف عادل خاں اور گلبرگہ سے
ملک دینار حبشی اول یہ دو سردار مع لشکروں کے دار السلطنت میں آئے اور یہاں
قطب الملک سے ملے۔ جب یہ سب امرا اتفاق کر کے قریب آگئے تو ملک قاسم نے کفن
پہن اور تلوار گلے میں ڈال شاہ کے قدموں پر سر رکھا اور اپنے قصوروں کی معافی چاہی
اور التماس کی کہ ان امیروں کے ہاتھ سے مجھے بچائیے۔ محمود شاہ بہمنی میں

اور اس کی ذاتی جاگیر میں کوٹ گیر اور اوٹ کالی کا اضافہ کیا۔

تاریخ محمود شاہ بہمنی میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کشور خاں مرگیا تو اس کی جگہ بہادر گیلانی کونکان جس میں دیبل دگوا اور بنا در داخل تھے حاکم مقرر ہوا وہ بہمنی امیر تھا جس نے ایک جنگ میں بڑی بہادری دکھائی تھی اب اس نے بیدر کی سلطنت سے انحراف کیا کہ مدت کے بعد تجارت کے کل جہازوں پر دست غارت دراز کیا ساحل پر گشت کیا اور محمود شاہ سے پادشاہ گجرات کی رعایا کے جہازوں کو پکڑ لیا جو کنارہ کنارہ جاتے تھے اور ان میں تجارت کا مال بھرا ہوا تھا۔

جب محمود شاہ گجرات نے اپنے جہازوں کا حال سنا کہ ان پر بلا نازل ہوئی تو اس نے بہادر گیلانی کو خطوط لکھے کہ مال جو لوٹا ہے واپس کرو بہادر نے مال دینے سے انکار کیا اور خطوں کے جواب سخت سست لکھے۔

محمود شاہ گجرات نے اپنا ایلچی محمود شاہ بہمنی پاس بھیجا جس نے جاکر کہا کہ بہادر آپ کی رعیت ہے اس سے ہمارا تمام مال اور اسباب دلوا دیجئے شاہ بہمنی نے بہت شد ومد کے ساتھ فرمان بہادر کے پاس بھیجے کہ گجرات کے جہازوں کو کھنبائت بھیجدے اور مال اسباب ان کا دارالسلطنت بیدر میں بھیجدے تاکہ اُسے گجرات کے ایلچی کو جو میرے پاس یہاں آیا ہے میں حوالہ کروں جب بہادر کو معلوم ہوا کہ میرے پاس ایسے فرمان ایلچی لئے چلے آتے ہیں تو اون کو رستہ ہی میں روکا اور بیدر کی اطاعت سے انکار کا اشتہار دیا۔

محمد شاہ بہمنی فوراً اس سرکش امیر کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا اور بغیر کسی مقابلہ کے قلعہ مرچ میں آگیا اس ولایت کا زمیندار پوٹا نائک پانچہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے لے کر اس سے لڑنے آیا مگر اس کو مجبوراً حصار مرچ میں جانا پڑا اور لشکر شاہی نے اس کا محاصرہ کیا۔ لڑائیوں میں دیو نائک پسر پوٹا نائک نے بڑے لشکر سے شاہی لشکر کے اس حصہ پر حملہ کیا جس کا سپہ سالار سلطان قلی

جمع کرسکے لیکر آئے۔ اس حکم کی تعمیل میں فصیلوں پر چڑھنے میں بہت آدمیوں کی جانیں گئیں۔ آخر کو حملہ آوروں کو سب مقامات میں شکست ہوئی اور پادشاہ کے محافظین نے شہر کے دروازہ پر قبضہ کرلیا کہ باغی بھاگ کر نکل نہ جائیں۔ رات بہت اندھیری تھی۔ شاہی سپاہیوں نے ایک ہاتھ میں شمع لی اور دوسرے میں تلوار اس طرح اول شب میں وہ خوب لڑے۔ آدھی رات کو چاند نکلا تو شاہ جو اس ہنگامہ میں چند آدمیوں کے ساتھ شریک تھا۔ حسن خواجہ جہاں پاس گیا شاہ کے ساتھ سلطان قلی تھا جس نے آگے بڑھ کے پادشاہ کے لئے دشمنوں کے اندر سے راہ کھولی صبح کو شاہی سپاہ ہر جگہ فتحمند ہوئی اور باغی پراگندہ ہوکر تلوار سے بچنے کے لئے گلیوں میں بھاگے اور فصیلوں سے گرے اور جو گھروں میں چھپتے تھے وہ وہاں سے نکال کر قتل کئے گئے۔

محمود شاہ بہمنی یقینی جانتا تھا کہ سلطان قلی کی ذاتی کوشش سے میری جان بچی ہے اس لئے اس کو قطب الملک کا خطاب دیا اور اس کو دوسرے درجہ کا وزیر مقرر کیا۔ اور باقی کے پانچ ایرانیوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور جنھوں نے بہادری سے اس کی جان بچائی تھی جاگیر اور منصب دیا۔

تاریخ دکن میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب خاندان بہمنیہ کی سلطنت کا ضعف سب پر نمودار ہوا تو امرائے کبار نے شاہ سے کنارہ کیا اور اپنے تئیں مطلق العنان بنایا۔ ان میں ملک دینار حبشی اور ملک خوش قدم ترک تھے جنھوں نے اپنے اقطاع میں شاہی اطاعت سے سرتابی کی۔ محمود شاہ بہمنی ان سے لڑنے گیا اور ملک دینار کو قید کرلیا مگر بعض صلاح کاروں کی سفارش سے اس کا قصور معاف کردیا۔ اور تمام ہاتھی جو اوس سے لئے تھے وہ اس کو واپس دیدئے اس معرکہ میں سلطان قلی نے اپنی شجاعت کے کارنامے دکھائے تھے اس لئے شاہ نے اس کو صوبہ تلنگانہ کا طرفدار بنایا اور امیر الامراء کا خطاب دیا۔

تھا۔ بعض اس کے خاندان کو بڑھاتے ہیں اور مرزا جہاں شاہ مقتول و شاہ ایران کی اولاد میں بتاتے ہیں مگر پہلی بات صحت سے اقرب ہے بہر تقدیر اس کا مولد و منشاء ہمدان ہے وہ سلطان محمد شاہ بہمنی کے آخر عہد میں نوعمری میں دکن میں آیا۔ چونکہ شاہ ترکی غلاموں کو معزز و مکرم رکھتا تھا اس نے بھی اپنے تئیں ان غلاموں کے جرگہ میں داخل کیا علم حساب سے ماہر تھا خط سباق خوب لکھتا تھا اس کو شاہ نے محلات حرم کا مشرف مقرر کیا خواتین اس کے حسن سلوک اور امانت و دیانت سے راضی و شاکر تھیں ملک تلنگ میں اہل حرم کی اقطاع بہت تھیں وہاں سے عرائض شکایت آمیز آئیں کہ پرگنوں میں چوروں اور راہزنوں کی کثرت ہوگئی ہے اور روز بروز رعایا سرکش ہوتی جاتی ہے معلوم نہیں کہ محصول کا دسواں حصہ بھی وہ دیتی ہے یا نہیں۔ شاہ نے چاہا کہ وہاں امراء کبار میں سے کسی ایک کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ بھیجے کہ سلطان قلی نے خواتین حرم میں سے ایک کو واسطہ بنا کے شاہ سے عرض کرایا کہ یہ خدمت مجھے سپرد ہو میں ان حدود میں بے لشکر جاکر باغیوں کو دفع کردونگا اور سرکشوں کا سر اڑا دونگا۔ شاہ نے اس خدمت پر اس کو سرافراز کیا اس نے ان پرگنوں میں جاکر اپنی حسن تدبیر سے بہ تدریج ان کو چوروں اور رہزنوں سے پاک صاف کیا۔

تواریخ ہند میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات کو شاہ شراب پی رہا تھا اور نغمہ و ساز سن رہا تھا۔ پری رووں کے ساتھ اختلاط میں مشغول تھا کہ حبشیوں اور دکنیوں کی جماعت نے اس پر حملہ کیا اس وقت قسمت کی یاوری سے سلطان قلی دس پردیسیوں کے ساتھ بادشاہ کی ذات خاص کا محافظ تھا جب انھوں نے غل سنا تو وہ باہر آئے اور حملہ آوروں کو پرے ہٹایا اور بادشاہ کو ساتھ لیکر قلعہ میں داخل ہوئے۔ سلطان قلی کے پانچ ہمراہی مارے گئے اس نے اور اس کے باقی پانچ ہمراہیوں اور خود بادشاہ نے محل شاہی کی حفاظت تیر و کمان سے کی اس اثنا میں حکیم خواجہ جہاں پاس گیا کہ وہ قلعہ کے برجوں پر جتنے خراسانی

میں نے دکن کے جانے کا قصد کیا شاہ بہمنی کی نذر کے لئے چند گھوڑے اور تحفے لئے مگر میں پہلے شاہ نورالدین سے سفر کی اجازت لینے گیا شاہ نورالدین جیسا میرا قریب کا رشتہ دار تھا ویسا ہی وہ میرا پیر و مرشد رہنما تھا اس نے اپنی بہن کی شادی میرے دادا امیر علی سے کی تھی وہ علم نجوم سے ماہر تھا اور عنایت الہی سے غیب کی باتیں بتاتا تھا جب میں اس سے رخصت ہوا تو اس نے کہا کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں تو بادشاہ ہوگا اوس نے کچھ اشرفیاں مجھے دیں اور دعا دی اور کہا کہ یہ تیری آیندہ کامیابی کی علامت ہے کیا کہوں کہ اس بات نے میرے دل پر کیا سحر کا سا اثر کیا کہ جب میں اور میرا چچا ہندوستان کو چلے تو میں اپنے تئیں بادشاہ سمجھنے لگا بحری سفر ختم کرکے ہم سیدھے احمد آباد بیدر دارالسلطنت دکن میں گئے دو تین روز بعد محمود شاہ بہمنی کی ملازمت میں حاضر ہوئے اور گھوڑے اور تحفے پیش کئے اوس نے ہمارے لئے سکونت کا مکان مقرر کر دیا تھوڑے دنوں کے بعد میرے چچا نے اپنے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ شاہ نے ہرچند اس سے کہا کہ آپ یہیں رہئے مگر اس نے خاص کر اس سبب سے نہیں مانا کہ اس نے یہ سُنا تھا کہ ہمارے خاندان کا قدیمی جانی دشمن امیر یعقوب بیگ مر گیا جس کے ظلم کے سبب سے مجھے جلا وطن ہونا پڑا تھا پھر شاہ نے میرے چچا سے کہا کہ اچھا تم خود جاتے ہو تو بھتیجے کو یہیں چھوڑتے جاؤ میں اس کو اپنے بچوں کی طرح پالوں گا۔ یوں میرا چچا چلا گیا میں اکیلا ہندوستان میں رہ گیا۔

محمود شاہ بہمنی نے اپنے کہنے کے موافق نہایت توجہ و محنت سے سلطان قلی کی پرداخت کی۔ چونکہ اس کو معلوم تھا کہ یہ نوعمر دولت بڑا عالی خاندان ہے نو روز بروز اس پر التفات ایسا زیادہ ہوا کہ شاہ کے فرزندوں اور ارکان سلطنت کو اس پر حسد ہوا اور شاہ سے اس کی چغلیاں وہ کھانے لگے۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان قلی بہارلو ترکوں میں سے اور علی شکر کی قوم سے

شاہ امیر حسن بیگ یا اوزون حسن بیگ نے امیر پیر قلی کو جس کا مزاج صلح جو تھا مطمئن کیا اور پھر اوس کو اور اس کے خاندان کو ستانا چھوڑا - جب امیر حسن بیگ مرگیا اور اس کا بڑا بیٹا امیر خلیل سلطان اس کا جانشین ہوا اوس نے اویس قلی بن امیر پیر قلی قرا قوئیلو کے ساتھ اپنے باپ کا برتاؤ برتا مگر جب امیر یعقوب آق قوئلو پادشاہ ہوا تو اعیان سلطنت نے بتلایا کہ سلطان قلی ولد اویس قلی ہونہار ہے اسی کی تاریخ کا بیان کرنا ہمارا اصلی مقصد ہے وہ اپنے باپ کا بڑا لاڈلا تھا اور اپنے قوم کی امید گاہ تھا قوم جانتی تھی کہ ہمارے دن اسی کے سبب سے پھریں گے اور گئی ہوئی حکومت پھر ہاتھ آئے گی - امیر یعقوب بیگ نے نجومیوں سے سلطان قلی کی قسمت کا حال پوچھا تو اونھوں نے پیشین گوئی کی کہ وہ پادشاہ ہوگا مگر ایران کا نہیں بلکہ ہندوستان میں جس کے میدان میں اسلام کے علم کو وہ بلند کرے گا پھر تو امیر یعقوب بیگ آق قوئلو اس نوجوان کی جان کا خواہاں ہوگیا یہ خبر باپ کو بھی ہوئی تو اوس نے اپنے بھائی امیر علی قلی کے ساتھ اس کو ہندوستان بھجدیا - مرغوب القلوب میں جو صدر جہاں نے خود سلطان قلی کی زبانی حال سُنکر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ وہ امیر قرا یوسف ترکمان کے خاندان میں تھا اور ایران کے پادشاہ جہاں شاہ کے قریب کے رشتہ داروں میں تھا اس کی جنم بھوم سعد آباد تھی جو ایک چھوٹا سا گانوں صوبہ ہمدان میں تھا اس کا خود اپنا بیان یہ ہے جب میری قوم قرا قوئلو کو قوم آق قوئلو نے مغلوب کر لیا تو مجھے بہ مجبوری اپنے بچپنے میں اپنے چچا امیر قلی کے ساتھ ہندوستان کے دکن میں بھاگنا پڑا - یہاں کچھ دنوں رہ کر پھر میں اپنے باپ پاس ہمدان گیا مگر بہمنی شاہ کے دربار کی شان وشکوہ اور اس کی توجہ جو ہمارے حال پر ہوئی وہ میری نوعمری کے خیالات میں ایسی سمائی کہ ہند اور دکن کا تصور رات دن رہتا تھا - میں ایسا کم عمر تھا کہ میرا چچا مجھے دکن میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ مجھے زبردستی ایران کو لے گیا جب ہماری قوم کے دشمنوں کو غلبہ ہوا اور امیر یعقوب بیگ میری جان کا خواہاں ہوا تو

اور کئی سردار مسلمان اور ہندو دولت آباد کی جانب اس لئے گئے کہ عنبر کے خوف سے راجو جنیر میں نہیں آتا تھا۔ راجو گرفتار ہوا اور اس کا ملک نظام شاہ کے قبضہ میں آیا اور اب اس ملک میں عنبر صاحب اختیار رہا اور اس کا استقلال پیشتر سے بیشتر ہوا اب خاندان نظام شاہیہ کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ مرتضیٰ شاہ ولد شاہ علی پادشاہ تھا اور عنبر حبشی ساری سلطنت کے کام کرتا تھا یہ تاریخ مغلیہ میں لکھیں گے کہ یہ سلطنت کیونکر شاہان دہلی کی مملکت کا تتمہ ہو گئی۔

اس سلطنت کی وسعت عظیم یہ تھی کہ حال کا صوبہ اورنگ آباد اور برار کا مغربی حصہ اور ساحل بحر پر گجرات اور بیجاپور کی سلطنتوں کے درمیان کونکان۔

وسعت سلطنت احمد نگر

تاریخ قطب شاہیہ ملک تلنگ

سلطان قلی ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء — جمشید ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء — سبحان قلی ۹۵۷ھ / ۱۵۵۰ء

ابراہیم ۹۵۷ھ / ۱۵۵۰ء — محمد قلی ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء

سلطان قلی قطب شاہ

ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں شاہ خورشید ایرانی نے خاندان قطب شاہی کی تاریخ لکھی تھی کہ تاریخ فرشتہ کے مصنف کی نظر سے بھی نہیں گذری یہ کتاب برگ. صاحب مترجم تاریخ فرشتہ کو ہاتھ آئی۔ صاحب ممدوح نے اس تاریخ سے جو اس خاندان کا حال لکھا ہے اس کا ترجمہ میں کرتا ہوں اور تاریخ فرشتہ سے بھی اس کا مقابلہ کرتا ہوں

سلطان قلی کا نسب نامہ یہ ہے شاہ سلطان قلی بن اویس قلی بن پیر علی. بن امیر الوند بن امیر اسکندر بن امیر قرا یوسف بن امیر قرا محمد بن امیر ترسون بن قرا منصور بن قرا ابراہیم بن قرترش بن امیر تورا بیگ۔ غرض یہ سلسلہ اوغز خاں تک اور پھر حضرت یافت بن نوح تک مورخ نے پہنچایا ہے۔

سلطان قلی کا نسب اور اسکا ہندوستان میں آنا

آق قوئلو اور قرا قوئلو دو ترکی قومیں ایک دوسرے کی رقیب تھیں۔ اول قوم نے دوسری قوم کے سردار امیر پیر قلی کو حکومت سے محروم کر دیا تھا مگر دوسرے قوم کے

کہ وہ بھی عنبر کی طرح مطیع ہو جائے اور ملازمت میں حاضر ہو اور اپنے اقطاع لیکر
واپس جائے۔ راجو نے شہزادہ کے عہد و قول پر اعتماد نہیں کیا تو شہزادہ خشمگیں ہوا اور
اس کے استیصال کا قصد کیا۔ راجو آٹھ ہزار سوار لیکر مقابل ہوا اور جنگ صف نہ کی مگر شہزادہ
کے لشکر کی تاخت و تاراج اس نے ایسی کی کہ شہزادہ نے جالنہ میں خان خاناں پاس کمک
کے لئے آدمی بھیجے خانخاناں خود پانچ ہزار سوار لیکر آگیا جس سے شہزادہ کو آرام ملا راجو
اپنے ملک کی انتہا پر بھاگ گیا۔ شہزادہ برہان پور میں آیا نظام شاہ نے راجو پاس ایک
جماعت کو بھیجا اور عنبر کی سخت گیری کی شکایت کی۔ راجو نے قلعہ پرینده میں آکر نظام شاہ
سے ملاقات کی اور عنبر کے دفع کرنے کا متعہد ہوا اور چند دفعہ جنگ ہوئی ہر دفعہ راجو کو غلبہ
رہا۔ عنبر خانخاناں پاس آدمی بھیجکر کمک کا طالب ہوا خانخاناں نے دو تین ہزار سوار بسرکردگی
مرزا حسین بیگ مقطع ولایت بیر کو اس کی مدد کے لئے بہت جلد روانہ کئے عنبر اس کمک سے
قوی ہوا اور اوس نے راجو کو دولت آباد کی طرف بھگا دیا شہزادہ برہان پور میں مرگیا
عنبر نے فرصت دیکھ کر راجو پر دولت آباد کی طرف لشکر کشی کی۔ مگر اس دفعہ راجو اُس سے
لڑ نہ سکا برہان پور میں خانخاناں پاس کمک کے لئے آدمی بھیجے خانخاناں دولت آباد کیطرف
گیا اور راجو اور عنبر کے لشکروں کے درمیان ایسا مائل رہا کہ ایک دوسرے پر حملہ کرکے
غالب نہ ہو سکا۔ جب عنبر نے خانخاناں کو راجو کی حمایت کرتے ہوئے دیکھا تو اسکے کہنے سے
راجو سے صلح کرلی اور پرینده کے حوالی میں آیا اور خانخاناں جالنہ پور میں گیا۔ ملک عنبر جانتا تھا کہ اول
دفعہ راجو نے لشکر کشی مرتضیٰ نظام شاہ کی فتنہ انگیزی کے سبب سے کی ہے تو وہ اسکے درپے ہوا کہ مرتضیٰ کو
معزول کرکے کسی دوسرے کو دودمان نظام شاہیہ میں سے شاہ بنائے لیکن اس بات پر ابراہیم
عادل شاہ راضی نہ ہوتا تھا ارادہ اس کا قوۃ سے فعل میں ظہور نہ پاتا تھا اوائل ۱۰۱۱ھ میں
عادل شاہ کے کہنے سے عنبر نے نظام شاہ کے ساتھ ملائمت کی اور بعد ازاں ان دونوں میں
صفائی ہوگئی اور ایک دوسرے پر اعتماد کرنے لگے دونو متفق ہو کے دس بارہ ہزار سواروں
کے ساتھ جنیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ نظام شاہ نے اپنے اجداد کے مسکن کو اپنا مقر بنایا

وینکت رائے کو زندہ گرفتار کر کے مقید کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے بھی عنبر سے صلح کر لی۔ عنبر قلعہ پرندہ پر تصرف کرنا چاہتا تھا وہ اواخر ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۴ء میں نظام شاہ کو قلعہ کی طرف لے گیا۔ قلعہ کا تھانہ دار منجھی خاں حبشی بیس برس سے یہاں حاکم تھا اُس نے پیغام نظام شاہ کو دیا کہ ہم تجھکو اپنا صاحب سمجھ کر قلعہ میں جگھ دیتے ہیں لیکن عنبر کو کہ خان خاناں سے ملاقات کر کے اکبر کا نفر بن گیا ہے اعتماد نہیں کرتے اوس کو قلعہ میں نہیں آنے دیں گے۔ عنبر نے کہا کہ میں وینکت رائے و فرہاد خاں و ملک صندل سے ایمن نہ تھا اس سبب سے صلاح وقت دیکھ کر خان خاناں سے ملاقات کی اور بحسب ظاہر اُس کا دوست ہو گیا۔ لیکن میں دل سے نظام شاہ کے دوستداروں میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ لوازم دولت خواہی کو بجا لا کر اس خاندان کی حفظ سلطنت میں مساعی جمیلہ کروں منجھن خاں نے ان مقدمات کو قبول نہیں کیا اور ابواب حرف و حکایات کو بند کیا۔ عنبر نے اس خوف سے مبادا نظام شاہ فرصت پاکر قلعہ میں چلا جائے جس سے منجھن خاں قوی ہو جائے۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو موکلوں کے حوالہ کیا۔ فرہاد خاں و ملک صندل نظام کے گرفتار ہونے سے دلگیر ہوئے اور قلعہ کے نیچے گئے اس سے منجھن خاں مستمال ہوا۔ ایک مہینے تک وہ اعلام مدافعت مرتفع کرتا رہا۔ منجھن خاں کا بیٹا سونا خاں تھا وہ لشکر حصار کے زن و فرزند کے ساتھ بے اعتدالیاں و دست درازی کرتا تھا اونھوں نے ہجوم کر کے اس کو مار ڈالا۔ منجھن خاں جزیدہ بھاگ گیا اور عادل شاہ کا نوکر ہو گیا اہل قلعہ کچھ مدت تک حصار میں متحصن رہے آخر کو عنبر حسن تدابیر سے قلعہ پر متصرف ہوا۔ نظام شاہ پر موکل دور کئے اور اس کے سر پر چتر رکھا اور اس قلعہ میں اس کا مسکن مقرر کر کے آپ خیل و حشم کے ساتھ باہر گیا۔

سنہ ۱۰۱۳ھ ۱۶۰۴ء میں شہزادہ دانیال برہان پور سے دختر عادل شاہ کی پالکی کے استقبال کے لئے احمد نگر کی طرف چلا۔ اور راجو پاس ایک جماعت کو بھیجا

آدمیوں میں سے ایک ملک عنبر حبشی تھا جو قطب شاہی اور عادل شاہی سرحدوں سے شمال میں بیر سے ایک فرسخ پر اور جنوب سے احمد نگر سے چار کوس پر اور مغرب میں دولت آباد سے آٹھ کوس پر اور اسی فاصلہ پر جیول سے ملک اپنے قبضہ میں رکھتا تھا دوسرا راجو دکنی تھا جو دولت آباد پر شمالاً سرحد گجرات تک اور جنوباً احمد نگر تک چھ کوس تک ملک تصرف میں رکھتا تھا۔ دونو بحسب ضرورت مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے قلعہ اور چند قریے اس کے اخراجات ضروری کے لئے چھوڑ رکھے تھے ان دونو آدمیوں میں ہر ایک اس گھات میں لگا رہتا تھا کہ دوسرے کے ملک پر متصرف ہو۔ اس لئے ان میں صفائی نہ تھی ہمیشہ عداوت رہتی تھی ۔ خان خاناں اس بات کو سمجھتا تھا اُس نے اپنے آدمی مامور کئے کہ ولایت عنبر کو جو تلنگ کی جانب واقع ہے متصرف ہوں ۱۰۱۰ھ میں عنبر نے سات آٹھ ہزار آدمیوں کی جمعیت کر کے مغلوں کے تھانے اُٹھا دیئے اور اپنے ممالک سے ان کا تصرف دور کیا۔ خان خاناں نے اپنے بڑے بیٹے ایرج کو پانچ ہزار سوار دیکر عنبر کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا۔ دونو کے لشکر قصبہ نا ندیر میں مقابلہ میں آئے ایک نے اپنی بلند نامی کے لئے اور دوسرے نے اپنے حفظ ملک کے لئے قہر و غضب کے ساتھ ایک دوسرے پر حملے کئے اور گرز و نیزہ و شمشیر و تیر سے ایک نے دوسرے کے منہ توڑے اور خون کی نہریں بہائیں ایرج خاں کو فتح ہوئی ۔ عنبر زخمی ہوا اس کے آدمی میدان سے اس کو اُٹھا کر لے گئے پھر اس نے لشکر کو جمع کیا اور اپنے ممالک کی محافظت میں تگا پو کرنے سے باز نہیں رہا۔ خان خاناں اور عنبر کے درمیان صلح ہوگئی اور طرفین کی ولایت کی حدود مقرر ہوئیں اور عہد و پیمان مدتوں تک ان میں قائم رہے انہیں دنوں میں وینکٹ رائے کولی و فرہاد خاں مولد و ملک صندل خواجہ سرا اور بعض اور سرداران دکن نے عنبر کی رفاقت کو ترک کیا اور مرتضیٰ نظام شاہ ثانی سے جا ملے اور اس کو عنبر کے دفع کرنے کے لئے مستعد کیا اور قلعہ ادسہ کے حوالی میں لشکر گاہ بنایا۔ عنبر ان حدود میں آیا اور مرتضیٰ نظام شاہ پر مقابلہ میں غالب ہوا ۔ اور

عنبر اور ایرج خاں کی لڑائی

عنبر اور نظام شاہ کے معاملات

آہنگ خاں سراسیمہ ہو کر سب اسباب چھوڑ کر جنیر کو بھاگ گیا شہزادہ اور امرائے مغل قلعہ احمد نگر کے نیچے آئے اور بطریق سابق محاصرہ کیا مورچل آدمیوں میں تقسیم کئے اور نقبیں لگائیں اور سرکوب بنائے کہ جن سے قلعہ فتح ہو۔ چاند سلطان نے حمید خاں خواجہ سرا سے کہ قلعہ میں بڑا افسر تھا کہا کہ آہنگ خاں اور سرداروں نے نقض عہد کیا اور ایسی سرکشی و بے اعتدالی کی کہ اکبر بادشاہ خود دکن کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بھی چند روز میں مفتوح ہو جائیگا۔ حمید خاں نے کہا کہ گذشتہ گذشت بالفعل علاج کیا ہے جو کچھ رائے صواب نما کا تقاضا ہو اس کا حکم ہو تا کہ اوس پر عمل ہو۔ چاند سلطان نے کہا کہ صلاح یہ ہے کہ شہزادہ دانیال کو قلعہ تسلیم کیا جائے اور جان و عرض و ناموس کی امان مانگ کر اور بہادر شاہ کو ساتھ لیکر جنیر چلے جائیں اور انتظار کریں کہ خدا کیا دکھاتا ہے جب حمید خاں نے اہل حصار کو طلب کر کے فریاد کی کہ چاند سلطان امرائے اکبری کی ہمزبان ہو تی ہے اور چاہتی ہے کہ قلعہ ان کو سپرد کیا جائے و کنیوں نے حرم سرا میں جا کر چاند سلطان کو شربت شہادت چکھایا۔ اعیان دولت اکبری نے سرنگیں اُڑا کر اور قلعہ کی دیوار گرا کر قلعہ میں دخل کیا۔ اطفال اور زنان جوان کو اسیر کیا اور حمید خاں اور سب اہل قلعہ کو سوا بہادر شاہ کے قتل کیا سرکار نظام شاہی کے نقود و جواہر و نفائس پر شہزادہ دانیال متصرف ہوا اور قلعہ اپنے معتمدوں کے سپرد کر کے اور بہادر شاہ کو ساتھ لے کر برہان پور میں بادشاہ پاس گیا امرائے نظام شاہی نے مرتضیٰ ولد شاہ قلی کو پادشاہی سے منسوب کر کے کچھ دنوں پرینڈہ کو دارالملک بنایا۔ بہادر شاہ نے اس زمانہ تک کہ گوالیار میں محبوس ہوا تین سال اور چند ماہ سلطنت کی۔

مرتضیٰ نظام شاہ ثانی بن شاہ علی بن برہان شاہ اول

مرتضیٰ نظام شاہ کا بادشاہ ہونا اور ملک عنبر اور راجو

مرتضیٰ نظام شاہ ثانی بن شاہ علی بن برہان شاہ اول

جب اکبر پادشاہ برہان پور سے آگرہ تشریف فرما ہوا تو نظام شاہ کے نوکروں میں سے دو آدمی جو خیل و حشم نہیں رکھتے تھے مگر ہمت بلند کی برکت سے امرائے کبار میں سے ہوگئے تھے اونھوں نے سلطنت نظام شاہیہ کو بالفعل سپاہ مغل کے آسیب سے محفوظ رکھا۔ ان دو

پادشاہ نے طلب کیا اور ابوالفضل کو دکن کا سپہ سالار بنا کے بھیجا اور مرزا یوسف کو
اوس کا شریک کیا۔ ۱۵۹۶ء میں خاں خاناں پادشاہ پاس گیا۔ آہنگ خاں پیشوا نے
چاند سلطان کی عداوت میں شدت کی اور یہ ارادہ کیا کہ چاند سلطان کو کسی قلعہ میں
مقید کر کے بہادر شاہ کو اپنے اختیار میں کرنے اور پھرانا و لاغیری کا کوس
بجائے۔ چاند سلطان نے اس کے اس ارادہ پر اطلاع پا کر قلعہ کا دروازہ اوسکے
لئے بند کیا اور حکم دیا کہ وہ قلعہ کے باہر ارکان دولت سے اتفاق کر کے دیوان داری
کا کام کرے۔ آہنگ خاں نے چند روز اطاعت کی اور پھر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اکثر
اوقات طرفین میں لڑائی ہوئی۔ ابراہیم عادل شاہ نے حاجب بھیجکر ہرچند چاہا کہ اُن
میں صلح ہو مگر کسی طرح یہ صورت نہ ہوئی آہنگ خاں کا استقلال حد سے زیادہ ہوا
معرکہ کو خانخاناں کے وجود سے خالی دیکھا۔ عین برسات کے موسم میں دریاء گوداوری
خوب چڑھا ہوا تھا اور شہزادہ کی طرف سے کمک پہنچنی دشوار تھی ایک سرداروں کی
جماعت کو قصبہ بیر کی طرف بھیجا اس قصبہ کا حاکم شیر خواجہ چہ کوس پران سے لڑنے آیا
سخت جنگ کے بعد زخمی ہوا شکست پائی اور قصبہ بیر میں جاکر متحصن ہوا اور اکبر پادشاہ
کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں دکنیوں کی تسلط کی اور شیخ ابوالفضل فہامی و سید یوسف خاں
کی کمک نہ پہنچنے کی شکایت ایسے فقروں میں لکھی کہ پادشاہ نے ابوالفضل کو بلا لیا اتفاقاً
ان دنوں شہزادہ مراد شراب زیادہ پینے سے شاہ پور میں مرگیا۔ اکبر پادشاہ نے
اس کی جگہ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے شہزادہ دانیال کو اور خانخاناں کو احمد نگر کی فتح
کے لئے بھیجا۔ ابھی یہ سرحد دکن پر پہنچنے نہ پائے تھے کہ ابوالفضل کے لکھنے سے خود پادشاہ
۱۵۹۹ء میں دکن کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ نہنگ خاں نے احمد نگر کا محاصرہ چھوڑا
اور پندرہ ہزار سوار و پیادے ساتھ لے کر جے پور کوٹلی گھاٹ پر قبضہ کرنے اور
وہاں لڑنے کے لئے گیا۔ جب شہزادہ اور کل امراء کو اس کی خبر ہوئی تو اس
گذرگاہ کو چھوڑ کر قریہ منوری کی طرف سے کہ صحرائے وسیع ہے احمد نگر کے قصد سے چلے

اور اس کے اتالیق محمد صادق خاں کو شاہ پور میں چھوڑا اور کل امرائے اکبری وراجہ علی خاں برہانپوری بیس ہزار سواروں کو ساتھ لیکر دکنیوں سے لڑنے کے لئے گئے گوداوری کے کنارہ پر دونوں لشکر پندرہ روز تک بے حرکت پڑے رہے ۱۵- جمادی الاول ۱۰۰۵ھ ۱۵۹۶ء کو پہر دن چڑہے جنگ کی صفیں آراستہ ہوئیں۔ عصر کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔ سہیل خاں نے راجہ علی خاں وراجہ جگناتھ کو چار ہزار سپاہ کے ساتھ ہلاک کیا لیکن امراے نظام شاہی وقطب شاہی اکبری سپاہ کے سامنے کھڑے نہ رہ سکے بھاگے۔ سہیل خاں نے افواج خصم کے مقابلہ اور مقاتلہ کو اپنے اوپر فرض جانا۔ شام کے وقت سپاہ مغل کے میمنہ ومیسرہ پر حملہ کیا اور ایسی اون کو شکست دی کہ مقام جنگ سے اون کو شاہ پور تک سپاہ کے ساتھ شہزادہ کے پاس بھگایا۔ صادق محمد خاں کا ارادہ ہوا کہ شہزادہ کو اس ملک دکن سے باہر لے جائے۔ مگر خان خاناں نے باوجود لشکر کے تفرقہ کے رات کو میدان جنگ میں تھوڑی سپاہ کے ساتھ پاؤں جمایا کہ دوسرے روز سہیل خاں پر غالب آیا اور اس کو شاہ درک بھگایا اور امرائے نظام شاہی و قطب شاہی جو روز بھاگے تھے وہ ابتر و پریشان ہوکر احمد نگر اور حیدر آباد کو چلے گئے وہ سمجھے جان بچی ہزاروں پائے۔ خانخاناں نے اس فتح کے بعد قلعہ پرنالہ اور کاویل کی تسخیر کے لئے ایک جماعت کو بہیجا برار کے یہ قلعے مشہور تھے۔ خود جالنہ پور میں اقامت کی۔ شہزادہ سلطان مراد نے صادق محمد خاں پنجہزاری کی تحریک سے خانخاناں پاس پیغام بہیجا کہ فرصت کا وقت ہے کہ احمد نگر کو جاکر تسخیر کریں اور مملکت نظام الملکی پر متصرف ہوں۔ خان خاناں نے جواب دیا کہ بمقتضائے وقت صلاح یہ ہے کہ اس سال برار میں رہ کر اوس کے قلعوں کو مفتوح کریں۔ اور جب یہ مملکت کماحقہ ضبط میں آجائے تو اور جگہ اعلام تسخیر کو بلند کریں۔ یہ جواب شہزادہ کے مزاج کے موافق نہ تھا۔ اس سبب سے خانخاناں اور شہزادہ میں رنجش ایسی بڑہ گئی کہ اکبر شاہ تک شکایتوں کی نوبت پہنچی خان خاناں کو

عادل شاہ سے التجا کی ایسے وقت میں کہ دشمن قوی کمین میں بیٹھا ہے اور اس دو تخانہ کے آدمی سرکشی کر رہے ہیں اور ہر گھڑی فتنۂ آشوب کھڑا کرتے ہیں۔ محمد خاں نے سلطنت کو غصب کر لیا ہی اگر حضرت اس جماعت کی گوشمالی نہ فرمائینگے تو عنقریب یہ مملکت بھی اکبر بادشاہ کی سلطنت میں داخل ہوگی۔ عادل شاہ نے سہیل خاں کو اس مطلب کے لئے احمد نگر روانہ کیا اور اسکو ہدایت کردی کہ چاند سلطان کی مرضی کے موافق کام کرنا۔ سنہ ۱۰۰۵ھ میں سہیل خاں دوبارہ احمد نگر میں آیا محمد خاں قلعہ میں متحصن ہوا اور اس کا قلعہ میں آنے کا مانع ہوا سہیل خاں نے چاند سلطان کی تجویز سے قلعہ کا محاصرہ کیا اور چار مہینے اس میں صرف ہوئے محمد خاں نے خانخاناں سے جو گجرات میں تھا کمک طلب کی کہ آپ آئے اور ملک لے لیجئے قلعہ کے آدمیوں کو جب اس پر اطلاع ہوئی تو وہ اس سے پھر گئے اور اس کو مقید کر کے چاند سلطان کے حوالہ کیا: چاند سلطان نے آہنگ خاں حبشی کو پیشوا اور وکیل السلطنت کیا اور سہیل خاں کو خلعت دیکر بیجاپور کو رخصت کیا۔ اس کو اثنار مراجعت میں دریائے بیما کے کنارہ پر راجہ پور کے حوالی میں معلوم ہوا کہ امرائے اکبری نے یہ نقض عہد کیا ہے کہ قصبہ پاتری وغیرہ پر متصرف ہوئے ہیں جو مملکت برار سے خارج ہیں۔

یہاں اوس نے توقف کیا اور عادل شاہ کو حقیقت حال پر مطلع کیا۔ چاند سلطان اور آہنگ خاں بھی مغل کے نقض عہد پر مطلع ہوئے اور بہت جلد بیجاپور کمک کی طلب کے لئے آدمی بھیجے کہ وہ ان مغلوں کو دکن سے نکالے۔ عادل شاہ نے سہیل خاں کو سپہ سالار بنا کے مغلوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ قطب شاہ نے عادل شاہ کی پیروی کر کے مہدی قلی سلطان کو لشکر تلنگ کے ساتھ سہیل خاں پاس بھیجا اور احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سوار برار کو روانہ ہوئے اور قصبہ سونی پت میں توقف کر کے سامان جنگ تیار کیا۔ خانخاناں سپہ سالار مغل قصبہ جالنہ میں مقیم تھا۔ دکنیوں کا ہجوم دیکھ کر لشکر کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ خود بلدہ شاہ پور شاہزادہ پاس آیا اور حقیقت حال کو معروض کیا وہ چاہتا تھا کہ میرے نام پر فتح ہو۔ شاہزادہ نے

حال درج تھا اتفاقاً جو جاسوس کہ اس نوشتہ کا حامل تھا وہ مغلوں کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا
اس کو محمد صادق خاں اور خانخاناں پاس پہنچایا۔ اونہوں نے ایک خط سہیل خاں کو لکھا کہ ہم مدت
سے آپ کی توجہ کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ یہ منازعہ و مناقشہ رفع ہو جس قدر جلد آؤ گے بہتر ہوگا
اس خط کو مع چاند سلطان کے نوشتوں کے قاصد کے ہمراہ بھیجا۔ سہیل خاں ان نوشتوں
کے پہنچتے ہی کوہستان مانک دوں سے قلعہ احمد نگر کی طرف آیا مغلوں کے لشکر میں قحط پڑا
گھوڑے دُبلے ہوئے شاہزادہ اور تمام امرائے اکبری متفکر ہوئے۔ مجلس استشارہ جمع کی
سب کی رائے اس امر پر قرار پائی کہ اس وقت سپاہ دکن سے جنگ کو موقوف کر کے چاند سلطان
سے اس شرط پر صلح کر لینی چاہیئے کہ وہ ولایت برار پادشاہ کی پیشکش میں دے باقی
ولایت اس پاس حسین شاہ کے زمانہ کے مطابق رہے گی۔ سید مرتضیٰ کی معرفت اس طرح صلح
ہو گئی شاہزادہ اور خانخاناں اوائل شعبان میں برار کو روانہ ہوئے سہیل خاں اور سپاہ
سپاہ احمد نگر میں داخل ہوئے۔ میاں منجھو نے چاہا کہ احمد شاہ پہلی طرح سے احمد نگر کا پادشاہ
رہے۔ آہنگ خاں نے احمد شاہ کو نکال کر میاں منجھو کے لئے قلعہ کا دروازہ بند کیا اور جو ندکے
تھانہ دار پاس آدمی بھیجکر بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو اپنے پاس بلایا قلعہ کے اندر اس
کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ میاں منجھو فتنہ اوٹھانا چاہتے تھے کہ ابراہیم عادل شاہ نے احمد شاہ
کو اچھی جاگیر اپنے علاقہ میں دیدی اور میاں منجھو کو اپنے امرا میں داخل کر لیا۔ یوں فتنہ کو
مٹایا۔ احمد شاہ کی سلطنت آٹھ مہینے رہی۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ ثانی

چاند سلطاں نے اپنی کوشش سے بہادر شاہ کو صاحب افسر کیا اور محمد خاں
کو پیشوا بنایا اس نے زمانہ کی رسم و عادات کے موافق اپنے استحکام میں
کوشش کی اور اپنے اعوان و انصار کو مناصب ارجمند پر سربلند کیا اور آہنگ خاں
اور شمشیر خاں کو حسن تدبیر سے گرفتار کر کے محبوس کیا اور امرا یہ حال دیکھکر
دل تنگ ہوئے اور اطراف میں چلے گئے۔ چاند سلطان اپنا زوال دیکھکر مضطرب ہوئی

بھرے گئے اسکے سوراخوں کو گچ وسنگ سے بنایا تھا ۔ رجب جمعہ کو ظہر کی نماز کے بعد انکے اڑانے
کا ارادہ تھا کہ خواجہ محمد خاں شیرازی جو شاہزادہ کے لشکر میں تھا ترحم کرکے اندہیری رات میں قلعہ کے
اندر گیا اور اہل قلعہ کو نقب کے مقامات تبلادئے اور سپاہ مغل کے ارادہ سے اطلاع دی
کہ وہ کل ان نقبوں کو اڑائیں گے ۔ نقبوں کا پتا جہاں محمد خاں نے بتلایا تھا وہاں چاند بی بی
کے حکم سے سب چھوٹے بڑے کھودنے میں لگے ۔ جمعہ کے دوپہر تک دو نقبوں کو دریافت کرکے
باروت نکال لی اور نقبوں کے پیدا کرنے میں مصروف تھے شہزادہ و صادق محمد خاں یہ نہیں
چاہتے تھے کہ خان خاناں کے نام فتح ہو ۔ شہزادہ کے حکم سے امرائے اکبری سوائے خانخاناں کے
قلعہ کے پاس آئے اور نقبوں میں آگ لگائی اور پچاس گز کے قریب دیوار گرائی اس دیوار کے نزدیک
جو آدمی تھے وہ سنگ و خاک کے نیچے ہلاک ہوئے اور جو دور تھے وہ فرار پر تیار ہوئے رخنہ کو
خالی دیکھ حصار کے خالی کرنے پر آمادہ ہوئے مگر چاند بی بی نے برقع اوڑھا ۔ اور سلاح جنگ
کو لگایا اور پابرہنہ شمشیر دردست اپنی خدمت کے آدمیوں کو ساتھ لیکر اس رخنہ کے
پاس آئی جب اہل قلعہ نے اس عورت کی یہ ہمت دیکھی تو مرتضےٰ خاں و آہنگ خاں
و شمشیر خاں وغیرہ ناچار گوشہ و کنارے سے نکل آئے شاہزادہ اور امرا اور نقبوں
کے اڑنے کے منتظر تھے اور وہ خالی ہو چکی تھیں ۔ اس سبب سے اہل قلعہ کو فرصت
ملی کہ توپ و تفنگ و ضرب زن اور آلات آتشباری اس رخنہ پر لگاکے اوس کو
دہلیز دوزخ بنا دیا جب اور نقبوں کے اڑنے سے مایوس ہوئے تو سپاہ مغل اس
پر اڑنے آئی ۔ اندر باہر کے آدمی خوب لڑے اکبری لشکر کے آدمی اتنے مرے کہ خندق
مردوں کی لاشوں سے بھر گئی رات ہوگئی قلعہ نہ فتح ہوا صادق محمد خاں اور شہزادہ
دلگیر ہو کے اپنے خیموں میں گئے ۔ چاند بی بی کا خطاب اس شجاعت و مردانگی
کے سبب چاند سلطان ہوا اس نے رات میں اس رخنہ کو گل و سنگ سے دو
تین گز اور بلند بنا لیا اس عرصہ میں سہیل خاں دکن کے لشکر کو لیکر بیر میں آگیا تھا
اس کو نوشتہ بھیجا گیا جس میں غلبہ اعدا اور زبونی اہل حصار و قلت و کمی آذوقہ کا

قیام نہیں رکھتا اس سبب سے آہنگ خاں رات کے وقت شاہ علی اور اُسکے بیٹے مرتضیٰ کی ملازمت
یں جاسوس کی رہنموئی سے چلا یہ ایک نادر اتفاق ہے کہ اُسی دن کی صبح کو سلطان مراد حصار
کے ملاحظہ کے لئے اور مورچل اور النگ کی تاکید کے واسطے سوار ہوا اسنے جانب شرقی کو خالی دیکھکر
خانخاناں کو یہاں بھیجدیا تھا آہنگ خاں کو اسکی خبر نہ تھی وہ اندہیری رات میں تین ہزار سوار اور ایکہزار
پیادہ توپچی لیکر یہاں آیا اس نے غنیم کے لشکر کو غفلت میں پایا اسکو غنیمت جانا اور شمشیر بازی
شروع کی۔ خانخاناں دو سو تیر انداز سواروں سے اور دولت خاں لودھی کہ میر شمشیر اوسکا
تھا چارسو جوانوں سے لڑنے آئے اور ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ پیر خاں پسر دولت خاں بھی چھ سو
آدمیوں کو لیکر شریک جنگ ہوا آہنگ خاں نے جب دیکھا کہ میدان جنگ میں ثابت قدم
رہنا ہلاک ہونا ہے تو وہ پسر شاہ علی اور اور چارسو آدمیوں کو ساتھ لے کر قلعہ میں چلا آیا
شاہ علی ایک ضعیف و نحیف مرد تھا اوس نے قلعہ میں جانے سے انکار کیا اور چند روز کی زندگی
غنیمت جانکر اپنے لشکر کے ساتھ جس راہ سے آیا تھا اوسی راہ چلا گیا۔ دولت خاں نے اسکا
تعاقب کرکے نو سو آدمی اس کے مارڈالے۔ جب دار السلطنت بیجاپور میں احمدنگر کی ویرانی اور
طائفہ مغلیہ کی استیلا کی خبر آئی اور چاند بی بی کے استغاثہ کے نوشتے متواتر عادل شاہ پاس
آئے تو اُس نے سہیل خاں خواجہ سرا کو پچیس ہزار سواروں کے ساتھ شاہ درگ روانہ کیا میاں
منجھو احمد شاہ کو لیکر سہیل خاں سے ملا اور محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے مہدی قلی سلطان ترکمان
بھی سرلشکر تلنگ پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ آنکرل گیا۔ جب شاہ درگ میں سپاہیوں کے
جمع ہونے کی خبر شاہزادہ مراد کو آئی تو اس سبب سے کہ خانخاناں اور اس کے درمیان
نفاق تھا اس صادق محمد خاں اتابک کے امرائے کبار سے مشورہ کیا سب نے مراسم استخارہ
اور لوازم استشارہ کی تقدیم کے بعد متفق اللفظ والمعنی بیان کیا کہ جب تک لشکر دکن یہاں
آئے۔ ان حدود میں نقبیں کھودی جائیں اور دیوار قلعہ کے نیچے کی زمین خالی کی جائے
اور اس طرح فتح کیا جائے۔ شاہزادہ نے اس کام کے واسطے حکم دیدیا۔ تھوڑے دنوں میں
ہنرمند نقابوں نے پانچ نقبیں شاہزادہ کے مورچل سے قلعہ تک پہنچا دیں انہیں باروت و توپ

احمد نگر و برہان آباد کے تمام منازل و مساکن برباد ہو گئے۔ اس کو مذہب تسنن میں کمال تعصب تھا اس نے چاہا کہ محبان اہل بیت کو کہ لنگر دوازدہ امام مشہور تھا غارت کرکے وہاں کے رہنے والوں کو قتل کرے۔ شاہزادہ اور خانخاناں نے مطلع ہو کر اس کو زجر و ملامت کی اور عبرت کے لئے بہت سے غارتگروں کی سیاست کی لیکن احمد نگر کی خلایق جب متاع دنیوی اُن پاس کچھ نہ رہی تو رات کو جلا، وطن ہو کر میں کہیں تو کہیں جہاں جس کے سینگ سمائے چلے گئے۔ امرائے نظام شاہ کے تین فریق ہو گئے جن میں کوئی ایک دوسرے کا مطیع نہ تھا اول فریق میاں منجھو کا کہ احمد شاہ کو پادشاہ جانے ہوئے تھے عادل شاہ کی سرحد کی جانب بیٹھے ہوئے تھے دوم اخلاص خاں حبشی کہ حوالی دولت آباد میں موتی شاہ مجہول النسب کو سلطان کے نام سے مخصوص کرکے اطاعت کے حلقہ میں سر ڈالے ہوئے تھے سوم آہنگ خاں حبشی کہ وہ بھی عادل شاہ کی سرحد میں اقامت رکھتا تھا۔ اُس نے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو جو بیجاپور میں رہتا تھا اور اس کی عمر قریب ستر برس کے ہو گئی اپنے پاس بلایا اور چتر اس کے سر پر رکھا اور پادشاہ بنایا اخلاص خاں جرأت کرکے دس ہزار سواروں کے ساتھ دولت آباد سے احمد آباد کی طرف چلا خانخاناں سپہ سالار نے دولت خاں لودھی کو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ اس کے دفع کرنے کے لئے نامزد کیا۔ گوداوری کے کنارہ پر لڑائی ہوئی اہل دکن کو شکست ہوئی اور دولت خاں و سپاہ مغل نے تعاقب کیا اور قتل و غارت کرتے ہوئے قصبہ پٹن میں آئے۔ یہ شہر بہت آباد تھا اس کو بال بال ایسا لوٹا کہ عورت و مرد پاس لتّا بدن ڈہکنے کو نہیں رہا۔ پھر وہ احمد نگر کو دوڑے۔ چاند بی بی بہ سبب بہادر شاہ کے حبس کے اور احمد شاہ کے پادشاہ ہونیکی میاں منجھو سے سرگراں تھی اس نے اس لئے آہنگ خاں کو پروانہ بھیجا کہ حصار کی محافظت اور دشمنوں کی مدافعت کے لئے شجاع و معتمد سپاہ ساتھ لیکر احمد نگر آؤ۔ آہنگ خاں سات ہزار سوار و پیادے لیکر احمد نگر کی طرف چلا جب اس سے چھ کوس پر آیا تو اُس نے جاسوس بھیجے کہ وہ حصار میں داخل ہونے کی راہوں کی کیفیت تحقیق کریں۔ جاسوسوں نے بعد تحقیق کے جاکر کہا کہ احمد نگر کے حصار کی جانب شرقی سپاہ مغل سے خالی ہے اور کوئی امراء مغل میں اسطرف

حوالی میں امرائے حبشی کو شکست دی اور ان کے بادشاہ کو اسیر کر لیا اب وہ سلطان مراد کے بلانے سے پشیمان ہوا اور اس اندیشہ میں تھا کہ ناگاہ مرزا عبد الرحیم خانخاناں اور راجہ علی خاں حاکم خاندیس شاہزادہ سے ملکر تیس ہزار مغل وراجپوت و افغان سوار سے احمد نگر کے حوالی میں آگئے میاں منجھو نے جوان کی طلب سے نادم تھے۔ قلعہ احمد نگر کو غلہ و آذوقہ سے بھرا ذخیل وحشم سے مضبوط کیا اور اوس کو انصار خاں کو کہ اس کے انصار میں تھا سونپا اور چاند بی بی سلطان جو اس کے ساتھ رفاقت پر مائل نہ تھی اوس کو بھی مع جواہر و نقود کے قلعہ کے اندر نگاہ رکھا اور خود سپاہ کے فراہم کرنے کے لئے اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے کمک طلب کرنے کے لئے احمد شاہ کے ہمراہ قلعہ اوسہ میں گیا اب چاند بی بی نے لشکر مغل کے مدافعہ پر کمر باندھی اور اس خوف سے کہ میاں منجھو کے انصار میں سے انصار خاں ہے مبادا دشمن سے ایک زبان ہو کر قلعہ اس کو حوالہ کرے محمد خاں سے اُسے قتل کرا دیا اور اُسی روز غائبانہ شہر و قلعہ میں بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور اوس نے شمشیر خاں حبشی اور افضل خاں نفرشی اور کارآمد آدمیوں کو قلعہ میں بلا لیا۔

۲۲۔ ربیع الثانی ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء کو سلطان مراد احمد نگر کے شمال میں اس طرح آیا جس طرح سے کہ پہاڑ پر سے سیل اترتی ہے۔ چاند بی بی کے حکم سے اہل حصار رزم و پیکار پر مستعد ہوئے اونہوں نے چند توپیں مار کر دشمن کو متفرق کیا۔ دن آخر ہو گیا۔ شاہزادہ مراد باغ ہشت بہشت میں اُترا ساری شب ہوشیاری اور بیداری میں بسر کی۔ شہزادہ نے ایک جماعت کو شہر کی اور برہان آباد کی محافظت کے لئے متعین کیا اور متوطنین کی استمالت کی اور ان پر کمال التفات کیا اور سب ادنے اعلے کو امان کی منادی سنادی۔ رعایا و تجار نے شہر میں توقف کیا اور مغلوں کے قول پر اعتماد۔ دوسرے روز شہزادہ اور امرا نے قلعہ کو گھیر لیا اور مورچل اور النگ کو تقسیم کر لیا۔ اس مہینے کی ۲۷۔ کو شہباز خاں کنبو شہزادہ کے حکم بغیر لشکر کثیر کے ساتھ سیر و گشت کا بہانہ بنا کے سوار ہوا اور اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ فقیر و غنی کو لوٹ لیں ایک طرفۃ العین میں

سلطان مراد کا احمد نگر کا محاصرہ اور بہادر شاہ کا پادشاہ ہونا

کرنا کہ وہ بیٹا نہیں ہے بہت مشکل ہے اس لئے اس کو قلعہ میں جب تک رہنے دینا چاہئے کہ اجل طبعی آئے چنانچہ وہ اجل طبعی سے مر گیا - ایک بیٹا احمد چھوڑ گیا - جس کو منجھو نے دہوکہ میں آنکر پادشاہ بنایا - اخلاص خاں اور تمام امرا حبش اس مقدمہ کے سبب سے میاں منجھو سے برگشتہ ہوئے - اور اوتھوں نے کالا چبوترہ پر صف قتال آراستہ کی - میاں منجھو نے قلعہ کے برج پر احمد شاہ کے سر پر تاج رکھ کر کھڑا کیا اور میاں حسن کو سات سو آدمیوں کے ساتھ دشمنوں کے دفع کرنے کے لئے باہر بھیجا - فریقین میں کارزار عظیم ہوئی - طرفین سے ایک جماعت کثیر قتل ہوئی حبشیوں کی توپ کا ایک گولہ احمد شاہ کے چتر پر لگا جس سے غل شور مچا - میاں حسن نے دشمنوں کا غلبہ دیکھا تو کارزار سے پانوں کھینچا اور قلعہ میں آیا جس سے اخلاص خانیوں کا استیلا بڑھا وہ قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہوئے اور اطراف وجوانب میں سیبہ و مورچل آگے بڑھا کر لے گئے اور آنے جانے کا رستہ بند کیا اور دولت آباد کے حاکم پاس آدمی بھیجا کہ آہنگ خاں حبشی و حبشی خاں کو کہ برہان شاہ کے زمانہ سے اس زمانہ تک قلعہ میں محبوس تھے بھیجدے دولت آباد کے تھانہ دار نے ان کی اعانت کرکے بھیجدیا اور اس سبب سے کہ تھانہ دار نے بہادر شاہ کو میاں منجھو کے حکم بغیر ان کو دیا نہیں - انہوں نے اتفاق کرکے ایک طفل مجہول النسب کو احمد نگر کے بازار میں سے پکڑ کر نظام شاہ کے دودمان سے منسوب کیا اور سکہ و خطبہ اس کا جاری کیا اس تقریب سے دس بارہ ہزار سوار ان پاس جمع ہوگئے اس سے میاں منجھو محصورین حیران ہوئے - سلطان مراد ولد اکبر پادشاہ کو عریضہ لکھ کر گجرات بھیجا اور التماس کیا کہ قدم رنجہ فرمائے - شاہزادہ کو دکن کی تسخیر کے واسطے باپ نے مامور کیا تھا وہ تو خدا سے چاہتا تھا کہ ایسی تقریب ہاتھ آئے جلد لشکر لیکر احمد نگر کو چلا - لیکن ابھی یہ عریضہ گجرات پہنچا نہ تھا کہ امرائے حبشی میں مناصب واقطاع پر جنگ باہم شروع ہوئی اور ایک دوسرے کے قتل میں کوشش کرنے لگا - بعض امرائے دکن جو ان کے ساتھ تھے وہ متنفر ہو کر میاں منجھو سے آن ملے اس لطیفہ غیبی سے حیات تازہ اور دولت بے اندازہ حاصل ہوئی - ۵ - محرم ۱۰۰۴ سنہ (۱۵۹۵) کو اوس نے نمازگاہ کی

اخلاص خاں اور میاں منجھو کی لڑائی

میاں منجھو کا شاہزادہ مراد سے

احمد شاہ بن شاہ طاہر

جب احمد شاہ پادشاہ ہوا تو چند روز بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان شاہی سے نہیں ہے ۔ اخلاص خاں اور اور امرا اوس کے معزول کرنے کے درپے ہوئے اس داستان کی توضیح یہ ہے کہ جب برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری اس جہاں سے وداع ہوا حسین نظام شاہ اس کا ولیعہد ہوا اور اوس کے بھائی (۱) سلطان محمد خدابندہ (۲) شاہ علی (۳) محمد باقر (۴) عبدالقادر (۵) شاہ حیدر۔

یہ سمجھے کہ اپنی مملکت موروثی میں رہنا اپنی جان کا کھونا ہے اس لئے وہ ممالک ہندوستان کے اطراف میں چلے گئے ایک مدت مدید کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں ایک شخص شاہ طاہر حیدر آباد میں آیا اور اُس نے بیان کیا کہ فلاں تاریخ ملک بنگالہ میں محمد خدابندہ فوت ہوا اور میں اوس کا حقیقی بیٹا ہوں اور حوادث روزگار سے اپنی مملکت موروثی میں پناہ لینے آیا ہوں ارکان دولت خصوصاً صلابت خاں نے اس کے احوال کی تفتیش کی مگر طول عہد اور تغیر اوضاع کے سبب سے حق و باطل کی تمیز میں عاجز ہوئے نہ اس کی تصدیق ہوسکی نہ انکار۔ حزم و احتیاط کی وجہ سے کہ کہیں اوباش و عوام اس پاس جمع ہو کر فتنہ انگیزی نہ کریں اس کو ایک قلعہ میں محبوس کیا اور معتمد آدمی برہان شاہ ثانی پاس تحقیق کے لئے آگرہ گئے وہ اس وقت جلال الدین محمد اکبر پادشاہ کی ملازمت میں تھا اس سے بیان کیا گیا کہ ایک شخص اس شکل و شمائل کا کہتا ہے کہ میں سلطان محمد خدابندہ کا بیٹا ہوں اور شاہ طاہر میرا نام ہے۔ آپ کو خدابندہ کا حال خوب معلوم ہوگا۔ بتلائیے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ اس نے جواب دیا کہ سلطان محمد خدابندہ میرے ہی گھر میں مرا ہے اور اس کی تمام اولاد ذکور و اناث جن کے نام فلاں فلاں ہیں میرے پاس موجود ہیں اگر کوئی شخص اپنی غرض کے لئے سلطان محمد خدابندہ کے بیٹے کا ہمنام بتائے تو محض غلط اور افترا ہے۔ جب صلابت خاں کو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اوس نے یہ سمجھ کر کہ اس شخص کی شہرت ہوگئی ہے کہ وہ خدابندہ کا بیٹا ہے عوام الناس کے دل سے اس بات کا خاطر نشان

سے شاہ درک میں آیا۔ اخلاص خاں کی رائے یہ تھی کہ عادل سے محاربہ کیجئے۔ میاں منجو
اس رائے کو پسند نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہمارا خیل وحشم بے سامان اور بے سرانجام
ہے اور امرا حبشے کہ چاہئیں مطیع و منقاد نہیں ہیں مناسب یہ ہے کہ تحفے و ہدیے اس پاس
بھیج کر صلح کر لیں۔ اور خاطر جمع سے ملک و مال ولشکر کو درست کرکے اکبر بادشاہ سے مقابلہ کریں

اخلاص خاں لایعنی ولایعقل تھا وہ اس بات کو نہیں قبول کرتا تھا اور شاہ درک کی طرف
لشکر کشی پر اصرار کرتا تھا۔ نظام شاہ کا میل خاطر بھی اسی طرف تھا۔ میاں منجو نے سکوت
اختیار کیا۔ بادشاہ اس طرف متوجہ ہوا میاں منجو نے اتمام حجت کے لئے پھر سمجھایا کہ عادل شاہ
اپنی مملکت میں بیٹھا ہے اس کی سپاہ نے اب تک ہمارے ملک کی مزاحمت نہیں کی یہ صلاح
دولت نہیں ہے کہ ہم اس کی مملکت میں داخل ہو کر سلسلہ نزاع کی تحریک کریں اب تک در صلح
باز ہے۔ صلح کرو لڑو نہیں ابراہیم نظام شاہ بہت شراب پینے لگا تھا ایک لحظہ ہوشیار
نہیں ہوتا تھا۔ اس نے میاں منجو کی بات پر کان نہ لگایا۔ ولایت عادل شاہ میں قدم
رکھا۔ عادل شاہ کا سرلشکر حمید خاں تھا اس پاس میاں منجو نے پیغام بھیجا کہ بادشاہ
ہمارا خرد سال و بے تجربہ ہے اور اس شریر جماعت کے پنجہ میں گرفتار ہے جو دائرہ انسانیت سے
خارج ہے۔ و ام الخمر ہونے سے عقل باقی نہیں رہی یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے اس مہینے میں جدال
قتال حرام ہے جنگ کو موقوف رکھو۔ شاید ہم اس کو نصائح و مواعظ کرکے جنگ کے ارادہ سے
باز رکھیں۔ حمید خاں نے اس بات کو قبول کیا نظام شاہ کی سر راہ سے کنارہ کیا اور
دائیں طرف ایک کوس پر اترا۔ نظام شاہ نے حمید خاں کو مقابل میں نہ دیکھا تو شراب کے
نشہ میں زبونی پر حمل کیا اور حمید خاں سے جا لڑا۔ خوب لڑا مگر جان شیریں اس کی گئی
اور اوس کی فوج بھاگ گئی۔ میاں منجو سب سے پہلے قلعہ احمد نگر میں آئے اور بارہ سال
کے لڑکے احمد کو اس گمان سے کہ وہ نظام شاہ کے خاندان سے ہے دولت آباد سے بلا کر چتر
اس کے سر پر رکھا اور شہزادہ بہادر کو جو ابراہیم شاہ کا طفل شیر خوار تھا اس کو قلعہ جوند
میں جنیر میں محبوس کیا۔ ابراہیم نے چار ماہ سلطنت کی۔

چلا گیا۔ شیخ عبد السلام عرب نے حبشیوں اور دکنیوں کی دوستی پر بھروسا کیا تھا اونھوں نے
اس کو مع متعلقین کے مارڈالا۔ اخلاص خاں حبشی اس طرح غریبوں کو متفرق کرکے کل سرداران
حبشی اور دکنی کو ہمراہ لیکر احمد نگر گیا برہان شاہ نے آدمی بھیجکر نصائح کیں جب اس کو تمرد وعصیان
میں راسخ وراغب پایا تو وہ باوجود ضعف وناتوانی کے پالکی میں بیٹھ کر قلعہ سے نکلا
اور چتر وآفتاب گیر داثاثہ سلطنت ابراہیم کو ارزانی کیا اوسی روز ہمایوں پور میں گیا کہ اوسکی
ماں خونزہ ہمایوں نے معمور کیا تھا اور دوسرے روز اخلاص خاں کو شکست دیکر پرینده
کی جانب اس کو بھگایا اور خود احمد نگر میں آیا اس لڑائی کے رنج وتعب سے ۱۷۔ماہ شعبان
۱۰۰۳ھ (۱۵۹۴) کو اس کے نفس کی آمد ورفت کی ڈاک بند ہوئی اس کی مدت سلطنت ۴ سال ۱۶ روز
تھی مولانا ظہوری نے ساقی نامہ چار ہزار بیت کا برہان شاہ کے نام سے مزین کیا ہے
اور شاعری کی داد دی ہے اکثر شعرا، وعقلا وصاحب طبع اس کو پسند کرتے ہیں اسی نے یہ
ساقی نامہ اختراع کیا ہے۔

سلطنت ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

ابراہیم نظام شاہ باپ کے بعد تاج ونگیں کا مالک ہوا۔ میاں منجو دکنی کہ برہان شاہ کے
اتابک تھے بموجب وصیت کے وکالت کے منصب پر مقرر ہوئے اس نے اپنے بھائیوں اور
دوستوں کو امرا کی سلک میں منتظم کیا۔ اخلاص خاں مولد ابراہیم نظام شاہ سے قول نامہ لیکر
احمد نگر میں آیا۔ حبشیوں اور مولدوں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ غرض اب دو فرقے ہوگئے ایک میاں
منجو کا اور دوسرا اخلاص خاں کا۔ ہر ایک صاحب داعیہ تھا دوسرے کی بزرگی کو مانتا
نہ تھا۔ اس سبب سے مہمات سلطنت نے رونق نہ پائی۔ ہر کس کی ایک ہوا اور ہر ناکس کی
ایک رائے تھی۔ مجلسوں میں لاف وگزاف بکتے تھے۔ کبھی لشکر اکبری کے مقابلہ کے متعہد
ہوتے تھے کبھی امرار عادل شاہ کی مدافعت کے متکفل۔ میر صفوی عادل شاہ کے ایلچی سے
ناہموار سلوک کیا اور سختیاں متوحش مذکور کیں۔ جب عادل شاہ کے کان میں یہ اخبار پہنچے تو
وہ دولتخانہ نظام شاہی کی اصلاح اور بے ادبوں کی گوشمالی اور تادیب کے لئے بیجا پور

سپاہیوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور دس ہزار آدمی مار ڈالے فرہاد خاں حاکم مع اہل وعیال اسیر ہوا اور اسکی لڑکیاں عیسائی ہوگئیں اور پرتگال گئیں ۷۵ توپیں ہاتھ لگیں۔

ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۴ء میں برہان شاہ احمد نگر سے بلگواں کی طرف روانہ ہوا اور قلعہ پرندا کے حوالی میں عادل شاہ کے بھائی کے کشتہ ہونے کی خبر سُنی کمال خجالت وانفعال کے ساتھ پھر اس کدورت وغصہ سے اور اس کے علاوہ اور کلفتوں سے بیمار ہوا۔ عادل شاہ نے اس سبب سے کہ اس کے بھائی شہزادہ اسمٰعیل کی امداد کی تھی برہان شاہ سے خاطر آزردہ ہوا امرائے سرحد کو حکم دیا کہ ولایت برہان شاہ میں جاکر غارت گری میں تقصیر نہ کریں۔ برہان شاہ نے وینکٹا دری راجہ کرناٹک سے یہ ٹھیرایا کہ تو اس طرف سے قلعہ بنکاپور پر لشکرکشی کرے میں اسطرف سے قلعہ شولاپور پر لشکر لیجاتا ہوں اور اس کو مسخر ومفتوح کرتا ہوں راجہ کرناٹک نے اس بات کو قبول کیا برہان شاہ نے غرہ جمادی الاول سال مذکور کو مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بناکر اور کل امراء پردیسی اور دس بارہ ہزار سوار ساتھ کرکے امرائے برگی کی مدافعت کے واسطے اور ولایت عادل شاہ کی خرابی کے لئے روانہ کئے اور کہا کہ میں مرض سے شفا پانے کے بعد لشکر برار کو ساتھ لیکر آتا ہوں۔ مرتضیٰ خاں جب حوالی قلعہ میں آیا تو اُس نے اوزبک بہادر کو امراء برگی کے مقابلہ میں بیجا۔ یہاں برہان شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور اوزبک بہادر کشتہ ہوا۔ برہان شاہ اس خبر کو سُنکر غم وغصہ سے اور زیادہ بیمار ہوا رفتہ رفتہ مرض سوء القینہ واسہال خونی وتپ محرق میں مبتلا ہوا اور ایک بارگی صاحب فراش ہوا اپنے بڑے بیٹے ابراہیم کو ولیعہد کیا۔ اسمٰعیل کو اس سبب سے اُڑا دیا کہ مہدوی مذہب رکھتا تھا اور پردیسیوں کا دشمن تھا۔ اخلاص خاں اس خبر سننے سے دلگیر ہوا وہ اس کی سلطنت چاہتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ پردلیسیوں نے یہ کام کیا ہے اس نے لشکر مرتضیٰ انجو سے یہ مشہور کیا کہ برہان شاہ فوت ہوا۔ اور اشارہ کیا کہ جمال خاں کے زمانہ کی طرح کل پردیسیوں کو مارکر ان کا مال اسباب لوٹ لو مرتضیٰ خاں اس خبر کو سنکر مسلح ہوا اور بعض امرائے غریب کے ساتھ احمد نگر گیا اور برہان شاہ پاس پہنچ گیا بہادر شاہ گیلانی شاہ کی موت کا یقین کرکے بعض امرائے غریب کے ساتھ بیجاپور

برادر عادل شاہ کی امداد برہان شاہ کی وفات

جدال و قتال تھا۔ شب تار میں حصار کھورلہ سے گذرے اور ریواڈنڈا میں پہنچ گئے۔ ۱۶۔ ذی الحجہ چار ہزار کے قریب پرتگیز اس حصار پر متوجہ ہوئے۔ تاج خاں والی رائے قلیل سپاہ کے ساتھ قلعہ سے باہر پڑے تھے وہ خواب سے سراسیمہ ہو کر اٹھے اور قلعہ میں بھاگ گئے۔ فرہاد خاں دلگیری کے سبب سے پہلی سی محافظت نہیں کرتا تھا اور دروازہ بانوں نے آدمیوں کی آمد و رفت کے لئے دروازہ کھلا رکھا تھا سپاہ فرنگ کہ بھگوڑوں کے پیچھے چلی آتی تھی اس نے ہجوم کر کے دروازہ نہ بند کرنے دیا۔ تاج خاں اور الی رائے کے پیچھے پیچھے وہ قلعے میں آ گئے اور قتل کرنا شروع کیا۔ فرہاد خاں اور اسد خاں اہل قلعہ کا غوغا سنکر صبح کی شکر خوابی سے بیدار ہو کر اٹھے باوجودیکہ پرتگیزوں سے لشکر مضاعف تھا مگر غفلت کی شامت سے ان کی مدافعت میں نہ شامل ہوئے۔ حیران و مبہوت کھڑے ہو گئے۔ پرتگیزوں نے ان کو بھیڑوں کی طرح ذبح کیا۔ ایک گھنٹہ میں دس بارہ ہزار آدمی مار ڈالے قلعہ کو توڑ پھوڑ کر کل توپ و ضرب زن و مال و اموال پر متصرف ہوئے فرہاد خاں زخمی تھا وہ اسیر ہوا اور باقی کُل امرا مارے گئے۔ برہان شاہ نے ان اخبار کو سنا اور اس جماعت کے کشتہ ہونے کو وہ عین فتح سمجھا اور اس نے پردیسیوں پر التفات شروع کی۔ مرتضیٰ خاں انجو و شیخ عبد السلام عرب و احمد بیگ و قزلباش خاں و خلیفہ عرب و داود بک بہادر و خواجہ اندق ماوراء النہری وغیرہ کو امارت کے منصب پر مشرف کیا اور چاہتا تھا کہ بندر چیول کی طرف اس کو بھیجکر پرتگیزوں کو مستاصل کرے کہ ناگاہ برادر عادل شاہ جو قلعہ بلگواں میں تھا برہان شاہ سے طالب امداد ہوا اور متعہد ہوا کہ اگر وہ تخت گاہ پر قابض ہو گا تو نو لاکھ ہُن اور دو سو فیل و قلعہ شولاپور حوالہ کرے گا برہان شاہ اس طمع میں آ گیا اور اس نے کہا کہ اول میں اس کام کو سر انجام کروں بعد پرتگیزوں کو مستاصل کروں۔ پرتگیزی مورخ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ تین سو آدمی لسبن سے اور دو سو آدمی سال ستی سے آئے اور قلعہ کے آدمی ملکر کل پندرہ سو فرنگستانی اور اسی قدر ہندوستانی سپاہی تھے۔ ان

اور ہر دفعہ دو تین ہزار دکنی قتل کئے۔ برہان شاہ اگرچہ تہ دل سے دکنیوں کے کشتہ ہونیسے خوش تھا لیکن بحسب ظاہر رنج کا اظہار کرتا تھا۔ فرہاد خاں و شجاعت خاں حبشی بہت سے امرائے دکن کے ہمراہ جن سے وہ امین اور مطمئن نہ تھا اور ان پاس دس ہزار سواروں کے قریب تھے اس جانب روانہ کیا تاکہ اس مصرعہ کا مضمون ظہور پائے ع زہر طرف کہ شود کشتہ سُود اسلام است + اس سبب سے کہ بندر بسین اور دمن سے کہ مابین گجرات و دکن کے ہیں طرح طرح کے آدمی ریکٹ ندائیں پہنچے تھے۔ بہادر خاں گیلانی کو سرلشکر کرکے اور پردیسی امراء کے ساتھ بنادر پر نامزد کیا۔ جب بہادر خاں یہاں آیا اور چہارشنبہ ۷ شوال سال مذکور ایک ہزار پرتگیسزوں اور بہت سے زنگیوں نے علم مخالفت بلند کیا اور حبشیوں اور دکنیوں نے جو قلعہ کھوالہ کے نامزد تھے کوشش و کشش میں تقصیر نہ کی اور پرتگیزوں کے علم کو نگونسار کیا اور سو پرتگیزی اور دو سو ہندوستانی پرتگیزوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد ریواڈنڈا کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ قلعہ کوالہ کی جانب سے مدد کو پرتگیزوں تک پہنچنے نہ دیتا تھا اور قریب تھا کہ پرتگیز تنگ ہوکر جلا وطن ہوں کہ ناگاہ برہان شاہ نفس امارہ کا گرفتار ایسا ہوا کہ غلمان و نسواں کی مباشرت و مخالطت کا حریص ہوا اور حکم دیا کہ جہاں کوئی عورت میری خدمت کے لئے شائستہ ہو خواہ خاوند والی ہو یا نہ ہو میرے سبستان میں حاضر کرو یہ بات اس کی خاص و عام کو پسند نہ آئی اس سے وہ متنفر ہوگئے اس نے یہ سُنا کہ شجاعت خاں حبشی کی بیوی بڑی خوبصورت ہے وہ امرا معتبر میں سے تھا اس کو طلب کیا۔ شجاعت خاں نے بھیجنے سے انکار کیا اس کو قلعہ کے اندر حوالات میں بھیجدیا اس کی بیوی کو جبر و قہر سے بلایا جیسی اُس کی تعریف سُنی تھی اس کو نہ پایا اس لئے اس کو واپس بھیجدیا۔ مگر شجاعت خاں نے اس خبر کو سُنکر اپنے پیٹ میں خنجر مارا اور مرگیا اس خبر کی شہرت ہوئی۔ فرہاد خاں اور جمیع امراء کھوالہ برہان شاہ کی اوضاع سے دلگیر ہوئے اور قلعہ کی محافظت اور پرتگیزوں کے ساتھ لڑنے میں پہلی طرح کوشش نہیں کی یہ چاہنے لگے کہ فرصت ملے تو احمدنگر فرار ہوں اور بغاوت کرکے برہان شاہ کو دفع کریں پرتگیزوں کے ساٹھ جہاز بنادر سے ریواڈنڈا کے قریب آئے ان میں بڑے بہادر پرتگیز اور اسباب

وہ مقید و محبوس ہوا عادل شاہ کی خاطر جمعی سے رومی خاں والیاس خاں اور بہت سے امیروں کو برہان شاہ کی مزاحمت کے لئے نامزد کیا یہ امرا، قلعہ کے مزاحم نہ ہوئے۔ بلکہ امرا برگی کو جن کے پاس پانچ چھ ہزار سوار تھے جریدہ دریا کے پار بھیجا کہ برہان نظام شاہ کے لشکر کے حوالی کو تاخت و تاراج کریں کہ اس کو آسائش اور استراحت میسّر نہ ہو۔ اس لشکر کی تاخت نے برہان کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار کئے۔ ناچار وہ قلعہ جدید کو اسد خاں ترک کو سپرد کرکے چند منزل اپنی ولایت کی جانب آیا کہ غلّہ و آذوقہ بفراغت لے اور غلّہ کے قحط سے نجات حاصل ہو رومی خاں والیاس خاں نے اسکا تعاقب کیا اور برہان شاہ کو شکست فاحش دی اور ڈیڑھ سو ہاتھی چھین لئے۔ برہان شاہ اس شکست سے ایسا ذلیل ہوا کہ کامل خاں دکنی اور اس کے بھائیوں نے یہ چاہا کہ اسے معزول کرکے اسمٰعیل کو پادشاہ بنائیں۔ برہان شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اوس نے کامل خاں اور اوس کے بھائیوں کی سیاست کی۔ اس سبب سے برہان شاہ سے دکنی اور زیادہ بگڑ گئے۔ انھوں نے یوسف خواجہ سرا سے کہ حسن و جمال میں بے بدیل تھا اور برہان شاہ کے مقربوں میں تھا سازش کی کہ شب کے وقت اس کو خواب میں کشتہ کرکے اسمٰعیل کو پادشاہ بنائیں۔ برہان شاہ نے یہ خبر سُنی مگر اس کو باور نہ کیا ایک رات کو یوسف خنجر لے کر خیمہ میں آیا کہ برہان شاہ ہوشیار ہوگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس سے تعلق خاطر بہت تھا اس لئے اس نے چشم پوشی کی اسکا خون نہیں کیا برہان شاہ اور عادل شاہ کی صلح ہوگئی اور قلعہ جدید ڈھایا گیا۔

سنہ ۱۵۹۲ء میں ریوا ڈنڈا (ریگڈنڈہ) کی پرتگیزوں کے دفع کرنے کے لئے بندر جیول کی طرف ایک جماعت امراء کو نامزد کیا اور حکم دیا کہ سمندر کے کنارہ پر اس پہاڑ کے اوپر قلعہ بنائیں جس کے نیچے پرتگیزوں کی کشتیاں ریوا ڈنڈا میں آمد و رفت رکھتی ہیں اور اس کی برجوں کے اوپر توپ و ضرب زن لگائیں اور پرتگیزوں کی آمد و رفت کو بند کریں جب قلعہ بن گیا تو اس کا نام کھوالہ (کوالہ) رکھا گیا۔ پرتگیزوں نے راتوں کو بحری سفر کرکے اور بنادر سے اپنی مدد کے لئے اپنی ہم قوموں کو جمع کر لیا اور دو مرتبہ لشکر اسلام پر شب خون مارا

اسمٰعیل کے پادشاہ بنانے کے لئے سازش

برہان شاہ اور پرتگیزوں کے معاملات

خوشنودی کا سبب ہو۔ برہان شاہ اس پیغام سے آشفتہ ہوا اور وحشت آمیز وفتنہ انگیز باتیں کہنے لگا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ عادل شاہ دشمن ہوگیا اور اس نے ملا عنایت اللہ جھری کو احمدنگر بھیجکر پیغام دیا کہ دلاور خاں کی خامی و نادانی سے جو تین سو ہاتھی نظام شاہیوں کے ہاتھ آئے ہیں دوستی کو مرعی رکھکر میرے پاس بھیجدیجئے اور تغافل و اہمال میں اپنا نقصان عظیم سمجھئے اور اپنی بدانجامی سے اندیشہ کیجئے۔ برہان شاہ اس پیغام سے اور زیادہ آزردہ ہوا اور لشکر کی حاضری کا حکم دیا باوجودیکہ امرا، کو اس سے نفاق تھا۔ مگر وہ کوچ پرکوچ کرکے عادل شاہ کی ولایت میں آگیا۔ عادل شاہ نے اس کی حقیقت کچھ نہ جانی اور وہ بیجاپور سے روانہ ہوا اور برہان شاہ منگلسرہ میں دریائے بیورہ (بھیما) میں آگیا۔ یہاں سے آگے بڑہنا مصلحت نہ جانا۔ دریا کے کنارہ پر ایک قلعہ بناکر یہاں تک عادل شاہ کی ولایت پر متصرف ہونے کا ارادہ کیا کہ یہ قلعہ ان کے درمیان سرحد ہو یہاں سے بتدریج شولاپور اور شاہ درک بھی مسخر و مفتوح کیا جائے۔ عین گرمی میں آب بیورہ سے جو پایاب تھی۔ چابکدست ہنرمندوں نے عبور کیا اور اس جگہ پر کہ قدیم الایام سے قلعہ تھا اور مدت گذرنے سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا وہ پایہ بہ پایہ جلدی میں قلعہ بننا شروع ہوا۔ بیجاپور سے کوئی لشکر ان کی مدافعت کے لئے نہیں آیا اس لئے وہ خاطرجمع سے اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ برسات کا موسم قریب آیا اور وغدغہ یہ تھا کہ بھیما ندی چڑھ جائیگی اور پائین قلعہ اور برہان شاہ کے لشکرگاہ کے درمیان حائل ہوگی اور مردم عادل شاہی جبر و قہر سے اس پر متصرف ہونگے۔ ابھی قلعہ ناتمام تھا کہ دروازوں کو نصب کرکے اسکو توپ و ضرب زن وغیرہ سے بھردیا۔ بہت روپیہ خرچ کرکے برسات کے موسم میں اسکے ختم کرنے میں کوشش کی اس اثنا میں کہ دلاور خاں نے یہ تصور کرکے کہ عادل شاہ عہدہ برآ نہ ہوگا اور مجھ جیسے کی فراست کا محتاج ہے۔ یہ چاہا عادل شاہ سے قول نامہ لیکر بیجاپور جائے اور پھر پہلی طرح حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے۔ عادل شاہ یہ بات خدا سے چاہتا تھا۔ برہان شاہ نے اس کو جانے سے منع کیا مگر مفید نہ ہوا وہاں جاتے ہی

مہدویہ مذہب کا اخراج و شیعہ مذہب کا رواج

بعض امرا کی طلب سے وہ درویشوں کے لباس میں احمد نگر میں آیا اُس کے اعوان اور انصار نے مقرر کیا کہ فلاں روز اوس کو پادشاہ بنائیں گے اور نظام شاہ کو معزول کریں گے مگر صلابت خاں کو اُس کی خبر ہوگئی اوس نے ان امرا کی جماعت کو کشتہ کیا جنھوں نے یہ سازش کی تھی - برہان شاہ گجرات ہوتا ہوا اکبر پادشاہ کی خدمت میں چلا گیا اوسنے اول ۵۰۰ صدی کا منصب پایا - جب خان اعظم عزیز کوکہ دکن پر لشکر کشی کے لئے نامزد ہوا تو برہان شاہ کو ہزاری منصب ملا - عزیز کوکہ نے بے نیل ومرام مراجعت کی تو برہان شاہ ہمراہ صادق محمد خاں کے افغانوں کے لڑنے کے لئے مابین نیلاب و کابل مامور ہوا - اور ولایت بنگش اس کو اقطاع میں ملے - جب اوس کا بیٹا اسمٰعیل احمد نگر میں پادشاہ ہوا تو اکبر پادشاہ نے بنگش سے طلب کرکے دکن بھیجا جس کا بیان اوپر ہوا بمقتضا مَنْ طَلَبَ شَیْئاً وَجَدَّ وَجَدَ آخر میں صاحب تخت و تاج ہوا -

مذہب مہدویہ جس کا رواج اس کے بیٹے کے عہد میں ہوگیا تھا اس نے خارج کیا اور حکم دیا کہ جس جگہ کوئی مہدوی ہو اوس کو قتل کرو اور ان کا مال و اموال سبیل کردو - اس کی تھوڑی مدت میں اس مملکت میں اس مذہب کا نشان تک نہ رہا اور سابق کی روش پر مذہب اثنا عشری نے رواج پایا - منبروں پر خطبہ اثنا عشری پڑہا گیا - اس دولتخانہ کے پردیسی جو مرزا خاں کی کفران نعمت سے جلاے وطن ہوئے تھے احمد نگر میں آئے - اور یہ بلدہ اہل کمال کا جلوہ گاہ ہوا - دلاور خاں حبشی جو ابراہیم عادل شاہ کے قہر کے خوف سے احمد آباد بیدر بھاگا تھا یہاں آیا اس کو اقطاع لائق عنایت ہوئیں - عادل شاہ کے مزاج کے موافق اس کی یہ حرکت نہ تھی اس نے پیغام بھیجا کہ شرط دوستی اور طریق یکجہتی اس کی مقتضی ہے کہ ہم دوست کے ساتھ دوست اور دشمن کے ساتھ دشمن ہوں اور نیکی و بدی میں شریک یگانگی کو راہ نہ دیں آپ سے یہ عجیب ہے کہ اس دولت خانہ کے غلام حرام خور کو اپنی سرکار اشرف میں جگہ دیکر مقرب درگاہ بنائیں - وظیفہ برادری اور طریقہ حق گذاری منظور کرکے دوستوں کی خاطر کا پاس کرو اور اس کو دوام دولت کا سبب سمجھو اور ایسا کام کرو کہ این جانب کی

دلاور خاں حبشی و برہان شاہ و عادل شاہ کی نزاع

بے اعتدالی کرنے لگا اور اوس کے اوضاع کے سبب سے مرتضیٰ نظام شاہ سے امرا ولشکر متنفر ہوئے اور صاحب خاں کے منانے کے لئے نظام شاہ بیدر گیا تو امرا نے فرصت پاکر برہان شاہ کو عرائض لکھیں کہ تیرا بھائی دیوانہ ہو گیا ہے پادشاہی کے قابل نہیں رہا اگر تو قلعہ سے باہر آئے تو ہم سب تیری خدمت کے لئے موجود ہیں۔ برہان شاہ حاکم قلعہ اوس سے سازش کرکے باہر آیا اور جنیر کے پانچ چھ ہزار سوار اوس سے ملے اور چتر اس کے سر پر بلند کیا۔ جب یہ خبر حوالی بیدر میں نظام شاہ کو پہنچی تو وہ جلد برہان سے ایک روز پیشتر تین سو آدمیوں کے ساتھ قلعہ احمدنگر میں آیا۔

عوام الناس یہ کہتے تھے کہ وہ زندہ نہیں ہے ان کے گمان دور کرنے کے لئے وہ عصر کے وقت ہاتھی پر سوار ہوکر بازار میں پھرا۔ ایک ادویہ فروش۔ خواجہ ابن سمنانی سے یہ لطیفہ ہوا کہ اوس نے اوس سے پوچھا کہ کوئی دوا تیرے پاس ایسی بھی ہے کہ دیوانگی کو مفید ہو اوس نے کہا کہ ہاں ہے۔ تو نظام شاہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں دیوانہ ہوں کہ بطریق مشائخ گوشہ نشین ہوا ہوں اور چاہتا ہوں کہ پادشاہی کروں یا میرا بھائی دیوانہ ہے کہ بے سبب اپنے تئیں خرخشہ میں گرفتار کیا ہے اور مجھ پر لشکر کشی کی ہے۔ دوا فروش نے کہا کہ برہان شاہ دیوانہ ہے کہ باوجود کمال فراغت کے ایسے مشفق ومہربان بھائی سے لڑتا ہے اور اس نعمت کی قدر نہیں جانتا۔ نظام شاہ نے ایک ہزار ہون اوس کو انعام میں دئے۔ آٹھ سال کے بعد وہ اپنے آدمیوں کو دکھائی دیا تھا وہ اپنے آدمیوں اور شاگردوں کو پہچان کر ان سے باتیں کرتا تھا وہ شہر کی سیر کرکے قلعہ میں گیا دوسرے روز صبح کو برہان شاہ باغ ہشت بہشت میں اترا۔ نظام شاہ کی سواری کی خبر سنکر اکثر آدمیوں نے برہان شاہ کی رفاقت چھوڑی اور احمدنگر گئے۔ ظہر کے وقت نظام شاہ پہلے روز کی طرح ہاتھی پر سوار ہوا۔ قلعہ سے باہر نکلا۔ دس ہزار سوار اوسکے چتر کے نیچے جمع ہوئے۔ صلابت خاں کو سرلشکر مقرر کیا وہ ہشت بہشت کے قریب برہان شاہ سے لڑا۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی وہ بیجاپور چلا گیا۔ دو سال بعد

وہ اس عددو کے امرا کو راجہ علی خاں اور برہان شاہ کے مقابلہ کے لئے معین کرے اور جمال خاں خود احمد نگر کی سپاہ لیکر عادل شاہیوں کی مدافعت کو گیا اور قصبہ وارسنگ کے قریب دلاور خاں حبشی سے جنگ کی اور اس کو شکست دی اور تین سو ہاتھی چھین لئے۔ ابھی وہ دارسنگ میں تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوشش سے امراء برار برہان شاہ کے مطیع ہوگئے اور برہان پور کی سرحد میں اُس سے آن ملے اس خبر پر جمال خاں نہایت شوکت وحشمت سے برار کو روانہ ہوا عادل شاہ نے اس کا تعاقب کیا اور امرائے برگی کو مامور کیا کہ سب جگہ اسمٰعیل نظام شاہ کے لشکر کے گرد تاخت کرکے غلہ و آذوقہ کو اُس پاس نہ پہنچنے دیں اس سبب سے جمال خاں کو بہت آدمی چھوڑ کر برہان شاہ پاس چلے گئے۔ جمال خاں روہنگھڑہ کے گھاٹ پر پہنچا جس کو برہان شاہ کے آدمیوں نے بند کر رکھا تھا تو وہ دوسری راہ سے نہایت صعوبت اوٹھا کر برہان شاہ کے لشکر پاس گیا اس راہ میں پانی کم اور ہوا گرم زیادہ تھی جمال خاں اور اس کے آدمیوں نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ ان کو خبر ملی کہ تین کوس پر پانی بہت ہے۔ جمال خاں پانی کی امید میں یلغار کرکے تشنہ و بدحال وہاں گیا۔ وہاں پہلے ہی سے راجہ علی خاں و برہان شاہ اُترے ہوئے تھے تو پھر وہ اُسی صحرا میں گیا کہ محشر نشان تھا وہاں ایک نخلستان میں کچھ پانی مل گیا۔ اور رجب ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء میں برہان شاہ اور راجہ علی خاں سے جالڑا۔ مہدویوں کو فتح ہو جاتی لیکن جمال خاں کی پیشانی پر ایک گولہ لگا جس سے وہ مرگیا تو اسمٰعیل نظام شاہ مع امرا بھاگ گیا۔ امرائے برہان شاہ نے ان کا تعاقب کیا۔ یاقوت خاں اور خداوند خاں نے سر کاٹے۔ سہیل خاں کو بیجاپور میں جلد بھگایا۔ اسمٰعیل کو گرفتار کیا۔ برہان شاہ احمد نگر میں آن کر پادشاہ ہوا۔ راجہ علی خاں کو رخصت کیا اسمٰعیل نظام شاہ نے دو سال سلطنت کی۔

اسمٰعیل نظام کا گرفتار ہونا اور برہان نظام کا پادشاہ ہونا

برہان نظام بن حسین نظام شاہ

برہان شاہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں قلعہ لہاگڑھ میں محبوس تھا۔ مگر جاگیر اوس پاس ایسی تھی کہ بفراغت زندگی بسر ہوتی تھی ان دنوں میں کہ صاحب خاں

اسی سال کے بعد رمضان کے دن چو پردیسی کہ فرہاد خاں کی شفاعت سے زندہ بچے تھے اور تین سو سے زیادہ نہ تھے ان کو جمال خاں نے نکال دیا وہ بیجاپور میں جاکر نوکر ہو گئے۔ سنہ ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) میں صلابت خاں نے جس کی ستر سال کی عمر تھی۔ جمال خاں سے قول نامہ (امان نامہ) حاصل کرکے آسیر برہان پور سے احمدنگر میں آیا اور نوکری قبول نہیں کی۔ اور قصبہ تولی کام میں کہ اوس کا آباد کیا ہوا تھا اقامت اختیار کی اور مرنے کا منتظر تھا کہ اس سنہ میں موت آگئی اور مرتضیٰ قلی نے ایک بیٹا چھوڑا۔ جب اکبر پادشاہ کو معلوم ہوا کہ اسمٰعیل نظام شاہ تخت پر بیٹھا تو اُس نے برہان نظام شاہ کو بنگش سے کہ سندہ کابل کے درمیان ہے بلایا یہاں اوس کی جاگیر تھی اور اُس سے کہا کہ احمدنگر کی سلطنت تجھے ارثاً و استحقاقاً پہنچتی ہے۔ ہم نے وہ تجھ کو دی۔ جس قدر لشکر اوس کی تسخیر کے لئے درکار ہو لیجا۔ اور بیٹے کو معزول کر اور مملکت موروثی کے لئے توجہ کر۔ برہان شاہ نے معروض کیا کہ اگر پادشاہ کی سپاہ ہوگی تو دکن کے آدمی مجھ سے متوحش ہونگے اور تمرد اور عناد کریں گے اگر حکم ہو تو سرحد دکن پر تنہا جاؤں اور اہل دکن کو اپنی طرف مائل کروں اور ملائمت اور نرمی سے مملکت موروثی پر متصرف ہوں۔ پادشاہ نے اس رائے کو پسند کیا اور دکن کو رخصت کیا اور پرگنہ ہنڈیہ میں اس کو جاگیر دی۔ راجہ علی خاں حاکم آسیر کو فرمان لکھا کہ برہان الملک کی معاونت میں تقصیر نہ کرے۔ جب سرحد دکن پر وہ ہنڈیہ میں آیا تو ولایت نظام شاہ کے زمینداروں اور سرداروں کو قول نامے دکن کی رسم کے موافق بھیجے سب نے اخلاص و یک جہتی کا اظہار کیا اور اس کو بلایا۔ برہان شاہ ولایت برار میں آیا۔ جہانگیر خاں حبشی جس نے بہت اپنا اخلاص اُس کے ساتھ ظاہر کیا تھا وہ اپنے عہد و پیمان سے پشیمان ہوا اور اتفاق و وفاق کو نفاق سے بدلا۔ اس سے لڑنے کھڑا ہوا برہان شاہ شکست پاکر ہنڈیہ میں چلا آیا۔ رات دن جمال خاں کے استیصال اور ملک موروثی کی اخذ کی اُدھیڑ بُن میں لگا رہتا۔ ابراہیم عادل شاہ اور راجہ علی خاں اسکے معاون ہوئے تو وہ ہنڈیہ سے برہان پور میں آیا۔ جمال خاں پاس بھی دس ہزار کے قریب طائفہ مہدویہ جمع ہوا اس نے سید امجد الملک مہدویہ سر لشکر برار کو لکھا کہ

دو بھائیوں کے سوا کوئی اور وارث مملکت نظام شاہی میں موجود نہ تھا اِن دونو کو قید خانہ سے بُلایا باوجودیکہ ابراہیم بڑا تھا مگر مرزا خاں نے حکمرانی کے تخت پر اسمٰعیل کو بٹھایا۔ پہلے لکھا گیا کہ جمال خاں مہدوی نے اسمٰعیل کی پادشاہی قبول کی۔ مہمات شاہی کی باگ اپنے اقتدار کے ہاتھ میں لی اور فرقہ مہدویہ کی تربیت میں ہمت صرف کی اسمٰعیل کو جو خورد سال تھا اپنے مذہب میں لایا اور خطبہ اثنا عشریہ کو برطرف کیا۔ مہدوی اعتقاد یہ ہے کہ ایک شخص حنفی مذہب سید محمدؐ نام نے ہندوستان میں ۹۶۰ھ؁ ۱۵۵۰ء کے آخر میں دعوےٰ کیا کہ میں بلسان شرع مہدی موعود ہوں چونکہ بعض آثار و علامات کہ مہدی آخر الزماں ہیں قرار دیئے ہیں اس میں موجود تھے اس کے قول کی تصدیق کی جس کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے تھوڑے زمانہ میں ہندوستان کے اطراف وجوانب سے طائفہ مہدویہ جمع ہوا اور اسمٰعیل نظام شاہ کو قدوئی اور جمال خاں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اس طائفہ نے شمشیر زنی اور جان نثاری کی۔ ابتدا میں صلابت خاں سرحد برار میں جو قلعہ کھرلہ میں محبوس تھا میراں حسین کی خبر کشتہ ہونے کی سُنکر خروج کیا اور امرائے برار اس سے گرویدہ ہوئے وہ مذہب مہدویہ کے رواج سے آزردہ تھے وہ جمال خاں کے استیصال کے قصد سے احمدؐ نگر پر متوجہ ہوا دلاور خاں نے بھی ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے ولایت نظام شاہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور بیجاپور سے روانہ ہوا جمال خاں اول اسمٰعیل کو لیکر صلابت خاں سے لڑنے آیا اور دریا گوداوری کے کنارہ پٹن میں لڑکر اس کو برہان پور تک بھگایا۔ وہاں سے پھر کر عادل شاہیوں سے لڑنے آیا طرفین کے لشکر آشتی میں ملے۔ پندرہ روز تک دونو لشکر پڑے رہے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ دوسرے پر حملہ کرتا آخر کو ان شرائط پر صلح ہوئی کہ چاند بی بی زوجہ میراں حسین نظام مقتول کی بیوہ کو پالکی میں سوار کرا کے بیجاپور میں وہ بھیجدے اور نظام شاہ کی سلطنت دو لاکھ ستّر ہزار ہون (۵۰۰۰۰۰ روپیہ) نعل بہا میں دے (خرچ جنگ) جمال خاں یہ روپیہ دیکر احمدؐ نگر میں آیا۔

مسافر کو بڑی رسوائی سے مارا اور اُن کے گھروں کو جلاکر خاک سیاہ کیا جن آدمیوں کا سر آسمان سا تھا اُن کو پائمال کر کے زمین کا پیوند کیا۔ وہ دوشیزہ جو اپنا مُنہ مہر و ماہ سے چھپاتی تھیں اُن کے جھونٹے پکڑ کر مستوں کی بزم میں لائے۔ چوتھے روز مرزا خاں کو جنیر سے پکڑ کر لائے اول اس کو گدہے پر سوار کر کے شہر میں پھرایا اور اس کے پارچے کر کے بازار میں لٹکائے۔ بعض امیروں کو توپ میں اُڑایا کہ اُن کے چھیچھڑوں کا پتا نہ لگا۔ سات ہزار میں ایک ہزار غریب مارے گئے اس اثنا میں فرہاد خاں حبشی کہ امرائے کلاں میں تھا اپنی جاگیر سے آیا تو اس نے دکنی اجلاف واوباشوں کی سیاست کی تو فتنہ کم ہوا اور کچھ غریب کہ حبشیوں اور دکنیوں کی آشنائی کے سبب سے چھپے ہوئے تھے بچ گئے۔ میراں حسین شاہ کی مدت سلطنت دو ماہ تین روز تھی۔ کتب تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پدرکُش کی مدت سلطنت زیادہ نہیں ہوتی اس لئے ایک شاعر نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎ پدرکُش پادشاہی را نشاید ✤ دگر شاید بجز دہ مہ نیاید

جمال خاں نے اسمٰعیل شاہ کی پادشاہی قبول کر لی اور سارے اختیارات شاہی خود لے لئے۔

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی

مرتضیٰ نظام شاہ کے وقائع میں مذکور ہوا ہے کہ برہان نظام شاہ قلعہ لہاگڑ (لوہ گڈھ) میں محبوس تھا اس تقریب سے کہ اس کا بھائی نظام شاہ زندہ نہیں ہے یا دیوانہ ہو گیا ہے اور مہمات سلطنت کا سرانجام نہیں کر سکتا قید سے نکلا اور بھائی سے لڑ کر شکست پائی اور اکبر پادشاہ پاس چلا گیا اس وقت دکن میں اسکے دو بیٹے تھے۔ ایک ابراہیم دوسرا اسمٰعیل۔ ابراہیم کی ماں حبشن تھی اُسکا رنگ کالا تھا۔ صورت ظاہری سے چنداں بہرہ بھی نہیں رکھتا تھا اور اسمٰعیل کی ماں کوکنی عالی خاندان تھی۔ اس میں سیرت و صورت کی خوبیاں تھیں۔ صلابت خاں نے دونو کو قلعہ لہاگڑھ میں محبوس کیا تھا۔ جب مرزا خاں نے میراں حسین کو معزول کیا تو ان

مولد مہدوی کہ منصب داران صدہ میں سے تھا دکنی اور حبشی منصب داروں سے اتفاق کرکے
آیا اور اونھوں نے کہا کہ چند روز سے ہم نے اپنے پادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا ہے اور
اُس کے حال کی کچھ خبر ہمکو نہیں اس کو ہمارے پاس بھیجو یا اوس کی ملازمت میں جانے دو
مرزا خاں نے ہیکڑی سے جواب دیا کہ میراں حسین کو پادشاہی کی لیاقت و قابلیت
نہیں ہے۔ ہمارا تمہارا پادشاہ اسمٰعیل نظام شاہ ہے ابھی وہ باہر آتا ہے اوسکو سلام کرو
جمال خاں نے احمدنگر میں منادی کی کہ اہل دکن کو معلوم ہو کہ مرزا خاں اور کل پردیسیوں
نے مجتمع ہوکر میراں حسین شاہ کو مقید کیا ہے اور کسی اور کو پادشاہ بنانا چاہتے ہیں تم کو
چاہیئے کہ اپنے پادشاہ کو چھڑا کر غریب غریب زادوں کے تسلط کو دفع کرو اونہیں یقین
جان لو کہ بعد اس مبحث کے دکنیوں کے زن و فرزند ان کی غلامی میں گرفتار
ہونگے یہ بات اہل دکن کے لئے مئی مست تھی اِن باتوں کو سُنکر مکمل و مسلح فوج لیکر قلعہ
پر متوجہ ہوئے۔ دو تین ساعت میں جمال خاں پاس پانچ چھہ ہزار سوار و پیادے اور
بہت سے بازاری وغیرہ جمع ہوگئے اور کل حبشیوں نے قلعہ گھیر لیا۔ مرزا خاں نے
بہت تھوڑے آدمی ان کے مقابلہ کے لئے بھیجے جن میں سے اکثر مارے گئے اور باقی زخمی
ہوکر قلعہ میں گئے اب مرزا خاں نے یہ خیال کرکے کہ سارا جھگڑا میراں حسین کے سبب
ہے اس کو مار ڈالا اور اس کے سر کو نیزہ پہ رکھ کر دروازہ کے برج پر سے دکھایا۔ اور
غل مچایا کہ یہ ہجوم و عربدہ میراں حسین شاہ کے لئے ہے اس کا سر یہ نیزہ کے اوپر
ہے اب چاہیئے کہ اسمٰعیل نظام شاہ کی اطاعت کرو اور اپنے گھر کو جاؤ۔ اُنھوں نے
میراں حسین کا سر مانگا جب وہ ان پاس آیا تو کہدیا کہ وہ اس کا سر نہیں ہے۔ اس
اثنا میں علفت و سرگیں کے سو بیل لاکر آگ لگائی جس سے قلعہ کا دروازہ جل گیا۔ مرزا خاں
قلعہ سنیر کو بھاگا۔ دکنیوں نے قلعہ میں جاکر تین سو پردیسیوں کو مار ڈالا۔
میراں حسین کو دفن کیا اور پردیسیوں کی لاشوں کو بے گور و کفن میدان میں سڑنے
دیا۔ اور سارے پردیسی وضیع و شریف و توانگر و گدا و نوکر و سوداگر و مجاور

میراں حسین شاہ کی ناعاقبت اندیشی اور ظلم

جب مرزا خاں کی رہنمونی سے میراں حسین باپ کو مار کر صاحب اختیار ہوا اُس کی عمر سولہ برس کی تھی اس کو مرزا خاں چاہتا تھا کہ گھر میں بیٹھا رہے اور جمیع مہمات کا خود پیرو کار ہوا لیکن میراں حسین شوخ طبیعت اور اجلاف پیشہ اور بے اعتدال اور ناعاقبت اندیش تھا اس لئے یہ صورت نہ ہوئی دایہ زادوں اور ہمسایوں کو اس نے امارت کے منصب دیکر مقرب بنایا اور لہو ولعب میں لگا۔ اتوں کو اوباشوں اور رزنوالوں کے ساتھ احمد نگر کے کوچہ و بازار میں پھرتا اور حالت مستی تیر وتفنگ وشمشیر سے جو نظر آتا اوسے مارتا بعض مقربوں نے میراں حسین سے کہا کہ مرزا خاں نے شاہ قاسم برادر مرتضےٰ نظام حسین کو قلعہ سنیر سے طلب کیا ہے اور اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے تاکہ فرصت کے وقت تجھکو معزول کرکے اس کو بادشاہ بنائے میراں حسین نے خائف ہو کر مرزا خاں کو موکلوں کے حوالہ کیا دوسرے روز اس کو معلوم ہوا کہ شاہ قاسم کی حکایت غلط تھی پھر مرزا خاں کو مقرب و معزز کیا مرزا خاں نے اپنی طرف سے مظنہ دور کرنے کے لئے میراں حسین سے کہا کہ وارثان مملکت فتنہ وفساد کا سبب ہوتے ہیں صلاح دولت یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع آل واولاد کے قتل فرمائے میراں حسین نے اس درخواست کو قبول کرکے ایک آن میں پندرہ شہزادوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔ آنکس خاں وطاہر خاں کہ میراں حسین کے برادر رضاعی تھے میراں حسین سے اس کی مستی وہوشیاری کی حالت میں مرزا خاں کی شکایت کرتے وہ پرحذر ہو کر کبھی کہتا کہ میں اس کو پکڑ کر اُس تلوار سے مار ڈالوں گا اور کبھی کہتا کہ میں فلاں ہاتھی کے پاؤں تلے اوس کو مسلواؤں گا۔ مرزا خاں نے اپنے تئیں بے تاج وتخت پادشاہ سمجھا اور میراں حسین کے قلع قمع میں مصروف ہوا اوس نے پادشاہ کو اس بہانہ سے کہ پادشاہ کا مصاحب آقا میر کا بُرا حال ہے عیادت کے لئے اوس کو بلایا وہ تنہا چلا آیا۔ مرزا خاں نے اس کو مقید کیا اور برہان نظام شاہ کے دو بیٹوں اسمٰعیل وابراہیم کو لوہ گڈھ کے قلعہ سے احمد نگر میں بلایا اور ان میں اسمٰعیل کو جو بارہ برس کا تھا بادشاہ بنایا کہ ایک بارگی قلعہ کے باہر جمال خاں

مرتضیٰ نظام شاہ کا مارا جانا اور میراں حسین کا باپ کو قتل کرنا

اونھوں نے حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ سے صلح ہوگئی اور عادل شاہ کی بہن جو اب تک داماد میراں حسین سے جدا تھی اُس کے حوالہ ہوئی۔ نظام شاہ نے میراں حسین کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اوس کو اپنا اشتیاق ظاہر کرکے اپنے پاس بلایا اور ایک حجرہ میں بہائی اور بالاپوش میں لپیٹ کر بند کیا اور اوس کو آگ لگادی۔ فتح شاہ نے رحم کرکے دروازہ کھول کر شہزادہ کو نکال لیا۔ اور مرزا محمد تقی و قاسم بیگ نے اُس کو پالکی میں سوار کرکے دولت آباد میں بہیجدیا۔ پادشاہ نے دو تین روز بعد حجرہ میں جاکر دیکھا تو بیٹے کے استخوان کو نہ پایا اصل حال کی تحقیقات کے بعد مرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو محبوس کیا مرزا محمد صادق کو مہمات سلطنت سپرد کیں۔ اُس نے بھی شاہزادہ کے قتل سے انکار کیا تو نوروز کے بعد اس کو بھی مقید کیا اور سلطان حسین سبزواری کو وکالت کا عہدہ اور مرزا خاں کا خطاب دیا اور پیشوائی کا منصب۔ اس نے دلاور خاں حبشی پاس مخفی بیجاپور آدمی بہیجکر پیغام دیا کہ یہ پادشاہ بالکل دیوانہ ہوگیا ہے اور اپنے بیٹے کو قتل کرنا چاہتا ہے اگر آپ سرحد پر آجائیں تو میں پدر کو برطرف کرکے پسر کو تخت پر بٹھادوں۔ دلاور خاں نے اس بات کو قبول کیا مرزا شاہ نے نظام شاہ سے کہا کہ عادل شاہ بہت سپاہ کے ساتھ ولایت احمد نگر کی تسخیر کے ارادہ سے آتا ہے اس باب میں حکم کیا ہے نظام شاہ کو اصل مقدمہ سے خبر نہ تھی اُس نے اور امراء کو قید کیا مرزا خاں مع کل امراء کے دولت آباد گیا اور میراں حسین کو قلعہ سے نکال کر پادشاہ بنایا اور احمد نگر لایا بیٹے نے باپ کو حمام میں بند کیا اور آگ زیادہ روشن کرائی اور پانی بند کیا جس سے وہ ۹۹۶ھ ۱۵۸۸ء میں مرگیا۔ برہان نظام شاہ ثانی نے اس کی استخوان کربلا بھجوائیں اس نے ۲۴ سال ۵ ماہ سلطنت کی۔ یہ بادشاہ قوی ہیکل و گندم گوں۔ فراخ چشم بلند اندام تھا۔ شوکت و صلابت رکھتا تھا۔ فارسی خوب بولتا تھا۔

میراں حسین نظام شاہ

جب جواہر رکھے گئے اور پادشاہ آیا اور ان میں اون مالاؤں کو نہ پایا تو کل جواہرات کو فرش میں پیسٹ کر آگ لگا دی اور چلا گیا امراء نے فوراً آگ بجھا کے تمام جواہر نکال لئے صرف موتیوں کو نقصان پہنچا اس حرکت کو شاہ کی دیوانگی اور جنون پر حمل کیا اس تاریخ سے شاہ کا لقب دیوانہ مشہور ہوا۔

نظام شاہ سے لولیوں نے یہ عرض کیا کہ ارکان دولت حضور کی پردہ نشینی سے دلگیر ہیں چاہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے میراں حسین کو پادشاہ بنائیں اس لئے بیٹے کے مارنے کا ارادہ نظام شاہ نے کیا۔ مگر صلابت خاں کے سبب سے بیٹا کسی طرح باپ کے ہاتھ نہ آتا تھا کہ اس اثنا میں ابراہیم عادل شاہ نے دلاور خاں حبشی کے مشورہ سے لشکر رزم خواہ سرحد نظام شاہ میں بھیجا اور پیغام دیا کہ شہزادہ میراں حسین کو عروس تسلیم کیجائے یا وہ پالکی میں سوار کراکے واپس بھیجدی جائے۔ صلابت خاں نے جواب دیا کہ ان دونو باتوں میں سے ایک بات نہیں ہوگی جبتک قلعہ شولاپور حوالہ نہ کیا جائیگا صلابت خاں کی اس بات سے عادل شاہ دشمن ہوگیا اور ادسہ کا محاصرہ کیا نظام شاہ نے جانا کہ صلابت خاں کے سبب سے یہ ہوا اس لئے اس سے رنجیدہ ہوا اور اُس سے کہا کہ تو حرام خور ہے یا حلال خور صلابت خاں نے کہا کہ میں آپکا بندۂ با اخلاص ہوں نظام شاہ نے کہا کہ میں تیری نافرمانی سے آرزوہ ہوں اور تیرے حبس و قید کی قدرت نہیں رکھتا ہوں صلابت خاں نے معروض کیا کہ آپ کوئی قلعہ مقرر کیجئے میں خود پابزنجیر ہوکے قلعہ میں جاکر خاطر اقدس کا غبار مٹاتا ہوں نظام شاہ نے کہا کہ قلعہ ڈنڈراج پور میں جانا چاہئے۔ اس سادہ ترک نے فی الفور گھر میں اپنے پانوں میں زنجیر ڈالی اور پالکی میں بیٹھ کر اپنے متعلقوں کو مامور کیا کہ مجھے قلعہ ڈنڈراج پور میں محبوس کرو ہر چند دوستوں اور رشتہ داروں نے منع کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ صلابت خاں کی قید کے بعد نظام شاہ نے وکالت قاسم بیگ حکیم کو اور وزارت مرزا محمد تقی نظیری کو دی اور حکم دیا کہ عادل شاہ سے صلح کریں

صلابت خاں کا قید ہونا

بہن کو دولت آباد میں بھیجدیا کہ جس وقت عادل شاہ قلعہ شولاپور دیدبے تو جشن ہو کر عروس داماد پاس جائے اور نہیں یہ کام معطل و موقوف رہے۔ اس اثنا میں اکبر پادشاہ کے لشکر کی خبر مالوہ میں آنے کی پہنچی صلابت خاں نے اس بیت پر عمل کیا ؎

کار نہ ایں گنبد گرداں کند چہ کند ہمت مرداں کند

دشمن کی مدافعت پر کمر باندہی مرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار کیا اور بیس ہزار سوار دیگر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مرزا محمد تقی برہان پور گیا اور راجہ علی خاں سے ملاقات کی اور اوس کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ جب عزیز کوکہ نے یہ سُنا تو شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں پاس بھیجا تاکہ وہ دکن کے لشکر کے ساتھ موافقت نہ کرے اور اکبر شاہ کے لشکر سے متفق ہو۔ یہ بات نہ ہوئی۔ شاہ فتح اللہ بے نیل مقصود عزیز کوکہ پاس گیا ان دنوں میں عزیز کوکہ اور شہاب الدین احمد خاں حاکم اجین کے درمیان منازعت تھی ان میں اعلیٰ درجہ کا نفاق تھا مرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں لشکر دکن کے ساتھ ہنڈیہ میں عزیز کوکہ کے مقابل آئے چندروز لشکر مقابل رہے۔ عزیز کوکہ نے صف جنگ میں صلاح نہ دیکھی بیر کی راہ سے وہ برار میں آیا۔ اور ایلچ پور اور بالاپور کو غارت کیا اور جب مرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں ہنڈیہ سے اُس کے تعاقب میں آئے تو اُس نے ندربار سے ولایت مالوہ کو مراجعت کی۔ راجہ علی خاں برہان پور چلا گیا۔ اور مرزا محمد تقی احمد نگر میں آیا۔

ان سنوں میں فتحی شاہ لولی نے کہ صلابت خاں کا دست گرفتہ تھا پادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل پیدا کیا اور پادشاہ سے دو مالائیں کہ رام راج کی غنائم میں ہاتھ آئیں تھیں طلب کیں۔ پادشاہ نے صلابت خاں کو ان کے دینے کا حکم دیا اس نے اصلی مالائیں نہ دیں ان کی نقلی مالائیں بنا کر دے دیں فتحی خاں نے اس کی شکایت پادشاہ سے کی۔ پادشاہ نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ میرے تمام جواہر فلاں مکان میں میرے ملاحظہ کے لئے سجائے جائیں

سید مرتضیٰ و صلابت خاں کی لڑائی

پہونچی۔ صلابت خاں نظام شاہ کو باغ ہشت بہشت سے باغ فرح بخش میں لے آیا اور عمارت بغداد کو اس کی عبادت کے لئے مقرر کیا۔ فتح شاہ پاتری کو کہ حسن و جمال میں آراستہ تھا اور نرد و شطرنج خوب کھیلتا تھا۔ خدمت کے بہانہ سے قلعہ میں داخل کیا اور نظام شاہ اوس پر فریفتہ ہوا اور اپنا ہم خواب بنایا سید مرتضیٰ لشکر لیکر احمد نگر کے حوالی میں آگیا۔ صلابت خاں نے لڑنے کی اجازت نظام شاہ سے لی اور وہ شاہزادہ میران حسین کے ہمرکاب سید مرتضیٰ کے مقابلہ میں آیا اور جنگ کے بعد غالب ہوا سید مرتضیٰ برار کو بھاگا اور صلابت خاں کے لشکر نے تعاقب کیا تو وہ اکبر پادشاہ کی خدمت میں چلا گیا۔

متفرقات

۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء میں نظام شاہ نے علی عادل شاہ کی بہن خدیجہ بی بی سے اپنے بیٹے میران حسین شاہ کی نسبت بھیجی وہ منظور ہوئی اور بی بی خدیجہ احمد نگر میں آئی۔ بعض مردم فتنہ انگیز شہزادہ برہان کو درویشوں کے لباس میں احمد نگر میں لائے۔ اور انھوں نے یہ قرار دیا کہ صلابت خاں کو غفلت کی حالت میں مار ڈالیں اور بعد ازاں نظام شاہ کو معزول کریں اور برہان شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھائیں مگر صلابت خاں کو اس کی اطلاع ہوگئی کام نہ چلا تو شاہزادہ برہان اکبر پادشاہ کے پاس چلا گیا۔ اکبر پادشاہ نے اس سال میں دکن کی فتح کا ارادہ کیا اور خان اعظم کوکہ حاکم مالوہ کو سپہ سالار بنا کر برہان نظام شاہ اور سید مرتضیٰ اور کل سرداران دکنی کو جو اوس پاس تھے ہمراہ کر کے ولایت نظام شاہ کو روانہ کیا اس جلدی میں چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ بھی اپنے بھائی نظام شاہ کے دیکھنے کو احمد نگر میں آئی صلابت خاں نے دلاور خاں وکیل السلطنت عادل شاہ پاس پیغام بھیجا کہ حسین نظام شاہ نے چاند بی بی کے جہیز میں قلعہ شولاپور دیا تھا اب وہ بیوہ ہوکر میکہ میں آگئی ہے چاہئے کہ یہ قلعہ نظام شاہ کے گماشتوں کے حوالہ کرو دلاور خاں نے اس بات کو نامنظور کیا۔ صلابت خاں نے رنجش کا اظہار اس طرح کیا کہ علی عادل شاہ کی

ابراہیم عادل شاہ اور نظام شاہ کی لڑائی

بہ ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء میں علی عادل شاہ شہید ہوا اور اس کا بھائی ابراہیم عادل شاہ نو برس کی عمر میں نائب مناب ہوا اس حال میں صلابت خاں نے نظام شاہ کو سمجھایا کہ اسکی تسخیر ممالک آسان ہے۔ نظام شاہ نے اپنے چرکس غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار بناکے اور امیر الامرار سید مرتضیٰ کو لشکر برار کے ساتھ سرحد عادل شاہ پر روانہ کیا۔ جب قلعہ شاہ درک کے پاس وہ آئے تو امرائے عادل شاہی پانچ چھ کوس پر اُن کے مقابلہ کو آئے ایک مہینے تک لشکر دونو کے ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے جب امرائے عادل شاہی کو معلوم ہوا کہ سپہ سالار بہزاد الملک سے سید مرتضیٰ آزردہ خاطر ہے وہ اپنی فوج سے اس کمک نہیں کریگا تو کچھ رات باقی تھی وہ روانہ ہوئے صبح کو ترشح باران تھا دشمن کے آدمی کمال غفلت سے اپنے دائرہ میں پڑے تھے بہزاد الملک خوش گوار ہوا مجلس شراب کو آراستہ کئے ہوئے تھا جب اسنے دشمنوں کے دمامہ و نفیری کی آواز سُنی تو وہ گھبرا کر لشکر سے باہر گیا امرا رلشکر اُس پاس نہ جمع ہوئے۔ وہ ابتر حال سے منہزم ہوا۔ سید مرتضیٰ نے صلابت خاں کو لکھ بھیجا کہ بہزاد الملک نے جنگ میں جلدی کی اور دوستوں کے آنے کا انتظار نہ کیا اس لئے اس پر صدمہ پہنچا۔ انشاء اللہ تعالےٰ احسن وجہ سے تدارک کیا جائیگا۔ صلابت خاں نے اس کے نام پر سرلشکر ہونے کا فرمان بھیجدیا جس سے وہ خوش ہوگیا اور خیل و حشم کے جمع کرنے میں کوشش کی۔ اس اثنا میں ابراہیم قطب شاہ مرگیا اس کا بڑا بیٹا محمد قلی قطب شاہ جانشین ہوا اس لئے اس مہم میں قطب شاہ کا لشکر جو نظام شاہ کے ہمراہ تھا وہ متفرق ہوگیا سید مرتضےٰ نے شاہ مرزا اصفہانی سے جو قطب شاہ کا وکیل السلطنت تھا موافقت کر کے محمد قلی قطب شاہ کو بلایا اور قلعہ شاہ درک کا محاصرہ کیا چار پانچ مہینے تک چاروں طرف جنگ کی مگر جب یہاں جنگ میں ناکامی ہوئی تو محاصرہ چھوڑ کر بیجاپور کی راہ لی۔ اور وہاں جاکر انہوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد وہ بیجاپور کی فتح سے بھی مایوس ہوئے تو قطب شاہ اپنے ملک کو چلا گیا اور سید مرتضیٰ و بہزاد الملک اپنے ملک کو آئے اس کا مفصل حال پہلے بیان ہو چکا ہے سید مرتضیٰ اور صلابت خاں میں باہم ایسی عداوت ہوئی کہ لشکر کشی کی نوبت

احمد نگر میں آیا ۔ صاحب خاں سے جو دس بارہ ہزار آدمی بیزار تھے وہ اُس سے مل گئے اس سبب سے نظام شاہ نے مضطر ہو کر صلابت خاں کو بلایا جس سے صاحب خاں پھر رد ٹھ گیا ۔ نظام شاہ نے شہزادہ برہان کو لڑکر برہان پور بھگا دیا اور آپ قلعہ میں آن کر پھر گوشہ نشین ہوا سید مرتضےٰ سرلشکر برار کو حکم دیا کہ صاحب خاں کو تسلّی دیکر عزت کے ساتھ ہمارے پاس بھیجدے اور اگر وہ آنے سے انکار کرے تو اُسے مار ڈالے اور اس کا گھوڑا اور ہاتھی ہمارے پاس بھیجدے ۔ صاحب خاں نے بحری خاں قزلباش کی بہن سے نکاح کی درخواست کی تو بحری خاں نے کہا کہ مرغ فروش لڑکے کو کیا مناسب ہے کہ امراء سے رشتہ و پیوند پیدا کرے اس سبب سے اُس نے بحری خاں پر حملہ کیا وہ بھاگ کر جالنہ میں چلا آیا ۔ سب امراء نے مل کر صاحب خاں کو مار ڈالا اور سید مرتضےٰ نے نظام شاہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے ایک جماعت کو بھیجا کہ وہ صاحب خاں کو تسلّی دیکر حضور میں روانہ کرے وہ بیوقوف لڑنے کھڑا ہو گیا اور کشتہ ہوا بعد اس کے صلابت خاں بغیر کسی معارض و معاند کے مہمات سلطنت کا متکفل ہوا اور چند سال استقلال سے گذارے اس مدت میں دو تین دفعہ اکبر پادشاہ کے ایلچی احمد نگر میں آئے اور ہر دفعہ خوشنود گئے ۔ صلابت خاں کے عہد میں امنیت و ضبط کمال کے مرتبہ کو پہنچ گیا تھا تجار بہ فراغت آمد و رفت کرتے تھے اس نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ اور ایسے ہی اور آدمیوں کو لشکر و حشم دیکر حکم دیا کہ سارے ملکوں میں گشت کیا کریں اور جس پر دزدی کا اطلاق ہو خواہ وہ ایک کوڑی کی ہو بے پرسش قتل کر ڈالیں خود اس نے آبادانی ملک اور باغ و بلوستان و قصبات کے احداث میں کوشش کی اور عالی شان عمارات بنائیں ۔ کہتے ہیں کہ اس کے عہد وکالت میں پانچ لاکھ درخت انبہ و املی کہ مدتوں رہتے ہیں مملکت نظام شاہ میں زیادہ ہوئے اور باعث اس کے ذکر خیر کے ہوئے صلابت خاں نے ملا ملک قمی اور ملا ظہوری کی بڑی قدرشناسی کی اور وظائف اور انعامات دئے ۔

صلابت خاں حبشی کی وزارت

حکم دیا کہ وہ صاحب خاں کو خواہی نخواہی شہر سے باہر کرکے غریبوں کو آزار نہ پہونچا سنے
دے۔ صلابت خاں نے صاحب خاں کو اہانت کے ساتھ شہر سے باہر نکال دیا تو وہ
صلابت خاں کی جان کے درپے ہوا۔ اعیان سلطنت میں سے ایک جماعت اسکی
مدعی ہوئی کہ قاضی بیگ نے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ ہون کے جواہر خزانہ سے
نکال لئے ہیں۔ حکم ہو تو اس سے بازیافت کیجائے۔ نظام شاہ نے اپنے خط سے لکھا کہ
جس وقت کسی سید نے خیانت کی مذلت کو اپنے لئے قرار دیا ہوا اور ہمارے خزانہ سے اس مختصر
جیفۂ دنیا کی طمع کی ہو تو اس کا واپس لینا اس سے کمال بے مروتی ہے ہم نے اس کو یہ روپیہ
بخش دیا چاہیے کہ اوس کو مع اہل و عیال و مال کشتی میں بٹھاکے وطن کو روانہ کردو عہدہ
داروں نے اس حکم کی تعمیل کی صاحب خاں پر صلابت خاں نے ایسی سختی کی کہ وہ
احمد نگر سے باہر چلا گیا اور بیدر کے حوالی میں پہنچا۔ وہاں کے آدمیوں نے اس
کی جماعت کو پریشان کردیا۔ پادشاہ کو اسکی مفارقت کب گوارا تھی خود پالکی میں پڑکر
اس کو منانے گیا اوس نے کہا کہ میرا وصال پادشاہ کو ان دو شرطوں سے حاصل
ہوسکتا ہے ایک یہ کہ صلابت خاں کو حضوری درگاہ سے دور کریں۔ دوم شہر بیدر
کو علی برید سے لے کر میری جاگیر میں دے دیں۔ نظام شاہ اس پر والہ و شیدا تھا
دونوں شرطیں منظور کریں۔ صلابت خاں کو تو بیر اس کی جاگیر میں بھیجدیا اور بیدر کی
تسخیر میں مصروف ہوا۔ علی برید نے عادل شاہ سے کمک مانگی اس نے ہزار سوار مدد کو
بھیجدئے۔ اس عرصہ میں خبر آئی کہ شہزادہ برہان جو قلعہ میں محبوس تھا اس کا خروج
ہوا وہ احمد نگر پر متوجہ ہوا ہے۔ نظام شاہ نے مرزا یادگار کندی اور سر لشکر ابراہیم
قطب شاہ کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر کے محاصرہ کے لئے چھوڑا
اور خود صاحب خاں کے ساتھ احمد نگر کو روانہ ہوا۔ چند روز بعد لشکر عادل شاہی
احمد آباد بیدر کے حوالی میں آیا۔ قطب شاہ کے آدمی جو بہانہ طلب تھے وہ گلکنڈہ
کو روانہ ہوگئے مرزا یادگار ترک محاصرہ میں مشغول رہا۔ شہزادہ برہان حوالی

شہزادہ برہان کا خروج

کوشش کرتا رہا۔ جب قاضی بیگ نے اس سے پوچھا کہ بادشاہی سے نفرت کا سبب کیا ہی
تو اس نے کہا کہ اس دنیائے فانی سے نفرت کا سبب ظاہر ہے اس کی محبت و الفت کا
سبب پوچھنا چاہئے۔ جب اس نے دیکھا کہ ارکان دولت اس کے مانع ہیں تو وہ احمدنگر میں
باغ بہشت میں عزلت نشین ہوا صاحب خاں نے بے اعتدالی شروع کی اکثر اوقات
مست دو تین ہزار دکنی اوباشوں اور ہاتھیوں کو لیکر احمدنگر کے کوچہ و بازار میں
پھرتا اور لڑکوں اور لڑکیوں کو زبردستی بھلے مانسوں کے گھروں سے نکال لاتا۔ اور افعال
قبیحہ کرتا ایک دن سید صحیح النسب میر مہدی کی لڑکی کو زبردستی پکڑ لیا جس کی
حفاظت میں اس سید کی جان گئی۔ صاحب خاں کا نام حسینی تھا کبھی کبھی لوگ اور
بادشاہ اس کو حسین خاں کہتے تھے اس نے حسین خاں سخت کمان ترشیزی سے
جو برار کے امراء میں سے تھا کہا کہ اپنا نام بدل ڈالے اور نہیں گوشمالی کی جائیگی۔ حسین خاں
نے اس بات کو نامنظور کیا جس پر ایک نزع شروع ہوا صاحب خاں فیل مست پر سوار
ہوا اور پانچ چھ ہزار پیادے لے کر حسین خاں کے گھر پر چڑھ گیا۔ حسین خاں نے
ایک تیر ایسا صاحب خاں کے ہاتھی کی پیشانی پر مارا کہ سوفار تک بیٹھ گیا۔ ہاتھی
چنگھاڑتا ہوا درختوں میں بھاگا۔ صاحب خاں باغ میں گیا اور باہر آیا اور اوس نے
کہا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ کل غریبوں (پردیسیوں) کو مار ڈالو۔ واقعہ طلب
حبشی دکنی تو یہ بات خدا سے چاہتے تھے ایک ہنگامۂ جنگ برپا ہو گیا صاحب خاں
نے بادشاہ سے جاکر کہا کہ پردیسیوں نے ہجوم حضور کے قصد سے کیا ہے وہ شہزادہ میراں شاہ
کو پادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ نظام شاہ جھوٹ سچ کی تحقیق کے لئے باغ سے باہر آیا
افواج غریب کو مسلح و مکمل دیکھا تو اوس نے صاحب خاں کے کہنے کو سچ جانا تو وہ ہاتھی
پر سوار ہوا اور اوس نے لشکر کو حکم دیا کہ غریبوں کو قتل کرو۔ یہ غریب پادشاہ کو دور سے
سلام کر کے قطب شاہ پاس چلے گئے۔ جو کچھ پردیسی چھپے چھپائے باقی رہے انکو صاحب خاں
اور اس کے بھائیوں نے مار ڈالا۔ جب اسکی بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے صلابت خان کو

میرے وکیل مطلق قاضی بیگ سے پوچھا جائے اور اگر وہ اس مشکل کام کو تنہا نہ کرسکے تو اس ہیں امین الملک و مرزا محمد تقی و قاسم بیگ کو اپنے ساتھ متفق و شریک کرلے اور مہات کو شمسی کرے۔ میں قہر اور عذاب الٰہی سے ہراساں ہوں اور چنگیز خاں کی نسبت جو امر وقوع میں آیا اس سے پشیمان ہوں میں چاہتا ہوں کہ مدۃ العمر گوشہ عزلت میں بیٹھوں اور عبادت حق میں مشغول ہوں۔ یہ کہکر وہ احمدنگر میں عمارت بغداد میں گوشہ نشین ہوا۔ صاحب خاں کے سوا کوئی اس پاس نہیں جاسکتا تھا۔ دو تین مہینے کے بعد عزلت کاست ایساچڑھا کہ ہدیۂ سلطان والدہ میراں حسین اور سب عورتوں کو قلعہ سے باہر نکالدیا۔ شاہ قلی کو جو شاہ طہماسپ نے برہان نظام شاہ پاس بھیجا تھا اور صلابت خاں اس کا خطاب تھا قلعہ کا دروازہ اسکو سپرد کیا۔

بادشاہ کی عزلت و صاحب خاں کی بے اعتدالیاں

۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ میں اکبر بادشاہ شکار کھیلتا ہوا سرحد مالوہ میں آیا۔ صلابت خاں نے صاحب خاں کی معرفت بادشاہ کو خبر دی کہ اکبر بادشاہ دکن کی جانب چلا آتا ہے تو نظام شاہ بے توقف پالکی میں سوار ہوکر سو آدمیوں کے ساتھ دولت آباد کی جانب روانہ ہوا۔ یہاں چند روز توقف کیا کہ احمدنگر کا لشکر پانچ چھ ہزار خاصہ خیل آگیا اس لشکر کو لے کر وہ اکبر بادشاہ سے لڑنے چلا امرا اس کو بہت منت کرکے روکنا چاہتے تھے کہ اکبر بادشاہ مالوہ کی سرحد میں شکار کھیل کے اپنے دار الملک کو اُلٹا گیا۔ نظام شاہ اس خبر کو سُنکر مسرور ہوا اور دولت آباد میں آیا اور پھر احمدنگر میں جاکر عزلت نشیں ہوا۔ صاحب خاں کے خویش و قرابتی منصب امارت پر پہنچ گئے اون کو بڑی بڑی جاگیریں مل گئیں۔ بادشاہ کو برسات کے موسم میں صاحب خاں دولت آباد لے گیا۔ یہاں مشائخ کی قبروں کی زیارت سے بادشاہ کو اور جوش مذہبی اُٹھا۔ جامہ درویشانہ پہن کر صبح کے وقت امام رضا کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوا صاحب خاں کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی جب وہ تین کوس نکل گیا تو ایک سپاہی نے اس کو پہچان کر ارکان دولت کو خبر کی وہ اس کے پیچھے دوڑے گئے اور بڑی منتیں کرکے اوسکو لائے ایک مہینہ تک اپنا فقیری لباس نہیں اوتارا اور تاج و تخت کے ترک کرنے میں

کہ بندہ کو اپنے بندگان دولت خواہ میں شمار کرکے جو دستورالعمل میں نے اپنے خط سے لکھکر بھیجا
ہے اس پر عمل کریں اور اس خیر خواہ کے کالبد کو کربلا بھیجیں - سید مرتضےٰ وشاہ علی وصلابت خاں
ومرزا محمد تقی نظیری وامین الملک نیشاپوری وقاضی بیگ طہرانی کو کارآمد آدمیوں میں شمار
کریں اور ان کے احوال سے غافل نہ ہوں اور جس قدر کہ پردیسی میری سرکار میں ہیں انکو اپنے
سلحداروں میں جمع کریں - یہ عریضہ اور دستورالعمل سید حسین کے ہاتھ میر مرتضےٰ نظام شاہ پاس
بھیجا اور پلنگ پر تکیہ لگایا اور دوسرے دن صبح کے وقت جسم سے جان کا تعلق جدا کیا۔

دکن کی فتنہ انگیز زمین دولت خواہوں کو سازگار نہیں - عماد الدین محمود خواجہ جہاں گاواں
خواجہ میرک چنگیز خاں اور مصطفےٰ خاں اردستانی جو اکثر باتوں میں ہمقرین تھے ناحق اس
مملکت میں ضائع ہوئے۔

چنگیز خاں کے ترکہ میں شاہ مرزا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تین چار خط نکلے جن سے چنگیز خاں کا پاک و
وصاف ہونا ثابت ہوا تو نظام شاہ کو چنگیز خاں کے تلف ہونے سے ندامت ہوئی مگر اب
اس سے کیا ہوتا تھا اس نے غصہ میں آکر شاہ مرزا کو لشکر سے باہر نکلوا دیا اور احمدنگر
میں آکر اُس نے دنیا کے ترک کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے احمدنگر کے امرا اور رُوسا کو بلا کر کہا
کہ تم آگاہ ہو اور جانو کہ مجھ میں پادشاہی کی قابلیت نہیں ہے میں اپنے میں اس قدر حالت
نہیں دیکھتا کہ عدل کو ظلم سے اور ظلم کو عدل سے تمیز کرسکوں - اکثر اوقات ظلم کو عدل کی صورت
بناتا ہوں جس کی حقیقت مجھے آخر میں معلوم ہوتی ہے میں اپنی حکومت اور پادشاہی سے
بیزار ہوں اب میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ فردائے قیامت کو کہ روز جزا ہے تم سے
شہادت طلب کرونگا کہ قاضی بیگ کو کہ رسول آخر الزماں کا فرزند ہے وکیل مطلق میں نے
اپنا کیا ہے کہ بمقتضاء شریعت و عدالت خلایق سے سلوک کرے اور حسلا معاملات اور
محاکمات میں قوی کی جانب کو ضعیف پر ترجیح نہ دے اور حق کو منظور رکھے - اگر کسی بڑھیا سے
کوئی ظلم سے سوئی چھین لے اور کل قیامت کو مجھ سے پوچھیں کہ تیرے عہد میں ایسا ستم واقع ہوا
تو غافل اور بے خبر تھا تو میں جواب دونگا کہ مجھے اس طرح کے کاموں میں دخل نہ تھا

کہ اپنے سپاہیوں میں خرچ کرے - مگر چنگیز خاں نے ان کے لینے سے انکار کیا اور کہا نظام شاہ کا خزانہ جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے اس کی بدولت مجھے کسی چیز کی کمی نہیں - میرا مقصود یہ ہے کہ اس سرراہ کے خار کو دور کروں - تمہاری مملکت اور نظام شاہ کی مملکتوں میں فصل نہ رہے اور شاہان دکن کہ محب اہلبیت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کرکے پادشاہ دہلی کے لشکر کے دغدغہ اور آسیب سے محفوظ ہوں - جب چنگیز خاں سے یہ جواب ناصواب مرزا نے سُنا تو مایوس ہوا صاحب خاں کو جو نظام شاہ کا معشوق تھا نقود اور جواہر سے محظوظ کیا مرزا نے مجلس شراب میں ایک دن صاحب خاں سے کہا کہ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ برار کی حکومت لے کر اپنے نام کا خطبہ پڑہوائے - اس وقت نظام شاہ کا آدہا لشکر اُسی کا تربیت یافتہ ہے وہ اچھی طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتا ہے اسی لئے تم کو جنگل جنگل پھراتا ہے کہ فرصت پاکر اپنا مقصد حاصل کرے - صاحب خاں مرزا کے کلام کو سچ جانکر چنگیز خاں کی بربادی کے درپے ہوا اور پادشاہ سے یہ حال کہا کہ ایک دن پادشاہ شراب پئے ہوئے ناز و نیاز کی باتیں کر رہا تھا کہ اوس نے مرزا کو بلاکے اپنے قول کی تصدیق کرائی جس سے بادشاہ کو صاحب خاں کی بات کا یقین ہوا پادشاہ نے احمدنگر جانے کو چنگیز خاں سے کہا تو اُس نے کہا کہ یہ ملک نیا ہاتھ آیا ہے چھ مہینے اور توقف کیجئے اور بعد ازاں مجھے اس ملک دیجئے کہ میں اس کا خاطرخواہ انتظام کروں - اس سے بادشاہ کو اور شبہ پیدا ہوا اور اس پر بے التفاتی کرنے لگا - چنگیز خاں نے دربار میں جانا چھوڑا - بیماری کا بہانہ بنایا نظام شاہ نے معالجہ کے لئے حکیم محمد مصری کو شربت مسموم دیکر بھیجا کہ اس کو پلائے - چنگیز خاں نے اوس کو پیا حالت نزع میں یہ عریضہ لکھا کہ مخلص دولت خواہ میرک دبیر جس کی عمر کا آفتاب ساٹھ برج طے کرچکا ہے اور سترویں برج میں ہے سر آستانہ پر رکھکر عرض کرتا ہے کہ شربت جو جناب نے آب حیات ملاکر اس دولت خواہ کو مرحمت کیا تھا نہایت ذوق و شوق سے اس کے تمام جرعے پئے پادشاہ کا نقد وفا اور اخلاص مجھ پر ورد نعمت نے اپنے صندوق سینہ میں رکھکر غیر کے مشاہدہ سے چشم پوشی کی جبتک میری خاک رہے پادشاہ کو بقا ہو - التماس یہ ہی

چنگیز خاں کا مرنا

ہیں تقصیر نہ کرے جس روز وہ قلعہ میں جانے کو ہوا تو ایک اپنے معتمد کو لباس تجارت پہنا کے اور اوس کو مبلغ خطیر دیکر اُس نے ہمراہ کیا کہ قلعہ کے عمدہ محافظوں کو روپیہ دے کر نظام شاہ کا طرفدار بنائے اور اُن سے کہے کہ قلعہ کو چھوڑ کر نظام شاہ پاس چلے جاؤ غرض اس حکمت سے کوئی تفال خاں پاس نہ رہا اسد خاں و رومی خاں نے قلعہ کا ایک برج اُڑا دیا۔

۹۸۲ھ میں قلعہ میں چنگیز خاں گیا۔ تفال خاں بھاگ گیا۔ اس فتح کی تاریخ فاتح ملک برار ہوئی۔ غرض نظام شاہ نے عماد الملک کو جو تفال خاں کی قید میں قلعہ پرنالہ میں تھا مع تفال خاں اور اوس کے فرزندوں اور برار کے ملک کے کل وارثوں کو ایک قلعہ میں مقید کیا تھوڑے زمانہ میں یہ سب اجل طبعی سے یا دوسرے طرز سے عالم فانی کو چلے گئے اور ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ مرتضےٰ نظام شاہ بحری نے ملک برار کو اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا اور بیدر کی فتح کو چلا۔ محمد شاہ فاروقی نے فرصت پاکر برہان عماد الملک کے دایہ زاد کو دریا عماد الملک کا فرزند قرار دے کر چھ ہزار سواروں کے ساتھ برار روانہ کیا جب وہ حوالی سرحد میں آیا تو سات آٹھ ہزار قدیمی نوکر کہ گوشوں میں چھپے پڑے تھے اس پاس جمع ہوئے اور اُنھوں نے نظام شاہی تھانوں کو اُٹھا دیا۔ مگر نظام شاہ نے سید مرتضےٰ کو بھیجا جس نے برہان عماد الملک جعلی کا نام نشان تک مٹا دیا میراں محمد شاہ فاروقی جو سرحد پر لشکر لئے بیٹھا تھا آسیر میں چلا گیا۔ نظام شاہ نے برہان پور تک بہت خرابی مچائی چنگیز خاں قلعہ آسیر کی سیر کو دو ہزار سوار خاصہ کے ساتھ جن میں اکثر پردیسی تھے روانہ ہوا محمد شاہ نے اپنے امراء کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اس کے مدافعت کیلئے بھیجا لشکر خاندیس چنگیز خاں سے لڑا اور اس کو شکست دی نظام شاہ بھی برہان پور سے یہاں آیا اور مملکت خاندیس کو لوٹا مارا۔ قلعہ آسیر کا محاصرہ کیا۔ محمد شاہ نے چھ لاکھ مظفری شاہ کو اور چار لاکھ چنگیز خاں کو دیکر سر پر سے بلا کو بیدر پر ٹالا۔ مرزا اصفہانی صاحب ابراہیم قطب شاہ نظام خاں کے لشکر گاہ میں اس مقصد سے گیا کہ وہ بیدر پر جو حملہ کرنے کو ہیں نہ کرے ان مطالب کے حاصل کرنے کے لئے چنگیز خاں کو دو لاکھ ہون حوالہ کئے

اس مملکت کو میرے تصرف سے نکال لینا چاہتے ہیں بندہ ولایت برار کو حضور کی پیش کش
میں دیتا ہے۔ امرائے سرحد کو مامور فرمائیں کہ ان حدود میں آن کر اُس پر قابض ہوں
تاکہ مخلص سر کو قدم بنا کر حضور کا قدمبوس ہو۔ اور ان کے شر سے مصئون ہو عریضہ کا
جواب نہیں آیا تھا کہ تفال خاں قلعہ پرنالہ میں اور شمشیر الملک قلعہ کاویل میں چلا گیا
نظام الملک نے قلعہ پرنالہ کا محاصرہ کیا تفال خاں کا عریضہ اکبر شاہ پاس گجرات
میں پہنچا اُس نے نظام شاہ کو لکھا کہ تفال خان بندگان درگاہ میں سے ہے اور
برار کی ولایت ہمارے ملازموں سے متعلق ہے تم کو چاہئے کہ اس ولایت کے تسخیر
سے اور پرنالہ کے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھاؤ اور تفال خان کے متعرض حال نہ ہو۔
نظام شاہ نے اس تحریر پر التفات نہ کیا۔ اکبر پادشاہی توجہ اس وقت
مہم بنگال کی طرف تھی وہ اس طرف متوجہ نہ ہوا۔ لشکر نظام شاہ سے قلعہ فتح نہ
ہو سکا بہت اس پر سر مارا اس کے بیٹا پیدا ہوا اس کی صورت کے دیکھنے کا
اشتیاق ہوا صاحب خاں کے عشق میں گرفتار ہوا اس نے مراجعت کی صلاح دی
طول سفر سے بھی دلگیر تھا غرض قریب تھا کہ تین سال کی محنت برباد جاتی کہ اس
اثنا میں ایک افغان تاجر ہندوستان سے آیا۔ چند گھوڑے اور متاع
لاہور سے لایا چنگیز خاں سے کہا کہ لاہور سے یہ گھوڑے تفال خاں کے
لئے لایا ہوں۔ اگر اجازت پاؤں تو قلعہ کے اندر جاکر اون کو بیچو یہ اجازت دینا
آپ کی مروت سے بعید نہ ہوگا۔ چنگیز خاں نے کہا کہ میں ایک شرط سے یہ
اجازت دیتا ہوں کہ قلعہ سے مراجعت کرکے نظام شاہ کی نوکری تو کرے اور
تجارت چھوڑ دے تیرے چہرہ سے عقل و کیاست و شجاعت کے آثار نمایاں ہیں
اور تو اس لائق ہے کہ پادشاہ کا نوکر ہو۔ تاجر طمع خام میں آگیا اوس نے
کہا کہ یہ بات ہو تو میری بڑی سعادت ہے۔ چنگیز خاں نے کہا کہ نظام شاہی
امارت تیری پیشانی پر کھنچی ہوئی ہے تجھے چاہئے کہ نظام شاہ کی دولت خواہی

نسب پوچھا۔ چنگیز خاں وامین الملک کو اشارہ کیا کہ اس سید کو بارہ ہزار ہون
دیدیں۔ چنگیز خاں نے عرض کیا کہ خزانہ پیچھے ہے منزل پر پہنچ کر ہون دیدوں گا یہاں
لحظہ توقف کرنا صلاح نہیں ہے کہ اس لحظہ میں تفال خاں اور شمشیر الملک مع
خزانہ اور اسپ اور فیل کے گرفتار ہو جائیں گے نظام شاہ نے کہا کہ اگر تفال خاں سے
مجھے مملکت برار کی برابر سو ملک مل جائیں تو میں دوازدہ امام کے لئے جو مجھ سے مانگا گیا ہے
بے دئے قدم نہ اُٹھاؤں گا۔ چنگیز خاں نے سید سے کہا کہ بہت مشقت کے بعد آج کا دن
نصیب ہوا ہے کہ غنیم گرفتار ہوا ہے خفیۃً پادشاہ سے کہئے کہ روپیہ مجھے پہنچ گیا یہ
میرا کام ہے کہ گھر بیٹھے ہی آپ کو روپیہ بھیجدوں گا سید نے کہا کہ کبھی برسوں کے بعد
دامن مقصود ہاتھ آیا ہے باوجود دیوانگی کے میں اس قدر جانتا ہوں کہ نقد کو
نسیہ پر فروخت کرنا نہیں چاہئے چنگیز خاں نے جلدی کے لئے گھوڑے ہاتھی
بڑی بڑی قیمتی پیش کر کے سید صاحب سے کہا کہ آپ ان کو رہن رکھئے روپیہ بھیج کر
آپ سے چھٹالئے جائیں گے۔ سید صاحب نے کہا کہ ان کو خود بیچکر مجھے عنایت کیجئے
آیندہ نہ میں تجھے دیکھوں گا نہ تو مجھے دیکھے گا۔ چنگیز خاں نے عقلمندوں کے ہاتھ
ان کو بیچ کر سید کو قیمت دی مگر اس توقف میں تفال خاں فرصت پاکر اسی روز برہانپور
کو چلا گیا۔ نظام شاہ نے سرحد خاندیس میں میراں محمد شاہ حاکم ولایت
خاندیس کو لکھا کہ تفال خاں ہمارے لشکر سے بھاگ کر تمہاری پناہ میں آیا ہے
اس کو آپ پناہ نہ دیں اور اپنے ملک سے نکال دیں تو آپ کی دانائی اور دور اندیشی
ہے ورنہ ہمارا لشکر آپ کے دیار میں اُس کے تعاقب میں آئے گا۔ جس
سے وہ زیر و زبر ہوگا۔ میراں محمد شاہ نے اس نوشتہ کو بجنسہ تفال خاں
کو دکھایا تو اس کا مضمون سمجھ کر وہ دوسری راہ سے ولایت برار میں آیا۔ اور
جلال الدین محمد اکبر شاہ کو عریضہ لکھا کہ میں حضور کے لشکریوں میں سے ہوں
ان دنوں میں حکام دکن نے اپنی مذہبی موافقت کے سبب سے اتفاق کر کے

کچھ نہ بولے دونو پادشاہ اپنے دار الملکوں میں گئے۔ قلعہ ریواڈنڈا میں جو نقصان ہوا تھا
اُس کی اصلاح یہ کی گئی کہ تین ہزار غریب (پردیسی) ترکش دار نوکر رکھے گئے۔
سنہ ۹۸۰ھ (۱۵۷۲) میں ملا حیدر کاشی تفال خاں پاس بھیجا گیا اور اس کے ہاتھ نوشتہ گیا کہ دریا عماد الملک
ہمارا برادر طریقت تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک وارث ملک
ہوتا ہے جب تک وہ لڑکا تھا تجھ پر واجب تھا کہ سر انجام ملک کا متصدی ہو کر اسکی
پرورش کرتا اب وہ بالغ ہو گیا ہے اس کو گھر میں محبوس رکھنے اور خود صاحب اختیار ہونیکے
کیا معنی ہیں اس نامہ کے پہنچتے ہی اس کے کہنے اور حکم سے تجاوز نہ کرے اور مہمات ملکی اور
مالی کو برہان الملک سے رجوع کر کے اپنے تئیں بالکل بیدخل کرے اگر یہ نہ کرے گا تو پھر
دیکھے گا کہ کیا تیرا حال ہوتا ہے تفال خاں نے مضطرب ہو کر اپنے بڑے بیٹے شمشیر الملک
سے صلاح لی اس نے باپ کو ایسی صلاح دی کہ وہ حرف صلح و سخن ملائمت زبان پر نہ لایا
اور ملا حیدر کو رخصت کیا۔ نظام شاہ نے ایلچپور کی طرف کوچ کیا۔ ایک سخت لڑائی
ہوئی چنگیز خاں کی بہادری سے تفال خاں اور شمشیر الملک دونو۔ ع
* شکستہ سلاح شکستہ کر * ایلچپور کو بھاگے۔ چنگیز خاں دوسو ستر ہاتھی برار کے لیکر
مظفر و منصور نظام شاہ کے پاس آیا اس نے رعایا کے لئے استمالت نامے مملکت برار
کے چاروں طرف بھیجے۔ سب نے اطاعت کا اظہار کیا زمینداروں اور مقدموں اور
قانون گویوں نے دربار میں آن کر خلعت پائے۔ نظام شاہ موضع فتح سے آگے
بڑھا تفال خاں اور شمشیر الملک جنگ کے پاس نہ آئے۔ جنگل میں گئے نظام شاہ نے
ان کا تعاقب کیا جنگل جنگل چھ مہینے تک پھرایا کہ تفال خاں اور اس کا بیٹا ایسے جنگل میں آئے
کہ کوئی راہ گریز نہ تھی قریب تھا کہ وہ گرفتار ہوتے کہ ناگاہ میر موسے مازندرانی کہ سید
مجذوب تھا نظام شاہ کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا کہ تجھے بارہ اماموں کی قسم ہے کہ
دوازدہ امام کی محبت میں جب تک ہم کو بارہ ہزار ہون نہ دے لے تو آگے
قدم بڑھائے۔ نظام شاہ نے ہاتھی کو آنکس لگا کے ٹھہرایا۔ سید کا اصل

عادل شاہ اور نظام شاہ میں تقسیم ممالک کے باب میں عہد و پیمان و نظام شاہ کا ملک برار کا فتح کرنا

پہنچا دیتا اور دفعہ مظنہ کے لئے چوبیں نردبانیں حصار کی دیوار پر لگا کے لڑنے کا حکم دیتے تھے
اور پرتگیز آلات آتشبازی سے مسلمانوں کو مار کر پرے ہٹاتے تھے شاہ
جمال الدین حسین وکیل سلطنت جوانی کی مستی میں مہمات ملکی اور مالی میں دل نہ لگاتا
اور عیش و عشرت میں مشغول رہتا۔ مرتضےٰ نظام شاہ طول ایام محاصرہ و محنت سفر سے
اُکتا گیا۔ اس اثنا میں مسلمانوں کی ایک کشتی پرتگیزوں نے پکڑلی اور اوس کے اسباب
و اموال پر متصرف ہوئے اور مسلمانوں کو اسیر کرلیا۔ ان میں دو جوان غریب جنمی تھے
ایک رستم خاں دوسرا شمشیر خاں ان کو سپاہی سمجھکر قلعہ کے برج و بارہ پر کھڑا کرتے
اور مسلمانوں سے لڑنے کا حکم کرتے وہ بھی مجبور ہو کر لشکر اسلام پر تیر و تفنگ لگاتے۔ وہ
ایک تدبیر سے قلعہ سے بھاگ آئے۔ مرتضےٰ نظام شاہ نے اون کو خلوت میں بلاکر
اہل قلعہ کی قوت و ضعف کا حال پوچھا ان دو غریبوں نے بے ملاحظہ جو کچھ حال نفس الامر
میں تھا تفصیل سے عرض کیا کہ پرتگیز کمال فراغت سے رہتے ہیں۔ یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ
وہ گھرے ہوئے ہیں اس لئے کہ اسباب معیشت ان کو پہنچتا رہتا ہے ہر شب اطراف قلعہ
سے امرائے حبشی۔ دکنی۔ ان سے زر کے صندوق لیکر غلّہ و روغن و برنج و گوسفند
اور جو کچھ ان کی خواہش ہوتی ہے پہنچاتے رہتے ہیں اور دن کو جنگ زرگری کر کے
نامراد آدمیوں کو لڑواتے ہیں۔ میرک دبیر ان کا ہمزبان نہیں ہے۔ نظام
شاہ یوں مخالف و موافق پر مطلع ہوا اس نے خواجہ میرک سے مشورہ کر کے
قلعہ کا محاصرہ چھوڑا اور احمد نگر میں آیا تو خواجہ میرک کو خطاب چنگیز خانی
اور وکیل السلطنت کا منصب دیا۔ چنگیز خاں کی سعی سے نظام شاہ اور عادل شاہ
کی ملاقات سرحد پر ہوئی اور یہ مقرر ہوا کہ علی عادل شاہ کو ناٹک میں اس قدر
ممالک فتح کرلے کہ وہ محصول میں برابر ملک برار۔ و بیدر کے محصول کے ہوں
اور مرتضےٰ نظام شاہ ولایت برار کو تفال خاں کے قبضہ سے اور بیدر کو علی برید کے
تصرف سے نکال لے اور قطب شاہ کو اپنی حالت میں رہنے دے اور کسی جانب

اور تادیب کے لئے نامزد کیا۔ قطب شاہ گول کنڈہ میں بھاگ کر گیا اس کا لشکر گاہ نظام شاہیوں نے لوٹ لیا۔

ریوڈنڈا میں پرتگیزوں پر یورش

پرتگیزوں نے قلعہ ریواڈنڈا (ریکنڈہ) کو بہت مستحکم بنا لیا تھا اور اوسپر مغرور ہوکر اپنی حد سے قدم باہر رکھا تھا۔ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے تھے اور اون کی اہانت کرتے تھے اور اذیت پہنچاتے تھے۔ مرتضےٰ نظام شاہ نے سنہ مذکور میں قلعہ ریواڈنڈا کی کہ بندر جیول کے قریب ہے کوچ کیا اور جاکر اس کا محاصرہ کیا۔ پرتگیزوں نے مدافعہ ومجادلہ کے علم اُٹھائے۔ دو سال تک گاہ وبیگاہ پرتگیزوں اور مسلمانوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں اور توپ وتفنگ اور حقہ باروت سے اکثر دفعہ مسلمان کشتہ ہوتے رہے۔ ہر لشکر کے ہر گوشہ میں آوازہ نوحہ زاری بلند ہوتا اور تکفین وتجہیز سے فرصت نہ ملتی اس کا سبب یہ تھا کہ امرائے دکنی سوء تدبیر اور کمال جہل سے شرائط قلعہ کشائی نہ بجا لاتے اور خاک ریز ونقب وساباط نہ بناتے۔ یہ چاہتے تھے کہ نزد بانوں کو لگا کے قلعہ پر چڑھ جائیں اور اندر کے آدمیوں کو زبون کرکے تسخیر کریں پرتگیزوں کو آتشبازی میں مہارت کامل تھی وہ بھلا یہ صورت کب واقع ہونے دیتے تھے۔ اس قدر وہ باروت کے حقے مارتے تھے کہ مسلمان الامان پکارتے تھے آخر الامر یہ تجویز ہوئی کہ اہل قلعہ کے ابواب دخول وخروج مسدود کئے جائیں کہ اسباب معیشت ان پاس نہ پہنچنے پائے۔

اس سے پرتگیزوں کو اضطراب ہوا کہ قلعہ کو خالی کرکے اور بنادر کی طرف بھاگ جائیں لیکن بعض پرتگیز اس کے مانع ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ سلطان کا مال جو ہمارے پاس قلعہ کے اندر ہے اس کو قلعہ کی محافظت میں خرچ کریں اگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہو تو اور بنادر میں فرار اختیار کریں۔ امرائے نظام شاہی خصوص اخلاص خاں و فرہاد خاں حبشی کو بہت نقد وجنس اور مند لبائے شراب پرتگالی رشوت میں دیتے ہر شب کو ایک افیمہ آذوقہ اور کل اجناس پرتگیزوں پاس

و مرتضیٰ خاں نے معروض کیا کہ قلعہ کشائی کا طریق یہ نہیں ہے کہ ابھی گرد راہ کو جھاڑا نہ ہو
کہ ایسے محکم قلعہ کو فتح کرلیں۔ نظام شاہ نے کہا کہ خدا کی توفیق سے دروازے کے
پاس جاکر اس کو تیغ و تبر سے توڑ کر قلعہ میں داخل ہوتا ہوں اگر میری اجل نہیں آئی تو
مجھے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ اور اگر آئی ہے تو اس سے کنارہ کرنا بے فائدہ ہے۔ جب
دولت خواہوں نے یہ حال دیکھا تو اس کو ہتھیار لگانے کو کہا کہ سنت آنحضرتؐ ہے تو اُس نے
جوشن پہنا اور تیر و کمان کو ہاتھ میں لیا اور روانہ ہوا۔ غرض توپ و تفنگ و تیر اندازی کا
ہنگامہ گرم ہوا۔ کشور خاں کے ایک تیر لگا اور وہ فوت ہوا نظام شاہ کو قلعہ ہاتھ
آیا وہ شکر الٰہی بجا لایا۔

کشور خاں کے واقعہ کے بعد عین الملک اور نور خاں امرائے بزرگ عادل شاہی
احمد نگر کی طرف چلے۔ امرائے نظام شاہی مثل فرہاد خاں اور اخلاص خاں کے پانچ چھ
ہزار سواروں کے ساتھ بسرکردگی خواجہ میرک دبیر کے ان سے لڑنے کو چلے جب
فریقین میں معرکۂ جنگ گرم ہوا تو خواجہ میرک نے چالیس پادشاہی ہاتھیوں پر علم سبز بلند
کئے اور چار سو خاصہ خیل کو علم سبز دے کر یہ شہرت دی کہ نظام شاہ آگیا۔ عین الملک اور
نور خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے آنے کو یقین کیا اور بھاگ گئے خواجہ میرک نے تعاقب کرکے
عین الملک کو قتل کیا اور نور خاں کو زندہ دستگیر کیا اور مظفر و منصور نظام شاہ کی خدمت
میں آیا اس عرصہ میں قطب شاہ بھی نظام شاہ پاس آگیا تھا اب دونوں پادشاہ بیجاپور کی تسخیر
کے ارادہ سے عادل شاہ کی ولایت میں آئے شاہ ابوالحسن کہ عادل شاہ کا
میر جملہ تھا اس نے نظام شاہ سے ملاقات کرکے اوس کو سمجھایا کہ ابراہیم
قطب شاہ کی موافقت ظاہری پر اعتماد کرنا اور عادل شاہ سے خشونت کرنی حزم و
دور اندیشی سے بعید ہے اگرچہ بظاہر قطب شاہ تمہارے ساتھ ہے لیکن خفیۃً وہ اوروں
سے ملا ہوا ہے ایک کتابت نفاق آمیز اس کی کہ عادل شاہ کو اس نے لکھی تھی دکھائی
غرض باتیں بناکر اوس کو ایسا بھڑکایا کہ نظام شاہ نے امرا اور سران سپاہ کو قطب شاہ کی گوشمالی

خونزہ ہمایوں کو یہ علم ہوا تو شام کے وقت پردہ کے پیچھے بیٹھی اور شاہ جمال الدین حسین کو پکڑ کر مقید کیا اور امیر جو سازش میں شریک تھے یہ حال دیکھ کر بھاگ گئے پھر اُن کو خونزہ ہمایوں نے بلایا کچھ آسے کچھ نہ آئے۔

۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ کشور خاں کے فتنہ دو کرنے کے واسطے خونزہ ہمایوں اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کو لیکر احمد نگر سے باہر آئی پھر امرا نے خونزہ ہمایوں کی شکایت کرکے اس کے مقید کرنے کی منظوری شاہ سے حاصل کی حبشی خاں حوالی سراپردہ میں پہنچا۔ خونزہ ہمایوں واقف تھی کہ کیوں وہ آتا ہے اس نے برقع پہنا اور ترکش وشمشیر وخنجر کمر سے باندھی اور گھوڑے پر سوار ہوئی۔ حبشی خاں نے آگے جاکر کہا کہ پادشاہ کا حکم ہے کہ تو اور عورات کی طرح گھر میں بیٹھ کر مہمات میں دخل نہ دے۔ خونزہ ہمایوں نے کہا کہ اے غلام تیری کیا مجال ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے حبشی خاں نے چاہا کہ اس کا بازو پکڑ کر گھوڑے سے نیچے اُتارے کہ اُس نے خنجر نیام سے نکال کر اس پر حملہ کرنا چاہا کہ حبشی خاں نے اس کا ہاتھ ایسا مروڑا کہ خنجر گر پڑا۔ عین الملک اور تاج خاں نے اپنی بہن کی چھٹانے کی کوشش نہیں کی اور آگے چلے گئے۔ حبشی خاں نے خونزہ کو پالکی میں ڈال کر پادشاہ پاس بھیجا اُس نے موکلوں کے حوالہ کیا امرا جو بھاگ گئے تھے وہ اپنے منصب و جاگیر پر بحال ہوئے اور عین الملک اور تاج خاں پکڑے آئے۔

قلعہ دارور (دہارور) کی طرف شاہ کشور خاں کے استیصال کے لئے گیا اور ابراہیم قطب شاہ سے امداد طلب کی مگر ہنوز یہ کمک نہ آئی تھی کہ کشور خاں کشتہ ہوا۔ اور قلعہ مفتوح۔ اس قلعہ کا فتح ہونا بھی ایک عجیب واقعہ ہے اس لئے اس کی شرح کی جاتی ہے جب مرتضیٰ نظام شاہ دہارور سے ایک منزل پر پہنچا کھانے پکوانے میں مصروف تھا کہ اس اثنا میں کشور خاں کا جاسوس آیا اور ایک کا قدسر بھر دیا جس کو نظام شاہ پڑھ کر بہت آشفتہ ہوا اور اسی گھڑی سوار ہوکر کہا کہ میں اس گھوڑے پر سے نہیں اُترنے کا جب تک قلعہ سر نہ ہو۔ جب قلعہ کے نزدیک آیا تو دروازہ پر خان خاناں

فتح دہارور

کہ اس نے جدا رکھا اور لشکر نظام شاہی احمدنگر میں آگیا۔

۹۷۵ھ میں علی عادل شاہ نے نظام شاہ کی بعض ولایات کی تسخیر کا ارادہ کیا قلعہ کندالہ کو کہ بیس کوس پر قصبہ جاکنہ سے تھا اس کے لشکر کو ملا کر فتح کر لیا پھر کشور خاں کو سرحد پر بھیجا خونزہ ہمایوں نے دکنی سرداروں کو اس کی مدافعت کے لئے مامور کیا انھوں نے حوالی قصبہ کیج میں شکست پائی پریشان حال ہو کر احمدنگر میں آئے۔ کشور خاں نے رعایا کو دلاسا دیکر خریف و ربیع کا محصول جو بیس لاکھ ہن کے قریب تھا وصول کیا اور فتح کی جگہ پر ایک قلعہ گچ اور سنگ کا بنایا۔ خونزہ ہمایوں نے اپنے بھائیوں اور منسوبوں کو نظام شاہی آدھا ملک جاگیروں میں دیدیا تھا اور وہ سپاہیوں کے حال پر متوجہ نہیں ہوتے تھے تو کشور خاں کا تسلط کم نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے شاہ جمال الدین حسین انجو اور قاسم بیگ حکیم اور شاہ احمد و مرتضیٰ خاں جو مرتضیٰ نظام شاہ کے مصاحب تھے دولت خانہ کے اوضاع و اطوار کو دیکھ کر دلگیر ہوئے اور خلوت میں خونزہ کی شکایت کی۔ شاہ نے جواب دیا کہ دولت خانہ کی کل خلائق والدہ کی جانب سے ہے میں اکیلا تسلط کو کس طرح دور کر سکتا ہوں انھوں نے کہا کہ اگر حکم ہو تو فرہاد خاں و اخلاص خاں وحبشی خاں کہ حبشیوں کے امرائے کبار ہیں اپنے ساتھ متفق کر کے اس کے تسلط کا علاج کیا جائے۔ نظام شاہ نے اس امر کو قبول کر لیا۔ امرائے مذکور ہمداستان ہو کر سلام کے بہانہ سے قلعہ میں آئے اور عرض کیا کہ ہم فلاں فلاں حاضر ہیں اگر فرمان ہو تو عورتوں اور خواجہ سراؤں کو بھیجکر خونزہ ہمایوں کو مقید کریں نظام شاہ اس بات پر راضی ہوا۔ شاہ جمال الدین حسین و شاہ احمد و مرتضیٰ خاں اس کام کے سرانجام کے لئے تیار ہوئے۔ بحسب اتفاق خونزہ ہمایوں نے کسی کام کے واسطے نظام شاہ کو حرم میں طلب کیا۔ نظام شاہ کو گمان ہوا کہ اس کی ماں کو اس مشورہ پر اطلاع ہو گئی ہے وہ مجھے سلطنت سے معزول کرنے کے لئے بلاتی ہے اس لئے اُس نے ماں پاس جا کر اپنی خلاصی کے لئے کہدیا کہ فلاں فلاں اتفاق کر کے تجھے قید کرنا چاہتے ہیں

خونزہ ہمایوں کے اقتدارات کا سلب ہونا

نہ پڑے۔ بادشاہ عنفوان جوانی میں ملک اور مال کے کاموں میں مشغول ہوا چھ سال تک مہمات شاہی کی ذمہ دار اُس کی ماں رہی اُس نے اپنے بھائیوں عین الملک اور تاج خاں کو اور اپنے خواجہ سرائے اعتبار خاں کو امراء کبار بنا دیا۔ ملا عنایت اللہ کو پیشوا بنایا۔ وہ ہر روز پردہ کے پیچھے بیٹھتی اور قاسم بیگ حکیم کے استصواب سے اُمور ملکی و مالی کا سرانجام کرتی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اپنے لہو ولعب میں مشغول تھا۔ مہمات میں اصلا دخل نہ دیتا خونزہ ہمایوں شاہ قراقوئیلو بادشاہ آذربائجان کی اولاد میں تھی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا حال یہ تھا تو علی عادل شاہ نے بلدہ انی گندی و بیجانگر پر لشکرکشی کی اور یہ چاہا کہ تمراج ولد رام راج کو بن کنڈہ دار الملک کرناٹک میں راجہ بنائے اور رانی گندی اور بیجانگر کو مع مضافات اپنے فرماں روائی کا ماتحت بنائے۔ اس سبب سے ونکٹا دری حاکم بن کنڈہ نے مضطرب ہو کر مرتضیٰ نظام شاہ و خونزہ ہمایوں کو عریضہ لکھا اور کمک طلب کی۔ خونزہ سلطان نے لشکر اور جوان بیٹے کو لیکر بیجاپور پر لشکرکشی کی اور علی عادل شاہ کو مجبور کیا کہ وہ اناگندی کو چھوڑ کر اپنے ملک کی حفاظت کو آیا۔ لڑنے کا ارادہ تھا طرفین سے خیر اندیش آدمیوں نے صلح کرانے کی کوشش کی کہ دو ہم مذہب بادشاہوں میں باہم منازعت مروت سے دور ہے۔ شرط انصاف یہ ہے کہ مصالحت ہو۔ صلح ہو گئی خونزہ ہمایوں احمدنگر میں آئی۔ دوسرے سال مرتضیٰ نظام شاہ بحری اور علی عادل شاہ نے اتفاق کرکے تفال خاں سے کہ وہ بیجانگر کی یورش میں شریک نہیں ہوا تھا عوض لینا چاہا۔ وہ برہان عماد شاہ کا وزیر اعظم تھا اور برار کی سلطنت کو اُس نے غصب کرلیا تھا۔ ان دونوں کا لشکر برار میں گیا اور ملک کو غارت و تباہ کرکے برسات کے موسم کے سبب سے اُلٹا چلا آیا۔ اس مراجعت میں علی عادل شاہ نے فریب سے احمدنگر کے نوجوان شاہ کو گرفتار کرنا چاہا تھا مگر خونزہ ہمایوں کو اس کی اطلاع ہو گئی تو وہ دفعۃً رات کو خیمے اکھیٹر کر چلی گئی اور دریا جو ان دونوں کے درمیان حائل تھا ایسی طغیانی پر آیا کہ دونوں لشکروں کو

بیجاپور پر لشکرکشی

برار پر لشکرکشی

اور نیزہ پر سر کو چڑہا کر ہاتھی پر مرتفع کیا اور دشمن کے لشکر کے سامنے بہیجا۔ بیجا نگر کے لشکر نے یہ سر دیکہا تو اُس نے فرار کیا اور سلاطین اسلام نے انی کندی تک جو بیجا نگر سے دس کوس پر ہے تعاقب کیا۔ کہتے ہیں کہ ہندوں کے ایک لاکہہ آدمی مارے گئے اور غنیمت بے حساب مسلمانون کے ہاتہہ آئی۔ سلاطین اسلام نے فقط ہاتھی اس غنیمت میں سپاہیوں سے لئے باقی مال جو جس کے ہاتہہ آیا اُس کے پاس رہنے دیا۔ سلاطین نے اپنے اپنے مقاموں کو مراجعت کی۔ حسین نظام شاہ نے احمد نگر میں گیارہ روز آنے کے بعد افراط شراب اور کثرت مباشرت سے اُس دنیا کو دواع کیا۔ اس کی تاریخ وفات

آفتاب دکن بشد پنہان

حسین نظام شاہ کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں چار بیویوں سے تہیں۔ بی بی خونزہ ہمایون سے دو بیٹے مرتضیٰ و برہان تہے اور دو لڑکے چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ بیبے بی بی خدیجہ منکوحہ جمال الدین حسین انجو اور سریہ کے دو بیٹے شاہ قاسم و شاہ منصور اور دو لڑکیاں آقا بی بی زن میر عبدالوہاب اور بی بی جمال زوجہ ابراہیم قطب شاہ تہیں۔ مدت سلطنت ۱۱ سال۔

اولاد حسین نظام شاہ

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

مرتضیٰ نظام شاہ کی سلطنت

ابوالمظفر مرتضیٰ حسین نظام شاہ بادشاہ ہوا اس کی مملکت کا دائرہ فراخ ہوا اور مذہب اثنا عشری کا رواج کمال کو پہنچا۔ سادات اور اہلبیت کے محب پہلے سے زیادہ معزز و مکرم ہوئے۔ برار کو فتح کرکے اس کے دماغ مین خبط ہوا اور سوا برس تک گوشہ نشین رہا ایک دو خدمتگاروں سے زیادہ اپنے پاس وہ نہیں رکہتا مہمات شاہی ارکان دولت کو سپرد تہیں جب کوئی عمدہ کام ہوتا تو عریضہ لکہہ کر خادم کے ذریعہ سے اندر وہ بہیجتے بادشاہ اس کا جواب معقول لکہہ کر بہیجدیتا۔ ایسی مثال کتابوں میں دیکہنے میں نہیں آئی کہ کسی بادشاہ کو سولہ برس تک کوئی نہ دیکہے اور اُس کی مملکت میں خلل

سولہ برس تک مرتضیٰ نظام شاہ کا گوشہ نشین رہنا

ہے قاعدہ کے موافق کھڑی کی اور چلبی رومی خان کو جو فنون آتشبازی میں بے نظیر تھا اُس کو ان توپوں کا اہتمام سپرد ہوا اُس نے سب کو گولہ و باروت سے مہیا کیا۔ اس اثناء میں دو ہزار غریب (پردیسی) نظام شاہی کہ قراول ہوئے تھے افواج رام راج کو آہستہ آہستہ بروش و قاعدۂ سپاہگری توپخانہ کے زد میں لائے رومی خان نے کلان توپیں مارنی شروع کیں اور جب وہ خالی ہوگئیں تو ضرب زنوں کی باڑ ماری اور پھر زنبورکیں چھوڑیں جس سے رام راج کے بہت پیادے اور سوار کشتہ ہوئے رام راج کے لشکر نے پھر زور کیا۔ رومی خاں نے پھرتی اور مردانگی سے توپوں اور ضرب زنوں میں بجائے گولوں کے تانبے کے پیسے بھرے اور رام راج کے لشکر پر مارے کہ ایک دفعہ میں پانچ چھ ہزار سوار اور آدمی اور چند فیل اور گھوڑے جل کر بے جان ہوئے اُس وقت نظام شاہ اپنی افواج کے ارابوں کے عقب سے نکلا اور کشور خاں لاری پاس آٹھ سات ہزار سوار عادل شاہی تھے۔ ان دونوں نے متفق ہو کر دشمنوں پر حملہ کیا۔ جس وقت طرفین اس طرح مشغول تھے نظام شاہی ہاتھیوں سے ایک ہاتھی جس کا نام غلام علی تھا اور رومی خاں کے پاس تھا اُس نے رام راج کے ہاتھیوں میں سے ایک پر حملہ کیا اور اس کو بھگایا اور پیچھا کیا اور رام راج کے شامیانوں کی طرف گیا۔ رام راج ہاتھیوں کے خوف سے کرسی پر سے اُٹھا وہ بڈھا تھا اور گھوڑے پر سوار ہو نہیں سکتا تھا وہ سنگاسن پر سوار ہوا ہاتی وہاں ہی پہنچے سنگاسن کے کہاروں نے جن کو دکنی زبان میں بوئی کہتے ہیں سنگاسن (تخت) کو زمین پٹکا اور بھاگ گئے۔ نظام شاہی فیلبانوں نے مرصع تخت کے لالچ سے ہاتی کو کھڑا کیا اور ہاتی کو اشارہ کیا سونڈ میں تخت کو اُٹھائے تو رام راج کے ایک نوکر نے جو اس پاس کھڑا تھا دوڑ کر بہت تضرع وزاری کی جس کا سبب فیلبان سمجھ گیا اور اُس نے رام راج کو ہاتی کی سونڈ سے اوپر کھینچ لیا اور رومی خاں پاس لے گیا۔ رومی خاں نے نظام شاہ پاس بھیجا یا نظام شاہ نے اُسے پہچان کر سرتن سے جدا کیا۔

کرشنا سے بارہ میل پر ہے خیمے ڈالے۔ رام راج ستر ہزار سوار اور نوّے ہزار
نولاکھہ پیادے جنگی جن میں اکثر توپچی اور تیر انداز تہے بیجانگر سے ساتھہ لے کر چلا۔
مسلمانوں کو اس کے لشکر کی حشمت و شوکت سے وہم پیدا ہوا اور وہ اس پر راضی
تہے کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کا ملک جو اُس نے لیا ہے واپس دیدے اور
آیندہ عہد کرے کہ پہر مسلمانوں کی مزاحمت نہ کرے گا۔ مگر رام راج اُنکی ہستی اپنے آگے
کیا سمجھتا تہا اُس نے اس طرح صلح کرنے سے انکار کیا۔ اُس نے اپنے بہائی وینکٹادری
کو دو لاکھہ پیادوں اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھہ بہیجا کہ وہ میسرہ میں علی عادل شاہ
سے مقابلہ کرے اور اپنے دوسرے بہائی یلیتم راج کو بیس ہزار سواروں اور دو
لاکھہ پیادوں کے ساتھہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے میمنہ میں لڑنے کو بہیجا اور
خود پندرہ ہزار منتخب سواروں کے ساتھہ جو اُس کی کمک کو ہمسایہ کے رایوں نے
بہیجے تہے اور ایک ہزار ہاتہی اور پانچ لاکھہ پیادوں کے ساتھہ قلب میں حسین نظام شاہ
سے لڑنے کے لئے مقیم ہوا اُس نے اپنے بہائی کو حکم دیا کہ عادل شاہ اور قطب شاہ
کو زندہ گرفتار کرے کہ اُن کو ساری عمر لوہے کی زنجیروں میں جکڑا رکہوں
اور ہزاول میں ویسار کو حکم دیا کہ نظام شاہ کا سر تن سے جدا کر کے لائے۔
سلاطین اسلام نے غزا و جہاد کے قصد پر کمر باندہی اور کثرت اعدا سے خوف
نہیں کیا۔ عادل شاہ نے میمنہ میں اور قطب شاہ و علی برید نے میسرہ میں اور
نظام شاہ نے قلب میں قیام کیا اور ہر ایک نے دوازدہ امام کے اعلام مرتفع
کئے اور نقارۂ جنگ بجا۔ حسین نظام شاہ نے چہہ سو ارابہ توپ تین
قطاروں میں اپنے آگے رکہے۔ اول قطار دو سو بڑی توپوں کی دائیں
بائیں طرف سب سے آگے تہی اور اس کے پیچہے دوسری قطار دو
سو ارابہ ضرب زن جو عبارت درمیانی توپوں سے ہوتی ہے ایستادہ کی اور اس
کے پیچہے دو سو ارابہ زنبورک جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چہوٹی ہوتی

سلاطین اسلام و رام راج کے درمیان لڑائی

اس فتح سے مغرور ہو کر تاراج میں مشغول ہوئے اور غلہ کی گوں کو آگ لگا ئی یا لوٹ کر لے گئے۔ مرتضیٰ خاں نے ہاتھی بیجا پور بھیجدئے۔ اس اثنا میں ایک حبشی غلام بچہ قیدیوں میں تھا اور وہ ایک شخص کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اُس نے رونا شروع کیا مرتضیٰ خان نے اُس سے پوچھا کہ کیوں روتا ہے اگر تو یہاں رہنا چاہتا ہے تو ہم تیری خاطر کریں گے اور اگر اپنے صاحب پاس جانا چاہتا ہے تو ہم تجھے قید سے آزاد کرتے ہیں اُس نے کہا کہ میں اپنے صاحب پاس جانا چاہتا ہوں۔ وہ رہائی پا کر شاہ محمد باقر اور بھاگے ہوئے امیروں پاس گیا اور اُن سے کہا کہ سارے عادل شاہی آدمی لوٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ مرتضیٰ خاں تھوڑے آدمیوں کے ساتھ فلاں مقام پر کھڑا ہے اُس کو اپنے ہاتھیوں کی عوض میں پکڑ لو۔ شاہ محمد باقر نے دو تین ہزار آدمی لے جا کر مرتضیٰ خاں کو نرغہ میں زندہ دستگیر کر لیا اور پانوٗں میں زنجیریں ڈال کر احمد نگر بھیجدیا۔ حسین نظام شاہ دوبارہ غلہ کی بارہ ہزار گونی خود لے کر شولاپور کے قلعہ میں آیا۔ یہ آنا جانا اُس کا دس روٗز میں ہوا۔ پھر صلح ہو گئی طرفین کی سرحد پر قیدیوں کو لا کر چھوڑ دیا۔ اس طرف سے شاہ تقی اور اُس طرف مرتضیٰ خاں رہا ہوئے۔ پہلا احمد نگر دوسرا بیجا پور گیا۔

بعد ان واقعات کے حسین نظام شاہ نے لڑائی جھگڑوں اور خود رائی کو چھوڑا ملک اور سلطنت کو صائب رایوں کے حوالہ کیا۔ وقائع عادل شاہیہ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ دولت خواہوں کی سعی سے سلاطین ثلاثہ کے درمیان عداوت صداقت سے بدل ہو گئی اور علی عادل سے چاند بی بی بنت حسین نظام شاہ کا عقد نکاح بندھا۔

۹۲۷ھ [۱۵۶۴ع] میں جس طرح سے کہ علی عادل شاہ کی داستان میں بیان ہوا کہ چار مسلمان شاہان احمد نگر و بیجا پور و بیدر و گولکنڈہ نے رام راج رائے وجیانگر کے استیصال کے لئے اتفاق کیا۔ دکن میں یہ رائے انا و لا غیری کا ڈنکہ بجا رہا تھا۔ ان چاروں بادشاہوں کے لشکر نے متفق ہو کر دریائے کرشنا سے عبور کیا اور قصبہ بکری میں جو

طرح نہ پہنچنے دیں اور خود جینر سے ایک ندی کے پل کی طرف کہ کوہستان میں واقع تھی روانہ ہوا۔ رستم خان قصبہ کالو کے نواح میں مخالفوں کے پاس پہنچکر غلہ و آذوقہ کے وصول کا مانع ہوا اس اثناء میں کہ علی عادل شاہ شکار میں مشغول تھا اور اس کی فوج اُس کے خالو کے ہمراہ جاتی تھی رستم خان نے برخلاف قرار داد کے افواج عادل شاہی پر کہ اضعاف مضاعف تھی حملہ کیا اور علی عادل شاہ کے خالو کو قتل کیا اور خود بھی دو ہزار آدمیوں کے ساتھہ کشتہ ہوا جو زندہ رہے وہ پریشان حال بھاگ گئے۔ لیکن رستم خاں کی جرأت دیکھہ کر بیجاپوریوں اور بیجانگریوں کے بھی ہوش اُڑے برسات کا موسم نزدیک آگیا تھا رام راج اور عادل شاہ پھرا احمدنگر گئے۔ رام راج ندی سین کے کنارہ اور اُس کے اطراف میں اُترا تھا۔ اور علی عادل شاہ اُس سے دور خیمہ زن ہوا۔ دونوں اس میں متردد تھے کہ اپنے ملکوں کو جائیں یا احمدنگر کا محاصرہ کریں اس اثناء میں احمدنگر کے شمال میں مینہ برسا اور رات کو ایک سیل عظیم آئی بیس امیروں کو اور تین سو ہاتھیوں کو جن کے پیروں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں اور بارہ ہزار آدمیوں کو جن کا نام رام راج کے دفتر میں درج تھا بہاکر لے گئی اور بحر فنا میں غرق کیا۔ رام راج اس کو بدشگونی سمجھہ کر اپنے ملک کو گیا۔ علی عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کو از سرِ نو تعمیر کرایا۔ رام راج سے کہا کہ اس قلعہ کا نام پسند ہو تو رام درگ رکھوں اُس نے منظور کیا۔ رام راج نے برات کا بہانہ بنا کے قصبہ اونکی میں مقام کیا۔ اور عادل شاہ اور قطب شاہ کے چند پرگنوں کو دبا لیا اور بیجانگر چلا گیا۔ عادل شاہ نے قلعہ نلدروک میر مرتضیٰ خان انجو کے حوالہ کیا اور اپنی جگہ پر چلا گیا۔ میر مرتضیٰ خان قرب وجوار کے سبب سے گاہ بہ گاہ ولایت سولاپور کو تاخت و تاراج کرتا تھا۔ حسین نظام شاہ اس بات کو عادل شاہ کی تحریک سے سمجھا اُس نے قلعہ شولاپور کو مستحکم کیا اور غلہ کی بارہ ہزار گونین قلعہ کو روانہ کین۔ مرتضیٰ خان کو جب یہ خبر لگی تو اُس نے امراء برگی کو لے کر ایلغار کی اور پرینیدہ اور شولاپور کے درمیان آتش قتال روشن ہوئی امراء نظام شاہی کو شکست ہوئی ایک سو دس ہاتھی چھن گئے اور شاہ تقی اسیر ہوا۔ امراء برگی

کا مقید ہو گیا تھا کہ وقت پر نماز پڑھتا تھا ظہر کی نماز کا وقت آیا تو اُس نے ارادہ کیا کہ اُتر کر
نماز پڑھوں تو ارکان دولت نے کہا کہ اس وقت گھوڑے سے اُتر کر نماز پڑھنی شرعاً
درست نہیں۔ ایما و اشارے سوار ہی نماز پڑھ لو۔ اُس نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں اس
وضع سے نماز ادا کروں اُس نے اُتر کر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی دشمنوں کی سپاہیں
کہ اضعاف و مضاعف تھیں دور کھڑی دیکھتی تھیں آگے نہ آئی تھیں۔ حسین نظام شاہ
نماز سے فارغ ہوا اور اپنی کمر کو چپت بندے ہوئے دیکھا شیعہ مذہب میں ایسے لباس سے
نماز درست نہیں تو کمر کھول کر پھر نماز دوبارہ پڑھی اور پھر کمر کس کر سوار ہوا اہل تعاقب نے کہا
جب ہم نے اس وقت میں کچھہ کام نہیں کیا تو اور وقت کیا کام کریں گے پس سب نے ایک
آدمی پاس بھیجکر کہا کہ شجاعت تجھے مسلم ہے ہم تعاقب سے باز رہے کہ ذات اشرف کو
کوئی گزند نہ پہنچے۔ حسین نظام شاہ ادسہ میں پہنچا اور مرتضیٰ شہزادہ کو ساتھہ لیکر احمد نگر
میں آیا اور قطب شاہ کو وداع کیا جب احمد نگر میں آیا تو اُس نے سنا کہ عادل شاہ و
رام راج و برہان عماد الملک و علی برید کوچ پر کوچ کرتے ہوئے اس طرف آتے ہیں تو
اس نے قلعہ کو ذخیرہ و مرد جنگی و آلات آتشباری سے مضبوط کیا اور خود جنیر چلا گیا۔ کل دشمن
احمد نگر میں آئے۔ بیجا نگر کے ہندؤں نے مساجد اور منازل کو ویران کیا۔ جن مسجدوں
کی چھتیں لکڑیوں کی تھیں ان کو ویران کیا مسلمانوں کو آزار پہنچایا اور عورتوں اور بچوں
کی بے ناموسی کی۔ عادل شاہ اِن باتوں کے سننے سے غمزدہ ہوا مگر منع کرنے کی قدرت
نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے رام راج سے کہا کہ اس قلعہ کا محاصرہ اول ہی زیادہ سخت ہو گیا
ہے بہتر ہے کہ یہاں سے کوچ کرکے نظام شاہ کے پیچھے پڑیں رام راج اس پر راضی ہوا
علی برید و برہان عماد الملک کو معاودت کی اجازت دی۔ عادل شاہ اور رام راج جنیر
کی طرف گئے۔ حسین نظام شاہ جب اُن کی توجہ سے واقف ہوا تو بارہ امیروں کو
جیسے کہ رستم خاں حبشی اور سنبھاجی وغیرہ تھے اُن کو حکم دیا کہ مخالف کے لشکر کے
آگے پیچھے غارت گری کریں اور غلہ و رسد اور اسباب معیشت کو دشمنوں پاس کسی

بنت حسین نظام شاہ کا نکاح ابراہیم قطب شاہ سے ہوا اور دونوں بادشاہ قلعہ کلیانی
کے محاصرہ میں مصروف ہوئے پہلی طرح عادل شاہ اور رام راج بڑا لشکر لیکر اس طرف
ہوئے اور برہان عماد الملک کو حسین نظام سے بہ سبب جہان گیر خان کے مارنے کے
رنجش ہو گئی تھی وہ علی برید سے اتفاق کرکے عادل شاہ سے ملا۔ حسین نظام شاہ نے محاصرہ
چھوڑ کر قلعہ ادسہ میں اپنے بیٹے اور داماد کو بھیجا اور سات سوار بہ توپ و ضرب زن
اور پانچ سو ہاتھی لے کر قطب شاہ کے ساتھ دشمن سے چھ کوس پر آیا۔ دوسرے
روز رام راج کی طرف متوجہ ہوا اور قطب شاہ عادل شاہ اور برید شاہ سے لڑنے
کے لئے روانہ ہوا۔ برسات کا موسم نہ تھا مگر ایسا ابر آیا اور ایسا برسا کہ صحرا اور
دشت میں پانی پانی ہو گیا اور ندی اور نالے چڑھ گئے۔ آدمی اور ہاتھی اور
گھوڑے اور گائیں ایسے حیران ہوئے کہ لشکریوں نے ہتھیار پھینک دئے اور ہاتھی
کیچڑ میں پھنسکر رہ گئے۔ دوسرے روز صبح کو برگی کے گھوڑوں نے قطب شاہ
کو بھگا دیا اور مرتضیٰ نظام بھی سات سو توپوں میں سے جو میدان جنگ میں لایا تھا
چالیس توپیں لے کر بھاگا اس شکست سے احمد نگر کی سلطنت کی بڑی شان معلوم
ہوتی ہے اس لئے چھ سو ساٹھ توپیں ایک جنگ میں چھنوائیں ان میں ایک برنجی
توپ تھی جو اب بیجا نگر میں ہے۔ ایسی بڑی برنجی توپ دنیا میں کہیں نہیں ہے اس
کا وزن ایک ہزار ایک سو بیس من ہے اور محیط قطر چار فٹ آٹھ انچ ہے اور پندرہ
فٹ عمیق ہے اور اس کے سوراخ کا قطر دو فٹ چار انچ ہے۔ اس کو رومی خاں
نے برہان شاہ کے عہد میں ڈھالا تھا۔ اُس کا سانچا رومی خان کے مقبرہ میں پڑا ہوا
ہے۔ تیسرے روز وہ توپیں بھی جو چند باقی رہی تھیں چھوڑ کر احمد نگر کو بھاگا اگرچہ اس
کے ساتھ ایک ہزار سوار سے زیادہ نہ تھے۔ مگر وہ چتر و علم مرتفع کئے ہوئے کمال
تحمل و وقار سے جاتا تھا اس کے چاروں طرف پانچ چھ ہزار سوار حملہ آور جاتے تھے
مگر ان کا یہ حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ اس پر حملہ کریں اور اس شیر بیشہ شاہی پر نظر ڈالیں وہ نماز

مجبور ہوکے قصبہ اسٹی میں آئے اور یہاں یہ ٹھیری کہ ایک دبستہ سپاہ پرندہ کو اور دوسرا اوسہ کو جائے اور وہاں سے آذوقہ کا سامان کرکے احمد نگر کا محاصرہ کرے۔

حسین نظام شاہ نے قاسم بیگ اور ملا عنایت اللہ کو رام راج پاس صلح کے لئے بیجا ان تین شرطوں پر صلح منظور ہوئی۔

اول حسین نظام شاہ علی عادل شاہ کو قلعہ کلیانی دے۔

دوم جہانگیر خاں کو جس سے ہمارے لشکر کو بڑی مضرت پہنچی ہی اور ہمارا دشمن ہے مار ڈالے۔

سوم حسین نظام شاہ رام راج پاس ملنے آئے اور اُس کے ہاتھ سے پان لے (جب پان ہاتھ سے دیا جاتا ہے تو دینے والا بڑا سمجھا جاتا ہے اور جب وہ سونے چاندی کے تھال میں دیا جاتا ہے تو مساوات مراد ہوتی ہے) حسین شاہ نے اپنے حفظ دولت کے لئے ان شرائط کو منظور کیا اور اس نے یہ بیمروتی کی کہ مصلحت ملک کے لئے اپنے جانی دوست کو قتل کیا عماد الملک کو اپنے ملک کو وداع کیا۔ حسین نظام شاہ اور خود رام راج کے لشکر میں آیا۔ رام راج نے اس کی کچھ تواضع نہ کی اور بیٹھے بیٹھے نظام شاہ سے دست بوسی کی حسین نظام شاہ اس کے غرور سے نہایت پرآشفتہ ہوا اور اوس کی ایذا کے لئے اپنا طشت و آفتابہ منگاکر اپنے ہاتھ دہوئے۔ رام راج نے یہ دیکھ کر پیچ تاب کھائے اور کنہری زبان میں کہا کہ اگر یہ مہمان نہ ہوتا تو اس کی سر انگشتوں کو کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکاتا رام راج نے بھی اپنا طشت آفتابہ منگاکے ہاتھ دہوئے۔ حسین نظام شاہ نے قلعہ کلیان رام راج کی پیش کش میں دیا اس نے کنجیاں علی عادل شاہ پاس بھجوا دیں حسین نظام شاہ نے احمد نگر میں جاکر قلعہ کو اینٹ اور مٹی کا بنا ہوا تھا توڑا اور اس کا دائرہ بڑا بناکر گچ و سنگ سے بنوایا اور ایک خندق وسیع و عمیق اسکے گرد کھدوائی۔

سنہ ۹۶۹ھ (۱۵۶۱ء) میں اپنی بیٹی خدیجہ کا نکاح جمال الدین حسین بن شاہ حسن سے کیا۔ دریا عماد الملک مرگیا۔ اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک چھوٹی عمر میں باپ کا قائم مقام ہوا۔

سنہ ۹۷۰ھ (۱۵۶۲ء) میں حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کلیانی کے ہمسایہ میں ملے یہاں بی بی

پادشاہوں کو اور اہل دنیا کو اس قسم کے امور بہت پیش آتے ہیں حسین نظام شاہ اس مقدمہ
سے آشنا نہ ہوا۔ یہاں تک لڑا کہ ان تین پادشاہوں کی سپاہ ایک لاکھ سوار اور
دو لاکھ پیادے احمد نگر کے گرد جمع ہوگئے۔ نظام شاہ نے قلعہ احمد نگر جو مٹی کا بنا ہوا تھا
اور خندق اُس کے گرد نہ تھی آذوقہ اور آلات آتشبازی اُس کے گرد بھر دیا مردم جنگی کو
حوالہ کرکے خود خزانہ واہل وعیال لیکر پٹن کی جانب روانہ ہوا تاکہ دریا عماد الملک اور میراں
مبارک شاہ فاروقی اور علی برید کو اپنے ساتھ متفق کرکے دشمنوں سے مصاف کرے۔ اتفاقاً
خان جہاں برادر امیر برید نے کہ عماد الملک، پاس جاکر مدار علیہ ہوگیا تھا عادل شاہ کی
تحریک سے عماد الملک کو نظام شاہ کی مدد کرنے سے منع کیا اور خود پانچہزار سوار اور پیادے
لے کر ولایت نظام شاہ کی تخریب کے درپے ہوا حسین نظام شاہ نے ملا محمد نیشاپوری کو
تین ہزار سواروں کے ساتھ اُس سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ حملہ اول میں خاں جہاں نے ایسی
شکست پائی کہ عماد الملک کو منہ دکھانے کو جگہ نہ رہی عادل شاہ کی خدمت میں وہ گیا
اب سب شاہوں نے احمد نگر کا محاصرہ کیا ابراہیم قطب شاہ اپنی عاقبت اندیشی سے
یہ نہیں چاہتا تھا کہ علی عادل شاہ اس قلعہ کو لیکر نظام شاہ پر فائق ہوجائے۔ اُس نے اپنے
مورچل سے قلعہ کے آدمیوں کے لئے آنے جانے کی راہ کھول رکھی تھی اور اہل قلعہ پاس سارے
مایحتاج پہنچنے دیتا تھا۔ اور ملا عنایت اللہ کہ اس وقت قطب شاہ کا ملازم تھا اور اس قسم کے
امور میں بڑا دخل رکھتا تھا وہ اہل قلعہ سے دوستی رکھتا تھا اور اپنے اخلاص اور دولت خواہی
کی عرائض حسین نظام شاہ پاس بھیجتا تھا اس قسم کی باتیں مخفی نہیں رہ سکتیں رام راج اور عادل شاہ
مطلع ہوئے اور انہوں نے قطب شاہ سے پرخاش شروع کی وہ بہت جلد گلکنڈہ میں اور
ملا عنایت اللہ قلعہ احمد نگر میں چلا گیا اور یہاں سے پٹن میں حسین شاہ کی ملازمت میں گیا
خان جہاں کی شکست کے بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا بناکر خوب جمعیت کے
ساتھ نظام شاہ کی کمک پر بھیجا تھا وہ عادل شاہ کی سرحد پر پہنچا اور اوس نے غلہ اور
آذوقہ کی رسد کو بند کردیا رام راج اور عادل شاہ کے لشکروں میں غلے کا قحط پڑا۔ دونو

کہ عادل شاہ پر اس کو فوقیت حاصل ہو ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کے لئے یہ عمل کیا اور رات کو اپنے خیمہ و خرگاہ آگ میں ڈال کر اپنی مملکت کی راہ لی اس سے حسین نظام شاہ کو لڑائی میں ایسی دقت پڑی کہ اس نے احمد نگر میں مراجعت کی۔ ملا عنایت اللہ نظام شاہ اور قطب شاہ کے درمیان اتحاد اور انقطاع کا واسطہ تھا وہ حسین نظام شاہ کی جباری اور قہاری کے سبب سے گلکنڈہ میں بھاگ آیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے جانشین علی عادل شاہ نے رام راج اور ابراہیم قطب شاہ سے دوستی پیدا کی۔ اور حسین نظام شاہ نے عماد الملک والی برار سے از سر نو اتحاد پیدا کیا۔ یہ دونوں ۹۶۶ھ ۱۵۵۹ء میں گوداوری کے کنارہ پر سنیت میں ملے۔ عماد الملک کی بیٹی کا نکاح حسین نظام شاہ سے ہوا۔

اسی سال میں حسین نظام شاہ نے محمد استاد نیشاپوری اور چلبی رومی خاں کو قلعہ ریو ڈنڈا (ریکدندہ) کی فتح کے لئے بھیجا۔ یہ قلعہ پرتگیزوں نے سمندر کے کنارہ پر بنایا تھا اور یہاں سے وہ اپنی حد سے قدم باہر رکھ کر مسلمانوں کو ستاتے تھے پرتگیزوں نے اپنے کئے پر پشیمانی ظاہر کی اور آیندہ کے لئے عہد و پیمان کئے کہ مسلمانوں کی مزاحمت نہیں کریں گے۔ حسین نظام شاہ نے اس سال کے آخر میں تین چار مہینے کے اندر قلعہ گالنہ خاندیس میں اور کئی قلعے اور فتح کئے اور اپنے آدمیوں کے حوالہ کئے۔

اس اثنا میں بیجانگر اور گولکنڈہ اور بیجاپور کے والیان نے مل کر نظام شاہ کے ملک پر تاخت کی اور قلعے کلیانی اور شولاپور طلب کئے۔ شاہ حسن و قاسم بیگ نے حسین نظام شاہ کو صلاح دی کہ ہم میں ان تین بادشاہوں سے لڑنے کی تاب و تواں نہیں ہے اس لئے عادل شاہ کو قلعہ کلیانی کو دے کر صلح کرلیں۔ حسین نظام شاہ نے کہا کہ جس قلعہ کو میرے باپ نے ضرب و شمشیر مردانگی سے لیا ہو مجھے اس کو دشمن کو دیتے ہوئے ننگ و عار معلوم ہوتا ہے۔ شاہ حسن نے کہا کہ ہر وقت کا ایک تقاضا ہوتا ہے وہ وقت لینے کا مقتضی تھا یہ وقت دینے کا مقتضی ہے

ریو ڈنڈا پر پرتگیزوں کی شکست

عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی جنگ

تسخیر کیا تھا اس اثنا میں حسین نظام شاہ نے عماد شاہ والی برار سے اتحاد پیدا کیا اس نے سات ہزار سوار اس کی امداد کو بھیجے وہ اس لشکر کو لیکر شولا پور کو ابراہیم عادل شاہ کے محاصرہ کے اٹھانے کے لئے چلا دونوں لشکر خوب لڑے۔ سیف الدین عین الملک جو نظام شاہیوں کی نوکری چھوڑکر عادل شاہیوں کا نوکر ہو گیا تھا اس نے عماد الملک اور بعض امرائے نظام شاہی کے لشکر کو پراگندہ کر دیا اور فوج خاصہ نظام شاہیہ پر حملہ کرکے اسکے پیسرہ کو متزلزل کر دیا اور اس کے چتر و علم کی طرف متوجہ ہوا۔ بہادران نظام شاہی اسکی مدافعت پر متوجہ ہوئے۔ چار سو نامی سواروں کو قتل کیا۔ عین الملک کا قاعدہ تھا کہ جب اس کا کام تنگ ہوتا تو وہ معرکہ میں پیادہ ہو کر لشکریوں کو جنگ پر تحریص و ترغیب دیتا اس لڑائی میں بھی وہ گھوڑے سے اُتر کر مقابلہ کے لئے اپنی سپاہ کو ترغیب دیتا تھا کہ کوتاہ بین آدمیوں نے ابراہیم عادل شاہ سے کہا کہ سیف عین الملک مکر و حیلہ کی راہ سے بیجاپور میں آیا تھا۔ اب اُس نے گھوڑے سے اُتر کر نظام شاہ کو سلام کیا تھا۔ عادل شاہ نے اس بات کو یقین کر لیا۔ سپاہ کو یہاں لڑائی میں چھوڑا اور خود بیجاپور چلا گیا۔ باقی حال وقائع عادل شاہیہ میں لکھا ہے کہ کس طرح اس کا گلا گھوٹ کر مارا ہے۔ قبول خاں عین الملک کی عورات کو لیکر ابراہیم قطب شاہ پاس گلکنڈہ میں گیا اس کے ساتھ پانسو سوار تھے اس نے کئی جگہ اور نظام شاہی کو لڑکر شکست دی۔

جب ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہوا تو حسین نظام شاہ اور قطب شاہ نے گلبرگہ میں ملاقات کی اور یہ قرار دیا کہ اول متفق ہو کر گلبرگہ کو مسخر کریں اور پھر انیگیر کو انہوں نے گلبرگہ کا محاصرہ کیا اور توپوں کی مار سے قلعہ کے برج و بارہ کو ہلا دیا۔ مصطفےٰ خاں اردستانی نے جو قطب شاہ کا جملۃ الملک تھا اپنے شاہ سے کہا کہ حسین نظام شاہ قہار اور بے اعتدال و عہد شکن ہے اگر قلعہ گلبرگہ کو وہ فتح کرے گا تو ہم کو قلعہ انیگیر کے فتح کرنے سے منع کریگا۔ بہتر ہے کہ اس کی تقویت میں کوشش نہ کرو اور ایسا نہ کرو

حسین نظام شاہ کی گلبرگہ پر چڑھائی

۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء میں برہان نظام شاہ نے رام راج سے دوستی پیدا کی اور بیجاپور کی طرف چلا ابراہیم عادل شاہ میں اوس سے مقابلہ کرنے کی سکت نہ تھی اس لئے وہ پٹالہ میں چلا گیا۔ برہان شاہ نے بیجاپور کا محاصرہ کیا اور قریب تھا کہ اس کو فتح کر لیتا۔ مریض ہوا اور احمدنگر میں آیا اور مرگیا۔ زندہ اولادیہ چھوڑ گیا۔ حسین و عبد القادر۔ جن کی ماں امینہ تھی۔ شاہ علی جس کی والدہ بی بی مریم دختر یوسف عادل شاہ تھی اور شاہ حیدر کہ خواجہ جہاں دکنی کا داماد تھا۔ میراں محمد باقر بیجاپور میں اور شہزادہ سلطان محمد خدا بندہ بنگالہ میں فوت ہوا۔ مدت سلطنت قریب ۴۸ سال۔

تخت نشین ہونا اور بھائیوں کا فساد مچانا

حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ بحری

حسین نظام شاہ اپنے باپ کا جانشین تیس سال کی عمر میں ہوا اس کا سگا بھائی عبدالقادر اور بھائیوں کو لے کر دارالسلطنۃ سے چلا گیا اور دولت خانہ کے آدمیوں کے دو فریق ہو گئے ایک فریق میں غریبان (پردیسی) اور حبشی نظام شاہ کے طرفدار تھے دوسرے فریق میں دکنی ہندو مسلمان عبدالقادر کے جانب دار ہوئے مگر آخر کو عبدالقادر کا فریق ٹوٹ کر حسین نظام شاہ سے مل گیا اور عبدالقادر بھاگ کر عماد الملک والی برار کی پناہ میں چلا گیا شاہ علی اور میراں محمد باقر اپنے ماموں ابراہیم عادل پاس بیجاپور چلے گئے اور شاہ حیدر پرندہ میں اپنے خسر خواجہ جہاں دکنی کے پاس چلا گیا خسر یہ چاہتا تھا کہ عادل شاہ کے استظہار سے داماد کو احمدنگر کا بادشاہ بنائے اس نے نہ بادشاہ کی تعزیت کی نہ مبارکباد دی اس لئے حسین نظام شاہ نے غصہ میں آن کر اوس کو عتاب آمیز خط لکھا تو وہ حیران تھا اس میں نہ اظہار مخالفت کا حوصلہ تھا نہ ملازمت میں اپنی سلامت جانتا تھا جواب ناصواب لکھا تو حسین نظام شاہ نے جا کر قلعہ پرندہ کو محصور کیا اہل حصار شام تک لڑے مگر آخر کو نظام شاہ نے اسے فتح کر لیا اور وہ قلعوں کے رخنوں کو بند کر کے احمدنگر چلا گیا اس واقعہ سے ابراہیم عادل شاہ نے شاہ حیدر اور خواجہ جہاں کی اعانت کا بیڑا اٹھایا اور حسین نظام شاہ سے لڑنے قلعہ شولاپور کو گیا جس کو برہان نظام شاہ نے

فتح حاصل کریں۔ عین الملک نے قبول کیا اور بھوپال رائے نے مبلغ مذکور کو اُسکو دے کہ عید کے خرچ کے بہانہ سے لشکر کو دیدیجئے۔ یہی ہوا کہ لشکر اپنے دیوار و در کو توڑ کر باہر گیا۔ اور دشمن کے لشکر کے قریب پہنچکر اوس کی دیوار کو ۴۰ گز ہاتھیوں سے ڈہایا اور ایک دفعہ قتل اور کشمکش میں کوشش کی ۔ عادل شاہی آدمی کمال غفلت میں پڑے تھے۔ سب چھوٹے بڑے بھاگ گئے۔ عادل شاہ عید کا غسل کر رہا تھا کپڑے پہننے کی بھی فرصت نہ ملی کہ بھاگ گیا۔ اس کے چتر و علم اور بہت اسپ و فیل و توپ خانہ نظام شاہیوں کے ہاتھ آیا اور پہلی شکست کی تلافی ہوئی۔ اسی روز قلعہ کلیان بھی آسانی سے فتح ہو گیا۔ اس شکست کے بعد عادل شاہ اپنے ملک کے بچانے کے لئے دشمن کے ملک میں آیا۔ بیر اور پرگنوں کو خراب کیا۔ اُن بے خرابیوں کے قلعہ پرندہ کو لے لیا اور خواجہ جہاں کے آدمیوں کو قتل کیا اور قلعہ پر تصرف ہوا ایک دکنی کو یہ قلعہ سپرد کر کے بیجاپور کو مراجعت کی۔ جب نظام شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو قلعہ کلیان اپنے کسی معتمد کو حوالہ کر کے پرندہ کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ دو منزل پر پہنچا تو یہاں کے تھانہ دار کو مچھر کی آواز یہ معلوم ہوئی کہ نظام شاہ کے نفیر کی آواز ہے تو قلعہ چھوڑ کر وہ بھاگا اور آدمی بھی بھاگ گئے۔ نظام شاہ نے دو روز بعد قلعہ لے لیا اُس نے خواجہ جہاں دکنی کو حوالہ کیا (پرندہ و پرنیدہ سے ایک ہی قلعہ سمجھنا چاہئے) ۹۵۹ھ ۱۵۴۹ء میں برہان نظام شاہ کی سپاہ نے ولایت بیجاپور کے بڑے حصہ میں گشت کیا اور کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا اور قلعہ رائے چور کے حوالی میں رام راج اور برہان نظام شاہ کی ملاقات ہوئی اور یہ آپس میں قرار پایا کہ دونو اپنی سلطنت کو بیجاپور کے ملک کو فتح کر کے بڑہائیں۔ رام راج دریاد کرشنا کے جنوب میں رائچور اور مدکل اور ادن کے مضافات کو فتح کرے اور برہان نظام شاہ شولاپور اور گلبرگہ کو تسخیر کرے۔

شولاپور کا محاصرہ کیا گیا اور تین مہینے کے بعد جبر و قہر سے فتح ہوا۔ برہان نظام شاہ گلبرگہ کو کوچ کرنے کو تھا کہ اُس نے سُنا کہ رام راج نے رائے چور اور مدکل کو فتح کر لیا۔ اور بیجانگر چلا گیا تو برہان نظام شاہ بھی احمد نگر میں چلا آیا۔

دکن سے کہ اتفاق سے قلعہ کلیان کی تسخیر کے لئے لشکر آرا ہوا اور اس حصار کا جاکر محاصرہ کیا
ابراہیم عادل شاہ نے امرائے برگی (مرہٹہ) کو آگے بھیجا اور پیچھے خود روانہ ہوا امراء برگی
نے راہوں کو ایسا روک لیا کہ غلہ و آذوقہ کا دشمن کے لشکر میں پہنچنا دشوار ہوا اور وہ گاہ و
بیگاہ بطریق دزدی یا بطریق شب خون برہان شاہ کے لشکر پر جا گرتے اور آدمیوں کو سونے
نہ دیتے۔ برہان نظام شاہ نے حکم دیا کہ لشکر کے گرد ایک حصار تین گز بلند اور بعض
جگہ چار گز بلند بنایا جائے۔ یوں قلعہ کلیانی ایک اور قلعہ کے اندر آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ
بھی قلعہ کلیانی کے پاس پہنچا اور برہان نظام شاہ کے لشکر کے پہلو میں اُترا اور اپنے لشکر کے
گرد دیوار کھینچی۔ جب ماہ رمضان آیا اور غلہ اور کل مایحتاج کی رسد میں کمی واقع ہوئی تو
لشکر احمد نگر میں ایک عجب قحط نمودار ہوا۔ روزوں میں دو دو تین تین فاقے آدمیوں پر
ہونے لگے۔ برہان شاہ نے دلگیر ہو کر ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ بعض نے صلاح دولت
مراجعت میں بتائی بعض نے کہا کہ دیوار سے نکل کر دشمن سے لڑنا چاہئے اگر فتح ہوئی تو
پھر محاصرہ آہنگ کرنا چاہئے اگر شکست ہوئی تو اپنے ملک کی راہ لینی چاہئے برہان شاہ نے کہا
کہ گھوڑوں کا پتلا حال ہو رہا ہے وہ کام نہیں کر سکیں گے بہتر یہی ہے کہ لڑائی کو چھوڑ کر احمد نگر
جائیں مگر بھوپال رائے سے جب برہان شاہ نے مشورہ لیا تو اس نے کہا کہ کل عید ہے آپ
خزانچی کو حکم فرمائیں کہ جو کچھ میں طلب کروں وہ مجھے بے عذر دیدے۔ نظام شاہ نے یہ حکم
دے دیا وہ رات کو ایک لاکھ ہون خزانہ سے لے کر امیر کبیر عین الملک کی منزل میں
گیا اور کہا کہ کل حال کو آپ دیکھ رہے ہیں بے جنگ ترک محاصرہ کرنا اور اپنے ملک کو جانا
ہزارہا فساد اور خرابیاں پیدا کریگا اور ایسے پریشان لشکر کو اور بدحال بادشاہ کو
جنگ صف میں لیجانا بہت دشوار نظر آتا ہے اس باب میں آپ کی کیا صلاح ہے؟
سیف الدین عین الملک نے کہا کہ ہم تو صاحب شمشیر ہیں جو آپ کی رائے ہو اُس پر عمل
کرنے کو موجود ہیں بھوپال رائے نے کہا کہ میں اس میں صلاح دیکھتا ہوں کہ عید کی
صبح کو لشکر آراستہ کر کے غنیم کے دائرہ پر جس میں عید کے سبب سے سب لوگ غافل ہونگے حملہ کرکے

اوران کو شکست دی وہ چتر و علم و فیل و توپخانہ چھوڑ کر احمد نگر کو بھاگے ڈہائی سو ہاتھی اور
ایک سو ستر توپیں ابراہیم عادل شاہ کو ہاتھ آئیں اس نے دشمنوں کو اپنے ہاتھ سے مارا
وہ اس فتح کو اسد خاں کے سبب سے جانتا تھا اس لئے اس نے اسکی جاگیر بڑہائی اور منصب زیادہ کیا
اب برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس بھیجا اور اپنی موافقت پر دلالت کی۔ علی بریدنے
موافقت سے انکار کیا۔ اس سبب سے برہان نظام شاہ نے علی برید کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ کیا اول
قلعہ اودسہ کا محاصرہ کیا۔ علی برید نے اس شرط پر قلعہ کلیانی ابراہیم عادل شاہ کی نذر کیا کہ وہ اسکی امداد کرے
عادل شاہ آنکر علی برید سے ملا اوران دونوں کی برہان نظام شاہ سے اودسہ سے ایک کوس پر لڑائی ہوئی
اوران دونو کو شکست ہوئی برہان نظام شاہ نے قلعہ اودسہ کو امان دے کرلے لیا اور قلعہ اوا گیر
کو جا کر محاصرہ کیا اس کو تسخیر کرکے قلعہ قندہار کو محاصرہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ اور علی برید پھر
برہان نظام شاہ سے لڑے اس دفعہ بھی دونو کو شکست ہوئی ان کے بہت سے ہاتھی اور گھوڑے
احمد نگریوں کے ہاتھ آئے۔

۹۵۵ھ / ۱۵۴۸ء میں قلعہ قندہار کو فتح کرکے برہان نظام شاہ احمد نگر میں آیا تو ابراہیم عادل شاہ کے
مقربوں نے اس سے درخواست کی کہ پادشاہ کی قہاری اور بدخولی سے ہماری جان عذاب میں آرہی ہے
ہم چاہتے ہیں کہ عبداللہ بن اسمٰعیل عادل شاہ کو جو بندر گوہ میں پرتگیزوں کے پاس ہے
پادشاہ بنائیں۔ اور یہ کام حضرت کی توجہ بغیر میسر نہیں ہوگا۔ برہان شاہ جمشید قطب شاہ
کو ساتھ لے کر عادل شاہ کی ولایت پر متوجہ ہوا حسب اتفاق اس زمانہ میں اسد خاں
بلگوان میں بیمار ہوا۔ برہان شاہ نے اصل مقصود کو تعویق میں ڈالا اس فکر میں ہوا کہ اس قلعہ پر
کسی حیلہ سے متصرف ہو۔

ہمنے اس کا حال پہلے لکھا ہے کہ اسد خاں مرگیا اور ابراہیم عادل شاہ قلعہ پر قابض ہوا
جب یہ قلعہ برہان شاہ کو ہاتھ نہ آیا تو وہ احمد نگر میں آیا۔ ۹۹۱ھ / ۱۵۴۹ء میں شاہ طاہر کا انتقال ہوا
اس کی جگہ قاسم بیگ حکیم اور بھوپال رائے کو صاحب دخل اور محل اعتماد بنایا اور عماد شاہ سے ایسی
باتیں بنائیں کہ عادل کی امداد سے اس کی رائے منحرف ہوگئی اور پھر وہ خواجہ جہان

سب سے برہان شاہ سے موافقت کی اور چھ ہزار سوار سے کر برہان شاہ سے مل گیا۔ اور
عادل شاہ پاس نہ گیا برہان شاہ کی تدبیر چل گئی وہ بیجا پور گیا۔ عادل شاہ میں تاب
مقاومت نہ تھی وہ آب بیورہ (بھیما) سے عبور کرکے گلبرگہ چلا گیا۔ برہان شاہ نے بیجاپور کا
محاصرہ چند روز کیا مگر جب اس کو معلوم ہوا کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا تو وہ حسن آباد گلبرگہ میں
چلا گیا تھوڑے عرصہ میں عماد شاہ حاکم برار اس کی کمک کو آگیا جب برار کی سپاہ برہان نظام شاہ
کے لشکر کے قریب آئی تو چند روز میں اسد خاں کو موقع ملا کہ وہ برہان شاہ
کو چھوڑ کر عماد شاہ سے جا ملا۔ جس وقت اسد خاں برار کی سپاہ سے ملا اسی وقت برہان نظام شاہ
مع امیر برید احمدنگر کو بھاگا۔ برار اور بیجاپور کے سپاہیوں نے احمدنگر تک اس کا تعاقب کیا
تو انہوں نے اپنے میں مقابلہ ومقاتلہ کا مقدور نہ دیکھ کر دولت آبادی حصن حصین میں پناہ لی
یہاں امیر برید شاہ کی اجل آگئی تو برہان نظام شاہ نے صلح کر لی اور شولا پور کے ساڑھے
پانچ پرگنے جو اس یورش میں لئے تھے ابراہیم عادل شاہ کو دیدئے۔

۹۵۰ھ/۱۵۴۳ میں جمشید قطب شاہ کے پاس شاہ طاہر کو تخت نشینی کی تہنیت کے لئے گلکنڈہ بھیجا
تو جمشید نے اس کی بڑی خاطر وتعظیم کی برہان شاہ نے انتقام کے سبب سے نقض عہد کیا اور رام راج
والی وجیانگر اور قطب شاہ کو ممالک عادل شاہیوں کی تسخیر کی تحریص کی اور خود شولا پور کو مراجعت
کی۔ عادل شاہ نے جب دیکھا کہ چاروں طرف سے اس کے ملک پر یہ طوفان آنیوالا ہے تو اس نے
ساڑھے پانچ پرگنے نظام شاہ کو دیدئے اور رام راج کو بھی سب طرح راضی کر کے اُلٹا بھجوا دیا
۹۵۳ھ/۱۵۴۶ میں برہان نظام شاہ رام راج کے استظہار سے گلبرگہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا
اور ابراہیم عادل شاہ اس کے مقابلہ کے لئے بیجاپور سے روانہ ہوا۔ قصبہ ہورچیال کے نزدیک
اس کو معلوم ہوا کہ بیما ندی کے مشرقی کنارہ پر ایک مستحکم مقام میں برہان نظام شاہ مقیم ہے
ندی سے پار جانا ناممکن ہے وہ مقابل کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ بارش کے سبب سے تین مہینے
تک دونو لشکر آمنے سامنے بے حرکت پڑے رہے ندی انکے درمیان حائل تھی آخر کو ابراہیم عادلشاہ
انتظار دیکھتے دیکھتے تھک گیا وہ ندی سے کسی ڈھب سے پار گیا اور نظام شاہیوں پر حملہ کیا

جب احمد نگر میں شیعہ مذہب کے جہال نے اور تبرائیوں نے خلفاء راشدین پر لعن طعن کی زبان دراز کی تو سلطان محمود گجراتی و میراں مبارک شاہ فاروقی و ابراہیم عادل شاہ و عماد الملک نے مذہبی خیال سے آپس میں یہ قرار دیا کہ لشکر کشی کرکے مملکت احمد نگر کو آپس میں تقسیم کریں جب برہان نظام شاہ کو اس جماعت کی لشکر کشی کی خبر ہوئی تو اوس نے ہمایوں پادشاہ پاس اپنے ایلچی راستی خاں کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ حضور گجرات پر لشکر کشی فرمائیں بندہ خدمت کے لئے حاضر ہے۔ لیکن شیر شاہ کا جھگڑا کھڑا ہو گیا اس لئے اس درخواست کا اثر کچھ نہ ہوا۔ راستی خاں پھر آیا برہان شاہ نے سلطان گجرات اور شاہ برہان پور کو تواضعات رسمی اور ارسال تحائف سے راضی کرلیا اور ابراہیم عادل شاہ نے جس قدر پردیسی ملازم برطرف کئے تھے ان کو نوکر رکھ لیا اور ان کو اقطاع خوب دئے اور ان کے استظہار پر بیجاپور پر لشکر کشی کی تیغ و سنان کی تحریک کے بعد برہان شاہ غالب آیا۔ عادل شاہی سو فیل اور چند توپخانوں پر متصرف ہوا اور احمد نگر چلا آیا اس فتح سے اس کی بڑی شہرت ہو گئی چار سال میں ان دونوں پادشاہوں میں تین لڑائیاں واقع ہوئیں اور ہر دفعہ برہان شاہ غالب رہا۔

جب ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء میں بیجاپور میں اسد خاں بلگوانی اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان رنجش ہوئی برہان شاہ اور امیر برید اتفاق کرکے بیجاپور کی طرف چلے۔ برہان شاہ نے اس بات کو خوب مشہور کر دیا کہ اسد خاں نے یگانگی مذہب کے سبب سے مجھے طلب کیا ہے تاکہ قلعہ بلگوان مجھے حوالہ کر دے یہ بات کچھ لگتی لگاتی تھی اس لئے ابراہیم عادل شاہ کو اسد خاں کی طرف سے وہم زیادہ ہو گیا اور وہ بیجاپور سے باہر نہ نکلا برہان شاہ نے شولاپور کے حوالی میں زین خاں کے ساڑھے پانچ پٹہ (پرگنے) پر قابض ہوا اور خواجہ جہاں دکنی کو وہ دئے۔ اور آگے بڑھا اور بلگواں کی جانب متوجہ ہوا اور ولایت مرچ و کلہر د بان و پاس کو لوٹا اور چلا آیا اور آبادی کا نشان مٹایا۔ اسد خاں نے تہمت کی شہرت کے

رنگ سبز تھا اس نے بھی اپنے علموں اور چتر کا رنگ سبز کیا تبرائیوں کا وظیفہ مقرر کیا کہ کوچہ و بازار میں و مساجد و معابد میں خلفاء راشدین اور ان کے پیرووں پر لعن طعن علی الاعلان کریں امرا کبار حنفی مذہب رافضی کیشوں کے خوف سے یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادلشاہ جو آرزوئیں اپنے ساتھ قبر میں لے گئے تھے اور کسی طرح نہ بر لاسکے تھے اس میں برہان شاہ کامراں ہوا۔ گو ان اطوار کے مشاہدہ سے ملا پیر محمد اُستاد اور بعض علماء بر آشفتہ ہوئے۔ اور احمد نگر میں غوغا و شور مچا بہت سے متعصب منصب دار ملا پیر محمد کے گھر میں گئے اور شاہ طاہر کی نسبت کہا کہ ع + اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست + اس سید کو کہ دل و دین کی بلا ہے۔ کہاں سے لایا اُس نے بادشاہ کو گمراہ کیا اب تدبیر یہ ہے کہ شاہ طاہر کو مارنا چاہئے اور برہان شاہ کو معزول کر کے شاہزادہ عبد القادر کو بادشاہ بنانا چاہئے غرض یوسف عادل شاہ کے قضیہ کی طرح دین کے واسطے خلائق کا ہجوم ہوا۔ ملا پیر محمد کے ہمراہ بارہ ہزار سوار و پیادے قلعہ کے نزدیک پہنچے۔ محاصرہ کا قصد کیا اور شاہ طاہر کو مع فرزندوں کے موکلوں کے سپرد کیا۔ برہان شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے بند کئے جائیں اور قلعہ کے برج و بارہ سے توپیں ماری جائیں۔ مگر شاہ طاہر نے رمل سے دریافت کیا کہ باہر جا کر لڑنے میں فتح ہے۔ بادشاہ باہر آیا اور اُس کے نقیبوں نے بآواز بلند کہا کہ جو دو تنخواہ ہے وہ شاہ کے چتر و علم کے نیچے آئے اور جو حرامخور ہے وہ ملا پیر محمد پاس جا کر قہر و سیاست شاہی کا منتظر رہے غرض نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ملا پیر محمد مقید ہوا اور فتنہ فرو ہوا برہان شاہ نے مذہب کی ترویج کے لئے اہل سنت کے وظائف شیعہ مذہبوں کو دئے اور قلعہ احمد نگر کے مقابل میں چار دیواری و گچ و سنگ سے بنائی اور اس کا نام لنگر دوازدہ امام رکھا اور چند دیہات اس کے خرچ کے لئے وقف کئے ہر روز وقت چاشت پختہ آش مومنوں کو ملتی تھی۔ شاہ طاہر نے اطراف و اکناف سے محبان اہل بیت بہت جمع کئے اور زر خطیر کربلا کو بھجوایا۔

کنور سین وزیر نے اپنی حسن تدبیر سے پانچ مہینے کے عرصہ میں تیس قلعے بے جنگ کے ان مرہٹوں سے لے لئے جو ابتک کبھی نظام شاہیوں کے مطیع نہ ہوئے تھے۔

۹۳۶ھ ۱۵۲۹ء میں اسمٰعیل عادل خاں نے قلعہ کلیان (کلیانی) و قندہار کی فتح کے ارادہ سے بیجاپور سے کوچ کا حکم کیا امیر برید نظام شاہ سے ملتجی ہوا اور حمایت کا طالب۔ نظام شاہ نے مغرورانہ خط عادل شاہ کو لکھا جس میں ان قلعوں کی فتح سے منع کیا۔ عادل شاہ نے اُس کو سخت وسُست جواب لکھا کہ اس طرح کا سلوک تم سے ہرگز مشاہدہ نہ ہونا چاہئے تھا سبب کیا ہے کہ احمد نگر کی ویرانی کو اور واقعات سابق کو فراموش کر کے ایسے نامناسب فقرے مرقوم کئے ہیں۔ اگر پادشاہان منڈو کے چتر پر اور کہنہ سراپردوں پر اتنا غرور کرتے ہو تو اس کی گنجایش نہیں اور اگر خطاب شاہی پر تفاخر کرتے ہو تو تم سے زیادہ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ مجھ کو شہنشاہ ایران نے کہ فرزند پیغمبر آخر الزماں ہے خطاب شاہی دیا ہے۔ تم کو سرخیل گجراتی سے مرتبہ ملا ہے۔ اگر ایسے امور سے تو پشیمان ہو تو یہ ہی سعادت ہے ورنہ ننگی تلواریں لے کر باغ نظام سے میدان میں آؤ اور عادل شاہی تہمتنوں کا زور دیکھو نظام شاہ جنگ کا سامان تیار کر کے عادل شاہ کی سرحد پر آیا اور فریقین میں نائرہ قتال بالا ہوا طرفین سے مردان مرد اور معرکہ نبرد کے دلیر میدان میں آئے۔ اور شمشیر براں اور سنان جاں ستاں سے معرکہ کی خاک کو خون سے کیچڑ بنا دیا۔ احمد نگر کے لشکر کو شکست ہوئی اس کے دو تین ہزار آدمی مارے گئے۔ سارا اسباب غارت ہوا طرفین سے آدمیوں نے بیچ میں پڑ کر دونوں پادشاہوں کی ملاقات سرحد پر ۹۳۹ھ ۱۵۳۲ء میں کرادی اور یہ مقرر ہو کہ نظام شاہ ملک برار کو اور عادل شاہ ولایت تلنگانہ کو فتح کرے اور دکن کو دو متساوی حصوں میں تقسیم کریں انہیں سنوں میں اتفاق سے اسمٰعیل عادل شاہ کی اجل آ گئی کل مقدمات یوں ہی اکارت گئے۔

۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء میں شاہ طاہر کی دلالت و ارشاد سے برہان شاہ کو اہل بیت کی محبت میں غلو ہوا۔ خطبہ میں سے اصحاب ثلاثہ کا نام خارج کیا۔ بارہ اماموں کے علم کا

مضطرب تھا اس کو بیٹھنے کو کہا تو شاہ نے معذرت کی کہ بندہ کو نظام ملک کے ساتھ نسبت نوکرو آقا کی ہے شرط ادب یہ نہیں کہ وہ کھڑا رہے اور میں بیٹھ جاؤں سلطان نے ناچار ہو کر برہان نظام کو بھی بیٹھنے کی اجازت دی شاہ طاہر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر بٹھایا اور خود نیچے بیٹھا برہان شاہ سے فارسی زبان میں سلطان بولا کہ اس عرصہ میں انقلاب ایام کی سختی کو کس طرح گذارا اور روزگار کی ناسازگاری کو کیسے انتہا پر پہنچایا۔ برہان نظام شاہ نے عرض کیا کہ جس ادبار کا خاتمہ اقبال پر ہو اور جس فراق کا انجام وصال پر ہو اُس کے اختتام کی حلاوت مجھے یاد ہے اور ابتدا فراموش ہے الحمد للہ کہ جو کچھ سالہا و رازمیں مجھ پر گذرا اسکی تلافی اس لحظہ کی حلاوت کرتی ہے۔ سلطان نے میراں محمدؐ شاہ سے کہا کہ تو نے سُنا کہ برہان الملک نے کیا جواب دیا اُس نے کہا کہ میں دور تھا اس لئے نہیں سُنا سلطان بہادر نے پھر ان سوال و جواب کو بہ آواز بلند کہا شاہ طاہر نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ اثر سلطان کی التفات کا ہے امید ہے کہ روز بروز عنایت وشفقت زیادہ ہوتی رہے گی سلطان بہادر نے کمر و خنجر و شمشیر مرصع کہ اپنی کمر میں باندہے ہوئے تھا کھول کر برہان نظام شاہ کی کمر میں اپنے ہاتھ سے باندہی۔ اس وقت تک برہان نے اپنے نام میں لفظ شاہ کا اطلاق نہیں کیا تھا سو سلطان نے کہا کہ خطاب نظام شاہی مبارک ہو پھر اس کو اپنے اسپ خاصہ پر سوار کرایا اور کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تجھکو گھوڑے پر چڑہنا خوب آتا ہے تو میرے سراپردہ کے گرد اسکو پھیر۔ اس نے دکن کی روش پر گھوڑے کو سراپردہ کے گرد پھرایا۔ سلطان بہادر نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ ایسا سوار بے چتر کے خوشنما نہیں معلوم ہوتا اشارہ کیا چتر سفید آفتاب گیر جو بادشاہ منڈو سے لیا تھا وہ اس کے سر پر رکھا جائے اور میران محمد شاہ اور خداوندخاں کو حکم دیا کہ اسی طرح سوار سر پر چتر رکھے ہوئے سراپردہ سے لے جاؤ اور اس کے دائرہ میں سلطان محمود خلجی کا جو سراپردہ ہے وہ لگا کے اس میں اس کو اتارو غرض بڑے شوق سے ملاقات کا جشن ہوا پھر برہان نظام شاہ کو احمد نگر کو رخصت کیا۔ اب بادشاہ گجرات اور برہان شاہ میں بالکل منازعت کا غبار دور ہوا تو

کنورسین کے سمجھانے سے اس نے جانا منظور کیا اور سات ہزار سوار اور شاہ طاہر کو ساتھ لیکر
برہان پور چلا اور اُس نے خواجہ ابراہیم اور سمبھاجی شب نویس (چھٹی نویس) کو اپنے سے پہلے
میراں محمدؐ شاہ پاس بھیجا کہ وہ یہ مقرر کریں کہ نیاز کس کیا دی جائیگی اور ملاقات کیونکر ہوگی
موضع مانک دیوی میں برہان پور کے نزدیک برہان شاہ اور میراں محمد شاہ کی ملاقات
ہوئی اس نے کہا کہ یہ مقرر ہوا ہے کہ سلطان تخت پر بیٹھے اور ہم سلام کھڑے ہوکر کریں۔
برہان شاہ نے شاہ طاہر کو خلوت میں بلایا اور کہا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ فلاں تخت پر
بیٹھے اور ہم سلام کرکے کھڑے رہیں بہتر یہ ہے کہ فسخ ارادہ کیا جائے۔ شاہ طاہر نے کہا
کہ دنیاداری کی شرط یہ ہے کہ ایک روز صلاح دولت کے لئے نہایت فروتنی اختیار کی
جائے جس سے برسوں کامرانی کی مسند پر فراغت وشوکت سے بیٹھ کر زندگانی بسر کی جائے
شاہ طاہر نے یہ تدبیر بھی معروض کی کہ ایک قران شریف میرے پاس امیرالمومنین علیؑ کے
ہاتھ کا لکھا ہے جس کی خبر سلطان بہادر کو جب سے ہوئی ہے وہ بہت اس کا خواہاں ہے۔ خداوند خاں
سے اس بات کا ذکر کرکے ملاقات کے روز قران شریف کو ساتھ لے چلیں گے تو سلطان بے اختیار
ہوکر تخت سے اُتر کر استقبال کریگا۔ برہان شاہ اس سے نہایت خوش ہوا۔ دوسرے روز
صبح کو میراں محمدؐ شاہ اور شاہ طاہر ملاقات کے لئے چلے جب مسکن شاہی کے قریب آئے
تو شاہ طاہر نے قران شریف کو سر پر رکھا اور برہان شاہ کے ساتھ سراپردہ میں داخل ہوا
کہ سلطان کی نظر دور سے اُن پر پڑی تو خداوند خاں سے پوچھا کہ یہ شاہ طاہر کے سر پر
کیا ہے خداوند خاں نے عرض کیا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے ہاتھ کا مصحف لکھا ہوا
ہے۔ سلطان بے اختیار تخت سے اُتر کر استقبال کو دوڑا اور اول مصحف پر تین مرتبے بوسے
دئے اور آنکھوں کو لگایا۔ پھر کھڑے ہوکر برہان شاہ کا سلام لیا اور گجراتی زبان میں
پوچھا کہ کیسے ہو اور کیا حال ہے اس نے فارسی میں جواب دیا کہ جناب کا نیازمند ہوں اور
دولت بادشاہ سے خوشحال۔ سلطان تخت پر آیا اور برہان شاہ و شاہ طاہر و
محمدؐ شاہ سامنے کھڑے ہوئے۔ سلطان بہادر شاہ طاہر کے کھڑے رہنے سے

مراجعت و توقف کے باب میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ کہا کہ ندی ناپتی کی اور اور دریاؤں کی طغیانی سے گجرات اور خاندیس سے غلہ و آذوقہ کی رسد بند ہو جائیگی اور احتمال کلی ہے کہ سلاطین دکن بالضرورت باتفاق متوجہ ہونگے اور مبحث طولانی ہوگا ایسی صلاح دولت ہے کہ نظام شاہ و عماد شاہ کو یہ ملک تسلیم کرکے انکو اطاعت اور فرماں برداری سے تخصیص دیجائے اسلئے یہ امر کیا گیا کہ برہان شاہ اور عماد شاہ نے میراں محمد شاہ کی تجویز سے سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوایا سلطان بہادر گجرات چلا گیا۔ جب برہان شاہ احمد نگر میں آیا تو میراں محمد شاہ نے اس پاس پیغام بھیجا کہ اپنا وعدہ پورا کرو کہ ہاتھی جو اس سے جنگ رانوری میں چھینے تھے انکو واپس کرو۔ یہ ہاتھی مع تحائف کے اُس پاس واپس بھیجدیئے گئے مگر جب عماد شاہ نے قلعہ پاتری اور ماہور واپس مانگا تو اوس کو جواب کچھ ہاں نہیں کا نہ دیا گیا بالکل اس سے ناآشنا بن گیا میراں محمد شاہ کا مقصد حاصل ہوا اسنے عماد الملک کی بات نہ پوچھی برہان شاہ سے خصوصیت پیدا کی برہان شاہ نے دوسرے سال اشیا نفیسہ اور چند نامی ہاتھی اور اسپان تازی شاہ طاہر کے ہاتھ سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجے و بہادر شاہ نے شاہ طاہر سے ملنے میں توقف کیا اور میراں محمد شاہ کو لکھا کہ میں نے ایسا سنا ہے کہ برہان الملک نے صرف ایک مرتبہ میرے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ میراں محمد شاہ نے جواب لکھا کہ برہان الملک مخلص و یک جہت ہے، آپ اوس کے ایلچی سے ملاقات فرمائیں۔ سلطان شاہ طاہر سے اچھی طرح نہیں ملا جب اس کو اس کی دانشمندی اور سجادہ نشینی کا حال معلوم ہوا تو ملاقات میں تلافی مافات کی اور تین مہینے کے بعد رخصت کیا۔

سنہ ۹۳۹ھ ۱۵۳۳ء میں سلطان بہادر نے مالوہ فتح کیا تو اس پاس برہان شاہ نے تہنیت فتح کے لئے شاہ طاہر اور کنور سین کو بھیجا برہان پور میں میراں محمد شاہ نے بہادر شاہ سے شاہ طاہر کی ملاقات کرائی اور دلائل کے ساتھ برہان شاہ کے اخلاص کا یقین کرایا اور کہا کہ خاندان تیموریہ کا اقبال بلند ہو رہا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ آپ برہان شاہ کو اپنا بنائیں سلطان کو بادشاہ دہلی کے ساتھ ہمسری کا دعوی تھا۔ اس نے شاہ طاہر پر بہت عنایت کی اور اسکی معرفت برہان شاہ کو برہان پور میں بلایا۔

برہان نظام شاہ اور بہادر شاہ کی دوستی و ملاقات

شاہ طاہر نے آنکر برہان نظام شاہ سے کہا کہ برہان پور چلئے اول اس نے انکار کیا مگر

نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ پاس یہ پیغام بھیجا کہ اے برادر آپ امداد کے باب میں مروت
ویاری کی شرط بجا لائے لیکن جب تک خود اس طرف تشریف نہیں لائینگے مجھے اس ورطہ سے خلاصی
میسر نہیں ہوگی عادل شاہ نے جواب دیا کہ رائچور کے حوالی میں بیجانگر کے ہندو گھات لگائے بیٹھے ہیں
جہاں میں نے بیجاپور سے حرکت کی تو وہ دریاء کرشنا سے عبور کرکے میری مملکت پر تاخت
کرینگے اب میں پانچ سو بہادر مسلح سوار دو اسپہ بسرکردگی حیدر الملک قزوینی کی پہلی کمک پر اضافہ
کرکے روانہ کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ فتح سے مسرور ہوگے اب برہان شاہ کو عادل شاہ کے آنے
کی امید نہ رہی تو اس نے شیخ جعفر کو معزول کیا اس کی پیشوائی سے رعیت وسپاہ آزردہ و
دلگیر تھی ۔ کنور سین برہمن کو جو عقل وفراست وامانت ودیانت سے متصف تھا پیشوائی کا خلعت
دیا اور اس کی صوابدید سے جنیر سے احمد نگر میں آیا ۔ بقدر قدرت وامکان اس پیشوا نے
لشکر فراہم کیا اور اس کے ساتھ لشکر دکن لیکر دولت آباد کی طرف چلا اور لشکر گجرات کے
مقابلہ میں ۸ میل پر کوہستان کے اندر تین مہینے نہایت ہوشیاری سے پڑا رہا اور دشمن کے
لشکر کو شبخونوں اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے ستاتا رہا پھر ایک بڑی لڑائی ہوئی برہان نظام شاہ
کو شکست ہوئی ۔ اس لئے میراں محمد خاں فاروقی اور عماد شاہ کی معرفت صلح چاہی
اور ہاتھیوں اور قلعوں کو جو اس نے لڑائی میں لے لئے تھے واپس دینے کا وعدہ کیا
یہ دونوں شاہ خداوند خاں کی منزل میں گئے اور اس سے کہا کہ ہمارا مقصود سلطان کی
مدد سے یہ تھا کہ پاتری اور ماہور کو نظام شاہ کے قبضہ سے نکال لیں اور اس کی عوض میں برار
اور احمد نگر میں اُس کا خطبہ پڑھوائیں اور ہر سال تحف وہدایا بھیجا کریں اب یہ معلوم ہوتا ہے
کہ سلطان کو یہ طمع ہے کہ اس ملک کو ہمارے ہاتھ سے نکال لے ۔ خداوند خاں وزیر کریم النفس
نیک خواہ خلائق نے کہا کہ یہ کام تم نے خود کیا ہے ۔ جس وقت شاہان دکن یک جہت ہو کر اپنی
منازعت کو دور کرینگے تو ان کا بھلا ہوگا ۔ یہ شاہ اس کے مقصود کو سمجھ کر مجلس سے آئے ۔ اول
عماد الملک نے اپنے مورچہ سے بہت غلہ اور آذوقہ قلعہ دولت آباد کے اندر مجھن خاں پاس بھیجا اور برسات کے
شروع میں ایلچپور چلا گیا برسات کے آنے سے سلطان بہادر نے میراں محمد شاہ فاروقی اور امرائے

ہمراہ لیا برہان نظام شاہ کی مدد کو چلا۔ سلطان بہادر نے قلعہ ماہور اور پاتری کی جو
ولایت برار میں تھے طمع کی اور ان کے لئے کچھ توقف کیا ان کو عماد الملک نے اپنی زوال سلطنت
کے خوف سے سلطان بہادر سے کہا کہ یہ ولایت حضور ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر آپ قدم
بڑھا کر برہان شاہ کو مستاصل کریں اور اس کی ولایت میں سے مجھے بھی کچھ حصہ دلائیں
میں اپنے زن و فرزند کو قلعہ کاویل میں بھیجدوں گا اور اس ولایت کو بالتمام تسلیم کرونگا
اور ہمیشہ ملازم رکاب رہونگا۔ سلطان بہادر نے اس کی التماس کو قبول کیا اور نظام شاہ کے
لشکر کی طرف جو کوہستان بیر میں اقامت رکھتا تھا متوجہ ہوا اور امیر برید نے چھ ہزار سوار
عادل شاہیہ اور تین ہزار سوار خاصہ اُس سے لڑنے کو بھیجے۔ پٹن اور بیر کے درمیان کوچ کیا اور گجراتیوں
کی فوج پر تاخت کی۔ دو تین ہزار سوار قتل کئے اور اموال اور اسباب انکا مع ستر شتر خزانہ
گجرات کے لے لئے سلطان بہادر نے یہ خبر سُنکر خداوند خاں وزیر کو بیس ہزار سوار ونکے
ساتھ انتقام کے لئے نام زد کیا اس لشکر نے بھی امیر برید سے شکست پائی۔ مگر جب خداوند خاں
کی کمک کو عماد شاہ بیس ہزار سوار لیکر آیا اس نے برہان نظام شاہ کو مجبور کیا کہ اول وہ
پرینڈہ گیا اور پھر جنیر۔

سلطان بہادر احمدنگر میں آیا۔ باغ نظام کے احاطہ میں اترا اس نے ایک چبوترہ بنوایا
اس کا نام کالا چبوترہ مشہور ہوا اوس پر بیٹھ کر چالیس روز تک ہاتھیوں اور اور جانوروں
کی لڑائیوں کا تماشا دیکھتا رہا یہاں او. زیادہ ٹھیرنے کا ارادہ تھا مگر امرائے نظام شاہ
نے غلہ اور مایحتاج اس کے لشکر میں فراغت سے نہ پہنچنے دیا اور اس سبب سے لشکر میں قحط
پڑا اور بہت آدمی اور گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہوئے۔ خداوند خاں اور امرائے کبار
گجرات نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر اس ولایت کی تسخیر کا ارادہ حضور کا ہے تو اول
قلعہ دولت آباد کو کہ گجرات کی راہ کے سرے پر ہے فتح کیجئے پھر احمدنگر میں ان کرا ور قلاع و
بقاع کو لیجئے۔ دو تین روز بعد وہ دولت آباد کو گیا اور عماد الملک ہزاری اور امرائے
گجرات کو محاصرہ کے لئے مامور کیا۔ خود بالاگھاٹ دولت آباد میں اترا

سنہ ۹۳۳ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ کی تحریک سے عماد شاہ نے سلطان قلی قطب شاہ کو ساتھ لیکر قلعہ پاتری کو نظام شاہیہ تصرف سے نکال لیا مخدوم خواجہ جہاں اور امیر برید کو برہان شاہ ساتھ لیکر پاتری کی طرف گیا اور دو مہینے میں توپ و ضرب زنوں کی ضرب سے قلعہ کو گرادیا اور اس کو فتح کرلیا اور اس قلعہ کی بنیادیں تک اکھیڑ کر پھینک دیں اور پاتری پر دوبارہ متصرف ہوا اور اپنے برہمن بھائی بندوں کو پرگنہ پاتری دیدیا اس پرگنے سے شہنشاہ اکبر تک بطنًا بعد بطن ان کا تعلق رہا۔ برہان نظام شاہ نے یہاں سے جاکر قلعہ ماہور کو خداوند خاں حبشی سے چھین لیا پھر ایلچپور کی تسخیر کا عازم ہوا پھر عماد الملک میں لڑنے کی سکت نہ تھی برہان پور گیا۔
سلطان محمد شاہ فاروقی اس کی کمک پر آمادہ ہوا اور اس کے ساتھ وہ نظام شاہ کی جنگ پر متوجہ ہو جب دونو پاس آئے تو ایک جنگ صعب ہوئی عماد الملک اور محمد شاہ پریشان برہان پور کو بھاگ گئے اور نظام شاہ ان کے تین سو ہاتھیوں و خیمہ و خرگاہ اور سلطنت کے تمام کارخانوں پر متصرف ہوا اور اکثر ممالک برار کو اپنے اختیار میں کرلیا۔ عماد الملک اور محمد شاہ نے سلطان بہادر پادشاہ گجرات سے مدد طلب کی۔ سلطان بہادر نے انکی امداد کو فتوحات غیر متناہی سے تصور کیا۔

سنہ ۹۳۵ھ (۱۵۲۹ء) میں وہ سلطان پور اور ندربار کی راہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوا۔ نظام شاہ نے مضطرب ہوکر دہلی کو بابر پادشاہ پاس عریضہ بھیجا جس میں یہ فقرہ تھا کہ رجا بلطائف عواطف الٰہی واثق است کہ عنقریب منہیان اقبال مژدہ توجہ جنود تصرف قرین سعادت قران باستیصال اعادی ایں حدود بہ مسامع یکجہتان برسانند و مبشران فرح بخش مسرت رساں بشارت قل جاء الحق وزہق الباطل از اطراف واکناف ایں دیار منتشر گردانند تا منتظران امیدوار و معتقدان خدمت گار باقبال تمام استقبال نمودہ مقصود حاصل نمایند۔ ایسے ہی خطوط اس نے اسمٰعیل عادل شاہ و سلطان قلی قطب شاہ کو لکھے سلطان قلی تو کچھ کے ہندوں سے لڑ رہا تھا اس نے عذر کیا اور اسمٰعیل عادل شاہ نے چھ ہزار سوار غریب و غریب زادہ اپنے لشکر سے منتخب کر کے ساتھ لئے اور امیر برید کو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہی ہند ونژاد ہونے سے شرماتے نہ تھے۔ پاتری پر اسلئے جھگڑتے تھے کہ ان کے باپ دادا برہمن اسکے کلکیرنی تھے اس فتح کے بعد برہان نظام شاہ نے احمد نگر میں مراجعت کی اور بمقتضاء جوانی آمنہ ایک کنچنی پر عاشق زار ہوا اور اس سے نکاح کیا اور حرم میں اسی کو بزرگ بنایا اس نے اس کو شراب پر لگایا۔ مکمل خاں مرد کامل اور عاقل تھا اسنے وزارت سے استعفاء دیا اور پادشاہ نے منظور کیا اور اس کے بیٹے کو امیر کبیر بنایا اور شیخ جعفر دکنی کو پیشوائی کا منصب دیا مکمل خاں نے اپنی باقی عمر گوشہ نشینی میں صرف کی ۔۹۲۸ھ میں احمد نگر میں شاہ طاہر تشریف لائے۔ اور اس نے مذہب مہدویہ کی جڑ کاٹی اس کا رواج بہت ہو چلا تھا پادشاہ نے اپنی بیٹی کا نکاح اسکے خاندان میں سے کسی ایک کے ساتھ کردیا۔

برہان نظام شاہ کا امیری پر عاشق ہونا

۹۳۰ھ/۱۵۲۴ء میں قلعہ شولاپور سے باہر برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ملاقات ہوئی اور بی بی مریم دختر یوسف عادل شاہ کا نکاح برہان نظام شاہ سے ہوا۔ اسد خاں بلگوانی نے عہد کیا کہ قلعہ شولاپور بی بی مریم کے جہیز میں دیا جائیگا اس لئے برہان شاہ نے اس قلعہ کا مطالبہ کیا اسمٰعیل عادل شاہ نے جواب دیا کہ مجھے اس بات کی اصلا خبر نہیں۔ اگر کسی آدمی نے نادانستہ ایسی بات کی ہو تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ برہان نظام شاہ خاموش احمد نگر میں چلا آیا۔ بی بی آمنہ والدہ حسین نظام شاہ نے بی بی مریم کے ساتھ سلوک ناہموار کئے کچھ مدت اس طرح گذری کہ اسمٰعیل عادل شاہ نے نظام شاہ کے سفیروں کو جو بیجاپور میں رہتے تھے کہا کہ کسی پاتر کو سلاطین کے فرزندوں پر مسلط کرنا حزم و اصالت سے بعید ہے برہان نظام شاہ کے کان میں یہ بات پہنچی تو مباحثہ نے ایک طول پکڑا اور اس نے امیر برید اور عماد الملک کو اپنے ساتھ متفق کیا۔

برہان نظام شاہ و اسمٰعیل عادل شاہ کی ملاقات

۹۳۱ھ/۱۵۲۴ء میں ان کو اور بیس ہزار سوار اور توپ خانہ لے کر قلعہ شولاپور کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اسمٰعیل عادل شاہ نو ہزار سوار تیر انداز لیکر لڑنے آیا۔ سرحد پر فریقین ملے اور ایسی لڑائی ہوئی جس کے تصور سے دل ڈر جائے۔ اول علاء الدین عماد الملک اسد خاں بلگوانی سے شکست پاکر بے توقف کاویل کو بھاگا۔ برہان نظام شاہ بھی ہوا کی گرمی کی شدت سے پالکی میں پڑ کر احمد نگر کو سدھارا

کمل خاں لیکر عماد الملک سے لڑنے آیا۔ بسنہ ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ع میں قصبہ رانوری میں فریقین نے سپاہیں آراستہ کرکے لڑنا شروع کیا۔ اس لڑائی میں برہان نظام شاہ اپنی صغرسنی کے سبب اپنے اتالیق آذر خاں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی عماد الملک کو شکست ہوئی اور وہ بے توقف ایلچ پور کو نوک دم بھاگا تمام مال ومنال اور اسپ وفیل نظام شاہی لشکر کو ہاتھ آیا کمل خاں نے آن کر برار کو خوب لوٹا مارا۔ عماد الملک خاں برہان پور فرار ہوا۔ یہاں کے حاکم نے علما و مشائخ کی معرفت صلح کرادی کہ ہر ایک اپنے اپنے مقام میں گیا۔ کہتے ہیں کہ نظام شاہیہ کے اجداد میں سے کوئی پاتری کا کلکیرنی (موروثی محاسب موضع) تھا کسی سبب سے وہ جلائے وطن ہوکر اپنی ولایت بیجانگر میں چلا گیا تھا اور وہیں رہتا تھا جب ان کے خانوادہ میں سلطنت آئی تو برہمن جو نظام شاہ سے خویشی اور قرابت رکھتے تھے سب بیجانگر سے احمدنگر میں آئے اور وطن کا اشتیاق ان پر غالب ہوا کمل خاں نے برہان نظام شاہ کی زبان سے عماد الملک کو لکھا کہ مجھکو پرگنہ پاتری سے یہ نسبت ہے اور اب وہ تجھ سے متعلق ہے اور ہماری سرحد میں واقع ہے دوستی ویاری کا مقتضا یہ ہے کہ وہ مجھکو دیدو اور اُس کی عوض میں کوئی اور پرگنہ میرے ملک کا جو اس سے محصول میں زیادہ ہو لے لو۔ عماد الملک نے یہ بات نہیں قبول کی اب وہ جانتا تھا کہ اُس پر نزاع ہوگا۔ اس نے اس پرگنہ میں احتیاطاً ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی کمل خاں نے اس قلعہ کے بنانے کو اس سبب سے عماد الملک کو منع کیا کہ اسی جگہ قلعہ بنانے سے تمہارے اکثر آدمی ہمارے سرحد پر مزاحمت کرینگے مناسب یہ ہے کہ اس کا بنانا موقوف کرو عماد الملک نے اس کی پروا نہ کی اور قلعہ پورا بنالیا اتفاقاً کمل خاں بالاگھاٹ دولت آباد۔ اور منازل ایلورہ کی سیر کو گیا اور سنہ ۹۲۴ھ میں ایلغار کرکے پاتری گیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور قلعہ کشا دلیروں نے خندق میں جاکر کمندیں وزینے لگائے اور ان پر چڑھ گئے اور قلعہ تسخیر کیا اور ولایت پاتری پر متصرف ہوئے میاں محمد غوری کو جس نے اس قلعہ کشائی میں سب سے زیادہ مردانگی دکھائی تھی۔ کامل خاں کا خطاب دے کر قلعہ اور اس کے حدود انتظام کے لیئے سپرد کیے

عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ تکمل خاں دکنی پیشوا اور امیر جملہ بدستور رہا اور اسکے بیٹے میاں جمال الدین کو
سرنوبتی کا منصب اور عزیز الملکی کا خطاب ملا۔ دونو باپ بیٹے دولتخانہ کے مالک بنے۔ امور ملکی اور
مالی میں ان کو کمال استقلال ہوا۔ تین سال اسی حال میں گذرے مگر جب عزیز الملک کی بے اعتدالی حد سے
گذری۔ تو صاحب شوکت وزرا (مثل رومی خاں) وکرم خاں وشیر خاں کو اُن پر رشک پیدا ہوا بی بی
عائشہ سے انہوں نے خصوصیت پیدا کی یہ بی بی والدہ برہان شاہ کی مرضعہ تھی اور کمال اعتبار
رکھتی تھی۔ اور یہ تجویز کی کہ وہ فرصت کے وقت میں برہان شاہ کے چھوٹے بھائی راجا جیو
کو قلعہ سے نکال کر اس کے حوالہ کرے اور وہ اس کو بادشاہ بنائیں اور برہان شاہ کو سلطنت
سے معزول کریں اور یوں تکمل خاں اور عزیز الملک کے تسلط سے نجات پائیں۔ ایک دن دوپہر کو
بی بی عائشہ راجا جیو کو کہ چار سال کا لڑکا تھا لڑکیوں کے کپڑے پہنا کے پالکی میں سوار کرا کے
شہر کو لیچلیں اتفاق سے والدہ برہان شاہ کو اپنا بچہ یاد آیا اور اوس کو نہ پایا تو اوس کی ڈھنڈیا
مچوائی۔ حوض اور چاہ میں بانس ڈالے گئے۔ بعض بی بی عائشہ کے پیچھے دوڑے گئے۔ ابھی
وہ رومی خاں کے گھر تک نہ پہنچنے پائی تھی کہ لوگوں نے راجا جیو کو اُس سے لے لیا اور محل میں
لے آئے وہ اس لڑکے کو اپنے گھر میں کبھی کبھی لیجاتی تھی اُس نے گھر لے جانے کا بہانہ بنا دیا
مگر جب راز فاش ہوا تو تکمل خاں نے برہان شاہ اور راجہ جیو کی محافظت کی برہان شاہ کی
تربیت وپرورش ایسی کوشش کی کہ وہ دس برس کی عمر میں کافیہ ومتوسط پڑھتا
تھا اور خط نسخ خوب لکھتا تھا ایک علم اخلاق کا رسالہ بہت خوشخط اس نے اپنے ہاتھ سے
لکھا تھا۔ جب امراے ثلاثہ اور میاں تکمل خاں کی خصومت وعداوت حد سے زیادہ گذری
تو ناچار اُنھوں نے پانچ چھ روز وزیروں کے ساتھ اتفاق کیا اور رات
کو احمد نگر سے نکلے اور آٹھ ہزار سوار لے کر چلے اور علاء الدین عماد الملک کو مجلس میں
پہنچکر احمد نگر کی تسخیر کو نہایت سہل طور پر زبانی مقدمات میں بیان کیا عماد الملک
ان ارباب غرض کے فریب میں آگیا اور کاویل ایلچپور سے سرحد نظام پر جا کر قصبات
وپرگنات پر قابض ہوا۔ خواجہ جہاں دکنی حاکم پرینڈہ اور برہان نظام شاہ کو

مشاہدہ کیا کہ سید مرتضیٰ و سید حسن کہ دو بھائی صحیح النسب تھے اور ریش سفید رکھتے تھے اور ابراہیم عادلشاہ کے سامنے انکی عزت تھی اور دکن کے معقول آدمیوں میں اُن کو لوگ جانتے تھے انکے اور تین بھائیوں سے جو دکنی تھے اور ریش سفید رکھتے تھے اور دکن میں مردم روشناس میں شمار ہوتے تھے کسی ادنیٰ بات پر بازار کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا اول سید مرتضےٰ کا بیٹا کہ بیس سال کا جوان تھا باپ کی حمایت میں ایک دکنی سے یکبیک را اور قتل ہوا۔ سید مرتضےٰ نے بیٹے کو کشتہ دیکھا تو دوسرے دکنی سے لڑا وہ بھی بیٹے کی طرح عدم کو گیا۔ جب سید حسن نے بھائی اور بھتیجے کا حال یہ دیکھا تو وہ بھی ان تینوں دکنیوں میں سے ایک سے لڑا اور فنا ہوا ان تینوں سیدوں کی لاش بازار سے نہیں اُٹھی تھی کہ وہ تین دکنی جن کو مقتولوں کے ہاتھ سے زخم کاری لگے تھے اُنھوں نے قابض ارواح کو روح سپرد کی۔ غرض بیسابقۂ عداوت ایک لحظہ میں چھ گھر ماتم خانہ بن گئے۔ فی الواقع دکن کے مسلمان شمشیر بازی اور یکیکی میں بے نظیر اور بیمثل تھے اور ان کے ساتھ کوئی شمشیر بازی نہیں کر سکتا تھا جب تک اسکو اس فن میں مشاقی نہ ہو۔ اسکی غایت یہ ہوئی کہ اکثر دکن کے آدمی روئے زمین پر شمشیر کی ورزش کرتے تھے جس کے سبب سے اسپ سواری۔ تیراندازی و نیزہ بازی اور چوگان بازی سے عاری تھے۔ بس جنگ فوج میں بہ تخصیص کہ مخالف دکنی نہ ہو عاجز ہو کر ہر زبونی سے زبون تر ہو جاتے تھے اور خانہ و کوچہ و بازار کی جنگ میں شیر درندہ کی مانند مردانہ ہوتے تھے۔

پادشاہان بہمنیہ کی دولت کے جاتے رہنے کے بعد کل سلاطین نے جنھوں نے دکن میں حکومت کی اس فعل شنیع کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کی بلکہ اس کی ترویج میں سعی کی لیکن ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں معاملہ یکیک کی تخفیف ہوئی یہ عمل زشت کسی مملکت میں اور کسی عہد میں نہ تھا اب امید ہے کہ پادشاہان کامل اور حاکمان عادل کی برکت سے بالکل زائل ہو جائیگا۔ عادل شاہ اور قطب شاہ نے اس میں تخفیف کر دی۔

برہان نظام شاہ بن احمد شاہ بحری

برہان نظام شاہ بحری جس کو مروج مذہب اثنا عشری کہتے ہیں سات سال کی

ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں یکیک کی تخفیف اور کسی عہد میں اور ...

کچھ فروگذاشت نہ کرتا تو سب سے زیادہ اُس کی قدر کرتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ پادشاہ ہمیشہ شکار ہوتے ہیں انکو دشمنوں کے شکار کے واسطے جوان ہم پہنچانے چاہئیں۔ پادشاہ کو شمشیر بازی کا شوق تھا اور شمشیر بازی کا علم خوب جانتا تھا قاعدہ ہے کہ پادشاہ کے ہُنر کی طالب خلق ہوتی ہے چھوٹے بڑے سب اس فن میں وقت صرف کرتے جیسے کہ بلاد اسلام میں مکتب خانے ہوتے ہیں ایسے سارے دکن میں شمشیر بازی کے ورزش خانے بن گئے لوگ کسی کام کو اس سے بہتر نہیں جانتے تھے ہر مجلس و انجمن میں سوا اس کے کسی اور بات کا چرچا نہ تھا اب ہوائے دکن کا اقتضار فتنہ خیزی ہے۔ ہر ایک شمشیر زنی میں شیخی بگھارتا اور اپنی برابر دوسرے کو نہ جانتا جب آپس میں جھگڑا ہوتا تو احمد نظام شاہ پاس مرافعہ ہوتا اور وہ حکم کرتا کہ میرے سامنے مدعی اور مدعا علیہ شمشیر بازی کریں۔ جو اول شمشیر حریف کو لگائے وہ بہتر ہوگا دیوان خانہ میں روز جماعت کی جماعتیں آنے لگیں۔ دو تین آدمیوں کی لاشیں روز دیوانخانہ سے جانے لگیں تو پادشاہ اس سے متنفر ہوا اور اس نے کالا چبوترہ مقرر کردیا۔ اس رسم کو انگریزی میں ڈیوئل کہتے ہیں جس کا رواج تمام یورپ میں کثرت سے تھا مگر ایشیا میں کہیں اور نہیں اس کی ابتدا یہیں ہوئی اور اس کا نام یکیک رکھا گیا پادشاہ کا حکم تھا کہ جب دو آدمیوں میں یکیک ہو تو کوئی اس کا ہوادار اس میں دخل نہ دے ان کو حسب دلخواہ باہم شمشیر زنی کرنے دے تاکہ ان میں ایک غالب اور دوسرا مغلوب ہو اور جو کوئی اس جنگ یکیک کی ہوس کرے اور کشتہ ہو تو اس کا قصاص نہ لیا جائے۔ نہ اس کی کچھ پرسش ہو یہ بدعت دکن کے مسلمانوں کو ایسی مرغوب ہوئی کہ احمد نگر سے سلاطین ہند کی وساطت سے جمیع بلاد دکن میں اس نے سرایت کی بلکہ شائع و رائج ہوگئی اور اس عمل شنیع کی بُرائی دلوں سے ایسی محو ہوگئی کہ اب ممالک دکن کے طالب العلم و مشائخ و ملوک و امراء و خواتین اس یک یک کو کرتے ہیں اور اس کو حیثیت اور قابلیت میں اعظم جانتے ہیں اور اگر اُن کے فرزند یکیک نہ کریں تو شجاعوں میں نہیں داخل ہوتے اور ان پر سرزنش کرتے ہیں محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ۱۰۰۰ھ میں بلدہ بیجاپور میں میں نے

طرف کوچ کیا اور اس عرصہ میں ملک لادن تیسرا تخت کا دعویدار کھڑا ہوا اس کے پاس قلعہ آسیر تھا اس نے دونو شاہوں کی اطاعت سے انکار کیا احمد نظام شاہ اور عماد الملک حاکم کاویل برہان پور میں آگئے اور حقیقت حال پر آگاہ ہوئے اور انہوں نے سُنا کہ سلطان محمود گجراتی تال نیر میں تاپتی کے کنارہ پر آگیا ہے تو ان میں سے ہر ایک نے چار چار ہزار سوار ملک حسام الدین کی کمک کے لئے مقرر کرائے اور خود دونوں کرکاویل میں چلے گئے اور یہاں سے احمد نظام شاہ دولت آباد کو چلا گیا خان زادہ عالم خاں خاندیس سے بھاگ کر احمد نظام شاہ پاس چلا آیا۔ جب سلطان محمود نے مراجعت کی تو نظام شاہ نے سلطان محمود سے بذریعہ کتابت درخواست کی کہ خاں زادہ عالم خاں میری جانب میں التجا لایا ہے میں متوقع ہوں کہ آسیر و برہان پور کی ولایت کا کچھ حصہ اس کو بھی عنایت ہو۔ سلطان پہلے ہی سے نظام شاہ سے آزردہ تھا اس نے ایلچی سے درشتی کی۔ اور کہا کہ سلاطین بہمنیہ کے غلام زادہ کی کیا مجال ہے جو سلاطین سے برابر کی کتابت کرتا ہے اور اپنی گلیم سے قدم باہر رکھتا ہے اگر اپنے اوضاع سے نادم و تائب نہ ہوگا تو عنقریب گوشمالی پائے گا۔ احمد نظام شاہ اس بات کو پی کر چپکا ہو رہا اور عالم خاں کو ساتھ لیکر احمد نگر چلا گیا۔

۹۱۴ھ میں نصیر الملک کہ اس کی دولت کا کارکن تھا مر گیا اور اس کی جگہ ملک خاں حبشی مقرر ہوا دو تین مہینے کے بعد وہ خود بیمار ہوا اور شاہزادہ برہان کو اوس نے ولیعہد کیا جس کی عمر سات برس کی تھی۔ امراء سے اس کی اطاعت کا عہد و پیمان لیا پھر وہ مر گیا۔ اُنیس برس سلطنت کر گیا۔ اس پادشاہ کی عادت تھی کہ جب سوار ہوتا تو دائیں بائیں طرف نہیں دیکھتا۔ کہ مبادا کسی نامحرم عورت پر نگاہ جا پڑے۔ قلعہ کاویل کی فتح میں ایک عورت نہایت حسین قیدیوں میں تھی جب یہ رات کو ہم صحبت ہونے کے لئے اس پاس آئی اور اس کی زبانی جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا شوہر اور مادر و پدر اسیر ہیں تو انکو چھوڑ کر اس عورت کو حوالہ کیا یہ اس کی عادت تھی کہ جو شخص میدان رزم میں لوازم شجاعت میں

گجراتی کو عریضہ لکھا کہ احمد نظام شاہ کا تسلط و استیلا بڑہتا جاتا ہے اگر حضور تشریف لائیں اور اس بلا سے مجھے بچائیں تو میں قلعہ میں آپ کا خطبہ پڑہ واؤں۔ اور سال بسال باج وخراج خزانہ عامرہ میں داخل کروں۔ سلطان اہل دکن کی تادیب و گوشمالی کرکے پہلے اپنی گریز کا انفعال مٹانا چاہتا تھا وہ دولت آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ احمد نظام شاہ محاصرہ کو چھوڑ کر احمد نگر کی طرف چلا ملک اشرف نے محاصرہ کی ضیق سے نجات پائی اور سلطان محمود کا خطبہ پڑہوایا اور ہر سال خراج بھیجنا قبول کیا۔ سلطان عادل خاں سے بھی چند سال کا خراج وصول کیا اور اپنے مقر دولت میں گیا۔ جب نظام شاہ نے یہ خبر سُنی تو سال کے آخر میں دولت آباد کی طرف بجری کی تیز پروازی سے گیا۔ ملک اشرف نے جو سلطان محمود کا خطبہ پڑہوایا تھا اور اس سے ملاقات کی تھی تو اہل حصار اُس سے متنفر ہو گئے تھے اور احمد شاہ نظام کو مخفی عرائض بھیجتے تھے کہ ہم آپ کے بندے ہیں۔ اور آپ کو خاوندی کے لئے لائق جانتے ہیں۔

معتقد اور دولت خواہ ہیں۔ آپ تشریف لائے اور ہماری جانفشانی دیکھئے احمد نظام شاہ دو تین ہزار سوار لیکر دولت آباد میں آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ملک اشرف کو قلعہ کے لشکر کا حال معلوم ہوا جسمیں مرہٹے تھے غم و غصہ سے بیمار ہوا پانچ چھ روز میں مرگیا۔ اہل قلعہ نے قلعہ کی کنجیاں احمد نظام شاہ کو حوالہ کیں اس نے قلعہ کی سیر کی اور اُس کی ضروری مرمت کی اس کو اپنے معتمد کے سپرد کرکے احمد نگر کو مراجعت کی اور باغ نظام میں ایک حصار گل و سنگ سے بنایا اور اس کے اندر عمارات عالیہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں دلکش تصویریں سُرخ و زرد آبگینہ کی مانند بنائیں اور ان سنوات میں سمندر کے کناروں کے قلعوں کو بالکل مسخر کیا۔ راجہ کالنہ و بگلانہ سے پیش کش لی اور اپنا مالگذار بنایا۔

عالم خاں فاروقی کی امداد

۹۱۰ھ میں داؤد خاں فاروقی مرگیا اسکی جانشینی کے لئے ایک جھگڑا کھڑا ہوا ملک حسام الدین مغل جو اس دولت خانہ کا ایک عمدہ امیر تھا اس نے احمد نظام شاہ کی مدد سے عالم خاں کو تخت سلطنت پر بٹھانا چاہا اور محمود شاہ گجرات نے اپنے بھانجے میراں عادل خاں پسر حسن خاں کو مسند شاہی پر جلوہ افروز کرنا چاہا۔ اس مطلب کے لئے شاہ گجرات نے خاندیس کی

اس کی مظاہرت اور معاونت کے لئے آیا ہو۔ آپ از روئے اخلاص و دولتخواہی سلطان سے عرض کریں کہ صلاح دولت اس میں ہے کہ بساط منازعت کو تاہ کریں نصرت و ہزیمت مشیت حق میں ہوتی ہے اگر سلطان کو نصرت نصیب ہوئی تو خلقت کہے گی کہ سلطان محمود نے چند نامعدود سے چھوٹے آدمی پر غلبہ پایا اور اگر معاملہ منعکس ہوا تو یہ بے ناموسی قیامت تک رہیگی۔ یہ نوشتہ جب سلطان کے روبرو پیش ہوا تو وہ صلح و جنگ میں متردد ہوا۔ نظام شاہ نے سلطان گجرات کے فیل بحری سال کے فیلبان کو بہت سیم و زر دیکر یہ قرار دیا کہ فلاں . ندھیری رات میں کہ شاہ و سپاہ اپنے خیمہ و خرگاہ میں آرام کریں تو اس ہاتھی کو لشکر میں چھوڑ دینا اس شب موعود میں نظام شاہ نے گجراتیوں کے لشکر کی طرف پانچہزار پیادے و توپچی و کماندار و باندار اور پانچہزار سوار تیرانداز روانہ کئے کہ کمین گاہ میں بیٹھیں اور جب لشکر گاہ میں شور و غوغا ہو تو اطراف سے آنکر تفنگ اور بان دشمنوں پر چلائیں۔ یہ لشکر دشمن کے لشکر کے حوالی اور اطراف میں چھپ کر ہو بیٹھا۔ جب آدھی رات ادہر اور آدھی رات اُدہر ہوئی تو فیل بحری سال کو چھوڑا جس سے لشکر میں غل غپاڑہ ہوا کمین گاہ سے پیادہ اور سوار نے نکل کر اور نفیر و نقارہ بجا کر تیر و تفنگ و بان چلانے شروع کئے امرائے گجرات لشکر دکن و خاندیس کو غرور کے سبب سے خاطر میں نہیں لاتے تھے خیموں میں خواب غفلت میں پڑے سوتے تھے وہ اس غل و شور سے بیدار ہوئے اور سراسیمہ ہو کر سواری پر آمادہ ہوئے فیل بحری سال نے سراپردہ شاہی کے پرچے آڑائے اہل سراپردہ نے شیون و غوغا کیا تو سلطان محمود چند معدود آدمیوں کے ساتھ تین کروہ پر بھاگ گیا امرائے گجرات نے فوجوں کو آراستہ کر کے جنگ کی۔ دکنیوں نے اپنی لشکر گاہ میں مراجعت کی۔ اعیان لشکر سلطان کو فتح کی مبارکباد دینے آئے تو اس کو سراپردہ میں نہ پایا تو سب امرا یہ بہانہ بنا کے کہ ہوا میں تعفن ہے بادشاہ پاس چلے گئے پھر فریقین میں صلح ہو گئی اور انہوں نے اپنے اپنے مسکنوں کو کوچ کیا۔

گجرات کے مورخوں نے اس جنگ کا حال شرح و بسط سے نہیں لکھا اس میں انکے سلطان کی ہیٹی ہوتی تھی یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ بیان جھوٹا ہے یا سچّا ہے۔

نظام شاہ نے دولت آباد کا پھر سختی کے ساتھ محاصرہ کیا اور ملک اشرف نے سلطان محمود

اس کا نام احمد نگر رکھا اور وہ دو تین سال میں بڑا شہر ہو گیا اور ہر سال دو دفعہ لشکر نظام شاہی دولت آباد پر تاخت و تاراج کرکے زراعت کو خراب و غلہ کو غارت کرتا اور رعایا کے گھر جلا کر خاک سیاہ بناتا۔

وقائع نظام شاہ بحری میں جس کو سید علی سمنانی نے برہان نظام شاہ کے عہد میں تصنیف کیا ہے اور تمام کرنے سے پہلے مر گیا ہے وہ لکھتا ہے کہ احمد نظام شاہ بحری کی دولت کا آوازہ جب دور و نزدیک حکام نے سُنا تو عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی والی برہان پور نے احمد نظام شاہ سے اتحاد پیدا کیا دو ہزار آدمیوں کی کمک ہر سال مقرر کی کہ وہ ہمیشہ دولت آباد کے سفر میں نظام شاہ کے لشکر کے ہمراہ ہوا کریں اور اس کی تسخیر میں کوشش کریں اور اُسنے فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستی کرکے برخلاف اپنے اباو اجداد کے سلطان محمود گجراتی سے مخالفت کی اور ہر سال جو مال بھیجا کرتا تھا وہ موقوف کیا۔ سلطان محمود بیکرہ نے ۹۰۵ھ ۱۴۹۹ء میں سیر کو نکلا تو ملک اشرف حاکم دولت آباد نے فرصت پا کر اپنے آدمی اس کی خدمت میں بھیجے اور احمد نظام شاہ کے تسلط کی اور قلعہ کے محاصرہ کرنے کی اور خرابی ولایت کے شکایت کی اور اس کو بلایا سلطان محمود قلعہ دولت آباد کی طمع میں لشکر عظیم جمع کرکے دکن کی طرف متوجہ ہوا جب وہ سلطان پور اور ندر بار کے قریب آیا تو عادل خاں فاروقی نے احمد نظام شاہ کو کمک کے لئے بلایا وہ دولت آباد کا محاصرہ چھوڑ کر پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ برہان پور میں آیا۔ اور عماد الملک بھی برار کا لشکر لیکر کمک کو آن موجود ہوا۔ سلطان گجرات قلعہ آسیر کے قریب آیا تو احمد نظام شاہ کے حکم سے میاں احمد نصیر الملک نے اس سے مراسلت شروع کی اور اسکے ایک مقرب کو لکھا کہ ہر چند احمد نظام شاہ کا ملازم بندہ ہے۔ مگر میری آنول نال گجرات ہی میں گڑی ہے اور میں وہیں پل کر بڑا ہوا ہوں اس خطہ کی دولت خواہی میری گھٹی میں پڑی ہے تعجب ہے کہ سلطان کشورستان امور جزئیہ کے لئے اپنے نفس نفیس سے ایسی مہمات شاقہ کا مرتکب ہو حاکم برہان پور حضور کے ایک امیر کی برابری لشکر و جمعیت میں نہیں کر سکتا اس سے مقابلہ کے لئے آنا خصوصاً اس وقت کہ دکن کا جوان بخت پادشاہ سپاہ صف شکن کے ساتھ

وجیہ دولت آباد کا تھانہ دار تھا اور ملک اشرف حاکم ولایت تھا انہوں نے ان حدود کا ایسا
انتظام کیا تھا کہ دولت آباد کے متمرد اور قطاع الطریق جو شہرۂ آفاق تھے انکو سلطانپور
اور ندربار کی سرحد تک اور باکلانہ گجرات تک ایسا صاف کیا کہ سوداگر بے کھٹکے آتے جاتے تھے
رعیت اُن سے راضی اور ان کی شاکر تھی اور ولایت معمور اور آبادان تھی۔ جب سلطنت بہمنیہ
میں خلل پڑا تو مرہٹوں کے ایک امیر نے قلعہ کالنہ تغلب سے لیلیا تھا اُس نے بھی راہزنی سے احتراز
کرکے اطاعت قبول کی یہ دونوں بھائی ملک نائب کے حق تربیت کا پاس لحاظ کرکے احمد نظام شاہ
سے دوستی رکھتے تھے اُس نے بھی اپنی بہن بی بی زینب کو ملک وجیہ کے ساتھ بیاہ دیا جسکے
سبب سے مصادقت مواصلت سے مستحکم ہوئی۔ جب ان کے لڑکا پیدا ہوا تو احمد نظام شاہ نے اُسکا
نام موتی رکھا جو خود اسکا نام لڑکپن میں تھا ملک اشرف کو بھائی سے ایسی عداوت ہوئی
کہ اُسنے اُسکو اور بھتیجے کو مار ڈالا اور حکام برہان پور اور برار سے محبت و وداد پیدا کیا سلطان محمود
گجراتی سے عرائض اور تحائف بھیجکر اپنے تئیں منسوب کیا زینب فریاد کرتی ہوئی بھائی پاس جنیر
گئی بھائی نے اس کو دلاسا دیا اور ۹۰۱ھ میں جنیر سے لشکر و جمعیت کے ساتھ دولت آباد
کی طرف روانہ ہوا۔ جب بنکاپور کے حوالی میں اپنے باغ میں آیا تو قاسم برید کے ایلچی اُس پاس آئے
کہ یوسف عادل خاں نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ دولت آباد کے ارادہ کو ترک
کرکے اس طرف آئیں تو میں آپ کے ساتھ دولت آباد کی تسخیر میں سعی کروں گا۔ احمد نظام شاہ
احمد آباد بیدر چلا گیا اور جو کچھ کام اُس نے کیا وہ واقعات سلطان محمود میں بیان ہوا پھر
احمد نظام شاہ دولت آباد آیا دو مہینے تک محاصرہ رکھا جب اس کا جبر و قہر سے لینا دشوار
معلوم ہوا تو جنیر کو چلا گیا۔ اثناء راہ میں قصبہ بنکاپور (بنگار) میں جو دولت آباد اور جنیر کے
مابین ہے ایک شہر بنانے کے ارادہ کیا کہ اس کو دارالملک بنائے اور ہر سال جب خریف و ربیع
میں غلہ کے کاٹنے کا وقت آئے تو دولت آباد لشکر بھیجکر تاخت و تاراج کرے۔ اور
دولت آباد کے اندر آدمیوں کو قوت لایموت سے عاجز کرے ۹۰۰ھ میں منجموں سے
نیک ساعت پوچھ پاچھ نظام کے مقابل سین ندی کے کنارہ شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنے نام پر

باپ دادا کی آبرو کو خاک میں ملاؤ گے امرا نے اس فرمان کے جواب میں لکھا کہ ہم سپاہی ہیں اور تلوار مارنا اور دشمن مستاصل کرنا ہمارا کام ہے اگر غفلت ہے تو عظمۃ الملک دبیر کی ہے اگر دوسرا دبیر آسکے تو دشمن اچھی طرح دفع ہو جائیگا پادشاہ نے عظمۃ الملک کو اپنے پاس بلالیا اور جہانگیر خاں کو اقطاع تلنگ سے تین ہزار سواروں کے ساتھ کولاس سے بلا کر سر لشکر مقرر کیا۔ جہانگیر خاں شجاعت وحسن تدبیر میں دکن میں یکتا تھا غرض دونو لشکر چل کر بکا پور میں چھ کوس کے فاصلہ سے خیمہ زن ہوئے ایک مہینے تک ایک دوسرے کے مقابل بے حرکت پڑے رہے۔ برسات کا موسم آگیا تھا اور احمد نظام کے حال کو جہانگیر نہایت زبون جانتا تھا تو وہ عیش وعشرت میں مشغول ہوا اور روح پرور کے پینے میں اور نغمات دلکش کے سننے میں مصروف ہوا غنیم کا وجود اصلا نہ جانا اس گروہ کی بے خبری کی خبر احمد نظام کو پہنچی تو ۳- رجب ۸۹۵ھ ۱۴۹۰ء میں تار دل کی چھاؤں میں وہ دشمن پر حوادث روزگار کی طرح جا پہنچا۔ کسی کو پیکار و قتال کی مجال نہ ہوئی۔ بعض نے خواب مستی میں آخرت کی راہ لی بعض نے آنکھیں کھولیں تو اجل نظر پڑی عدم آباد کو چلے۔ جہانگیر خاں و سید اسحق و سید لطیف اللہ و نظام خاں و فتح اللہ خاں کشتہ ہوئے اور اسکے سوائے باقی امرا اسیر ہوئے احمد شاہ نے ان کو بھینسے پر سوار کرا کے اور انکے جامہ کو زانو تک پارہ کرا کے اپنے لشکر میں پھرایا اور جان کی امان دیکر دار الملک کو روانہ کیا اس لڑائی کا نام جنگ باغ مشہور ہوا اس لئے کہ احمد نظام نے جہاں فتح ہوئی تھی ایک باغ لگایا تھا اس باغ کو نظام کی اولاد بڑا مبارک جانتی تھی۔ احمد نظام جنیر میں گیا اور یوسف عادل خاں کے استصواب سے خطبہ میں سے سلطان محمود کا نام نکال ڈالا اور اپنا نام داخل کیا اور چتر سفید جو اس زمانہ میں پادشاہ دہلی اور شاہ گجرات و شاہ منڈو کا نشان شاہی تھا سر پر رکھا۔

اب احمد نظام شاہ نے بندر اندراج پوری کی تسخیر کا ارادہ کیا وہ بندر چیول کے پاس تھا دو مہینے یا ایک سال تک محاصرہ کر کے مصالحت سے اُسے لے لیا اور قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا ارادہ کیا وہ جانتا تھا کہ اس قلعہ کو زور سے نہیں لے سکتا اسلئے اُس نے والیان حصار ملک وجیہ و ملک اشرف سے احسان و مدارا کا طریقہ اختیار کیا یہ دونو سگے بھائی تھے اول میں خواجہ جہاں گاواں کے نوکر تھے پھر امرا میں داخل ہوئے

چاہتا ہے تو وہ لشکر کو نصیر الملک اور زین الملک کو حوالہ کرکے قصبہ جاکنہ میں جو زین الدین علی کا مقام تھا ایلغار کرکے رات کو پہنچا وہاں کوئی آدمی محافظت میں مشغول نہ تھا اور قلعہ کی دیوار پر زینے لگائے اور سب سے اول قلعہ میں وہ آیا اور ستر آدمی اس کے پیچھے آئے پھر چار طرف سے قلعہ میں اس کے سوار آئے اہل قلعہ غافل اور خواب آلود تھے زین الدین علی اور اسکے سپاہی سات سو تیرانداز قتل ہوئے اور قلعہ جاکنہ مفتوح ہوا نصیر الملک بھی تین ہزار آدمیوں سے شیخ مودی سے دو دفعہ لڑا اور اس کو شکست دی مگر تیسری دفعہ میں شکست فاش پائی اور ظریف الملک پاس بھاگ گیا۔ احمد نظام شاہ نے جاکنہ سے فارغ ہوکر شیخ مودی کے لشکر پر کشت و خون مارا جس میں شیخ مودی عرب بہت دکنیوں اور حبشیوں کے ساتھ مقتول ہوا اس کا خیمہ و خرگاہ اثقال نظام شاہیہ کی مکنت کے اسباب مہیّٰی کا سبب ہوا۔ احمد نظام جنیر میں آیا اس خبر کے سننے سے سلطان محمود آشفتہ ہوا عظمت الملک کے ساتھ ستر امرائے نامدار اور لشکر جرار کو جنیر کے لئے نامزد کیا۔ احمد نظام۔ احمد آباد بیدر ایلغار کرکے اور دروازہ بانوں سے سازش کرکے شہر میں رات کو گیا اور اپنے باپ کے سب متعلقین کو پالکیوں میں سوار کرا کے جنیر کو روانہ کیا اور خود تمام امراء کے زن و فرزند کو پکڑ کر باہر چلا آیا اور قلعہ پرینده کو چلا امراء کے زن و فرزند کے حفظ و ناموس میں نہایت کوشش کی۔ امراء حوالی قصبہ بیر میں اس کے نزدیک آئے اور پیغام دیا کہ ہم اس سبب سے کہ تو نے ہمارے حفظ و ناموس میں سعی کی اور اپنی اولاد کی طرح ان کو رکھا تیرے ممنون ہیں لیکن شرط مردمی کا مقتضا یہ نہیں ہے کہ اوباشوں اور چوروں کے طور پر ہمارے سامنے سے بھاگ کر عورتوں کا متعرض حال ہو اور جو کام گبر و فرنگی کے مذہبوں میں درست نہ ہو تو اس کا مرتکب ہو۔ احمد نظام نے اس پیغام پر امیروں کے اہل و عیال کو تعظیم و تکریم کے ساتھ بھیجدیا اور خود قلعہ پرینده کی طرف چلا اس اثناء میں سلطان محمود کا فرمان آیا جس میں امراء کو یہ سرزنش کی گئی کہ ملک احمد بحری تو بحری کی طرح دراز پرواز کرتا ہے اور تم اس کے خوف سے خیمہ و خرگاہ کے آشیانوں میں اسکے چنگل سے مرغ جاں کے بچانے کے لئے گھستے ہو۔ اگر تم اس باغی کو گرفتار کرکے درگاہ میں لائے تو فبہا ورنہ یقین جانو کہ تم قہر و غضب شاہی میں گرفتار ہوگے اور اپنے

پادشاہ محمود بہمنی بالغ ہوگا تو اس کو حوالہ کرینگے لیکن ملک احمد نے اول بیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا چھ مہینے محاصرہ رہا اہل قلعہ نے تیغ وکفن گلے میں ڈال کر اپنے تئیں ملک احمد کے حوالہ کیا۔ ملک احمد نے ان سے پنج سالہ خراج وصول کیا اور بعد ازاں قلعہ جوند۔ لوہ گڈہ۔ تونگ۔ کوڑے تکونہ۔ کندہانہ۔ (سنگھور) پورندہر۔ بھروپ۔ جودھن۔ مرنجن۔ گھرورگ۔ ماہولی۔ پالی کو جبرًا وقہرًا مسخر کیا اور کانکن پر بالکل قبضہ کرلیا۔ قلعہ ڈنڈراج پور کی تسخیر میں مصروف تھا کہ اپنے باپ کے قتل کی خبر سُنی تو وہ محاصرہ چھوڑ کر جنیر میں آیا اور اپنے باپ کا لقب اپنے اوپر اطلاق کیا تو وہ احمد نظام الملک بحری مشہور ہوا اور تھوڑے دنوں میں قصبہ بیر اور سیوگانو د پٹن وغیرہ کے حوالی کا ایسا ضبط کیا کہ اس کی مملکت میں مقناطیس نے جذب آہن کا تعرض چھوڑ دیا۔ اور کاہ ربانے کاہ پرسے دست تصرف اُٹھالیا تھا (ان تشبیہات سے مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری چیز کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا تھا گو وہ مقتضاء طبع ہو یعنی کوئی کسی پر دست درازی نہیں کرسکتا تھا) ایام شباب میں اور یارراجہ کے ساتھ کندبیل وراجمندری میں لڑنے سے اسکی شجاعت ومردانگی ایسی عالمگیر ہوگئی تھی کہ ہرچند سلطان محمود امیروں ومنصبداروں وسلحداروں کو اُس کے تسلط واستیلا کے دفع کرنے کے لئے نامزد کرتا تھا مگر ان میں بعض قوت وتوانائی نہ ہونے کے سبب سے اور بعض عاقبت اندیشی اور دوربینی کی وجہ سے اصلا قبول نہیں کرتے تھے احمد نظام الملک نے ظریف الملک افغان کو امیر الامرا کیا نصیر الملک گجراتی کو امیر جملہ بنایا اور زین الدین علی طالش حاکم جاکسنہ پاس اپنا آدمی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ مجھے حق ہمسائگی منظور ہے اس لئے میں آپ کو اپنی دولت میں شریک غالب کرتا ہوں اُس نے اس بات کو قبول کرلیا اور اس کا مطیع ہوگیا۔

احمد نظام الملک کا خود مختار ہونا اور بنائے دولت نظامیہ

احمد نظام شاہ کے استیصال کے لئے شیخ مودی عرب بہادر الزماں بارہ ہزار سوار لیکر جنیر کی طرف متوجہ ہوا اور احمد نظام نے اپنے اہل وعیال کو جنیر کے قلعہ سینر میں بھیجدیا اور خود لشکر شاہی کے قریب آیا اور اپنی سپاہ کی قلت اور دشمن کے لشکر کی کثرت کے سبب جنگ سے محترز ہوا اس نے زین الدین علی کے اوضاع واطوار سے یہ دریافت کیا کہ وہ مودی عرب کے لشکر سے ملتا

تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر

احمد ۸۹۶ھ/۱۴۹۰ء برہان ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء حسین ۹۶۱ھ/۱۵۵۳ء مرتضیٰ ۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء میراں حسین ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء
اسمٰعیل ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء برہان دوم ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء ابراہیم ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء احمد دوم ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء
بہادر ۱۰۰۴ھ/۱۵۱۵ء

احمد شاہ۔ ملک نائب نظام الملک بحری کا بیٹا تھا اور ملک نائب بیجا پور کے برہمنوں کی اولاد میں تھا۔ نام اس کا اصلی تیما بھٹ تھا اور اس کے باپ کا نام بھیرو تھا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں بیجانگر میں وہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہوا اور ملک حسین اس کا نام ہوا اور پادشاہی غلاموں میں شمار ہوا۔ سلطان احمد شاہ نے اس کو یہ دیکھ کر کہ ہندی کی نوشت خواند میں لائق اور قابل ہے اس کو اپنے بڑے بیٹے محمد شاہ کے حوالہ کیا۔ اس شہزادہ کے ساتھ اسنے تھوڑے دنوں میں فارسی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ وہ عوام میں ملک حسن بھیرو مشہور ہوا۔ مگر شاہزادہ کے مُنہ سے اچھی طرح بھیرو کا تلفظ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس نے بھیرو کی تحریف کر کے بحری کر دیا اسلئے خاص عام میں اس کا لقب بحری ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہزادے نے اپنی خاص بحری (شکاری پرند) سپرد کی تھی اور توش بیگی یعنی کل شکاری جانوروں کی افسری دی تھی اس لئے بحری اس کے لقب میں داخل ہوا آہستہ آہستہ اس کے القاب وخطاب بڑہتے بڑہتے وہ نظام الملک بحری ہوا اور خواجہ جہاں گاواں کی عنایت سے وہ تلنگ کا طرفدار ہوا۔ خواجہ جہاں کے مرنے کے بعد اس کا قائم مقام ہوا اور ملک نائب کا خطاب اور سرلشکر کا منصب پایا۔ پھر وہ سلطان محمود بہمنی کا وکیل السلطنت ہوا۔ سلطان محمود نے اس کی سابق جاگیر پر بیر اور پرگنوں کا اضافہ کیا جن کو ملک نائب نے اپنے بیٹے ملک احمد کو حوالہ کیا اور خواجہ جہاں دکنی کے ہمراہ جنیر بھیجا اب جنیر حاکم نشین ہو گیا تھا یہاں ملک احمد نے اقامت اختیار کی اور ضبط ونسق میں مشغول ہوا ہر چند ملک نظام الملک بحری پادشاہ سے فرامین حاصل کر کے بھیجتا تھا کہ قلعہ بنیر اور جوند ملک احمد کو حوالہ کریں مگر ایک مرہٹوں کی جماعت کو جن پر خواجہ جہاں گاواں نے اعتماد کر کے ان قلعوں کو حوالہ کیا تھا وہ ان فرامین پر عمل نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہمارا

آگیا تھا۔ چند منزلوں کو طے کرنے کے بعد ایک میدان میں حمید خاں اور امراء سے ملاقات ہوئی سب نے اُس کو پادشاہ بنایا وہ خاطر جمع اور دل شاد شراب میں مشغول ہوا کہ حمید خاں نے نزدیک آنکر توپ و ضرب زن و تفنگ سے آتشباری شروع کی جسکا انجام یہ ہوا کہ عین الملک کا سر کاٹ گیا اور پادشاہ کے پاس بیجا گیا اور وہ توپ میں اُڑایا گیا اور شہزادہ اسمٰعیل دستگیر ہوا برہان نظام شاہ جو پرینڈہ میں شہزادہ کی اعانت کو آیا تھا احمد نگر واپس گیا۔

جب پادشاہ کو بلگواں کے سرکشوں سے فراغت ہوئی تو اور سرکشوں کی فکر ہوئی ان میں سے کسی کو محبوس کسی معزول کیا۔ گھر کے چوروں کو نکالا اور آستین کی آگ کو بجھایا۔ ایام فتور میں کرناٹک کے کسی راجہ نے قلعہ چندر کوٹ کو ابراہیم عادل شاہ کے اہلکاروں سے چھین لیا تھا وجیانگر کے راجہ کو یہ فکر تھا کہ ابراہیم عادل شاہ ضرور اس قلعہ پر لشکرکشی کرے گا۔ عالی شاہ پسر عین الملک باپ کے مرنے کے بعد اس راجہ پاس آیا تھا اُس نے رائے کو صلاح دی کہ برہان شاہ والی احمد نگر سے اتفاق کیجئے اور آپ اس طرف سے اور وہ اس طرف سے عادل شاہ کے قلعوں اور ملکوں پر متصرف ہوں رائے نے یہ رائے پسند کی برہان شاہ اور رائے میں یہ امر قرار پایا کہ رائے قلعہ بنکاپور و مدکل پر متصرف ہو اور برہان شاہ قلعہ شولاپور شاہ درگ کو اپنے تصرف میں لائے برہان شاہ نے مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بناکر شولاپور اور شاہ درگ کے فتح کرنے کے لئے بہیجا۔ جب یہ سپہ سالار پرینڈہ کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی رائے وجیانگر نے جنبش بھی نہیں کی اس لئے یہاں توقف نہیں کیا اور قریوں اور قصبوں کو لوٹا۔ اذبک بہادر نے زیادہ دست درازی کی تھی وہ مارا گیا اس عرصہ میں برہان نظام شاہ تپ محرقہ میں مبتلا ہوکر مرگیا۔ اس کی جگہ ابراہیم نظام شاہ جس کی ماں حبشن تھی پادشاہ ہوا اس سبب سے امرائے حبشی کا اعتبار زیادہ ہوا ابراہیم عادل شاہ اور ابراہیم نظام شاہ کے لشکروں میں سخت جنگ ہوئی جس میں ابراہیم نظام شاہ مارا گیا۔ ان دونو خاندانوں میں ہمیشہ جوتی پیزار رہی۔ باقی حال اس پادشاہ کا اور اس کے خاندان کا تاریخ مغلیہ میں اکبر شاہ کے بیان میں لکھا جائیگا۔

چھ ہزار سواروں کے ساتھ بلگوان روانہ کیا اور اس نے قلعہ کو جا گھیر لیا۔ پادشاہ کے
حکم سے عین الملک نے بھی جا کر وہاں اپنا مورچہ جمایا مگر پوشیدہ شہزادہ کو غلہ
اور آذوقہ پہنچایا جب یہ حال اس کا پادشاہ کو معلوم ہوا تو اس کو بہانہ بنا کے اپنے پاس بلایا
اور اسکی بہت خاطر کی اور اس کو اپنی جاگیر پر رخصت کیا وہ رہکری میں آیا یہاں آن کر
شہزادہ کی امداد غلہ اور آذوقہ سے کی۔ ان دنوں میں حیات خاں کوتوال بیجاپور الیاس
پاس گیا تھا اس نے مراجعت کے وقت پرگنہ رہکری میں عین الملک کو بڑے آڑے
ہاتھوں لیا اور حرامخوری کا الزام لگایا جس سے عین الملک نے حیات کو پا بزنجیر کیا اور یہ
سمجھ کر کہ اخگر کو داماں کے نیچے نہیں چھپا سکتے اس نے چاروں طرف احکام بھیجے کہ شہزادہ
کی اطاعت کرو اور برہان شاہ کو بھی اس نے بلایا کہ بغیر آپ کی توجہ کے اسمعیل کے سر پر
تاج نہیں رکھا جا سکتا۔ برہان شاہ نے پہلے حقوق اور عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھا
اور امداد کا نامہ مہر لگا کے بھیجدیا چاروں طرف ملک میں بدنظمی نے پانوں پھیلائے
ملیبار کے چند رایوں نے سرکشی کی۔ الیاس خاں رومی خاں دشمنوں کے ساتھ موافقت
کرنے سے متہم ہوئے اور امارت سے معزول اور مقید ہوئے۔ پادشاہ نے امرا کی طلب
میں چاروں طرف فرمان جاری کئے۔ عالم خاں دکنی آیا۔ عین الملک نے بلگوان کو
پادشاہ کے لشکر سے خالی پایا۔ انکس خاں کو بہت روپیہ دیکر دس ہزار سوار اور بیس ہزار
پیادے جمع کئے اور بلگوان میں گیا۔ برہان نظام شاہ کا بھی انتظار نہ کیا اور اسمٰعیل شاہ کے
سر پر چتر رکھ دیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے حمید خاں حبشی کو سر لشکر کیا۔ حمید خاں
بہت جلد بلگوان گیا عین الملک نے اس سے درخواست کی کہ وہ شاہزادہ کی اطاعت
کرے حمید خاں نے کہا کہ میں جنگ کے ارادہ سے نہیں آیا بلکہ شہزادہ کی اطاعت کے
لئے آیا ہوں اگر آپ برہان شاہ کا انتظار نہ کر کے شہزادہ کو لے کر میرے پاس چلے آئیں
تو یقین ہے کہ گوہر مقصود بے زحمت و مشقت و بے منت غیرے ہاتھ لگ جائے
حمید خاں کے مکر میں عین الملک آگیا اس نے برہان شاہ کا انتظار نہ کیا جو پرنیدہ میں

اور بہرہ دیوی اور کھشی وزیر تھے وہ کنک رائے کے مکروغدر سے متوحش تھے اور سرلشکر اسلام سے ملنے پر دلیری نہیں کرتے تھے بیس ہزار آدمیوں کو ساتھ لیکر ان حدود کے کوہستان میں چلے گئے اور باج وخراج دینے سے انکار کیا۔ ربیع الثانی ۱۰۰۲ھ میں ان سے لڑائی ہوئی تین روز تک معرکۂ رزم گرم رہا۔ غالب ومغلوب متمیز نہ ہوتا تھا لیکن ان رایوں میں آپس میں تفرقہ ہوا ہر ایک اپنے دارالقرار میں گیا اول فوج شاہی نے قلعہ جبرہ کو محاصرہ کرکے ارسپ نائک کو مطلع کیا دو تین روز میں قلعہ مبواڑی کہ دینکٹادری کے قبضہ میں تھا لے لیا اور قلعوں کی تسخیر اور رایوں کی تادیب ہو رہی تھی کہ بلگواں کے فتنے کی خبر منتشر ہوئی اور منجھن خان ملیبار سے بیجاپور میں بلایا گیا۔

طہماسپ کے دو بیٹے اسمٰعیل وابراہیم تھے جن میں شہزادہ ابراہیم پادشاہ ہوا۔ اسمٰعیل تین برس کا تھا بھائی کے ساتھ رہا کرتا جب بڑا ہوا تو قلعہ بلگواں میں مقید ہوا ابراہیم عادل شاہ نے اسکے پانوں کو زنجیر سے نکال دیا اور قلعہ میں اس کے لئے سامان عیش مہیا کر دیا ہزار ہون ماہوار کر دیا اور ہمیشہ اس پر طرح طرح کی عنایتیں کرتا رہا اس کے لئے دنیا کے سارے عیش موجود تھے مگر وہ قلعہ سے باہر نہیں جانے پاتا تھا۔ اب اس نے کوتوال اور قلعہ کے لشکر اور بعض امرائے شاہی کو اپنا طرفدار بنا کر کھلی بغاوت اختیار کی بھائی نے اس کو لکھا کہ انکسار کے ساتھ اعتذار کرو اور اپنی تقصیرات کے تدارک میں مشغول ہو تو عواطف برادرانہ اور مراحم خسروانہ تم پر کرونگا نہیں لشکر سے تیرا سر کچلوں گا۔ جب پادشاہ کا رسول نور عالم کہ شیخ المشائخ قطب عالم کی اولاد میں تھا بلگواں میں آیا تو اسمٰعیل نے اسے قید کیا۔ جواب سراب کی مانند بے صواب بھیجا اور برہان شاہ سے اعانت چاہی وہ تو یہ چاہتا تھا اس نے اسمٰعیل کو لکھا کہ تم کو یہ کام کرنا چاہئے کہ اول امرائے کبار بیجاپور کو کسی ڈھب سے اپنا یار بنانا چاہئے خصوصاً عین الملک کو جس کی جاگیر بلگواں کے قریب ہے۔ عین الملک نے نفاق کا پیشہ اختیار کیا کہ ظاہر میں شاہ کا خیرخواہ معلوم ہوتا تھا اور باطن میں وہ شہزادہ کی مدد کرتا تھا پادشاہ نے الیاس خاں کو پانچ

شہزادہ اسمٰعیل ابن طہماسپ کا خروج - اور اسکا فساد کا مٹنا

تو دلاور خاں نے ابراہیم عادل شاہ پاس آدمی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ آپ کے دشمن قوی ہوتے جاتے ہیں۔ آپ کو جلد اسکا علاج کرنا چاہئے۔ پادشاہ نے یہ جواب دیا کہ اب تک میں مردم عزیز کی قدر نہیں جانتا تھا اب مجکو معلوم ہوا کہ تیرے بغیر مہمات سلطنت کسی وجہ سے رونق نہیں پائیگی اور معاملہ برہان شاہ سے مجھے فراغ تیری رائے عقدہ کشا کے بغیر نہیں ہوگا غرض دلاور خاں حبشی اس وعدہ سے پادشاہ کی خدمت میں آیا کہ کوئی جانی مالی نقصان اس کو نہ پہنچایا جائیگا پادشاہ نے اس کو آتے ہی اندھا کیا اور اپنے وعدہ کے ایفا کی یہ حجت شرعی گھڑی کہ آنکھوں کا نکالنا مالی اور جانی نقصان نہیں ہے بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے امراء برگی برسم منقلاے چھ سات ہزار سواروں کے ساتھ برہان شاہ کی طرف بھیجے اور شعبان میں رومی خاں کو سرلشکر بنا کر دس ہزار سواروں اور بہت خزانوں کے ساتھ نظام شاہیہ لشکر کے دفعہ کرنے کے لئے روانہ کیا بعد اس کے الیاس خاں میر نوبت کو تین ہزار خاصہ خیل کے ساتھ بھیجا۔ امراء برگی سے برہان شاہ نے کئی دفعہ شکست پائی۔

برہان شاہ کے لشکر میں قحط و وبا سے بہت آدمی مرگئے۔ برہان شاہ نے شولاپور کے قلعہ لینے کا ارادہ کیا ابراہیم عادل شاہ نے رومی خاں اور الیاس خاں کو اس طرف روانہ کیا لڑائی ہوئی اور سپاہ عادل شاہیہ کو فتح ہوئی۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی اس واقعہ کے بعد برہان شاہ کی سرکار میں خلل عظیم واقع ہوا۔ سفر کثیر الضرر کی تمادی ایام سے اس کی سپاہ بھاگنے لگی اور امراے حبشی و دکنی اس کے بیٹے اسمٰعیل کو اسکی جگہ پادشاہ بنانے کا ارادہ کرنے لگے برہان نظام شاہ کو احمد نگر جانا جب نصیب ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ سے اس شرط پر صلح کرلی کہ برہان نظام شاہ نے جو قلعہ منگلسر میں بنایا تھا اوس کو خود اوس نے مسمار کیا۔

سنہ۱۰۰۰ میں پادشاہ نے منجھی خاں ولد بزرگ کمال خاں کو ملیبار کی جانب تحصیل باج و خراج کے لئے بھیجا۔ کنک رائے جو سب رایوں میں بڑا تھا اور آٹھ ہزار پیادے وسوار اسکے زیر حکم تھے وہ منجھے خاں سے آن کر ملا اور رایوں نے جیسے کہ دینکنا دری اور اوسب نائک

منہ میں چھوڑ گئے سخت جنگ ہوئی - جمال خاں کو فتح ہوئی اور تین سو ہاتھی ہاتھ آئے - دلاور خاں
بھی دارسنگ کو اور جمال خاں کو بھی ارسنگ، کی جانب روانہ ہوا اتنے عرصہ میں راجہ علی خاں
اور برہان شاہ اور امرا برار ملکر احمد نگر کی طرف آئے جمال خاں ان کی طرف گیا جس سے وہ
بڑے پریشان ہوئے اور امجد الملک اور بعض اور امرا مہدویہ کو بن کے مکر سے امین نہ تھے مقید
کر کے قلعہ آسیر میں بھیجدیا اب لشکر عادل شاہی نے بھی جمال کے پیچھے کوچ کیا اور آٹھ ہزار سوار
برگی کو جمال خاں کے لشکر پر تاخت و تاراج کرنے کے لئے روانہ کیا اس سفر میں دلاور خاں
پادشاہ کے ساتھ بہت بیباکانہ اور گستاخانہ باتیں کرتا تھا اس لئے پادشاہ نے اسکے ہاتھ سے
فراغت پانے کا ارادہ کیا - وہ لڑ بھڑ کر صحیح سلامت احمد آباد بیدر کو چلا گیا اور حنفی مذہب تھا
کوئی پادشاہ کو حنفی مذہب جانتا تھا کوئی اس کو علی عادل شاہ کا بھتیجا جانکر شیعہ مذہب جانتا تھا
مخادیم نے اس کو شیعہ سمجھا اور اہل سنت نے جو کمال تعصب رکھتے تھے اپنے تئیں شیعہ بنا کے
موذنوں سے یہ اذان دلائی کہ اشہدان علیاً ولی اللہ اس پر پادشاہ خفا ہوا - بیجاپور
میں بدستور اہل سنت کی طرح اذان ہوتی - انہیں دنوں میں برہان شاہ کی فتح کی اور
جمال خاں کے کشتہ ہونے کی خبر آئی بہت نامے لکھے گئے -

دلاور خاں حبشی احمد آباد بیدر سے برہان نظام شاہ پاس چلا گیا اور اس نے برہان شاہ
کو سمجھایا کہ شاہ درگ اور شولاپور کے قلعوں کو تسخیر کرے - سنہ ۱۰۰۰ھ - ابراہیم عادل شاہ کے
بیٹا پیدا ہوا اور دو مہینے کا زندہ رہکر مرگیا - مگر برہان نظام شاہ نے نہ تہنیت دی نہ تعزیت
کی اس سبب سے ابراہیم عادل شاہ کو برہان نظام شاہ سے ایک گونہ کدورت
پیدا ہوئی - دلاور خاں کی تحریک و تجویز سے غرہ جمادی الثانی سنہ ۱۰۰۰ھ میں برہان نظام شاہ
نے عادل شاہ کے ملک میں نہیب و غارت شروع کی اور قصبہ منگلسر میں جو بیجاپور سے تیس
کروہ ہے قلعہ بنایا جس کو ابراہیم شاہ نے یہ کہا کہ یہ قلعہ بنانا اس کا ایسا ہے کہ جیسے لڑکے
خاک بازی میں عمارت بناتے ہیں اور خود ڈہاتے ہیں غرض اس بادشاہ نے برہان نظام شاہ سے
لڑنیکا کچھ سامان نہیں کیا اور موسم برسات میں کہ اس ملک کی خیر الفصول ہے اور معشوق سے کام رکھا

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے معاملات

پھر اس نے دلاور خاں کو نامہ بھیج کر صلح کے باب میں مبالغہ کیا جب اس کا اثر کچھ اس پر مرتب نہ ہوا تو اس نے نظام شاہیہ خزانوں کا منہ کھول دیا اور زر وسیم کے مقناطیس سے خواص و عوام کی خاطر کو جذب کرلیا اور بڑا جنگی لشکر جمع کیا اور اسمٰعیل نظام شاہ کی ملازمت میں احمدنگر سے جنگ کے قصد سے دارسنگ کی طرف کوچ کیا اور لشکر عادل شاہی سے سات کروہ پر آن پہنچا۔ پھر دلاور خاں پاس اپنے آدمی بھیجکر نہایت تضرع اور تملق اور چاپلوسی کی دلاور خاں نے پھر اس کے مدعا کو رد کیا۔ جمال خاں اپنے کام میں سراسیمہ تھا کہ دلاور خاں سے خوشامد گویوں نے کہا کہ جمال خاں چاہتا ہے کہ مہدویوں کی جماعت لے کر بھاگ کر نایک ودوں کے جنگل میں چلا جائے۔ اسنے اس بات کو باور کرلیا اور یہ ارادہ کیا کہ جمال خاں کو جاکر پکڑ لے یا بھگادے۔ اسی زمانے میں جمال خاں سے امرائے حبشی میں ابھنگ خاں برگشتہ ہوکر عادل شاہی لشکر میں آیا اور ابراہیم عادل شاہ سے رخصت لے کر بیر کی راہ سے برہان شاہ پاس گیا۔ جمال خاں نے جانا کہ روز بروز امرا اُسے چھوڑکر چلے جاتے ہیں تو وہ اور زیادہ مضطر ہوا اور کوچ کیا اور کہیں قریب وہاں اُترا جہاں آب کندہ پہاڑوں کے درمیان تھے اور جا مستحکم تھی اور لشکر کا انتظام ہوسکتا تھا دلاور خاں اس کوچ کو فرار سمجھ کر اپنے بادشاہ کی اجازت کے بغیر تیس ہزار سوار لیکر جمال خاں کے لشکر کے پاس پہنچا۔ بادشاہ کے آدمی نے آنکر اُس سے کہا کہ سامان جنگ درست نہیں ہے آج نہ لڑنا کل لڑنا۔ مگر اس کو اپنی سپاہ کی کثرت اور ہاتھیوں پر ایسا غرور تھا کہ اوس نے پادشاہ کی بات ماننے میں عذر کیا اور کہا کہ میں ابھی جمال خاں کے ہاتھ پاؤں باندہ کر لاتا ہوں۔ یہ کہکر اُس نے جمال خاں کے لشکر کو سب طرف سے گھیر لیا اب جمال خاں نے دیکھا کہ اس کا فریاد رس کوئی تلوار کے سوا نہیں ہی پانچویں جمادی الاوّل کو لشکر کو مرتب کرکے میدان جنگ میں آیا۔ ہنگامہ جنگ گرم ہوا امرائے کبار عین الملک اور انکس خاں و عالم خاں جانتے تھے کہ بلیل خاں کے اندھا کرنے سے اور اس کے بے حکم جمال خاں سے لڑنے سے دلاور خاں پادشاہ کے دل سے اُترا ہوا ہے تو وہ شکست کا بہانہ بناکے دارسنگ کو بھاگ گئے اور دلاور خاں کو ننگ بلا سنکے

صلاح بتائی کہ اگر اکبر شاہ سے لشکر کی مدد طلب کریگا تو سلاطین دکن تجھ سے رنجیدہ ہوجائینگے
اور جمال خاں سے متفق جس سے کام کو طول ہو جائیگا اور معلوم نہیں کہ یہ معاملہ دس بیس برس
میں بھی فیصلہ ہو یا نہ ہوا اور مجھ میں اتنا مقدور نہیں کہ جمال خاں سے جنگ کے لئے لشکر آراستہ
کروں اور تجھے احمد نگر کے تخت پر بٹھاؤں میرے نزدیک صلاح کار یہ ہے کہ تو اپنے سب کاموں کو
ابراہیم عادل شاہ کے مفوض کرے کہ یہ امر بغیر اس کی توجہ کے صورت پذیر نہ ہوگا۔ پس برہان شاہ
نے ابراہیم عادل شاہ سے خط وکتابت شروع کی۔ ابراہیم عادل شاہ مہربان ہو کر امداد
کے درپے ہوا۔ ۵۔ ربیع الاول ۹۹۹ھ میں جمال خاں مہدویہ کے استیصال کے لئے اور
برہان خاں کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کے لئے روانہ ہوا۔ شاہ درک میں آیا اشراف
اور اعیان مملکت کے نام فرامین جاری کئے کہ ہمارا ارادہ ہے کہ برہان شاہ کو احمد نگر کے تخت
پر بٹھائیں اور اسمٰعیل کو اٹھائیں۔ باپ کے ہوتے کم عمر جاہل بیٹے کے امر پادشاہی کا متکفل ہونا
ارباب جاہ کو مستحسن نہیں معلوم ہوتا۔ تم کو چاہئے کہ برہان نظام شاہ کی دولت خواہی سے مدد ل
نہ کرو جب پادشاہ شاہ درک سے دارسنگ میں کہ برار کی سرراہ ہے آیا برہان شاہ اور
راجہ علی خاں کو اپنے آگے بڑھنے کی اطلاع دی اور لکھا کہ ہم نے امراء برار کو برہان شاہ
کی اطاعت کے لئے بمقتضاء وقت نوشتے بھیجے ہیں اب تم دونو سرحد برار پر آن کر ان
کو بلالو۔ وہ جمال خاں سے ٹوٹ کر تم سے ملجائیں گے۔ جمال خاں جانتا تھا کہ یہ مشورے کیا
ہو رہے ہیں اس نے امجد الملک مہدویہ کو کہ برار کا سرلشکر تھا لکھا کہ سلاطین اطراف دو سببوں سے
میرے استیصال کے درپے ہیں ایک پادشاہی ومہمات دنیوی کے سبب سے دوم دینی سبب سے کہ وہ
چاہتے ہیں کہ مذہب مہدویہ کو کہ جس نے مشقت سے رواج پایا ہے درہم وبرہم کریں اس مردمی اور
یکجہتی کی شرط یہ ہے کہ شجاعت کرکے امرائے برار کو جسطرح جانو دلاسا دیکر برہان شاہ سے نہ
ملنے دو اور سرحد برار پر بیٹھ کر برہان شاہ کو مملکت برار میں نہ داخل ہونے دو اور اگر راجہ
علی خاں اس سے مل کر سرکشی کرے تو ہم بھی اعلام جنگ بلند کرکے اسمٰعیل نظام شاہ کی
دولت خواہی میں تقصیر نہ کریں میں عنقریب دلاور خاں سے صلح کرکے تمہاری مدد کو آؤں گا

دامنوں کو لگنے لگے۔ وضیع و شریف یکساں ہو گئے۔ جمال خاں مہدوی نے اجلاف و اوباشوں کی جماعت جمع کی وہی امور مالی اور ملکی کا متصدی ہوا۔ برہان نظام شاہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی قید سے بھاگ کر جلال الدین محمد اکبر پادشاہ کی ملازمت میں چلا گیا تھا اب اس نے اپنے بیٹے کی جلوس کی خبر سنی تو انتزاع سلطنت کے درپے ہو کر یہ چاہتا تھا کہ پادشاہ دہلی کا لشکر دکن میں جا کر خواہی نخواہی ملک موروثی اس کو دلا دے مگر اب رائے اوس کی بدل گئی اس نے اکبر شاہ سے عرض کیا کہ اگر لشکر پادشاہی اپنے ہمراہ لے جاؤں گا تو اس سبب سے امرائے نظام شاہی مجھ سے رمیدہ خاطر ہو جائیں گے اور میرے پاس نہیں آئیں گے اگر حکم ہو تو تنہا اس حدود میں جاؤں اور ان امراء کو مطیع بناؤں اور ملائمت و ملاطفت سے ولایت موروث پر متصرف ہوں پادشاہ نے اس بات کو معقول جان کر رخصت فرمائی اور یہ شرط ٹھیرائی کہ جب ممالک آبا و اجداد پر تم کو استیلا ہو تو ملک برار جسکو ۹۸۱ھ میں تفال خاں نے ہمارے پیش کش میں دیا تھا وہ تم بھی دینا برہان شاہ نے طوعاً و کرہاً اس کو قبول کیا اور دکن کی طرف روانہ ہوا اور راجہ علی خاں والی خاندیس کے استصواب سے اس نے خواجہ نظام استرابادی کو قلندروں کا لباس پہنا کے امراء برار پاس بھیجا کہ ان کو اطاعت پر دلالت کرے اور عہد و پیمان کرے اور قسم لے۔ وہ ان امراء پاس آیا تو بعض نے اطاعت کا اقرار کیا اور بعض نے انکار۔ جہانگیر خاں حبشی حاکم سرحد برار مذہب مہدویہ کی ترویج سے جمال خاں کی دولت کا زوال چاہتا تھا اس نے عریضہ خواجہ نظام کی معرفت برہان شاہ کی تشریف آوری کے لئے لکھا اس کے اصرار سے برہان شاہ چند آدمیوں کے ساتھ برار میں آیا جب وہ مسکن جہانگیر میں آیا تو ملاقات کے وقت بحسب اتفاق یا از روئے نفاق ان میں جنگ واقع ہوئی۔ جہانگیر خاں کو فتح ہوئی۔ برہان شاہ جس راہ سے آیا تھا اوسی راہ سے ہند کی طرف بازگشت کر کے ہنڈیا میں آیا۔ راجہ علی خاں کو حقیقت واقع پر مطلع کیا اور جمال خاں اور سرکش امراء کے دفع کرنے کے لئے اور مملکت احمد نگر کی تسخیر کے واسطے مشورہ کیا تو اس نے یہ

بادشاہ کی توجہ برہان شاہ کی مدد پر اور دلاور خاں اور جمال خاں کی لڑائی

اسکی خبر ہوئی تو اس نے دلاور خاں کے استصواب سے دولت خانہ نظام شاہیہ کی اصلاح
کے لئے ۹۹۷ھ میں سفر کیا اور بلیل خاں کو تاکید سے طلب فرمایا۔ دلاور خاں
قلعہ شاہ درک سے باہر قریب ایک ماہ کے پڑا رہا مگر بلیل خاں نہ گیا تو وہ احمد نگر
کی جانب روانہ ہوا۔ جب جمال خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ پندرہ ہزار سپاہ
اور توپ و تفنگ لیکر اسمٰعیل نظام شاہ کے ساتھ لڑنے آیا اور قصبہ اشتی کے حوالی میں ایک
قلب جگہ میں اترا۔ بیس روز گذرے مگر برسات کے سبب لڑائی نہیں ہوئی۔ جمال خاں
مضطرب و پراگندہ ہوا اس نے صلح کو جنگ سے بہتر جانا اور ایک جماعت کو واسطہ بناکر
اس شرط پر صلح ہوگئی کہ اس نے خدیجہ جہاں زوجہ میراں حسین مقتول کو جو ابراہیم عادل شاہ
کی بہن تھی مع پچہتر ہزار ہون کے بھیجدیا۔ بلیل خاں بھی آگیا اور باج و خراج جو ان
حدود سے لایا تھا پیش کیا دلاور خاں کو بلیل خاں سے اس کے دیر کر آنے کے سبب سے
عداوت ہوگئی تھی۔ بلیل خاں نے ایک دن موقع پاکر پادشاہ سے عرض کیا کہ میں نے
جو اس ملک میں توقف کیا وہ بالضرورت تھا جس وقت فرمان طلب پہنچا میں رایان کرناٹک
سے باج و خراج وصول کر رہا تھا اگر چلا آتا تو سارا روپیہ محصول کا مارا جاتا اور
یہ مبلغ گرانقدر نہ وصول ہوتے اگر دلاور خاں شاہ درک میں پندرہ روز توقف کرتا
تو اس کا کچھ حرج نہ تھا پھر وہ میرے لشکر کے ساتھ ولایت نظام شاہ میں داخل ہوتا
تو اکثر قلاع و بقاع فتح ہو جاتے۔ باوجود اس کے میں اپنے گناہ کا معترف ہوں حضور
معاف فرمائیں پادشاہ نے اس کا عذر قبول کرلیا دلاور خاں بھی اس پر بظاہر مہربانی
کرنے لگا مگر آخر کو اس نے بلیل خاں کو اندھا کر دیا جس سے پادشاہ آزردہ ہوا
جب میراں حسین نے باپ کی مکافات میں شربت ممات پیا تو اسمٰعیل بن برہان نظام شاہ
احمد نگر کے تخت پر بیٹھا تو چھوؤں طرف سے لشکر محن اور حشر فتن نے ملک کو گھیر لیا
امن امان کی جگہ کو آفت و مخالفت نے لے لیا یہاں سے رفاہیت کے قافلے
اور سلامت کے کارواں چل پڑے۔ فتنہ جانسوز کے شرارے غریب دیوی کے

ہاتھ ایسا کوتاہ کیا کہ کوئی اوس کو نہ پوچھتا تھا اور مذہب امامیہ کی جگہ مذہب اہل سنت کو
رواج دیا ۹۹۰ھ سے ۹۹۶ھ تک آٹھ سال کچھ دنوں سارے اختیارات شاہی اپنے
ہاتھ میں رکھے۔ جب اس نے مہمات کو حسب دلخواہ دیکھا کسی طرف کوئی معاند اور مزاحم
نہیں رہا تو بلیں خاں کو ملیبار بھیجا کہ وہاں سے مال اور خراج مقرری وصول کرے وہ
اسیونائک حاکم حرہ کو ساتھ لے کر شنکر نایک ضابط قلعہ کرور کے سر پر جا چڑھا وہ اطاعت
نہیں کرتا اور خراج نہیں دیتا تھا اس کے آدمیوں نے بلیں خاں کو قید کر لیا جب شنکر نے
سر لشکر گرفتار دیکھا تو وہ بھی پریشان ہوا۔ بلیں خاں ایک گھسیاری کے گھاس کے
گٹھے میں چھپ کر قید سے نکل آیا۔ دلدار خاں نے خراج و باج کی تحصیل کو اور وقت
پر چھوڑا اور نظام شاہیوں سے خصوصیت اور آشنائی پیدا کرنے کا ارادہ کیا
۹۹۲ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے میراں حسین کا نکاح بی بی خدیجہ سے ہوا جو
ابراہیم عادل شاہ کی سوتیلی بہن تھی اپنی دلہن کے ساتھ چاند بی بی بھی اپنے بھائی
مرتضیٰ نظام شاہ سے ملنے گئیں۔

۹۹۵ھ میں جب بادشاہ بالغ ہوا تو اوس کی شادی ملکہ جہاں ہمشیرہ محمد قلی قطب شاہ سے
ہوئی۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے گوشہ نشینی اختیار کی تھی دیوانگی کے آثار نمایاں تھے
اس نے اپنے بیٹے میراں حسین شاہ کو قتل کرنا چاہا مگر بعض امراء نے ابراہیم عادل شاہ
ثانی کو احمد نگر بلا کر اس کی حمایت سے اس کے بہنوئی میراں حسین شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ اور
مرتضیٰ نظام شاہ کو قید کیا میراں حسین شاہ نے یہ نادانی کی کہ اپنے باپ مرتضیٰ
نظام شاہ کو مار ڈالا۔ جس پر ابراہیم شاہ خفا ہو کر احمد نگر سے بے ملے بیجاپور چلا آیا
بلیں خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ رایاں ملیبار سے باج و خراج کی
تحصیل کے لئے بھیجا۔ تین سال کا محصول اکتیس لاکھ پچاس ہزار ہوں اس پر چڑھ گیا تھا
جمال خاں مہدوی دولت خانہ نظام شاہیہ پر مسلط ہوا اور بدعتی مذہب مہدویہ
کو رواج دیا اور پردیسیوں اور اوروں کی استمالت کی۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو

ساٹھ ہزار سوار خاصہ خیل لیکر آموجود ہوے لڑائیاں ہوئیں۔ قلعہ کی دیوار بھی بیس گز اڑگئی
ہنرا والملک سے سید مرتضیٰ سپہ سالار نہایت آزردہ تھا وہ اسکے کاموں میں اپنی تدبیر سے
نقص ڈالتا تھا بیجاپور کے لوگوں کو اتنی فرصت دلادی کہ انھوں نے قلعہ کی دیوار بنا لی
اس سبب سے کہ ملک کے اشراف اور امراء حبشی غلاموں کی حکومت سے راضی نہ
تھے اور ان کے قول اور فعل پر اعتماد نہیں کرتے تھے اور بیجاپور میں نہیں آتے تھے
تو صاحب دخل حبشیوں نے مصلحت وقت دیکھ کر چاند بی بی سلطان سے عرض کیا
کہ ہم غلام ہیں اور اشراف و اعیان ملک ہماری حکومت و ریاست سے آزردہ
ہیں تو صلاح دولت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ کسی اصل نجیب کو مہمات ملکی اور مالی حوالہ
کی جائیں۔ چاند بی بی نے شاہ ابو الحسن ولد شاہ طاہر کو امیر جملگی کا منصب عطا کیا اس نے
امراء کی سپاہ بلاکر امراء عظام کو ایسا خوف دلایا کہ وہ بیجاپور سے اپنے ملکوں کو چلے گئے
محمد قلی قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کو سپاہ دے کر عادل شاہی ملک پر تاخت کرنے کے
لئے بھیجا اوس نے چند پرگنے اور قصبے لے لئے۔ مگر اخلاص خاں اور دلاور خاں حبشی
نے آن کر گلبرگہ میں ایسا ہنگامہ جنگ برپا کیا کہ مخالفوں کو شکست دی اور ایک سو
پندرہ ہاتھی چھین لئے۔ اس فتح سے دلاور خاں کو یہ خیال ہوا کہ منصب وکالت اور
امیر جملگی حاصل کیجئے اس خیال سے وہ اخلاص خاں سے خوب لڑا اور شہر
میں خوب توپ وتفنگ چلے۔ حیدر خاں تھانہ دار دلاور خاں کا طرف دار ہوا
اور بلیل خاں نے اخلاص خاں کی حمایت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلاور خاں نے
اخلاص خاں کو گرفتار کرکے اندھا کر دیا۔ غرض اب دلاور خاں بڑا صاحب
اختیار ہو گیا اور اس نے اپنے بیٹوں کو بادشاہ کے بڑے بڑے کاموں میں لگا دیا
اس نے ایک لاکھ پردیسی اور ساٹھ ہزار حبشی سپاہ میں رکھ کر باقی
کو عادل شاہ کی قلمرو سے نکال دیا اور شاہ ابو الحسن جو اخلاص خاں کے حکم سے
محبوس ہوا تھا۔ اول کحول کیا۔ پھر شہید کیا اور امور ملکی و مالی میں چاند بی بی کا

کشور خاں نے جانا کہ خاص و عام کی طبیعت اس سے متنفر ہو گئی ہے اور امراء حبشی بھی
ایک منزل پر آپہنچے ہیں تو وہ پادشاہی جواہر اور خزانہ اور چار سو سوار لیکر اس طرح احمد نگر
کی طرف بھاگا جیسے کوئی جانور دام سے نکل کر بھاگتا ہے یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ
ارکان دولت نظام شاہی اس کے رہنے کو پسند نہیں کرتے ہیں تو وہ گلکنڈہ دار السلطنت
قطب شاہیہ کی طرف چلا گیا - یہاں ایک شخص نے سید مصطفےٰ کے انتقام میں اسکو خنجر سے مار ڈالا
امراء حبشی پادشاہ کی خدمت میں آئے - ان میں سے اخلاص خاں حبشی منصب وکالت پر
سرافراز ہوا اور ملکی و مالی اختیارات اسکو ملے - چاند سلطان ستارہ سے بیجاپور میں آئے
اخلاص خاں نے پادشاہ کی محافظت اور ترتیب بدستور اس کے سپرد کی اور چاند بی بی
نے پیشوائی کا منصب افضل خاں شیرازی کو سپرد کیا اور پنڈت بیسو کو منصب استیفا کا
دیا اور مستوفی ممالک بنایا - چاند بی بی کو غریبوں یعنی پردیسیوں پر توجہ تھی اس لئے
اخلاص خاں نے متوہم ہو کر افضل خاں اور بیسو پنڈت کو مار ڈالا اور بعض اور پردیسی
امراء کو مار کر حمید خاں اور دلاور خاں کے اتفاق سے مہمات سلطنت کے سرانجام میں
مصروف ہوا - عین الملک کو اُس کی جاگیر سے بلایا جب وہ آیا تو امرائے ثلاثہ مذکور
اُس کے استقبال کو گئے جن کو اس نے تنہا سمجھ کر قید کیا مگر جب شہر میں آیا تو ایسا رنگ دیکھا
کہ وہ خود اپنی جاگیر کو بھاگا اور ان قیدیوں کو چھوڑ گیا - ان باتوں سے تخت گاہ میں حرج
مرج واقع ہوا - شاہان دکن یہ حال دیکھ کر عازم تسخیر مملکت ہوئے
برہان الملک نے سید مرتضیٰ امیر الامراء برار سے اتفاق کرکے اول قلعہ شاہ درک کا
محاصرہ کیا - صبح سے شام تک لڑائی رہتی اور قلعہ کی فتح کے لئے ہر طرح کے حیلہ و تزویر
کی تدبیر کیجاتی - مگر محمد آقا پردیسی تھانہ دار قلعہ کے آگے کچھ تدبیر نہ چلتی اُسنے بہت آدمی
محاصرین کے مار ڈالے - چار مہینے محاصرہ میں لگ گئے - اور کچھ نہ ہوا تو اُسے چھوڑ کر
چالیس ہزار سوار لے کر بیجاپور کے باہر خیمہ زن ہوا لڑائی شروع کی بیجاپور میں اسوقت
دو تین ہزار سوار خاصہ خیل کے تھے مگر فرمان شاہی سے عین الملک اور انکس خاں

برہان الملک کی لشکر کشی عادل شاہ پر

جو امراء کو نظام شاہ کے لشکر سے ہاتھ لگے تھے طلب کئے۔ سب امیروں نے ہاتھیوں کے دینے سے انکار کیا اور مشورہ کرکے چاند بی بی کو عریضہ بھیجا کہ وہ مصطفیٰ خاں کو بنکاپور سے بلا کر مہمات سلطنت اس کو حوالہ کرے۔ جب حاجی کشور خاں کو یہ اطلاع ہوئی تو اوسنے سازش کرکے بنکاپور میں سید مصطفیٰ کو شہید کرادیا۔ جب یہ خبر چاند بی بی کو پہنچی تو وہ سادات کو جان کی برابر عزیز رکہتی تھی اس نے کشور خاں کی عداوت پر کمر چُست کی۔ کشور خاں نے چند روز بعد چاند سلطان کے حق میں یہ بہتان وافترا باندھے کہ وہ ہمیشہ اس طرف کے اخبارات اپنے بھائی مرتضیٰ نظام کو لکھ بھیجتی ہے اور ملک عادل شاہ کی ملک کی تسخیر کی ترغیب دیتی ہے اس لئے اس کو زبردستی پالکی میں ڈال کر قلعہ ستارہ میں بھیجدیا اسکے بعد وہ حد سے زیادہ مغرور ہوگیا اور میاں بدو دکنی کو جس کے اخلاص ویک جہتی پر اسکو بڑا بھروسا تھا۔ سرحد کا سرلشکر مقرر کیا اور اسکو یہ ہدایت کی کہ لشکر کے حبشی افسروں کو دغا سے گرفتار کرکے شاہ دروگ میں قید کرے یہ خبر ان امیروں کو بھی ہوگئی جن کے پکڑنیکے لئے جال بچھایا گیا تھا انھوں نے میاں بدو کے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ اخلاص خاں حبشی نے یہ بہانہ بنایا کہ بیجاپور سے یہ خوش خبر آئی ہے کہ خدا نے مجکو بیٹا دیا ہے اس خوشی میں جشن شادی مرتب کیا۔ اور تمام امراء میاں بدو کو بلایا۔ میاں بدو اخلاص خاں کے خیمہ میں گیا اور گرفتار ہوگیا۔ چاہ کن را چاہ درپیش۔ جس چال سے وہ اوروں کو پکڑنا چاہتا تھا اُسی چال سے وہ خود پکڑا گیا اور اوس کے پانوں میں زنجیریں پڑیں اسی روز سارے امراء بیجاپور کو روانہ ہوئے۔ عین الملک اور انکس خاں اپنی جاگیروں کو چلے گئے۔ جب کشور خاں نے سُنا کہ یہ سازش اُس کے برخلاف ہوئی ہے تو اوس نے مقابلہ کرنے کا خیال بالکل چھوڑا۔ لوگوں کے دلوں میں وقر پیدا کرنے کے واسطے اوسنے بادشاہ کی دعوت اپنے گھر میں کی مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب وہ بیجاپور کے کوچہ و بازار میں جاتا تو عوام عورتیں اور بڑھیاں پکار پکار کر اُس کو نفریں کرتیں کہ یزید فرزند رسولؐ کا قاتل ہے اس نے چاند بی بی کو قلعہ میں قید کیا ہے۔ جب

امراء کی بیجاپور کی آمد

پادشاہ نے ان امرا پر مہربانی کی پھر بموجب اس مضمون کے

سنگ در دست و مار بر سر سنگ — نے زدانش بود سکون و درنگ

عمل کیا اور ان میں سے اکثر امرا کو مار ڈالا۔

۹۸۶ھ ۱۵۷۹ء میں اس سبب سے کہ پادشاہ کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اپنے بھائی طہماسپ کے بیٹے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو ولی عہد کیا۔ اس پادشاہ کو ایک خواجہ سرائے جس کو خلوت میں اس بات کے لئے بلایا تھا ۲۳ صفر ۹۸۸ھ کی رات کو مار ڈالا۔ شاہ جہاں شد شہید تاریخ وفات ہے۔ بیجاپور میں اس کو دفن کیا اس کا مقبرہ روضۂ علی کے نام سے مشہور ہوا۔ خواجہ سرا قصاص میں مارا گیا۔

علی عادل شاہ کے عہد میں اکبر شہنشاہ کے ایلچی دو دفعہ آئے۔ ایک ایلچی اسکے مارے جانے کے وقت موجود تھا۔ بیجاپور میں جامع مسجد۔ حوض شاہ پور اور فصیل شہر اور بڑی ہولی نہر کہ سب آدمیوں پر سبیل تھی اس کے زمانہ کی یادگار ہیں۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی

علی عادل شاہ کی وفات کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر نو برس کچھ مہینوں کی تھی۔ کامل خاں اور چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ تمام اختیارات سلطنت ملے۔ کامل خاں نے کچھ دنوں کام اچھا کیا مگر پھر چاند بی بی کو اپنی بے ادبی سے خفا کر دیا اس نے کشور خاں ولد کمال خاں کو اس کے عہدہ کے لئے بلوایا۔ جس نے بینجر کامل خاں کو آنکر مار ڈالا۔ چاند بی بی کی امداد سے حاجی کشور خاں کل سلطنت کے کام کرنے لگا۔

انہیں دنوں میں بہزاد الملک ترک میر نوبت مرتضیٰ نظام شاہ نے پندرہ ہزار سوار لیکر عادل شاہ کے سرحد کے بعض پرگنوں کو فتح کیا۔ حاجی کشور خاں نے بعد سخت جنگ کے اس کو شکست دی بہزاد الملک بھاگ گیا۔ ہاتھی اور اسباب غنیمت بہت ہاتھ لگے۔ حاجی کشور خاں نے چاند بی بی سے مشورہ لے کر سو ہاتھیوں کے قریب جو

علی عادل شاہ پن کنڈہ میں پہنچا اور قلعہ اور شہر کے اطراف کو گھیر لیا تین مہینے کے بعد
قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ وینکٹا دری نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ بڑے ہاتھی
ہندیا ہتم نائک امیر اعظم برگی پاس بھیجدیئے اور اسے پیغام دیا کہ تو اپنے ولی نعمت سے
مخالفت کر۔ ہندیا ہتم نائک نے یہ حرامخوری کی کہ چار ہزار سوار لیکر اپنے موچے سے چلا گیا
اور اردوے شاہی کے حوالی میں مزاحمت کرنے لگا اور اسکے اشارہ سے اور چار امرائے برگی
نے بغاوت کی اور اپنے پانچہزار سوار اس پاس بھیجدیئے انہوں نے اب لشکر شاہی کا قافیہ
نہایت تنگ کیا۔ چوروں کی طرح آدمیوں کا مارنا شروع کیا۔ غلہ کی رسد کی راہیں بند
کیں ناچار پادشاہ الٹا بیجاپور میں آگیا۔ جب پادشاہ نے سُنا کہ امرائے برگی سرکشی کرکے
اپنے اقطاع پر متصرف ہوئے جو سرحد بیجانگر پر واقع تھے تو اس نے مرتضےٰ خاں انجو جو
سیف عین الملک کا جانشین تھا بھیجا۔ وہ تین ہزار سوار تیرانداز اور کچھ دکنی اور حبشی امرا کو ساتھ
لیکر چلا۔ ایک سال میں مرتضیٰ خاں و برگیوں میں کئی مرتبہ جنگ واقع ہوئی غالب مغلوب
متمیز نہیں ہوتا تھا طرفین سے بہت آدمی مارے گئے۔ آخرالامر مصطفےٰ خاں نے جو بنکاپور
میں تھا علی خاں کو بھیجکر پادشاہ پاس زبانی پیغام بھجوایا کہ چوروں کے مقابل لشکر کو بھیجنا اُس کو
خراب کرنا ہے اور حزم سے دور ہے اب مناسب یہ ہے کہ بلطائف الحیل برگیوں کو
بیجاپور میں بلائے اور جس بات کے وہ سزاوار ہوں وہ ان کے ساتھ کیجئے پادشاہ نے
اسکی یہ رائے پسند کی اور بیسو پنڈت اور اس کے دوستوں کو بھیجا کہ وہ ان کو بلا لائیں
ہندیا ہتم نائک نے امرا کو بہت سمجھایا کہ تم نے اس وقت کہ ساری سلطنت رام راج
کی علی عادل شاہ پاس منتقل ہو جاتی مخالفت کی ہے اور اس کو دولت سے محروم
کیا ہے اب محال ہے کہ ایسا بڑا گناہ پادشاہ کی خاطر سے محو ہو جائے اور پھر ہمکو
ہماری خدمتیں اور جاگیریں ملجائیں۔ غالباً مسلمان ہم کو فریب دیکر بیجاپور لیجائیں گے
اور اپنا انتقام لیں گے۔ اس سمجھانے پر بھی اکثر امرا بیجاپور چلے گئے اور ہندیا ہتم نائک
ان کی رفاقت سے جدا ہو کر بلدہ پن کنڈہ میں وینکٹا دری کا ملازم ہوگیا۔ کچھ دنوں تک

اور بعض والیان ملک شنکر نائک کے کہنے سے پادشاہ کی خدمت میں آئے۔ اور پیش کش میں ساڑھے سات لاکھ ہون دئے اور ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون خراج دینا قبول کیا ہر ایک کو خلعت شاہانہ دیا گیا اور وہ اپنے گھروں کو رخصت ہوئے اور خراج معمولی ادا کرتے رہے اور مخفی مصطفیٰ خاں کو بھی اپنی سلامتی اور نجات کے لئے جو اس کی عنایت اور توجہ پر موقوف تھی تیس ہزار ہون نقد اور مروارید اور یاقوت و زبرجد اور جواہر دیتے رہے۔ کہتے ہیں کہ عادل شاہ نے ان رایوں کو رخصت کے وقت خلعت دئے تھے۔ تو رانی ہردیوی وبھردیوی اور رانی باسلور کے لئے زنانہ خلعت دئے۔ توان سورما عورتوں نے ان خلعتوں کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم صورت میں عورت ہیں لیکن اپنی مملکت کو ضرب شمشیر سے اپنے تصرف میں رکھتے ہیں جو مردوں کا لازمہ ہے۔ شاہ ان کی اس بات سے نہایت خوش حال ہوا اور ان کو مردانہ خلعت عطا کئے یہ دو نورانیاں قرنوں اور مدتوں تک بطناً بعد بطنٍ اس دیار میں حکومت کرتیں اور اس دیار کی یہ رسم ہوگئی کہ عورتیں ہی بادشاہ ہوتیں۔ شوہران کے امرا اور خدمتگاروں میں ہوتے اور پادشاہی امور میں کچھ دخل نہیں دیتے۔

علی عادل شاہ نے اپنے ایک معتمد بدری پنڈت کو اسطرف کا دیوان مقرر کیا اور مصطفیٰ خاں کو اس صوبہ میں صاحب اختیار کیا اور سارا ملک اس کے اقطاع میں دیا اور منصب وکالت و امیر جملگی افضل خاں شیرازی کو دی اور وہ بیجاپور میں آیا۔ مصطفیٰ خاں بادشاہ کا خیرخواہ تھا ہمیشہ اسکی مملکت بڑہانا چاہتا تھا ان حدود کا انتظام کرکے بادشاہ کی خدمت میں اُسنے اپنا ایک معتمد علی خاں بیجا کہ پن کنڈہ دار السلطنت رائے کرناٹک سے تسخیر کی ترغیب دے یہ التماس اسکی عین مدعا شاہ کا تھا۔ اُس نے لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ نہایت تجمل کے ساتھ بیجاپور سے چلا اور اُس سے مصطفیٰ خاں مع لشکر کرناٹک اور امراے برگی کے حوالی بنکاپور میں ملا اور بلکنڈہ (بن کنڈہ) کی سمت چلا۔ دینکٹادری میں پادشاہ سے لڑنے کی سکت نہ تھی وہ اس مقام کو اپنے ایک معتمد کو سونپ کر اور خزانہ ہاتھی واثاثہ سلطنت لے کر چندر گیری میں چلا گیا

یہاں سے وہ چندر کوٹی گیا۔ یہاں کا راجہ مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ مصطفیٰ خاں نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور امرائے برگی کو بھیجا کہ جو رائے اہل قلعہ کی مدد کے لئے آتے ہیں اُنکا مقابلہ کرے۔ چودہ مہینے میں قلعہ کو ۹۸۳ھ طوعاً و کرہاً تسخیر کیا اور علی عادل شاہ بنکاپور سے اس قلعہ میں آیا۔ یہاں تین مہینے رہ کر بیجا پور میں آیا۔ مصطفیٰ خاں چندر کوٹی میں سرحد کی حفاظت کے لئے رہا پادشاہ نے اپنی مہر اوس کو حوالہ کی اور حکم دیا کہ جس وقت کسی فرمان پر اہل دیوان کا سکہ لگایا جاوے تو وہ بیجا پور سے چندر کوٹی میں بھیجا جائے اگر اس کا مضمون مصطفیٰ خاں کے نزدیک معقول ہوا اور وہ تجویز اُس کو مقبول ہو تو وہ مہر پادشاہ کی کرکے دار الملک میں بھیجدے ورنہ موقوف و معطل رکھے۔

دوسرے سال مصطفیٰ خاں کی عرضداشت آئی کہ پہلے پہاڑ پر قلعہ چندر کوٹ بنا ہوا تھا اوراب وہ دامن کوہ پر مسطح بنا یا گیا ہے پادشاہ قلعہ کے پرانے مقام کو آن کر ملاحظہ فرمائے اگر قدیمی مقام پسند آئے تو قلعہ وہاں بنایا جائے پادشاہ آیا اور اوس نے وہ مقام پسند کیا۔ قلعہ ایک سال میں تیار ہوا اور پادشاہ پھر اوس کو دیکھنے گیا۔ شنکر ناٹک پادشاہ کی ملاقات کو آیا اور اُس نے درخواست کی کہ میرے ملک کی سیر فرمائے علی عادل شاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور چندر کوٹی میں اپنی سپاہ چھوڑ کر اور مصطفیٰ خاں اور پانچہزار سپاہ کو لیکر قلعہ کرور میں گیا۔ یہ قلعہ کوہستان میں واقع ہے جس میں درختوں کا ہجوم ہے کہ آنے جانے کی راہ ایسی تنگ ہے کہ ایک سوار سے زیادہ نہیں جاسکتا اس موضع ہولناک میں اکثر آدمی دلگیر ہو کر مراجعت کے خواہاں ہوئے پادشاہ نے لوگوں کے کہنے سے اس جگہ کا قلعہ شنکر نایک کو دیدیا اور خود چندر کوٹی میں چلا آیا مصطفیٰ خاں نے دولت خواہی کے سبب سے کہا کہ میں نے بڑی مشکل سے شاہ سے بازگشت کی اجازت دلائی ہے اگر اپنی سلامتی اور بھلائی چاہتے ہو تو سب رایوں سے اتفاق کرکے باج وخراج دینا قبول کرو تاکہ پادشاہ کی خاطر سے ان ممالک کی قلاع کی تسخیر کا ارادہ دور کراؤں۔ جرہ کے سیوا ناٹک اور پارسی پورنی رانی

اور چوروں کا علاج اس طرح کیا کہ امرائے برگی کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ دشمن کے لشکر کے مقابل ہو کر کسی کو لشکر اسلام کی راہوں کی مزاحمت نہ کرنے دیں اور آٹھ ہزار پیادے لشکر میں ایک ایک گز کے فاصلہ پر مقرر کر دئے کہ جہانتک طاقت بشری ہو لشکر کی محافظت میں قیام کریں اور کہیں غفلت کے سبب سے چور لشکر میں نہ گھس آئیں۔ اور لشکر میں غل غپاڑہ ہو تو کسی چور کو زندہ باہر نہ نکلنے دیں رات کو کوئی سپاہی لشکر سے باہر نہ جاتا۔ جو چور لشکر میں داخل ہوتا وہ جان سلامت باہر نہ لے جاتا۔ اس طرح چوروں کی شرارت سے بالکل عافیت ہوئی اور مخالف کے لشکر کے آسیب سے نجات ہوئی اور غلہ اور لشکر کی تمام ضروریات اطراف و جوانب سے اس قدر آئیں کہ سب چیزوں کی نہایت ارزانی ہو گئی ایک سال تک امرا برگی اور پسر بلب اور اور رایوں سے سخت لڑائیاں ہوتی رہیں۔ طرفین سے بہت آدمی مارے گئے۔ ارباب اسلام خاطر جمع سے قلعہ کو گھیرے رہے۔ ہر روز لڑکر قلعہ کے ابواب دخول و خروج کے بند کرنے میں تقصیر نہیں کرتے اور اہل قلعہ بھی آلات آتشباری میں کچھ کسر نہیں رکھتے۔ اس اثنا میں پسر بلب اجل طبعی سے مرگیا۔ اس سبب سے اہل قلعہ دل شکستہ ہوئے اور بلب غمناک ہوا محاصرہ پر تیرہ[۱۳] مہینے گذر گئے۔ ذخیرہ میں کمی ہوئی۔ ان حدود کے رائے بھی بہ تنگ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے اہل حصار نے شاہ سے جان و مال و اہل و عیال کی امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا بلب کرناٹک میں گیا اور بادشاہ قلعہ میں آیا اُس نے اذان بطریق مذہب امامیہ دلوائی اور ایک بتخانہ عظیم توڑ کر اوسکی جگہ مسجد کی بنیاد کا پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا مصطفےٰ کو خلعت خاص عنایت کیا اور اس طرف کے بہت سے پرگنے اور قصبات اسکی جاگیر میں دئے۔

بادشاہ نے بنکاپور کی فتح کے بعد چار مہینے میں مملکت بنکاپور کا جیسا کہ چاہئے انتظام کیا اور بعد ازاں قلعہ میں آنکر نشاط و انبساط میں مشغول ہوا۔ مصطفےٰ خاں کو بیس ہزار سوار و خزانہ و توپ خانہ و قورخانہ دیکر قلعہ جرہ و چندر کوٹی کی تسخیر کے لئے بھیجا جب یہ سید قلعہ جرہ پر آیا تو یہاں کے رائے نے اطاعت قبول کی اور باج و خراج دینا منظور کیا

کہ اسکے بعد میں ہمیشہ مطیع رہونگا اور کبھی نافرمانی نہیں کرونگا اور ہر سال فلاں حقدار کا مال
خزانہ میں داخل کرتا رہونگا وینکٹادری نے جواب دیا کہ تو رام راج کے مقربوں میں سے
تھا تیرے سرکش و تمرد کی شامت سے اور امرا کی مخالف اور سرکش ہو کر ممالک پر متصرف
ہوئے شاہان اسلام نے یلدہ پن کندہ (بلکنڈری) اور چندرگری مجھے دئے ہیں جن کے
حفظ وضبط سے عاجز ہوں۔ اگر تو جانے کہ سونے چاندی و جواہر و مروارید دینے سے
صلح ہو جائیگی تو اس میں بخل نہ کرنا اور اگر صلح کسی صورت سے نہ ہو تو تجھے چاہئے کہ جس تدبیر سے
بن سکے حوالی و حواشی کے رایوں کو اپنے سے ایسا راضی وخوشنود کرے کہ وہ تیرے بیٹے
کے ساتھ اتفاق کرکے وقت بے وقت مسلمانوں کے لشکرگاہ کے گرد تاخت وغارت کرکے
ان کو چین نہ لینے دیں اور راتوں کو اپنے پیادوں کو چوروں کے طور پر ان کے لشکرگاہ میں
بھیجیں۔ کہ جو ان کو انسان حیوان ہاتھ لگے اس کو کٹاروں سے بے جان کریں میں نے اس
باب میں فرامین ان رایوں کے نام لکھے ہیں جو تیرے ہمسایہ میں رہتے ہیں۔ اگر وہ ان کو
مانینگے تو تیری تقویت اور مدد میں سعی کرینگے فہو المراد وہ اپنے لئے کام کریں گے ورنہ یقین
ہے کہ قلعہ بنکاپور چھن جانے کے بعد ارباب اسلام اور قلعوں کو تسخیر کریں گے
اگرچہ اس جواب سے بلپ کو بالکل مایوسی ہوئی مگر ضرورت کے سبب سے اوس نے
وارث مملکت کے ارشاد کے موافق قلعہ جرہ۔ چندرکوٹ اور قلعوں کے رایوں کو اپنے
ساتھ متفق کیا کہ اس کے بیٹے کی بیعت نہج مذکور کے موافق عمل میں لائیں۔ اس سبب سے
عادل شاہ کے لشکر میں غلہ کا قحط ہوا ہر رات کو فریاد مچتی کہ چوروں نے اُن اُن آدمیوں
کو مارا کرناٹک کے پیادے کہ اپنی جان کی کچھ قدر نہیں کرتے تھے اور تھوڑے نفع کی طمع
میں برہنہ ہوتے تھے اور اپنے بدن پر تیل ایسا ملتے تھے کہ کوئی ان کے بدن کو
پھسلنے کے سبب سے پکڑ نہیں سکتا تھا جہاں ان کو فرصت ملتی وہ جا کر گھوڑوں اور
آدمیوں کو جو سامنے آتا قتل کر ڈالتے اور باہر بھاگ جاتے ہر چند شاہی لشکر کے آدمی
ان کے شر کو دفع کرتے مگر کامیاب نہ ہوتے۔ محاصرہ اٹھنے کو تھا کہ مصطفٰی خاں نے قحط کا

ملاقات کرکے یہ قرار دیا کہ مرتضیٰ نظام شاہ بحری تو ولایت برار پر متصرف ہوا ورعلی عادلشاہ ممالک بیجا نگر ملک برار کی مقدار کے موافق اپنے تصرف میں لائے۔ تاکہ ایک دوسرے کی ولایت باعتبار وسعت کے مزیت نہ پائے۔

۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء میں قلعہ طورگل پر لشکر کشی کی۔ جو رام راج کے حملوں میں اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور رام راج کے مرنے کے بعد دجیانگر کے ایک سپاہی ونکٹ یسو رائے نے اس کو اپنے لئے فتح کیا تھا سات مہینے تک محاصرہ رہا اس کے بعد ونکٹ یسورائے نے قلعہ کو اور اپنے تئیں حوالہ کیا علی نے اس کو بہت بُری طرح سے مارا پھر شاہ قلعہ دہاروار کی تسخیر کا عازم ہوا۔ یہ کرناٹک کے مشہور قلعوں میں سے ہے اس وقت رام راج کے ایک امیر کے پاس تھا ہر سال کچھ ہاتھی پلتم راج کو دیتا تھا اور اب اس نے بہت قوت و شوکت حاصل کی تھی مصطفیٰ خاں اردستانی امیر جملہ وکیل السلطنت تھا اس کی سعی سے چھ مہینے میں یہ قلعہ فتح ہوگیا اور بادشاہ نے سات مہینے یہاں قیام کرکے اسکے حواشی و حوالی کو باغیوں کے خس و خاشاک سے پاک کیا اب مصطفیٰ خاں کی تجویز سے بادشاہ نے بنکاپور کی تسخیر کے لئے جنبش کی یہاں رام راج کا تنبول دار بلبہ رائے حاکم تھا جس نے قلعہ بنکاپور پر غلبہ پاکر قلعہ جرہ اور چندر کوٹ کرور کے رایوں کو اور اور قلعوں کو اپنا محکوم بنایا تھا تو وہ بادشاہ کے آنے کی خبر سُنکر قلعہ میں متحصن ہوا اور اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر جنگل اور کوہستان کی طرف بھیجا تاکہ فرصت کے وقت لشکر اسلام کے آگے پیچھے تاخت کرکے ان کے پاس غلہ و آذوقہ نہ بھیجنے دے اور ونکٹادری برادر رام راج کو عریضہ بلگوان کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے جو اپنے ولی نعمت سے مخالفت کی اس سے نادم و پشیمان ہوں اور اپنے گناہ کا مقر و معترف ہوں اس وقت کہ بادشاہ اسلام بنکاپور کی تسخیر کا عازم ہوا ہے اگر اب میرے جرائم کو معاف فرمائیں اور خود میری امداد کو اس طرف آئیں یا بعض امرائے کبار کو میری کمک کے لئے بھیجیں تو یقین ہے سپاہ اسلام کی دستبرد سے میں امین رہوں اور میں عہد کرتا ہوں

لیکن یہ جماعت کمال نامردی سے یا نفاق کے سبب جوانکو محمد کشور خاں سے تھا بغیر لڑے متفرق ہوگئی اور محمد کشور خاں سے کہا کہ ہم کو مرتضیٰ نظام شاہ بحری سے جنگ کرنے کی تاب نہیں۔ ہم احمد نگر میں جاکر پائے تخت نظام شاہیہ میں خلل ڈالتے ہیں تاکہ مرتضیٰ نظام مضطرب ہوکر قلعہ داری سے ہاتھ کھینچے اور ہمارے پیچھے دوڑے۔ مرتضیٰ نظام نے قسم کھائی تھی کہ وہ رکاب سے پانوں نہیں اتارے گا۔ جبتک قلعہ نہیں فتح کرلے گا۔ اس نے قلعہ پر تیر و تفنگ کا مینھ برسایا۔ ایک تیر محمد کشور خاں کے لگا اور اسی وقت ہلاک ہوا اور قلعہ مرتضیٰ کو ہاتھ لگ گیا اور علی عادل شاہ سے اس نے اپنے تمام پرگنے چھین لئے۔ خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو کہ جس کو آخر میں خطاب چنگیز خانی ملا وہ عین الملک اور نور خاں کی جانب احمد نگر کو آیا۔ اس نواح میں سخت جنگ ہوئی۔ جس میں خواجہ میرک فتحیاب ہوا اور عین الملک قتل اور نور خاں دستگیر ہوا اور لشکر ابتر ہوکر بیجاپور میں آیا۔ اس سال میں عادل شاہ کے لشکر کو صدمہ عظیم پہنچا اور اسکی تمام سعی و کوشش نابود ہوگئی۔

انہیں مہینوں میں علی عادل شاہ نے قلعہ گووہ کی استخلاص کے لئے اور پرتگیزوں کے برباد کرنے کے لئے کوچ کیا بہت سے آدمی مارے گئے اور بے نیل و مرام بازگشت کی شاہ ابوالحسن کی رہنمونی سے قلعہ ادونی کی تسخیر کا عازم ہوا اور انکس خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پیادے و توپ خانہ دیکر اس طرف روانہ کیا۔ اس قلعہ کا والی رام راج کی طرف سے تھا مگر وہ خود مختار صاحب سکہ ہوگیا تھا وہ مدافعت کے درپے ہوا۔ کئی دفعہ انکس خاں سے لڑا۔ لڑائیوں میں مغلوب ہوا۔ غلہ و آذوقہ قلعہ میں لے گیا اور حصاری ہوا۔ جب محاصرہ کو طول ہوا تو امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا۔ یہ قلعہ ایک قلعہ کوہ پر واقع تھا۔ بہت رفیع و وسیع تھا۔ خوش گوار پانی کے چشمے اس میں تھے۔ سیو رائے کے باپ دادا سے جو تخت وجیانگر پر راجہ قدم رکھتا تھا وہ شاہان اسلام کے خوف سے اوس کا استحکام کرتا تھا چنانچہ اس کے گیارہ حصار تھے۔ علی عادل شاہ اس قلعہ کو فتح کرکے اور قلاع و بقاع کی تسخیر میں لگا اور خواجہ میرک چنگیز خاں سے سرحد پر اوس نے

مملکت حسین نظام شاہ بحری نے مجھے عنایت کی تھی مگر اب علی عادل شاہ اسکی طمع کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ خود لے لے۔ اب میں امیدوار ہوں کہ آپ حمایت کرکے دستگیری فرمائیں اور اس بلا سے چھڑائیں۔ خونزہ ہمایوں نے باستصواب ملا عنایت اللہ مرتضیٰ نظام شاہ کو لیکر بیجاپور کی طرف لشکر کشی کی اور جاکر محاصرہ کر لیا۔ ناچار علی عادل شاہ نے اناکنڈی سے بازگشت کی اور بیجاپور میں چلا آیا جس کے سامنے دشمن کا لشکر موجود تھا چند روز تک اس شہر سے باہر لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کو خونزہ ہمایوں نے یہ مصلحت دیکھی کہ وہ بیٹے کو لے کر احمد نگر چلی گئی۔

دوسرے سال ۹۷۴ھ خونزہ ہمایوں کی التماس سے علی عادل شاہ نے نظام شاہ سے متعہد ہوکر ولایت برار پر لشکر کشی کی اور اس ملک کو لوٹ مار کرکے بیجاپور میں آیا اور اس شہر میں ایک حصار کی گچ اور سنگ سے بنانے کی تیاری کی۔ محمد کشور خاں کے اہتمام سے وہ تین سال میں تمام ہوا۔ اس سبب سے کہ خونزہ ہمایوں کی حکومت سے اور اس کے بھائیوں کی بے اعتدالیوں سے نظام شاہ کی سلطنت کی رونق شکستہ ہوئی تو علی عادل شاہ کو بعض ممالک نظام شاہیہ کی ہوس ہوئی۔ محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا منصب و علم دیا اس علم پر شیر شرزہ کی صورت منقش تھی اور ۹۷۵ھ میں اس کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ سرحد نظام شاہیہ کی طرف مامور کیا اس نے سرحد پر بعض پرگنات قصبہ پیچ تک قبضہ کیا امرائے نظام شاہی اسکی مدافعت کے لئے آئے ان کو اس نے قصبہ مذکور میں شکست دی اور یہاں پرگنات کے ضبط کے لئے ایک قلعہ نہایت مضبوط بنایا اور اُس کا نام دارور (دہارور) رکھا اور اس کو توپ و ضرب زن و بان و تفنگ سے بھر دیا اور اس مملکت سے دو سال کا محصول اُٹھایا اور قلاع و بقاع کی تسخیر میں کوشش کر رہا تھا کہ ناگاہ مرتضیٰ نظام شاہ ۹۸۰ھ میں اپنی ماں کے استیلا سے خاطر جمع کرکے دفع مضرت پر متوجہ ہوا۔ محمد کشور خاں نے قلعہ کو آلات آتشبازی سے درست کیا۔ عین الملک اور انکس خاں و نور خاں کو علی عادل شاہ نے اس کی مدد کے لئے بھیجا تھا وہ ان سے متفق ہوکر اسباب رزم کے تہیہ میں مصروف ہوا

سیزر فریڈرک کا بیان

سیزر فریڈرک جو شہر وجیانگر میں اس لڑائی کے دو برس بعد آیا وہ یہ بیان کرتا ہے کہ رام راج کو جو شکست ہوئی تو اس کا سبب یہ تھا کہ دو مسلمان سپہ سالار وں نے عین ہنگامہ جنگ میں اس سے دغا کرکے اُلٹے اس سے لڑنے لگے (ان سرداروں کا نام نہ بتانا اس بیان کو پایۂ صداقت سے گراتا ہے) شہر کو چھ مہینے تک مسلمان لوٹتے رہے اور سب جگہ گڑے دبے خزانے ڈھونڈھتے رہے۔ مکان کھڑے تھے مگر خالی تھے دار السلطنت وجیانگر سے پن کنڈہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ شہر میں باشندوں کا پتا نہ تھا وہ کہیں اور چلے گئے تھے۔ شہر کے گرد ملک میں چوروں کا ایسا غلبہ ہو گیا تھا کہ سیزر فریڈرک کو بمجبوری چھ مہینے وجیانگر میں مدت مقررہ سے اور زیادہ رہنا پڑا۔ جب وہ گووہ کو چلا تو اسکو ہر روز چوروں کو کچھ بھینٹ دینی پڑتی تھی۔

ہندوؤں کا بیان اس لڑائی کا

رام راج کی وفات کے سو برس بعد وجیانگر کی تاریخ کو برہمنوں نے بالکل معکوس کر دیا انہوں نے ایسی کہانیاں گھڑ دیں جن میں مسلمانوں کی فتح کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ بلکہ یہ بیان ہوتا ہے کہ وجیانگر کے راجہ کے وہ ملازم تھے اور اس کے حکم سے وہ اپنی ریاستوں میں حکومت کرتے تھے ان میں سے ایک ہاتھیوں کا دوسرا گھوڑوں کا تیسرا بیلوں کا چوتھا چھتر کا سردار تھا۔ مگر آگے اس کی کچھ تفصیل نہیں۔ یہ بھی عجب بے ربط اور بے تکی کہانی ہے۔

عادل شاہ کا اپنی سلطنت بڑھانا

حسین نظام شاہ بحری فوت ہوا اوس کا ولیعہد بڑا بیٹا مرتضیٰ نظام بحری جانشین ہوا علی عادل شاہ کو فرصت ملی کہ وہ جنوب میں اپنی سلطنت کو وسعت دے وہ ایک سپاہ لیکر قلعہ اناکنڈی کی طرف چلا تاکہ اناکنڈی میں تمراج پسر رام راج کو پن کنڈہ میں مسند نشین کرے۔ اور وینکٹا دری کو معزول کرے جو قوی ہو کر رام راج کا جانشین اس کے بیٹے کو محروم کرکے ہو گیا تھا یوں اپنا مطلب حاصل کرے کہ اناکنڈی کو مستاصل کرے اور وجیانگر پر خود متصرف ہو وینکٹا دری کو جب اس امر پر اطلاع ہوئی تو اوس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا کہ بھیـ

ابراہیم قطب شاہ کی برابر کھڑا کیا - اور میسرہ میں وینکٹادری کو علی عادل شاہ کے مواجہ
میں مقرر کیا اور قلب میں خود حسین نظام شاہ بحری کے روبرو کھڑا ہوا اور دو ہزار ہاتھی اور
ایک ہزار ارابہ توپخانہ کو جابجا ترتیب و قاعدہ سے لگایا - جب دوپہر ہوئی سنگاسن میں
رام راج بیٹھا جب اس کو لوگوں نے گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے کہا تو اُس نے کہا کہ بازیچۂ
اطفال میں سواری اسپ کی احتیاج نہیں ہے یہ جماعت اب بھاگتی ہے - غرض یکہ
اسلام اور ہنود کے لشکر تیغ و تبر و نیزہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگے - لڑائی نے
کئی پلٹے کھائے - مگر آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی اور رام راج کو ایک فیل بان پکڑ کر
لایا اور نظام شاہ نے اس کا سر اُڑایا - رام راج کا لشکر بھاگا - مسلمانوں کے لشکر نے اس کا
تعاقب کیا - اس قدر ہندوؤں کو مارا کہ کئی کوس تک زمین ان کے خون سے سُرخ ہو گئی اور
بیجانگر سے دس کروہ تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا اس قدر زر و جواہر ہاتھ آیا کہ بحر و کان کی طرح
اس نے لشکر اسلام مستغنی و بے نیاز ہو گیا - ہر شخص کو غنیمت میں جو کچھ ہاتھ لگا تھا وہ
اُس کو دیدیا - مگر ہاتھی اس سے لے لیا گیا - منشیوں نے فتحنامے لکھ کر اطراف میں قاصدوں کے
ہاتھ بھیجدیئے - حوالی بیجانگر تک لشکر اسلام نے جا کر بڑی بڑی عمارات کو مسمار کیا اور بتخانوں
اور کاشانوں کو ڈہا کر زمین کا پیوند بنایا - بہت سے بلاد اور قریوں کو ویران کیا بعد ازاں
وینکٹادری برادر رام راج جو معرکہ سے جان سلامت لے گیا تھا اور ایک کونہ میں چھپا
ہوا تھا اُس نے آدمی بھیجکر اپنی زاری اور عاجزی کو ظاہر کر کے تمام قلاع و بقاع
عادل شاہیہ و قطب شاہیہ واپس کئے اور نظام شاہ بحری کو سب طرح خوش کیا پادشاہوں
نے اپنی مسند دولت کو مراجعت کی -

غرض سنہ ۱۵۶۵ء میں سے تالی کوٹ پر ایسی لڑائی ہوئی کہ اس نے دکن میں ہندوؤں کی سلطنت
کو مردہ کر دیا - وجیانگر کا راج پھر نہ پنپا - اس میں یہ سکت کبھی نہ آئی کہ وہ مسلمانوں
کی سلطنت کی مزاحمت کرتا - بلدہ وجیانگر ایسا خراب اور ویران ہو گیا تھا کہ
وینکٹادری نے اس کی تعمیر میں اصلاح نہیں کی اور شہر پنکنڈہ میں اپنا دار السلطنت بدل دیا

پرگنہ آنیگری وناگرکوٹ اور قلعہ رائےچور و مدکل کو طلب کیا۔ رام راج نے ایلچی کو درشتی سے بیجانگر سے نکالدیا تو علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ بحری اور ابراہیم قطب شاہ و علی برید کو ہمراہ لے کر جہاد کا ارادہ کیا ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء میں وعدہ کے موافق چاروں پادشاہوں نے حوالی بیجاپور میں ملاقات کی اور ۲۰ ماہ جمادی الاول کو یہاں سے لڑنے کے ارادہ سے کوچ کیا اور کئی روز میں تالی کوٹ میں پہنچے۔ اس لڑائی کا نام مسلمانوں کی تاریخ میں تالی کوٹ کی لڑائی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اکثر پادشاہوں کا صدر مقام یہاں تھا ورنہ لڑائی کرشنا کے جنوبی کنارہ پر یہاں سے بیس کوس پر واقع ہوئی ہے۔ رائے بیجانگر کو ان سلاطین کے اتفاق کی اور ان کے لشکر کے آنے کی خبر ہوئی تو اصلا اسکو تزلزل نہ ہوا اور کوئی بات فروتنی کی زبان پر نہ لایا۔ بلکہ ان کے ساتھ جنگ کو بہت آسان کام سمجھا۔ اول اپنے چھوٹے بھائی تمراج کو بیس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھیوں اور ایک لاکھ پیادوں کے ساتھ بھیجا کہ آب کرشنا پر پہونچ کر گھاٹوں کو بند کرے اور پھر منجھلے بھائی وینکٹادری کو بہت لشکر کے ساتھ روانہ کیا اونھوں نے اہل اسلام کے گذرنے کے لئے گھاٹوں کو روکا۔ رام راج نے اطراف کے رایوں کو اپنے ساتھ لیا۔ اور سپاہ بیکراں کے ساتھ روانہ ہوا۔ ہر معبر پر دیوار کھینچکر آتشبازی لگا رکھی تھی۔ اہل اسلام نے یہ تجویز کی کہ اپنے مقام سے تین منزل پرے ہٹے تو ہندوں نے جانا کہ وہ کسی اور معبر سے عبور کرینگے تو وہ اپنے مقام سے ہٹ کر ان کے سامنے آئے۔ مسلمانوں نے پھر کر اس معبر سے جہاں سے گئے تھے عبور کیا اور یہاں سے پانچ کروہ پر رام راج کا لشکر تھا وہاں لشکر اسلام آیا شاہان اسلام نے دوسرے روز بارہ علم بارہ اماموں کے کھڑے کئے اور صفین باصفا آراستہ کیں میمنہ میں علی عادل شاہ اور میسرہ میں علی برید و ابراہیم قطب شاہ اور قلب میں حسین نظام شاہ بحری نے زیب و زینت دی اور آتشبازی کے ارابوں کا زنجیرہ باندھا اور قاعدہ و دستور کے موافق جنگی فیلان مست کو جابجا کھڑا کیا رام راج نے پھر صف آرائی کی میمنہ میں تمراج کو

اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جب وہ تم بھدرہ پر آیا تو اوس نے اپنی سپاہ کشیر
وینکٹا دری کے ماتحت عادل شاہیہ اور قطب شاہیہ ممالک کی تسخیر کے لئے بھیجی اس وجہ
سے کہ دونو نظام شاہ کو اپنا دشمن جانتے تھے اور اوس کی مقاومت کی طاقت نہیں رکھتے
تھے ناچار ہر ایک نے اپنے ملک کا کچھ حصہ اس کو دیا اور نہایت فروتنی کے ساتھ
صلح کی علی عادل شاہ نے تو ولایت اتنگیر اور باگری کوٹ دے کر صلح کی اور ابراہیم
قطب شاہ نے قلعہ کویل کنڈہ اور پانکل اور گنوا۔ وینکٹا دری کو دے کر سر پر سے بلا کو
ٹالا۔ کامراج کا استیلا بڑہتا گیا اور وہ عادل شاہیہ ملک کو دباتا رہا۔ علی عادل شاہ
انتقام کے درپے ہوا۔ خردمندان صاف رائے اور وزراے عقدہ کشا مثل محمد کشور خاں
و شاہ ابو تراب شیرازی نے معروض کیا کہ آپ نے جو بیجانگر کے ہندوؤں کے زیر کرنے
کا ارادہ کیا ہے وہ عین صواب ہے لیکن یہ بات جبتک نہیں بنے گی کہ اہل اسلام کے شاہان
دکن باہم اتفاق نہ کرینگے۔ رام راج پاس لشکر و حشم بہت ہے اور اس کی مملکت کا محصول
ساٹھ بندرگاہوں سے اور بہت سے قلاع و ملاذ سے قریب بارہ کروڑ ہون کے آتا
ہے اور اس کی صولت و سطوت لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے ایسے شخص سے تنہا
مقابلہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ان پادشاہوں کے درمیان آپس میں ایلچی دوڑے
اور سب کے نزدیک یہ امر مسلم ہوا کہ سلاطین اسلام متحد ہو کر طریق موافقت اور
اتحاد کو مسلوک رکھیں۔ تاکہ قوی دشمن کے ہاتھ سے بچیں اور سلطنت محفوظ رہے
اور کرناٹک کے سارے راجہ جو بیجانگر کے راے کے مطیع ہیں انکا دست استیلا ممالک
اسلام کے دامن سے کوتاہ ہو اور بہت قوی اور دلیر رام راج کے شر سے رعیت کو جو
خدا کی امانت ہے محفوظ رکھیں۔ وہ بار بار اس ملک میں آن کر نہایت خیرہ ہو گیا ہے
غرض سب نے اس پر اتفاق کیا حسین نظام شاہ بحری نے علی عادل شاہ سے اپنی بیٹی
چاند بی بی کا نکاح کیا اور قلعہ شولاپور جہیز میں دیا۔ غرض شاہان دکن میں باہمی
اتحاد پر قسم و عہد ہو گیا۔ اب علی عادل شاہ نے رام راج پاس ایلچی بھیجکر

محاصرہ نہایت سختی سے ہوا۔ محاصرین نے خوب اس کا مقابلہ کیا۔ وہ اس امید میں تھے کہ برسات دشمنوں کو پرے ہٹا دیگی۔ ان کی امید پوری ہوئی کہ جب مینھ برسنے لگا تو آذوقہ اور غلّہ میں کمی ہوئی۔ قطب شاہ محصورین کی مدد غلّہ سے کرتا تھا۔ علی عادل شاہ نے محاصرہ کو چھوڑا اور پانچ چھ منزل چلا تھا کہ کشور خاں نے بیجانگر کے ہندوں کا استیلا دیکھ کر علی عادل شاہ سے کہا کہ شولاپور کا محاصرہ اس وقت مناسب نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ مفتوح ہوگا تو یقین ہے کہ رام راج ہمکو نہیں دیگا بلکہ وہ ممالک میں طمع کر کے فتنۂ عظیم اُٹھائیگا بہتر ہوگا کہ فسخ عزیمت کر کے نلدروگ میں قلعہ نہایت مستحکم بنائیں اور اس کے استظہار سے بتدریج قلعہ شولاپور کو فتح کریں۔ علی عادل شاہ نے اس تجویز کو مان لیا اور قلعہ کی دیواریں گچ و سنگ سے برسات میں بنالیں اور اس کا نام شاہ درگ رکھا۔ یہاں سے تینوں بادشاہ اپنے اپنے ملک کو رخصت ہوئے۔

دفعہ اول میں عادل شاہ نے جو حسین نظام شاہ بحری سے بہ تنگ آن کر رام راج سے مدد طلب کی تھی تو یہ عہد تھا کہ عداوت دینی کے سبب سے اہالی اسلام کو مضرت جانی نہ پہنچائیں اور دستبرد اور دستگیر نہ کریں اور مساجد کو خراب نہ کریں۔ مومنوں کے ننگ و ناموس کے متعرض نہ ہوں لیکن اس کے خلاف ان سے ظہور میں آیا کہ احمد نگر میں ہندوں نے مسلمانوں کی تخریب و تعذیب میں اور ان کی حرمت کی ہتک میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ جس کا اوپر بیان ہوا انھوں نے مسجدوں میں اُتر کر بت پرستی کی۔ باجے بجائے گانے گائے۔ علی عادل کو یہ باتیں ناگوار ہوئیں مگر اُن کے منع کی قدرت نہ تھی وہ تغافل کرتا تھا سوائے اس کے رام راج مسلمان بادشاہوں کو جزو ضعیف جانتا تھا ان کے ایلچیوں کو آنے نہ دیتا تھا اگر عنایت کر کے انکو بلاتا تو بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ ان کو خود سوار ہو کر پیدل پا بر کاب کچھ دور لے جاتا تھا۔ اور بہت انتظار کے بعد ان کو سوار ہونے کا حکم دیتا دوسری دفعہ جب لشکر کا کوچ نلدروگ کی طرف ہوا ہے تو رام راج کے سپاہی مسلمانوں سے استہزا اور تمسخر کرتے تھے

طریقہ کے موافق خطبہ ائمہ اثنی عشری کا پڑھوایا اور اذان میں لفظ علی ولی اللہ کا پڑھایا
اُس نے اور ولایتوں سے علما و فضلا اور ارباب کمال کو بلایا اسکو باپ سے ورثہ میں خزانہ
ڈیڑھ کروڑ ہون کا ہاتھ آیا تھا وہ تھوڑے دنوں میں خلق کو دیدیا۔

اول سال جلوس میں اس نے قلعہ شولاپور اور کلیان کو نظام شاہیوں کے ہاتھ سے نکالنا
چاہا اس لئے اس نے رام راج سے اتحاد کو ایسا بڑھایا کہ جب رام راج کا بیٹا مرگیا تو اُسکی
تعزیت کے لئے خود گیا۔ ۹۶۲ھ میں بیجاپور میں واپس آیا اور حسین نظام شاہ پاس ایلچی
بھیجکر پیغام دیا کہ دونوں قلعے شولاپور اور کلیان کے عنایت کیجئے اور دوستی و اتحاد کو قائم
رکھئے۔ نہیں تو میرے لشکر کے کوچ سے رعایا خراب ہوگی اور فتنہ عظیم برپا ہوگا۔
حسین نظام شاہ نے اس پیغام پر درشت سخن کہے۔ علی عادل شاہ نے اپنے علم کا رنگ زرد
بنایا تھا اب نظام شاہیوں کی طرح اس کا رنگ سبز بنایا اور ۹۶۶ھ میں رام راج کو کمک کیلئے
بلایا۔ احمدنگر کی طرف اُس نے کوچ کیا۔ حسین نظام نے قلعہ کلیانی دیکر علی عادل شاہ سے
صلح کرلی۔ رام راج اور علی عادل شاہ اپنے اپنے دارالملک کو چلے گئے۔ حسین نظام شاہ نے
قطب الملک سے اتحاد پیدا کیا تو علی عادل شاہ نے پھر رام راج سے استعانت لی اور
وہ پچاس ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے لے کر بیجاپور کو چلا۔ قطب الملک کا قاعدہ تھا
کہ وہ جانب غالب کا طالب تھا وہ رام راج اور علی عادل شاہ سے جا ملا۔ یہ دیکھ کر
حسین نظام شاہ احمدنگر کو دوڑ کر بھاگا۔ علی عادل شاہ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ جنیر میں
چلا گیا۔ تینوں بادشاہوں نے احمدنگر کا محاصرہ کیا اور چاروں طرف ملک غارت کرنے
کے لئے آدمی بھیجے۔ بیجانگر کے ہندوؤں نے ملک کو خوب لوٹا۔ عمارات کو اکھیڑا اور جلایا
مساجد میں گھوڑے باندھے اور انکی چھتوں کو جلایا۔ مصاحف کو جلایا۔

ابیات

همه شهر بازار احمدنگر — شد از صدمهٔ قهر زیر و زبر
همه کشته شد طعمهٔ چارپائے — نماند اندراں مرز چیزے بجائے

نظام شاہیوں کا حال

کہ سیف عین الملک نے کہا کہ جس فوج میں چتر ہو اس سے لڑنا نہیں چاہیئے تو ایک سید مغرور مرتضیٰ انجو نے کہا کہ چتر جنگ نہیں کرتا اس نے لڑنے کے لئے گھوڑا اٹھایا اور دشمن کو شکست دی اور ابراہیم عادل شاہ کو سوا اس کے کچھ نہ بن پڑی کہ رام راج کو سات لاکھ ہون بھیجیں۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی وینکٹادری کو دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے بھیجا سیف عین الملک نے اس پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ وینکٹادری کو جب یہ ارادہ معلوم ہوا تو اس نے سب چھوٹے بڑوں کو حکم دیا کہ ایک پارچہ چوب جس کا طول ساڑھے دس گز ہو لیکر اسکے سرے پر لتے تیل میں بھگو کر لگاؤ اور رات کو جس وقت غوغا برپا ہو سب بتیوں کو روشن کردیں۔ سیف عین الملک کو اسکی خبر نہ ہوئی اس نے صلابت خاں کو اور دو ہزار سواروں کو لیکر شب خون مارا تو بیجانگریوں نے ان فلیتوں کو روشن کرکے رات کا دن بنادیا اور ہزار آدمیوں کو مارا اور سیف عین الملک اور صلابت خاں کو بھگا یا۔ سیف عین الملک لشکر نظام شاہیہ کیطرف چلا گیا۔

انہیں دنوں میں ابراہیم عادل شاہ امراض متضاد۔ ناسور۔ بواسیر۔ وزلق الامعا تپ مطبقہ و دوران سر میں گرفتار ہوا۔ جس طبیب کے علاج سے کچھ اثر مرتب نہ ہوتا اوس کو مار ڈالتا۔ اس سبب سے یہانتک نوبت پہنچی کہ اوسکی ولایت کے سارے حکیم جلاوطن ہوئے اور دوافروشوں نے اپنے پیشہ کو ترک کرکے دکانیں بند کردیں وہ دو سال تک بیمار رہا ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء میں مرگیا۔ اس کی شاہی ۲۴ سال چند ماہ تھی اس کی اولادیں دو بیٹے علی اور طہماسپ تھے۔ علی ولیعہد تھا اور طہماسپ کا بیٹا ابراہیم عادل شاہ ثانی ہوا۔ ایک بیٹی مہتاب بی بی علی برید کی زوجہ اور دوسری بیٹی ہدیہ سلطان مرتضےٰ نظام شاہ کی منکوحہ تھی۔

ونکٹادری اور عین الملک کی لڑائی

ابراہیم عادل شاہ کی وفات

ابو المظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

ابراہیم عادل شاہ باپ کا مذہب چھوڑ کر شیعہ سے سُنی ہوا تھا۔ علی عادل شاہ باپ کا مذہب ترک کرکے سُنی سے شیعہ ہوا وہ باپ کے مرنے کے بعد جانشین ہوا۔ وہ بیجاپور سے باہر جہاں پادشاہ ہوا تھا وہاں قصبہ شاہ پور آباد کیا۔ اوس نے دادا پردادا کے

بادشاہ کا شیعہ ہونا

نظام شاہ اور عادل شاہ کے معاملات

شولاپور کے استخلاص کے فکر میں ابراہیم ہوا۔ اوس نے رام راج سے موافقت پیدا کی سیف
عین الملک سپہ سالار برہان نظام شاہ بحری سے متوہم ہو کر برہان عماد شاہ برار
پاس چلا گیا تھا۔ اس کو بھی دلفریب وعدے کر کے ابراہیم عادل شاہ نے اپنے پاس
بلا لیا اور اسد خاں لاری کی جگہ اس کو تفویض کی اور نقد و جاہ و منصب و جاگیر سے
سرفراز کیا۔ اسی ہڑبڑ میں خواجہ جہاں دکنی نے شاہزادہ علی بن برہان نظام شاہ
کے سر پر تاج رکھا وہ اس کی پناہ میں آیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اول اسکو احمد نگر کے تخت
پر بٹھائے اور پھر شولاپور کی تسخیر کے لئے جائے۔ سپاہ بیجاپور کوچ کر کے شاہزادہ علی کو بارہ ہزار
سوار نظام شاہی کے ساتھ سرحد کی طرف روانہ کیا یہ سوار حسین نظام شاہ کے غضب سے
ڈر کر بیجاپور میں آئے تھے اور احمد نگر کے اکابر اور اشراف کو نامے بھیجکر شاہزادہ علی کی شاہی
قبول کرنے پر ترغیب دی مگر نظام شاہی آدمیوں میں سے کسی ایک نے اس طرف توجہ
نہیں کی۔ حسین نظام شاہ برہان عماد شاہ کا کمکی لشکر لیکر سرحد کی طرف متوجہ ہوا
ابراہیم عادل شاہ نے برخلاف عادت چھ ہزار ہون سپاہ میں تقسیم کئے۔ اور
سیف عین الملک کے استظہار پر جنگ کا عازم ہوا۔ شولاپور کے میدان میں ایسی لڑائی
ہوئی کہ اُس زمانہ میں ایسی نہیں ہوئی۔ کسی نے ابراہیم عادل شاہ سے جا کر کہدیا
کہ سیف عین الملک نے گھوڑے سے اُتر کر اپنے صاحب قدیم کو سلام کیا اور بیڑہ پان کا
لیا کہ تجھے گرفتار کر کے اسکے حوالہ کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے کچھ جھوٹ سچ کی تحقیق نہیں
کی میدان جنگ سے چلا گیا۔ سیف عین الملک نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچا اور ابراہیم
عادل شاہ کے پیچھے گیا۔ جب اس نے سیف عین الملک کو دیکھا کہ وہ پیچھے آیا تو یہ جان کر
کہ وہ مجھ سے لڑنے آتا ہے۔ جلد بھاگ کر بیجاپور میں داخل ہوا۔ سیف الملک کو موقوف
کر دیا اور کہدیا کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اسلئے سیف عین الملک اور ابراہیم عادل شاہ
کی لڑائی ہونے لگی۔ ابراہیم عادل شاہ کا لشکر اس سے تین دفعہ لڑا اور تینوں دفعہ
شکست فاحش پائی۔ تیسری دفعہ میدان جنگ میں وہ خود چتر لگائے موجود تھا

اختراع تھا۔ ہاتھی دہنہ آہنی سے جیسا کہ چاہیئے مطیع نہیں ہوا اس لئے اس اختراع نے شہرت نہیں پائی اور اسکا رواج نہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اپنی بیٹی مہتاب بی بی کا نکاح علی برید سے کرکے اسکو اپنا دوست بنالیا۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کے درمیان دوستی ہوگئی۔ اس سبب سے ابراہیم عادل شاہ نے رام راج کے ایلچیوں کے ساتھ جو اوس پاس تھے ایسا سلوک کیا کہ وہ پریشان ہوکو بیجانگر کو بھاگ گئے اور اُنھوں نے رام راج سے کہا کہ برہان نظام شاہ سے جو آپ کی دوستی ہوئی ہے اس وجہ سے ابراہیم عادل شاہ نے ہمکو قتل کیا ہوتا ہم بڑی کوشش سے یہاں بچکر آئے ہیں رام راج ان اوضاع سے آشفتہ ہوا۔ برہان نظام شاہ کو پیغام بیجا کہ علی برید نے اپنے باپ کے خلاف انکی دوستی سے زیادہ ابراہیم عادل شاہ کی دوستی کو پسند کیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اسکی تادیب کی جائے اور قلعہ کلیان پر تصرف کیا جائے۔ برہان نظام شاہ نے قلعہ کلیان کو جاکر محاصرہ کرلیا۔ مگر یہاں قحط کے غلبہ کے سبب محاصرہ کو چھوڑکر احمدنگر چلا گیا اس کا حال واقعات نظام شاہیہ میں بھی بیان ہوگا۔

۹۵۹ھ میں رام راج رائے چور کی طرف متوجہ ہوا اور برہان نظام شاہ بھی اس سے جا کر ملا۔ دونو پادشاہوں نے رائچور کو امان دیکر لے لیا۔ مدگل کے قلعہ والوں نے یہ خبر سنکر قلعہ کی کنجیاں رام راج پاس بھیجدیں اُس نے یہ قلعی اپنے معتمد آدمیوں کے سپرد کرکے اپنے چھوٹے بھائی کو لشکر گراں کے ساتھ برہان نظام شاہ کے ہمراہ کیا کہ قلعہ شولاپور کی تسخیر کریں رام راج اپنے دار الملک کو گیا۔ برہان نظام شاہ نے قلعہ شولاپور کو ضرب توپ سے توڑ پھوڑ کر لے لیا اور پھر اسکو تعمیر کرکے ایک معتمد کو سونپ دیا۔ اور خود احمدنگر میں آیا برہان نظام شاہ بحری کی وفات کے بعد اس کا جانشین حسین شاہ ہوا اور اس میں اور ابراہیم عادل شاہ میں دوستی ہوگئی اور سرحد پر ملاقات ہوئی اور عہد و پیمان ہوئے اور اپنے گھروں کو گئے مگر یہ محبت جلد خصومت سے بدل گئی حسین نظام شاہ کے خوف سے خواجہ جہاں دکنی بیجاپور میں آیا اس کی سلسلہ جنبانی سے قلعہ

باالاتفاق برہان نظام شاہ اور رام راج کی چڑھائیاں عادل شاہ کے ملک پر

عبداللہ کے سر پر چتر رکھا اور برہان نظام شاہ و جمشید قلی قطب شاہ نے اسدخاں لاری پاس پیغام بھیجا کہ ابراہیم عادل شاہ کی ناہنجاری حد سے گذری اور آپ بھی اس سے دلگیر ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اسکی جگہ عبداللہ کو تخت پر بٹھائیں اور آپ کو اسکا اتالیق بنائیں آپ ہمارے پاس آئیں۔ اسدخاں لاری اس درخواست سے نہایت خفا ہوا تو برہان نظام شاہ اس کی مدد سے مایوس ہوا مگر تھوڑے دنوں میں یہ خبر آئی کہ اسدخاں بیمار ہے تو برہان نظام شاہ نے ایک برہمن کو مخفی بہت سا روپیہ دیکر بیلگام مخفی بھیجا کہ وہ اہل قلعہ سے ایسی سازش کرے کہ اسکے مرنے پر یہ قلعہ اسکو حوالہ کردیں۔ اسدخاں لاری اپنی حالت بیماری میں اہل قلعہ کے ارادہ سے واقف ہوا تو اُس نے اس برہمن اور ستر اور اسکے پٹھوں کو جنھوں نے روپیہ لیکر قلعہ دینے کا اقبال کیا تھا مار ڈالا۔ اس سبب سے یہ شہرت ہوگئی کہ سلطان لاری ابراہیم عادل شاہ کا طرفدار ہے تو سب نے شہزادہ عبداللہ کی خدمت کا عزم فسخ کیا۔ بندر گووہ کے پاس جو شاہزادہ کی جمعیت ہوئی تھی وہ اس خبر سے درہم و برہم ہوگئی اور اکثر آدمی اس سے جدا ہوگئے جب اسدخاں نے اپنے مرض کو مرض الموت جانا تو ابراہیم عادل شاہ کو بلایا وہ اس سے ملنے چلا۔ راہ ہی میں تھا کہ اسدخاں کے مرنے کی خبر اس پاس آگئی۔ شاہ اُسی رات بیلگام میں گیا اسکے پس ماندوں پر نوازش کی اور اسکے سب متروکہ پر متصرف ہوا۔ پرتگیزوں نے شاہزادہ کی جمعیت کو پریشان ہوتے دیکھا تو وہ اسکو پھر گووہ میں لے گئے اور بادشاہوں نے بھی اپنے اپنے مقام میں کوچ کیا۔

اسد خاں

اسدخاں لاری میں فراست و کاردانی کے اوصاف تھے وہ ضبط و ربط و حل عقد میں بےمثیل تھا اسکے ساتھ بیجانگر کے رائے اور اور شاہ یاری رکھتے تھے۔ مکاتبات اور ہدایا بھیجتے تھے اسباب جاہ و مکنت زر و جواہر اس قدر اس کی سرکار میں تھے جن کا حساب کرنا دشوار ہے۔ سو من چاول اور پچاس بھیڑیں و ایک سو مرغ روز کا دسترخوان تھا اس نے قبا و زین و خنجر کو ایجاد کیا۔ ہاتھی پر زین رکھ کر اور اسکے منہ میں لگام دیکے سوار ہونا اُسی کا

اسدخاں لاری کا حال

بازار سیاست کو گرم کیا اور بہت آدمیوں قتل کیا۔ شہزادہ عبد اللہ مشکل سے بھاگ کر
بندر گووہ میں گیا اور پرتگیزوں سے پہلے مانگی انہوں نے اسکی عزت و احترام میں کوشش کی
ابراہیم عادل شاہ کسی ظاہری تقصیر بغیر اسد خاں لاری سے بدگمان ہوا اور سمجھا کہ یہ شکستیں اسکے
نفاق سے ہوئی ہیں۔ اس پاس پروانہ التفات و میوہ بھیجنے کی جو رسم تھی اسکو برطرف کیا۔ اسد خاں
لاری نے یہ عریضہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں بھیجا ؎

چہ کردہ ام چہ شنیدی چہ دیدہ از من چہ شد چہ شد کہ بدینساں رمیدہ از من

اس بے اعتنائی کا سبب کیا ہے اور اس بے التفاتی کی وجہ کون ہے ؎

گر گناہے کردہ ام اینک سر و تیغ و کفن ورنہ بے موجب نشاید دوستاں آزردنی

ارباب غرض نے جو کچھ میری تقصیرات کو آپکے کان تک پہنچایا ہے میں ہر ایک بات کو سو
دفعہ اعتراف کروں۔ مگر تہمت سے بیخبر ہوں۔ اور گرگ یوسف کی طرح بے گناہ ہوں جو کچھ
وہ میری نسبت کہتے ہیں نہ وہ میری زبان پر گذرا نہ میرے دل میں آیا نہ میرے عقیدہ میں
ہے۔ مضرت اعدا سے بچنے کے لئے بندہ اپنے حصن میں رہا اور حضور کی خدمت میں نہیں حاضر
ہوا۔ اس بات کو کوتاہ نظر آدمیوں نے میری حرامخوری تبلایا اگر حضور مراحم و عاطفت فرما کر
حاضری کے لئے اشارہ فرمائیں تو میں دشمنوں کی خجلت و شرمندگی کے لئے حضور کی خدمت
میں حاضر ہوں ابراہیم عادل شاہ نے پھر اس پر التفات کیا اور اس کے متعلقین کو بھی طرح
بلگام بھیجنا چاہتا تھا کہ شاہزادہ عبد اللہ کا قصہ دکھڑا ہوا جس کے سبب سے انکے بھیجنے میں التوا ہوا
شہزادہ عبد اللہ کا قصہ اس طرح ہے کہ جب وہ بھائی کے جلاد غضب سے بھاگ بندر گووہ
میں گیا اور پرتگیزوں نے اسکو اپنے سر پر بٹھایا تو بیجاپور کے بعض آدمیوں کے اغوا سے
برہان نظام شاہ بحری و جمشید قلی قطب شاہ سے خصوصیت پیدا کی اور مدد کی التماس کی
وہ ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی رنجش سے واقف تھے یہ اسکے معزول کرنے
اور شہزادہ عبد اللہ کے نصب کرنے پر متفق ہوئے۔ اور ولایت بیجاپور پر متوجہ ہوئے
اور پرتگیزوں پاس آدمی بھیجکر شہزادہ عبد اللہ کو بلایا کہ بیجاپور کے تخت پر بٹھائیں۔ پرتگیزوں نے

منازعت کرنے کو بیٹھے ہیں وہ مصالحہ کریگا۔ جب اس کا خرخشہ مٹ جائیگا تو جمشید قلی کا دفع کرنا میرا کام ہے۔ اسد خاں لاری کی تدبیروں پر عمل ہوا اور وہ سب چل گئیں۔

اسد خاں لاری اور جمشید قلی قطب شاہ کی لڑائی

اب ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو بہت لشکر کے ساتھ جمشید قلی قطب شاہ کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ اسد خاں نے اول قلعہ کاکنی کو جسے قطب شاہ نے بنایا تھا محاصرہ کیا۔ اور جبر و قہر سے لے لیا اور بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور کوئی نشان اسکا باقی نہ رکھا۔ پھر وہ قلعہ اتیگیر کی طرف متوجہ ہوا۔ جمشید قلی نے حوالی قلعہ گلکنڈہ میں اسد خاں لاری سے مقابلہ کیا اور لشکر تلنگ کو شکست ہوئی اور جمشید قلی اسد خاں کی تلوار سے زخمی ہوا اسد خاں لاری فتح پاکر بیجاپور میں آیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی

سنہ ۹۵۱ھ (۱۵۴۴ء) میں رام راج کی تحریک سے برہان نظام شاہ حسن آباد گلبرگہ کی تسخیر کا عازم ہوا اور اس کا محاصرہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ لشکر جمع کر کے اسکے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور بھیوڑہ (بھیما) ندی کے کنارہ پر پہنچا۔ برہان نظام شاہ کی سپاہ کنارہ پر ایسی محیط تھی کہ اوس کو دو تین مہینے تک عبور کرنے نہ دیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے یہ تنگ ہوکر برسات کے آخر میں جبراً و قہراً دریا سے عبور کیا اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی اور ابراہیم کو فتح ہوئی اور دشمن کے گھوڑے ہاتھی ہاتھ آئے اس فتح سے ابراہیم کا دماغ عرش پر پہنچا اور شراب کے نشہ میں برہان نظام شاہ اور اس کے ایلچیوں کو گالیاں دیتا اور ارباب دخل کو تھوڑے سے قصور پر مارتا باندھتا سنہ ۹۵۲ھ (۱۵۴۵ء) میں برہان نظام شاہ ولایت علی برید میں قلعہ اوسہ و قندہار کی دار و گیر میں مشغول ہوا۔ علی برید نے عادل شاہ کو قلعہ کلیان دیکر اس سے کمک چاہی۔ ابراہیم عادل شاہ اسکی مدد کو دوڑا گیا اور چھ مہینے دو دفعہ شکست فاحش پائی اور اثاثہ سلطنت کھویا ابراہیم عادل شاہ نے ان شکستوں کا سبب یہ خیال کیا کہ اس کے نزدیک مقرب و ارباب دخل و رنگ ہیں اس نے دو تین مہینے میں چالیس برہمنوں اور ستر مسلمانوں کو مار ڈالا۔ خلائق اوسکے اوضاع سے متنفر و خائف ہوئی۔ بعض نے یہ قرار دیا کہ اسکے بھائی شہزادہ عبد اللہ کو تخت پر بٹھائیں یہ خبر پہلے اس سے کہ ارادہ قوۃ سے فعل میں آئے اس کے کان تک پہونچ گئی تو اوسنے اور

شہزادہ عبد اللہ اور سلطان کی لڑائی

صفائی ابراہیم عادل شاہ سے کرائی وہ اس پاس چلا گیا۔ سلطان ابراہیم نے اوسکو گلے لگایا اس کا منصب و جاہ زیادہ کیا پھر لڑائی شروع ہوئی۔ امیر برید کا انتقال ہوا۔ شاہ طاہر نے واسطہ بن کر صلح کرا دی نظام شاہ نے ساڑھے پانچ پرگنے شولاپور کے عادل شاہیوں کے حوالہ کئے اور ہر ایک اپنے مقام کو چلا گیا۔

سنہ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ میں ابراہیم عادل شاہ نے عماد شاہ کی بیٹی رابعہ سے نکاح کیا۔ برہان نظام شاہ نے شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنوں کے نکل جانے کی غیرت کے مارے استراحت اور آرام کو اپنے اوپر حرام کیا تھا۔ اسنے رام راج و جمشید قلی قطب شاہ سے لطائف الحیل کے ساتھ اتفاق کیا اور علی برید اور خواجہ جہاں دکنی کو ساتھ لیا اور ساڑھے پانچ پرگنوں پر متصرف ہوا قلعہ شولاپور کا محاصرہ کیا اور ولایت کی سرحد کو خراب کیا۔ کئی دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی سپاہ کو شکست دی۔ جمشید قلی قطب شاہ نے بھی برہان نظام شاہ کی تحریک سے ولایت بیجاپور پر لشکر کشی کی اور پرگنہ کاکنی میں ایک حصار نہایت مستحکم بنا کے ولایت گلبرگہ تک وہ متصرف ہوا اور قلعہ اتیگیر کا محاصرہ کیا۔ اور ایسے ہی برہان نظام شاہ کی دلالت سے رام راج نے اپنے بھائی وینکٹادری کو سپاہ گراں کے ساتھ قلعہ انجور کی تسخیر کے واسطے تعین کیا اب ابراہیم شاہ نے دیکھا کہ اسکی مملکت کی کشتی چار موجہ بلا میں گرفتار ہوئی سب سمتوں سے طوفان بلا نے آگھیرا تو بحر حیرت میں غوطہ کھایا۔ اسد خاں لاری کو بلگواں (بیلگام) سے بلایا اس نے بتایا کہ حقیقت میں برہان نظام شاہ دشمن ہے اور سب اس کے طفیل سے اس ملک کے متعرض ہوئے ہیں۔ اول برہان نظام شاہ کے فتنہ کا انتظام کرنا چاہئے پھر اوروں کے دفع کرنے کا علاج کرنا چاہئے۔ برہان نظام شاہ کا علاج یہ ہے کہ ساڑھے پانچ پرگنے جو مایہ نزاع ہیں اسکو دیدئے جائیں۔ پھر نہایت فروتنی اور تواضع کے ساتھ ایک نامہ رام راج کو بھیجنا چاہئے اور پھر اور رایوں پاس بھی تحائف ایلچیوں کے ہاتھ بھیجنے چاہئیں۔ کرناٹک کی رائے تھوڑی تواضع سے بہت خوش ہو جائینگے اور دوستی کا دم بھرنے لگیں گے۔ خصوصاً رام راج کہ جبکا اپنا ملک ابتک خلل سے خالی نہیں۔ اور اطراف کی رائے اُس سے

برہان نظام شاہ کی لشکر کشی

زن و فرزند کو خلاص کرلے۔ غرض اس نے اسد خاں سے صلح کرلی۔ ابراہیم عادل شاہ نے گھوڑے ہاتھی جو لڑائی میں ہاتھ لگے تھے وہ اسد خاں لاری کو دیدئے اور اس کے قدر و جاہ کے پایہ کو بلند کیا۔ اس سے یوسف شحنہ دیوان کہ منصب وکالت اور میر جملگی رکھتا تھا اس کو اسد خاں سالاری پر رشک نے حسد پیدا ہوا اس نے بادشاہ سے خلوت میں عرض کیا کہ اسد خاں لاری اتحاد مذہبی کے سبب سے برہان نظام شاہ سے اخلاص رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ حلقہ بلگواں (بلگام) اس کو دے کر اس کا حلقہ بگوش بنے۔ ابراہیم عادل شاہ نے جھوٹ سچ کی تحقیق بغیر حاسد کی بات کا یقین کرلیا اور یہ ٹھہرایا کہ شاہزادہ علی کے ختنہ میں اس کو بلگواں سے بلا کر مقید کرنا چاہئے مگر یہ بات کھل گئی۔ جب اس کی طلب کا فرمان جاری ہوا تو اس نے بیماری کا بہانہ بنایا اور نہ آیا تو پھر اس کے مسموم کرنے کا ارادہ ہوا اس کا اثر کچھ مرتب نہ ہوا پھر یوسف ترک شحنہ کو بلگوان کے ہمسایہ میں جاگیر دی گئی کہ بوقت فرصت وہ اس کو تزویر و حکمت سے اسیر و دستگیر کرے۔ غرض اس طرح اسد خاں لاری اور یوسف ترک شحنہ میں سخت جنگ ہوئی جسمیں اسد خاں لاری کا پلہ بھاری رہا۔ یوسف ترک شحنہ ابتر و پریشان بھاگا۔ اظہار التفات کے لئے ابراہیم عادل شاہ نے یوسف ترک شحنہ کو مقید کیا اور اسد خاں لاری کو لکھا کہ اس کی بے ادبی سے ہماری خاطر نہایت آزردہ ہے۔ تم اس کو جو چاہو سزا دو۔ اسد خاں لاری معاملہ سے خبر رکھتا تھا اس نے لکھا کہ تقصیر بندہ سے واقع ہوئی امید عفو ہے۔

سنہ ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء میں برہان نظام شاہ امیر برید کو ہمراہ لیکر احمد نگر سے چل کر حوالی برندہ میں خواجہ جہاں دکنی سے ملا اور ساڑھے پانچ پرگنے زین خاں کے کہ شولاپور کے تحت میں تھے عادل شاہیہ آدمیوں کے قبضہ سے نکالے گئے اور خواجہ جہاں دکنی کے آدمیوں کے حوالہ کئے جب برہان نظام شاہ بلگوان (بلگام) کے حوالی میں آیا تو اسد خاں چھ ہزار سواروں کے ساتھ اس سے ملا جس سے برہان نظام شاہ مستظہر ہوا اور اس نے غارت کی آگ مملکت عادل شاہیہ میں بھڑکائی۔ علاء الدین عماد شاہ نے اسد خاں لاری کی

اسد خاں لاری کی بغاوت

برہان نظام شاہ کا حملہ

ابراہیم عادل شاہ کی غرض فقط ہوج نربل راج کی رفاہیت تھی اس لئے اُسنے مبالغ مذکور لیکر مراجعت کی اب ہی وہ دریا کرشنا سے اترنے نہ پایا تھا کہ رام راج اور کل امرا نقض عہد کرکے باد و برق کی طرح بیجانگر میں آئے۔ اور تمام اندرونی خیل وحشم کو جو شہر کی محافظت کرتے تھے۔ بعض کو طمع زر دیکر اور بعض کو تہدید کرکے ہوج نربل راج سے برگشتہ کیا اور مستقر کیا کہ اس کو گرفتار کرکے اس کے حوالہ کریں تاکہ اُس سے رائے زادہ کے خون کا قصاص لیا جائے اس صورت میں ہوج نربل راج نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے نکل گیا اور فرار کی راہ محض مسدود ہے تو اس نے تمام گھوڑوں کی کوچین کاٹین۔ اور ہاتھیوں کو اندھا کیا۔ جواہر جو از قسم یاقوت و الماس وزبرجد وغیرہ قرنوں کے اندوختہ تھے۔ چکیوں میں ان کو پیسکر آٹا بنایا اور خاک میں ملایا جسوقت دروازہ بانوں نے دروازوں کو کھولا اور رام راج شہر میں آیا ہوج نربل راج نے اپنے سینہ میں خنجر مار کر اپنے تئیں ہلاک کیا تو رام راج بے منازعت وجیانگر کے تخت پر ہو بیٹھا

ابراہیم عادل شاہ نے حقیقت حال پر آگاہ ہوکر اسد خاں لاری کو تمام لشکر کے ساتھ قلعہ ادونی کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ اس اثنا میں رام راج کا بھائی وینکٹا دری سوار اور پیادے لے کر اسد خاں لاری کے مدافعت کے لئے آیا۔ اسد خاں محاصرہ چھوڑ کر اس سے لڑنے گیا۔ حرب صعب کے بعد اسد خاں نے معرکہ سے عنان موڑی اُس کا تعاقب سات فرسخ تک دشمنوں نے کیا اتنے میں رات ہوگئی۔ لشکر منہزم و منکسر سے ایک فرسخ پر وینکٹا دری آن کر سو رہا کہ اسد خاں لاری نے چار ہزار سوار لے کر اس پر شبخون مارا اول دشمنوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر مسلمانوں کے تیروں کی ضرب سے دشمنوں نے فرار پر قرار اختیار کیا۔ بیجانگریوں کے بڑے ہاتھی وینکٹا دری کے زن و فرزند وغیرہ اسد خاں کے ہاتھ آئے۔ وینکٹا دری نے اپنے پراگندہ سوار و پیادہ جمع کرکے اسد خاں کے لشکر سے چھ فرسخ پر اپنا خیمہ گاہ بنایا اور اپنے عریضہ میں کیفیت واقعہ لکھ کر رام راج پاس بھیجکر کمک طلب کی اس نے لکھا کہ ابھی مجھے اطراف کے ایوں سے فرصت نہیں ہے جس طرح تجھ سے ہوسکے اسد خاں لاری سے صلح کرکے اپنے

قلعہ ادونی پر لشکر کشی

کو گھوڑے نکال کر راجہ بنایا اس کے ماموں اور ہوج نربل راج کو اپنے ساتھ متفق کر کے اپنے تئیں وزیر بنایا اور خیل و حشم کے تیار کرنے میں مشغول ہوا۔ وہ رائے کہ رام راج سے خائف تھے بہت جلد آن کر وارث ملک سے مل گئے۔ بیجانگر میں ایک جمعیت عظیم ہو گئی ہوج نربل راج نے اس غلام کو اس بہانہ سے مار ڈالا کہ وہ رام راج کا یار و یاور ہے اعتماد کے قابل نہیں ہے رام راج سے صلح چاہی۔ رایوں نے بیچ میں پڑ کر یہ تجویز کی کہ پایۂ تخت بیجانگر تو رائے زاد پاس رہے اور جو ولایت کہ رام راج کے تصرف میں بالفعل ہے وہ اس پاس رہے اس پر رام راج دم بخود ہو رہا۔ رائے اپنی اپنی ریاستوں کو گئے رائے زاد کے دیوانہ ماموں کو سروری کا خبط ہوا اس نے خواہرزادہ کا دم گھونٹ مار ڈالا اور خود مسند شاہی پر ہو بیٹھا۔ اور غرور و نخوت کو اپنا پیشہ بنایا اور چھوٹے بڑے امیروں کے ساتھ بدمعاشی شروع کی۔ امراء نے اس سے متنفر ہو کر رام راج سے ابواب دوستی کشادہ کئے اور اس کے آنے کی درخواست کی۔ جب ہوج نربل راج کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے چھ لاکھ ہون نقد اور تحائف ابراہیم عادل شاہ پاس ایلچی کے ہاتھ بھیجے اور کمک کی التماس کی اور وعدہ کیا کہ ہر منزل پر ایک لاکھ ہون نذر دونگا۔

۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء میں ابراہیم عادل شاہ بیجانگر کی طرف روانہ ہوا۔ رام راج نے ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی کا سبب معلوم کر کے مکر و تزویر سے یہ تدبیر کی کہ ایک نامہ ہوج نربل راج کو لکھا جسمیں اپنی اطاعت کا اور اپنے کئے کی پشیمانی کا اظہار تھا اور یہ پیغام تھا کہ اگر سپاہ اسلام اس مرز بوم میں قدم رکھیں گے تو اُن کے گھوڑوں کے سموں کے صدمے سے ہمارے گھر اور معابد انہدام ہونگے اور شاہان بہمنیہ کے زمانہ کی طرح سب امیروں اور غریبوں کے بچے اسیر و دستگیر ہوں گے مناسب یہ ہے کہ معتمد آدمی ابراہیم عادل شاہ پاس بھیجکر مراجعت کے لئے التماس کرو اس کے بعد بندہ آئندہ فرمان بری کے لئے موجود ہے ہوج نربل راج پچھتایا کا باوا تھا۔ وہ رام راج کے دم میں آگیا اور چوالیس لاکھ ہون نقد اپنے وعدہ کے موافق ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں بھیجکر معاودت کی التماس کی

مارڈالا۔ اسی طرح تین بچوں کو بعد ایک دوسرے کے تخت پر بٹھایا اور انکو مارڈالا کسی کا مقدور نہ تھا جو کچھ دخل دیتا۔ ٹما کی مٹھی میں سارا خزانہ تھا۔ سپاہ پر وہ حکمران تھا۔

رام راج کا تخت پر بیٹھنا

اس اثنا میں ٹما نے اپنے بیٹے رام راج کا بیاہ دیورائے کی پوتی سے کیا جس سے رام راج کو تخت نشینی کا حق ایک طرح کا پیدا ہوا۔ ٹما کی ساری سازشوں کا جزو اعظم یہ امر ہوا کہ آخر کو رام راج راجہ ہوا۔ اور محل کے تاریک مکانوں میں بے گناہوں کا قتل ہوا۔ شاہی خاندان کے تمام ذکور قتل ہوئے۔ مگر سادہ لوح نربل اور ایک بچہ جس کی ننھیال اس خاندان میں تھی بچ گئے۔

رام راج تخت پر بیٹھ گیا اور کوئی اس کا مانع و فراہم نہیں ہوا۔ اگر وہ امرا اور اعیان سلطنت کے ساتھ وہ سلوک برتا جو راجاؤں کو چاہئے تو عمر بھر راج کرتا مگر اوس کا دماغ ایسا آسمان پر چڑھا کہ امرا کے ساتھ نخوت سے پیش آیا جس سے اون کو ایسی نفرت پیدا ہوئی کہ انہوں نے اس غاصب کو معزول کرکے راجہ کے خاندان میں سے کسی کو راجہ کرنا چاہا۔

رام راج کی سازشیں

اب رام راج کی سلطنت اور جان دونو معرض خطر میں آئیں اس نے اپنے تئیں اس طرح بچایا کہ امرا کی درخواست کے موافق راجہ کے خاندان میں سے ایک بچہ کو تخت پر بٹھایا اور لڑکے کے ماموں کو جس کا نام ہوج نربل راج تھا اور جنون سے خالی نہ تھا امارت کے درجہ پر مقرر کیا اور اس طفل کی پرورش اس کے سپرد کی اور اس سے عہد و پیمان کرلئے خود اس نے امرا سرکش کو تباہ کیا اور کوئی اثر ان کا باقی نہیں رکھا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک کو قوی کرکے بیجانگر اور رائے زاد کو اسکے حوالہ کیا اور خود ان رایوں کے استیصال میں مصروف ہوا جو اسکی شاہی کے مانع تھے اور آراستہ سپاہ لیکر اطراف ممالک میں گیا انمیں سے کئی ایک رایوں کو مستاصل کیا۔ ان اطراف کے حصاروں میں سے ایک حصار کا محاصرہ کر رہا تھا کہ محاصرہ کو طول ہوا جو روپیہ ساتھ لایا تھا وہ سب اوٹھ گیا اس لئے اپنے غلام کو لکھا کہ پچاس لاکھ ہون وہ بھیجدے۔ غلام نے جو خزانہ کھولا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہاں جواہر و خزانے بے شمار نظر آئے۔ دل میں اسنے علم بغاوت بلند کیا۔ اور نبیرہ اچی رائے

وہ پراگندہ ہو کر گجرات و دکن و احمدنگر میں چلے گئے۔ ایک اور بڑا تغیر یہ تھا کہ حساب کا دفتر جو فارسی زبان میں تھا اوس کو موقوف کیا اور اوس کی جگہ مرہٹی میں حساب مقرر اس خیال سے کیا کہ تمام دہات کے محاسبین اور مال کے کاموں کے افسروں و تحویلداروں کی زبان مرہٹی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد کا واقعہ عظیم یہ ہے کہ سُنی و شیعہ کے باہمی فساد کے سبب مرہٹوں کا اقبال چمکا۔ ہندو بالکل احمدنگر اور بیجاپور کے شاہوں کے ایسے مغلوب ہو گئے کہ سر نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ ان کا راج دیوگیری کا بالکل محکوم اور رعیت بن گیا تھا۔ مگر مرہٹوں کی ملازمت پر مسلمان اعتماد کرتے تھے۔ یوسف عادل شاہ نے بارہ ہزار پیادوں کا افسر ایک مرہٹے کو مقرر کیا۔ بعد اس کے ان کو دیسیوں میں ملازمت کے صیغہ میں بڑا حصہ ملا۔ مسلمان انکو بر گی کہتے تھے۔ ان کے لڑنے کی وضع ایسی تھی کہ وہ دشمنوں پر تاخت و تاراج خوب کرتے تھے۔ رات کو دشمنوں کے لشکر میں چوروں کی طرح جا کر جانداروں کی جانوں کا نقصان بہت کرتے تھے۔ اس بادشاہ نے بہت دفعہ دشمنوں کی غارت گری کے لئے انکو مامور کیا رام راج والی وجیانگر بھی آدمیوں کو بھیجکر اکثر مغلوں کو استمالت کے ساتھ اپنے پاس بلاتا تھا

ابراہیم عادل شاہ کی عہد سلطنت میں وجیانگر کی سلطنت تہ و بالا ہوئی۔ اوس میں بڑی بڑی سازشیں اور بہت خونریزیاں ہوئیں جس کی داستان بڑی ہولناک ہے اس سے وہ انقلاب ہوا جو ہندوؤں کی سلطنت میں اکثر ہوتا ہے کہ راجہ کے خاندان سے وزیر کے خاندان میں سلطنت منتقل ہوتی ہے نہایت قدیمی زمانہ سے ایشیائی شاہی خاندان میں خدا کی مار یہ چلی آتی ہے کہ ارکان سلطنت آپس میں بیوفا اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں۔ اور وہ سلطنت کو برباد کر دیتے ہیں۔ کبھی آپ مُلک کے مالک ہو جاتے ہیں۔ کبھی غیروں کو ملک دلا دیتے ہیں۔

دیو رائے کا وزیر تما (بھیما) تھا۔ جب دیو رائے مرگیا تو اُسکا بیٹا کوئی اتنا بڑا نہ تھا کہ وہ وجیانگر کے راج کا کام کافی کرسکتا۔ تما نے اسکے ایک چھوٹے بچے کو تخت پر بٹھایا اور اُسکے نام سے خود سلطنت کرنے لگا۔ جب اس لڑکے میں سلطنت کرنے کی قابلیت پیدا ہوئی تو اُسے

گذرانے لگا وہ کام کرنے لگا کہ پادشاہوں کو سزاوار نہیں ہی ساری خلقت اُس سے متنفر ہونے لگی۔ متقی و بزرگ آدمیوں کے پسروں کو خواہی نخواہی پکڑ وا بلواتا۔ ایک دن یوسف ترک شحنہ دیوان کے بیٹے کو طلب کیا۔ باپ بیٹے کے جانے کا مانع ہوا تو ملو ایسا غضب میں آیا کہ ایک جماعت کو بھیجا کہ اسکے بیٹے کو قہر و جبر سے پکڑ لائیں اور اگر یوسف شحنہ دم مارے تو سر اسکا تن سے اُڑائیں یوسف شحنہ امرائے تاج پوش میں سے تھا اس لئے ملو سے آدمیوں کی خوب تادیب کی غرض بولوجی داوی اور اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کی کوشش سے ملو عادل شاہ مکحول ہوا اور ابراہیم عادل شاہ اسکا بھائی فرماں روا ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

لکھتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا شجاع تھا۔ اور بے باک ایسا تھا کہ سیل کی طرح نشیب و فراز سے نہیں ڈرتا تھا۔ جیسا قہر و غضب میں اُسکا شہرہ تھا ویسا ہی حلم و خلق میں وہ بلند آواز تھا۔ جب سے خزانہ شاہی کی کنجی اسکے ہاتھ میں آئی تھی اجل تک لشکر کشی اور صف آرائی میں مشغول رہا۔ ~~~ ملک را گر قرار خواہی داد ؎ تیغ را بے قرار باید کرد۔ پر اسکا عمل تھا اس دفعہ وہ نظام شاہیوں سے لڑا اور ہر لڑائی میں وہ موجود تھا اُس نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا خطبہ سے ائمہ اثنا عشریہ کے نام نکال ڈالے اور حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کو رواج دیا۔ طائفہ امامیہ کے شعار کو برطرف کیا تاج دوازدہ ترک کہ اس زمانہ میں سپاہ شیعہ کا شعار تھا اسکو حکم دیا پھر کوئی سر پر نہ رکھے اور پردیسی امرا میں سے سوائے اسد خاں لاری اور خوش گلای آقا رومی اور شجاعت خاں گرد کے سب کو موقوف کر دیا۔ اور امارت سے معزول دکنی و حبشی انکی جگہہ مقرر کیئے۔ نظام شاہیوں اور عماد شاہیوں کی طرح کورہ رادت کیا۔

تین ہزار پردیسی نوکر خاصے کہ ہمیشہ ملازم درگاہ رہتے تھے انمیں سے چار سو کو نوکر رکھا اور باقی سب کو موقوف کیا وہ پراگندہ ہوکر گجرات و دکن و احمد نگر میں چلے گئے۔

ابراہیم عادل شاہ کے انتظامات

بیدر مجھے دیئے ہیں۔ سزاوار دولت یہ ہی کہ میرے کہنے سے آپ باہر نہ ہوں۔ حال اور مستقبل کو ماضی پر خیال نہ کرکے گوشہ نشینی اور سلامتی کو بہترین امور جانیں اسمٰعیل عادل شاہ نے ایلچی کو رخصت کیا اور کہلا بھیجا کہ میدان جنگ میں آئے۔ غرض برہان نظام شاہ پچیس ہزار سوار اور توپخانہ اور امیر برید کو ساتھ لے کر اسمٰعیل بادشاہ کی سرحد پر آیا۔ اور یہ بھی بارہ ہزار سوار لیکر اس سے لڑنے گیا اسد خاں لاری نے صفِ جنگ کو آراستہ کیا۔ نہایت سخت جنگ ہوئی قاعدہ ہی کہ ایک غالب دوسرا مغلوب ہوتا ہی اسمٰعیل عادل شاہ کو فتح ہوئی پھر ان دونوں میں آپس میں صلح ہوگئی کہ سلطان قلی قطب شاہ برہان نظام شاہ بحری و علاء الدین عماد شاہ اپنی اپنی ولایت پر متصرف ہوں۔ اور باہم یک دل و دوست رہیں ۹۴۰ھ؁ میں اسمٰعیل بادشاہ نے امیر برید کو اپنا طرفدار بنا لیا اور اسکو ساتھ لیکر تلنگ کو روانہ ہوا۔ نلکنڈہ تلنگ کے مشہور قلعوں میں سے ہی اور سرحد پر واقع ہی اسکا محاصرہ کیا۔

سلطان قلی قطب شاہ خود تو اپنی دار لحکومت گل کنڈہ سے نہیں ہلا مگر اہل حصار کی حمایت کے لیئے بہت پیادے اور سوار بھیجدیئے۔ اسد خاں لاری اور رہائی تلنگ کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں اور ہر دفعہ اسد خاں کو فتح ہوئی قریب تھا کہ حصار فتح ہو کہ اسمٰعیل عادل شاہ بیمار ہوا گلبرگہ کو روانہ ہوا کہ روز چہارشنبہ ۱۶- ماہ صفر ۹۴۱ھ؁ ۱۵۳۴ کو موت آگئی۔

امیر سید احمد ہروی سے منقول ہی کہ اسمٰعیل بادشاہ حلیم و کریم و سخی تھا و اپنی علو ہمت سے مملکت کے دخل و خرچ کو نہ دیکھتا اور اغماض کا طریقہ رکھتا۔ کبھی فحش لفظ زباں پر نہ لاتا۔ ہمیشہ علماء و فضلاء و شعراء سے صحبت رکھتا انکی مراعات کو واجب جانتا۔ علم موسیقی و علم شعر میں مہارت رکھتا۔ وفائی تخلص کرتا۔ کسی نے سلاطین دکن میں سے اسکی برابر متانت و لطافت سے سخن نہیں کیا

نلکنڈہ و قلعہ پر لشکر کشی

اسمٰعیل عادل شاہ کی وفات و خصائل

ملو عادل شاہ ابن اسمٰعیل عادل شاہ

اسمٰعیل عادل شاہ کی وصیت کے موافق ملو عادل خاں اسکا جانشین ہوا۔ وہ تخت پر بیٹھتے ہی شرب خمر اور استماع نغمہ میں مصروف ہوا۔ اور ہزل و بازی میں رات دن

ہونے پر خود گواہی دیتا ہوں اگر آپ مجھے جان کی اماں دیں تو قلعہ احمد آباد بید ر
دیتا ہوں جسکے کنگرے پر کسی صاحب اقتدار نے ابتک تسخیر کی کمند نہیں ڈالی ہے
اور اسکے ساتھ خزانے اور دفینے حوالہ کرتا ہوں اسمٰعیل شاہ نے بحکم العفو زکاۃ الظفر
امیر برید کی بات کو مان لیا امیر برید نے اپنے بیٹوں پاس آدمی بھیجا کہ قلعہ حوالہ کردو۔
اُنہوں نے باپ کو جواب دیا کہ تو بڈھا سترا بہترا ہوگیا ہے چند روز تیری زندگی کے
باقی ہیں انکے لئے ایسا قلعہ ہاتھہ سے نہیں دیا جاسکتا۔ غرض انکی یہ تھی کہ دفع الوقت
کریں اسکے پیچھے باپ پاس ایک معتمد بھیجا کہ اگر اُس کی جان بغیر قلعہ دیئے کسی طرح
نہ بچ سکے تو ہم اس قلعہ کو اسکی جان پر سے صدقہ کرینگے امیر برید دل میں تو مطمئن ہوا
مگر ظاہر میں بیٹوں کی شکایت کی تو پھر دوبارہ اسکے قتل کا حکم صادر ہوا اور مست ہاتھی آیا
کہ اسکے پانوں تلے اُسے ڈالیں تو امیر برید نے کہا کہ مجھے اس برج پاس لیجا کر کھڑا
کریں کہ میں اپنے بیٹوں سے خود باتیں کروں۔ غرض اسنے بیٹوں سے باتیں کرکے
اس شرط پر قلعہ حوالہ کرادیا کہ اسکی عورتیں اور فرزند دروازہ سے باہر بغیر کسی زد و کوب
اور تلاشی کی چلی جائیں یہ عورتیں اپنے برقعوں میں بہت دولت وجواہر شاہان بہمنیہ
چھپا کے لے گئیں۔ قلعہ میں اسمٰعیل عادل شاہ آیا اور شکر الٰہی بجالایا۔ اور شاہان بہمنیہ
کی سند پر بیٹھا۔ شاہزادہ ملوخاں اور ابراہیم خاں کو اسد خاں لاری کے ہمراہ علاء الدین
عماد شاہ پاس بھیجدیا اور جو کچھہ دولت اُسکے ہاتھہ آئی تھی وہ سب تقسیم کردی۔ اسمٰعیل عادل
شاہ نے بیجاپور میں جاکر امیر برید کو احمد آباد بیدر اس شرط سے دے دیا کہ قلعہ کلیان قندھار
اسکے اہل کارواں کو سپرد کردے۔ امیر برید نے ان قلعوں کی کنجیاں نہ حوالہ کیں
تو سنہ ۹۳۸ میں اسمٰعیل عادل شاہ ان قلعوں کی تسخیر کا عازم ہوا مگر برہان نظام شاہ
کی سفارش سے وہ اس ارادہ سے باز رہا۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی لڑائی

جب برہان نظام شاہ کی سلطان بہادر سے خاطر جمع ہوئی اور خطاب شاہی اور
چتر پایا تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کو پیغام دیا کہ بہادر گجراتی نے مملکت برار اور احمد آباد

سب بے ہوش پڑے ہیں ہم انکی تلواریں اور دستاریں اپنے اس قول کے سچّے ثابت کرنے
کے لئے لائے ہیں - اسد خاں لاری پانچ سوار اور پچاس پیادے لیکر امیر برید کے دربار
میں گیا وہاں دیکھا کہ شراب کے سبو ہر طرف ٹوٹے پڑے ہیں اور پاسبان بنگ و بوزہ
و شراب میں مست ہو کر سو رہے ہیں - خود وہ امیر برید کے خیمہ میں گیا وہاں اندر باہر سے
بھی بد تر حال تھا - امیر برید پلنگ پر مست و مدہوش پڑا تھا اور گویّوں اور ناچنے والوں
نے قَیں کیں تھیں انہیں سے وہ اوندھے سیدھے پڑے تھے اسد خاں اس پر جہاندیدہ
و عاقل کاردان کی چارپائی اُٹھا کر لے چلا اور اپنی فوج میں آیا - ابھی آدھی رات
باقی تھی اس نے کہا کہ اگر قتل و تاراج میں مشغول ہوتے ہیں تو مسلمان اور کافر کی تمیز
نہیں ہوگی صبح تک مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر ضائع ہوگی - اب گوہر مقصود ہاتھہ آگیا ہے
مناسب یہ ہے کہ شبخون نہ ماریں اس شکار کو پادشاہ پاس لے چلیں - غرض وہ امیر برید
کے پلنگ کو لیکر چلے - رستہ میں اوسکو کچھہ ہوش آیا تو اُسنے جانا کہ جن مجھے
اٹھائے لیئے جاتے ہیں - فریاد مچائی - اسد خاں لاری نے اسکو تسلّی دی کہ یہ جن کی
سپاہ نہیں ہے - بندہ اسد خاں لاری ہے پھر اُسنے تمام قصہ بیان کرکے اسکو سرزنش
و ملامت کی کہ تیرے سر پر دشمن پڑا ہو اور تیرا یہ سن و سال ہو اس رسوائی سے شراب
پینے کے کیا معنی ہیں - ؟ - اس نے کچھہ جواب نہیں دیا - اسمٰعیل عادل شاہ کے دربار
میں وہ دست و گردن بستہ پیش کیا گیا - اور دو گھنٹے تک دھوپ میں کھڑا رکھا گیا -
متقدمین و متاخرین کی تصنیفات میں ایسا واقعہ عجیب پڑھنے میں نہیں آیا کہ کسی شخص صاحب
سکہ و خطبہ کو خوابگاہ میں سے اس حال سے دشمن لے جائیں اور اسکی سپاہ اور خیل
غفلت سے کچھہ کام نہ کریں - اسمٰعیل عادل شاہ اُس سے نہایت آزردہ تھا - اسکے قتل
کا اشارہ کیا - جلاد تلوار نکالے ہوئے اس کی طرف گیا وہ بہت گڑگڑایا اور کہنے لگا کہ
مینے تمہارے اور تمہارے باپ کی خدمت میں بے ادبیاں اور گستاخیاں بہت
کیں ہیں - اب میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے اور اپنے واجب القتل

افواج نمودار ہوئیں۔ اسدخاں لاری ان سے لڑنے کے لیئے مامور ہوا سید حسن عرب امیر برید کی سپاہ کے سامنے ہوا۔ خوب جنگ ہوئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کو فتح ہوئی۔ دشمن کے چار سو آدمی مارے گئے۔ اسد بیگ لاری نے قلعہ کا محاصرہ پیشتر سے بیشتر کیا۔ اور اسکے دخول وخروج کی راہ مسدود کی امیر برید اس خبر کو سُنکر مضطر ہوا علاءالدین عماد شاہ سے متوسل ہوا کہ وہ آنکر میری سابق ولاحق تقصیرات کو معاف کرائے۔ علاءالدین عماد شاہ اس سبب سے کہ ماہری اور ماہور اسکے ہاتھ سے نکل گئے تھے اس نے امیر برید کی طلب واسمٰعیل عادل شاہ کی ملاقات کا وسیلہ بنایا۔ وہ اسمٰعیل عادل شاہ کی خاطر سے اودی نگر میں جہاں امیر برید تھا نہیں گیا بلکہ لشکر عادل شاہیہ سے ایک فرسخ پر اوترا۔ عماد شاہ نے اسمٰعیل سے ملاقات میں کہا کہ میری غرض یہاں آنے سے صرف آپ کی ملاقات تھی اب مجھے امید ہی کہ امیر برید کے تقصیرات جو اندازہ سے باہر ہیں آپ معاف فرمائینگے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے کہا کہ اس جنگ میں میرے قدیمی بہادر بہت مارے گئے ہیں جبتک میں اُنکا انتقام نہ لے لوں آپ صلح کے لئے تکلیف نہ فرمائیں بعد ازاں یہ دونوں پادشاہ ایک ہفتہ تک جشن کرتے رہے پھر عماد شاہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ جب امیر برید نے دیکھا کہ عماد شاہ کی ملتمس رو ہوئی تو وہ اودی گیر سے دوڑ کر عماد شاہ پاس گیا کہ اب جس طرح ہو سکے صلح کرائے مگر اُسنے کہا کہ جبتک حصار احمد آباد بید رحوالہ نہ کروگے صلح نہیں میسر ہوگی۔ امیر برید کو یہ بات گراں معلوم ہوئی وہ اپنے لشکر میں گیا اور قوی دشمن سے نہ ڈرا عیش وطرب میں مشغول ہوا۔ چند آدمیوں کے سوا رکوئی پاسبانی نہیں کرتا تھا۔ سب نوکر ہارے تھکے چین وآرام کرتے تھے جب اسمٰعیل عادل شاہ کو یہ خبر ہوئی کہ اپنے لشکر میں امیر برید آگیا ہی تو اُسنے اندھیری رات میں اسدخاں لاری کو حکم دیا کہ شب خوں مارے جب امیر برید کے لشکر کے حوالی میں وہ آیا۔ اور کسی متنفس کی آواز نہ سُنی تو اوسنے چند جاسوس خبر لانے کے لیئے بھیجے اُنہوں نے خبر دی کہ کوئی شخص حفاظت ہوشیاری سے نہیں کرتا امیر برید اور اسکے پاسبان

تاکہ میں بیجاپور جاکر اسمٰعیل عادل شاہ کو مقید کروں۔ اور ولایت کو برادرانہ قسمت کروں۔ اسلئے اسمٰعیل عادل شاہ نے امیر برید کی تادیب کا ارادہ کیا۔

۹۳۶ھ میں برہان نظام شاہ بحری پاس کارواں ایلچی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ امیر برید کے مکر وکید حد سے زیادہ گذرے آپ خوب جانتے ہیں کہ اوسنے کئی دفعہ سلطان قلی قطب شاہ سے اور وجیانگر کے رایوں سے دمساز ہوکر فتنہ برپا کیئے ہیں اور اس مخلص نے تغافل کرکے اسکے گناہوں کو معاف کردیا ہے۔ لیکن ان ایام میں اسکے دفع شر کو واجبات عقلی و مہمات شرعی سے جانتا ہوں۔ گرگ سے ملائمت کرنی مار سے مدارا کرنا عقل سے بعید ہے۔

قطعہ

نہ کند از درندگی توبہ	گرگ تا نہ شکند دندانش
کے کند مار ترک زخم زدن	تا نکوبند سر بہ سندانش

میری راے ہے اگر آپ بھی اوسکے ہمداستاں ہوں تو تادیب کی رخصت دیجئے تاکہ اسکی تنبیہ احسن وجہ سے کی جائیگی۔ اس مدّت میں برہان نظام شاہ اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد کا شرمندۂ احسان تھا اور ابھی بہادر شاہ گجراتی کے خرخشہ سے خاطر جمع نہوئی تھی اِسنے اوسکی موافقت کی اور کہا کہ جسمیں آپ کی خوشی ہو اس میں میری خوشی ہے بس ایلچی یہ جواب باصواب سُنکر مسرور آئے اسمٰعیل عادل شاہ دس ہزار سوار لیکر احمدآباد بیدر کی طرف دوڑا۔ امیر برید ترک بہت بوڑھا ہوگیا تھا۔ آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا تھا تماجی برہمن اسکا وزیر تھا اسکے مشورہ سے قلعہ کی محافظت اپنے بڑے بیٹے علی برید اور فرزندوں کو سپرد کی اور خود قلعہ اودگیر میں چلا گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ نے بیدر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سب سمتوں میں نقب و مورچے لگائے امیر برید کے آدمی بھی آنکر خوب لڑتے۔ امیر برید کے بیٹے نے پانچہزار دکنی مسلح و مکمل کئے اور قلعہ سے نکل کر صف قتال آراستہ کی۔ مادر علی برید کے تین بھائی تھے جنمیں سے ہر ایک ایک لشکر کی برابر سمجھا جاتا تھا انمیں سے ایک تو مرزا جہانگیر قمی کی لڑائی میں گلبرگہ میں مارا گیا تھا دو یہاں بہادرانہ لڑکر کام میں آئے۔ اس اثنا رمیں ایک طرف سے سلطان قلی قطب شاہ کی

اور ساڑھے پانچ پرگنے جو زین خاں سے لیئے گئے ہیں وہ مریم سلطان کے جہیز میں دیئے جائیں مگر اسمٰعیل عادل شاہ نے انکے دینے میں تغافل کیا اسلیئے اس خویشی کا اثر کچھ مرتب نہ ہوا بلکہ دشمنی بڑھ گئی۔

برہان نظام کو دو شکست

دوسرے سال نظام شاہ نے علاء الدین عماد شاہ والی برار سے اتفاق کر کے لشکر کشی کی اور شولاپور میں آنکر قلعہ کا محاصرہ کیا اور امیر برید کو بھی کمک کے لیئے بلایا۔ اسمٰعیل شاہ اگرچہ جانتا تھا کہ دشمنوں پاس چالیس ہزار سوار ہیں۔ مگر وہ دس ہزار سوار لیجا کر لڑنے گیا۔ اور دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ نظام شاہ کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گیا۔ اسد خاں لاری نے اسکا تعاقب کیا اور اسکا علم دولت چھین لیا۔ سارا بنگاہ لوٹ لیا۔ چالیس ہاتھی اور توپ خانہ عادل شاہیوں کو ہاتھ لگا۔ یہ اول لڑائی تھی جو خاندان عادل شاہیہ اور دودمان نظام شاہیہ کے درمیان ہوئی۔ مابہ النزاع شولاپور اور ساڑھے پانچ پرگنہ تھے۔

سنہ ۹۳۳ میں برہان نظام شاہ بحری نے علاء الدین عماد شاہ سے جنگ کی اور شکست دی۔ دوسرے سال امیر برید سے متفق ہو کر پہلے شکست کے خبر کرنے کے لیئے بیجاپور آیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اتی بیں کروہ پر لڑنے گیا سخت لڑائی ہوئی۔ اس دفعہ بھی نظام شاہ نے معرکہ جنگ میں پیٹھ دکھائی۔ اسد خاں لاری نے حوالی قلعہ پرندہ تک اسکا تعاقب کیا اور ۲۰ بیس نامی فیل چھین لیئے۔

خدیجہ سلطان کی شادی

سنہ ۹۳۴ میں علاء الدین عماد شاہ سے اپنی چھوٹی بہن خدیجہ سلطان کا نکاح کر دیا جس کے سبب سے انکے درمیان دوستی و یگانگت ہو گئی۔

برہان نظام شاہ کی امداد و امیر برید سے

سنہ ۹۳۵ھ ۱۵۲۸ء میں ولایت برہان نظام شاہ پر بہادر شاہ گجراتی مستولی ہوا جسب الالتماس برہان نظام شاہ کے اسمٰعیل عادل شاہ نے چھہ ہزار سوار اور دس لاکھ ہون ہمراہ امیر برید کے اسکی کمک کو بھیجے۔ جب بہادر شاہ گجراتی دکن سے چلا گیا اور لشکر مذکور نے بیجاپور میں مراجعت کی تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کو سنایا کہ امیر برید ترک ان امراء سے جو برہان نظام شاہ بحری کی رفاقت میں لڑائی میں گئے تھے کہتا تھا کہ میری اطاعت کرو۔

خلاص کے لئے بیجاپور سے کوچ کیا۔ ہمراج کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ دریا رکرشنا کے کنارہ
پر آیا۔ اور اُس نے یہاں پچاس ہزار سوار اور چھہ لاکھہ پیادے جمع کئے اسمٰعیل عادل شاہ بھی دریا
کے مقابل سات ہزار تاج پوش سواروں کے ساتھ خیمہ زن ہوا باوجود غنیم کے روز کے مقابلہ و
مجادلہ کے اُسنے تغافل کیا۔ جس وقت مینہ برستا شراب کا دور چلتا۔ ایک ندیم نے نشہ میں دلکش آواز
سے یہ شعر پڑھا۔ ــــہ نیز در کاسۂ زر آب طرب ناک انداز پیش ازاں دم کہ شود کاسۂ سر خاک انداز
بادشاہ نے فوراً بزم عیش مرتب کی اور پری پیکروں کا ناچ شروع کرایا۔ شراب کے نشہ میں بدمست
ہوا۔ اس میں دریا سے عبور کرنے کا فکر ہوا۔ ارکان دولت سے پوچھا کہ اس درنگ کا سبب کیا ہے
اُنہوں نے معروض کیا کہ تین سو ٹوکرے چمڑے جڑے ہوئے موجود ہیں باقی اور چند روز میں
موجود ہو جائینگے۔ غرض وہ اپنی بے عقلی اور نشہ کی حالت میں کشتیوں اور ہاتھیوں پر دریا
سے پار لشکر کو لے گیا اور صف جدال کو گرم کیا۔ دو ہزار آدمی اسکے لشکر میں تھے۔ اور دشمن
کی جمعیت تیس ہزار اور پیادے دو لاکھ سے کم نہ تھے دشمنوں میں سے ایک ہزار آدمی مرے
اور سنگت رائے سپہ سالار وجیانگر نے شربت فنا پیا۔ مگر مسلمانوں کا لشکر ضرب و توپ و تفنگ
اور آلات آتشبازی سے عاجز ہوا اسکے پندرہ سو آدمی مارے گئے اور جو بچے وہ سراسیمہ ہو کر
بھاگے معبر نہ تھا کہ دریا سے اُترتے۔ اُنہوں نے دریا میں گھوڑے ڈالے ترسول بہادر اور ابراہیم
بیگ اسمٰعیل عادل شاہ نے ہاتھی دریا میں ڈالے۔ اسمٰعیل کا فیل پانی سے پار اُترا باقی ہاتھی اور
گھوڑے اور آدمی بحر فنا میں غرق ہوئے۔ ایسا کمتر تاریخ میں دیکھنے میں آیا ہے کہ بادشاہ لشکر
پر ملتفت نہو اور ایسے قوی خصم کے مقابل میں جا کھڑا ہو اور کل دو تنخواہوں کو قتل کرا۔ اب اس
خرابی سے نجات پائے۔ اسد خاں کے مشورہ سے شاہ بیجاپور گیا اور قسم کھائی کہ جبتک قلعہ
رائے چور و مدکل کے کنگرہ پر کمند تسخیر نہ ڈالونگا مجلس نشاط کے پاس نہ جاؤنگا۔ اُس نے اس
قسم کو پورا کیا۔ رائچور اور مدکل کو فتح کر کے شراب پینا شروع کیا۔ اب رائے وجیانگر کے
مغلوب کرنے کے لئے نظام شاہ بحری سے محبت و وداد ہوا۔ اور سلطان یوسف عادل
شاہ کی بیٹی یعنی اپنی بہن کا نکاح نظام الملک سے کیا۔ قرار یہ پایا تھا کہ صدلا پور جو سولاپور مشہور ہے

رائے وجیانگر اور شاہ گجرات نے انکی تعظیم و تکریم کی اور انکو تحفے دیکر ایران کو روانہ کیا۔ شاہ محمود بہمنی نے بھی ایلچی کو شہر میں بہت عزت کے ساتھہ اُتارا تھا اور حسب دلخواہ اُسکو رخصت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن امیر برید ترک نے مذہب کی مخالفت کے سبب سے دو برس تک ایلچی کو رخصت نہ کیا ایلچی نے بہ تنگ ہوکر غائبانہ اسمٰعیل عادل پادشاہ کو شکایت نامہ لکھا اسمٰعیل عادل شاہ نے محمود شاہ بہمنی اور امیر برید کو لکھا کہ ایلچی کو اتنے دنوں تک رخصت نہ دینا حسن ادب سے بعید ہی۔ اگرچہ امیر برید کو یہ لکھنا شاق گذرا۔ مگر ایلچی کو رخصت کیا وہ اسمٰعیل عادل شاہ پاس آیا۔ اس نے الہ پور میں اُتارا اور اسکو بندر مصطفٰے آباد دابل سے روانہ کیا۔ شاہ ایران نے اپنا ایلچی ابراہیم ترکمان کو بھیجا اور اسکے ہاتھہ ایک مکتوب ارسال کیا جسمیں القاب مجد السلطنتہ والحشمتہ والشوکتہ والاقبال اسمٰعیل عادل شاہ تھا۔ لفظ وخطاب شاہی سنے کہ پادشاہ عجم کی زبان سے نکلا اسمٰعیل عادل شاہ نہایت شادماں ہوا اور کہا کہ اب ہمارے خاندان میں شاہی آئی۔ اور ایلچی کو بیجا پور میں اوتارا موافقت لباس کے لیئے حکم دیا کہ تمام مغل زادہ سپاہ دوازدہ ترک کا تاج سرخ سر پر رکھے جو کوئی تاج پوش نہ ہوگا اسکا سلام نہیں لیا جائیگا۔ اس سے بارہ گوسفند جرمانہ لیا جائیگا۔ تاکہ وہ شخص دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے اسکے سر پر سے بازار میں دستار اُتاریں اور بازاری آدمی اسکو کچھہ بُرا کہیں اس سبب سے کسی مسلمان سپاہی کا یارانہ تھا۔ کہ بے تاج کے شہر میں آتا جاتا اور یہ بھی حکم تھا کہ جمعہ اور عیدین کے دنوں اور تمام متبرک ایام میں منابر پر اسمٰعیل شاہ صفوی کے لیئے فاتحہ سلامتی پڑھی جائے۔ یہ حکم ستر برس تک جاری رہا

ہمنے پہلے بیان کیا ہی کہ رائے چور اور مدکل دواب کو یوسف عادل شاہ رائے وجیانگر کے قبضہ سے نکال کر اپنے تصرّف میں لایا تھا مگر کمال خاں دکنی کی فساد انگیزی کے سبب ہیمراج (ٹمراج) پھر دواب رائے چور پر متصرف ہوا ۹۲۷ھ ۱۵۱۹ع تک اسمٰعیل عادل شاہ کو انکے استخلاص کی کچھ فکر نہوئی مگر جب اطراف وجوانب سے امرا اُس پاس جمع ہوئے اور امیر برید کے تصرّف سے ممالک کو نکال لیا تو برسات میں قلعہ رائے چور اور مدکل کے

امیر برید کا علی بیجا اور ...

اور اِن حدود کو جیسا کہ چاہیئے مخالفوں سے پاک صاف کیا۔ اور امیر برید کے بھائیوں کو کہ دکن میں شجاعت میں مشہور تھے قتل کیا۔ امیر بریداس خبر کو سُنکر زخمی سانپ کی طرح پیچ وتاب کھاتا تھا۔ محمود شاہ بہمنی کی زبان سے خود اس نے والیانِ دکن کو نامے لکھے اور انمیں اسقدر مبالغہ اور الحاح کیا کہ نظام شاہ بحری وسلطان قلی قطب شاہ وعلاء الدین وعماد شاہ نے لشکر کمک کے لیے مقرر کیا۔ امیر برید نے ان لشکروں کے جمع ہونے کے بعد امیر برید سنہ ۹۲۰ھ بیجا پور کی طرف متوجہ ہوا جہاں گیا وہاں ملک برباد کیا۔ شاہ محمود بھی امیر برید کے ہمراہ تھا۔ اسمٰعیل نے استقبال نہیں کیا اور دم بخود تھا کہ بادشاہ اللہ پور میں آگیا۔ اللہ پور کو یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے قریب آباد کیا تھا اور ولسنے محاصرہ کا ارادہ کیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنمیں اکثر مغل تھے شہر سے باہر آیا۔ ایک سخت جنگ ہوئی۔ امیر برید اور اسکے کمکی لشکروں نے ہزیمت پائی اس بلاءِ عظیم میں شاہ محمود بہمنی اور اسکا بیٹا شہزادہ احمد اپنے گھوڑے سے گر کر گرفتار ہوگئے اسمٰعیل عادل شاہ نے تواضع کے سبب سے چند گھوڑے و پالکی حاضر کئے اور انکو سوار کراکے چاہا کہ بیجاپور میں لے جائے اور امیر برید کے تسلط سے نجات دلائے۔ مگر بادشاہ نے یہ بات قبول نہ کی اور اللہ پور میں رہ کر اپنے زخموں کا علاج کیا اور اچھا ہونے کے بعد بی بی ستی سے جسکی منگنی یوسف عادل شاہ کے زمانہ میں ہوئی تھی اپنے بیٹے احمد شاہ کا نکاح کیا اور اسمٰعیل نے بادشاہ کو پانچ ہزار مغلوں کو حفاظت کے لیئے ساتھ کرکے بیدر پہنچا دیا۔ امیر برید نے جانا کہ یہ سوار مجھسے ہی لڑنے آئے ہیں وہ اسباب شاہی وخزانہ لیکر اپنے قلعہ کو چلا گیا۔ محمود شاہ بہمنی نے ناچ ورنگ وشراب میں چند دن بسر کئے۔ جب اسمٰعیل پادشاہ کا لشکر بیدر سے چلا گیا تو امیر برید نے تین چار ہزار سواروں کے ساتھ ایلغار کرکے شہر میں آنکر بدستور سابق اپنے سارے اختیارات حاصل کرلیئے۔ محمود شاہ بہمنی کو تو امراء کے تسلط کی خو ہوگئی تھی وہ چنداں آزردہ نہ ہوا اور جو اسباب عیش وعشرت امیر برید نے مہیا کر دیا تھا۔ اُسپر قانع ہوا۔

سنوات سابق میں شاہان ہند کی خدمت میں شاہ صفوی کے ایلچی آئے تھے۔

کو توڑنا شروع کیا۔ اندر سے کوئی مزاحم نہوا۔ صفدر خاں خوشی خوشی اندر گیا تو عورتوں کے اشارہ سے مغلوں نے اللہ اللہ کا نعرہ مار کر تیر و تفنگ چھوڑے صفدر خاں کی آنکھ میں تیر لگا۔ سراسیمہ ہو کر اس دیوار کے نیچے آیا جہاں اسمٰعیل عادل شاہ کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے ماں کے اشارہ سے ایک پتھر صفدر خاں پر پھینکا جس سے اُسکا بھیجا نکل پڑا۔ مخالفوں نے اپنے سردار کو کشتہ دیکھا تو وہ کمال خاں کے گھر گئے اسکو مرا ہوا دیکھا تو وہ قلعہ کا دروازہ کھولکر بھاگ گئے۔ اور کمال خاں کے دوست آشنا رشتہ دار یہ حال دیکھکر صرصر کی طرح اُڑ گئے۔ اسمٰعیل نے اپنے کاکا یوسف کو دفن کیا اور بہت روپیہ صدقہ خیرات میں دیا۔ اسکے قتل کے روز ہر سال پادشاہ قبر پر جاتا۔ دوسرے روز اسمٰعیل نے تخت پر جلوس فرمایا اور اس ہنگامہ کا حال لکھکر شاہان اطراف پاس بھجوایا۔ بولوجی نے کمال خاں کے سب متعلقین کے جرموں کو معاف کر دیا اور خلعت و زر دیکر معزز کیا۔ اور جن لوگوں نے اس ہولناک واقعہ میں اسکا ساتھ دیا تھا۔ بقدر حالت ہر ایک پر نوازش فرمائی۔ اور جو سردار کہ کمال خاں کے جور و جفا کے سبب سے دور چلے گئے تھے انکو استمالت نامے بھیجکر بلوایا۔ اس حادثہ عظمٰی میں اسمٰعیل نے قسم کھائی تھی کہ سوائے مغل کے کسی کو نوکر نہیں رکھونگا۔ اس قسم کو اُسنے پورا کیا۔ اپنے عمال اور کارکنوں کو حکم دیا کہ ہماری دولت مغلوں کی بدولت ہی۔ دکنی و حبشی و مغل زادہ کو نوکر نہ رکھیں۔ بارہ برس تک اس حکم تعمیل ہوئی۔ کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوئی۔ مغلوں نے اتفاق کر کے اپنے فرزندوں کے لئے کہا۔ انکی درخواست قبول ہوئی اور یہ بھی حکم ہوا کہ راجپوت اور افغان نوکر رکھے جائیں۔ مگر حبشی و دکنی کسی طرح نوکر نہ ہوں یہ قاعدہ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت تک جاری رہا۔

ہمنے ذکر کیا ہی کہ امیر برید نے کمال خاں کی حیات میں عادل خاں کے بہت سے ممالک اپنے تصرف میں کر لیے تھے۔ کمال خاں کے قتل کے بعد مرزا جہانگیر کو جو احمد نگر سے برگشتہ ہو کر یوسف عادل شاہ کی خدمت میں آیا تھا۔ اور اقطاع حسن آباد گلبرگہ پائی تھی اُسنے امیر برید کے چار سو آدمیوں کو تیر و شمشیر سے ہلاک کیا اور قلعہ نصرت آباد دوساغر اور راتیگیر کو لے لیا۔

کی ماں نے اس حال پر اطلاع پاکر بڑھیا کو اور یوسف ترک کو مروا ڈالا۔ اور اپنے آدمیونکو قلق واضطراب سے منع کیا۔ کمال خاں کو زندوں کی طرح غرفہ قصر میں تخت پر بٹھایا اور خیل و حشم خاصہ کو قصر کے نیچے کھڑا کیا اور اپنے بیٹے صفدر خاں کو بلایا اور اسکو سمجھایا کہ اسمٰعیل عادل شاہ اور اسکی ماں کو قتل کرکے باپ کا انتقام لینا چاہیئے اور تخت شاہی پر جلوس کرنا۔

صفدر خان کی عمر اُس وقت پچیس سال کی تھی جو آدمی قلعہ میں موجود تھے وہ اسنے ساتھ لیئے اور قلعہ کا دروازہ بند کیا۔ بولوجی نے یہ گمان کیا کہ یوسف ترک کا کام کچا رہا اور کمال خاں کو حقیقت حال پر اطلاع ہوگئی اور وہ اُسکے درپے ہوا اُسکے دفعہ کرنے کے لیئے خسروانہ ہمت کی۔ دیوانخانہ کے پہرہ چوکی میں دو سو مغل موجود تھے جنکا اوپر مذکور ہوا اور دو سو تین سو دکنی و حبشی بھی تھے ان کو خواجہ صندل خواجہ سرا کو بھیجکر بلایا اور بولوجی نے پس پردہ آن کر سمجھایا کہ اسمٰعیل خاں کو کمال خاں مارنا چاہتا ہے اور خود بادشاہ بننا۔ اس صورت میں جس کسی کو دولتخواہی اور نمک حلالی منظور ہو۔ حتی المقدور دشمنوں کے دفع میں کوشش کرے اور دشمنوں کی کثرت سے اندیشہ نہ کرے۔ عنقریب کفران نعمت کے سبب سے انکی جماعت متفرق ہوجائیگی۔ جس کسی کو جان عزیز ہو اور وہ اس دولت عظمٰی کو نہ چاہتا ہو وہ مختار ہے جہاں چاہے چلا جائے۔ الغرض ڈھائی سو مغل اور سترہ حبشی دکنی از روے صدق و اخلاص عمارت شاہی میں داخل رہے اور باقی نے بیوفائی کی اور صفدر خاں سے جا ملے۔ بولوجی اور دلشاد آغا عمہ اسمٰعیل عادل شاہ نے مردانہ لباس پہنا اور تیر و کمان ہاتھ میں لیئے اور شاہزادہ کے ساتھ پشت بام محل پر کہ بہت مرتفع تھا آئیں اور مغلوں کو اوپر بلایا اور اُن کو قوی دل کیا اس اثنا میں صفدر خاں جمع عظیم کے ساتھ نزدیک آیا دروازہ توڑنے کا حکم دیا مغل تیر پھینکتے تھے اور عورتیں پتھر۔ تو قلعہ کے اندر ایک بڑا غوغا ہوا اور عین گیر و دار میں مصطفیٰ خاں رومی بیجاپس پہ تفنگچی لیکر محل کے نیچے آیا انکو رسیاں ڈال عورتوں نے اوپر کھینچ لیا۔ صفدر خاں کا ہنگامۂ جنگ گرم ہوا تو اسکی ماں نے توپ خانہ بھیجا۔ ابھی یہ توپ خانہ آیا نہ تھا کہ محل کی عورتوں نے مغلوں کو چھپا دیا تو صفدر خاں نے یہ گمان کیا کہ وہ بھاگ گئے۔ تو اُسنے دروازہ

والدہ کمال خاں کی تدبیر اور صفدر خاں پسر کمال خاں کا مارا جانا

نام آوری کے بڑھانے کے لیئے ہر رقم کو سہ چند کر دیا۔ جو ہزاری تھا اُسکو سہ ہزاری کر دیا۔ حکم دیا کہ گورہ راوت کو نگاہ رکھیں۔ گورہ راوت دکنیوں کی اصطلاح میں اس لشکر کو کہتے ہیں کہ جب اوسکی ضرورت ہو تو وہ گھوڑوں پر سوار مسلح موجود ہوں اس طرح ۹۱۷ھ میں بیس ہزار سوار دکنی و حبشی اس پاس موجود تھے اسلئے اپنے اعوان و انصار کو بُلا کر اپنی تخت نشینی کے لیئے مشورہ کیا۔ سب نے متفق اللفظ کہا کہ اسکا کوئی مانع نہیں ہی جسقدر اس میں جلدی ہو بہتر ہی۔ کمال خاں دکنی میر نوبت نے منجموں کو طلب کیا اور جلوس کی ساعت کا استفسار کیا۔ منجموں نے بہت تامل کے بعد کہا کہ اس مہینے کے پندرہ روز حسب مدعا نہیں۔ آپ پر بہت سخت ہیں سولھویں روز آپ تخت پر بیٹھیں۔ کمال خاں ان منجموں کے کہنے سے ڈر گیا اور قلعہ ارک میں چلا گیا۔ اُس سے زیادہ تر کوئی مکان محفوظ نہ تھا اور بخار اور درد سر کا بہانہ کیا اور حکم دیدیا کہ جسکو کچھ کام ہو وہ میرے بیٹے صفدر خاں پاس جائے۔ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ سولھویں روز اسمٰعیل عادل شاہ معزول ہوگا اور کمال خاں تخت نشین ہوگا۔

یہ خبر سنکر بوبوجی خانم نے یہ تدبیر کی کہ محل میں ایک بڑھیا رہتی تھی وہ کمال خاں کو سارے محل کی خبر جا کر سُنایا کرتی تھی اُسکو بلایا اور شفقت اور دلسوزی سے کمال خاں کی نسبت محبت کی باتیں بنائیں اور اس سے کہا کہ میں نے سُنا ہی کہ وہ دو تین روز سے بیمار ہی اس سبب سے میری خاطر مشوش و بیقرار ہی بارہ ہزار ہون لے جا اور اسکے سر پر سے صدقے اُتار کر فقیروں میں تقسیم کر دے۔ جب یہ بڑھیا چلی تو اسکو بلا کر کہا کہ مدت سے یوسف ترک کا ارادہ حج کا ہی اسکو ہمراہ لیکر کچھ ایسا کر کہ کمال خاں اسکو پان دیکر رخصت کرے اور پروانہ اپنی مہر لگا کے دیدے کہ کوئی حاکم بندر اسکا مزاحم نہ ہو اور اس خدمت کی عوض میں اُس نے بہت روپیہ بڑھیا کو دیدیا۔ بڑھیا یوسف ترک کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئی کمال خاں کی خدمت میں پہنچی۔ خاتون جہاں کی مشفقانہ باتیں اُس نے دوہرائیں اور ان ہونوں کو تصدق کیا اور یوسف ترک کے حج کی اجازت کا ذکر کیا۔ کمال خاں بوبوجی کی عنایت سے نہایت مسرور ہوا اور یوسف کو بُلایا۔ جب وہ اسکو پان دینے لگا تو اُسنے ایک خنجر ایسا مارا کہ وہ اُسی وقت مر گیا۔ کمال خاں

شاہ محمود شاہ بہمنی کو اپنے گھر میں محبوس کیا اور لشکر کو مرتب کرکے احسن آباد گلبرگہ کو وہ
روانہ ہوا اور کمال خاں دکنی میر نوبت نے اسمٰعیل عادل شاہ کو مع اسکی ماں بوبوجی
خانم کے قلعہ ارک بیجاپور میں محبوس کیا اور انکی محافظت اپنے فرزندوں کے سپرد کی
اور خود عظمت و شوکت کے ساتھ شولاپور کی طرف چلا۔ تین مہینے محاصرہ پر گذر گئے ملک
احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں دکنی نے کمک نہ بھیجی تو زین خاں نے جان و مال کی
اماں مانگ کر قلعہ اور ساڑھے پانچ پٹے کمال خاں کو حوالہ کئے اور اس ساڑھے پانچ
پٹے کا قصہ اس طرح ہے کہ جب امرائے دکن نے احمد آباد بیدر کے پادشاہ پر چڑھائی کی ہے
تو ہر ایک اُن میں سے ایک ولایت پر متصرف ہوا گیارہ پٹہ جو گیارہ پرگنوں سے عبارت
ہے خواجہ جہاں حاکم پرندہ کے تصرف میں آئے اسکے بھائی زین خاں کہ شولاپور کا حاکم تھا
بلدہ احمد آباد بیدر میں گیا اور ایسا تردد کیا کہ محمود شاہ بہمنی نے فرمان جاری کیا۔ کہ قلعہ
شولاپور اور آدھی ولایت کہ خواجہ جہاں دکنی کے تصرّف میں ہے اسکو دی جائے مگر خواجہ
جہاں دکنی نے احمد نظام الملک کی حمایت کے سبب سے نیمہ ولایت زین خاں کو نہ دی وہ
صرف قلعہ شولاپور میں متصرف رہا جب احمد نظام شاہ مرگیا تو یوسف عادل شاہ نے
زین خاں کی کمک کرکے فرمان شاہی کے مطابق ساڑھے پانچ پرگنے خواجہ جہاں سے
اسکو دلوا دیئے جنکا محاصل تین لاکھ ہون تھا۔ یہ پرگنے نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں
میں مادہ نزاع و فساد رہے اور اکثر انپر منازعت رہی۔ (صدلاپور کا سولاپور پھر شولاپور ہوا)
امیر قاسم برید قلعہ گلبرگہ کا محاصرہ کر رہا تھا کہ شولاپور کی فتح کی خبر اسکو پہنچی اُسنے تہنیت نامہ
کمال خاں دکنی میر نوبت کو بھیجا۔ جس سے اسکا غرور اور تکبر اور بڑھا وہ بیجاپور میں آیا امرائے
مغل کو اُس نے معزول کیا اور تین ہزار خاصہ خیل مغل میں سے تین سو کو نوکر رکھا اور باقی کو
جواب دیا اور یہ تجویز کی کہ اگر معزول مغل ایک ہفتہ کے بعد یہاں نظر آئیں تو انکا جان و مال
سبیل ہے۔ جو چاہے لوٹ لے۔ اِس سبب مغل پریشان ہوکر ادھر ادھر چلے گئے۔
اب سب طرف سے کمال خاں دکنی کی خاطر جمع ہوئی کوئی اسکا معاند و مزاحم باقی نہ رہا۔ اِسنے

کمال خاں کا منصوبہ اسمٰعیل عادل شاہ کے معزول کرنیکا

کمال خاں کا امرا کی جاگیروں کا ضبط کرنا اور امرا کا فرماں روائی چاہنا

و مرزا حیدر بیگ کی اقطاع میں سے بھی چند پرگنے کتر کر اپنے اعوان و انصار کو حوالہ کیے غرض جو کوئی فوت ہوتا یا کسی گناہ میں متہم ہوتا تو اُنکی جاگیریں اپنے منسوبوں کو دیتا۔ اس طرح اپنی مکنت و قوت کو بڑھا کر فرماں روائی کا سودا ہوا۔ یہ زمانہ ایسا آگیا تھا کہ شاہان دکن کے امرا اس طرز کو نیک جانتے تھے کہ پادشاہوں کو دور کرکے خود بادشاہ بنیں اِن سنوں میں یہ حرکت دکن کے حکام غطام پر مبارک ہوئی کہ نفر اپنے خداوندوں پر تسلط ہوتے اور آہستہ آہستہ فرمانروائی کی عناں اپنے ہاتھ میں لیتے۔ سب سے اوّل اس بات کی ابتدا ہیمراج (ٹیمراج) سنے کی کہ راجہ وجیانگر کے راجہ سیورائے کے بیٹے پر استیلا پیدا کیا اور جب وہ بالغ ہوا تو اسکو زہر دیکر ہلاک کیا اور سکے چھوٹے بھائی کو اپنی دولت کا آلہ بنایا اور جب یوسف عادل شاہ سے اُس نے ہزیمت پائی تو اوسکو بھی مار ڈالا اور اکثر امرا کو مطیع کیا اور اپنے دل کی تمنا پوری کی قاسم برید ترک نے اور امیروں نے محمود شاہ بہمنی کو مار کر بتدریج خطبہ و سکہ کو تغیر کرکے اپنے نام کا کیا۔ اِن باتوں کو کمال خاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا تو اُن سے یہ سبق سیکھا کہ جب اسکا اسباب شوکت و حشمت مرتب ہوگیا تو امیر قاسم برید کا متوسل و ہمداستاں ہوا اور اسکو پیغام دیا کہ اِس آپ کے دوست نے ایک طرح کی استعداد شاہی حاصل کی ہی۔ احمد نگر میں ایک لڑکا تخت پر بیٹھا ہی اور فتح اللہ عماد شاہ والی ہزار بمقتضائے جوانی عیش و طرب میں مشغول ہی آپ کو چاہیئے کہ اس مخلص کی اعانت کرکے حکام دکن کی سلک میں منتظم کریں اور بندہ کو فرماں بردار تصور کرکے اپنی توسیع ملک میں کوشش کریں اس سے بہتر فرصت کا وقت پھر نہ آئیگا۔

امیر قاسم برید ترک مدتوں سے اس بات کو چاہتا تھا۔ انمیں عہد و پیماں کے بعد یہ بات قرار پائی کہ قاسم برید تو وہ ولایت لے لے جو دستور دینار پاس تھی اور باقی ولایت بیجاپور کو کمال خاں دکنی میر نوبت اپنے تصرّف میں لائے اور اسمٰعیل عادل شاہ کو محبوس یا بیرون کرے اور قلعہ شولاپور کہ خواجہ جہاں دکنی کے بھائی زین خاں پاس ہی۔ اسپر بھی کمال خاں دکنی متصرف ہوا انکے مقصود کی ابتدا یوں ہوئی کہ امیر قاسم برید نے

جب یوسف عادل شاہ دنیا سے اُٹھ گیا تو اسکا بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھ گیا۔ ابھی اسکی عمر ایسی نہ تھی کہ وہ مہمات سلطنت کا انصرام کر سکتا اسلئے اختیار امور و رعایت جمہور کمال خاں دکنی میر نوبت کو مفوض ہوئے اور تمام کام سلطنت کے اسکے قبضۂ اقتدار میں آئے۔ کمال خاں وزیر دکن سلطان محمود بہمنی کے امرائے کبار میں سے تھا یوسف عادل شاہ نے اوسکو عہد و پیماں و مواسا و دلاسا سے اپنے پاس بُلا کر میر نوبت کے منصب سے سرفراز کیا تھا اور جنگ ہمراج (رامراج) میں نہایت شجاعت و مردانگی ظہور میں آئی تھی جس سے اُسکی عزت زیادہ ہوگئی تھی اور وہ امیران بزرگ میں سے ہو گیا تھا اور یوسف عادل شاہ نے اپنے مرض الموت کے زمانہ میں وکالت کا عہدہ اسکے پہلے منصب پر اضافہ کر دیا تھا۔ دریا خاں و فخر الملک و مرزا جہانگیر و حیدر بیگ اور امرا کو موافقت و مصادقت کے باب میں مبالغہ سے وصیت کی تھی اسلئے ان امرا نے اسکو بزرگ جانا اور مطلق العنان کیا۔ سب مہمات ملکی و مالی میں اسکی طرف رجوع کرتے کمال خاں نے ابتدا میں نیک افعال و اعمال اختیار کئے خلفاء کا خطبہ پڑھوایا اور مذہب شیعہ کے شعار کو برطرف کیا وہ خواص و عوام کے دلوں کو ہاتھ میں رکھتا اور امرائے صاحب احتشام کی تعظیم و تکریم میں تقصیر نہ کرتا۔ اور خاندان نظام شاہیہ و عماد شاہیہ و قطب شاہیہ و برید شاہیہ سے مدارا و مواسا رکھتا۔ اور جیسے کہ دانا و عاقل کام کرتے ہیں ایسے ہی امور شاہی میں وہ انتظام کرتا۔

گووہ سے جب یوسف عادل شاہ چلا آیا تو پرتگیزوں نے قلعہ گووہ کا محاصرہ کیا اور تھانہ دار کو بہت روپیہ رشوت کا دیکر اُسکو اسمٰعیل عادل شاہ کی ابتدا سلطنت میں فتح کر لیا۔ کمال خاں نے پرتگیزوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ قلعہ پر اکتفا کریں اور ان حدود کے قصبات و قریوں کے مزاحم نہ ہوں۔ پرتگیزوں نے اس شرط کا ایفا کیا کہ سلطنت عادل شاہیہ کے حوالی میں کوئی مزاحمت انہوں نے نہیں کی۔

دوسرے سال میں دریا خاں و فخر الملک نے انتقال کیا انکی جاگیریں کمال خاں نے اپنے فرزندوں قرابتیوں کو دیدیں اور ہر ایک کے واسطے ایک در اور درگاہ بنا دی مرزا جہانگیر

گووہ ۹۱۵ھ - پرتگیز

جاتے تھے۔ وہ کبھی کبھی خود بھی شعر کہتا تھا۔عیش اور امور طرب کو معظمات اُمور شاہی وملک ستانی کے ساتھ جمع رکھتا تھا اور ایک لحظہ احوال مملکت سے غافل نہ ہوتا۔ ہمیشہ ارکانِ دولت کے عدل و داد امانت و دیانت کی ستایش کرتا تاکہ ان کو ان صفات کی طرف میل ہو اور ان کی نسائم اخلاق سے مملکت کو صفا و طراوت ہو۔ صولت وسطوت میں اور قوی ہیکل ہونے میں ابنار وزگار سے ممتاز و مستثنیٰ تھا۔حسن وجمال میں کمال رکھتا تھا۔ وہ ایران وتوران وعربستان وروم میں نامے بھیجکر ہنرمندوں کو جوانوں وشجاعوں کو اپنے پاس بلاتا تھا اور اتنی رعایت ان کی کرتا تھا کہ وہ راضی وشاکر ہوکر اس کے سایۂ حمایت میں زندگی بسر کرتے تھے قلعہ ارک بیجاپور کو کہ پہلے مٹی کا بنا ہوا تھا توڑکر گچ وسنگ کا بنایا۔

یوسف عادل شاہ ایک دفعہ حوالی پرگنہ انداپور میں گیا وہاں اس نے سنا کہ امرائے شاہ بہمنی میں مکندرائے مرہٹہ اور اُس کا بھائی تھا اور لشکر کے آسیب سے وہ رعیت کے ساتھ بھاگ کر فلاں کوہستان میں چلے گئے ہیں وہ شاہ کے حکم سے دو ہزار سوار پانچ ہزار پیادے لے کر اس جماعت پر متوجہ ہوا اُنھوں نے اطاعت نہیں اختیار کی تو اُن پر دست درازی کی گئی سارا اسباب واموال انکا غارت کیا عیال واطفال وعورت ومرد اسیر کیے ان میں ایک عورت مکندراؤ مرہٹہ کی بہن تھی نہایت زیرک وعاقلہ اس کی صورت نہایت خوب وحسن بغایت مرغوب۔ یوسف عادل شاہ نے اس عورت سے کہ سولہ برس کی تھی مسلمان کرکے نکاح کیا اور بولوجی خاتون کا خطاب دیا اس سے چار لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں بیٹا اسمعیل تھا تین بیٹیاں تھیں ایک مریم سلطان منکوحہ برہان نظام شاہ دوم خدیجہ زوجہ شیخ علاء الدین عماد الملک سوم بی بی ستی جو محمود شاہ بہمنی کے نکاح میں آئی۔

یوں مان لینے سے اس کی سلطنت کی وسعت کا خیال ذہن میں آتا ہے کہ بیماو کرشنا دریا اس کی مشرقی حد تھی جنوبی سرحد پر تم بدراندی تھی اور گووہ سے بمبئی تک سمندر مغرب میں تھا اور غالباً دریا نیرا اس کے شمال میں تھا۔

اسمعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کی اولاد اور بیوی

عادل شاہ کی سلطنت کی وسعت

کیا سید احمد ہروی کو تحف و برکات کے ساتھ شاہ اسمٰعیل صفوی پاس بھیجا۔

سنہ ۹۱۵ھ میں بندر گووہ میں پرتگیز بے خبر چلے آئے یہاں حاکم کو غافل پایا وہ قلعہ کے اندر آئے۔ بہت مسلمانوں کو قتل کیا جب یہ خبر یوسف عادل شاہ کو پہنچی تو وہ دو تین ہزار خاصہ خیل دکنی و پردیسی ساتھ لے کر بیجاپور سے ایلغار کر کے پانچویں دن صبح کو قلعہ گووہ پر آیا اور پرتگیزوں کو جو دروازہ کے محافظ تھے قتل کیا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا تو پرتگیز جو کمال غفلت میں پڑے تھے بیدار ہوئے اور فرصت پا کر کشتیوں میں بیٹھکر بھاگ گئے اور جن کی اجل آئی تھی وہ مسلمانوں کی تلوار تلے آئے گووہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ معتمد آدمیوں کے سپرد کیا۔

فیراموز پرتگیز اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ البوکورٹ کو نے گووہ پر حملہ کیا۔ یاقوت نے جو جارجیا کا رہنے والا تھا مقابلہ کیا اور آخر کو امیر علی نے ۲۰ فروری سنہ ۱۵۱۰ء کو گووہ حوالہ کیا پرتگیزوں نے توپوں کا ذخیرہ وہاں خوب پایا۔ مگر مئی میں کمال خان نے جو اسمٰعیل عادلشاہ کا جرنیل تھا اس کو بیس روز محاصرہ کر کے لے لیا۔ معلوم نہیں ان دونوں بیانوں میں کون سچا ہے۔

یوسف عادل نے بیس سال و دو ماہ باستقلال سلطنت کی بیجاپور میں وہ مرض سوء القنیہ میں مبتلا ہوا۔ سنہ ۹۱۶ھ میں اس زندان فانی سے ریاض جاودانی میں گیا۔ تاریخ وفات اس کی ہے

بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل

شاہ طاہر ہروی جس نے یوسف عادل شاہ کی خدمت میں اپنی عمر عزیز صرف کی تھی وہ کہتا ہے کہ یوسف عادل شاہ کو روزگار کا تجربہ بہت تھا۔ سخاوت و حلم میں موصوف شجاعت و عدالت و انواع احسانات میں معروف خط نستعلیق خوب لکھتا تھا علم عروض و قافیہ میں وقوف رکھتا تھا۔ علم موسیقی میں سر آمد روزگار تھا۔ طنبور اور عود خوب بجاتا تھا۔ اہل فن کا اعزاز و اکرام کرتا تھا۔ ہمیشہ اس کی مجلس میں متقدمین کے اشعار پڑھے

پرتگیزوں کا گووہ فتح کرنا اور یوسف عادل شاہ کا ان سے لینا

یوسف عادل شاہ کی وفات اور خصائل و عادات

اجتناب کرے اور بسبب ظاہر مجہہ سے رنجیدہ ہوکر برہان پور چلا جائے تاکہ مجھے فرصت ملے کہ میں قطب الدین ہمدانی کی معرفت اس معاملہ کی صلاح کروں یہ رائے یوسف عادل شاہ کو پسند آئی اُس نے بیجاپور پروانہ بھیجا کہ خطبہ اثنی عشرہ موقوف ہوکر خطبہ چار یار پڑھا جائے۔ اور خود عماد الملک سے بظاہر رنجیدہ ہوکر برہان پور چلا گیا فتح اللہ عماد الملک نے اپنے خویشوں میں سے کسی ایک کو ملک احمد نظام الملک بحری پاس بھیجکر پیغام دیا کہ امیر برید کو یہ داعیہ ہے کہ عادل شاہ کو ٹھکانے لگا کے ولایت بیجاپور پر خود متصرف ہو اب تو وہ پانچ چھہ فرسخ زمین پر مالک ہے سلطان کی پناہ میں خزانہ بہمنیہ سے کام کرتا ہے تو کوئی شخص اُس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا اگر ولایت بیجاپور اس کو نصیب ہوگئی تو ہم کو اور ہماری اولاد کو دکن میں تمکن ممکن نہ ہوگا۔ ہم سپاہی ہیں ہم کو اوروں کے ملت ومذہب سے کیا کام ہے قیامت کو ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہوگا باوجود اس بات کے یوسف عادل شاہ نے میرے سامنے رافضیوں کے مذہب باطل سے استغفار کی ہے اور آدمی بیجاپور بھیجا ہے کہ وہ اُن کے شعار کو منع کرے میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ بادشاہ کو لشکر کشی کرنے کی اور ایک دوسرے کے مدد کرنے کی تعلیم نہ سکھائیں اور ہر شخص اپنے مسکنوں کو چلا جائے۔ ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی نے عماد الملک کی صوابدید سے آدہی رات کو اپنے ممالک کو کوچ کیا۔ وہ اس جماعت کی ریش سفید تھا جب صبح ہوئی تو شاہ وامیر برید زمانہ کی شعبدہ بازی کو دیکھ حیران رہ گئے فتح اللہ عماد الملک پاس آدمی بھیجکر بیجاپور کی تسخیر کے لئے مدد طلب کی اُس نے ان کو چند روز لیت ولعل میں رکھا اور یوسف عادل شاہ کو مخفی پیغام بھیجدیا کہ وقت معاودت ہے۔ وہ عماد الملک پاس ہوا کی طرح اُڑ کر آیا۔ دونوں سردار فوجیں آراستہ کرکے شاہ اور امیر برید سے لڑنے کو تیار ہوے تو مخالف مضطرب ہوکر سب مال اسباب چھوڑ احمد آباد بیدر کو بھاگ گئے یوسف عادل شاہ نے شاہ کے لشکر کو لوٹا اور عماد الملک کو رخصت کیا اور خود بیجاپور میں آیا اور پہلی طرح سے خطبہ اثنا عشریہ پڑھوایا اور مذہب شیعہ کے رواج میں کوشش کی۔ عین الملک گیلانی اور کمال خاں دکنی و فخر الملک ترک کو طرح طرح کے الطاف سے سرفرا

سے رنجیدہ ہوئے اور دونوں نے متفق ہو کر اس کے ملک پر لشکرکشی کی اور اول امیر برید پرگنہ
گجوتی اور بعض اور پرگنات و قصبات پر جو دستور دینار سے لئے گئے تہے متصرف ہوا - ملک
نظام الدین نے بیجاپور میں آدمی بہیج کر قلعہ نلدروگ کو کہ ایک حصار کہنہ تہا مانگا - یوسف عادل شاہ
نے باوجودیکہ وہ بعض سران سپاہ سے مطمئن نہ تہا ملک کو سخت جواب دیا - گجوتی کو
جاکر اچہی طرح قبضہ میں کرلیا - محمود شاہ بہمنی نے امیر برید کی تعلیم سے اپنے آدمی حکام پاس
بہیجے - قطب الملک ہمدانی اور فتح اللہ عماد الملک و خداوند خاں حبشی و ملک نظام احمد
بحری سے مدد چاہی - خداوند خاں اور عماد الملک آپس میں ایک دوسرے سے بیم و ہراس
رکہتے تہے اُنہوں نے تو عذر لکہہ بہیجے - قطب الملک ہمدانی باطن میں شیعہ تہا اور اُس مذہب
کا رواج خدا سے چاہتا تہا مگر اقتضائے وقت اور امرائے تلنگ کی تکلیف کے سبب سے
بیدرنگ درگاہ شاہی کی طرف متوجہ ہوا - ملک احمد نظام الملک نے خواجہ جہاں دکنی حاکم
پرندہ و زین خاں حاکم قلعہ شولاپور سے اتفاق کیا اور ۱۲ ہزار سوار اور توپ خانہ لے کر احمد آباد
بیدر کو روانہ ہوئے اور دار الملک سے محمود شاہ بہمنی بہی لشکر تلنگ کے ساتہہ اور امیر
برید کی ہمراہ چلا - جب یہ جمعیت عظیم ہوئی تو یوسف عادل شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ اسمٰعیل کو
کہ پانچ برس کا تہا کمال خان دکنی اور اور امراء کے ساتہہ بیجاپور بہیجا اور دریا خاں و فخر الملک
ترک کو گلبرگہ کے انتظام کے واسطے روانہ کیا اور خود عین الملک گیلانی اور چہ ہزار
سوار لے کر بیدر کی طرف گیا - جہاں گیا وہاں تباہ و خاک سیاہ کر کے اٹہا - ملک احمد
نظام الملک نے دیکہا کہ میرا ملک برباد ہو رہا ہے تو اُس نے شاہ کو مع کل سپاہ
کے ساتہہ لیا اور یوسف عادل شاہ کے پیچہے پڑا - یوسف عادل شاہ ملک کو غارت کرتا
ہوا دولت آباد گیا اور یہاں سے برار میں آیا - فتح اللہ عماد الملک آن حضرت کے تعاقت
سے گہبراتا تہا اس نے کہا کہ اور ملک احمد نظام الملک حنفی مذہب ہیں وہ دین کو بہانہ
بنا کے مجہے برباد کرینگے - مجہہ میں شاہ سے لڑنے کی تاب و توانائی نہیں ہے صلاح وقت
یہ ہے کہ یوسف عادل شاہ اپنے کئے سے پشیمان ہو اور مذہب روافض سے احتراز و

جس نے کشور ہند میں ائمہ اثنا عشرہ کا خطبہ پڑہوایا اور مذہب شیعہ کو رواج دیا۔ باوجود اس حال کے کمال ضبط و ہوشیاری کی گئی کہ جہاں شیعہ کی یہ مجال نہ تہی کہ صحابہ کرام کی نسبت کوئی حقارت کا لفظ صراحتہً یا کنایۃً زبان پر جاری ہوتا اس سبب سے شیعوں اور سنیوں کے درمیان تعصب بالکل زائل ہو گیا تہا۔ علماء مذہب جعفری و فضلاء حضرت حنفی و شافعی شیر و شکر کی طرح ملے رہتے تہے۔ اُنہوں نے بساط مباحثت و منازعت کا تہ کرکے اُٹھار کہا تہا۔ اس بیت کے مضمون پر عمل کیا

گر آں بہتر در ایں بہتر ترا چہ
چو حلقہ ماندۂ بر در ترا چہ

مساجد و معابد میں ہر ایک اپنی طرز و آئین کے موافق اپنے اپنے معبود کی عبادت کرتا اور اپنے مذہب کی فضیلت پر زبان دراز نہ کرتا۔ اکابر دین و مشائخ اہل یقین و عابدین دعا اس سجادہ نشین کو کرتے اور اس نظام و انتظام کو دیکھ کر تعجب کرتے تہے۔ جب یوسف عادل شاہ نے مذہب شیعہ کو رواج دیا۔ بمقتضاء الناس علی دین ملوکہم بہت سے امراء نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ بعض پاک سنیوں نے مثل میاں محمد عین الملک و دلاور خاں حبشی و محمد خاں سستانی نے کدورت و نفرت کا اظہار کیا قریب تہا کہ وہ فتنہ اُٹھائیں کہ یوسف عادل شاہ نے رفق و ملائمت لَکُمْ دِینُکُمْ وَلِیَ دِینِ (تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے) کی آیت ان کے خاطر نشان کی اور فتنہ کو دفع کیا۔ سنہ ۹۰۹ھ میں عین الملک سے متوہم ہو کر سپہ سالاری سے معزول کیا جاگیر قدیم اس کی لے لی اور اس کی عوض میں پرگنہ رہکری بیلگام دے دیا۔ امیران حنفی مذہب کو مطلع کر دیا کہ وہ اپنی اقطاع میں اپنے طریق پر اذان دیں اور کوئی شخص اہل سنت کے مذہب کا مزاحم نہ ہو باوجود اس کے اس نے حزم و ہوشیاری سے ہر امیر و مہتر و منصب دار کے لئے مخبر مقرر کر رکہے تہے کہ اُن کے حال پر مطلع ہو کر اس کو خبر کرتا رہے۔ اس زمانہ میں ملک احمد نظام الملک بحری اور امیر برید کہ مذہب تسنن میں کمال تعصب رکہتے تہے اس معاملہ کے سبب سے یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کا شیعہ مذہب کا رواج دینا۔

اُنھوں نے اس لڑائی میں بڑی مردانگی اور شجاعت دکھائی تھی۔

بعد اس فتح کے یوسف عادل شاہ کا استقلال درجہ اعلیٰ پر پہنچا ایک بات جو مدت سے اس کے دل میں تھی اس کا ظہور ہوا۔ ۹۰۸ھ میں ایک مجلس عظیم ترتیب دی اور مرزا جہانگیر قمی وحیدر بیگ وغیرہ کو کہ شیعہ مذہب کے امراء تھے سید احمد صدر اور اور اسی مذہب کے اور علماء کو بلایا اور اُن سے کہا کہ عالم رویاء میں آنحضرت نے مجھے مژدۂ سلطنت سنایا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تجھے سلطنت ہو تو ہمیشہ سادات اور اہلبیت کے محبّوں کو معزز و مکرم رکھنا اور مذہب ائمہ عشرہ کو تقویت دینا۔ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ مجھے ملک کرامت کرے گا تو مذہب شیعہ کو رواج دونگا اور منابر کو القاب ہمایون ائمہ سے مزین کرونگا۔ جس وقت کہ ہمراج (تمراج) اور بہادر گیلانی نے میری مملکت کے دونوں طرف سے آشوب و غوغا مچایا تھا اور قریب تھا کہ مملکت میرے ہاتھ سے نکل جاتی تو مجھے اپنے عہد کے وفا نہ کرنے کا اثر معلوم ہوا تھا تو پھر میں نے واقف الضمائر سے عہد کیا کہ مہمات سے فارغ ہونے کے بعد مذہب شیعہ کی ترویج میں کوشش کروں گا اب آپ صاحب اس باب میں کیا کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مبارک ہے بسم اللہ۔ بعض نے حزم و احتیاط کی شرایط کی رعایت کرکے یہ کہا کہ اب ہی سلطنت کی بنا تازی پڑی ہے شاہ محمود بہمنی کہ وارث ملک ہے موجود ہے وہ پاک اعتقاد سنی ہے ملک احمد نظام الملک بحری و فتح اللہ عماد الملک و امیر برید سنی موجود ہیں اور سپاہ کے اکثر سردار حنفی مذہب رکھتے ہیں اس لئے اس امر سے اندیشہ ہے کہ کوئی حادثہ ایسا برپا نہ ہو کہ اس کا تدارک نہ ہوسکے یوسف عادل شاہ نے متامل ہوکر کہا کہ جب میں اپنے وعدہ کو ایفاء کرتا ہوں تو خدا تعالیٰ میرا حامی و حافظ ہوگا اسی زمانہ میں ایران سے خبر آئی کہ شاہ اسمٰعیل صفوی نے ائمہ عشرہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور شیعہ مذہب کا رواج دیا یوسف عادل شاہ اس خبر کو سن کر بڑا خوش ہوا۔ روز جمعہ ماہ ذی الحجہ سال مذکور کو مسجد جامع قلعہ ارک بیجاپور میں حاضر ہوا۔ نقیب خاں کہ مدینہ کے سادات عظام میں سے تھا منبر پر چڑھا اور اذان میں اس نے ان اشہد علیاً ولی اللہ بڑھایا اور بعد ازان ائمہ عشریہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور باقی صحابہ کا نام نکال ڈالا۔ اول شخص یوسف عادل شاہ ہے

میں (۹) خداوند خاں خان حبشی فتح اللہ عماد الملک کا شریک تھا مہکر و نومار و کلم و قلعہ ماہو را اپنے تصرف میں رکھتا تھا اس کو عماد الملک نے مستاصل کیا (۱۰) پایۂ تخت بیدر میں خود قاسم برید ترک استیلا و استقلال رکھتا تھا۔

القصہ بعد سئل و رسائل و قرار و مدار کے یوسف عادل شاہ نے اول فرمان میاں محمد عین الملک کی طلب میں بھیجا وہ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بیجاپور میں آیا اور یوسف عادل شاہ کو اُس نے سلام اس طرح کیا جیسے کہ بادشاہوں کو کرتے ہیں۔ عادل شاہ نے بھی اس کو خلعت دیا۔ غرض عین الملک نے یوسف عادل شاہ کی بادشاہی کو مان لیا۔

اس تقسیم ملک کے قرار و مدار میں دستور دینار اپنی تباہی سمجھا۔ اُس نے امیر برید کو جو اپنے باپ قاسم برید کا جانشین وزارت محمود شاہ پر ہوا تھا لکھا کہ آپ اپنے باپ کی طرح میری امداد میں حتی المقدور کوشش فرمائینگے اس سبب سے امیر برید نے تین ہزار سوار اس کی مدد کے لئے بھیجدے دستور دینار دریائے بھیما (بیما) کے کنارہ پر فروکش ہوا تھا خواجہ جہاں دکنی اپنے بھائی زین خاں اور پانچہزار سواروں سمیت خواجہ دینار سے مل گیا جب یہ اخبار یوسف عادل شاہ کے کان میں پہنچے تو اُس نے وہ خزانہ جو وجیانگر سے حاصل کیا تھا لشکر میں بیدریغ خرچ کیا اور سارا لشکر لیکر ملک دینار کی طرف روانہ ہوا اور دشمن کے لشکرگاہ سے ایک فرسخ آن پہنچا اور ایک دانشور ملازم دستور دینار پاس بھیجا کہ وہ اس کو اطاعت و انقیاد کی ترغیب دے اور سمجھائے کہ وہ عین الملک کی طرح ہماری اطاعت کرے تو وہ مسند امارت و حشمت پر متمکن رہیگا اور اگر نادانی اور تبہ کاری سے ہمارا کہنا نہیں مانے گا تو ذلیل و خوار ہوگا۔ دستور دینار نے اس پیغام کو نہیں مانا اور اُس نے چھ ہزار حبشی یوسف عادل شاہ کے لشکر ہراول سے لڑنے کو بھیجے۔ اُنھوں نے شکست پائی اور بہت سپاہی اُن میں مارے گئے اور سارے ہاتھی دشمن کے ہاتھ میں گئے۔ دوسرے روز صبح کو یوسف عادل شاہ خود لڑنے گیا سخت لڑائی ہوئی۔ دستور دینار کشتہ ہوا اور لشکر شکستہ۔ غضنفر بیگ بھی اس لڑائی میں تیر سے زخمی ہوا اور تین روز کے بعد مر گیا۔ یوسف عادل شاہ کو اس رضائی بھائی کے مرنے کا از حد رنج ہوا۔ دستور دینار کے تمام ملک گلبرگہ ساگر۔ ملک اگرا اور سارے قلعوں پر قبضہ کیا اور بیجاپور میں آیا۔ جاگیر و حیدر بیگ کو اعلیٰ درجہ پر پہنچایا

احمدنگر میں چلا گیا۔ دوسرے سال یوسف عادل نے یہ سوچا کہ نظام الملک سے دوستی پیدا کرکے
توسیع ملک میں سعی کرے اُس نے نظام الملک پاس ایلچی بھیجا کہ مملکت دکن ایک چھوٹی سی سرائے
ہے اس میں ان سب حکام کی گنجایش نہیں ہے جب تک فرصت ہے آپ پرندہ و دولت آباد
و دہور و کالنہ دیونہ اور جہاکیہ پر قابض ہوں اور میں اقطاع دستور دنیار و عین الملک پر متصرف
ہوں اور عماد الملک جاگیر خداوند خاں حبشی کو ہاتھ میں لے اور قطب الملک ہمدانی مملکت تلنگ
پر متصرف ہو اور تخت گاہ بیدر مع مصافات قلیل کے قاسم برید ترک سے متعلق ہو ہم سب آپس میں
کمال اتحاد و یگانگی رکھیں اور کوئی جھگڑا نہ ہونے دیں حکام دکن کا حال اس وقت یہ تھا کہ دولت
بہمنیہ میں تزلزل آگیا تھا۔ صوبہ داران دکن اپنے اپنے استحکام اور تقویت میں کوشش کرتے
تھے جو جہاں تھا وہاں اپنی گرد آوری میں سعی کرتا تھا اور اپنے سوا دوسرے کو نہیں سمجھتا تھا اور
دوسرے کے آگے سر نیچا نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ دس امیر جدا جدا اپنی اپنی سلطنت جماتے تھے
(۱) یوسف عادل شاہ بیجاپور میں (۲) ملک احمد نظام الملک جینر میں (۳) فتح اللہ عماد الملک برار میں
(۴) قطب الملک ہمدانی تلنگ میں (۵) بہادر گیلانی بیجاپور کی جانب غرب میں دریائے شور تک
پرگنات بزرگ مانند مرج و کلر و کلہر و قلاع متین مثل پنالہ و گودہ اس کے مرنے کے بعد محمود شاہ
بہمنی کے حکم سے یہ ملک الیاس عین الملک کو دیئے گئے اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے میاں
محمد عین الملک کے لئے مقرر ہوئے (۶) دستور دینار اپنے قبضہ قدرت میں یہ ملک رکھتا تھا۔
بیجاپور کے جنوبی طرف میں نہر بہسوارہ اور پائے تخت بیدر کے درمیان۔ ان دونوں کو خارج
کرکے اس کے ملک پر یوسف عادل شاہ مالک ہو گیا تھا۔ ملک احمد نظام الملک بحری کے ہمسایہ
میں دو آدمیوں نے علم استقلال بلند کیا تھا (۷) ایک خواجہ جہاں دکنی نے وہ اس کے بھائی
زین خاں نے کہ قلعہ پرندہ و شولاپور اور اُن دونوں قلعوں کی نواح کا ملک رکھتے تھے۔
دوسرا زین الدین علی جو کہ پونہ و جہاکیہ و چار کونڈہ اور قلعہ دیدار اجپوری پر متصرف تھا اور
قلعہ و ولایت دولت آباد رکھتا تھا (۸) دو بھائیوں ملک وجیہ و ملک اشرف کے پاس تھے اس
ولایت کے حکام کو ملک احمد نظام الملک بحری نے خارج کر دیا تھا جس کا ذکر کیا جائیگا

اور خود بادشاہ سے بغیر ملے وہ بیجاپور چلا آیا اور باقی اور امرا اپنے اپنے مسکن کو گئے۔

سنہ ۹۰۳ھ ۹۷-۱۴۹۶ء میں یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی ستی سے کہ ابھی گہوارہ میں جھولتی تھی اپنے بیٹے شاہزادہ احمد سے بیاہ کی خواستگاری کی اور یہ قرار پایا کہ شادی گلبرگہ میں ہو۔ محمود شاہ اور عادل شاہ دونوں اس طرف چلے آن حضرت کے آنے سے دستور دینار متفکر ہوا۔ اسوقت عادل شاہ نے شاہ پاس مخفی پیغام بھیجا کہ میرے اور بادشاہ کی ولایتوں میں دستور دینار کے پرگنات کے سبب سے فاصلہ ہوگیا ہی اگر جناب کو قاسم بریدترک کا دفع کرنا منظور ہی۔ تو ان پرگنات کو میری جاگیر میں دیدیجئے۔ کہ اس بہانہ سے اپنی عمدہ سپاہ وہاں رکھوں کہ بوقت فرصت ایلغار کرکے پہلے اس سے کہ ملک احمد نظام بحری خبردار ہو قاسم بریدترک کا کام تمام کردوں شاہ نے اسکی درخواست منظور کی اور اسنے اس محال پر تصرف کیا اور قاسم برید کی پناہ میں دستور دینار چلاگیا جب یوسف عادل شاہ کے ساتھ قطب الملک ہمدانی متفق ہوا تو قاسم برید خائف ہوکر دستور دینار اور خواجہ جہاں دکنی اور ایک اور جماعت امرا ہندی کو ساتھ لیکر اور شاہ کی رفاقت چھوڑ کر الندمیں چلاگیا عادل شاہ قطب الملک ہمدانی کو ساتھ لیکر انکے سر پر چڑہا اور گنجوتی میں سخت لڑائی لڑا۔ اور غالب ہوا۔ امرا منہزم ومنکسر اطراف کے قلعوں میں بھاگ گئے۔ جنگ گاہ میں ایک غالیچہ پر محمود شاہ اور عادل شاہ نے بیٹھکر یہ قرار دیا کہ سال آیندہ میں نظام الملک بحری وعماد الملک سے اتفاق کرکے لشکر کشی کریں اور قاسم بریدترک کو مستاصل. ملک الیاس لڑائی میں مارا گیا تھا۔ یوسف نے اسکی جاگیر اور اسکا منصب اسکے بڑے بیٹے میاں محمد کو دیا اور عین الملک کا خطاب دیا اور شاہ کو وداع کرکے دار الخلافہ بیجاپور میں آیا۔

دوسرے سال یوسف عادل شاہ دستور دینار کے استیصال کے درپے ہوا اور اسپر لشکر کشی کی۔ ملک احمد نظام الملک بحری برق وباد کی طرح دستور دینار کی کمک پر پہنچا۔ یوسف عادل شاہ بیدر چلاگیا۔ اس نے قطب الملک ہمدانی وفتح اللہ عماد الملک سے مدد مانگی۔ ملک احمد نظام الملک بحری اس اندیشہ سے کہ فساد طول نہ پکڑے نزاع کو دور کرکے

بیجاپور اور گولکنڈہ اور بیدر اور احمدنگر اور برار کی مطلق العنان سلطنتوں کا قائم ہونا۔

کرونگا۔ شاہ اس نوید سے بمقتضا اس مصرعہ کے ع گرچہ یقین نیست گماں ہم خوش است۔ مسرور ہوا یوسف عادل شاہ نے پوشیدہ رخصت کے وقت شاہ پاس پانچہزار ہون پہنچا دیئے قاسم برید ترک و قطب الملک ہمدانی کو لایق پیش کش دیکر خوش کرکے واپس کیا۔

۹۰۱ سنہ ۹۵ ہجری میں دستور دینار خواجہ سرائے حبشی گلبرگہ۔ ساغر (ساگر) الند اور دریاء بھیورا (بیما) اور تلنگانہ کے درمیان اور قلعے اور پرگنے تصرف میں رکہتا تھا۔ اُسنے یہ چاہا کہ میں بھی اوروں کی طرح صاحب سکہ ہوجاؤں اس لئے اُس نے ملک احمد نظام الملک سے رابطہ آشنائی اُستوار کیا اور پیغام بھیجا کہ فتح اللہ عماد الملک یوسف عادل شاہ کے استظہار سے مملکت برار کو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھتا ہی اور شاہی کر رہا ہی کیا ہو اگر آپ کی عنایت و اعانت سے یہ دوست صادق الاخلاص منصب شاہی پر فائز ہوکر بلند آوازہ ہو۔ ملک حسن نظام الملک نے دستور دینار کو اپنا فرزند بنایا تھا۔ امداد اسکی لازم جانی۔ دستور دینار نے ان ممالک میں خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور دار الخلافہ کے تصرف سے قصبات و مواضع نکال لیئے اور قاسم برید کے آدمیوں کو نکال باہر کیا قاسم برید نے مضطرب ہوکر شاہ سے کہکر یوسف عادل شاہ سے کمک طلب کی۔ یوسف عادل شاہ نے غضنفر بیگ آغا کو امرائے معتمد کے ساتھ مدد کو بھیجا اور شاہ کو لکھا کہ اگر میں خود آتا تو ملک نظام الملک بحری بھی دستور دینار کی مدد کے لئے لشکر کشی کرتا اور جھگڑا طول پکڑتا۔ میں اس سبب سے نہیں آیا حضور کچھ اور نہ سمجھیں۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ خواجہ جہاں دکنی احمدنگر کا خلاصہ لشکر لیکر بہت جلد آتا ہی اور ملک احمد نظام الملک بحری بھی سرانجام سفر کر رہا ہی کہ اگر ضرورت ہو تو دستور دینار کی کمک کو جائے۔ یوسف عادل شاہ بھی ایلغار کرکے اپنے لشکر سے جاملا اور قاسم برید ترک کو جلد بلا کر ساتھ لیا اور دستور دینار سے لڑنے پر متوجہ ہوا دستور دینار اپنے آٹھ ہزار سوار خاصہ اور ملک احمد نظام ملکی و خواجہ جہاں دکنی کے بارہ ہزار سوار لیکر میدان جنگ میں آیا۔ اور بہادرانہ لڑا۔ مگر شکست پائی اور مقید ہوا۔ پادشاہ اُسے قتل کرتا مگر یوسف عادل شاہ نے سفارش کرکے جان بچادی اور جاگیر گلبرگہ دلوادی

دستور دینار خواجہ سرائے کا یوسف عادل شاہ سے لڑنا اور ہار جانا

کا خطاب و امارت سے سرفراز کیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون عطا کیں۔ قلعہ مدکل و رائچور کی فتح کے لئے مامور کیا اس نے چالیس روز میں حسن تدبیر سے انکو تسخیر و مفتوح کیا۔ عادل شاہ اپنے مرکز دولت میں آیا۔ اس فتح سے عادل شاہ کی بہت و شوکت کی بہت شہرت ہو گئی۔ ان غنائم میں سے بعض نہایت عمدہ تحائف اسنے شاہ محمود بہمنی کی خدمت میں بھیجے۔

اب یوسف عادل شاہ اس فکر میں تھا کہ قلعہ جام کھنڈی کو بہادر خاں گیلانی کے ہاتھ تلے سے نکالے اس ارادہ سے کوچ کرنے کو تھا کہ شاہ محمود گجراتی نے ایک ایلچی تیز زبان خیر و سر شاہ محمود بہمنی پاس بھیجا جسنے آنکر کہا کہ ایک جہاز مکہ معظمہ جاتا تھا اُسکو بہادر گیلانی کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ اگر تم اس قطاع الطریق کو دفع نہیں کر سکتے تو ہمکو اطلاع دو کہ ہم اپنے کسی سردار کو بھیجکر اسکو نیست و نابود کریں۔ محمود شاہ نے قاسم برید کی رہنمونی سے یوسف عادل شاہ سے بہادر گیلانی کے دفع کرنے کے لئے کمک مانگی یوسف عادل شاہ تو یہ خدا سے چاہتا تھا اس نے پانچ ہزار انتخابی سپاہ بسر کردگی کمال خاں دکنی شاہ کی مدد کو بھیجی۔ بہادر گیلانی جام کھنڈی کے حوالی میں اسلئے آیا ہوا تھا کہ وہ عادل شاہ کے ارادہ سے واقف تھا۔ شاہ بہمنی دریا کرشنا سے پار ہو کر اس طرف متوجہ ہوا۔ بہادر گیلانی بلگواں کو بھاگا شاہ محاصرہ میں مشغول ہوا۔ دو تین مہینے کے بعد قلعہ امان دیکر مسخر ہوا۔ قاسم برید کی صلاح سے وہ قلعہ کمال خاں دکنی کو اس سبب سے دیدیا کہ وہ یوسف عادل شاہ کا تھا۔ بہادر گیلانی اِدھر اُدھر بھاگتا پھرا اور ایک لڑائی میں مارا گیا۔ یوسف عادل شاہ نے بادشاہ کو بیجاپور میں بُلاکر دس روز تک مہمان رکھا اسکی ضیافت شاہانہ کی اور بڑی بیش بہا پیشکش دی جسمیں بادشاہ نے ایک ہاتھی لیلیا اور باقی پیش کش واپس کی۔ اور مخفی کہلا بھیجا کہ یہ چیزیں میرے پاس نہیں رہینگی سب قاسم برید لے لیگا۔ بہتر ہے کہ بطریق امانت اسے رکھو۔ جب مجکو اسکے تسلط سے خلاص کروگے تو مجھے وہ دینا۔ اگرچہ یوسف عادل شاہ اس امر پر قادر تھا کہ قاسم برید کو دفع کر دے مگر اس نے اپنی صلاح دولت دیکھکر یہ جواب دیا کہ یہ کار ملک نظام الدین بحری و فتح اللہ عماد الملک کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوگا۔ جب حضور تخت گاہ میں تشریف فرما ہوں دونوں کو متفق کیجئے میں بھی وہیں حاضر ہونگا۔ اور علاج

اپنی ساری سپاہ کو جمع نہ کرسکا سات ہزار سوار اور بہت سے پیادے اور تین سو ہاتھی لیکر لڑنے کے لئے کھڑا ہوا - اس پر عادل شاہ نے ایسی تیزدستی سے حملہ کیا کہ ہیمراج کے پاؤں لڑائی میں نہ جمے اور بھاگ گیا - دوسو ہاتھی اور ہزار گھوڑے اور سات لاکھ ہون (دو کڑور روپیہ زمانہ حال) اور بہت سے جواہر اور قیمتی غنائم فتحمندوں کے ہاتھ آئے - ہیمراج اور راے زاد دونوں بیجانگر کو بھاگے لڑائی میں راے زاد زخمی ہوا تھا وہ تو راہ ہی میں مرگیا اور ہیمراج سلطنت کا مالک ہوگیا - مگر اس غضب پر امرا نے فساد برپا کیا اس سبب سے عادل شاہ کو فرصت ملی کہ اُسنے راے چور اور مدکل کو آسانی سے تسخیر کرلیا اور اپنے معتمدوں کو سپرد کرکے مظفر و منصور بیجاپور کو چلا آیا - دستور خاں کہ ایک مرد کہن سال اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں رہتا تھا - یہ بیان کرتا ہی کہ جب راے بیجانگر سے عادل شاہ کو شکست ہوئی تو وہ ایک بلندی پر چڑہ گیا اور طبل جنگ پھر بجوایا جس سے پراگندہ سپاہ جمع ہوئی -

تین ہزار پردیسی و ترک جمع ہوگئے اسوقت اسنے براہ حیلہ ہیمراج کو پیغام دیا کہ راے بیجانگر بزرگ پادشاہی میں اپنی جنگ سے پشیماں ہوں اگر میری تقصیر کا عذر قبول ہو اور مجھے اپنے منسوبوں میں تصور فرماکے اس ملک کو مجھے حوالہ کریں تو میں ہمیشہ جادۂ اطاعت پر چلونگا ہیمراج اسکے دم میں آگیا اور اسکی درخواست کو قبول کرلیا وہ صلح اور ایفاء عہد کے لئے راے زاد اور دو تین ہزار آدمیوں کو ہمراہ لیکر دریا کے کنارہ پر بیٹھا - یوسف عادل شاہ چارسو منتخب آدمیوں کے ساتھ لیکر اسکے نزدیک گیا - مقصد کی چند باتیں کیں اور عہود کے ظاہری لوزم بجالایا - اور راے کے آگے چلا - اور نفیر سرکج جو جنگ کے روز کے سوا کسی دن نہیں بجائی جاتی اسکو بجوایا اسکی آواز کو سُنکر عادل شاہ کا لشکر ہیمراج کے لشکر پر پل پڑا - امراے بیجانگر یوسف کے فریب سے غافل تھے کچھ جمع ہوکر لڑے اور اپنے سینوں کو بلا کے تیروں کا سپر بنایا - راے زاد اور ہیمراج کو بھاگنے کی صلاح دی اس بھاگنے میں بیجانگر کے ستر امیر مارے گئے -

عادل شاہ نے دشمنوں کے چھ نفر کو اپنے ہاتھ سے مجروح و بے روح کیا - دشمن کو جمع ہونے کی فرصت نہ دی وہ خزانہ و ہاتھی گھوڑے چھوڑ کر بھاگ گئے - فتح کے بعد سونیک بہادر کو بہادر خانی

وبیجانگر کے راے کا حملہ یوسف عادل شاہ پر اور یوسف کی فتح راے چور اور مدکل ہاتھ آگئے

کے ایام امیری اور شاہی کی تاریخ لکھی ہی۔ بطریق اجمال اپنی تاریخ میں لکھتا ہی کہ یہ لڑائی
حوالی نلدروگ میں واقع ہوئی۔ ملک احمد نظام الملک بحری اس معرکہ میں نہ تھا اور
سلیمان محمود بہمنی کے ساتھ خواجہ جہاں دکنی تھا۔ شاہ اور قاسم برید کو فتح ہوئی یوسف عادل
شاہ بیجاپور کی جانب چلا گیا اور ملک نظام الدین بحری اور بہا در گیلانی سے اپنے مصالحت کر لی

تخت گاہ وجیانگر میں امرا میں آپس میں فساد ہوا جس سے حرج مرج واقع ہوا۔
یوسف عادل شاہ بیجاپور سے انتظام کے عزم سے رائے چور کی جانب روانہ ہوا۔ اثنار راہ
میں عیش وعشرت اور مستانہ نوشی میں ایسا مصروف ہوا کہ دو مہینے تک بیمار رہا اسکی جگہہ غضنفر بیگ
دیوانخانہ میں سلطنت کا کام کرتا تہا۔ خلائق میں اسکا مرنا مشہور ہو گیا۔ جب یہ خبر اطراف
میں پہنچی تو ۸۹۶ھ ہیمراج ورلے زاد سپاہ کثیر لیکر رائے چور کی طرف روانہ ہوئے غضنفر بیگ
اور تمام سران سپاہ اس خبر کو سنکر خائف ہوئے اور عادل شاہ کے لئے دعائیں مانگنے لگے
وہ اچھا ہو گیا اُسنے ساٹھ ہزار روپیہ خیرات میں تقسیم کئے اور بہت سا روپیہ سادات میں مسجد تعمیر
کرنے کے لئے اور خیرات کرنے کو بہیجا۔

اس اثنار میں خبر آئی کہ ہیمراج تنگ بھدرا سے اُتر کر بیجاپور کو چلا آتا ہی۔ عادل شاہ نے
اپنی سپاہ کو جمع کیا تو وہ آٹھ ہزار سوار دو اسپہ اور دو سو ہاتھی چھوٹے بڑے تھے۔ غضنفر بیگ
مرزا جہانگیر۔ داؤد خاں لودی اسکے بڑے شمشیر زن امرا تھے۔ اسنے انکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ
خدا اس سپاہ جنگجو وتندخو کو فتح دیگا۔ بہتر ہو گا کہ دشمن سے لڑنے چلوں اسنے سفر کیا۔ اور ہیمراج
کے لشکر پاس آ گیا۔ زمین کو امرا پر قسمت کیا۔ حزم واحتیاط کے سبب لشکر کے گرد خندق
بنائی گئی روز تک لشکر یونہیں آمنے سامنے پڑے رہے۔ جب ۸۹۸ھ ۱۴۹۲ء کو لڑائی شروع ہوئی۔
عادل شاہ کے پانچسو آدمی مارے گئے اور باقی لشکر پراگندہ ہوا۔ عادل شاہ حیران تھا کہ کیا
کروں کہ سونیچگ بہادر اوزبک نے کہ سلحداروں میں تھا عرض کہ میں اثنار جنگ میں دشمنوں کے
جنگ میں گرفتار ہو گیا تھا وہاں سے بھاگ کر آیا ہوں۔ سارا لشکر لوٹ میں مصروف ہو رہا ہی۔
اُسوقت حملہ ہو تو نہایت سودمند ہو گا پادشاہ نے بھی سپاہ کو جمع کر کے لڑائی شروع کی ہیمراج

اور بہادر گیلانی نے بھی فرصت پاکر جام کھنڈی کو یوسف عادل شاہ کی عملداری میں
سے نکال کر تصرف کرلیا۔ اس زمانہ میں ایک جماعت نے جو محرم اسرار تھی عادل شاہ
کے دشمنوں کے خیالات اسکے کان میں پہنچائے اور اضطراب ظاہر کیا اس نے انکی
تسلی کی کہ جمیع امور میں میں نے ارواح مقدسہ ائمہ معصومین اور شیخ صیفی سے استعانت
کی ہی اور کرتا ہوں یقین ہی کہ اعدا پر مظفر و منصور ہونگا اور اس نے عہد کیا کہ اگر اس عقدۂ مشکلہ
سے نجات پاؤں تو ائمہ اثنا عشریہ کا خطبہ پڑھواؤں اور مذہب شیعہ کو رواج دوں
حسن تدبیر سے قلعہ رائے چور و مدکل کا خیال چھوڑ کر ہیمراج اور رائے راد سے صلح کی
وہ اور ممالک کی تسخیر و نہیب و غارت سے دست کش ہوکر بیجانگر کو چلے گئے اور اُسنے بہادر
گیلانی کو جبر و قہر سے حواشی مملکت سے نکال دیا اور بمقتضاء وقت وہ جام کھنڈی
کے استرداد کے درپے نہ ہوا اور قاسم برید ترک کی تادیب کے سر ہوا آٹھ ہزار
سپاہ جسمیں اکثر مغل اور ترک تھے لیکر احمد آباد بیدر کی طرف کوچ کیا قاسم برید ترک
نے ملک احمد نظام الملک بحری سے مدد چاہی۔ وہ خواجہ احمد دیسی حاکم برید کے ساتھ
اتفاق کرکے دار الخلافہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قاسم برید ترک سلطان محمود شاہ بہمنی کو لیکر
شہر سے نکلا اور ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں دکنی سے میمنہ و میسرہ و قلب
کو آراستہ کرکے یوسف عادل شاہ کی جانب جو دار الخلافہ سے پانچ کروہ پر تھا۔
روانہ ہوا یوسف عادل شاہ صف آرا ہوا میمنہ میں دریا خاں تھا۔ میسرہ میں فخر الملک
ترک اور قلب میں وہ خود اور غضنفر بیگ برادر رضاعی ایک ہزار مغل تیر انداز کے
ساتھ طرح میں تھا یعنی جہاں کمک کی ضرورت ہو وہاں جائے۔ لڑائی ہوئی مگر اس
لڑائی میں قاسم برید نہ تھا۔ تو غضنفر بیگ نے کہا کہ جنگ کا سبب قاسم برید تھا۔
جب وہ خود معرکہ میں نہیں ہی تو اس حال میں آپس میں جنگ کرنا اپنے تئیں خراب
کرنا ہی۔ چاہیے کہ باہم صلح کرلی جائے۔ طرفین سے آدمیوں نے آجا کر صلح کرادی اور
لشکروں نے اپنے اپنے مقام میں مراجعت کی لیکن عادل نامہ کا ناظم عامی جس نے عادل شاہ

استوار کرکے دشمنوں کے ہجوم کو متفرق کیا اور قلعہ کو مسنبوط کرکے ہاتھیوں اور غنائم کو خود بادشاہ کی خدمت میں لایا۔ شاہ کو اسکی خدمت پسند آئی اُسنے ہزاری امراء میں اسکو داخل کیا بڑھتے بڑھتے امرائے عظیم الشان میں ہوگیا اور بیجاپور کا طرفدار ہوگیا اس نے لشکر خوب جمع کیا۔ سلطان محمود شاہ بہمنی کی وفات کے بعد بہمنیہ تخت گاہ میں بہت زیادہ حرج مرج ہوا تو اس نے سپاہ کی ترتیب میں کوشش کی اور اکثر مغلوں اور ترکوں کو پایۂ تخت احمد آباد بیدر سے شاہانہ وعدے کرکے بلایا اور مناصب ارجمند پر مقرر کیا روز بروز اسکی قوت و مکنت زیادہ ہوئی ۸۹۵ھ ۱۴۸۹ء میں یا ۸۹۶ھ ۱۴۹۰ء میں بحکم السیف لمن ضرب والملک لمن غلب بیجاپور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور چھتر شاہی لگایا اور تمام پردیسیوں اور ترکوں نے جو پانچ چھ ہزار تھے اسکی شاہی کو تسلیم کیا۔ یوسف عادل شاہ نے بہت سے قلعے جو امرائے سلطان محمود کے تصرف میں تھے اپنے زور بازو سے فتح کئے اور آب بھورہ (بہیا) سے بیجاپور تک اور دریا کرشنا سے رائے چور تک اپنے قبضہ میں لایا اور اپنے نام میں لفظ خانی کو شاہی سے تبدیل کیا اور اپنا نام عادل شاہ رکھا۔

یوسف عادل شاہ کے خطبہ پڑھوانے اور سر پر چتر لگانے سے قاسم برید ترک کے سینہ میں حسد پیدا ہوئی وہ بیجاپور کی شاہی کے فکر میں رہتا تھا۔ ۸۹۸ھ ۱۴۹۲ء میں وجیانگر کا حال یہ تھا کہ ہیمراج (ٹیمراج) وزیر وجیانگر نے سلطنت کو غصب کرلیا تھا۔ سیوارائے کی اولاد برائے نام راجہ کہلاتی تھی اسکو قاسم برید نے لکھا کہ سلطان محمود شاہ بہمنی نے قلعہ رائے چور اور مدکل کو جمیع مضافات کے ساتھ تم کو پیشکش کیا تمسکو چاہیے کہ لشکر کشی کرکے اسکو تسخیر کرلو اور ایسے ہی بہادر گیلان کو جو بندر گوہ اور تمام دریا بار جسکو دکنی اپنی اصطلاح میں کوکن کہتے ہیں مستولی ہوا تھا نامہ بھیجکر یوسف عادل شاہ کے ملک کی تاخت و تاراج کی ترغیب دی۔ نامہ کے پہنچتے ہی ہیمراج اور رام زاد (کمر عمر راجہ) سپاہ لیکر روانہ ہوا اور دریا تنگ بھدرہ سے عبور کیا اور قلعہ رائے چور اور مدکل کو لے لیا اور ملک کے خراب کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔

اس لیئے فرشتہ کی داستان پیرایہ صدق سے معرا معلوم ہوتی ہی۔ خواجہ عمادالدین نے اس بچہ شاہزادہ کو اپنے وطن ساوا میں اپنے بچوں کے ساتھ تربیت و تعلیم کیا۔ اس ماں نے اپنے بیٹے کی خبر پاکر اس پاس اسکے کوکہ غضنفر کو بھیجدیا۔ یوسف سولہ برس کی عمر تک ساوا میں رہا اسلیئے وہ ساوی کہلاتا ہی عوام الناس سوائی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ اسکی یہ بتاتے ہیں کہ وہ ملک ورتلوار میں دکن میں سب سے سوا تھا

یوسف کا ہندوستان میں آنا

۸۶۴ھ میں یوسف سفر ہند کا عازم ہوا اور ہرموز میں کشتی میں سوار ہوا اور بندر مصطفی آباد دابل کے ساحل پر اُترا۔ یہاں عمادالدین گرجستانی تجارت میں مشغول تھا یوسف اسکے ساتھ آحمد آباد و بیدر کی طرف گیا۔ ہم اقلیمی کے سبب سے وہ خواجہ محمود گاواں گیلانی سے خصوصیت رکھتا تھا اسلیئے کہ اعمال گیلان سے گرجستان ہی خواجہ محمود نے یوسف کی حسن صورت و سیرت اور خط و سواد و موسیقی دانی و آداب سپاہگری میں لیاقت دیکھ کر اسکا حال نظام شاہ بہمنی اور اسکی والدہ مخدومہ جہاں سے عرض کیا اور اسکی اور ایک اور چرکس غلام کی قیمت خواجہ عماد کو بادشاہ سے دلوادی۔ خلاصہ یہ ہی کہ یوسف عادل شاہ ترکی غلام تھا جس نے اپنے خاندان میں غلامی سے شاہی پیدا کردی۔

بادشاہ کی طرف سے یوسف کا درجہ اعلیٰ پر پہنچنا

محموگاواں نے مخدومہ جہاں کے استصواب سے اُسکو خویزخاں میرآخور کے حوالہ کیا وہ اس خاندان کا ترکی غلام تھا۔ عزیز خاں بوڑھا تھا اسنے میرآخوری کے تمام کام اسکو سکھا دیئے۔ وہ فوت ہوا تو یوسف کو اسکی جگہ بادشاہ نے مقرر کردیا اور منصب صدی پایا اور اصطبل کی ریاست پر سرافراز ہوا اسکی اور بہمن نویسندہ کی نہ بنی تو اس عہدہ سے وہ استعفا دیکر نظام الملک کی مجلس میں گیا کوئی ترک امیر اُس سے بڑا نہ تھا اور اپنے حسن سلوک سے اس جگہہ پر پہنچا کہ نظام الملک اسکو اپنا بھائی کہتا تھا اور بغیر اسکے ایک لمحہ اسکو چین نہیں پڑتا تھا۔ جب برار کا طرفدار نظام الملک مقرر ہوا تو یوسف کا منصب پانصدی ہوگیا اور عادل خاں کا خطاب اُسکو ملا۔

ہمنے تاریخ شاہان بہمنیہ میں لکھا ہی کہ نظام الملک نے ایک سال میں قلعہ کھرلہ فتح کیا تھا کہ وہ ایک راجپوت کے ہاتھ سے مارا گیا اور یوسف عادل شاہ نے اپنی شجاعت کی کمر

یہ پانچ فرقے نمودار ہوئے۔ عادل شاہیہ۔ نظام شاہیہ۔ قطب شاہیہ۔ عماد شاہیہ
برید شاہیہ۔ جنکا آگے مفصل بیان آتا ہی۔

تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور

یوسف عادل شاہ ۸۹۵ھ ۱۴۹۰ع اسمٰعیل عادل شاہ ۹۱۵ھ ۱۵۱۰ع۔ ملا عادل شاہ ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ع
ابراہیم عادل شاہ ۹۴۱ھ ۱۵۳۵ع علی عادل شاہ ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ع۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ع

یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کے خاندان کی داستان۔ اسکے شاہ نژاد ثابت کرنے کے لیئے تاریخ فرشتہ میں یہ لکھی ہی کہ عادل شاہیوں کا خاندان روم کے سلاطین عثمانیہ کی نسل سے ہی۔ یوسف کا باپ سلطان مراد ۸۵۴ھ ۱۴۵۰ع میں مرگیا اور اسکا بڑا بیٹا سلطان محمدؐ تخت نشین ہوا۔ اسکے جلوس کے بعد ہی ارکان دولت نے متفق اللفظ والمعنی یہ کہا کہ سلطان مراد کے عہد میں ایک شخص مصطفی پیدا ہوا۔ اور اوسنے دعویٰ کیا کہ میں سلطان ایلدرم بایزید کا بیٹا ہوں جسکے سبب سے ایسے فتنے برپا ہوئے کہ آل عثمان کے ارکان دولت میں تزلزل آگیا ہوتا اسلئے مناسب یہ ہی کہ اولاد ملوک میں سے سوائے ولی عہد کے کوئی قید حیات میں باقی نہ رہے تاکہ اس فتنہ سے اور فتنے نہ پیدا ہوں۔ سلطان محمدؐ نے اسلئے حکم دیا کہ اسکے بھائی شاہزادہ یوسف کا دم گھوٹ کر اسکا جنازہ خاص وعام کی اطلاع کے لیے باہر لے جائیں جب ماں سے یوسف کو مانگا تو اس نے ایک دن کی مہلت اسکے حوالہ کرنے کے لئے حاصل کی خواجہ عماد الدین محمود کو جستانی تاجر ساکن ساوہ سے ماں نے ایک غلام جو یوسف کا مشابہ تھا خریدا اور دوسرے روز یوسف کی جگہہ اسکو حوالہ کیا۔ جسکا دم گھوٹ کر یوسف کا جنازہ بنایا گیا۔ اور خواجہ کو یوسف غلامی میں دیا گیا مگر تاریخ روم شہادت دیتی ہی کہ سلطان مراد کا ایک ہی بچہ تھا وہ قتل کیا گیا۔ اور جب اسکی ماں کی مامتا پھڑکی تو قاتل اسکے پاس بھیجا گیا جسکی بوٹیاں اُسنے اُڑوا کر کتوں کو کھلائیں یہ واقعہ یقین کے قریب معلوم ہوتا ہی۔

جانتا تھا کہ شراب نے میرے خاندان کی سلطنت کو برباد کیا ہی۔ اس نے شراب سے پرہیز کیا ہوش سے کام کیا امیر برید کی جان کا قصد کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال تین ماہ کی شاہی کے بعد معزول و محبوس ہوا اور جلدی سے مرگیا۔

شاہ ولی اللہ بہمن بن سلطان محمود شاہی

شاہ ولی اللہ بادشاہ ہوا تین سال تک امیر برید کی مٹھی میں رہا اور نان وجامہ پر قناعت کرتا رہا۔ گھر میں قید رہا امیر برید نے اسکی منکوحہ سے میل کیا۔ بادشاہ کو مار ڈالا۔ منکوحہ پر متصرف ہوا۔

کلیم اللہ بہمن

جب کلیم اللہ تخت پر بیٹھا تو بجز نام کے خاندان بہمنی میں پادشاہی نہیں رہی تھی ۹۳۲ھ میں بابر کابل سے ہندوستان میں آیا تو اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ بحری اور سلطان قلی قطب شاہ نے عرائض اخلاص آمیز اس پاس بھیجیں شاہ کلیم اللہ نے بھی عریضہ بھیجا۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ حسب تقدیر یا عدم تدبیر سے قدیمی نوکروں نے اطراف وجوانب دکن کو غصب کر لیا ہی۔ اور اس دولتخواہ کو محبوس رکھتے ہیں اگر حضرت اس طرف قدم رنجہ فرمائیں تو بندہ باخلاص اس گرفتاری سے نجات پائے مملکت برار و دولت آباد بندگان درگاہ کو سپرد کردوں مگر اسکا اثر اس سبب سے کچھ مرتب نہوا کہ ابھی بابر پادشاہ کو ہند میں استقلال نہیں حاصل ہوا تھا منڈو و گجرات درمیان میں تھے یہ راز فاش ہوا۔ ۹۳۴ھ کلیم اللہ بیجاپور میں آگیا وہاں اسکے ماموں اسمٰعیل نے اسکے گرفتار کرنے کا قصد کیا تو وہ احمد نگر گیا یہاں برہان نظام شاہ نے اسکا اعزاز واکرام اس خیال سے کیا کہ اسکو روکش بنا کے احمد آباد بیدر کو مسخر کرے۔ جس وقت کلیم اللہ اسکی مجلس میں جاتا دست بستہ اُسکے سامنے کھڑا ہوتا۔ اسپر شاہ طاہر نے لعنت ملامت کی نظام الملک نے اُسکا بلانا مجلس میں موقوف کیا۔ وہ انہیں سالوں میں اجل طبعی سے یا زہر سے مرگیا بعد کلیم اللہ کے کوئی شخص خاندان بہمنیہ میں سے برائے نام بھی بادشاہ نہیں ہوا۔ اُسکے بعد

حاکم تلنگانہ نے اپنے تئیں مطلق العنان گول کنڈہ میں کیا۔ بعض لڑائیاں بیجاپور اور برار کے لشکروں سے بادشاہی لشکر سے ہوئیں۔ ۴ ذی الحجہ ۹۲۴ھ ۱۵۱۸ء کو سلطان محمود شاہ کی زندگی ختم ہوئی۔ اسکی سلطنت بڑی پراختلال تھی باوجود تزلزل و انقلابات کے ۳۷ سال و ۲۰ روز رہی اسکی سلطنت میں چار فریق۔ ترکی۔ حبشی۔ دکنی۔ مغل تھے جنکے سردار آپس میں کٹ کٹ کر مرے اور تمام فسادوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ خاندانوں کی سلطنت کی بنیاد پڑی مسلمانوں کی جو ایک سلطنت تھی وہ نہ رہی اُسکے پانچ ٹکڑے ہوگئے وہ سب اپنے زور کو ہندؤں کے مقابلہ میں یکجا نہیں جمع کرسکتے تھے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں دکن ایک مربع تھا جسکے مرکز میں ایک چھوٹی سلطنت تھی اور اوسکے چاروں کونوں پر بڑی بڑی سلطنتیں تھیں بیدر سلطنت کے مرکز میں تھی اور بیدر کے شمال میں احمد نگر اور برار اور بیدر کے جنوب میں بیجاپور و گول کنڈہ اسکا مفصل حال آیندہ آتا ہی۔

سلطنت احمد شاہ

محمود شاہ کے بیٹے احمد شاہ کو ۹۲۷ھ میں ملک برید نے اس خیال سے بادشاہ بنایا کہ اُسکے پاس مملکت قلیل تھی اور اسکے نوکر تین چار ہزار سے زیادہ نہ تھے حکام اطراف کا خوف تھا کہ وہ احمد آباد کی طمع نہ کریں۔ احمد شاہ نے باپ کا طریقہ اختیار کیا کہ نرگس و لالہ کی طرح بے قدح و پیالہ نہ رہتا۔ امیر برید نے اُسکے لئے شراب پینے کا سامان شاہانہ تیار کر دیا تھا اور کسی کو اسکے پاس پھٹکنے نہیں دیتا تھا۔ جتنا خرچ اسکو دیتا تھا وہ اسکو کفایت نہیں کرتا تھا اسلئے اُسنے تاج بہمنیہ جو چار لاکھ ہوں قیمت کا تھا ٹکڑے کرکے بیچ ڈالا۔ امیر برید نے بہت آدمیوں سکے ٹکڑے اُڑائے کہ تاج کے ٹکڑوں کا پتہ لگے مگر اُسکا ذرہ بھی ہاتھ نہ آیا۔ احمد شاہ دو سال ایک ماہ کے بعد ۹۲۷ھ میں زہر سے یا اجل طبعی سے مرگیا۔

سلطان علاء الدین بن سلطان احمد شاہ

امیر برید نے احمد شاہ کے مرنے کے بعد دو ہفتہ تک مہمات سلطنت کو معطل رکھا۔ بعد بہت فکر کے اسی سبب سے جو اوپر مذکور ہوا علاء الدین کو تخت پر بٹھایا۔ یہ شاہزادہ

یہ واقعہ ۵ - ماہ صفر ۸۸۶ھ کو ہوا اوسکے قتل کی تاریخ یہ ہی ~~~~ ۵

سال فوتش گر کسے پرسد بگوئے ؎ بے گنہ محمود گاواں شد شہید

اسکی عمر ۷۸ برس کی تھی احمد آباد بیدر میں اسنے ایک مدرسہ بنایا تھا وہ طب ریاضی خوب جانتا تھا - نظم دلکش و نثر و انشا و حساب میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھا خط سیاق خوب لکھتا تھا - مولانا عبد الرحمٰن جامی سے اسکی خط و کتابت تھی اسکا مارا جانا بہمنیہ کا زوال آنا تھا - خبر آئی کہ سیوراے حاکم وجیانگر نے لشکر عظیم بندر گوہ میں تعین کیا ہی اور عنقریب وہ اسکو لینے کو ہی یہاں یوسف عادل خاں کو لشکر بیجاپور کے ساتھ بادشاہ نے بھیجا اور خود کوچ کر کے فیروز آباد میں آیا - اُسنے تین مہینے شراب ارغوانی کے مزے اُڑلئے مگر دل میں اُسکے غم و اندوہ مستولی تھا - دن بدن دُبلا ہوتا جاتا تھا - اُسنے شاہزادہ محمود خاں کو ولیعہد اور ملک حسن نظام الملک بحری کو وکیل السلطنت مقرر کیا -

احمد آباد بیدر میں آیا شراب نے اُسے تباہ کیا - (شراب زدہ را علاج شراب است) کے غلط مقولہ کے فریب میں آیا - بیمار ہوا - حالت سکرات میں جب ہوش میں آتا تھا - تو کہتا تھا کہ باطن میں خواجہ مجھے ہلاک کرتا ہی - غرہ صفر ۸۸۷ھ میں اقلیم عدم میں قدم رکھا اسکے مرنے کی تاریخ یہ ہی ~ - دکن چوں شد خراب از رفتن او - خرابی دکن تاریخ او شد -

سلطنت محمود شاہ بہمنی

محمد شاہ کے بعد اسکا بیٹا محمود شاہ پادشاہ ہوا نظام الملک بحری اسکا وزیر ہوا -

یوسف عادل شاہ دربار میں آیا - مگر جب اسکے مارنے کا قصد یہاں ہوا تو وہ بیجاپور میں چلا گیا - محمود شاہ مہم تلنگانہ میں گیا تو اسکا وزیر نظام الملک مارا گیا اسکے بیٹے احمد نے جنیر میں اپنی مطلق العنانی کا اشتہار دیدیا - عماد الملک نے برار میں سرکشی کی پادشاہ نے اپنے لڑکے کی منگنی ۸۹۷ھ ۱۴۹۱ء میں یوسف عادل خاں سے کی - بیدر میں قاسم برید ایک ترکی غلام وزیر تھا وہ ۹۱۰ھ ۱۵۰۴ء میں مرگیا -

اسکا بیٹا امیر برید پادشاہ کو بالکل اپنے اختیار میں رکھتا ۹۱۸ھ ۱۵۱۲ء میں قطب الملک

جاگیر جو اس طرح دی جاتیں۔ اگر انکا حاصل ایک لاکھ سے کم ہوتا تو خزانہ بادشاہی سے کمی کو غلام پہنچاہیں اور اگر امرا تعداد مقرری سے ایک سپاہی کم رکھیں تو اہل دیوان اسکی بازیافت کریں ان ضوابط سے لشکر و ولایت کا انتظام و رفاہیت خلایق کماینبغی ظہور میں آئی۔ امور سلطنت میں رونق عظیم نمودار ہوئی مگر یہ ضوابط اس جماعت کے موافق نہ تھے کہ صاحب داعیہ تھے انھوں نے خواجہ پر مکر عداوت چست کی خواجہ اسکو سمجھا تھا مگر اپنے صاحب کی دولتخواہی پر اسکی توجہ تھی اسلئے وہ پروا نہیں کرتا تھا۔ خواجہ و یوسف عادل خاں میں پدری اور فرزندی کی نسبت تھی۔ آپس میں نہایت اخلاص رکھتے تھے اس وقت یوسف عادل خاں زرسنگہ سے لڑنے کو گیا ہوا تھا۔ دشمنوں کو یہ وقت غنیمت تھا ظریف الملک و مفتاح حبشی اور ہندی غلاموں نے خواجہ کے ایک حبشی غلام سے جو اسکا مہردار تھا دوستی و خصوصیت پیدا کی اسکو بہت دولت دے کر یار بنایا۔ شراب کے نشہ میں اس سے ایک سفید کاغذ پر مہر کرالی پھر یہ دونوں ملک حسن نظام الملک بحری کے پاس گئے اُسنے ایک سفید کاغذ پر رائے اڑیسہ کو خواجہ کی طرف سے یہ لکھا کہ سلطان محمد شاہ کے شراب پینے سے اور ظلم سے ہم متنفر ہیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے دکن مسخر ہو جائیگا۔ اسلئے کہ راجمہندری اور اس سرحد میں کوئی سردار لایق نہیں ہے جب آپ اپنے لشکر کے ساتھ بے مانع و مزاحم ولایت دکن میں آئیں۔ اکثر امرا میرے کہنے سے باہر نہیں ہیں میں بھی ہر طرف علم خلاف بلند کرونگا۔ شاہ کے دفع کرنے کے بعد مملکت دکن کو ہم تم برابر تقسیم کریں گے۔ یہ جعلی کتابت ملک حسن نظام الملک بحری نے بادشاہ کے نظر کے سامنے گذرانی۔ سلطان خواجہ کی مہر کو پہچانتا تھا۔ سراسیمہ ہوا ملک حسن نظام الملک نے اور وحشت باتیں بنا کے اسکے غصہ کو ایسا بھڑکایا کہ وہ بے اختیار ہو گیا حقیقت حال دریافت کئے بغیر خواجہ کو بلا کر قتل کروا دیا۔ خواجہ کو لوگوں نے جانے سے منع کیا تھا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

بیت

چوں شہید عشق در دنیا و عقبیٰ سرخرو ست	خوش دمے باشد کہ مارا کشتہ زیں میداں برند

دلائل معقول سے سمجھا کر اونپر عمل کراتا انہیں سے ایک یہ تھا کہ پہلے مملکت کی چار قسمتیں تھیں۔
اب خواجہ نے اسکو آٹھ قسمتوں میں منقسم کیا اور آٹھ سرلشکر جنکو یہاں کی اصطلاح میں طرفدار
کہتے تھے مقرر کئے مملکت برار کی دو قسمتیں کیں۔ کاویل فتح اللہ خاں عماد الملک کو دیا ماہور
خداوندخاں حبشی کو سپرد کیا۔ دولت آباد یوسف عادل خاں کو جنیر اور بہت سے محال
آنندا پور اور ماہین دماں وبس وبندر گووہ ونلگواں فخر الملک کو کہ خواجہ جہاں ترک کے
خویشوں میں تھا و بیجاپور و بہت سے اسکے ممالک آب ہورہ تک ورایچور و مدکل خواجہ
جہاں گاواں کو ارزانی کئے۔ حسن آباد گلبرگہ وساغر تاتل درک شولاپور دستور دینار
کو حوالہ کیا وہ حبشی خواجہ سرا تھا اور بالتمام مملکت تلنگ کہ ملک حسن نظام الملک بحری
پاس تھی۔ اسکی دو قسمتیں کیں۔ راجمہندری ونلکنڈہ و مچھلی پٹن واوریا اور دیگر مواضع بہت
سے انتظام الملک کو دیئے اور ورنگل کی حکومت اعظم خاں ولد سکندر خاں بن جلال خاں
کو دی۔ ہر ایک اطراف ثمانیہ میں سے بہت سے قصبات و پرگنات کو خاصہ خزانہ شاہی
کے تحت وتصرّف میں بنایا۔ دوم سلطان حسن علاء الدین گانگوئی کے زمانہ میں دولتخانہ
کی رسم یہ تھی کہ جو شخص مملکت پر سرلشکر ہوتا تھا تمام قلعے اُس طرف کے اسکے تصرف میں
ہوتے تھے اور جس شخص کے مقرر کرنے کی صلاح وہ دیکھتا تھا اسکے حوالہ کرتا تھا۔
طرفدار مثل کونڈیو وبہرام خاں وسکندر خاں تین قلعوں کے استظہار پر سرکشی کا داعیہ
کرتے تھے اسلئے خواجہ نے اسکو شرائط حزم سے بعید سمجھ کر مقرر کیا کہ قلعوں میں
سے ایک قلعہ طرفدار پاس رہے اور قلعوں کے امرا اور منصبدار بادشاہ کی طرف سے مقرر
ہوں چنانچہ قلعہ دولت آباد وجنیر و بیجاپور و حسن آباد و گلبرگہ و ماہور و کاویل و ورنگل و راجمہندری
اُن حکام کو مفوض ہوئے جو بادشاہ نے مقرر کئے۔ سوم ضوابط گانگوئی میں سے یہ تھا کہ ملک
تلنگ پہلے زمانہ میں شاہان بہمنیہ کے قبضہ میں نہیں آیا تہا یہ مقرر تہا کہ پانصدی کو ایک لاکھ
ہوں اور ہزاری کو دو لاکھ ہوں نقد خزانہ سے دیا جاگیر ملے۔ تمام ملک تلنگ کی تسخیر کے بعد
یہ مقرر ہوا کہ پانصدی کو ایک لاکھ پچیس ہزار ہوں اور پنج ہزاری کو دو لاکھ پچاس ہزار ہوں پہنچیں

جسنے برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا پہلے بادشاہوں سنے بکثرت برہمنوں کے قتل کا حکم دیا ہی
چہ جائیکہ خود قتل کیا ہو۔

محمدؐ شاہ نرسنگہ کے ملک کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ یہ راجہ قوی ہیکل وعظیم الجثہ تھا۔
لشکر و مال کی کثرت میں مشہور تھا ولایت کرناٹک و تلنگ کے درمیان اسکا مقام تھا۔ اس طرف
کے سواحل سمندر پر مچھلی پٹن تک ملک اوسکے ماتحت تھا اور اسنے فرصت پاکر ضرب شمشیر
سے رائے وجیانگر کا بہت سا ملک دبا لیا تھا۔ بہت مستحکم قلعے بنائے تھے۔ اکثر زمینداروں
کو برانگیختہ کر کے مدد کرتا اور شاہان بہمنیہ کی سرحد میں شور و غوغا مچواتا امرائے سرحد
اوسکا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے اکثر پادشاہ کو اسکی شکایت لکھا کرتے۔
بادشاہ نے اثناء سفر میں پہاڑ پر ایک قلعہ ویران دیکھا۔ جو بادشاہان دہلی کے آثار
میں سے تھا اسکو خواجہ نے ایسا جلد بنوا دیا کہ پادشاہ اسے دیکھکر بہت خوش ہوا اور
اُسنے کہا کہ یہ خدا کا فضل و کرم محض ہی کہ ایک شاہی اور ریاست خلق دی۔ دوم خواجہ
جیسا نوکر بس اپنا جامہ اُتار کر اسکو پہنا دیا اور اسکا جامہ خود پہنا۔ آج تک یہ کسی کتاب میں
پڑھنے میں نہیں آیا کہ کسی پادشاہ نے نوکر کے ساتھ یہ سلوک کیا ہو اس قلعہ کو کسی معتمد کو
سُپرد کر کے ہر جگہ قتل و غارت کرتا ہوا چلا جب گونڈ پٹن میں آیا تو ایک جماعت نے اُس سے
عرض کیا۔ یہاں سے دس روزہ راہ پر ایک بتخانہ ہی کنچی اُسکا نام ہی در و دیوار اُسکے زر و
جواہر سے آراستہ ہیں۔ اور لآلی و گوہر سے پیراستہ۔ اب تک شاہان اسلام میں سے
کسی نے اسکو دیکھا بھی نہیں بلکہ اسکا نام بھی نہیں سُنا غرض محمدؐ شاہ نے اس بتخانہ کو جبراً قہراً
لے لیا اور اسکو تاراج کر کے شہر کنچی میں ایک ہفتہ قیام رکھا۔ ملک حسن نظام الملک بحری و
یوسف عادل خاں و فخر الملک کو پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ نرسنگہ سے لڑنے کو بھیجا۔
خود مچھلی پٹن میں جو نرسنگہ کے ملک میں تھا گیا اور ان حدود کو تسخیر کیا اور کندلی پور میں
مراجعت کی۔ خواجہ محمود گاوان کی اب کم بختی آئی۔ محمدؐ شاہ کے عہد میں ملک بہت وسیع ہو گیا تھا
اسلئے سلطان علاء الدین حسن گانگوئی کی ضوابط میں خواجہ دخل دیتا۔ اور پادشاہ کو

حوالی میں آیا تو ہمیر نے صلاح جنگ میں نہ دیکھی وہ قلعہ کندنیر میں حصاری ہوا اور رائے اڑیسہ
آب راجمہندری سے گذر کر اپنی ولایت کی طرف دریا کے کنارے پر بیٹھا کشتیاں اوسکے تصرف
میں تھیں اور پانی کا عرض بہت تھا اسلئے محمد شاہ کنار آب پر خیمہ و خرگاہ مرتفع کرکے چلا عبور
نہیں کر سکتا تھا جب اسنے عبور کا سامان کشتی و ٹوکروں کا کر لیا تو رائے اڑیسہ اپنے دار الملک
کو چلا گیا۔ ۷۶۲ھ میں محمد شاہ دریا سے عبور کرکے دار الملک اڑیسہ میں گیا۔ اور خرابی
مملکت میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ رائے اڑیسہ اپنے ملک کی انتہا پر سارے ملک کو خالی
چھوڑ کر چلا گیا تھا اس لئے محمد شاہ نے چھ مہینے یہاں توقف کیا اور رعایا وغیرہ سے بمقدار
امکان دلاسے اور شکنجہ سے بہت مال تحصیل کیا۔ رائے اڑیسہ نے پیغام دیا کہ میں عہد و شرط
کرتا ہوں کہ پھر تلنگ کے زمینداروں کی کمک و مدد نہیں کرونگا اور بہت سے تحفے اور
ہاتھی نذر کے لئے بھیجے۔ سلطان محمود شاہ نے کہا کہ ان ہاتھیوں کے سوا جو بھیجے ہیں اپنے
باپ کے خاص پچیس ہاتھی بھیجدو تو میں تیری التماس کو قبول کرلونگا۔ رائے کو اگرچہ یہ ہاتھی
جان سے زیادہ عزیز تھے مگر مجبوراً بھیجدیئے۔ سلطان نے مراجعت کی راہ میں ایک قلعہ
کوہ پر دیکھا اہل قلعہ سے پوچھا کہ یہ کس کا قلعہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ رائے اڑیسہ
کا قلعہ ہے کسی کی کیا مجال ہے کہ جو اسپر نظر ڈال سکے بادشاہ کو اس کہنے پر غصہ آیا۔
جنگ پر آمادہ ہوا۔ بہت سے اہل قلعہ کشتہ ہوئے۔ رائے اڑیسہ نے محمد شاہ سے کہلا
بھجوایا کہ یہ جماعت صحرائی ہیں انکی بے ادبی پر میں معافی مانگتا ہوں آپ یوں تصور فرمائیں
کہ قلعہ فتح کرکے میں اپنے کسی سپاہی کو عطا کرتا ہوں۔ سلطان کو اسکا حسن پیغام خوش آیا
ڈیڑھ مہینے کے محاصرہ کے بعد وہ کندنیر میں آیا اسکو محاصرہ کیا پانچ چھ مہینے کے بعد
رائے نے قلعہ اور شہر اماں مانگ کر سپرد کیا۔ بادشاہ نے شہر و قلعہ کی سیر کی اور ایک
بڑا بتخانہ توڑا اور چند برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے مارا بتخانہ کی جگہہ مسجد اسی روز بنوانی شروع
کی اور ایک منبر چوبی بنوا کے اُسپر خود اذان دی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور دوگانہ
شکریہ ادا کیا۔ غازی کا لفظ اپنے لقب میں بڑھایا۔ خاندان بہمنیہ میں یہی بادشاہ پہلا تھا

مع فرزندوں کے خاکبوس ہونے آیا ہوں - اب خواہ مجھے بخشو یا مارو - آپکو اختیار ہے - پادشاہ نے
اُس کا جرم معاف کیا اور امان دی اور سلک امرا میں منتظم کیا - سلطان قلعہ دیکھکر اور راجہ کو
دیکر اپنی دار السلطنت کو روانہ ہوا - پادشاہ کی والدہ مخدومہ جہاں اس یورش میں ہمراہ
تھی اسی کے سبب سے کل کاروبار شاہی کو رونق تھی وہ مرگئی اس کا جنازہ بیدر کو بھیجا گیا
پادشاہ بیجاپور آیا - یہاں کی آب وہوا اس کو خوش آئی - عیش وعشرت میں مشغول ہوا - برسات
یہیں کاٹنی چاہتا تھا - اتفاقاً اسی سال میں تمامی دکن میں امساک باران ہوا - بیجاپور کے
کنوئیں تمام خشک ہوگئے اس لئے ناچار سلطان دار الملک احمد آباد بیدر میں آیا دوسرے
سال بھی مینھ نہ برسا - اکثر آدمی مرگئے - ملک بہت جگہ ویران ہوگیا - تلنگ و مالوہ و مرہٹ و
جمیع قلمرو بہمنیہ میں بیج تک نہ بویا گیا سال سوم میں بارش ہوئی۔

بہمن نامہ میں مسطور ہے کہ جب قحط اور وبا سے آدمیوں کو نجات ہوئی اور دکن کی آبادی
کے آثار نمودار ہوئے - کندنیر کے اہل قلعہ نے اپنے حاکم کو مار ڈالا وہ ظالم و فاسق تھا اور
ہمیر رائے اوریا کو قلعہ دیدیا جو سلطان محمد شاہ کا دست گرفتہ تھا - ہمیر اوریا نے اپنے
معتبر آدمی رائے اڑیسہ پاس بھیجے اور پیغام دیا کہ مملکت تلنگ کے استرداد کے تم درپے رہتے
ہو اور چاہتے ہو کہ وارثوں کے تصرف میں ملک موروثی آجائے ایسا وقت پھر ہاتھ نہیں
آئیگا ہمسائیگی کا حق بجا لاؤ اور ان حدود میں آجاؤ - دکن میں بہ سبب دو سالہ قحط کے کوئی
لشکر باقی نہیں رہا - مملکت تلنگ آسان طور سے لیکر اس مخلص کو عنایت کرو اور حق السعی
میں قلعہ کندنیر مع مضافات کے آپ متصرف ہو - رائے اڑیسہ اس کے دام میں آگیا
اور اُس نے اپنی حد سے باہر قدم رکھا دس ہزار سوار اور آٹھ سات ہزار پیادے جمع
کئے اور رائے جاج نگر کو بھی کمک کے لئے ساتھ لیا اور مملکت تلنگ میں آن موجود ہوا
نظام الملک بحری حاکم راجمہندری اس جماعت کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا اس لئے متحصن ہوا
اور ان حالات کی کیفیت وچگونگی کو لکھ کر بادشاہ پاس بھیجا - محمد شاہ سپاہ کو
ایک سال کی تنخواہ دے اور اسکو ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہوا وہ راجمہندری کے

یوسف عادلخاں بادشاہ کیخدمت میں آیا اسکا مرتبہ ایسا اعلیٰ ہوا کہ اقران وامثال کا محسود ہوا۔
۸۵۷ھ وجیانگر کے راجہ اجی رائے کی تحریک سے پرکتینہ بلگوان کا رائے اور نبکاپور کا سپہ سالار جزیرہ گوہ کی تسخیر کے لئے عازم ہوئے۔ محمد شاہ نے سران سپاہ کو حکم دیا اور خود شکار کھیلتا ہوا گیا اور رائے پرکتینہ حصاری ہوا یہ حصار نہایت استوار گچ وسنگ سے بنایا گیا ہے۔ خندق اسکی پُرآب ہے اور دیواریں ایک دوسرے کے سامنے کھچی ہوئی ہیں اہیں ایسی محکم ہیں کہ کوئی آفریدہ آسانی سے قلعہ کے اندر نہیں جاسکتا۔ سلطان محمد شاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ رائے پرکتینہ نے امان مانگی اور کہا کہ میں بندۂ پُر گناہ درگاہ ہوں عذرخواہ آتا ہوں۔ سلطان نے اپنی اظہار قدرت اور رایوں کی عبرت کے سبب سے اسکی التماس کو نہیں قبول کیا اور عزم جزم کیا کہ اس حصار کو جبراً وقہراً مسخر کرے آتش بازوں کو اپنے پاس بلایا اور حکم دیا کہ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو دو ہفتہ میں اس قلعہ کے برج وبارہ کو اڑا دو اور لشکر کے جانے کی راہ پیدا کردو۔ خواجہ یوسف عادل خاں سے کہا کہ خاک ریز کرنا اور خندق کا بھرنا تیرا کام ہے جس روز کہ ہنرمند دیوار حصار کو توپ وضرب زن سے ڈھائیں اس روز خندق بھری ہوئی ہو کہ لشکر فراغت سے جائے اور رخنہ سے قلعہ میں آئے۔ خواجہ دن کو چوب وسنگ وخاک خندق میں ڈالتا رات کو اہل قلعہ نکالکر لے جاتے خواجہ نے مداخل ومخارج کے روکنے کے لئے ایک دوسری دیوار حصار کے دو دیواروں کے آگے کھڑی کی اور مورچل تقسیم کئے سرکوب بنائے ونقب لگائے ابتک دکن میں ان کا رواج نہ تھا۔ نقب کے اڑانیسے قلعہ میں رخنے ڈالے۔
رائے پرکتینہ کے آدمیوں نے ان رخنوں پر کھڑے ہو کر لڑنا شروع کیا۔ دو ہزار پادشاہی آدمی مارے۔ محمد شاہ نے خود جاکر ان رخنوں پر سے دشمن کے سپاہی ہٹائے اور حصار اول پر متصرف ہوا۔ قلعہ دوم کے لئے مشغول تھا کہ رائے پرکتینہ تغیر لباس کر کے قلعہ کے اندر سے سلطان محمد شاہ کے مورچل میں آیا اور اس پاس پہنچا۔ زمین خدمت پر بوسہ دیا اور گردن میں دستار ڈالی۔ معروض کیا کہ رائے پرکتینہ ہوں

مگراس کو منگل رائے اوریا کے متبنیٰ نے تخت سے اُتار دیا۔ اسلئے ہمیر نے سلطان محمد شاہ کو عرضیہ لکھا کہ رائے اوریا فوت ہوا اب وقت ہے کہ آپ اس دیار میں لشکر بھیجکر اس ولایت کو لے لیں اور پھر مجھی دیدیں میں سالانہ خراج اس قدر ادا کیا کرونگا۔ سلطان محمد شاہ ہمیشہ ملک اوریا راجھندری وکندنیر کی تسخیر کے فکر میں رہتا تھا یہ منصوبہ اس کے حسب دلخواہ تھا۔ اس نے ملک حسن بحری کو جو شاہان احمد نگر کا جد ہے اور شاہان بہمنیہ کے غلاموں میں سے ہے نظام الملک کا خطاب دیکر اوریا بھیجا ہمیر اس سے ملا۔ ان دونوں کی منگل رائے سے خوب لڑائی ہوئی۔ بہت کوشش وکشش کے بعد منگل رائے کو شکست ہوئی۔ دوسرے روز ہمیر کو اوریا کا تخت و تاج ہاتھ لگا اور مملکت موروثی پر متصرف ہوا۔ راجھندری اور کندنیر کو نظام الملک فتح کرتا ہوا پادشاہ کی خدمت میں آیا اس کو خلعت خاص عنایت ہوا اور تلنگ کا سرلشکر مقرر ہوا۔ شاہان بہمنیہ کا داب سلطنت یہ ہے کہ طرفداران اربعہ کے سوا کسی کو خلعت خاص عنایت نہیں ہوتا انہیں دنوں میں فتح اللہ عماد الملک کہ شاہان عماد الملکیہ کا جد ہے برار کا سرلشکر ہوا اور یوسف عادل خاں سوائے دولت آباد کا سرلشکر مقرر ہوا۔

یوسف عادل خاں کو پادشاہ نے قلعہ ویراکھرہ کی تسخیر کے لئے اور قلعہ انتور کے استخلاص کے لئے بھیجا کہ وہ سلاطین لودھیوں کے زمانہ میں ایک مرہٹہ کے تصرف میں آگیا تھا۔ یوسف عادل خاں نے قاسم بیگ صف شکن کو قلعہ انتور کے محاصرہ کے لئے مقرر کیا اور دریا خاں اپنے منہ بولے بھائی کو ویراکھرہ کو بھیجا۔ انتور کے ہندوں نے تو جنگ سے امان مانگ کر قاسم بیگ صف شکن کو قلعہ حوالہ کیا۔ جینک رائے راجہ ویراکھرہ پانچ مہینہ تک لڑا اور پھر اپنے تئیں دریا خاں کے حوالہ کیا یوسف عادل خاں ایلغار کرکے قلعہ میں آیا قلعہ کے خزائن ودفائن وامتعہ وتحف نفیسہ پر متصرف ہوا۔ یہاں کے کلان تروں ومقدموں پر نوازش کی پھر قلعہ لانچی پر متوجہ ہوا یہاں کے رائے زادہ نے جس کا باپ ابھی مرا تھا اطاعت اختیار کی قلعہ اور سارا اپنا اسباب حشمت عادل خاں کو حوالہ کیا۔ رائے زاد کو قلعہ اور سارا مال اسباب واپس دیدیا اور وہ امرا شاہی میں منسلک ہوگیا

حُسن تدبیر سے مخالفوں کے قبضہ سے نکال لیا یہاں سواروں کا کچھ کام نہ تھا اسلئے
بہت سا لشکر اُس نے واپس کردیا اور سعید خاں گیلانی جو محمود گاواں کا ہم قوم تھا اور
خوش قدم اُس کا غلام لشکر سمیت اس پاس آ گئے اور تھوڑے دنوں میں جنگل کھنیہ کو جس سے
گذرنا دشوار تھا کاٹ کر اور جلا کر مسطح کر لیا۔ پانچ مہینے اس کا محاصرہ رکھا۔ برسات ہو گئی
تو گھاٹ کے سروں کو دس ہزار پیادے توپچی و کماندار کو حوالہ کیا اور گھاٹی سے اتر کر کھولا پور
میں آیا اور یہاں چھپ چھا کر لشکر کو آرام دیا اور اس موسم میں بھی بیکار نہیں بیٹھا قلعہ ام کنہ کو
تھوڑی مدت میں فتح کر لیا۔ برسات کے بعد تدبیر و حیلہ سے اور ورم و دینار کی
پاشش سے قلعہ کھنیہ کو تسخیر کیا۔ یہ قلعہ ایسا تھا کہ کسی قلعہ کشا کی تدبیر کا تیر اسکی تسخیر کی ہوا
میں پہنچا ہی نہ تھا۔ جب برسات آئی تو سال گذشتہ کی طرح چار مہینے گذار کر ولایت سنگیسر میں
آیا اور سہل طرح سے اسکو مفتوح کیا اور حسن بصری کا انتقام زمینداروں سے لیا اور رعیت
کو مطیع کیا اور خود جزیرہ گوہ کی طرف گیا کہ وہ بیجانگر کے مشہور بنادر میں سے تھا ایک سو بیس
جہاز میں کارآمد آدمیوں کو بٹھا کر دریا میں بھیجا اور خشکی کی طرف سے خود لشکر لیکر آیا۔ اور
لڑائی شروع کی پہلے اس سے کہ رائے بیجانگر کو اسکے آنے کی خبر ہو اسنے اپنا مقصد حاصل
کر لیا۔ محمود گاواں جزیرہ گوہ کو اپنے معتمد آدمیوں کو سپرد کر کے دار الخلافہ احمد آباد بیدر
میں تین سال بعد آیا۔ اسکی خدمات کو سلطان نے مستحسن جانا اور اسکو اعظم ہمایوں خواجہ جہاں کا
خطاب دیا انتظام ملکی میں اسکا اقتدار بڑھایا۔ اس کے غلام خوش قدم کو جو اس یورش
میں تین سال تک خدمات شائستہ بجالایا تھا کشور خاں کا خطاب دیا اور امرائے کلاں
میں داخل کیا اور قلعہ گوہ و بنیدوہ و کوندوال و کولاپور اسکے اقطاع میں اضافہ کئے کہتے
ہیں کہ جب سلطان محمد شاہ خواجہ کے گھر میں ایک ہفتہ رہ کر اپنے دولتخانہ کو گیا تو خواجہ
اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے خوب رویا اور سارا مال و اسباب خیرات دیدیا اور لباس
درویشی اختیار کیا۔ گلی گلی میں پھرتا اور محتاجوں اور بیکسوں کی مدد کرتا۔
۸۷۶ھ میں خبر آئی کہ رائے اوریا بیمار ہو کر مر گیا اس کا چچازاد بھائی ہمیر تخت نشین ہوا

سابق کی طرح قلعوں کی فتح پر مجرد اظہار اطاعت اور ارسال تحف ہدایا پر اکتفا نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کی ساری توجہ اس طرف ہوتی تھی کہ وہ قلعے خاص تصرف میں آ جائیں فی الحقیقت طبقہ بہمنیہ کی سلطنت کا خاتمہ اسی پر ہو گیا۔ سلطان ہمایوں شاہ اور نظام شاہ کے عہد میں مملکت میں جو فتنہ و آشوب اٹھا تھا اس کو اس نے مٹا دیا۔ امور مملکت کا اور سلطنت میں جس جگہ کوئی فتور راہ پاتا وہ اس کی توجہ سے صلاح پذیر ہو جاتا جب مملکت کا انتظام کر چکا تو ارکان دولت کے التیام قلوب پر متوجہ ہوا۔ خواجہ جہاں نے سلطان محمود خلجی کے واقعہ میں اس خاندان کی بناء دولت کی تخریب میں سعی کی تھی اس کے سوائے اس نے خزانوں میں دست تصرف و تغلب دراز کیا تھا۔ بادشاہ نے ان کو اپنے دولتخانہ کے آگے قتل کرایا اور ملک نظام الملک حاکم جنیر کو قلعہ کھیرلہ کی تسخیر کیلئے بھیجا کہ وہ منڈو کے حکام سے تعلق رکھتا تھا۔ نظام الملک جا کر لڑا۔ مخالف بھاگ کر قلعہ میں گئے اس کے سپاہیوں نے قلعہ کے دروازہ تک تعاقب کیا اہل قلعہ کو جب نظام الملک کی شوکت پر اطلاع ہوئی تو انھوں نے امان مانگی۔ نظام الملک نے آدمیوں کو امان دی اور ان میں سے ہر ایک کو رخصت کے پان دیتا تھا کہ ایک شخص نے اس کو خنجر لگا کے شہید کیا اس کی اولاد ارشد عادل خاں و دریا خاں تھے۔ انھوں نے تھانہ دار اور تمام اہل قلعہ کو قتل کیا اور اپنے ایک معتمد کو قلعہ حوالہ کیا اور باپ کی نعش لیکر محمد شاہ پاس آئے پادشاہ نے ان کو باپ کا منصب اور اقطاع دیدئے۔

۸۷۴ھ کے شروع میں رائے سنگیسر کہنیہ کی تعذیب و تادیب اور کوکن کی قلعوں کو تسخیر کے لئے محمود گاواں بھیجا گیا۔ ان رایوں نے مسلمانوں کے مارنے اور لوٹنے کے لئے تری میں تین سو کشتیاں مقرر کر رکھی تھیں اور خشکی میں بھی مسلمانوں کی ایذا اور مضرت کے لئے بہت فساد اٹھاتے تھے جب انھوں نے سنا کہ محمود گاواں ان کی خبر لینے آتا ہے تو انھوں نے آپس میں عہد کیا اور مسلمانوں کے قتل کرنے کو بہشت میں جانا جانا اور بڑے گھمنڈ سے گھاٹ (گریوہ) کی راہوں کو بند کیا۔ محمود گاواں نے گھاٹ کے نیچے آن کر اس کو

اس لئے اس کا یہ نتیجہ سوا شامت کے کچھ اور نہ ہوا جب وہ صحرا میں آیا تو گونڈوانہ کے راجاؤں کو جنہوں نے شائستہ خدمات کی تھیں بے گناہ مار ڈالا۔

۸۶۶ھ میں سلطان محمود خلجی نوے ہزار سوار لیکر بیر دکن کی تسخیر کے ارادہ سے سوار ہوا نظام شاہ جنگ کے لئے مستعد ہوا اور سلطان محمود گجراتی سے مدد مانگی۔ جب سلطان خلجی دولت آباد کی سرحد میں آیا تو جاسوسوں نے خبر دی کہ سلطان محمود گجراتی آیا ہے تو لشکر منڈو نے اپنی راہ چھوڑ کر نالکنڈہ کی طرف کوچ کیا اور گونڈوانہ کی راہ سے منڈو میں مراجعت کی۔ نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا سلطان راہ سے پلٹ کر احمد آباد گیا۔ اسی سال کے ذیقعدہ کے مہینے میں نظام شاہ مریض ہوا اور مر گیا اس کی مدت شاہی دو سال ایک ماہ تھی۔

ذکر شاہی محمد شاہ بن ہمایوں شاہ

ہمایوں شاہ کے تین بیٹے ملکہ جہاں سے تھے ایک نظام شاہ جس کا اوپر بیان ہوا دوم محمد شاہ سوم احمد شاہ۔ نظام شاہ نوجوان مرگیا۔ اس کی جگہ محمد شاہ دس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا باوجود صغر سنی کے وہ لوازم عدل و انصاف میں سعی کرتا تھا۔ اسکی فرماں روائی کے زمانہ میں کافہ خلایق امن و امان میں آسودہ رہی۔ امور جہانبانی میں ارباب دول سے مشورت کرنے کا طریقہ اس نے اختیار کیا اسمیں ظاہری بزرگی کے ساتھ باطنی بزرگی تھی اس نے اپنا خطاب محمد شاہ رکھا اور اپنی رائے صائب و فکر ثاقب پر کار کا مدار رکھا جو کچھ ملہم دولت اس کے صحیفۂ خاطر پر نقش کرتا تھا اوسکو صواب سمجھکر مقدم جانتا تھا اس لئے انتظام مملکت اور اسباب حشمت اسکے ایام دولت میں اس مرتبہ پر پہنچا کہ پہلے کسی بادشاہ کے عہد میں وہ نہ پہنچا تھا اس نے ہزار ترکی غلاموں کو تربیت کیا اور انمیں جو بڑے لایق تھے ان کو مرتبہ بلند اور مناصب ارجمند پر سرافراز کیا انمیں سے عماد الملک کو کابل اور نظام الملک کو جنیر اور خداوند جہاں کو ماہور اقطاع میں دئے

سوار میمنہ میں نامزد کئے اور اس کا سرانجام خواجہ محمود گیلانی کو سپرد کیا۔ فوج میسرہ ملک نظام الملک
کو حوالہ کی اور خود گیارہ ہزار اور سو ہاتھی لیکر قلب میں ٹھیرا۔ اور فوج کا اہتمام خواجہ جہاں
ملک شہ ترک کو تفویض کیا۔ سلطان محمود خلجی اپنی اٹھائیس ہزار سپاہ کی تین فوجیں بنا کر
معرکہ جنگ میں آیا۔ صفوں کا آپسمیں مقابلہ ہوا ملک التجار نے پیش دستی کرکے خلجی کے میسرہ پر تاخت
کی اور اس کے سردار ظہیر الملک کو مار ڈالا۔ منڈو کے لشکر کو شکست عظیم ہوئی۔ دو گروہوں نے
اُس کا تعاقب کیا اور لشکر خلجی کو لوٹ لیا اس وقت کہ سپاہی لوٹ میں مصروف تھے
سلطان محمود دو ہزار سوار لے کر نظام شاہ کی فوج کے عقب سے نمودار ہوا۔ خواجہ جہاں ترک
کہ فوج کے قلب کا سردار تھا اس نے یہ کھوٹا کام کیا کہ نظام شاہ کی باگ موڑ کر بیدر کی طرف
متوجہ ہوا۔ باوجودیکہ ملک التجار نے فتح حاصل کی تھی مگر نظام شاہ کی عنان تابی سے یہ فتح
شکست ہوگئی اور جو سپاہی لوٹ میں مصروف تھے وہ وہیں مارے گئے ملکہ جہاں نے خواجہ جہاں
کے مکر و عذر کو ملاحظہ کرکے قلعہ بیدر کی حراست ملو خاں کے سپرد کی اور خود نظام شاہ کو لیکر
فیروز آباد میں چلی گئی۔ سلطان محمود نے بیدر کے دروازہ تک تعاقب کیا اور بیرون قلعہ کو
بالکل غارت کیا اور قلعہ کے اسباب تسخیر میں مشغول ہوا۔ نظام شاہ جس وقت جنگ کو گیا
تو حقیقت واقعہ کو صحیفۂ اخلاص میں لکھ کر سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں بھیجا۔ جب اُس نے
فیروز آباد میں دم لیا تو بھاگی ہوئی سپاہ اُس پاس جمع ہوئی خواجہ جہاں کو ایک انبوہ
لشکر کے ساتھ سلطان محمود کے دفع کرنے کے لئے بھیجا اور اسی حال میں یہ خبر آئی کہ سلطان
محمود گجراتی سرحد دکن پر اسّی ہزار سوار لیکر پہنچا ہے۔ سلطان محمود نے اپنے میں مقاومت
کی قوت نہ دیکھی تو وہ سترہویں دن گونڈوانہ کی راہ سے منڈو کی طرف متوجہ ہوا
خواجہ جہاں نے تین چار منزل تعاقب کرکے بازگشت کی۔ شاہ مالوہ کی مراجعت کے
وقت راہ گونڈوانہ قلب تھی ہر منزل میں اس پر دست درازی ہوتی تھی۔ کم آبی کی
وجہ سے بھی چند ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ پانی کا پیالہ اگر دو ٹنکہ کو بھی مل جاتا تھا
وہ ارزاں سمجھا جاتا تھا۔ سلطان محمود خلجی کی یہ حرکت بیداد سے خالی نہ تھی

اتفاق کرکے راجمہندری کی راہ سے تسخیر دکن کے عازم ہوئے اور ولایت اسلام پر
لشکر غارت کی جاروب سے رفت وروب شروع کی ۔ ولایت کو لاس تک معموری کا
نشان نہیں باقی رکھا ۔ والدہ نظام شاہ وخواجہ جہاں ترک و ملک التجار محمود گاواں نے
اتفاق کرکے انکے دفع رفع میں توجہ کی اور چالیس ہزار لشکر پایۂ تخت میں جمع کیا ۔ احمد آباد
بیدر سے دس کوس پر طرفین کے لشکر مقابل ہوئے رائے اڑیسہ کا ارادہ تھا کہ مملکت کو مسلمانوں
کے قبضہ سے نکال کر شاہ دکن سے خراج و باج لے اور مراجعت کرے مگر ابھی اُس نے
اس بات کو ظاہر نہیں کیا تھا کہ ارکان دولت نظام شاہیہ نے آدمی بھیجکر رائے
اڑیسہ کو پیغام دیا کہ شاہ جوان بخت چاہتا ہے کہ دیار جاج نگر واڑیسہ واوریا پر لشکر کشی
کرکے ان کو مسخر ومفتوح کرے اب تم نے خود کام کو آسان کردیا کہ اس جانب میں آگئے یہ خوب
بات ہوئی ۔ اس صورت میں تم خوب جان لو کہ جبتک خراج نہ قبول کروگے اور بلاد
اسلام سے تم نے جو زر لیا ہے واپس نہ دوگے ایک آدمی تمہارا سلامت نکل کر باہر جانے
نہ پائیگا اس پیغام کے ساتھ ہی محب اللہ بن شاہ خلیل اللہ کہ جہاد کے قصد سے ہمراہ
ہوا تھا ایک سو ساٹھ سواروں کا مسلح ومردانہ لشکر ساتھ لیکر نظام سے جدا ہوا اور رائے
اڑیسہ واوریا کے مقدمہ پر جس میں دس ہزار پیادے اور چار سو سوار تھے حملہ کیا صبح سے
دوپہر تک مردی ومردانگی کی داد دی ۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی رائے اڑیسہ واوریا بھاگ کر
اپنے لشکر میں گئے ۔ رات کو لشکر سمیت بھاگ گئے ۔ خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار محمود
گاواں نے تعاقب کیا اور دو تین ہزار ہندو مار ڈالے ۔ آخر کو بعد بہت سی قیل وقال کے
رائے اڑیسہ واوریا نے پانچ لاکھ ٹنکہ خزانہ شاہی میں داخل کئے نظام شاہ مظفر ومنصور
احمد آباد بیدر میں آیا ۔

ابھی بیدر میں اسنے اچھی طرح آرام نہیں لیا تھا کہ خبر آئی کہ نظام الملک غوری کے اغوا سے
سلطان محمود خلجی پے درپے کوچ کرکے دیار دکن میں چلا آتا ہے امراے دکن نظام شاہ کو
لے کر منڈو کے لشکر سے لڑنے چلے ۔ جب تین فرسخ کا فصل دونوں میں رہا تو نظام شاہ نے دس ہزار

حبش نے اسکے سر پر لاٹھی ایسی ماری کہ وہ اسی ضرب سے ہلاک ہوگیا نظیری شاعر نے
جسکو اس نے قید کیا تھا اسکی تاریخ میں یہ قطعہ کہا ہے۔

قطعہ

ہمایوں شاہ مُرد و رست عالم　　تعالےٰ اللہ زہے مرگ ہمایوں
جہاں پُر ذوق شد تاریخ فوتش　　ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

مدت شاہی پر شور و شر سش سہ سال و شش ماہ و شش روز بود۔
ایسے ظالم کی سلطنت کا تین سال تک رہنا تعجبات سے ہے۔

ذکر سلطنت نظام شاہ بہمنی بن ہمایوں شاہ بہمنی

ہمایوں شاہ فوت ہوا۔ اس کا بڑا بیٹا نظام شاہ بہمنی جو بہت خوبصورت تھا آٹھ
سال کی عمر میں تخت دکن پر جلوس فرما ہوا۔ اس کی ماں زن عاقلہ تھی اور معاملات
ملکی و مالی سے واقف تھی۔ ہمایوں کی وصیت کے موافق وہ خواجہ جہاں ترک
اور ملک التجار گاواں کی بے مشورت کوئی کام نہ کرتی تھی اور ان دو شخصوں کے
سوا وہ کسی کو دخل نہیں دینے دیتی تھی۔ ملک التجار محمود گاواں کو جملتہ الملک
و وزیر کل اور طرفدار بیجاپور مقرر کیا تھا۔ اور خواجہ جہاں ترک کو منصب وکالت
اور طرفداری تلنگ پر سرافراز کیا۔ ایک عورت ماہ نو کی معرفت تمام معاملات کی
گفتگو والدہ شاہ سے ہوتی۔ یہ تینوں آدمی ہمایوں کی ظلم و ستم کی تلافی کرتے تھے
لیکن اطراف کے ہندو مسلمان حاکموں نے جب سُنا کہ تخت گاہ دکن پر ایک
طفل نے تاج شاہی سر پر رکھا ہے اور ہمایوں شاہ کے ارتکاب ظلم و ستم سے
امراء اور سپاہ کی خاطر خستہ و مجروح ہے اور اس کی اصلاح نہیں ہوئی تو
اول رائے مملکت اڑیسہ اور یا نے تلنگ کے زمینداروں کے ساتھ

کو چھوڑا اور کئی ہزار دیگوں میں تیل اور پانی کو جوش دیا اور خود قصر دیوانخانہ پر بیٹھا حسن خاں
کو شیر سے پھڑوایا۔ پھر اور امیروں کی گردن اڑوائی اور ان کے زن و فرزند کی وہ فضیحت
کی کہ جس کا بیان حسن ادب سے دور ہے پھر شاہزادہ۔ کے سات سو متعلقین کو جن کو اس معاملہ کی
اصلا خبر نہ تھی یہاں تک کہ اس کے بورچی و دیگ شوئی کو بازار میں بھیجا کہ کسی کو بھوکے
شیر نے پھاڑا۔ کسی کو مست ہاتھی نے مسلا۔ کوئی جلتے ہوئے پانی اور کھولتے ہوئے تیل
میں اُبلا۔ صاحب تاریخ محمود شاہی لکھتا ہے کہ میں نے ہمایوں پادشاہ کے مقربوں
سے سُنا ہے کہ جب ورنگل میں شہزادہ حسن کی خبر ہمایوں نے سُنی ہے تو اسپر
خشم و غضب ایسا مستولی ہوا تھا کہ کبھی اپنے کپڑے پھاڑتا تھا کبھی زمین اور فرش کو
دانتوں میں ایسا پکڑتا تھا کہ لب و دہن اوس کے مجروح ہو جاتے تھے اور جب احمد آباد بیدر
میں آیا جس کے جور و جفا کے سامنے حجاج ظالم نوشیرواں معلوم ہوتا تھا۔ اکثر شاہزادے
اور وارثان مملکت کہ قلاع و گوشہ و کنار میں پڑے۔ فقر و فاقہ پر قناعت کرتے
تھے ان سب کو گرفتار کرکے مارڈالا۔ وہ تمام خلایق سے بدگمان تھا۔ اصلا ظلم میں
تخفیف نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ اس کے غضب کا شعلہ مسلم و کافر کو ایک طرح جلاتا تھا اور اسکے قہر کا
دلال مجرم و بے گناہ کو ایک نرخ پر بیچتا تھا اس کی سیاست کا جلاد ایک جرم پر ایک قبیلہ کو
قتل کرتا تھا اس کے خشم و کینہ کی آگ خشک و تر کو جلاتی تھی۔ آدمیوں کے عیال و فرزند
کو وہ گرفتار کرکے نفس امارہ کا اسیر ہوتا تھا۔ انھوں کو راستہ میں سے اپنے پاس پکڑوا کر
بلواتا تھا اور اپنا منہ کالا کرکے ان کو شوہروں کے پاس بھیجتا تھا۔ ارکان دولت جب
اس پاس جاتے تھے تو اپنے زن و فرزند سے رخصت ہوکر جاتے تھے۔ اور
ضروری وصیت کر جاتے تھے۔ آخر کو یہ ظالم بیمار ہوا اور اپنے بڑے بیٹے
نظام شاہ کو ولیعہد کیا جس کی عمر آٹھ برس کی تھی وہ ۸۶۵ھ میں مرگیا۔ لیکن صحیح
یہ ہے کہ ہمایوں شاہ نے مرض سے شفا پائی شہاب خاں خواجہ سرائے
حبشی نے عورتوں سے سازش کی۔ ایک رات وہ شراب کے نشہ میں سوتا تھا کہ ایک

زندان سے نکال کر قصبہ بیر کی طرف لے گئے ہیں۔ اس شہزادہ نے جاکر بیر پر قبضہ کر لیا
جمادی الآخر ۹۶۶ھ ہمایوں دار الخلافہ میں آیا اور ظلم برپا کیا اور جو کچھ دل میں آیا
وہ کر گذرا اول ان میں ہزار آدمیوں کو قتل کیا جن کو شہر کی حفاظت سپرد تھی کہ انہوں نے کیوں
شہزادہ کو قید خانہ سے باہر جانے دیا اور کوتوال شہر کو قفس آہنیں میں بند کر کے ہر روز
ایک عضو کو کاٹتا تھا اور اسکو کھلاتا تھا وہ اسی قفس میں فوت ہوا۔ پھر آٹھ ہزار سوار اور
پیادے بے شمار بھائی کے دفع کرنے کے لئے تعین کئے۔ صحراے بیر میں خانقاہ کے قریب جنگ
واقع ہوئی۔ شاہ حبیب اللہ وزیر حملۃ الملک کے سبب سے شہزادہ حسن خاں کو فتح نصیب ہوئی
ہمایوں شاہ کے غضب جبلی نے جلوہ دکھایا۔ تمام امرا اور سلحدار کو جو یورش تلنگ میں
ہمراہ تھے خزانہ اور جنگی ہاتھیوں سمیت قصبہ بیر کی جانب روانہ کئے اور ان کے زن و فرزند کو
موکلوں کے حوالہ کیا کہ مبادا وہ روگرداں ہوں اور شہزادہ حسن سے نہ مل جائیں اس دفعہ
حسن خاں کو شکست ہوئی وہ بیجانگر کا عازم ہوا۔ وہ خستہ و بد حال سات آٹھ
سو سواروں کے ساتھ حوالی بیجانگر میں پہنچا۔ یہاں کے تھانہ دار سراج خاں جنیدی
نے جس کا خطاب خواجہ معظم خاں تھا یہ مکرو دغا کی کہ حسن خاں کو پیغام دیا کہ یہ مملکت آپ
سے تعلق رکھتی ہے ان حدود کا طرف دار خواجہ جہاں گاواں تلنگ میں ہے اور یہ مملکت
خالی ہے اگر اس دیار میں آپ تشریف لائیں تو میں متعہد ہوتا ہوں کہ بیجانگر رائچور مدکل کی رعایا
اور سپاہ آپ کی مطیع و منقاد ہوگی حسن خاں نے اپنے امرا کی صلاح سے اس بات کو
منظور کر لیا اور قلعہ میں جس کی دیوار گلی تھی چلا آیا۔ سراج خاں جنیدی نے سلام چراغ
کے بہانہ سے اس کوشک کو جس میں یہ سب حضرات تھے محاصرہ کیا دوسرے روز ارادہ کیا
کہ ان کو پکڑ کے ہمایوں شاہ پاس بھیجے شاہ حبیب اللہ تو لڑکر شہید ہوا باقی سب یہانتک کہ
دھوبی سقے خاکروب بھی گرفتار کرکے ہمایوں شاہ پاس احمد آباد بیدر میں بھجدیئے اب
ہمایوں شاہ نے بازار سیاست گرم کیا۔ احمد آباد بیدر کے بازاروں میں
سولیاں پھانسیاں نصب کرائیں۔ اور جابجا مست ہاتھیوں اور سب قسم کے درندوں

صبح کو ہمایوں قلعہ کی تسخیر میں مصروف ہوا۔ سکندر خاں سات آٹھ ہزار افغان راجپوت دکنی سوار مقابل لایا۔ ہمایوں شاہ نے کہلا بھیجا کہ ولی نعمت سے لڑنا مبارک نہیں ہوتا تجھ جیسے بہادر کا خراب ہونا حیف ہے میں تیرا گناہ بخشتا ہوں دولت آباد میں جس پرگنہ کو کہیگا میں جاگیر میں دیدونگا۔ سکندر خاں نے جواب دیا کہ اگر تو پسر زادہ احمد شاہ ہے تو میں بھی اس کا دختر زادہ ہوں مملکت میں تیرے ساتھ شریک ہوں تلنگ مجھے دیدے یا آمادہ جنگ ہو۔ لڑائی ہوئی سکندر خاں نے ہمایوں کے ہر حملہ کو ہٹا دیا ملک التجار گاواں لشکر بیجاپور اور خواجہ جہاں لشکر تلنگ لے کر آ گئے کہ ان سب نے ملکر سکندر خاں کو مار ڈالا اور اس کے لشکر کو بھگا دیا خواجہ جہاں کے نلکنڈہ کا محاصرہ کیا جلال خاں نے بیٹے کے مارے جانے کے ایک ہفتہ کے بعد جانا کہ امان سے زیادہ کوئی میرا فریادرس نہیں ہے۔ پادشاہ کا پابوس ہو کر محبوس ہوا اس نے چند روز کی حیات کو غنیمت جانا۔

ہمایوں شاہ کو جب اس جھگڑے سے فرصت ملی تو قلعہ دیوکنڈہ کی تسخیر کے درپے ہوا وہ تلنگی زمینداروں کے پاس تھا خواجہ جہاں نے اس کا محاصرہ کیا۔ مردم تلنگ بہ تنگ ہو کر رائے اڈیسہ اور صاحب شوکت رایوں کے پاس چلے گئے اور انسے مدد لیکر پھرے اور ایک طرف سے رائے اڑیسہ و اوریا کی سپاہ نے دوسری طرف سے لشکر تلنگ و قلعہ نے خواجہ جہاں کی سپاہ پر حملہ کیا اور لشکر اسلام کو شکست دی اور خواجہ جہاں اور امراے بھاگ کر ورنگل میں ہمایوں شاہ پاس پہنچے خواجہ جہاں بیم جان سے سچ نہ بولا اور اپنی مصلحت کے لئے جھوٹ بولا اور اس نے کہا کہ نظام الملک غوری کے سبب سے یہ واقعہ ظہور میں آیا ہمایوں نے اُسی وقت نظام الملک کو مار ڈالا اس کے اقارب و عشائر محمود خلجی مالوی کے پاس چلے گئے اور خواجہ جہاں ترک کو ایک قلعہ میں محبوس کیا اس کا ارادہ تھا کہ دیورکندہ پر پھر لشکر کشی کرے کہ جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ یوسف ترک چلی شہزادہ حسن خاں اور شاہ حبیب اللہ کو

جنازہ ہی نکلا۔

جب سلطان علاءالدین مرنے کو ہوا تو امرا و وزرا کی توقع کے خلاف ہمایوں شاہ ظالم کو جسکے اوضاع سے خلائق متنفر تھی اپنا ولیعہد کیا۔ ابھی بادشاہ مرا نہ تھا کہ ولیعہد کے خوف سے نظام الملک دولت آبادی وکیل السلطنت اور اس کا بیٹا دونو گجرات بھاگ گئے اور سلطان ہمایوں کے غیظ سے بچ گئے۔

ذکر سلطنت ہمایوں شاہ ظالم ولد سلطان علاءالدین بہمنی

جب سلطان علاءالدین تخت سے تختہ پر آیا تو اُسکا بڑا بیٹا ہمایوں شاہ مشہور ظالم گھر میں تھا امرائے کبار سیف خاں و ملو خاں نے سلطان کی وفات کو مخفی رکھا اور بے توقف اسکے چھوٹے بیٹے حسن خاں کو تخت پر بٹھایا۔ خلائق ہمایوں شاہ کے گھر لوٹنے اور اس کے قتل کے لئے گئے۔ شور و غوغا مچا۔ ہمایوں شاہ اسی سوار جبہ پوش لیکر نکلا جنمیں سکندر خاں بھی تھا اور لٹیروں کو مار کر بھگا یا وہ حسن خاں کی حمایت میں گئے یہ ان کے پیچھے گیا اور ایک جمیعت عظیم کے ساتھ دیوانخانہ میں آیا چھوٹا بھائی تخت سے اترا دن میں رعشہ آگیا اس کو پکڑ لیا سیف خاں کو ہاتھی کے پانوٗ میں باندھ کے شہر و بازار میں پھرایا اور امیروں کو قید کیا۔ ملو خاں لڑتا ہوا نکل گیا۔ اور کرناٹک میں پہنچا۔ ہمایوں شاہ تخت پر بیٹھ کر بالاستقلال بادشاہ ہوگیا۔ باپ کی وصیت کے موافق خواجہ محمود گاواں کو ملک التجار کا خطاب ملا اور وکیل الشاہی اور طرفدار بیجاپور مقرر ہوا اور شاہ کو خواجہ جہاں کا خطاب ملا اور تلنگ کا طرفدار ہوا اور عماد الملک غوری کے برادر زادہ کو نظام الملک کا خطاب و منصب ہزاری ہوا اقطاع تلنگ سے مخصوص کیا گیا اس باعث سے سکندر خاں بن جلال خاں نہایت دلگیر ہوا وہ ایام شاہزادگی میں شاہ کا مصاحب تھا۔ سپہ سالاری تلنگ کا امیدوار تھا۔ وبے حکم باپ پاس نلکنڈہ میں چلا گیا۔ اور جلال خاں نے ناچار بیٹے کے سبب سے علم مخالفت بلند کیا۔ پادشاہ نے خاں جہاں جاگر برار کو اس کے دفع کے لئے مامور کیا۔ تلنگ میں سکندر خاں نے اس پر فتح پائی۔ پھر ہمایوں خود نلکنڈہ کے باہر آیا سکندر خاں نے اس پر شب خون مارا اور نقصان پہنچایا

اُمرائے عالیشان میں سے ایک کو مدد کے بہانہ سے سکندر خاں کے ہمراہ کیا اور اس سے کہدیا کہ اگر سکندر خاں پھر دکنیوں سے لڑنے کا ارادہ رکھے تو تمام اس کے ہاتھی گھوڑے اور اثاثۂ شوکت لیکر منڈو میں چلے آو۔ سکندر خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ مالویوں سے جدا ہو کر نلکنڈہ کی طرف دو ہزار افغان اور راجپوتوں کے ساتھ چلا۔ اس وقت خواجہ محمود گاواں نے قلعہ نلکنڈہ کو گھیر رکھا تھا۔ سکندر خاں کسی حیلہ سے قلعہ کے اندر پہنچ گیا خواجہ خدا سے یہ چاہتا تھا اس نے پہلے سے اور زیادہ اہل قلعہ کی جان ضیق میں کی۔ باپ بیٹوں نے جلدی سے سلطان سے امان نامہ طلب کرکے قلعہ کو خواجہ کے حوالہ کیا اور خواجہ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں گئے اور ان کو نلکنڈہ پھر جاگیر میں ملگیا۔ سلطان دار السلطنت میں چلا آیا۔

۸۶۲ھ میں سلطان علاء الدین بہمنی نے اسی درد پا کے مرض سے عالم فنا بلند کیا اسکی مدت سلطنت ۲۳ سال ۹ ماہ ۲۰ روز تھی۔

کہتے ہیں کہ سلطان علاء الدین شاہ بہمنی بہت فصیح و بلیغ تھا فارسی خوب جانتا تھا فی الجملہ تحصیل علوم بھی کی تھی۔ کبھی کبھی روز جمعہ و عیدین کو مسجد جامع میں بھی جاتا تھا اور منبر پر بیٹھ کر خود خطبہ پڑہتا تھا اور اس القاب سے اپنی ستائش کرتا تھا کہ السلطان العادل الکریم الحلیم الروف علی عباد اللہ الغنی علاء الدنیا والدین علاء الدین بن اعظم السلاطین احمد شاہ ولی بہمنی۔ ایک تاجر عرب تھا اُس نے گھوڑے بیچے تھے جنکی قیمت ادا کرنے میں اہل دیوان بہانے بناتے تھے۔ یہ تاجر سادات کے کشتہ ہونے سے بھی آزردہ تھا وہ منبر کے پایہ کے نیچے آیا۔ جب منبر پر سلطان کلمات مذکور زبان پر لایا تو عرب نے نزدیک جاکر کہا لا واللہ لا عادل ولا کریم ولا رحیم ولا رؤف الغنیا الظالم الکذاب تقتل الذریہ الطاہرہ وتتکلم لہذا الکلمات علی منابر المسلمین۔ اس کہنے سے شاہ متاثر ہوا اور زار زار رویا اور اُسی وقت گھوڑوں کی قیمت دلائی اور کہا کہ وہ لوگ غضب الٰہی سے نجات نہ پائینگے۔ جنھوں نے مجھے دنیا و آخرت کا یزید بدنام بنایا ہے۔ پھر وہ گھر میں جاکر باہر نہیں نکلا اس کا

سرکار نلکنڈہ میں اقطاع رکہتا تھا۔ پادشاہ کی موت کا یقین کرکے گرد نواح کے بہت سے ملک کو دبا بیٹھا اور اپنے بیٹے سکندر خاں کو جو سلطان احمد خاں بہمنی کا دخترزادہ تھا تقویت دے کر اس ولایت پر تسلط کیا۔ خان اعظم بھی مرگیا تھا اس لئے تلنگ کے اکثر امراء سکندر خاں سے متفق ہوگئے تھے اور اس مملکت کا پادشاہ اسکو بنانا چاہتے تھے سلطان علاء الدین نے باوجود دردمندی کے حضار لشکر کو فرمان دیا کہ لشکرکشی کا تہیہ کریں۔ جلال خاں کو جب پادشاہ کی حیات پر آگاہی ہوئی تو وہ خود تلنگ میں آیا اور سکندر خاں کو ماہور کی جانب بہیجا تھا کہ سلطان جس جانب توجہ کرے اوس کے دوسری طرف خلل عظیم پیدا کرکے دوسرے کی کمک پر مستعد ہوئیں جو تلنگ اور برار کے درمیان ہے سکندر خاں نے جمعیت کی سلطان ہرچند تولنامہ بہیجتا تھا مگر وہ موثر نہ ہوتا تھا۔ اس واسطے کہ شہزادہ محمد خاں کی بغاوت میں سکندر خاں دخل عظیم رکھتا تھا اور یہ مخالفت بھی کسی وجہ سے سلطان سے مطمئن خاطر نہیں ہونے دیتی تھی۔ یہاں تک کہ سلطان محمود شاہ خلجی مالوی کو پیغام دیا گیا کہ سلطان علاء الدین بیمار ہوکر مدت ہوئی کہ مرگیا اعیان درگاہ نے اس کے مرگ کو اپنے مقاصد کی وجہ سے مخفی کر رکھا ہے وہ چاہتے ہیں کہ بزرگان مملکت کو پایۂ بزرگی سے گرائیں۔ اگر آپ اس طرف عزیمت کریں تو مملکت برار و تلنگ بے نزاع و جنگ آپ کے قبضہ میں آجائیں۔ سلطان محمود شاہ خلجی نے اس بات کو یقین کرلیا اور والی آسیر و برہان پور کے مشورہ سے دکن کا سفر کیا۔

۸۶۱ھ سنہ میں بڑے شان و شکوہ سے روانہ ہوا۔ سکندر خاں ایک ہزار سواروں کے ساتھ اس سے مل گیا۔ سلطان علاء الدین نے خود اپنے جانے کا عزم فسخ کیا اور خواجہ محمود المشہور گاواں کو جلال خاں سے لڑنے کے لئے مقرر کیا۔ لشکر برار کو حاکم برہان پور کی بازداشت کے لئے رکھا۔ قاسم بیگ صف شکن سرلشکر دولت آباد کو پہلے روانہ کیا اور خود چلا۔ لشکر بیجاپور و خاصہ خیل کے ساتھ پالکی میں بیٹھ کر سلطان محمود سے جنگ و جدال کے لئے صحرائے ماہور سے پانچ کروہ پر اترا۔ جب سلطان محمود شاہ کو معلوم ہوا کہ شاہ دکن حیات ہے اور لشکر کے ساتھ مستعد رزم ہے تو وہ آدہی رات کو اپنے ملک کو چلا گیا اور

قریب ڈہائی ہزار سواروں کے آس پاس جمع ہو گئے تھے وہ داؤد خاں سے لڑا داؤد خاں کے دو تیر لگے اور وہ مر گیا۔ دکنیوں نے یہ حال دیکھ کر اور مخالفوں کے قتل میں کوشش کی اور ان کو تنگ کیا کہ اس اثنا میں حسن خاں نزدیک آگیا تو دکنی داؤد خاں کا جنازہ لیکر قصبہ جاکنہ چلے گئے اور قاسم بیگ قصبہ بیر سے باہر آیا۔ حسن خاں سے اتفاق کر کے پادشاہ کو عرضداشت لکھی بادشاہ نے اس عرضداشت کو سنکر قاسم بیگ صف شکن کی طلب میں فرمان بھیجا غرض وہ اور پردیسی جو تلوار سے بچے تھے پادشاہ پاس گئے اس نے ان کا حال دریافت کیا فوراً مصطفیٰ خاں کی گردن اڑوائی جو پردیسیوں کی عرضی پادشاہ پاس نہیں پہنچاتا تھا اور اس کی لاش کی تشہیر شہر میں کرائی۔ قاسم بیگ کو ملک التجار کی جگہ دولت آباد وجنیر کا سر لشکر مقرر کیا اور قرار خاں گردا اور احمد بیگ یکہ تاز کو منصب ہزاری دیا اور از سر نو پادشاہ پردیسیوں کی تربیت پر متوجہ ہوا اور ان میں سے بہت سے آدمیوں کو صاحب دخل کیا۔ شیر الملک دکن و نظام الملک غوری کے گھروں کو ضبط کیا اور حکم دیا کہ ان کو مع بہت سے امراء دکن کے طوق و زنجیر ڈال کر پیادہ پا قصبہ جاکنہ سے دار الخلافہ میں لائیں اور اور پردیسیوں کے مخالفوں کو سخت سزائیں دیں۔ یہ حال ہمنے تاریخ فرشتہ سے نقل کیا ہے جو خود پردیسی اور شیعہ تھا اس لئے اس نے اس واقعہ کو نمک مرچ لگا کے مبالغہ سے لکھا ہے۔

۸۵۵ھ میں ملا آذری جو اس پادشاہ کا مقتدا تھا ایام شاہزادگی میں الفت بہت رکھتا تھا اس تحریر سے وہ اپنا موثر ہوا کہ اس نے شراب سے توبہ نصوح کی اور پھر از سر نو اس دکنی جماعت کو جو پردیسیوں کے قتل میں شریک تھی سیاست کی اور دولتخانہ کی خدمات بزرگ سے دکنیوں کو معزول کیا۔

۸۵۷ھ میں شاہ کا ساق پا مجروح ہوا تھا اس سبب سے وہ گھر سے کمتر باہر آتا تھا اکثر اوقات اس کے مرنے کی خبر منتشر ہو جاتی تھی یہاں تک کہ سلطان احمد شاہ بہمنی کا داماد جلال خاں کہ سید جلال بخاری کی اولاد سے تھا اور تلنگ میں

قاسم کے اندر طلب کیا۔ قاسم بیگ صف شکن قراخاں گردو احمد بیگ یکہ تاز کے سوا پردیسیوں کے سارے امرا اور مشاہیر قریب تین سو کے قلعہ میں حاضر ہوے۔ جب دستر خوان پر بیٹھ کر کھانے لگے تو دکنیوں کی جماعت کہ مسلح کمین میں بیٹھی ہوئی تھی ان دو عہد شکنوں کے اشارہ کرتے ہی کناروں پر سے تلواریں لے کر نکل پڑی سارے پردیسیوں کو پانی کی جگہ شربت شہادت چکھایا چار ہزار دکنی زرہ پوش کہ جا بجا کھڑے تھے اور غدر کے منتظر تھے وہ پردیسیوں کے خیمہ و خرگاہ پر آئے۔ از قسم مذکر ایک سالہ سے لے کر صد سالہ تک قتل کیا بارہ سو سید صحیح النسب اور ہزار مغل اور پانچ چھ ہزار معصوم طفل ان ظالموں نے قتل کر ڈالے مغلوں کے طائفہ میں سے قاسم بیگ صف شکن و قراخاں گردو احمد بیگ یکہ کہ پردیسیوں کے امرا میں سے ایک گروہ جدا تھے دکنیوں کے آشوب سے واقف ہو کر جبہ پہنا اور اپنی عورتوں کو مردوں کا لباس پہنایا اور احمد آباد بیدر کی طرف متوجہ ہوئے بشیر الملک دکنی و نظام الملک غوری نے دو ہزار سوار بسرکردگی داؤد خاں کے انکے تعاقب میں بھیجے اور رعایا اور جاگیرداروں کو حکم بھیجا کہ انکی راہ روکیں کہ یہ جماعت حرام خور ہیں جو اخلاص و دولتخواہی کا دم بھرتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ ان کو قتل کریں اور ان کے گھوڑے اور مال لوٹ لیں اور کسی موضع پر آرام قرار نہ لینے دیں قاسم بیگ صف شکن اور اور امرا میں سو آدمی چلے جاتے تھے اور دکنی جو ان سے لڑتے تھے ان سے وہ بھی لڑتے تھے۔ اور راتوں کو جنگل میں اترتے تھے قصبہ بیر کے حوالی میں داؤد خاں نے ان کے سر راہ کو نہایت تنگ پکڑا اور حسن خاں جاگیردار بیر کو پیغام دیا کہ یہ لوگ سلطان کے حرامخور ہیں تجھے چاہئے کہ اپنے لشکر کے ساتھ انکے دفع کے لئے متوجہ ہو اور ان حرامخوروں کے تن سے سر جدا کرکے ہم اور تم سلطان پاس بھیجیں۔ قاسم بیگ اور حسن خاں میں سابق کی آشنائی کا سابقہ تھا اور معارک بیجانگر میں اس نے اس کی کمک کرکے دشمن کے ہاتھ سے خلاص کیا تھا اس نے جواب دیا کہ یہ لوگ حرامخوار ہوتے تو گجرات کی سرحد میں کہ تین روز کی راہ ہے کیوں نہ چلے جاتے اس لئے حسن خاں کی کمک سے داؤد خاں مایوس ہوا۔ پس ماندہ لشکر قاسم بیگ سے مل گیا

بے شمار پیادے جمع کئے اور قصبہ جاکنہ کی طرف آیا اور اس کو احاطہ کرکے محصورین کا ناک میں دم کیا دو مہینے تک لڑائی رہی اور دکنیوں کی عرضداشتیں برابر بادشاہ پاس پہنچتی رہیں کہ پردیسی مخالفت و حرامخوری میں راسخ و ثابت قدم ہیں سلطان گجرات سے مدد طلب کرنی چاہتے ہیں کہ قلعہ اس کو دیدیں۔ دکنی صاحب دخل تھے وہ ان عرضداشتوں کو اپنے حسب المدعا سلطان کے روبرو پیش کرکے جواب میں متواتر فرامین بھجواتے تھے کہ باغی طاغی پردیسیوں کی جماعت کے قلع و قمع میں ایسی کوشش کرو کہ وہ اوروں کی عبرت کا سبب ہو۔ پردیسیوں کی عرائض اکثر بہت محنت و مشقت سے دار الخلافہ میں پہنچتی تھیں تو ان کے جواب میں لکھ دیتے تھے کہ ہمنے سلطان کے پاس عرائض بھیجیں وہ بسبب قہر و خشم کے جواب پر ملتفت نہیں ہوتا۔ پردیسیوں نے دیکھا کہ دو تخانہ کا حال یہ ہے اور اذوقہ کم ہوگیا ہے تو یہ قرار دیا کہ اپنے زن و فرزند کو ایک جنگی جماعت کے ساتھ قلعہ میں چھوڑیں اور خود اتفاق کرکے باہر آئیں اور ایلغار کرکے احمد آباد بیدر کو روانہ ہوں اور سلطان سے عرض حال کریں۔ مشیر الملک اور نظام الملک دکنی اور امرا جب انکے اس ارادہ پر مطلع ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر پردیسی ایسا کریں گے اور ہم ان کا تعاقب کریں گے تو ایک جماعت کثیر ہم میں سے جب تک قتل نہ ہو جائے گی ہم ان پر غالب نہ ہونگے اور مقصود ہمارا کہ صحرا میں اس جماعت کا قتل عام کریں عمل میں نہ آئیگا۔ پس انہوں نے پیغام دیا کہ ہم پیغمبر کی امت ہیں اور اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور تم میں اکثر سادات ہیں اس لئے ہم نے تمہاری اور تمہارے فرزندوں کی بیکسی پر رحم کرکے سلطان سے عرض کرکے یہ حکم دلادیا ہے کہ وہ تم کو جانی اور مالی آزار نہیں پہنچائیگا۔ تم کو اجازت دیتا ہے جہاں چاہو چلے جاؤ اور اس مضمون کا جعلی فرمان بناکر کھولا اور اس پر واللہ باللہ کرکے قرآن شریف اور خدا کی قسم کھائی اور عہد کیا کہ تم کو کوئی جانی و مالی آزار نہیں پہنچائینگے پردیسیوں نے جو ڈھائی ہزار تھے جن میں سے بارہ سو سادات صحیح النسب تھے دشمنوں کے قول پر اعتماد کیا اور اہل و عیال و اسباب مال کے لئے وہ مرکب و بارکش نہیں رکھتے تھے قلعہ سے باہر انکی تلاش کرنے لگے۔ مشیر الملک دکنی و نظام الملک قلعہ میں آئے اور تین روز تک وفائے عہد کیا اور کچھ انکو آسیب نہیں پہنچایا۔ مگر چوتھے روز انہوں نے پردیسیوں کے امرا و روسا کو ضیافت میں

ہر چند ہم خیر خواہوں نے اس کی قباحتیں خاطر نشان کیں مگر تقدیر نے اس کی آنکھوں پر ایسا
پردہ ڈالدیا تھا کہ اس نے اصلا ہم دولتخواہوں کی بات پر التفات نہیں کیا جس کے سبب سے
جو ہوا سو ہوا۔ بعد ملک التجار کے مرنے کے ہمنے مغل و سادات و خاصہ خیل کے امراء سے
کہا کہ دولتخواہی کے لئے مناسب یہ ہے کہ پادشاہ سے سر لشکر ہم طلب کریں اور اتفاق کر کے
سرکہ و رائے سنگیسر سے انتقام لیں انہوں نے قبول نہیں کیا سرکشی کی اور گالیاں دیں
اور کلام ناخوش زبان پر لائے۔ قصبہ جاکنہ میں چلے گئے ان کے اوضاع سے یہ معلوم ہوتا
تھا کہ وہ چاہتے ہیں قلعہ جاکنہ میں متحصن ہوکر رایان کوکن سے موافقت کریں اور علم مخالفت
بلند کر کے فتنہ قوی اُٹھائیں۔ اس عریضہ کو مشیر الملک دکنی پاس کہ مغلوں کا دشمن جانی تھا
بھیجا اُسنے بادشاہ کے روبرو اسکی عین مستی کی حالت میں یہ عریضہ پیش کیا اور ملک التجار کے قتل
ہونیکا اور پردیسیوں کے تمرد کا بیان قبیح صورت میں تقریر کیا۔ سلطان غیظ و غضب میں آنکر کُنہ
معاملہ کو نہیں پہنچا مشیر الملک دکنی اور نظام الملک بن عماد الملک غوری کہ پردیسیوں کے خون کا
پیاسا تھا اور اُن استیلا و تفوق سے آزار اُٹھایا تھا قصبہ جاکنہ کے امراء کے قتل کے لئے معین ہوا
اور وہ بہت لشکر لے کر اس طرف روانہ ہوا۔ سادات عرب و عجم وغیرہ کے امراء کو اس کی خبر
ہوئی تو وہ اتفاق کر کے حصار قصبہ جاکنہ میں متحصن ہوئے اور اپنی عرضداشت جو اخلاص و
یک جہتی کے اظہار پر مبنی تھی احمد آباد بیدار رسال کی لیکن ان کی عرضداشت اثناء راہ میں
مشیر الملک دکنی کے ہاتھ لگی اسکو پرزے پرزے کر ڈالا اور دار الخلافت نہ پہنچنے دیا پردیسیونکو
جب اس حال کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عرضداشتیں اور راہوں سے اپنے قدیمی ہندوستانی
نوکروں کے ہاتھ بھیجیں مگر انہوں نے بھی عداوت جبلی کے سبب سے مشیر الملک دکنی کو وہ عرضداشتیں
دیدیں اُسنے اوسکو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکدیا اور راہوں کا انتظام پہلے سے زیادہ کیا
اس حالت میں سادات حیران تھے۔ ناچار سب پردیسی امراء کے اتفاق کر کے غلہ و اذوقہ بقدر
[illegible] قلعہ کے اندر لے گئے اور مدافعت کے درپے ہوئے۔ جب یہ خبر مشیر الملک دکنی کو پہنچی تو جو امرائے
دکنی [illegible] کوکن میں تھے اور انہوں نے یہ فتنہ اُٹھایا تھا ان کو اپنی مدد کو بلایا اور جنیر اور اسکے نواح سے

کہ اُن میں رات بسر کیجائے ایسے وقت میں کہ سپاہی اپنے حال میں گرفتار تھے سرکہ نے یہ سرکہ فروشی کی کہ خود دروں میں سیماب کی طرح نایاب ہوا۔ رائے سنگسیر کو پیغام بھیجا کہ میں نے ایسا موٹا شکار تیرے دام میں پھنسا دیا ہے۔ اب جو کچھ تو کرسکتا ہے کر۔ رائے سنگسیر نے تیس ہزار توپچی و کماندار و خنجر گذار سب طرف سے جمع کئے اور سرکہ بھی اپنی جمعیت کے ساتھ اس سے مل گیا۔ آدھی رات گذری تھی کہ دروں و غاروں کی اطراف و جوانب سے جنگل میں وہ آئے اور انھوں نے درختوں کے نیچے سات آٹھ ہزار مسلمانوں کو چھری و خنجر سے گوسفندوں کی طرح ذبح کیا۔ ہوا کے چلنے سے درختوں کے پتوں کی ایسی کھڑ کھڑ ہوتی تھی کہ مقتولوں کے فریاد و نالہ کی آواز ایک دوسرے کے پاس نہیں پہنچتی تھی ہمسایہ کے احوال سے ہمسایہ واقف نہ ہوتا تھا۔ شب کی ظلمت اپنی دہشت وحشت ایسی دکھا رہی تھی کہ ایک دوسرے کی فریاد رسی نہیں کرسکتا تھا۔ ملک التجار کے سر پر دشمن جا پہنچے اس کو اور پانچ سو سیدوں کو کہ مدنی و کربلائی و نجفی تھے قتل کیا جو تقدیر سے زندہ بچے وہ بہت مشقت اُٹھا کر جنگل سے باہر نکلے اور امراء دکن کی ایک جماعت نے جو ملک التجار کے ساتھ جنگل میں نہیں گیا تھا اُس نے کہا کہ تمہارا حال بہت پریشاں ہے مناسب یہ ہے کہ اپنی جاگیروں کو چلے جاؤ اور سامان کرکے جلد چلے آؤ۔ دکنی اور حبشی جو لٹے تھے وہ اپنی اقطاع کو چلے گئے اور مغلوں نے کہا کہ ہماری جاگیریں دور واقع ہیں۔ ہم بے حکم پادشاہی کے نہیں جائینگے بلکہ قصبہ جاکنہ میں کہ ملک التجار کا نشیمن گاہ ہے اور بہت نزدیک ہے وہاں جائینگے اور قرض وغیرہ لیکر اپنا سامان کرینگے اور پھر جلد آئیں گے وہ جاکنہ میں چلے گئے۔ اس وقت بعض ناعاقبت اندیش مغلوں کی زبان سے نکل گیا کہ دکنیوں کے امراء کے نفاق سے ملک التجار اور سادات وغیرہ کشتہ ہوئے۔ جب ہم قصبہ جاکنہ میں پہنچیں گے تو حقیقت حال عرضداشت میں لکھ کر درگاہ شاہی میں بھیجیں گے یہ خبر دکنیوں کو پہنچی انھوں نے پیشدستی کرکے مکر و حیلہ کی راہ سے پادشاہ کو لکھا کہ ملک التجار ایک میندار سرکہ کی رہنمونی سے اور سادات اور تمام مغلوں کی ترغیب سے فلاں بیشہ میں گیا

ساتھ اس خدمت پر مامور کیا۔ ملک التجار نے قصبہ جاکنہ میں کہ بلادِ جنیر کے قریب تھا۔ اپنا نشیمن بنایا اس کا قلعہ تعمیر کرایا اور دفعہ دفعہ کرکے کوکن کو لشکر بھیجا۔ اس طرف کے راجاؤں کو زیر کرتا پھر جو اجل آئی تو خود اس صوبہ پر توجہ کی اور ایک حصار کو جو سرکہ کے پاس تھا ناامن کرکے جبر و قہر سے سر کیا سرکہ کو مجبور کیا کہ یا اسلام اختیار کرے یا تلوار کے نیچے سر رکھے۔ سرکہ نے مکر و غدر کا طریقہ اختیار کیا اور یہ معروض کیا کہ میرے اور راے سنگہ کے درمیان ہمسری ہے وہ قلعہ کندنا یہ کے حوالی میں رہتا ہے اگر میں حلقہ اسلام میں آجاؤنگا اور وہ اپنے قصر دولت میں متمکن رہیگا تو آپ کی مراجعت کے بعد مجھ پر زبان طعن دراز کریگا اور میرے ملک پر جسمیں میرے باپ دادا قرنوں سے حکومت کرتے چلے آنے ہیں متصرف ہوگا۔ سب عزیز و اقارب میرے مجھ سے منحرف ہوجائیں گے۔ اگر آپ اس جانب تشریف فرما ہوں تو تھوڑی توجہ سے اس کا ملک آپ کے قبضہ میں آجائیگا ان حدود کو مجھے عنایت کیجئے یا اس کا سر تن سے جدا کرکے اس کی مملکت کو کسی اپنے امیر کو دیدیجئے تو بندہ کلمۂ طیب پڑھنے کو موجود اور ہر سال خراج خزانہ عامرہ میں فلاں مقدار کا داخل کرنے کو حاضر ہے۔ ملک التجار نے کہا کہ وہاں جانے کی راہ بہت تنگ ہے اور وہاں تک پہنچنا نہایت دشوار ہے سرکہ نے کہا کہ میں ایسی راہ پر لے جاؤں گا کہ جنگل میں کوئی خار دامن کو آزار نہیں پہنچائے گا اور گل مقصود ہاتھ آجائے گا۔ ملک التجار نے دشمن کے قول کا اعتبار کرلیا۔ سنہ ۸۵۸ھ میں اس سمت کا عازم ہوا۔ اکثر دکنی و حبشی نفاق کے سبب سے جدا ہوگئے۔ اور ملک التجار کے ہمراہ جنگل میں نہ آئے۔ سرکہ ملک التجار کو دو روز تو فراخ راہ پر لایا لیکن تیسرے روز وہ گمراہ ایسی راہ پر لے گیا ع کاز ہول او شیر نر مادہ بود ✣ اس راہ سے گرتے پڑتے باہر نکل ایک جنگل میں آئے جس کے تین طرف پہاڑ اور ایک طرف خلیج۔ ملک التجار اسہال خونی میں گرفتار تھا۔ ہرچند سعی کرتا تھا کہ آدمی ترتیب و قاعدہ کے ساتھ نزدیک نزدیک آپس میں چلیں مگر اسکا کہنا کچھ سودمند نہ ہوتا تھا ہارے تھکے شام کو جو آتے وہ کسی درخت کے تلے آرام لیتے اُس جنگل میں درختوں کے انبوہ سے اتنی جگہ نہ تھی کہ دو خیمے ہم پہلو استادہ ہوسکیں

لشکر کشی نہیں کریگا تو میں عہد کرتا ہوں کہ ہر سال پیش کش لایق بھیجت رہوں گا اور فخر الملک اور
اُسکے بھائی کو حوالہ کردونگا سلطان نے اسکے التماس کے موافق عہد نامہ لکھ کر بھیجدیا اسنے فخر الملک اور
اسکے بھائی کو چھوڑ دیا۔ بعد ازاں دونوں نے علم مراجعت بلند کیا نہ سلطان نے کرناٹک پر لشکر کشی
کی نہ رائے دیوسے نے خراج کے ادا کرنے میں التوا کیا۔

سلطان نے احمد آباد بیدر میں ایک دار الشفا کمال لطافت و صفائی سے تیار کرایا اور چند
قریہ وقف کئے کہ ان کا محصول بیماروں کی دواؤں اور غذاؤں میں صرف کیا جائے۔ ہندو مسلمان
طبیب علاج کریں۔ قضات و امین و محتسب خدا ترس شہر میں مقرر کئے۔ باوجودیکہ وہ خود شراب
پیتا تھا مگر حکم دیا کہ نہ کوئی شراب پئے نہ جوا کھیلے۔ قلندروں دریوزہ خواروں کے گردن پر طوق
آہنیں پہنا کے اُن سے شہر کا گوہ موت اُٹھوایا اور سنگ و گل کا کام کرایا اور تعذیب شاقہ
فرماتا کہ لوگ متنبہ ہو کر کسب معیشت میں مشغول ہوں یا اس کی قلمرو سے باہر چلے جائیں۔ جو شراب
پیتا اوسکو سزا دیتا خواہ کوئی ہو۔ چنانچہ اُس نے اس حرکت پر سید محمد گیسو دراز کے رشتہ داروں
میں سے ایک کو بر سر بازار کھڑا کر کے دو سو تازیانے لگوائے وہ جمعہ کو منبر کے نیچے کھڑا ہو کر وعظ
سنتا۔ بتخانوں کو توڑ کر مسجدیں بناتا۔ کفار۔ اور زنار دار و برہمن وغیرہ سے باتیں نہیں کرتا اور
مہمات دیوانی میں ان کو دخل نہ دیتا۔ جب بیجانگری یورش سے واپس آیا تو عیش و
عشرت میں ڈوب گیا۔ امور کلی و جزوی و مہمات ملکی و مالی نوکروں کے حوالہ کیں۔ قریب ایکہزار
کے حسین عورتیں سراپردہ میں جمع کیں اور دریا کے کنارہ پر ایک نعمت آباد باغ بنایا۔ اس میں
بادہ لعل فام اور دلبران سیم اندام اور مطربان شیریں کلام سے رات دن شغل رکھتا تھا
چار یا پانچ مہینے میں ایک دفعہ سلام عام لیتا۔ دکنیوں نے اُسے گھیر لیا میان من اللہ دکنی
وکیل شاہی مستقل ہوئے شاہ قلاع ساحل کی تسخیر کا عازم ہوا۔ ساحل پر ملک کوکن جس کو اب
کوکنی کہتے ہیں وہاں کے راجہ راہزنی اور بحری قزاقی کیا کرتے تھے۔ مغربی گھاٹ اور بحر ہند کے درمیان
تنگ استے پر یہ تھا ان کا ملک بہت دشوار گذار اور بیماری کا گھر تھا وہ شمال میں بمبئی تک اور جنوب میں گوہ
تک [illegible] تھا۔ قلعہ [illegible] ملک التجار کو سات ہزار سوار دکنی اور تین ہزار سوار عرب کے

گھوڑے چاق اور دوڑنے والے اور کلاں ہوتے ہیں برخلاف اسکے ہمارے یابو ریزہ اندام کم قوت دوم لشکر بہمنیہ میں تیر انداز بہت ہیں اور ہمارے لشکر میں کم یہ سنکر دیورائے نے حکم دیا کہ مسلمان نوکر رکھے جائیں اوران کو اقطاع جاگیر خوب دی جائیں اور بیجانگر میں مسجد بنائی جائے اور شعار اسلام کا مزاحم کوئی نہ ہو اور قرآن شریف رحل پر رکھکر روز میرے سامنے لایا جاوے تاکہ مسلمان اس کو سلام کریں اور ہندوں کو بھی حکم دیا کہ وہ تیراندازی سیکھیں۔ اس کے پاس سپاہ دو لاکھ سوار اور اٹھارہ ہزار پیادے تھے۔ اب اس نے آیندہ حکم دیا کہ ستر ہزار سوار اور تین لاکھ پیادے ہوں اس حکم کے بعد اسکے اہل دیوان دس ہزار مسلمان سوار اور سات ہزار ہندو سوار کہ علم تیر اندازی سے خالی نہ تھے اور تین لاکھ پیادے ترتیب دیکر دیورائے کی نظر کے روبرو لائے۔ اب اسکو سلاطین بہمنیہ کے مملکت کی تسخیر کی ہوس ہوئی ۸۴۷ھ میں اُس نے آب تنگ بھدرا سے گذر کر قلعہ مدکل کو فتح کرلیا اور اپنے بیٹوں کو قلعہ رائچور و بنکاپور کے محاصرہ کے لئے مامور کیا۔ خود اس نے آب کشنا (کرشنا) پر قیام کیا اور ساغر و بیجاپور تک اس کے آدمیوں نے تاخت تاراج کی۔ سلطان علاء الدین نے بھی اپنا لشکر پچاس ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیادوں کا جمع کیا جسکے ساتھ توپ خانہ و آلات و اسباب حرب بہت باعظمت و شوکت تھا۔ دیورائے کوچ کرکے قلعہ مدکل میں آیا اور سلطان کی جنگ کے واسطے سپاہ مامور کی۔ سلطان مدکل سے چھ کروہ پر مقیم ہوا خلف بصری ملک التجار کو دیورائے کے فرزندوں کی تادیب کے لئے بھیجا۔ خاں زماں سرلشکر بیجاپور و خان اعظم سرلشکر برار و تلنگ کو دیورائے کے لئے تعین کیا۔ ملک التجار نے دیورائے کے بڑے بیٹے کو زخمی کرکے معرکہ سے بھگادیا اور بنکاپور پر متوجہ ہوا ابھی وہ وہاں آیا نہ تھا کہ دیورائے کا چھوٹا بیٹا محاصرہ کو چھوڑکر باپ پاس چلا گیا۔ دو تین مہینے تک مدکل کے قلعہ کے باہر مسلمانوں اور ہندوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اول دفعہ ہندو غالب ہوگئے پھر مسلمان بڑی محنت سے غالب ہوئے دیورائے کے آدمی فخر الملک اور اسکے بھائی کو پکڑ کر لیگئے۔ سلطان علاء الدین نے دیورائے کو لکھا کہ اگر ان میں کسی ایک کو مارڈالے گے تو ایک ایک کی عوض میں لاکھ ہندوں کو قتل کرونگا۔ دیورائے نے اپنے آدمی بھیجے کہ اگر سلطان عہد کرے کہ پھر میرے ملک پر

اور حقیقت حال سلطان علاء الدین کو لکھی کہ یہاں کے امرا نصیر خاں سے مل گئے اور بے تامل انہوں نے خطبہ اس کا پڑھوایا اور قلعہ ترنالہ کا محاصرہ کیا۔ سلطان نے مسند حسن بصری ملک التجار دولت آباد کے سرلشکر کو اس یورش کے لئے متعین کیا خلف بصری نے عرض کیا کہ امرائے دکنی اور حبشی رشک وحسد کے سبب سے نہیں چاہتے ہیں کہ ہمارے ابنائے جنس سے ین کو وہ غریب (پردیسی) کہتے ہیں خدمات شائستہ ظہور میں آئیں اس لئے حضور امرائے مغل میرے ہمراہ کریں اور کسی ایک حبشی و دکنی کو اس کام میں دخیل نہ فرمائیں خدا سے امید ہے کہ سب کام اچھی طرح سرانجام پائیں سلطان نے تین ہزار مغل تیر انداز کہ سب خاصہ خیل تھے اور امرائے عرب اس خدمت پر مامور کئے۔ خان جہاں قلعہ ترنالہ سے اس لشکر میں آ ملا۔ گھاٹ دھنگھر پر خاندیسیوں کے ساتھ ان کی لڑائی ہوئی۔ نصیر خاں کو شکست ہوئی وہ برہان پور بھاگ گیا اور لشکر کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ خلف حسن بصری بھی برہان پور پہنچا۔ نصیر خاں کے پاؤں اس کے سامنے نہ جمے وہ قلعہ تلنگ میں بھاگ گیا۔ خلف بصری نے خاندیس کو خوب غارت کیا اور شہر برہان پور کی عمارات شاہی کو جلایا اور اکھیڑا اور تلنگ پر ایلغار کرکے چار ہزار سواروں کے ساتھ پہنچا۔ نصیر خاں بارہ ہزار سوار لیکر قلعہ سے دو کروہ پر لڑا۔ خاندیسیوں کو شکست ہوئی نصیر خاں کے مردم معتبر اور برار کے امرا، باغی کشتہ ہوئے۔ خلف حسن بصری ستر ہاتھی اور توپ خانہ لیکر احمد آباد بیدر میں آیا۔ یہاں سے دولت آباد گیا۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ داہنی طرف غریباں (پردیسی) اور بائیں طرف دکنی اور حبشی رہا کریں اس لئے جب دکنیوں کو موقع ملا انہوں نے پردیسیوں کو قتل کیا جس کی تفصیل آگے آئیگی

دیورائے نے پنڈتوں اور ارکان دولت سے کہا کہ مملکت کرناٹک کچھ ممالک بہمنیہ سے کم نہیں ہے اور خیل وحشم ہمارا ان کی جمعیت سے زیادہ ہے۔ پھر کیا سبب ہے کہ اکثر ہندو مغلوب ہوتے ہیں پنڈتوں نے تو اپنی کتھا بکھانی کہ ہماری پوتھیوں میں پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ مسلمانوں کا تسلط ہوگا۔ یہ کل جگ ہے۔

بعض ارکان دولت نے کہا کہ مسلمانوں کو فتح دو سبب سے حاصل ہوتی ہے اول یہ کہ انکے

شاہزادہ محمد خاں کوہ وجنگل میں چلا گیا۔ سلطان احمد آباد بیدر میں آیا۔ امرار کی جماعت کی تقصیرات معاف کی اور انکو بند وزنجیر سے آزاد کیا اور مکتوب نصیحت آمیز بھیجکر بھائی کو بلالیا۔ دوسرا بھائی داؤد خاں ملک تلنگ میں مرگیا تھا اسکی اقطاع رائے چور ومدگل محمد خاں کو دیدی اس نے یہیں اپنی ساری زندگی چین وآرام سے بسر کی۔

۸۳۰ھ میں دلاور خاں کو کونکن کی سرکشوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ رائے تیل وسنگیسر نے جزیہ وخراج دینا قبول کیا۔ دلاور خاں نے رائے سنگیسر کی لڑکی کو جو خوش شکلی وحسن صورت و موسیقی دانی میں مشہور تھی سلطان کے لئے لایا۔ سلطان کی وہ منظور نظر ہوئی اور زیبا چہرہ اس کا خطاب ہوا۔ دلاور خاں اس علت میں ماخوذ ہوا کہ اس نے رایان کوکن سے رشوت لے کر سرکشوں کا استیصال نہیں کیا اس نے انگشتر وکالت کو واپس کیا اور بلا سے اپنے تئیں بچایا۔ دستور الملک خواجہ سرا کو اسکا منصب ملا جسکی زشت خلقی سے خلائق کی جان تنگ ہوئی پادشاہ کے بیٹے ہمایوں نے اسکو کسی کام کو کہا تھا اسکا جواب اس نے یہ دیا کہ ایسے کام مجھ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کو اسکی سعی کرنی مناسب نہیں ہے شہزادہ نے دستور الملک کو قتل کرادیا اور قاتل کو اپنی سفارش وحمایت سے بچا لیا۔

۸۳۱ھ میں زوجہ سلطان آغا زینت مخاطب بہ ملکہ جہاں نے اپنے باپ نصیر کو زیبا چہرہ کی استیلا کی اور شوہر کی کم عنایتی کی شکایت کی۔ نصیر خاں سلطان علاء الدین سے رنجیدہ ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی کے استصواب سے وہ مملکت برار کی تسخیر کا عازم ہوا مخفی آدمیوں کو بھیجکر امرار برار کو طمع دیکر اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔ انہوں نے متفق اللفظ والمعنی یہ کہا کہ نصیر خاں حضرت فاروق کی اولاد میں سے ہے اگر ہم اس کی نوکری کر کے مخالفوں سے شمشیر زنی کرینگے تو غازی یا شہید ہونگے۔ غرض انہوں نے نصیر خاں کو بلایا وہ بے توقف دو ہزار سوار اور پیادے بیشمار کہ راجہ گونڈواڑہ نے اسکی امداد کے لئے بھیجے تھے ہمراہ لیکر ولایت برار میں آیا حرامخور امرار نے چاہا کہ اپنے سرلشکر خاں جہاں کو مقید کر کے نصیر خاں پاس لیجائیں کہ خاں جہاں کو انکے ارادہ سے اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ ترنالہ میں جا کر متحصن ہوا اور

اس کی شمع حیات بجھ گئی۔ خلاصہ اسکی سلطنت کا یہ ہے کہ احمد شاہ تخت پر بیٹھتے ہی وجیانگر کے راجہ سے لڑا اور اس کو شکست دیکر باجگزار بنایا وہ ورنگل کے راجہ سے لڑا جسکا انجام یہ ہوا کہ ملک تلنگانہ بالکل مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اس نے شہر احمد آباد بیدر کو آباد کیا اور ۱۹ فروری ۱۴۳۵ء سنہ کو مرگیا۔

ذکر سلطنت علاء الدین بن سلطان احمد شاہ

باپ کے پیچھے احمد آباد بیدر کے تخت پر سلطان علاء الدین بیٹھا۔ دلاور خاں افغان کو وکیل شاہی اور خواجہ جہاں الہ آبادی کو وزیر کل مقرر کرکے ان کو امور مملکت شاہی میں قوی کیا اور عماد الملک ایک مرد کہن سال جسکی ساری عمر سلاطین بہمنیہ کی خدمت میں گذری تھی امیر الامراء مقرر کیا رائے وجیانگر نے پانچ سال سے خراج نہیں دیا تھا اسلئے عماد الملک اور اپنے بھائی شاہزادہ محمد خاں اور خان جہاں کو اسکے وصول کے لئے بھیجا۔ انہوں نے جاکر ولایت کتھرہ میں تاخت و تاراج اور قید کرنا شروع کیا تو رائے وجیانگر نے مضطر ہوکر بیس ہاتھی اور آٹھ لاکھ ہون نقد اور دو سو لونڈیاں رقاص ہنرمند اور اور چیزیں شاہزادہ محمد خاں کو دیکر واپس کیا۔ دکن کے فتنہ پرداز شہرہ آفاق ہیں انہوں نے جب شاہزادہ قلعہ مدکل کے حوالی میں آیا تو اس کو یہ سمجھایا کہ سلطان احمد شاہ نے تجھے شریک سلطنت کیا تھا۔ مناسب یہ ہی کہ سلطان علاء الدین شاہ ان دو کاموں میں سے ایک کام کرے یا تو تجھکو مسند فرماندہی پر اپنے پہلو میں برابر بٹھائے اور باتفاق امور سلطنت کو سرانجام دے یا ممالک کے دو حصے کر دے ایک پر وہ متصرف ہو اور دوسرے پر تو قابض ہو۔ اب صلاح دولت یہی ہے کہ یہیں بیٹھ کر آدھے ملک پر قبضہ کرلے۔ شاہزادہ اس فریب میں آگیا عماد الملک غوری اور خواجہ جہاں کو اپنے ساتھ متفق کرنا چاہا جب وہ نہ ہوئے تو دونو کو قتل کرڈالا اور وجیانگر کی دولت جو بیدر میں آئی تھی اُسے خرچ کرکے سپاہ بہت بھرتی کرلی مدکل ورائے چور و شولاپور و نلدرک کو ملازمان شاہی سے چھین لیا۔ سلطان علاء الدین بھی لشکر لے کر بھائی سے لڑنے گیا دونو بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ سلطان علاء الدین کو فتح ہوئی اور اکثر امراء دستگیر ہوئے

جو ساحل دریائے عمان پر واقع ہے باغیوں سے پاک صاف کرے اس نے تھوڑے دنوں میں کل مفسدوں کا علاج آشتی سے کردیا اور جزیرہ بہائم کو تسخیر کیا وہ شاہان گجرات کے قبضہ میں تھا سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس خبر کو سنکر اپنے بیٹے ظفر خاں کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ شاہ دکن نے اپنے بیٹے علاء الدین کو بھیجا۔ خلعت حسن بصری سے شاہزادہ ظفر خاں کی سخت لڑائی ہوئی طرفین کے دو ہزار آدمی مارے گئے دکنیوں کو شکست ہوئی۔ جب سلطان احمد شاہ کو اس شکست کی خبر ہوئی وہ لشکر لیکر گجرات پر چڑھا۔ گجرات اور دکن کے لشکر آمنے سامنے اُترے مگر لڑائی نہ ہوئی۔ علمائے نیچ میں پڑکر صلح کرائی کہ دونوں اپنے اپنے ملک پر قبضہ و تصرف رکھیں ایک دوسرے کے ملک کی طمع نہ کریں۔ تاریخ الفی میں ذکر ہوا ہے کہ گجراتیوں کے فکر میں سلطان احمد شاہ تھا اور جزیرہ بہائم میں دکنیوں کی شکست سے پیچ و تاب کھاتا تھا کہ ۸۳۵ھ میں خبر آئی کہ محمود خاں ولد حاکم گجرات کسی تقریب کے سبب سے ولایت ندربار میں مقیم ہے اسلئے احمد شاہ دکنی اس طرف متوجہ ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی بھی ایلغار کرکے ادہر آیا دکنیوں نے صلاح مراجعت میں دیکھی چار منزل تیچھے ہٹے۔ گجراتی بھی معاودت کے عازم ہوئے تاپتی کے کنارہ پر فروکش ہوئے۔ جاسوس دوبارہ خبر لائے کہ دکنیوں نے بغاوت کرکے قلعہ بیسول محاصرہ کیا ہے گجراتی بھی بیسول پر اُلٹے آئے ایک دن صبح سے شام تک دونو لڑے پھر دوسرے روز دونو اپنے ملک کو چلے گئے۔

۸۳۶ھ میں ہوشنگ شاہ نے دکنیوں اور گجراتیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا تو وہ فرصت پاکر ولایت نرسنگہ پر لشکر کش ہوا اور نرسنگہ لڑائی میں مارا گیا اور ہوشنگ شاہ کے قبضہ میں قلعہ کھیرلہ آگیا جب سلطان احمد شاہ نے اس طرف لشکر کشی کی تو نصیر خاں والی آسیر مانع ہوا اور اس نے ان دو پادشاہوں میں لڑائی نہ ہونے دی اور آپس میں ان کے یہ اقرار ٹھیرا دیا کہ قلعہ کھیرلہ ہوشنگ شاہ پاس رہے اور ملک برار سلطان احمد شاہ بہمنی پاس رہی جب احمد شاہ کی سلطنت پر بارہ سال اور دو ماہ کی مدت گذر گئی تو ۲۸۔ ماہ رجب ۸۳۸ھ کو

علماء سے کہا کہ جو مجھ پر واجب تھا وہ میں نے کیا اور اس بے ناموسی کو قبول کیا کہ کل کوچ کرکے دریا کے کنارہ پر مقیم ہوتا ہوں جو میرے مقابل میں آئیگا اس سے لڑونگا بموجب حدیث کے عذاب اوسکی گردن پر ہوگا۔ علماء نے اس تجویز کو پسند کیا اپنی فوج کو آراستہ کیا ہوشنگ شاہ تمہزار سپاہ لیکر جنگ کرنیلگا ہوشنگ پاس آدمی بھیجا جس نے اس سے کہا کہ نرسنگہ اس جانب کے متعلقین میں سے تھی محبت کا اقتضا یہ ہے کہ اپنی ولایت کو چلے جاؤ اور ہم بھی علماء کے کہے سے اپنے ملک جاتے ہیں۔ دونوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی اور ہوشنگ کو شکست ہوئی اسکے دو ہزار آدمی قتل ہوئے۔

اسکے حرم مع دو لڑکیوں کے مقید ہوئے جن کو احمد شاہ نے نہایت اعزاز سے ہوشنگ شاہ پاس بھجوا دیا۔ نرسنگہ مع اپنے بیٹوں کے احمد شاہ کی خدمت میں آیا اور شاہ کو کھیرلہ میں لے گیا اور دعوت بڑی دھوم سے کی۔ ایک سو الماس و یاقوت و مروارید عدن پیشکش میں دئے تاریخ مالوہ میں یہ لکھا ہے کہ احمد شاہ نے کھیرلہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ نرسنگہ نے ہوشنگ شاہ مالوہ کو امداد کو بلایا اس سبب سے ان دونوں پادشاہوں میں لڑائی ہوئی۔

اسی یورش میں جب سلطان حصار بیدر میں آیا تو اس نے یہاں ایک پُر فضا صحرا و میدان دیکھ کر شہر آباد کیا جس کا نام (احمد آباد) بیدر رکھا اور قلعہ بنایا۔ یہاں سے بہتر آب و ہوا کہیں اور ملک دکن میں نہ تھی۔ پانچ ہزار سال ہوئے کہ شہر بیدر رایان دکن کا پایۂ تخت تھا یہاں کا راجہ بھیم سین تھا جسکی بیٹی دمن پر مالوہ کا راجہ نل عاشق ہوا تھا فیضی کی مثنوی نلدمن مشہور ہے۔ ملا آذری جو اس پادشاہ کے عہد کا بڑا شاعر تھا اس نے اپنے بہمن نامہ میں اس شہر و قلعہ کی بہت تعریف لکھی ہے۔

احمد شاہ نے عاقبت اندیشی سے اپنے بیٹے علاء الدین کا عقد نکاح نصیر خاں حاکم آسیر کی بیٹی سے کیا۔ حاکم خاندیس نے بھی اسے غنیمت جانا کیونکہ گجرات کے حاکموں سے ہمیشہ خوف میں وہ رہتا تھا۔

سنہ ۸۳۳ھ میں خلف بصری کو سپہ سالار دولت آباد مقرر کرکے حکم دیا کہ کوکن زمین کو

ایک سال کے قریب سلطان اہلچ پور میں رہا۔ قلعہ کاویل کو از سر نو بنایا۔ قلعہ ترنالہ کی مرمت کی اس سے
مقصود اسکا یہ تھا کہ مملکت خاندیس و مالوہ و گجرات کہ صاحب قران امیر تیمور نے سلطان فیروز شاہ کو
عنایت کئے تھے اہلچ پور میں رہ کر تدبیر و تزویر سے لے اور بعد ازاں وجیانگر کو تسخیر کرے
یہ بات ہوشنگ شاہ والی شادی آباد منڈو کو معلوم ہوگئی۔ نرسنگہ حاکم قلعہ کھرلہ بہمنیوں
کا باجگزار تھا اوس کو ہوشنگ شاہ نے اپنی موافقت و متابعت کی ہدایت کی نرسنگہ
نے اسے قبول نہ کیا تو ہوشنگ شاہ نے اس پر دو دفعہ لشکر بھیجا اور دونو دفعہ وہ شکست
پاکر پریشان حال واپس آیا۔ تیسری دفعہ ہوشنگ شاہ نے غصہ میں آنکر اپنے معتمد امرا کی جماعت
کو روانہ کیا اور انہوں نے اوسکی مملکت میں بڑی خرابی مچائی اس کے بعض پرگنوں پر
متصرف ہوا۔ نرسنگہ نے لشکر جمع کرنا شروع کیا تو ہوشنگ خود اس طرف کا عازم
ہوا۔ نرسنگ نے بے تابانہ ۸۲۲ھ میں احمد شاہ پاس ایلچی کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ
ان دنوں میں ہوشنگ والی مالوہ نے لشکر بے قیاس جمع کیا ہے اور اس نے تنخواہ کی مملکت کا
قصد کیا ہے اس زمانہ سے کہ میں فیروز شاہ کا مطیع ہوا ہوں حکام اطراف مجھے آپ کے
منسوبوں میں سے جانتے ہیں۔ آپ اپنے بندوں کی معاونت و امداد میں تامل
نہ فرمائیں اور فریاد رسی کریں۔ سلطان نے اس ساعت میں عبدالقادر حاکم برار کو حکم
بھیجا کہ لشکر برار کو جمع کرکے نرسنگہ کی کمک کرے اور خود شکار کے بہانہ سے اہلچ پور
میں گیا۔ ہوشنگ شاہ نے یلا تاخت و تاراج کے کھرلہ کا محاصرہ کیا اور لاف و گزاف بکنا
شروع کیا۔ احمد شاہ یہ خبر سنکر ایلچپور سے کھرلہ کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء نے سلطان سے
کہا کہ ابتک ایسا نہیں ہوا کہ شاہان بہمنیہ نے مسلمانوں سے جنگ کی ہو آپ بدنامی سے
بچیں کہ سب لوگ کہیں گے کہ کفار کی حمایت کرکے مسلمانوں سے جنگ و محاربہ کیا۔ سلطان ہوشنگ کے
لشکر سے بیس کروہ پرے تھا کہ علماء کے اس کلام نے اس پر اثر کیا۔ ابھی مالویوں کے اردو
میں یہ ایلچی پہنچا نہ تھا کہ دکنیوں نے کوچ کیا ہوشنگ شاہ اس پیغام سے آشفتہ ہوا اس سبب
سے کہ بادشاہی لشکر میں پندرہ ہزار سوار تھے اور اس پاس تیس ہزار پیادے بھی روانہ ہوا احمد شاہ نے

تیراندازی شروع کی ان تھوڑے آدمیوں اور پانچ چھ ہزار ہندوؤں کی لڑائی ہونے لگی
کہ عبدالقادر سلحداروں کا سردار دو تین ہزار خاصہ خیل کے سپاہی لیکر آن موجود ہوا
اُسنے ہندوؤں کو مار کر بھگا دیا اور ایک ہزار کو قتل کیا۔ پانچ سو مسلمان مارے گئے۔ ع
رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت سلطان بیجانگر میں آیا اور اس کے تسخیر کی
تدبیر میں لگا اور محصورین کا ناک میں دم کیا۔ دیو رائے نے اپنی خلاصی عجز میں دیکھی
ہاتھیوں پر خراج چند سالہ لاد کر بھجدیا اور اُس سے صلح ہوگئی۔ سلطان اپنی دارالسلطنت کو چلا گیا
اس سال میں قحط عظیم پڑا جس سے احمد شاہ کی شاہی کو خلائق نے اپنے لئے شوم جانا
وہ استسقاکی نماز کو گیا تو بڑی شدت سے مینہ برسا۔ اس کرامت پر لوگوں نے اس کو
ولی کا خطاب دیا۔ اس نے اس قحط کے دور کرنے کے لئے اپنے خزانوں کو خالی کیا
اور بھوکوں کا پیٹ بھرا۔

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ ۸۲۶ھ میں احمد شاہ کی خلاف رائے تلنگ نے رائے بیجانگر سے
اتفاق کیا تھا اس لئے شاہ نے کل ملک تلنگ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور گلکنڈہ میں آن کر
خان اعظم عبداللطیف کو برسم منقلا بھیجا اور خود ایک سو بیس روز بعد روانہ ہوا اس اثنا میں
ورنگل کا فتحنامہ اس پاس آگیا۔ رائے ورنگل نے سات ہزار تلنگوں کو ساتھ لیکر خان اعظم کا مقابلہ
کیا اور کشتہ ہوا اور ورنگل مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ سلطان ورنگل میں آیا۔ کل خزائن و دفائن
کہ رائے کے باپ داد نے جمع کئے تھے اور جنکو بڑی مشکل سے سلطان محمد تغلق کے ہاتھ سے
بچایا تھا۔ وہ بے مشقت احمد شاہ کے ہاتھ آئے وہ گلبرگہ جلد آیا۔ خان عالم عبداللطیف نے
تین چار مہینوں میں اکثر بلاد تلنگ پر تصرف کیا اور بادشاہ کی خدمت میں آیا۔

۸۲۹ھ میں قلعہ ماہور کہ سلاطین بہمنیہ کے قبضہ سے نکل گیا تھا اور ایک ہندو زمیندار کے پاس تھا
صلح اور پیمان سے لیلیا اور خلاف عہد کرکے زمیندار کو پانچہزار آدمیوں سمیت مار ڈالا اور اُنکی لڑکیوں اور
لڑکوں کو پکڑ کر مسلمان کیا۔ حصار کلم کو لیکر معدن الماس پر جو یہاں تھی تصرف کیا وہ حاکم گونڈوارہ کے
قبضہ میں تھی۔ بت سے بتخانے توڑ کر اُنکی مسجدیں بنائیں۔ قاری و خادم و روغن چراغ کے خرچ انکے لئے مقرر کئے

سلطان احمد شاہ کے عبور کرنے کا اور دیورائے کے غائب ہونے کا غل مچا۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ دیورائے کی سپاہ متفرق ہوئی اور بادشاہ کی سپاہ لوٹ پر جھکی ینشکر سے زیادہ تر شیریں اشیا دلوٹنے لگی دیورائے کو فرصت ملی اور بھگوڑوں کی طرح وہ بھاگا دو پہر کے بعد وہ ایک اپنے مقرب امیر کے پاس پہنچا اور تاج سر پر رکھا جب اس کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو سپاہ پھر جمع ہوئی مگر دیورائے اس واقعہ کو جنگ کے لئے نیک فال نہ سمجھا۔ قلعہ بیجانگر میں جاکر متحصن ہوا۔ احمد شاہ بیجانگر پر ملتفت ہوا اور رائے کے ملک کے اندر گھسا۔ جہاں گیا وہاں بخلاف قرارداد سلطان محمد شاہ کے زن و فرزندوں کو اسیر کرکے شمشیر تلے لایا اور رحم و شفقت کو ایک طرف رکھ دیا جب بیس ہزار ہندؤں کا قتل قلم بند ہوتا تو تین روز مقام کرتا اور بڑے بڑے جشن کرواتا۔ شادیانے کے نقارے بجواتا۔ بتخانوں کو توڑتا معابد کو ڈہاتا۔ گائے کو ذبح کراتا۔ جاریت روئیں گلبرکہ بھیجے کہ محمد گیسو دراز کے آستان خانہ میں زمین میں نصب کئے جائیں۔ تاکہ وہ زائروں کی لکد کوب میں آئیں قضا را ایک دن سلطان لشکر گاہ سے شکار کو نکلا اور ایک ہرن کے پیچھے چھ کروہ لشکر گاہ سے دور ہو گیا پانچ چھ ہزار ہندؤں نے آپس میں عہد کرکے قسم کھائی تھی کہ عند الفرصت فدویانہ سلطان کے پاس پہنچکر اس کو ہلاک کریں گے اور انتقام لینگے وہ گھوڑوں پر سوار ہوکے سلطان کے پیچھے پڑے۔ سلطان کے ساتھ دو سو مغل تیر انداز جانوروں کے پیچھے چلے گئے۔ یہ ہندؤں کا لشکر سلطان نے دیکھا تو وہ متحیر ہوا اور اُسے ایک چار دیواری کہ اہل زراعت نے گاؤ و گوسفندوں کے لئے جنگل میں جگہ بنائی تھی دکھائی دی سلطان بہت جلد اس طرف چلا کہ راہ میں آب شکستہ آیا ہے اُس پر سے گذرنے میں توقف ہوا کہ دشمن قریب آگئے انہوں نے دو سو کنی بادشاہی زخمی کئے قریب تھا کہ سلطان کے بھی بندوق لگی ہوتی کہ سو مغل تیر انداز سوار آگئے اور انہوں نے اپنی تیر اندازی سے دشمن کو روکا کہ سلطان آب شکستہ سے گھوڑا پھندا کر چار دیواری میں پہنچ گیا سواروں نے دیواروں پر چڑھ کر

استحقاق اور قابلیت سلطنت تجھ ہی میں ہے یہ شفقت پدری کا سبب تھا کہ میں اپنے پسر کو ولیعہد کروں اور اسمیں حتی المقدور کوشش کردں اب میں تجھے خدا کو اور حسن خاں کو تجھے سپرد کرتا ہوں اب جا اور مہمات سلطنت میں مشغول ہو میں چند روز کا مہمان ہوں مجھے نہ بھولنا پانچویں شہر شوال ۸۲۵ھ کو تاج جو بہائی نے مخترع کیا تھا اُس نے سر پر رکھا اور تخت فیروزہ پر بیٹھا اور اپنا خطاب سلطان احمدشاہ بہمنی رکھا اور خطبہ وسکہ دکن میں اپنے نام کا جاری کیا۔ ۱۵۔ کو فیروزشاہ مرگیا اور ۲۵ سال ۷ ماہ ۱۵ روز سلطنت کرگیا۔ یہ بھی کتابوں میں پڑھنے میں آیا کہ احمد خاں نے شیر خاں اپنے بھانجے کی تحریک سے فیروزشاہ کا دم گھوٹ کر مار ڈالا۔

ذکر سلطنت احمدشاہ بہمنی

احمدشاہ بہمنی نے بادشاہ ہوکر خلف حسن بصری کو وکیل سلطنت مقرر کیا اور ملک التجار کا خطاب اس لئے دیا کہ وہ پہلے تجارت پیشہ تھا فیروزشاہ کے بیٹے حسن خاں کو فیروزآباد میں بھیجدیا کہ وہ عیش وآرام زندگی بسر کرے مگر شہر سے چار کوس سے پرے نہ جائے وہ بھی عیاش تھا اس لئے سوائے عیش کے دوسری طرف خیال نہ کیا۔ چچا کی حیات تک خوب اس کی زندگی بسر ہوئی مگر اسکے بعد وہ مکحول ہوا اور قلعہ فیروزآباد میں مقید ہوا اور یہیں مرگیا۔

احمدشاہ لشکرکشی کے قوانین سے اور فرماں روائی کے آئین سے خوب ماہر تھا وہ تخت پر بیٹھتے ہی فیروزشاہ کی شکست کے جبر کے لئے دیورائے سے انتقام لینے میں مصروف ہوا اور ساز و سامان تیار کیا چالیس ہزار سوار جرار نامدار معرکہ گذار لیکر کرناٹک کو چلا۔ دیورائے بھی بہت لشکر لیکر ارباب اسلام کی استیصال کے لئے روانہ ہوا اور تنگ بھدرا (تم بدرا) کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا سلطان بھی یہاں دیورائے کے مقابل میں آیا۔ اس پاس دس لاکھ توپچی وکماندار تھے عالم خاں لودی خاں ودلاور خاں افغان دس ہزار سوار لیکر دریا سے پار آگئے یہ اتفاق کی بات ہے کہ دیورائے ایک نیشکر کے باغ میں سوتا تھا وہاں بادشاہی آدمی باغ کو لوٹنے گئے اور وہاں دیورائے کے سر پر نیشکر کا گٹھڑ رکھ کر لائے وہ فرصت پاکر بھاگ گیا احمدشاہ بھی شکار کو گیا تھا۔ دیورائے جان بچی ہزاروں پائے سمجھ کر کچھ نہ بولا۔ جب کچھ راہ چلا تو

تعاقب میں آئے۔ اُس نے رفیقوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے سبب سے چاہا کہ وسط ملک میں چلا جائے اور وہاں امراء کو اپنا طرفدار بنائے۔ مگر خلف حسن بصری اس ارادہ کا مانع ہوا اور احمد خاں کے سر پر تاج رکھا اور گلبرگہ و بیدر و کلیانی میں آدمیوں کو بھیجکر بادشاہی ملازموں اور اوباشوں اور بیکاروں کو دل فریب وعدے کرکے احمد خاں کے علم کے نیچے جمع کر دیا اور احمد خاں نے لڑائی سے پہلو تہی کرکے گلبرگہ کے حوالی میں جا بجا گشت کیا۔ ہشیار عین الملک اور بیدار نظام الملک نے کمک منگا کر احمد خاں کو تنگ کیا۔ سلطان کے آٹھ ہزار آدمی تھے اور احمد خاں پاس ایک ہزار اتفاقاً بنجارے دو ہزار گاؤ غلہ کے لیکر ولایت برار سے حوالی کلیانی میں فرو کش ہوئے اور ایسے ہی سوداگران لاہوری آشوب راہ کے سبب سے کلیانی میں گھرے ہوئے تھے ان پاس تین سو گھوڑے تھے۔ بنجاروں کے بیلوں اور سوداگروں کے گھوڑوں پر سپاہیوں کو بٹھا کے حسن بصری نے احمد خاں کے لشکر کی صورت بنا دی۔ اور میدان جنگ میں ان کو اس طرح نمودار کیا کہ مخالفوں کو یہ معلوم ہوا کہ احمد خاں سے امراء آن کر ملے ہیں۔ اس طرح نظام الملک اور عین الملک کو شکست دی۔ بادشاہ خود بھی لڑنے آیا۔ مگر احمد خاں کا کچھ بھی نہ کر سکا بادشاہ پر ضعف طاری ہوا اور بیہوش ہو گیا اس کے مرنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ چھوٹے بڑے امیر احمد خاں سے جا ملے۔ عین الملک و نظام الملک فیروز شاہ کو پالکی میں ڈالکر قلعہ میں لے گئے احمد خاں نے قلعہ کو گھیر لیا۔ قلعہ پر سے توپ تفنگ اسیر چلی ایک گولہ اسکے خیمہ میں آنکر پڑا جس سے اسکے بعض مقرب ہلاک ہوئے۔ جب یہ خبر سلطان کو ہوئی تو اُسنے حسن خاں سے کہا کہ پادشاہی لشکر و امراء کی موافقت سے ہوتی ہے اب خلایق تیرے چچا کے ساتھ گرویدہ ہے صلاح ملک یہی ہے کہ بساط نزاع طے کیا جائے وہ خرابی اور فنا کا سبب ہے تجھکو اوس کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ قلعہ کا دروازہ کھول کر احمد خاں کو بلایا وہ بھائی کے سراہنے آیا اور پاؤں پر سر رکھ کر زار زار رو دیا سلطان نے بشاش ہو کر کہا کہ الحمد للہ کہ میں نے اپنی زندگی میں تجھے شاہ دیکھا پادشاہی کا

ہونے سے بہت ضعیف کیا۔ مریض ہوا۔ ملک کے سارے کام دو غلام ہشیار عین الملک اور بیدار نظام الملک کے ہاتھ میں دیدئے۔ انہوں نے احمد خاں کے اوضاع سے معلوم کیا کہ احمد خاں خانخاناں سلطنت کا داعیہ رکہتا ہے۔ انہوں نے پادشاہ سے کہا کہ تیرے بیٹے حسن خاں کی دارائی اس وقت تک نہیں قائم ہوگی کہ تیرے بہائی احمد خاں کی شوکت سے ملک نہ خالی ہوگا سلطان کو گیسو دراز کا قول بھی یاد تھا اسلئے احمد خاں کے اندہا کرنے کا ارادہ کیا احمد خاں مطلع ہوکر اپنے فرزند علاء الدین کو ساتھ لیکر سید محمود گیسو دراز کے گھر گیا اور اُن سے مشورت کی انہوں نے اپنی دستار پھاڑ کے آدہی آدہی باپ اور بیٹے کے سر پر باندہ دی اور سلطنت کا مژدہ سُنا دیا فاتحہ پڑہی اور تینوں نے ایک طبق میں کھانا کھایا۔ دوسرے روز احمد خاں چارسو مسلح جوان لے کر گھر سے نکلا کہ راہ میں اس کے دوست خلف حسن بصری نے اس طرح سلام کیا جیسے کہ پادشاہونکو کرتے ہیں احمد خاں نے کہا کہ تو جلد اپنے گھر میں چلا جا ایسا نہ ہو کہ میری آشنائی کے سبب سے گزند پہنچے۔ خلف حسن بصری نے کہا کہ فراغت و آسائش کے وقت جلیس و ندیم ہونا اور محنت و تعب میں بیوفا ہونا ارباب وفا کے مذہب میں پسندیدہ نہیں ہے جبتک تن میں جان اور بدن میں رمق باقی ہے قسم ہے کہ میں تیری رکاب سے جدا ہوں۔

بیت

سرے کہ از تو بہ پیچد بریدہ باد چو زلف　　　دلے کہ از تو بگردد سیاہ باد چو خال

جیسی کہ بادشاہوں کو بزرگ نوکروں کی ضرورت ہوتی ہے ایسی ہی بندگان فقیر کی بھی حاجت ہوتی ہے۔ جو کام سوزن سے ہوتا ہے وہ نیزہ سے نہیں ہوسکتا جو کام کہ قلمتراش سے نکلتا ہے وہ شمشیر سے نہیں ہو سکتا اگر آپ مجھے اپنے گزین بندوں میں داخل کریں تو خدمات شائستہ بجا لاؤں خانخاناں نے اُسے ہمراہ لیا اور کہا کہ اگر پادشاہی مجھے ہاتھ آئی تو تو میرا سہیم و قسیم ہوگا۔ جب ہشیار عین الملک اور بیدار نظام الملک تین چار ہزار سوار اور چند فیل احمد خاں کے

فرمایا عالم بالا سے تاج شاہی تیرے بھائی احمد خاں خان خاناں کے لئے مقرر ہوا ہے اوروں کے واسطے کوشش کرنی بے فائدہ ہے۔ سلطان نے رنجیدہ ہوکر پیغام دیا کہ تیری خانقاہ قلعہ کے نزدیک ہے اور آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے شہر سے باہر جانا چاہیئے وہ شہر سے باہر چلے گئے۔

منشئہ میں فیروز شاہ نے رائے تلنگ سے کئی سال کا باج و خراج وصول کیا اور اسی سال کے وسط میں قلعہ پانکل کی تسخیر کا ارادہ کیا (جواب نلکنڈہ مشہور ہے اور وہ قلعہ اودنی سے اسّی فرسنگ پر ہے) اور اس طرف لشکر کشی کی دو برس تک اس قلعہ کا محاصرہ رکھا۔ پھر اوس کے لشکر میں وبا پھیلی۔ گھوڑے آدمی مرے۔ سپاہی اپنی جاگیروں کو بھاگے۔ غرض بادشاہ کا خزانہ زر و مال سے خالی ہوا مگر قلعہ دشمنوں سے نہ خالی ہوا اس زمانہ میں دیورائے نے فرصت پاکر بے حد و حساب سوار اور پیادے اطراف ممالک سے جمع کئے۔ کل راجاؤں کو یہانتک کہ راجہ تلنگ کو مدد کے لئے طلب کیا اور ایک حشر عظیم برپا کیا اگرچہ بادشاہ جانتا تھا کہ میں اس معرکہ کا حریف نہیں ہوں مگر غیرت میں آن کر لڑ مرا عین لڑائی میں میر فضل اللہ انجو اسکے ایک کھتری ملازم نے اسکے سر میں زخم لگاکے شربت شہادت چکھایا۔ اس ملازم کو دیورائے نے امارت کا وعدہ کرکے مرتبہ دیا تھا۔ فیروز شاہ کو شکست ہوئی اور احمد خاں خانخاناں اس کی جان بچاکے نکال لایا۔ ہندوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور جنگ گاہ میں انکے سروں کے چبوترے بنائے سلطان کا تعاقب کیا اور اکثر اوسکے ممالک پر متصرف ہوئے اور ارباب اسلام کے قتل عام میں کچھ تقصیر نہیں کی مسجدوں کو توڑا۔ چند سال کا کینہ سینہ سے نکالا۔ فیروز شاہ نے عاجز ہوکر میر غیاث الدین ولد میر فضل انجو کو گجرات امداد کے لئے بھیجا۔ احمد شاہ گجراتی ابھی تخت پر بیٹھا تھا اسکی مہمات شاہی کو خود قرار نہ تھا۔ اس پیغام کا کوئی اثر مترتب نہیں ہوا۔ احمد خاں نے خزانوں کے منہ کھولدئے اور لشکر جمع کرکے دیورائے کو مملکت شاہ سے باہر کردیا اور گلبرگہ میں بھائی کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ کو پیری میں اس شکست عظیم کے

دونو طرف سے عورتوں اور لڑکوں نے طلا اور نقرہ کے پھول نثار کئے۔ سارے رستہ امراد وسپاہی ورعیت نے پادشاہ پر نچھاور کی رسم ادا کی۔ دولہا دلھن دونو ایک نہایت پُرتکلف مکان میں اترے۔ رخصت کے وقت دیو رائے ۱۵۔ فرسخ فیروزشاہ کے ہمراہ آیا۔ کنھری زبان میں چند محبت کی باتیں کہہ کر رخصت لیکر چلا گیا۔ پادشاہ اس سے رنجیدہ ہوگیا کہ وہ لشکر تک ساتھ نہ گیا اور اس نے کہا کہ انشا اللہ تعالےٰ انتقام لیا جائیگا جب یہ خبر دیو رائے کو پہنچی تو اس نے بھی کلمے ناخوش کہے۔ غرض اس رشتہ مندی نے دلوں میں صفائی نہیں پیدا کی۔ سلطان فیروز آباد میں آیا مدگل میں ایک جماعت کو بھیجکر پرتھال کو مع مادر وپدر بلایا۔ اس لڑکی میں اُس سے زیادہ خوبیاں دیکھیں جو سُنی تھیں پادشاہ نے کہا میں بوڑہا ہوں اس لڑکی سے کیا شادی کروں اپنے بیٹے حسن خاں سے کہ نوجوان تھا شادی کردی اور اوس کے ماں باپوں کو روپیہ دیا اور وہ قریہ جس میں وہ رہتا تھا معافی میں دیا۔

شـ۸۱۰ـہ سلطان نے کہ ریاضی داں تھا حکم دیا کہ بالاگھاٹ پر دولت آباد میں رصد بنائی جائے۔ اور حکیم حسن گیلانی کو اسکا اہتمام سپرد ہوا مگر اس حکیم کے جلد مرجانے سے یہ کام ناتمام رہا شـ۸۱۵ـہ میں شکار کا بہانہ کرکے گونڈواڑہ میں گیا وہاں سے تین سو کے قریب ہاتھی لائے اور اس مملکت کو خوب لوٹا اور اپنے مرکز دولت میں چلا آیا۔ فیروز آباد میں اس نے سُنا کہ دہلی کی جانب سے ایک سید عالی مقام میر سید محمدؒ گیسو دراز دکن سے تشریف لائے اور حسن آباد گلبرگہ کے حوالی میں پہنچے ہیں۔ سلطان فیروز شاہ تو حکیم طبیعت تھا وہ ان کی طرف ملتفت نہیں ہوا مگر احمد خاں خانخاناں ان کا سچا معتقد ہوا۔ اکثر اون کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کے کلام متصوفانہ سے محظوظ ہوتا۔ شـ۸۱۹ـہ میں جب فیروز شاہ نے اپنے بیٹے حسن خاں کو کہ عیاش اور خفیف العقل تھا ولیعہد کیا اور سید محمدؒ گیسو دراز سے بھی استدعا کی کہ اوس کے حق میں دعاے خیر کرکے فاتحہ پڑہیں انہوں نے جواب دیا کہ جب آپنے اس کو پادشاہ بنایا تو دعائے خیر وفاتحہ کی کیا ضرورت ہی مگر سلطان نے بھی دعا کے لئے اصرار کیا تو انہوں نے

ہوئیں۔ اور سب میں سلطان فیروز شاہ کو فتح ہوئی اس سبب سے دیورائے نے شاہان گجرات
و مالوہ پاس ایلچی بھیجے اور مدد کی طلب کی۔ چار مہینے تک کہ دیورائے کے مقابل میں سلطان رہا
ا[illegible]ناں خانخاناں کرناٹک کی بلادِ عظیم میں تاخت و تاراج کرتا رہا اور میر فضل اللہ انجوی نے
فرصت پاکر قلعہ بنکاپور کو مع توابع و مضافات کے جبر و قہر سے مسخر و مفتوح کرلیا اور میاں
سدھو کے حوالہ کرکے بادشاہ پاس چلا آیا احمد خاں خانخاناں بھی اکثر ممالک کو خراب
کرکے ساٹھ ہزار لڑکے اور لڑکیاں اسیر کرکے بہت غنیمت لیکر بھائی کے پاس چلا آیا پھر دیورائے
کے مقابلہ میں احمد خانخاناں اور قلعہ اودنی کے تسخیر کے واسطے امیر فضل اللہ انجو بھیجے گئے۔ ملک
کرناٹک میں اس قلعہ سے زیادہ کوئی اور قلعہ مستحکم نہ تھا۔ دیورائے کو ادہر یہ خبر وحشت اثر
پہنچی ادہر وہ گجرات اور مالوہ اور خاندیس کی امداد سے ناامید ہوا اب حیران تھا کہ کیا کروں
ناچار صلح کا پیغام دیا اور ان شرائط پر صلح ہوئی کہ دیورائے اپنی بیٹی سلطان سے
بیاہے اور دس لاکھ ہون اور پانچ من مروارید اور پچاس نامی ہاتھی اور دو ہزار کنیز و غلام
گانے و بجانے و ناچنے والے پیشکش کرے قلعہ بنکاپور کو گو وہ اہل ایمان کے قبضہ میں ہی اسکو جہیز
عروسی میں حساب میں لگائے کہ پھر اس قلعہ کے باب میں کوئی گفتگو نہ ہو۔ اگرچہ ابتک رایان
کرناٹک نے اپنی لڑکی اپنے ابنائے جنس سے غیر کو نہیں بیاہی تھی اور انکو یہ بات نہایت مکروہ
معلوم ہوتی تھی مگر بضرورت اس امر کو اختیار کیا طرفین سے شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام
سے ہوئیں۔ چالیس روز تک وجیانگر سے سلطان کے خیمہ گاہ تک کہ سات فرسخ پر تھا رستہ کے
دونو طرف دکانیں لگائی گئیں۔ ہندو مسلمان ہنرمندوں نے اس مسافت میں انواع نعمت کا
بازار لگایا۔ لولیوں اور بازی گروں نے جو کچھ وہ جانتے تھے اسکے دکھانے میں کوئی بات اُٹھا
نہیں رکھی۔ احمد خاں خانخاناں و میر فضل اللہ انجو و امادی کے قاعدہ کے موافق بیجانگر گئے
اور سات روز بعد دلہن کو مع جہیز کے لشکر شاہی میں فیروز پادشاہ پاس لائے۔ رائے اور
پادشاہ میں ملاقات کی ٹھہری۔ دولہا دلہن دونو خسر سے ملنے چلے۔ تین فرسخ تک مخمل و
اطلس و مشجر کا فرش بچھایا گیا۔ رائے دیو اور پادشاہ عنان در عنان چلے۔ جب شہر میں آئے

بیدار کر دیا اور سلطان فیروز شاہ کو کام روا کیا اس کی تفصیل ملا بیدری نے یہ لکھی ہے کہ ولایت
مدکل میں ایک نہایت مفلس ذلیل زرگر کے گھر میں ایک لڑکی پر تھال نام نہایت حسین پیدا ہوئی
ماں باپوں نے چاہا کہ برادری میں اس کی چھوٹی عمر میں شادی کریں مگر لڑکی نے نہ مانا
اس اثنا میں ایک دانشمند برہمن کہن سال کہ وجیا نگر سے کاشی جاترا کو گیا تھا یہاں سنار کے
گھر میں مہمان ہوا اس پنڈت نے اس لڑکی کو جنتر و منتر و منڈل بجانا سکھا دیا اس لڑکی کو
اس فن سے نہایت مناسبت تھی ایک سال کے بعد یہ برہمن وجیا نگر گیا اور اس لڑکی
کے حسن و جمال و علم موسیقی کے کمال کا چرچا کیا دیو رائے نے سنا۔ برہمن کو اس لڑکی کے
لانے کے لئے بھیجا مگر لڑکی نے وجیا نگر کے جانے سے انکار کیا۔ برہمن وجیا نگر واپس گیا تو
رام دیو نے پانچہزار سوار اور بہت سے پیادے بھیجے کہ زرگر کی لڑکی پر تھال کو پکڑ لائیں مگر لڑکی
خبر پاکر ایک روز پہلے کہیں بھاگ گئی دیو رائے کے لشکر نے اس جانے میں سلطان فیروز شاہ
کے مملکت پر بہت دست درازی کی اور بہت سے قریوں و قصبوں کو خاک سیاہ کیا
فولاد خاں ان حدود کا ضابط اس لشکر سے لڑا اور اس کو شکست دے کر دو ہزار ہندوں
کو قتل کیا اس خبر کو سنکر موسم سرما کے آغاز میں ۸۰۹ھ میں بڑی شان و شکوہ سے سپاہ کو
لے کر وجیا نگر کو روانہ ہوا۔ رام دیو متحصن ہوا۔ فیروز شاہ نے چاہا کہ شہر میں داخل ہو کر
اس کو فتح کرے۔ مگر کرناٹکیوں نے مسلمانوں کو شہر نہ لینے دیا اور سلطان فیروز شاہ کو تیر سے
زخمی کیا۔ خانخاناں نے وجیا نگریوں سے جنگ کی بازی قائم اٹھائی اور فیروز شاہ وجیا نگر
کے مقابلہ سے ہٹ کر ایک ہموار اور مسطح میدان میں آگیا اور وجیا نگر کی تسخیر سے قطع نظر
کی۔ امیر الامرا خانخاناں میاں سدھو میر نوبت کو دس ہزار سواروں کے ساتھ
وجیا نگر کے ممالک جنوبی کی تاخت و تاراج کے لئے بھیجا اور میر فضل اللہ انجو شیرازی کو
لشکر برار کے ساتھ قلعہ بنکاپور پر مامور کیا وہ کرناٹک کے مشہور قلعوں میں سے تھا
اور خود لشکر کے گرد عرادہا سے توپ و ضرب زن کا لگا کر کمال ہوشیاری سے دیو رائے
کے مقابل میں بیٹھا۔ اس مدت میں مسلمان اور ہندوؤں کے درمیان آٹھ لڑائیاں

دیدے کہ جمیع ممالک ہندوستان کو مسخر و مفتوح کرے۔ اور اگر ضرورت ہو تو دوبارہ
خود پھر یہاں آئے۔ سلطان فیروز شاہ نے حزم و پیش بینی سے امیر تقی الدین محمد داماد میر
فضل اللہ انجو کو مولانا لطیف اللہ سبزواری کے ساتھ تحائف و نفائس دیگر دریا کی راہ سے
امیر تیمور کے پاس بھیجا اور ایک کتابت جو اتحاد و اخلاص سے خبر دیتی تھی روانہ کی جب وہ
امیر تیمور کی آستان بوسی سے مشرف ہوئے تو اُس نے بہت انکا اکرام کیا ان ایلچیوں
نے امیر تیمور سے عرض کیا کہ سلطان فیروز شاہ بہمنی درگاہ عالم پناہ کے یک جہتوں میں سے
ہے اور مخلص دولت خواہوں میں اپنے تئیں شمار کرتا ہے اسکا ارادہ ہے کہ جسوقت حضرت
دار الخلافت دہلی کی طرف توجہ فرمائیں یا کسی شہزادہ کو اس دیار کے لئے نامزد کریں تو وہ
دکن سے دہلی کا عازم خدمت گذاری کے لئے ہو اور کوئی شائستہ خدمت بجا لائے
امیر تیمور اس حُسن اخلاص سے خوش حال ہوا کہ اس نے باوجود بعد مسافت کے اسکا اظہار کیا
اور زبان مبارک سے فرمایا کہ ہم نے دکن و مالوہ و گجرات کی شاہی فیروز شاہ کو دی اور
چتر اور [illegible] لوازم شاہی کی اجازت دی اور اسی مضمون کا فرمان صادر کیا جس میں اوس کو
فرزند [illegible] لکھا اور خلعت و گھوڑے بھیجے۔ گجرات و مالوہ و خاندیس کے پادشاہوں نے
فیروز شاہ [illegible] ہوشیاری سے اندیشہ کرکے اس کی خدمت میں اپنے ایلچی بھیجے اور لکھا کہ
ہم سب بھائی ہیں چاہیے [illegible] باہم متفق رہیں کہ پادشاہ دہلی کے صدمہ سے مصئون رہیں
فرمان تیمور کچھ عمل میں نہ آیا مگر [illegible] پادشاہوں کو اُکسایا کہ انھوں نے دیو راے و جیانگر
سے خصوصیت و آشنائی پیدا کی کہ مخفی پیغام بھیجا کہ جس وقت تم کو کمک کی احتیاج ہو تو اطلاع
دو حتی المقدور لوازم اعانت و امداد بجا لائینگے۔ اس سبب سے راے و جیانگر نے
سلطان فیروز سے اپنے سلوک کو متغیر کیا تین چار سال سے باج و خراج مقرری نہ ادا
کیا۔ ظاہر میں شاہان مالوہ و گجرات و خاندیس [illegible] برتتے تھے۔ مگر باطن میں پرخاش
رکھتے تھے۔ فیروز شاہ نے صلاح وقت دیکھ کر باج و خراج کی طلب میں شدت نہ کی اور
تغافل کیا اور موقع کا منتظر رہا۔ ایک سنار کی لڑکی سرمایہ آشوب ہوئی اور فتنہ خوابیدہ کو

زر مذکور وصول ہوا۔فیروز شاہ گلبرگہ میں آیا۔

۸۰۰ھ میں نرسنگہ کی گوشمالی کے قصد سے برار کی طرف توجہ ہوئی۔جب سلطان شکار کھیلتا ہوا ماہور میں آیا تو یہاں کا مقدم جو نرسنگہ کے بھروسے سے سرکش ہو رہا تھا امان مانگ کر سلطان کی پابوسی سے مشرف ہوا اور بیٹوں سمیت اوس کے ہمراہ ہوا۔سلطان ماہور میں ایک مہینے پانچ روز مقیم رہا یہاں سے چل کر حوالی کھرلہ میں آیا۔نرسنگہ صاحب سامان تھا تمام کوہستان گونڈواڑہ اور بہت سے ملک اس طرف کے اوس کے متعلق تھے اس نے خاندیس و مالوہ کے آدمی بھیجکر وہاں کے فرماں دہوں سے امان طلب کی مگر انہوں نے اسکو جواب شافی نہیں دیا۔نرسنگہ نے اسپر بھی مقابلہ کا ارادہ کیا۔خان خاناں اور میر فضل اللہ انجو اس سے لڑنے گئے۔ایک جنگ عظیم ہوئی۔ہندوں نے غلبہ کر کے لشکر اسلام کو متفرق کیا۔کسی شخص نے میر فضل اللہ سے جھوٹ موٹ کہدیا کہ خانخاناں مارا گیا جس سے سلمانوں کا لشکر پراگندہ خاطر ہوا۔مگر میر فضل اللہ نے خانخاناں سے مل کر کوسل راے ولد نرسنگہ رائے کو مغلوب اور اسیر کیا اور مخالفوں کو قلعہ کھرلہ تک تعاقب کر کے بھگایا۔دس ہزار سوار و پیادے ہندوں کے قتل کئے قلعہ میں نرسنگہ بہزار خرابی داخل ہوا۔لشکر اسلام نے محاصرہ کیا۔دو مہینے کے بعد اہل قلعہ کا حال زبون ہوا۔امان مانگی میر فضل اللہ نے کہا کہ جبتک صلح نہ ہوگی کہ نرسنگہ رائے سلطان کے پاس نہ آئیگا [illegible] پور میں سلطان فیروز کی خدمت میں گیا۔سلطان نے اُس کی بیٹی سے بیاہ کیا [illegible] چالیس ہاتھی اور پانچ من سونا اور پچاس من چاندی اور تحائف لے کر قلعہ کھرلہ کی تسخیر سے ہاتھ اوٹھایا اور نرسنگہ کو رخصت کیا اور سلطان گلبرگہ میں آگیا۔نرسنگہ رائے گونڈوانہ کا فرماں روا تھا۔اور کوہستان ست پڑہ پر قلعہ کھرلہ اس کا دار الحکومت تھا۔ست پڑہ کا سلسلہ نربدہ کے جنوبی کنارہ پر ایسا واقع ہے جیسا کہ شمالی کنارہ پر کوہستان بندھیاچل اس قلعہ کے کھنڈرات اب تک شہر مذکور کے قریب موجود ہیں۔

۸۰۱ھ ۱۳۹۹ء امیر تیمور کی خبر آئی کہ اس کا ارادہ ہے کہ تختگاہ دہلی کو اپنی کسی بزرگ اولاد کو

اور دیورائے اور اس کے بیٹے کو مار ڈالا بعض کہتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر نے شب خون
مارا ہے۔ طول و عرض میں پانچ فرسنگ سے زیادہ میں سپاہی اور امراء اپنی جگہ پر مستعد ہوئے
مگر خیموں سے باہر نہیں نکلے۔ یہاں تک مسلمانوں کے تین چار ہزار سوار ٹوکروں میں بیٹھکر
اور گھوڑوں کو تیراکر دریا پار ہوئے۔ دریا کے کنارہ پر دشمن کے پیادے جو ہوشیاری
سے محافظت کرتے تھے وہ مسلمانوں کے عبور کرنے سے اور اردو کے غوغا سے بیدست و
پا ہوئے اور بھاگ گئے۔ صبح کو سلطان فیروز شاہ نے بھی دریا سے عبور کیا اور دشمن کے
لشکر پر تاخت کی۔ دیورائے کا لشکر متفرق ہو گیا تھا اور بیٹے کے کشتہ ہونے
سے اُس کے عقل و ہوش برجا نہ تھے وہ بیٹے کی لاش اوٹھاکر صبح کو بھاگ گیا سلطان
نے وجیانگر تک اس کا تعاقب کیا چند جگہ مقابلہ و مقاتلہ کا اتفاق ہوا میر فضل اللہ
انجوی وکیل شاہی کی سعی و نیکو خدمتی سے فتح و ظفر ہوئی اور ہندوں کے کشتوں کے پشتے
لگ گئے۔ جب دیورائے قلعہ میں متحصن ہوا تو جنگ صف موقوف ہوئی اور سلطان
فیروز شاہ نے خانخاناں اور میر فضل اللہ انجوی شیرازی کو ممالک جنوبی کفار
کی تاخت و تاراج کے لئے بھیجا انہوں نے نہب و غارت میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کیا بے حساب لڑکے لڑکیوں کو اسیر کر کے مراجعت کی ان میں برہمنوں
کی لڑکیاں دو ہزار سے زیادہ تھیں تو صاحب اعتبار برہمنوں نے دیورائے سے
عرض کیا جمیع ممالک کے امراء نے اور ہم نے اتفاق اس بات پر کر لیا ہے کہ جس قدر زر
کا حکم ہوگا ہم دینگے خدا کے واسطے رائے دیو مسلمانوں سے صلح کرے کہ سب ہندوں کو
رستگاری ہو جائے۔ دیورائے نے انکی درخواست کو منظور کر لیا۔ ایلچیوں کی آمد و رفت
شروع ہوئی۔ بہت گفت و شنید کے بعد امیر فضل اللہ انجوی کی کوشش سے یہ بات
قرار پائی کہ دس لاکھ ہون تو خزانہ عامرہ میں داخل کریں اور ایک لاکھ ہون میر مذکور
کو حق السعی کی عوض میں ملیں۔ بندقیدی آزاد ہوں۔ اور یہ بات قرار پائی کہ ایک
دوسرے کے دہات اور رعایا کی مزاحمت کوئی نہ کرے۔ قیدی آزاد ہوئے

اس بات کو مان لیا اور تھوڑی مدت میں دو سو ٹوکرے گائے کے چمڑے سے منڈھوا کے تیار کرائے قاضی سراج نے سات جوان سات لئے جو اس کے ساتھ یک دل و یک جہت تھے فقیروں کا لباس پہن کے دریا سے عبور کیا اور دیو رائے کے لشکر میں آئے اور خرابات خانہ میں فروکش ہوئے اور ایک پاترہ پرعشوہ پر عاشق ہوئے۔ اتفاقاً اُسی روز شام کے قریب یہ پاترہ آراستہ ہوکر جانے کو ہوئی تو قاضی نے اپنی بے صبری اور بیقراری ظاہر کی کہ اے محبوب جفا کار کہاں جاتی ہے اور اپنی جدائی سے میری رگ جان قطع کرتی ہے۔ پاترہ نے کہا کہ رائے زادہ نے آج ایک بڑا جشن کیا ہے اور مجھے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ قاضی نے کہا کہ میں تیری جدائی میں کیونکر زندہ رہونگا مجھے بھی ہمراہ لیچل اس نے کہا کہ اس مجلس میں سوائے اہل طرب و نغمہ کے کسی اور کو جانا نہیں ملتا قاضی نے کہا کہ جو نغمہ ساز تیرے پاس ہیں میرے پاس بھی ہیں اور سوائے ان کے اور چیزیں میرے پاس ہیں کہ دیو رائے کے سامنے ظاہر کرونگا۔ پاترہ نے تمسخر سے اپنا مندل اسکے روبرو رکھ دیا کہ بجاؤ قاضی نے مندل بجایا اور وہ گایا تو پاترہ نے کہا کہ تیرا ساتھ لے جانا میری عزت و حرمت کا سبب ہے پس قاضی اور ان کے یار پاترہ کے ساتھ رائے کی بارگاہ میں جاکر مجلس میں داخل ہوئے۔ وہاں خوب ناچ گانا ہوا۔ قاضی نے ایک عورت کے ساتھ زنانہ لباس پہنکر خوب بازی گری کی یہاں کے دستور کے موافق مسخروں کے طور پر دو ننگی کٹاریں لیکر بازی کرتے ہوئے رائے زادہ کے پاس گئے اور جلدی سے قاضی نے رائے زادہ کے سینہ و شکم میں کٹاریں بھوک دیں اور پانچ چھ ہمراہی اسکے جو باہر کھڑے تھے وہ داخل ہوئے ہندو شراب کے نشہ میں ایسے مست پڑے تھے کہ انہوں نے انکو زخمی کیا اور چراغ بجھائے اور سراپردہ کو شگاف کرکے باہر چلے آئے اور ایک گوشہ میں لشکر اسلام کے عبور کے انتظار میں کھڑے ہوئے۔ دشمن کی انجمن میں اکثر آدمی شراب کے نشہ میں مست پڑے تھے وہ ہوش میں نہ تھے سراسیمہ و حیران ہوئے لشکر میں غل شور پڑا۔ رات اندھیری تھی کوئی کہتا تھا کہ مسلمانوں کا پادشاہ دس بارہ ہزار سواروں سے دریا سے عبور کرکے چلا آیا

کہ وہ چوبیس لڑائیاں ہندوں سے لڑا ملا داؤد وبیدری وصاحب سراج التواریخ وغیرہ نے صرف چند لڑائیوں کا حال شرح وتفصیل سے کیا ہے اور باقی میں خاموش ہیں انہیں سے ایک یہ ہے کہ انشمہ میں بیجانگر کے والی دیورائے تیس ہزار اور نولاکھ پیادے کمانداز اور تفنگ انداز کے ساتھ اسلام کی طرف اس قصد سے متوجہ ہوا کہ مدکل اور رائچور اور دوآب (کرشنا وتم بدرا کے درمیانی ملک) کے مابین بعض پرگنات وقصبات کے تسخیر کرے۔ جب سلطان فیروز کو یہ خبر ہوئی تو ساغر میں اس نے بارہ ہزار سوار جمع کئے اول اس نے ساغر کے زمینداروں میں سے ایک زمیندار کو اور سات آٹھ ہزار کولیوں کو گرفتار کرکے قتل کیا یہاں سے خاطر جمع ہوئی برار اور دولت آباد کے لشکر اس پاس آگئے۔ دیورائے کی مدافعت کیلئے کوچ کرنے کو تھا کہ اس پاس ناگاہ یہ خبر آئی کہ نرسنگہ والی قلعہ کھرلہ نے حکام منڈو و آسیر کی امداد سے اور رائے وجیانگر کی تحریک وتحریص سے مملکت برار میں آکر حوالی قلعہ ماہور تک تاخت وتاراج کی ہے اور بہت مسلمانوں کی اہانت کی اور انکو اذیت دی اور ان پر بیداد کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اس سبب دولت آباد اور برار کا تمام لشکر اس فتنے کے دور کرنے کے لئے مامور کیا اور خود بارہ ہزار آدمیوں سے دیورائے کی تادیب کے لئے روانہ ہوا برسات کا موسم تھا آب کشنا طغیانی پر تھا دیورائے دریا کے اس طرف خیمہ وخرگاہ لگاکر مسلمانوں کے عبور کا مانع ہوا سلطان فیروزشاہ نے ارکان دولت اور سران سپاہ سے مشورہ کیا تو کسی نے ایسا جواب نہ دیا کہ سلطان کی تشفی خاطر ہوتی مگر قاضی سراج نے کہ ناموراامیروں میں تھا اسنے معروض کیا کہ اگر حکم ہو تو سراج اپنے معتمد اقارب کے ساتھ دریا سے عبور کرکے کسی حیلہ سے جس کو میں جانتا ہوں یا کرسکتا ہوں اپنے تئیں رات کو دیورائے یا اُس کے بیٹے کی مجلس میں پہنچکر اس کو اپنے خنجر وکٹار سے مارڈالوں بشرطیکہ جب دشمن کی لشکرگاہ میں غوغا بلند ہو تو چار پانچہزار سوار خاطر جمعی سے دریا سے عبور کرکے دریا کو ہندوؤں کے تصرف سے نکالیں اور پھر پادشاہ بھی بفراغت تمام دشمنوں کا کچومر نکالے سلطان فیروزشاہ نے

و بیان میں اگر کسی روز دن کو درس کی فرصت نہ ہوتی تورات کو طالب علموں کو بلا کر پڑھاتا۔ اسی پادشاہ نے اپنے خاندان اور سیدوں میں بیاہ شادی کا رشتہ پیدا کیا فیروز شاہ کو پری پیکر عورتوں سے بڑی رغبت تھی اس نے بھٹور کے کنارہ پر ایک شہر فیروز آباد آباد کیا اور اس میں باغات اور عمارات نہایت پُر تکلف بنائے اور شاہ محل بنائے اور ہر ایک محل ایک ایک حرم کو دیا۔ عورتوں کی کثرت و اژدحام سے اندیشہ کر کے ایسے ضابطے مقرر کئے کہ اپنی زندگی میں ان سے تجاوز نہیں کیا اس کے قوانین میں سے ایک قانون یہ تھا کہ جن محلوں میں زنان خاصہ تھیں ان میں سے ہر ایک محل میں تین کنیز خدمتگاروں سے زیادہ نہ ہوتی تھیں اور وہ اُنکی ہمزبان ہوتی تھیں - عربی کلام کا بڑا شوق تھا۔ دکنی محل جسمیں سلطان محمود شاہ کی بیٹی رہتی تھی اس کا اول نمبر رہتا تھا بعد اس کے عربی محل کا جس میں نو عورتیں عرب و حجاز و مکہ اور اُس کے حدود کی رہتی تھیں اور فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتی تھیں اور تمام حبشی و حبشی زاد عورتیں خوش شکل و عربی زبان آنکر ملازم رہتیں اس محل میں جو عورت عربی زبان نہیں جانتی تھی جانے نہ پاتی - کہ کہیں اور زبانوں کے مخلوط ہونے سے عربی زبان میں خلل نہ پڑے جب ان میں سے کوئی عورت مرجاتی تھی تو اس کی عوض میں عرب سے اور عورت بلالی جاتی تھی۔ ایسی ہی عجم کی نو عورتیں ہوتی تھیں اور ان کے نوکر چرکس و ترک و روس و گرجی و فارسی زبان ہوتی تھیں یہی حال ترک و فرنگ و خطا و افغان راجپوت و بنگالی و گجراتی و تلنگی و کنہری مرہٹی وغیرہ عورتوں کا تھا۔ سلطان ان سب کی زبانیں جانتا تھا۔ ہر روز ایک محل میں جاتا اور انکے ساتھ زندگانی ایسی بسر کرتا کہ ہر محل کی عورتیں یہ سمجھتیں کہ ہم کو ہی پادشاہ زیادہ دوست رکھتا ہے۔ وہ انجیل اور توریت کو بھی پڑھ سکتا تھا ہر مذہب کے علما اس پاس رہتے تھے اور وہ اون کی روش سے واقف تھا جب فیروز شاہ نے خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا تو اپنے بھائی احمد خاں کو خانخانان کا خطاب دیا۔ اور امیر الامرا مقرر کیا اور اپنے اُستاد میر فضل اللہ آنجو کو وکیل السلطنۃ مقرر کیا اور ملک نائب کا خطاب دیا اور بہت سے برہمنوں کو صاحب اختیار کیا۔ مورخین کا اتفاق

کرتا تھا اُن سے کہتا تھا دیوانداری کے وقت میں تخت پر بیٹھتا ہوں پادشاہ ہوتا ہوں اور ناچار شاہانہ خلق کے ساتھ سلوک کرتا ہوں تاکہ شوکت و صلابت فرماندہی کی دلوں میں جگہ رہے اور مہمات سلطنت بے نظام نہ ہوں اور جب اور وقتوں میں تمہاری ساتھ مجالست کرتا ہوں تو اپنے تئیں تم میں سے ایک شمار کرتا ہوں جس طرح تم اس میں بے تکلفانہ صحبت رکھتے ہو اور باتیں کرتے ہو۔ میرے ساتھ بھی یہی طریقہ سلوک رکھو تاکہ میں پادشاہی اور غیر شاہی دونوں سے حظ وافر اُٹھاؤں اور ان آدمیوں کو اجازت دیدی تھی کہ شب نشینی کے وقت جس وقت چاہیں آئیں جسوقت چاہیں جائیں مجلس میں جو کچھ کھانا پینا چاہیں وہ پادشاہی نوکروں سے طلب کریں۔ سوا دو باتوں کے جو چاہیں کہیں اور سنیں ایک کاروبار دنیوی کی کوئی بات نہ کہیں اسکو دیوانداری کے وقت پر موقوف رکھیں۔ دوم ایک دوسرے کی غیبت و بدی نہ کریں۔

سلطان فیروز شاہ ہر سال بندر گوہ و دابل و چیول سے اطراف میں جہاز بھیجا تھا اور حکم دیتا تھا کہ ہر ولایت کے تحف و امتعہ لاؤ۔ اور کہا کرتا تھا کہ سب تحفوں سے بہتر تحفہ ہر مملکت کا اسکے صاحب کمال آدمی ہوتے ہیں پس پادشاہ کو اسمیں سعی کرنی چاہیئے کہ ہر ولایت کے صاحب کمال اپنی سرکار میں جمع کرے اس وجہ سے بہت مشہور مشہور آدمی اسکے دربار میں جمع ہوگئے تھے اس بادشاہ کو اکثر زبانیں آتی تھیں ہر ولایت کے آدمیوں سے اُنکی زبان میں گفتگو کرتا تھا قوت حافظہ ایسی تھی کہ ایک دو دفعہ میں بات یاد ہو جاتی تھی اور پھر وہ بھولتی نہ تھی۔ متقدمین کے اشعار خوب سمجھتا تھا کبھی کبھی خود بھی شعر کہتا تھا۔ کبھی عروجی کبھی فیروزی تخلص کرتا تھا۔ ملا داؤد بیدری نے تاریخ تحفۃ السلاطین اسکے نام پر لکھی ہے۔ اس کو اکثر علوم میں خصوصاً تفسیر و اصول و حکمت نظری طبعی میں مہارت تمام تھی اصطلاحات صوفیہ سے باخبر تھا۔ ہفتہ میں تین روز شنبہ و دو شنبہ و چہارشنبہ کو وہ کتب ذیل کا درس دیتا تھا۔ زاہدی۔ شرح تذکرہ ریاضی میں شرح مقاصد کلام میں۔ تحریر اقلیدس ہندسہ میں و مطول ملا سعد الدین علم معانی

ذکر سلطنت فیروز شاہ بہمنی

بہمن نامہ دکھنی وفتوح السلاطین منظوم سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ اور شاہان بہمنیہ سے امتیاز رکھتا تھا اور اس کے سبب سے اس خاندان کی شہرت ہوئی وجیانگر کی رائے اپنی لڑکی کو سوائے ابنائے جنس کے نہیں بیاہتے تھے اس کی دختر سے بیاہ کیا اور اپنے ایام دولت میں چوبیس لڑائیاں لڑا اور اس کے عہد میں سلطنت بہمنیہ زیادہ وسیع ہوگئی قلعہ بنکاپور وخلاصہ مملکت تلنگ ارباب اسلام کا مسخر ہوا یہی اول پادشاہ دکن تھا جس نے تاج مرصع کو دستار کی صورت کا بنا کے سر پر رکھا۔ پادشاہوں کی خوشتر وبہتر صفت سخاوت ہے اس میں کوشش کر کے اس نے اپنا نیک نام یادگار چھوڑا۔ محرمات سے سوا استماع نغمہ وشراب پوشیدہ پینے کے کسی اور محرمات کے پاس نہیں گیا۔ اکثر متبرک روزوں میں وہ صوم وصلوٰۃ میں مصروف رہتا کوئی فریضہ اس سے فوت نہ ہوتا اور ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ ان دو منہی شرعی سے دلگیر وآزردہ ہوں مگر مجھے ذکر حق میں نغمہ مشغول کرتا ہے اور میرے نفس میں کوئی فتنہ شراب نہیں برپا کرتی خدا سے امید ہے کہ وہ میرے ان دو گناہوں کو معاف کردیگا اُس کو عورتوں کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا علماء وفضلاء سے اس نے کہا کہ چار اصیل عورتوں سے زیادہ نکاح نہیں ہوسکتا اس کا علاج کیا ہے ان میں سے بعض نے کہا کہ ہمیشہ چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیکر دوسری کرے بعض نے کچھ اور راہ بتائی مگر اس کی طبیعت کے موافق کوئی نہ آئی۔ وکالت پناہ میر فضل اللہ نے متعہ کی سمجھائی اس کو یہ بات بہت پسند آئی۔ ایک روز میں آٹھ سو عورتوں سے متعہ کیا۔ حاجی محمدؐ قندہاری نے لکھا ہے کہ یہ پادشاہ متشرع قرآن شریف کا پاؤ سپارہ ہر روز لکھتا تھا خدا کی پرستش کر کے احوال مخلوق کی پرستش میں مصروف ہوتا تھا رات کو دو دو تین تین مہینے علماء ومشائخ وشعراء وقصہ خوانوں وافسانہ گویوں وندیموں وخوش طبعوں میں اپنی طبیعت کو شگفتہ رکھتا تھا وہ مراتبہ شاہی کو الگ کر کے ایک جماعت کے ساتھ برادرانہ سلوک

کہ تخت گاہ کے آدمی ان سے مل جائینگے گلبرگہ کو روانہ ہوئے جب وہ آب بھورسے گذرے تو تختگاہ سے کوئی آدمی آنکرانسے نہیں ملا وہ ٹھیر گئے اور انہوں نے فیروز خاں کے سر پر چھتر رکھا۔ احمد خاں کو منصب امیر الامرائی دیا۔ سدھو کو میر نوبتی بنایا۔ میر افضل اللہ انجو کو وکالت کا منصب دیا اور ایسے ہی اسنے ہمراہیوں کو منصب دئے اور آگے چلے۔ گلبرگہ سے چار کروہ پر پہنچے تغلچین نے خزانہ کا روپیہ سپاہ میں تقسیم کیا۔ سلطان شمس الدین کو لیکر فیروز خاں کے مقابلہ کے لئے چلا سخت لڑائی ہوئی جسمیں فیروز خاں نے شکست پائی وہ ساغر کو روانہ ہوا مخدومہ جہاں تغلچین کا استقلال اعلےٰ درجہ پر پہنچا خلائق کی طبائع ان سے متنفر ہوئیں اور اکثر بندگان شاہی کو فیروز خاں کی طرف میل ہوا انہوں نے فیروز خاں کو پیغام دیا کہ سلطان شمس الدین سے عہد نامہ لکھا کر تم گلبرگہ میں چلے آؤ اور فرصت کے وقت اپنا کام بناؤ۔ تخت گاہ کے آدمی تمہارے ساتھ یک دل و یک جہت ہیں۔ فیروز خاں نے اپنے معتمد مخدومہ جہاں اور تغلچین پاس بھیجکر عرض کیا کہ ہم بعض آدمیوں کے بہکانے سے متوہم ہوئے تھے تو ایسے امور کے مرتکب ہوئے تھے۔ اپنے کئے سے پشیمان و شرمسار ہیں اگر سلطان سے امان نامہ حاصل ہو تو ہم دونو بھائی دار الخلافہ میں آکر سایۂ عاطفت شاہی میں زندگی بسر کریں۔ بادشاہ نے استمالت نامہ عہود و مواثیق کے ساتھ بھیجا۔ دونو بھائی گلبرگہ میں آگئے۔ فیروز خاں اپنی حکمت و فطرت سے محل کے اندر گیا اور سلطان شمس الدین و تغلچین کو پا بزنجیر کیا باہر کچھ آدمیوں میں لڑائی ہولی فیروز خاں باتفاق ارکان دولت دیوانخانہ میں آنکر تخت فیروزہ پر جلوہ افروز ہوا۔ سلطان شمس الدین کو اندھا کر کے قلعہ بیدر میں بھیجدیا۔ سلطان غیاث الدین کو بلا کر تغلچین کو اُسکے حوالہ کیا اُسنے باوجود نابینائی کے اپنے ہاتھ سے ایک ضرب شمشیر سے اُسے قتل کیا سلطان فیروز شاہ سے شمس الدین اجازت لیکر مکہ معظمہ گیا۔ پانچ ہزار فیروز شاہی اشرفیاں اور اور تحائف اسکے پاس ہر سال بھیجے جاتے تھے مدینہ منورہ میں وہ ۸۱۶ھ میں فوت ہوا اسکی مدت سلطنت ۵ مہینے ۷ دن روز تھی۔

سات اور چھ سال کی تھی ان کا چچا سلطان محمد شاہ ان کی تربیت جیسی کہ شاہزادوں کی ہونی چاہئے کرتا تھا اس وقت تک سلطان محمود کے کوئی بیٹا نہیں پیدا ہوا تھا ان دو بھتیجوں سے اُس نے اپنی دو بیٹیاں بیاہی تھیں اور فیروز خاں کو اپنا ولیعہد کیا تھا اور اپنے خاندان میں اوس کو سب سے بہتر جانتا تھا جب اس کے بیٹے پیدا ہوئے تو سلطان غیاث الدین کو ولیعہد کیا اور مرنے کے وقت فیروز خاں اور احمد خاں کو وصیت کی کہ اوس کی اطاعت کریں انہوں نے بھی لوازم صداقت و اخلاص میں کوئی تقصیر نہیں کی مگر جب تغلچین نے سلطان غیاث الدین کو نابینا کیا تو فیروز خاں و احمد خاں کی بیویوں نے جو سلطان کی خواہر اعیانی تھیں اپنے شوہروں کو انتقام کی تحریص و ترغیب دی تغلچین اس بات کو سمجھ گیا وہ اس کے درپے ہوا کہ سلطان شمس الدین اُن کی قید کا حکم دے۔ مخدومہ جہاں سے کہا کہ ان دونوں بھائیوں کا دو تین روز میں فکر نہیں تو تیرے بیٹے کو معزول کرینگے اور تجھے کہ میری دوستی کے ساتھ متہم ہے بہت تکلیف دینگے۔ مخدومہ جہاں نے بیٹے کو چچازاد بھائیوں کے قتل پر راغب و مائل کیا اس معاملہ سے فیروز خاں و احمد خاں اطلاع پاکر ساغر کی طرف بھاگ گئے یہاں سدھو حاکم تھا اس خاندان کا غلام بڑا صاحب حشمت و شوکت تھا اُسنے ان کو قلعہ میں اتارا اور یہ حکم کیا۔

نظم

چنیں گفت سدھو بہ فیروز خاں ۔۔۔ ندارم دریغ از تو مالے و جاں

بکوشم کہ اورنگ کے خسروی ۔۔۔ زفرّ کلاہ تو گردد قوی

سلطان شمس الدین کو اول فیروز خاں و احمد خاں نے لکھا کہ تغلچین کا دفع کرنا ہمارا مقصود ہے ایسے اعمال ناشائستہ اس سے سرزد ہوئے ہیں کہ اس نے غیاث الدین کو اندھا کیا اور اور باتیں اسکی مخل ناموس ہیں سب جانتے ہیں اگر اس کو سزا دو تو ہم تم کو پادشاہ مانتے پرتیار ہیں اگر یہ نہ ہوگا تو یقین جانو کہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں اس میں تقصیر نہیں کرینگے سلطان شمس الدین نے تغلچین اور مخدومہ جہاں کے استصواب سے جواب ان کو ایسا لکھا کہ اس نے اور انکو بھڑکا دیا دونوں بھائیوں نے سدھو کے اہتمام سے تین ہزار پیادے بہم پہنچائے اور اس گمان سے

ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ

سلطان محمود شاہ کے بعد اس بڑا بیٹا غیاث الدین ۱۷ برس کی عمر میں تخت فرمانروائی پر بیٹھا اور اُمور سلطنت میں اپنے باپ کا پیرو ہوا۔ سلطان محمود کا بہت بڑا منہ چڑہا ترکی غلام تغلچین تہا وہ چاہتا تہا کہ منصب وکالت اُسے ملجائے مگر سلطان غائبانہ و حاضرانہ کہتا تہا کہ میرے نزدیک یہ امر بہت قبیح ہے کہ خلایق کے سر پر جس میں بہت سے سید ہوتے ہیں غلاموں کو حاکم کروں اس سبب سے یہ غلام اس کے معزول کرنے کے درپے ہوا۔ تغلچین کی بیٹی حسن و جمال میں موصوف اور ہندی علم موسیقی میں معروف تہی اس کے عشق میں سلطان کو پہنسا کر ایک دن دعوت میں اس کو بلایا اور تنہا کر کے اُس کی آنکھیں نکال لیں اور ۲۴ اُس کے مقربون کو دغا سے قتل کیا اور اُس کے چھوٹے بہائی شمس الدین کو بادشاہ بنا دیا اور اس اندہے کو قلعہ ساغر میں بہیجدیا۔ ۱۷ رمضان ۷۹۹ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ غیاث الدین کی مدت سلطنت ایک ماہ بیس روز سے زیادہ نہ تہی۔

سلطان شمس الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ بہمنی

بہائی کے عزل و حبس کے بعد شمس الدین پندرہ برس کی عمر میں مسند خلافت پر متمکن ہوا وہ بہائی کا حال دیکھ چکا تہا اس نے فقط نام کی سلطنت پر قناعت کی۔ ترکی غلام تغلچین کو ملک نائب کا خطاب اور امیر جملگی کا منصب دیا۔ سب امراء نے اس کی اطاعت قبول کی شمس الدین کی ماں سلطان غیاث الدین کی لونڈی تہی اس کا خطاب مخدومہ جہان تہا وہ ہمیشہ بیٹے کو نصیحت کرتی تہی کہ تغلچین کی برابر کوئی تیرا دولتخواہ نہیں تجہے چاہئے کہ اس کے کہنے میں چلے اور اُس کے حق میں ارباب غرض کی کوئی بات نہ سنے تغلچین بہی مخدومہ جہان کو تحفہ تحائف بہیجکر شیرین دل بناتا تہا۔ داؤد شاہ مقتول کے تین بیٹے تہے ایک محمد سنجر جس کا اوپر مذکور ہوا کہ روح پرور آغا نے اس کو اندہا کیا دو فیروز خاں سوم احمد خاں۔ یہ دونوں سگے بہائی تہے باپ کے قتل ہونے کے وقت انکی عمر

سے باخبر تھا۔ عربی فارسی فصیح بولتا تھا۔ فتوح سے مسرور اور مکروہ سے غمگین نہیں ہوتا تھا عمر بھر میں سوائے ایک بیوی کے دوسری بیوی نہیں کی۔ خواجہ حافظ شیراز کو اُس نے بلایا۔ کشتی محمودی دکن سے اس کے لانے کے لئے بھیجی وہ ہرموز میں اس کشتی میں سوار ہوا ابھی کشتی چلی نہ تھی کہ ہوا مخالف چلنی شروع ہوئی کشتی سے اُتر پڑا پھر سوار ہوا اور یہ ایک غزل لکھ بھیجی جس کا مطلع یہ ہے ؎

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد

بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد

میر فیض اللہ آنجو ئی نے یہ غزل سلطان محمود کو سنائی تو اُس نے ہزار تنکہ طلا حافظ پاس بھیجدیے۔ سلطان محمود ایوان بزم کو میدان رزم سے زیادہ پسند کرتا تھا ؎

بسے سالہا در جہاں کام یافت

بر اورنگ بے رزم آرام یافت

اس کے آخر عہد میں فقط یہ فساد ہوا کہ بہار الدین تھانہ دار ساغر کے دو بیٹوں محمد و مقرب نے بغاوت کی اور ایک ہزار سوار لیکر باپ سے جا ملے۔ سلطان محمود کے لشکر نے اس کو شکست دی اور بہاؤ الدین کا سر کاٹا گیا۔ اس کے دونوں بیٹے لڑائی میں مارے گئے ۲۱ رجب ۷۹۹ھ کو سلطان تپ محرق سے مرگیا ۱۹ سال ۹ ماہ ۲۰ روز سلطنت کر گیا۔ وہ شرع کا ایسا پابند تھا کہ کوئی کام خلاف شرع نہیں ہونے دیتا تھا اس کے زمانہ کی یہ حکایت مشہور ہے ایک عورت زنا کی علت میں گرفتار ہوکر دار القضا میں قاضی کے روبرو آئی جب۔ قاضی نے اس سے پوچھا کہ یہ برا کام کیوں کیا تو اس نے کہا کہ اے قاضی میں یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ کام حرام ہے میرا گمان یہ تھا کہ جیسے مرد کے واسطے چار عورتیں حلال ہیں ایسی ہی عورت کے لئے چار مرد روا ہونگے۔ اب مجھے اصل حال معلوم ہوا پھر یہ امر ناشائستہ نہیں کرونگی۔ اس طرح حیلہ شرعی کر کے وہ عورت سزا سے بچ گئی۔

نے خود سری اختیار کی۔ بعض امرا یہ چاہتے تھے کہ چھوٹا بیٹا سلطان علاء الدین حسن کا محمود بادشاہ ہو اور بعض امرار داؤد شاہ کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے آخر کو ملک نائب سیف الدین غوری کی سعی سے داؤد شاہ کے نام کا خطبہ پڑہا گیا اور شہر میں وہی تخت فیروز پر بیٹھا مگر محمد شاہ کی بہن روح پرور آئی اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینا چاہتی تہی۔ اس نے باکہ نامی جوان کو جو مجاہد شاہ کا مقرب تہا ترغیب دی اور روز جمعہ یکم محرم ۷۸۰ھ کو داؤد شاہ کو جامع مسجد میں سجدہ کے اندر اس کے ہاتھہ سے قتل کرا دیا۔ مسند عالی خان محمد نے اپنے عم زادہ کو کشتہ دیکھہ کر باکہ کا بھی سرتن سے جدا کیا۔ ایام حکومت داؤد شاہ بہمنی ایک ماہ پانچ روز تہے۔

ذکر سلطنت سلطان محمود شاہ بہمنی بن سلطان علاء الدین حسن گانگوئی

داؤد شاہ بہمنی کے کشتہ ہونے کے بعد مسند عالی خان محمد نے یہ ارادہ کیا کہ داؤد شاہ کے بیٹے محمد سنجر کو کہ نو برس کی عمر رکہتا تہا باپ کا جانشین بنائے۔ جب روح پرور آغا کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے سنجر کو پیش کیا اور کہا کہ ایسے ناخداترس ظالم کا بیٹا جس نے میرے بھائی کا خون کیا بادشاہی کے لایق نہیں ہے بلکہ محمود خاں خلف سلطان علاء الدین ہے۔ محمود خان اپنے مقتول بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا یہ بادشاہ سلیم النفس وکم آزار وخوش خلق وعدالت آثار تہا۔ اُمور دنیوی مین باریک نظر رکہتا تہا عدل و داد میں کوشش کرتا تہا۔ ابتدائے سلطنت میں مسند عالی خان محمد کو خمیر مایہ فساد سمجھہ کر قلعۂ ساغر میں مقید کیا ومسعود خاں ولد مبارک کو کہ مجاہد شاہ کے قتل میں شریک تہا دار پر کہنچا اور ملک نائب سیف الدین کو پہر وکالت سلطنت کا خلعت دیا اس کے مشورہ بغیر کوئی کام نہیں کرتا یہ وزیر اس کو ایسا مبارک ہوا کہ اس کی سلطنت میں اصلا قواعد میں دولت میں کوئی فتور و قصور نہ واقع ہوا۔ راے وجیانگر نے راے چور کا محاصرہ چہوڑ دیا اور باج وخراج دینا قبول کیا۔ سلطان محمود بڑا خوشخط تہا۔ قرآن خوب پڑہتا تہا۔ طبع ناظم تہی۔ علوم متداولہ

سیف الدین غوری بھی اجازت لے کر یہاں آیا اس نے بادشاہ کے خاطرنشان کیا کہ اس حصار کی فتح جلد میسر نہ ہوگی۔ وہ پندرہ قلعے ایک دوسرے کے اوپر رکھتا ہے اور ایک بلند وسیع کوہ پر واقع ہے۔ اس سے بہتر ہوگا کہ اول دواب کے قلاع و بقاع و بندر گوہ بلگام سے بنکاپور تک تصرف میں لائے جائیں اور پھر اس قلعہ کی فتح میں کوشش کی جائے اس سمجھانے سے بادشاہ نے اپنے ملک کو مراجعت کی۔ داؤد خاں جس کو سلطان نے دشنام دی تھی آزردہ خاطر ہو کر آئین شاہی کے فکر میں ہوا اور مجاہد شاہ کو قتل کر ڈالا۔ مجاہد شاہ کے کوئی فرزند نہ تھا اور داؤد خاں وارث ملک تھا اس لئے سب نے داؤد خاں کی پادشاہی مسلم کر لی اُس نے بھتیجے کے جنازہ کو گلبرگہ میں دفن کرایا۔ یہ واقعہ ۱۷ ذالحجہ ۷۷۹ھ میں واقع ہوا۔ مجاہد شاہ کی فرمان دہی کی مدت تین سال تھی حاجی محمد قندہاری کی تاریخ سے یہ مستفاد ہوتا ہے۔ مبارک ایک شخص تھا جو تنبول داری کے مرتبہ سے قرب امارت کے درجہ پر پہنچا تھا۔ مجاہد شاہ نے خزانہ کا دروازہ توڑ کر چند بدرہ زر نکال کر اپنے ساتھ کے کھیلنے والوں لڑکوں کو دیدئے تھے مبارک تنبول دار نے سلطان محمد شاہ سے یہ حال عرض کیا۔ سلطان نے غصہ میں آن کر چند چابک اپنے بیٹے کے لگائے۔ سلطان مجاہد شاہ مبارک سے کینہ رکھنے لگا مبارک تنبول کو خوف ہوا کہ کہیں اس سے وہ انتقام نہ لے داؤد خاں وغیرہ سے وہ مل گیا اور سلطان کو قتل کیا۔ بعض کی زبان قلم یہ کہتی ہے کہ مسعود خاں ولد مبارک خاں تنبول دار خاصہ نے یہ کام کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مبارک بیس برس کا جوان بڑا قوی تھا مجاہد شاہ نے اُس سے کہا کہ آؤ کشتی لڑو وہ اُسے لڑکا سمجھ کر کشتی لڑا مجاہد شاہ نے جو چودہ برس کا تھا کشتی میں اُس کی گردن توڑ ڈالی وہ مرگیا اس کے بیٹے مسعود نے باپ کا انتقام لیا

داؤد پادشاہ بن سلطان علاءالدین حسن گانگوئی

جب مجاہد شاہ کی شہادت کی خبر منتشر ہوئی تو ہر طرف فتنہ خوابیدہ بیدار ہوا امراء

وشوکت اُن کے دل میں مبنی ہوئی ہے۔ سلاطین بہمنیہ باوجود قلت سپاہ کے ان پر غالب رہتے تھے مملکت وسپاہ کے حساب سے رائے وجیانگر شاہان بہمنیہ سے بمراتب زیادہ تھا۔خصوصاً اُس وقت کہ سلطان مجاہد شاہ ترک تازی کر رہا تھا۔ مملکت تلنگ ہنوز بہمنیوں کے تصرف میں بالتمام نہیں آئی تھی۔ بندر گودہ قلعہ بلگام وغیرہ کہ کرناٹک میں داخل نہیں ہیں رائے وجیانگر کے قبضے میں تھے اور ولایات تلنگ کا بہت سا حصہ اس نے تغلب کرلیا تھا اور مملکت جو باغیوں سے خالی تھی اس کے زیر حکم تھی۔ رائے سیلوں وملیبار اور بنادر وجزائر کے حکام اس کے پاس اپنے سفیر بھیجتے ہے اور نفائس وظرائف بھیجکر تقرب ڈھونڈھتے تھے اور کرشن رائے کے باپ دادا سات سو برس سے یہاں راج کرتے تھے اور ایک دوسرے کے اندوختے کو خرچ نہیں کرتے تھے اور اس مدت دراز میں کوئی حادثہ بھی نہیں واقع ہوا تھا اس سبب سے اس کا خزانہ ساری دنیا کے بادشاہوں کے خزانہ کی برابری کرتا تھا۔علاؤالدین خلجی کے عہد میں کشن رائے کے دادا نے جو وجیانگر کا بانی تھا آباواجداد کے خزائن کو ثواب و ذخیرہ آخرت کی نیت سے زمینوں میں مدفون کیا تھا اور اُن کے اوپر بت خانے بنائے تھے۔ بعض خزانے کہ سرزمین سیت بن رامیشور میں دفن ہوئے وہ سلطان علاؤالدین خلجی دہلوی کو نصیب ہوئے اس ولایت کے منجموں نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ یہ تمام خزانے پادشاہان اسلام میں سے ایک بادشاہ کو ہاتھ آئیں گے جس کی تفصیل اپنی جگہ پر مذکور ہے جب سلطان مجاہد شاہ نے چاہا کہ وجیانگر آسانی سے نہیں فتح ہوگا تو اس شہر سے کوچ کیا اور اپنے باپ محمد شاہ کے عہد کا پاس کیا رعایا ومساکین کو قتل نہ کیا بلکہ قریب ساٹھہ ستر ہزار دختر وپسر ہندوؤں کے اسیر کئے۔ قلعۂ اودنی کو مجاہد شاہ کے ملازموں نے محاصرہ کر رکھا تھا وہاں وہ خود گیا اور قلعہ گیری میں دو مہینے ضائع کئے۔ گرمی کا موسم ختم ہوگیا تھا اُمید تھی کہ بے آبی کے سبب سے اہل قلعہ مسلمانوں کو قلعہ حوالہ کردیں گے مگر بارش ہوگئی اس لئے یہ اُمید بر نہ آئی۔ سلطان کے لشکر میں قحط غلہ کے آثار نمایاں ہوئے اسہال وپیچش امعا کا مرض شایع ہوا خلایق جاں سے تنگ ہوئی۔ مراجعت کے خواہاں ہوئے۔ ملک نائب

شہزنگ گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں کے اژدحام و ہجوم کے تماشے کو گیا۔ ایک ہندو نے اُسے پہچان کر سر پر تلوار ماری مگر وہ کارگر نہ ہوئی۔ سلطان نے اُسے مار ڈالا۔ بعد ازاں ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں کشن رائے کو شکست ہوئی۔ ابھی مسلمانوں نے آسائش نہیں کی تھی کہ کشن رائے کا بھائی آٹھ ہزار سوار چھ لاکھ پیادے لے کر اپنی جاگیر سے شہر وجیانگری میں آ گیا اور کشن رائے نے اپنا پراگندہ لشکر جمع کیا اور پھر دوبارہ ایسی لڑائی ہوئی کہ نہ کبھی دیکھی تھی نہ سنی تھی۔ مقرب خاں اور بعض اور نامور بہادر قتل ہوئے۔ داؤد خان جس کو چھ ہزار سوار دے کر دھنہ سودرہ کی حفاظت سپرد ہوئی تھی وہ اس لڑائی کا حال سن کر کہ دشمن کو ہر وقت تازہ کمک پہنچتی رہتی ہے اس لئے مغلوب نہیں ہوتا ناعاقبت اندیشی سے دھنہ کو خالی چھوڑ کر سات ہزار سوار لے کر معرکہ میں آن موجود ہوا اور ایسی کارزار کی کہ تین دفعہ اس کا گھوڑا زخمی ہوا مسلمانوں کو فتح ہوئی مجاہد شاہ نے داؤد خاں کو گالی دیکر کہا کہ تو نے یہ کیا کیا کہ دھنہ کو خالی چھوڑ دیا اگر وہ کفار کے ہاتھ آ جائے تو کوئی مسلمان اس شہر سے جانبر نہیں ہو سکتا۔ بعض امرا کو اس نے دھنہ کی حفاظت کے لئے بھیجا مگر مخالف اُس پر قابض ہو گئے تھے وہ دفع نہ کر سکے اُنھوں نے مجاہد شاہ کو اس حال سے اطلاع دی مجاہد شاہ نے توقف میں صلاح نہ دیکھی سودہ دھنہ کی طرف وہ متوجہ ہوا۔ اس کے آنے سے دھنہ خالی ہوا اور اپنے سارے لشکر کو دھنہ سے باہر نکالا جس شخص نے اس ملک کو دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ مجاہد شاہ نے کیا کام کیا۔ ولایت کنہرہ جس کو کرناٹک بھی کہتے ہیں طول اس کا شمالاً و جنوباً دریاے کشنا سے سیت بن رامیشور تک سولہ سو کردہ ہے اور عرض اس کا غرباً و شرقاً تخمیناً ڈیڑہ سو کردہ بحر عمان سے سرحد مملکت تلنگ تک ہے اور ملک کرناٹک جنگلوں اور قلعوں سے بھرا ہوا ہے اکثر آدمی یہاں کے کنہری زبان بولتے ہیں اور بعض تلنگی اور وہ بہت شجاع و مردانہ ہوتے ہیں روز رزم میں وہ میدان میں تالیاں بجاتے ہوئے اور ناچتے ہوئے آتے ہیں مگر آخر میں اثبات قدم نہیں رکھتے۔ سپاہ اسلام کی صلابت

ہو چکا تھا مگر وہ لڑنے کے ارادہ سے باز آئے اور یہ تجویز کی کہ دوردست جنگلوں میں چلے جائیں
اگر سلطان محمد شاہ تعاقب کرے تو توپچی اور کماندار مسلمانوں کے ہلاک کرنے میں کوشش
کریں۔ بس وجیانگر میں حاکم مقرر کرکے اس کے جنوبی جنگل کی طرف متوجہ ہوئے مجاہد شاہ
نے وجیانگر کی تعریف بہت سنی تھی وہ کوچ پر کوچ کرکے اس کی طرف متوجہ ہوا مگر شہر کے
استحکام کے سبب سے اس کی تسخیر و تخریب کے درپے نہ ہوا۔ کشن رائے کے تعاقب میں
گیا۔ کشن رائے کوہ و جنگل کے درمیان سیت بن رایشور کی طرف رواں ہوا۔ سلطان مجاہد شاہ
اس کے پیچھے چلا۔ جہاں جنگل میں جاتا درختوں کو کٹوا کر ایک راہ سو گز عرض کی بنوا تا پانچ چھ
مہینے تک کشن رائے کے پیچھے اس طرح پھرا۔ کشن رائے جا بجا نقل و تحویل کرتا اور اصلا
مجاہد شاہ کا مقابلہ نہ کرتا۔ ہرچند دولت خواہوں اور امیروں نے مجاہد شاہ سے عرض کیا کہ
اس تعاقب کا نتیجہ کچھ نہیں ہے مگر اُس نے کچھ نہ سنا اور کشن رائے کا تعاقب نہ چھوڑا۔
کشن رائے اور اُس کے فرزند و قرابتی اکثر بیمار ہوئے اطبا نے کہا کہ درختوں اور پانی کے
اثر سے یہ بیمار ہوئے ہیں کشن رائے نے کہا کہ میں یہ سوچا تھا کہ مجاہد شاہ کو جنگل کی آب و ہوا موافق
نہیں ہوگی وہ بھاگ جائیگا۔ اب قضیہ برعکس ہوا مجھے بھاگنا چاہئے باچار وجیانگر میں وہ آیا بادشاہ
سیت بن رایشور گیا وجیانگر سے چھ سو گردہ ہے مسجد جو امرائے علاءالدین خلجی نے بنائی تھی اُس
کی تعمیر و مرمت کی تبخانوں کو توڑا اور ویران کیا اور وجیانگر میں آیا۔ وجیانگر کی دو راہیں تھیں ایک
وسیع دوسری تنگ وسیع راہ میں دشمن کی تیر و تفنگ اندازی پہاڑوں کی کمین گاہوں و سرکوب کا
خوف تھا اس لئے وہ تنگ راہ سو درہ سے آیا اور دہنہ سو درہ کو اپنے چچا داؤد کو چھ ہزار سواروں کے
سپرد کیا کشن رائے مجاہد شاہ کے جرأت پر واقف ہو کر لحظہ بہ لحظہ سوار و پیادوں کو مستعد کرکے لشکر اسلام
کے مدافعہ کے لئے بھیجتا۔ مجاہد شاہ محلات میں داخل ہوا اور اس کو توڑ کر دریا کے اُس کنارہ
پر پہنچا جو اس کے اور اس حصار کے درمیان فاصل تھا جس میں کشن رائے تھا۔ یہاں پہاڑ
پر ایک بڑا بت خانہ تیر برنگ تھا۔ اس کو مجاہد شاہ نے توڑا تو کشن رائے کو لوگ سوار کرا کے
لڑنے کو لائے۔ پہلے اس سے کہ دونوں لشکروں میں تقارب ہو مجاہد شاہ تاج اوتار کر اپنے

ترکی زبان خوب بولتا تھا۔ ترکوں اور فارسی زبانوں سے مصاحبت و مجالست رکھتا تھا
لڑکپن سے تیر و کمان سے میل رکھتا تھا ہر وقت شمشیر و نیزہ و خنجر کا ذکر زبان پر رہتا تھا
لڑکپن میں رات کو باپ کا خزانہ توڑ کر اشرفیوں کی تھیلیاں لے گیا اور اپنے ہمباز لڑکوں
میں اُن کو تقسیم کر دیا جس پر باپ نے اُس کو بلا کر چند چابک مارے۔
کشن رائے والی وجیانگر کو مجاہد شاہ نے لکھا کہ اب کشنا (کرشنا) و تم بدرا کے درمیان
جو ممالک ہیں وہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں اور ہمیشہ فریقین کے درمیان نزاع
اور گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ صلاح یہ ہے کہ ہم تم آب تم بدرا کو سرحد بنائیں دریا کے اس طرف
سیت بن رامیشور تمہارے پاس رہے اور دریا کے اس پار شرقاً و غرباً ہمارے پاس اس صورت
میں قلعہ نبکاپور اور اور قلاع و بلاد ہمارے ملازموں کو سپرد کرو کہ مابہ النزاع دور ہو اور
مخالصت و موافقت کا طریق مسلوک ہو۔ کشن رائے نے اُس کے جواب میں لکھا کہ قدیم الایام
سے قلعہ رائچور اور مدکل کنار کشنا تک وجیانگر کے رایوں کے قبضہ میں رہے ہیں مناسب یہ
ہے کہ آب کشنا سرحد ہو قلاع مذکور ہم کو حوالہ ہوں اور ہاتھی جو سلطان محمد شاہ امرائے کنہرہ سے
لے گیا ہے وہ واپس ہوں تاکہ کدورت صفائی سے مبدل ہو۔ مجاہد شاہ یہ جواب سنکر لشکر کی
تیاری کرنے لگا اور پانچ سو ہاتھی اور خزانہ ہمراہ لے کر آب تم بدرا سے عبور کیا شکار کھیلتا ہوا
قلعہ ادونی پر پہنچا۔ یہ قلعہ دکن میں عدیم المثال ہے اس کی تسخیر پر راغب ہوا۔ صفدر خان
سیستانی کو سپاہ برار کے ساتھ اس کے محاصرہ کے لئے مامور کیا امیر الامرا بہادر خاں و
اعظم ہمایوں کو مقدمہ لشکر بنا کے روانہ کیا اس نے سنا تھا کہ کشن رائے پرگنہ گنگاولی میں
آب تم بدرا کے کنارہ پر مقیم ہے اس کی طرف وہ خود آپ چلا جب کشن رائے کو اُس کے پاس
آنے کی خبر ہوئی تو وہ مقابلہ مقاتلے کے لئے مستعد ہوا اس عرصہ میں زمینداران نے مجاہد شاہ
کو اطلاع دی کہ فلاں جنگل میں ایک بڑا زبردست شیر ہے اس نے پیادہ پا جا کر اس بہادری
اور شجاعت سے شیر کو مارا کہ اس کی شہرت سے وجیانگر کے آدمیوں کے دلوں میں ایسا خوف
وہراس پیدا ہوا کہ باوجود اس کے کہ وجیانگر سے بہت بڑا لشکر مرتب ہو کر لڑنے کے لئے روانہ

شیخ نے سلطان کو غازی کہا اس سے وہ بہت خوش ہوا اور اسکو اپنے لقب میں زیادہ کیا
اور جب دولت آباد سے گلبرگہ میں گیا تو اُس نے ملک میں شراب فروشی کی دکانیں بند کرادیں
اور شریعت کی ترویج میں بڑی کوشش کی۔ پھر شیخ اور بادشاہ کے درمیان خط وکتابت
جاری ہوگئی۔ اب امن و امان تھا۔ محمدؐ شاہ نے دکن کے جو مفسد و دزد مشہور تھے انکی بیخ کنی میں
کوشش کی اسنے اپنے ملک کے حاکموں کو حکم بھیجا کہ جو رہزن و دزد ہو اسکا سر کاٹ کر گلبرگہ بھیجدو
گلبرگہ میں سات مہینے میں آٹھ ہزار سروں کا انبار لگا۔

و جیانگر و تلنگ اور سب زمیندار ان دکن محمدؐ شاہ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے مال مقرری
کے ارسال میں کچھ تخلف نہیں کیا۔ سلطان نے لشکر کشی کو موقوف کیا۔

ہر سال اطراف اربعہ میں سے ایک طرف جاتا۔ اور تین چار مہینے شکار میں مصروف رہتا
اہل دکن اس بادشاہ کو نعمت عظمیٰ سمجھتے۔ اسکے عہد میں زندگانی عیش و کامرانی سے بسر
کرتے ہے ۷۷۶ھ میں موت نے اس کی حیات پر پنجہ مارا۔ سراج التواریخ میں لکھا ہے کہ سرکار
محمدؐ شاہی میں جس قدر خزانہ اور فیل جمع ہوئے۔ اس کے بعد شاہان بہمنیہ میں سے کسی کے پاس
نہیں جمع ہوئے اس کی سرکار خاصہ میں سب قسم کے تین ہزار ہاتھی تھے کسی اور بادشاہ کی
سرکار میں دو ہزار سے زیادہ نہ ہوئے اور خزانہ بھی اس قدر تھا کہ اور بادشاہوں
پاس کبھی اس سے آدھا بھی نہ ہوا۔ بادشاہان دہلی اور شاہان بہمنیہ جو اس سے پہلے اور
پیچھے ہوئے۔ ان میں سے کسی نے رائے کرناٹک کو ایسا عاجز نہیں کیا جیسا اسنے اول سے
آخر تک پانچ لاکھ آدمیوں کو قتل کیا ہوگا۔ اور بلکہ کرناٹک کو ایسا ویران کیا کہ قرنوں
میں بھی وہ اپنی اصلی حالت پر نہ آیا۔ اسکی سلطنت ۱۷ سال ۹ ماہ پانچ یوم رہی۔

سلطنت مجاہد شاہ بہمنی

ملک سیف الدین غوری کا دختر زادہ سلطان مجاہد شاہ تھا وہ باپ کے بعد تخت پر بیٹھا
وہ قوی ہیکل تھا۔ تناسب اعضا، و چہرہ خورشیدی رکھتا تھا اور اپنی تمام اقوام میں
مختار تھا۔ زور و تنومندی و جلادت و شجاعت میں بے نظیر تھا۔ ترکی زبان

کو بھ دیو خواب مستی سے بیدار ہوئے - اور رات کو تغیر لباس کر کے شیخ زین الدین پاس آئے اس شیخ نے انکو صلاح بتائی کہ سب کچھ چھوڑکر اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پکڑ کر گجرات چلے جاؤ اسی میں تمہاری خیر ہے اونہوں نے یہی کہا - محمد شاہ جب اس امر سے آگاہ ہوا تو سرحد گجرات تک انکے تعاقب میں ایلغار کیا - مگر ان کو نہ پکڑ سکا - دولت آباد میں آیا - دکن کے کل مشائخ نے حاضرانہ و غائبانہ سلطان محمد شاہ سے بیعت کی تھی - مگر شیخ زین الدین نے اس سبب سے بیعت نہیں کی تھی کہ وہ شراب پیتا تھا اور بعض اور مناہی کا مرتکب ہوتا تھا - شاہ نے شیخ کو حکم بھیجا کہ میری مجلس میں حاضر ہو یا میرے خلافت کی بیعت کا نوشتہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجدے - شیخ نے جواب دیا کہ کسی سبب سے کفار نے ایک دانشمند اور ایک سید اور ایک مخنث کو گرفتار کیا اور تینوں کو بتخانہ میں بھیجا اور حکم دیا کہ جو کوئی بت کو سجدہ کرے اس کو جان کی اماں دی جائے اور جو کوئی انکار کرے وہ قتل کیا جائے - دانشمند نے آیہ کریمہ پر عمل کر کے سجدہ کیا اور سید نے بھی دانشمند کا طریقہ اختیار کیا - مگر مخنث نے کہا کہ میں ساری عمر اعمال ناشائستہ میں مشغول رہا ہوں - نہ میں عالم ہوں نہ سید کہ ایسا کام کروں مجھے قتل ہونا قبول ہے اور بت کو سجدہ کرنا منظور نہیں - میرا قصہ بھی اس قصہ کے مشابہ ہے کہ میں تیری جفاؤں کا متحمل ہونگا - مگر تیری مجلس میں حاضر نہیں ہونگا نہ تیری خلافت پر بیعت کروں گا - محمد شاہ نے خفا ہو کر شیخ کو شہر بدر کر دیا - مگر شیخ کے ساتھ اس سختی کرنے سے پادشاہ شرمندہ ہوا صدر الشریف کے ہاتھ یہ مصرعہ لکھ کر بھیجا ع من زآن توام تو زآن من باش -
شیخ نے کہا کہ اگر سلطان محمد شاہ غازی شریعت محمدی کے مراتب و مراسم کا حفظ کرے تو ممالک محروسہ میں سے شراب خانوں کو دور کرے اور سنت پدر پر عمل کرے اور خلق کے روبرو شراب نہ پیئے - قضات - و علماء و صدور کو حکم دے کہ امر معروف و نہی منکر میں کوشش کریں تو زین الدین فقیر سے زیادہ کوئی اس کا دوست نہ ہوگا اور یہ بیت لکھی ؎

نامن بزیم بجز نکوئی نہ کنم ٭ جز نیک دلی و نیک خوئی نہ کنم -
آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند ٭ تا دست رسد بجز نکوئی نہ کنم

محمد شاہ نے گلبرگہ کو مراجعت کی - پانچ روز بستر راحت پر استراحت فرمائی تھی کہ وہ دولت آباد کو روانہ ہوا - اُسنے اپنے تئیں بیمار بنایا تھا اس لئے اُس کے مرنے کی خبر مشتہر ہو گئی تھی جس سے جابجا فساد کھڑے ہو گئے تھے - دولت آباد لشکر و امرا، سے خالی تھا - بہرام خاں مازندرانی جسکو سلطان علاء الدین نے بیٹا بنایا تھا - کونبہ دیو مرہٹہ سردار پائگان کے اغواسے اُسنے علم مخالفت بلند کیا - برار کے بعض امرانے بھی اسکے ساتھ اتفاق کیا راجہ بگلانہ نے بھی اسکو امداد کی امید دلائی - ان مقدمات خام پر بہرام خاں فریفتہ ہوا - پرگنات و ولایت مرہٹہ کا چند سال کا خراج جو سلطان محمد شاہ کے حکم سے دولت آباد میں رکھا گیا تھا اس پر وہ متصرف ہوا - خیل و حشم میں اشتغال کیا اور اکثر بلاد و پرگنات مرہٹہ کو قبض و تصرف میں لایا اور اپنے اعوان و انصار میں اس کو تقسیم کیا - بارہ ہزار سوار اور پیادے جمع کر لئے - سلطان محمد شاہ نے اس خبر کو سُنکر بہرام خاں کو لکھا کہ تو اپنی ان حرکات سے باز آ - ابتک جو کچھ تونے قصور . . . کیا ہے میں اُسے معاف کرتا ہوں - بہرام خاں نے کونبھ دیو سے اس امر میں مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ سلطان محمد شاہ قہار و غیور ہے ہمنے جو اعمال ناشائستہ کئے ہیں - ان سے ہم کو کسی وجہ سے ایمن نہیں ہونا چاہئے جس وقت کہ قلعہ دولت آباد پر ہم متصرف ہوں - اور راجہ بگلانہ اور برار کے بعض امراء معتبر ہمارے ساتھ ہوں تو صلاح یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مہم سے ہاتھ نہ اٹھائیں - بلکہ اتمام کو پہنچائیں - غرض اُس نے بادشاہ کی نصیحت نہ سنی - پہلے سے زیادہ مقابلہ و مقاتلہ پر مستعد ہوا - جب محمد شاہ نے مسند عالی خان محمد کو اپنے سے پہلے اس طرف بھیجا اور خود شکار کرتا ہوا اس طرف متوجہ ہوا قصبہ پٹن کے حوالی میں بہرام خاں و کونبھ دیو اور بعض متعلقین راجہ بگلانہ محمد خاں کے مدافعت کے لئے آئے - بادشاہ بھی جب قصبہ پٹن سے چار کروہ پر آیا تو راجہ بگلانہ مع متعلقین فرار ہوا اور مخالفین سے ترک موافقت کی - بہرام خاں و کونبھ دیو بھی بغیر قتال و جدال کے دولت آباد - کے قلعہ میں بھاگ گئے خان محمد دولت آباد سے دو کروہ پر پہنچا اور محاصرہ کے فکر میں لگا تو بہرام خاں اُد

بے مشورہ نہیں کیا۔ اپنی قسمت پر اختیار نہیں رکھتا۔ اب جو کہو سو کروں۔ انہوں نے اُسے یہ سمجھایا کہ تیرے باپ نے مسلمانوں سے لڑائی چھوڑ کر سلطان علاء الدین سے صلح کی تھی تو بھی مسلمانوں سے صلح کرلے۔ کشن رائے نے یہ رائے پسند کی۔ محمد شاہ سے صلح کا پیغام دیا۔ بادشاہ نے کشن رائے سے قوالوں کے وظیفہ کا دینا قبول کرایا اور صلح کرلی اور ایلچیوں نے اُسے ادا کردیا۔ سلطان محمد شاہ نے کہا کہ جو بات میری زبان سے نکلی تھی میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ لغو وحشو ہو کر صفحۂ روزگار پر رہے الحمد للہ کہ جو کچھ کہا تھا اوس کو کر کے چھوڑا مشرقی پادشاہوں کی یہ ادائیں ہوتی ہیں کہ اپنی ایک بیہودہ بات کے پورا کرنے کے لئے ہزاروں جانوں کے جانے کا خیال نہیں کرتے۔ جب ایلچیوں نے پادشاہ کو خوش وقت دیکھا تو کہا کہ ہم اس وقت پادشاہ کو بغایت مشفق و مہربان دیکھتے ہیں اگر حکم عالی ہو تو اخلاص کی راہ سے دو کلمے عرض کریں ان کو اجازت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کسی دین میں روا نہیں ہے کہ کسی گناہ گار کی عوض میں کوئی بے گناہ مارا جائے خصوصاً عورتیں اور بچے۔ اگر کشن رائے نے قلعہ مدکل میں مسلمانوں کے ساتھ یہ بیراہی کی ہو مگر اس میں فقیر اور مساکین کا کیا گناہ ہے۔ سلطان محمد شاہ نے کہا کہ قلم تقدیر یوں ہی چلی تھی اس میں میرا کچھ اختیار نہیں تھا۔ ایلچیوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے ممالک دکن کا خلاصہ آپ کو عنایت کیا ہے اور ممالک کرناٹک کشن رائے کو جو آپ کی مملکت کے ہمسایہ میں واقع ہیں یقین ہے کہ آپ کو اور آپ کی اولاد کو برسوں تک اس سرزمین کے ساتھ ہمسائگی رہیگی۔ دنیاداروں کو شاید پھر اس طرح کے قضایا واقع ہوں تو خلایق کا حال کیا ہوگا۔ خیراندیشی و رعایا کی صلاح حال اس کا اقتضا کرتی ہے کہ فقرا اور مساکین کے قتل کا طریقہ موقوف کیا جائے۔ سلطان محمد شاہ اس کہنے سے متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے بعد فتح اور معرکہ گذاری کے کسی کو قتل نہ کرونگا اور بعد میرے میرے فرزند بھی اسی شیوہ مرضیہ پر عمل کریں گے۔ اس تاریخ سے دکن میں یہ دستور ہو گیا کہ جنگ کے بعد جو زندہ گرفتار ہوتا وہ قتل نہیں ہوتا۔ اور بے سبب رعایا و ضعفا، کا قتل عام نہیں ہوتا

اسکے تین طرف فصیل تھی جسمیں سخت پتھر بہت بڑے بڑے لگے ہوئے تھے اور برج دبارہ سے ملے ہوئے۔ اور چوتھی طرف دریائے تم بدرا تھا جو ایسے جوش وخروش سے تیز بہتا تھا جسمیں عبور دشوار تھا۔ مطلع اسعدین میں لکھا ہے کہ وجیانگر ایک مدور شہر تھا اسکے گرد سات فصیلیں مدور ہم مرکز تھیں اور باہر کی فصیل کے باہر ایک میدان پچاس گز کا تھا جسمیں پتھر پاس پاس گڑے ہوئے تھے۔ آدھے زمین میں دبے ہوئے اور آدھے باہر اسمیں سوار اور پیادے بہت مشکل سے باہر کی دیوار تک جاسکتے تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ایک مہینہ خوب کوشش کی کہ اس بلدہ کے اندر داخل ہو مگر کسی عمل سے میسر نہ ہوئی تو وہ حیلہ گری کو کام میں لایا کہ اپنے تئیں بیمار بنایا اور کوچ کا نقارہ بجوایا کشن رائے مسلمانوں کے قتل کے قصد سے اور ہندوؤں کے خون کی تلافی لینے کے لئے دار الملک وجیانگر سے نکلا۔ اور مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے پڑا۔ راتوں کو ہندو اراب‌وں کے کنارہ پر آنکر کہتے کہ تمہارا پادشاہ مردہ ہے ہمارے برہمنوں کی دعا مستجاب ہوئی۔ تم میں سے ایک آدمی کو ہم زندہ نہ چھوڑینگے۔ پادشاہ کوچ کے وقت سنگاسن میں سوکر چادر سر پر ڈالتا تو اہل اُردو کو پادشاہ کی زندگی پر بدگمانی اور شک ہوتا اور وہ مضطرب ہوتے خان محمد مقرب خاں جو رازدار تھے خلایق کی دلدہی کرتے اور کوچ پر کوچ کرتے۔ محمد شاہ کی تدبیر تقدیر کے موافق ہوئی کشن رائے وارکان دولت اسکے اپنے دشمنوں کا حال نہایت زبون سمجھ کر ساری رات شراب پیتے اور ناچ دیکھتے کہ ناگاہ سلطان نے ان پر شب خون مارا دشمن کے ہوش اُڑے وہ بھاگا دس ہزار ان میں سے مارے گئے اور کشن رائے وجیانگر کو بھاگا وجیانگر سے تیس چالیس کروہ پر جہاں مسلمان آبادی کا نام سنتے وہاں غارت کرتے دوڑے جاتے وجیانگر کے معتبروں اور نامداروں نے جب یہ حال دیکھا تو انہوں نے کشن رائے پر سرزنش وملامت کی اور کہا کہ تیری حکمرانی ہمارے لئے شوم ہے دیوتا تجھ سے خفا ہوئے۔ ہمارا مال اور ناموس برباد گیا دس ہزار برہمنوں کے قریب کشتہ ہوئے رعیت کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔ کشن رائے نے کہا کہ میں نے کوئی کام اعیان ملک کے

ضایع کرتے ہیں اسلئے یہ تجویز ہوئی کہ وجیانگر کے ہاتھی گلبرگہ کو بہیجدیئے جائیں اور سپاہی اسباب ضروری ہمراہ رکھیں اور باقی سب بہیجدیں اور طناب در طناب اُتریں اور توپخانہ کے لدایوں کا زنجیرہ بنا کے ہوشیاری اور بیداری کے لوازم بجا لائیں پادشاہ تم بدرہ سے اُترا اور ولایت وجیانگر میں داخل ہوا۔ کشن راؤ نے بہوج رائے مل کو سپہ سالار مقرر کیا جس نے گہمنڈ میں آنکر کشن راؤ سے کہا کہ اگر ارشاد ہو تو مسلمانوں کے پادشاہ کو زندہ گرفتار کر کے خدمت میں لاؤں یا اوسکے سر کو تلوار سے کاٹ کر پیش کروں کشن رائے نے کہا کہ ہر حال میں دشمن کا زندہ رکہنا منظور نہیں اسکا مرنا سب حال میں بہتر و خوشتر ہے بہوج مل نے لشکر کو دلاسا دیا اور چالیس ہزار اور پانچ لاکہ پیادے لیکر بادشاہ سے لڑنے آیا اور حکم دیا کہ امراء اپنی مجلس میں حکم دیں کہ پنڈت کتابوں کو پڑہ کر خلایق کو مسلمانوں کے مارنیکا ثواب بتلائیں اور ان کو مسلمانوں کے یہ اعمال بتلا کر اس سے لڑنیکی ترغیب و تحریص دیں کہ گائے کو ذبح اور اصنام کی ہتک کرتے ہیں اور بتخانوں کو ڈہاتے ہیں اور ہندوٗں کو قتل کرتے ہیں۔ پادشاہ پاس پندرہ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے تھے جنمیں سے دس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے اور سارے آتش بازی کے کارخانے لڑنے کو گئے ۱۴۔ ذیقعدہ کو صبح سے سہ پہر تک خوب جوش و خروش سے لڑائی ہوئی اور توپ خانہ نے مسلمانوں کو شکست سے بچایا۔ تفنگ و توپ کی ضربوں سے ہندوٗں کے لشکر کو متزلزل کیا اور ایسے قریب دونوں لشکر آگئے کہ شمشیر و خنجر سے لڑائی ہوئی۔ بہوج مل رائے زخمی ہوکر بہاگا ہندوٗں کو شکست ہوئی مسلمانوں نے قتل کا بازار ایسا گرم کیا کہ عورتوں اور دودہ پیتے بچوں کو بھی نہ چھوڑا۔ محمدشاہ تو ہندوٗں کے قتل کی قسم کہائے ہوئے تھا کہ وہ تین مہینے تک کشن راؤ کے لشکر کے پیچھے پڑا پہرا اور اس کو قتل کیا۔ آخر کو کشن راؤ بہاگ کر وجیانگر میں چلا گیا اور نو ہزار پیادے مداخل مخارج کے بند کرنے کے لئے مقرر کئے محمدشاہ نے وجیانگر کے نواح میں خیمے ڈیرے ڈالے اور ہر روز شہر کے گرد جنگ ہونے لگی۔ رات کو لشکر میں دشمن آن کر گالیاں دے جاتے تھے شہر کا تسخیر ہونا بڑا مشکل تھا

پاس آنکر سارا حال سنایا تو اُسنے اس بیچارہ کو بھی مار ڈالا اور کہنے لگا کہ جس شخص نے آٹھ آدمیوں کا
مرنا دیکھا ہو اُس کو دیکھنا نہیں چاہیے۔ ۷۶۷ھ میں محمد شاہ نے بھی انتقام لینے کا ارادہ کیا
گلبرگہ کی مسجد میں قرآن پر قسم کھائی کہ ان آٹھ سو مسلمانوں کی عوض میں جب تک لاکھ ہندو
قتل نہیں کرونگا شمشیر جہاد کو نیام میں نہیں کرونگا تو ہزار سوار لیکر وہ دریا سے کرشنا پار
گیا اور رائے وجیانگر کے تیس ہزار سوار اور نو لاکھ پیادے تھے۔ محمد شاہ دریائے کرشنا کے پار گیا
اور صبح کو رائے کے لشکرگاہ پر پہنچا۔ مشرقی ملکوں میں لڑائیاں پہلے ایسی ہی ہوتی تھیں
جیسے وحشی جانوروں میں ہوتی ہیں۔ جب وہ کرشن رائے کے لشکر کے قریب آیا تو اسکے آدمیوں
کو سوا فرار کے اپنی سلامتی نہ سوجھتی تھی سلطان جہاں رائے کا لشکر پہنچا تھا وہاں
جاتا تھا اور خوب غارت اور قتل کرتا تھا اس نے ستر ہزار عورتیں و مرد و جوان و
پیر و بندہ و آزاد قتل کرڈالے تحفۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ دو ہزار ہاتھی تین سو ارابہ
توپ و ضرب زن و سات سو گھوڑے عربی اور ایک مرصع سنگاسن سرکار شاہی میں
داخل ہوئے۔ باقی غنائم پر امراء اور لشکری متصرف ہوئے۔ سلطان محمد شاہ نے
اس فتح کو اور فتوحات کا مقدمہ جانا برسات کا موسم قلعہ مدکل میں بسر کیا جب
خان محمد مع لشکر دولت آباد محمد شاہ سے مل گیا تو ایک جمعیت عظیم اس پاس ہوگئی اور
دشمنوں کے قتل کے لئے قلعہ ادونی کی طرف روانہ ہوا۔ رائے کشن راؤ نے دریائے تم بدرا سے
عبور کیا اور ادونی قلعہ کے باہر اترا اور یہاں اپنے بھانجے کو حاکم مقرر کرکے اپنی ولایت
کے وسط میں گیا اور اطراف و جوانب سے لشکر جمع کیا۔ اور وجیانگر سے خزانہ و ہاتھی اور
اثاثۂ شاہی طلب کیا محمد شاہ نے اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ نہیں کیا اور توپ و ضرب زن
سب طرف سے جمع کئے۔ کارخانۂ آتشباری پر بڑا بھروسہ کیا اب تک دکن کے اندر اس کا
رواج مسلمانوں میں نہ تھا۔ ایک توپ خانۂ بزرگ مرتب ہوا مقرب خاں سیستانی
اور تمام رومیوں اور فرنگیوں کو جو پادشاہ کے ملازم تھے اس کا اہتمام سپرد ہوا
یہ مشہور تھا کہ اس ملک کے آدمی چوروں کی طرح لشکر میں آکر گھوڑوں اور آدمیوں

کہ بہت منت سماجت کرکے ان شرائط پر صلح کی تین سو ہاتھی اور تیرہ لاکھ ہون اور دو سو گھوڑے محمد شاہ پاس بھیجدئے اور بلدہ گلکنڈہ کو مع مضافات کے پیش کش میں دیدیا پادشاہ نے اس فتح کے بعد چالیس روز تک عیش و عشرت کے جشن کئے اور اپنے بیٹے مجاہد شاہ کی شادی بہادر خاں ولد اسمٰعیل فتح کی بیٹی سے کی ان عیش و نشاط کی مجالس میں تین سو قوال دہلی سے آئے تھے وہ حضرت امیر خسرو کے اشعار بادشاہ وقت کی تعریف میں گاتے تھے ان اشعار اور شراب سے محمد شاہ ایسا مست ہوا کہ ایک فرمان وجیانگر کے حاکم کے نام لکھوا کر بھیجا کہ ان تین سو قوالوں کو وظیفہ وہ دیا کرے وجیانگر کا راجہ کرشن راؤ نہایت مغرور و شجاع تھا وہ اس بات سے نہایت آشفتہ ہوا۔ اسنے جو شخص قوالوں کے وظیفہ کی برات لایا تھا گدہے پر سوار کراکے وجیانگر کے تمام محلوں میں پھرایا اور نکالدیا اور لشکر کے حاضر ہونیکا حکم دیا اور شاہان بہمنیہ کے ممالک کی تسخیر کے لئے تیس ہزار سوار اور نو لاکھ پیادے اور تین ہزار فیل لیکر دکن کی سرحد پر متوجہ ہوا اور دریائے تم بدرا سے عبور کیا کہ مدکل اور رائے چور قلعوں کو تسخیر کرے اور تاخت و تاراج کے لئے آدمی بھیجے۔ برسات کا موسم آگیا تھا اور دریائے کشنا (کرشنا) چڑھاؤ پر تھا۔ کرشن راؤ خاطر جمع سے حصار مدکل کے نیچے آیا سرحدوں کے قلعے اکثر مشرقی پادشاہوں میں جنگ کے سبب ہوتے ہیں یہ قلعے جن پادشاہونکو ہاتھ لگ جاتے ہیں ان کا تسلط و استیلا اوروں پر زیادہ ہو جاتا ہے اور انکی بدولت وہ اوروں سے خراج وصول کرتے ہیں۔ وجیانگر کی طرف سرحدی قلعے مدکل اور رائے چور تھے وہ دریائے کرشنا اور دریائے تم بدرا کے درمیان واقع تھے اسکو رائے چور دوآب لکھتے ہیں۔ یہ دوآب مع قلعوں مدکل اور رائے چور کے بہمنیہ پادشاہوں اور وجیانگر کے رایوں کے درمیان مبد و فساد رہا ایسے ہی تلنگ کی طرف قلعہ گلکنڈہ تھا جو حیدرآباد کے نزدیک ہے محمد شاہ نے اس کو اہل تلنگ پر اپنا خوف جمانے کے لئے تسخیر کر لیا تھا قلعہ گیری کے لوازم میں اسقدر سعی و کوشش کی کہ طاقت بشری میں نہیں سماتی تھی۔ قلعہ میں آٹھ سو مسلمان تھے قلعہ کو رائے وجیانگر نے فتح کر لیا مسلمانوں کو زن و فرزند سمیت مار ڈالا۔ ایک مسلمان اتفاق سے بچ رہا اس نے محمد شاہ

صبح سے سہ پہر تک روز سفر کریں اور جس قریہ میں پہنچے وہاں سے بقدر کفایت آذوقہ وعلف لیکر صرف کریں اور رات کو صحرا میں اتریں اور گھوڑوں سے زین نہ اوتاریں اور ہر جماعت ہر رات کو باری باری سے ہشیاری و بیداری میں قیام کرے باوجود اس حال کے سلطان کے چار ہزار سواروں میں سے پندرہ سو سوار سلامت اپنی مساکن منازل پر پہنچے۔ کئی دفعہ تلنگوں اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی مگر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ لڑائی میں ایک دفعہ سلطان محمدؐ کے بازو پر ایک گولی لگی مگر کارگر نہ ہوئی۔

۷۷۶ھ میں رائے تلنگ شکست سابق اور فرزند کے کشتہ ہونے سے غمزدہ ہوا اور دہلی کے پادشاہ ملک فیروزشاہ باربک کو عرائض بھیجیں محمدشاہ کے مخبروں نے دہلی سے نوشتے بھیجکر یہ اس کو اطلاع دی کہ رائے ورنگل نے عرائض پادشاہ دہلی کے پاس اس مضمون کے بھیجے ہیں کہ بندہ جادہ اطاعت پر ثابت قدم اور راسخ دم ہے اگر امراء مالوہ اور گجرات کے نام فرمان صادر ہو کہ وہ ملک دکن کو تسخیر کرلیں تو میں بھی رائے وجیانگر کو اپنے ساتھ متفق کر کے خدمت و جان سپاری کے لئے حاضر ہوں۔ مجھسے بندگی اور دولتخواہی میں کوئی تقصیر نہیں ہوگی اور تھوڑی مدت میں اس خطہ کو مخالفان وقت سے لے کر تحف وپیش کش چندین سالہ کے ساتھ حضور کی پابوس سے مشرف ہونگا۔ مگر اس سبب سے کہ یہ امر مشہور ہوگیا تھا کہ دکن پر لشکر کشی شاہان دہلی کو مبارک نہیں ہے۔ ان عرائض کے جواب پر فیروزشاہ نے کچھ التفات نہیں کیا۔ اس زمانہ کے دکن کے مشرق میں تلنگ نے اور جنوب میں وجیانگر کے رائے رو رہے تھے کہ ہمنے دہلی کی سلطنت کے جوئے سے کندہا اس لئے نکالا تھا کہ دشمنوں کو اپنے دروازہ پر زور آور کریں۔

محمدشاہ نے مملکت تلنگ کے تسخیر کے ارادہ سے اپنے امراء کو مع لشکر بلایا اور کولاس میں گیا اس اثنا میں رائے وجیانگر مر گیا۔ اس کا بھتیجا کرشن راؤ جانشین ہوا رائے تلنگ اسکی کمک سے مایوس ہوا۔ غرض اس نے مسلمانوں کا استیلاء ایسا دیکھا

نہیں ہے کہ ملک ملک پھر کر ایسے گھوڑے بادشاہوں کو دکھاؤ سوداگروں نے عرض کیا کہ ہم بندگان بادشاہی کے لئے نہایت عمدہ گھوڑے لائے تھے مگر ناگ دیو والی ویلم پٹن نے خواہ نخواہ عمدہ گھوڑے چھین لئے ہر چند ہم نے اُس سے کہا کہ ہم یہ گھوڑے محمدؐ شاہ بہمنی کے لئے لائے ہیں مگر اس نے ایک نہ سنی سلطان محمدؐ شاہ پہلے ہی سے ناگ دیو کے اوضاع ناملائم سے آزردہ خاطر تھا اور اب اور زیادہ کدورت اس کی بڑھ گئی اور ناگ دیکے استیصال کے درپے ہوا۔ ایک ہزار سوار کے ساتھ نواحی ویلم پٹن میں آگیا افغانوں کی ایک جماعت کو ان سوداگروں کا لباس پہنایا جن کا مال لٹا تھا وہ دروازہ پر پہنچکر شہر میں داخل ہوئے دروازوں کے محافظ ان کے پاس ہتھیار دیکھکر ان کا حال دریافت کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ مال اسباب سارا ہمارا لٹ گیا ہے ہم حاکم شہر سے فریاد کرنے آئے ہیں غرض یہاں یہ حیص و بیص ہو رہی تھی کہ محمدؐ شاہ ایک ہزار سوار لے کر جا پہنچا اور اس نے شہر کے دروازہ کے بند کرنیکی مخالفوں کو فرصت نہ دی اور محافظوں کو قتل کر ڈالا اور سلطان سیدھا ارک پر پہنچا۔ ناگ دیو کا اس طرح سلطان کے آنے کا سان گمان بھی نہ تھا ایک باغ میں عیش و عشرت اُڑا رہا تھا کہ ناگہانی یہ حادثہ پیش آیا وہ بہزار خرابی ارک میں گیا۔ سلطان نے حصار کا محاصرہ کیا۔ توپ و تفنگ و کل آلات حصارداری سے حصار عاری تھا۔ غرض ناگ دیو سے کچھ نہ بن پڑا۔ ناچار وہ بھاگا مگر دستگیر ہوا۔ محمدؐ شاہ کے ساتھ گفتار ناہموار کی اُسنے زبان اس کی گدّی کی طرف سے نکلوا کر منجنیق میں رکھوا کر جلتی آگ میں پھکوایا۔ اور خاکستر بنایا۔ پندرہ روز تک جشن اُڑایا اور اس عرصہ میں اہل شہر سے بہت روپیہ وصول کرکے اپنے گلبرگہ کو واپس آیا۔ جب اہل تلنگ کو خبر ہوئی تو انہوں نے مور و ملخ کی طرح ہجوم کرکے سلطان محمدؐ شاہ کے لشکر کو آگے پیچھے گھیر لیا۔ محمدؐ شاہ نے لشکر کو حکم دیا کہ سواء زر و جواہر کے کچھ اور نہ لیں اور خیمہ و اسباب کو چھوڑ دیں محصوروں کے ساتھ جو بارکش اشتر و گائے نہ چل سکیں ان کو صحرا میں چھوڑ دیں اور

دانائی اور عاقلی کے ساتھ ان ایلچیوں کی تعظیم تکریم کی اور ڈیڑھ سال تک اِن کو یوں ہی للیت و لعل میں لگائے رکھا اور ملک سیف الدین غوری کی صلاح سے مکاتیب محبت اساس مرقوم کرکے سخندان ایلچیوں کے وجیانگر و تلنگ کو روانہ کئے اور اس عرصہ میں جن امیروں سے وہ متوہم تھا اور مخالفت کا گمان رکھتا تھا مستاصل کیا اور ان کی جگہ اور معتمد آدمیوں کو مقرر کیا۔ غرض ہندوؤں کو بہسلاوے میں رکھکر اپنے تئیں سب طرح سے قوی کیا اور بار عام کیا اور ایک پر شوکت و صلابت مجلس آراستہ کی اور وجیانگر و تلنگ کے ایلچیوں کو غایت قہر و غضب و نہایت استیلا و تسلط سے کہا کہ ایک مدت سے تخت دکن میرے قدموں سے رونق پا رہا ہے میرا اقبال بلند ہو رہا ہے اب تک اطراف کے رایوں نے پیش کش و ہدیے نہیں بھیجے ہیں اون کو چاہیے کہ ان کی سرکار میں جتنے کارآمد ہاتھی ہوں اون کی پیٹھوں پر زر و جواہر و کل اقمشہ و امتعہ لادکر جلد میری درگاہ میں بھیجدیں اس لئے کہ خزانہ عامرہ کے نقود مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں صرف ہو گئے ہیں روپیہ کی ضرورت بہت ہی۔

جب ایلچیوں نے سلطان محمد شاہ کے پیغام اپنے حاکموں کو لکھ بھیجے تو رائے تلنگ نے اپنے بڑے بیٹے ناگ دیو اور نانک ام کو ورنگل سے بہت سپاہ کے ساتھ کولاس میں بھیجا اسکی مدد کے لئے رائے وجیانگر نے بیس ہزار سوار و پیادے بھیجے۔ سلطان محمد شاہ نے بہادر خاں ولد اسماعیل فتح کو سپہ سالار کیا اور اعظم ہمایوں و صفدر خاں سیستانی کو لشکر بیدر و برار کے ساتھ اس کے ہمراہ کیا۔ بہادر خاں لشکر لیکر مخالف کے مقابل آیا طرفین میں جنگ عظیم ہوئی بہادر خاں کو فتح ہوئی اور اس نے ورنگل تک تعاقب کیا اور وہاں کے رائے سے ایک لاکھ ہون اور پچیس قوی ہیکل ہاتھی اور نفیس تحفے لیکر گلبرگہ میں چلا آیا۔ ۷۶۳ھ میں سلطان محمد شاہ کرسی پر بیٹھا وضو کر رہا تھا۔ سوداگروں نے گھوڑے دکھائے جن میں کوئی گھوڑا اسکی سرکار و سواری کے لایق نہیں تھا تو اسنے سوداگروں سے کہا کہ تمہارے گھوڑے پادشاہوں کی سواری کے لایق و قابل نہیں ہیں تم کو سزا اور

لشکر و حفظ مملکت کے لئے سوائے خزانوں کے موجود رکھنے کے چارہ نہیں ہی اسلئے صلاح دولت
یہ ہے کہ بقدر کفاف روپیہ ملکہ جہاں کو دیا جائے اور باقی پھر خزانہ میں داخل کیا جائے کہ امور
بادشاہی میں کام آئے۔ ملک سیف الدین نے یہ کہا کہ جو کچھ ارکان دولت نے عرض کیا حق وصدق
ہے۔ بادشاہ کے لئے مال اور خزانہ رکھنا ضرور ہے مگر جو نقود کہ اس نیت سے خزانہ سے نکالے
گئے ہیں کہ راہِ خدا میں خرچ ہوں مناسب نہیں ہے کہ وہ پھر خزانہ میں داخل ہوں
محمد شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اُس نے کہا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے میرے باپ کو بے مال مملکت کے
ایسی پادشاہی کرامت فرمائی اگر وہ چاہے گا تو میرے بھی خزانے بغیر نگہبانی کرے گا ملکہ جہاں
کو ان خزانوں کے ساتھ روانہ کیا اور جب وہ واپس آئے تو خوشی کے مارے
ایک بڑا جشن کیا۔ ۷۶۶ھ میں جب ملکہ جہاں کا انتقال ہوا شوہر کے پہلو میں اوس نے
آرام کیا۔ جو فرقہ اس روپیہ کے بھیجنے سے ناراض ہوا تھا اُس نے رائے وجیانگر اور رائے
تلنگ کو اپنے اتفاق سے تقویت دی اور محمد شاہ کے مخالفت پر ترغیب و تحریص کی
بعض اُمرائے کبار ان رایوں سے باطناً ہمزبان ہوئے۔ رائے وجیانگر نے
محمد شاہ پاس آدمی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ قدیم الایام سے قلعہ رایچور و مدگل مع
مضافات کے کنار آب کرشنا تک وجیانگر کے رایوں کے ماتحت رہے ہیں اگر آپ کو
ہماری ہمسائگی کی اور اپنی بقاء شاہی کی آرزو ہو تو دوستی کے ساتھ آب کرشنا
کے کنارہ تک قلاع و پرگنات مجھے دیدیجئے تاکہ تمہارے ممالک شاہان دہلی کے صدمات
سے اور میرے عساکر کی نہیب کی آسیب سے محفوظ رہیں۔ ایسی ہی رائے تلنگ نے ایلچیوں کو دارالملک
بھمنی میں بھیجا کہ میرا بیٹا وناﺋک راؤ (ناگ دیو) مجھ سے سرکش ہو رہا ہے اور قلعہ کولاس
(یہ قلعہ سلطان علاء الدین کو پیش کش میں رائے تلنگ نے دیا تھا) کے اور اسکی مضافات
کے استرداد میں عازم جازم ہے۔ اب صلاح دولت اسی میں ہے کہ جنگ بغیر
اس محال کو مجھے دیدیں۔ تاکہ میں آپ کے ساتھ موافقت میں راسخ دم اور ثابت
قدم ہو کر آپ کے دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن رہوں۔ محمد شاہ نے

پادشاہ بہمنی کا نام اور تاریخ وقت انقسام۔ رایان وجیانگر (بیجانگر) و تلنگ کی
تحریک سے ہندو صراف نقصان کے سبب سکہ زر محمد شاہی کو کہ بے غل وغش تھا گلا ڈالتے
تھے اور چاہتے تھے کہ وجیانگر تلنگ کے زر مسکوک دکن میں رائج رہیں۔ جب محمد شاہ کو اسکی
اطلاع ہوئی تو اسنے چند دفعہ صرافوں کو تنبیہ کی مگر انہوں نے نہ مانا اس نے صرافوں کو
قتل کروڈالا۔ مگر اسپر بھی مسلمانوں کے سونے کے سکوں کا رواج دکن میں ہمیشہ نہیں رہا بلکہ ہندو کے
سکے جن کے نام ہون اور پرتاب تھے جاری رہے۔ غرض زر مسکوک پر دکن میں ہندو اور
مسلمان فرمانرواؤں کے درمیان بڑے جھگڑے رہے ایک دوسرے کے سکوں کو
گلاتا اور اپنے سکے چلاتا۔ محمد شاہ کو ترویج شریعت محمدی کا بڑا خیال تھا۔ اس نے
ہندوں کے زر مسکوک کو اپنی مملکت سے خارج کر دیا۔ رائے وجیانگر اور تلنگ اسکو صاحب داعیہ
جانکر خائف ہوئے۔ ایک فرقہ امرائے اسلام کا مکہ معظمہ کو نقود و خزانہ بھیجنے سے ناراض
تھا۔ اس خزانہ بھیجنے کی حکایت یوں بیان کیجاتی ہے۔

مکہ معظمہ خزانہ بھیجنا

جب سلطان علاء الدین مرگیا تو محمد شاہ ہر شب جمعہ کو اسکی قبر پر جاتا اور ہمیشہ باپ
کی تربت پر دو سو آدمیوں سے قرآن پڑھواتا۔ ملکہ جہاں والدہ سلطان محمد شاہ نے
اپنے تمام نقود و جواہر و زر خاصہ اپنے شوہر کی روح کی ترویح میں صرف کرڈے۔ ایکسال
بعد وہ حج کو روانہ ہوئی تو محمد شاہ نے چاہا کہ باپ نے جو مصلحت دنیوی کے لئے خزانے
جمع کئے تھے انکو ملکہ جہاں کے ہمراہ اماکن شریفہ کو بھیجدے کہ روح پدر کی ترویح کے لئے
وہ فقراء اور مساکین میں خیرات کرے۔ خزانچی نے حسب الحکم صندوق طلا و نقرہ سے
بھرے ہوئے حاضر کئے وہ تولے گئے تو انکی وزن سے چارسو من سونا اور سات سو من چاندی
وزن میں ہوا۔ بعض امراء اور ارباب حل وعقد نے معروض کیا کہ پادشاہ دہلی فیروز شاہ
تاربک جیسا اس مملکت کی انتزاع کے فکر میں لگ رہا ہے اور پادشاہوں کو مصالح

اور اسلحہ دار کہلاتے تھے۔ یکہ جوانان خاصہ چار ہزار تھے ان کا نام خاصہ خیل تھا مملکت کے ہر طرف دار کے خطاب یہ مقرر کئے۔ دولت آباد کے طرفدار کا خطاب مسند عالی اور برار کے طرفدار کا خطاب مجلس عالی اور بیدر و تلنگ کے طرفدار کا خطاب اعظم ہمایوں اور حسن آباد گلبرگہ اور بیجاپور کے طرفدار کو جو منصب وکالت رکھتا تھا ملک نائب اور جمیع ممالک محروسہ کے سپہ سالار اور امیر الامراء کا خطاب عنایت کیا۔ بلاد دکن میں یہ خطاب مدتوں تک جاری رہے جمعہ کے سوائے شب و روز وہ باپ کے تخت نقرہ پر وسط ایوان میں پہروں بیٹھتا تھا اور تعظیماً پہلے باپ کے تخت کو سجدہ کرتا کمال شوکت و صلابت سے دربار عام کرتا۔ اور لوازم جہانبانی میں مشغول ہوتا۔ جب ظہر کی اذان موذن دیتا تو وہ تخت سے اُٹھ جاتا اور مجلس ختم ہو جاتی۔ طبیعت اسکی غیور تھی وہ تخت پدر کے سجدہ سے جو تقرباً تھا دلگیر ہوتا۔ رائے تلنگ نے ایک سونے کا تخت شاہ دہلی کے لئے بنوایا تھا وہ اُس نے محمد شاہ کو دیدیا اس خاندان میں یہ تخت سو برس تک رہا اور تخت فیروزہ کے نام سے سارے دکن میں مشہور تھا اسکی پوشش فیروزہ رنگ کی تھی اس لئے فیروزہ اُسکا نام ہوا۔ وہ آبنوس اور سونے کا بنا ہوا تھا۔ ہر سلطان اپنی تخت نشینی میں اس کو جواہر سے مرصع کرتا۔ وہ تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا۔ جب وہ آخر کو شکستہ ہوا تو چار کروڑ روپیہ اسکی قیمت کا تخمینہ ہوا۔ محمد شاہ نے دربار عام میں اسے بچھوایا اور باپ کے تخت کو کونے میں لگا کے رکھ دیا۔ کوئی امیر اسکے سامنے بیٹھنے نہیں پاتا تھا سلطان فیروز شاہ کے عہد میں یہ تخت مدینہ بھجوایا گیا جہاں وہ ٹکڑے ہو کر سادات میں تقسیم ہوا۔

اسنے حکم دیا کہ زر پر سکہ لگائیں اور ہر روز پانچ دفعہ نوبت بجائیں دربار عام کے وقت سب آدمی زانو زدہ سر زمین پر رکھیں۔ بادشاہ بہمنیہ کے انقراض کے بعد دکن میں بادشاہوں کے چند فرقے صاحب خطبہ و سکہ ہوئے مگر اصلا کسی نے زر پر سکہ نہیں لگایا اس بادشاہ کے سونے کے سکے چار طرح کے تھے دو تولہ سے چند ماشہ تک ان کا وزن تھا۔ ایکطرف کلمہ طیبہ شہادت اور چار یاروں کا نام تھا اور دوسری طرف

شمال میں تھا اور خاندیس نربدا کے جنوب میں تھا۔ مغرب و مشرق و جنوب میں اس کے ہندوؤں کی سلطنتیں تھیں اس کی خود رعایا ہندو تھی اور دکن میں ہندوؤں کا اثر و رعب و داب بہت کچھ تھا۔

اس سلطنت جدید کا دشمن جیسا مشرق میں تلنگ تھا جسکو سب جانتے تھے اور جنوب میں کرناٹک تھا جو ایسا مشہور نہ تھا ان دونو ہندوؤں کی ریاستوں سے ہمیشہ اس کو خوف لگا رہتا تھا کرناٹک اپنی جون بدل کر وجیانگر یون بن گیا کہ ورنگل کے شاہی خاندان کی ایک شاخ نے جنوب میں اپنے خاندان کی ریاست کو جمایا اور تم بدرا ندی کے کنارہ پر وجیانگر کو بسایا اور اپنا نام کرناٹک کے نام کی جگہ زبان زد خلایق کرایا جو اس جزیرہ نما میں سب سے زیادہ اعلےٰ درجہ کی سلطنت ہوگئی اس کی مملکت کرشنا سے جنوب میں سمندر سے سمندر تک تھی۔ یہ ریاست اسلام کا ایک ہیبت ناک دشمن تھا بہمنی سلطنت کا دارالسلطنت گلبرگہ کا تھا جو ورنگل سے مغرب سے ایک سو پچاس میل پر تھا اور وجیانگر سے شمال میں ڈیڑھ سو میل تھا۔ تحفۃ السلاطین و سراج التاریخ و بہمن نامہ دکنی میں حسن کو سلطان بہمن شاہ ایران کی نسل میں بتا دیا ہے۔ اور شجرہ بھی بنا دیا ہے۔ یہی وجہ تسمیہ بہمنی ہونے کی بیان کی۔

فرشتہ نے اس کے خاندان کے لئے جو تشی برہمن کی کہانی بنائی ہے جو دل لگی سے خالی نہیں مگر شیخ سے خالی معلوم ہوتی ہے۔ اب ان دونوں باتوں میں فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ۔ شعرا اور مورخین نے خوشامدگوئی سے حسن کے سلسلہ نسب کو شاہان کیان تک پہنچایا فرشتہ نے اسکو ایک کہانی بنا کے ایک برہمن کا مزدور بنایا۔

سلطنت محمد شاہ بن سلطان علاء الدین حسن

سلطان محمد شاہ اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ وہ عقل و شجاعت و سخاوت سے انصاف رکھتا تھا اس نے بادشاہ ہو کر اسباب تجمل و آلات شوکت پادشاہی میں اعلےٰ درجہ کی سعی کی تو اپنی ویساولوں کو بڑھایا اس کے اسلحہ خاص کو دو سو آدمی اٹھاتے تھے

سے خالی ہیں اُن کی تسخیر کے لئے پادشاہ نہضت کرے۔ سلطان علاءالدین حسن نے ملک سیف الدین غوری کی حسن رائے کی تحسین کی اور عمادالملک تاشکندی و مبارک خاں لودی کو کہ امرائے عظام میں تھے۔ کرناٹک کی جانب روانہ کیا۔ انہوں نے اب تاولی کری تک ملک کو تاخت و تاراج کیا اور اس نواح کے رایوں سے یہ چیزیں لیں۔۔ دو لاکھ اشرفی طلائی جن کا دو ہزار تولہ سونا ہوتا ہے۔ اور جواہر و مروارید اور بہت آلات اور اسباب اور دو سو نامی ہاتھی اور ایک ہزار کنیز رقاص و سازندہ۔

بعد ازاں برسات کے شروع میں معاودت کی ملک سیف الدین غوری کے استصواب سے سلطان نے اس لشکر کا سامان درست کرکے ۷۵۸ھ میں گلبرگہ سے دولت آباد روانہ کیا۔ بالاگھاٹ میں جب سپاہ کی موجودات لی گئی تو پچاس ہزار سوار نیزہ گذار شمار میں آئے ان کو ندربار اور سلطان پور کی طرف سے مالوہ بھیجنا چاہا۔ اہل گجرات نے سلطان علاءالدین کے بلانے کے لئے اصرار کیا۔ سلطان نے یہ خیال کرکے کہ مالوہ اور گجرات جانا برابر ہے اپنے بیٹے شاہزادہ محمدؐ کو پہلے گجرات روانہ کیا۔ اور خود آہستہ آہستہ پیچھے چلا جب یہ شاہزادہ قصبہ نوساری میں آیا تو شکار کے لئے جانور بہت دیکھے باپ کو بھی یہاں بلالیا یا وہ یہاں آنکر شراب و کباب میں ایسا مصروف ہوا کہ اوسکو ہیضہ ہوا جس سے وہ چھ مہینے بیمار رہ کر ۵۔ ربیع الاول ۷۵۹ھ کو، ۶۷ سال کی عمر میں اس دنیا سے رحلت کی۔ گیارہ سال دو ماہ سات روز سلطنت کی۔

دکن میں ایک نئی سلطنت مملکت مسلمانوں کی پیدا کر گیا جو ایک زمین مرتفع کا مربع تھا جس کا ہر ایک ضلع تین سو میل لمبا تھا وہ مہاراشٹر یعنی مرہٹوں کے ملک کے مشابہ تھا۔ اوس کا کوئی مخرج سمندر میں نہ تھا شمال میں دریائے نربدا اور مغرب میں مغربی گھاٹ جنوب میں دریائے کرشنا تھے مشرق میں گونڈوانہ کے جنگل اور مملکت تلنگ تھی اور مالوہ اور خاندیس کے واسطے سے وہ ہندوستان سے بھی پیوند رکھتی تھی یہ دونوں ملک بھی دہلی کی سلطنت سے جدا ہو کر اپنی مطلق العنان حکومت جما رہے تھے۔ مالوہ نربدا کے

اُسنے اُسکی امداد کی تھی اسکے ساتھ مدارا اور مواسا رکھتا تھا وہ اخلاق بادشاہی سے شرمندہ ہوکر اخلاص و اطاعت کا اظہار کرتا تھا اور پادشاہ دہلی کو باج وخراج جسکے دینے کا وعدہ کرلیا تھا ہرسال خزانہ عامرہ میں بھیجتا تھا۔ جب علاءالدین حسن کا کوئی معاند ومنازع کسی گوشہ میں نہیں رہا تو اس نے امرا اور ارکان دکن کو ایک انجمن میں جمع کیا اور کہا کہ حق سبحانۂ تعالےٰ نے مجھے ایسی بے قیاس دولت ارزانی فرمائی اور لشکر دہلی کا خلاصہ کہ ملک دکن کی حفاظت کیلئے اس طرف آیا تھا۔ محض عنایت یزدانی سے میرے علم کے نیچے مجتمع ہوا۔ میرے دلمیں یہ آتا ہی کہ میں جس طرف توجہ کرونگا افواج فتح وفیروزی میرا استقبال کرینگی اس صورت میں بہتر یہ ہی کہ ملک گیری میں مشغول ہوں اور حسن آباد گلبرگہ سے اپنے سمند خوشخرام کو جلوہ دوں اُور آب پونہ سے قلعہ ادولی تک اور سیت بن رامیشور سے ولایت ملیبار تک اپنے تصرف میں لاؤں اور بعد ازاں گوالیار کی جانب اپنے لشکر کو لیجاکر عرصۂ مالوہ وخطۂ گجرات کو اپنے خطبہ و سکہ سے بلند مرتبہ کروں۔ ملک سیف الدین نے عرض کیا کہ ولایت کرناٹک اشجار و انہار سے پرہے اور ہوامیں رطوبت کو غلبہ ہے خصوصاً ایام برسات میں ہمارے لشکر کے ہاتھی گھوڑے و شتر گاؤ۔ اور جمیع حیوانات اس ولایت کے پرورش یافتہ ہیں کہ جنکی ہوا کرناٹک کی ہوا کی ضد ہے اگر مدتوں تک اس ملک میں رہینگے تو ان کو جینا نہایت دشوار ہوگا پادشاہ علاءالدین خلجی اور سلطان محمد تغلق شاہ کے عہد میں دو تین دفعہ دھور سمندر پر لشکر کشی ہوئی تھی۔ حیوانات صامت وناطق کے دس حصوں میں سے ایک حصہ بھی سلامت بچ کر نہ آیا تھا۔ یہ ولایت اس قابل نہیں ہے کہ پادشاہ خود جائے۔ بلکہ اول ایک جماعت کرناٹک کی اس سرحد پر بھیجے جس کی ہوا سے اس ملک کی ہوا سے فی الجملہ موافقت رکھتی ہو اور ان عدو کے گردن کش راجاؤں نے اب تک تحفے و ہدیئے اور ایلچی پادشاہ کی درگاہ میں نہیں بھیجے ہیں اور رابطۂ اخلاص ویکجہتی نہیں پیدا کیا ہے وہ غازیان اسلام کی ضرب شمشیر سے مطیع ومنقاد کرے اور باج وخراج لے اور انکی طرف سے خاطر جمع کرے اور اس وقت کہ تخت گاہ دہلی کمال بے رونق ہو رہا ہے اور مالوہ وگجرات وگوالیار امرا، کے وجود

بادشاہ بنائیں ہم اوسکی اطاعت کو حاضر ہیں ناصر الدین نے کہا کہ حسن گانگوی تاج وتخت کے لایق ہے یہ رائے اسکی سب خاص و عام کو پسند آئی ۷۴۸ھ میں تاج شاہی اسکے سر پر رکھا گیا اور چتر سیاہ کہ جس پر خلفاء عباسیہ کا نشان ہے تیمناً و تبرکاً اس کے سر پر رکھا گیا اور مملکت دکن میں اس کا خطبہ و سکہ جاری ۔ علاء الدین حسن گانگوی بہمنی خطاب ہوا ۔ گلبرگہ کا نام حسن آباد رکھا ۔ مگر اس چتر سیاہ کے سبب سے لوگ یقین کرتے ہیں کہ اس کا مذہب شیعہ تھا باوجود کم آبی اور بے صفائی کے اس موضع کو اپنے لئے مبارک سمجھتا تھا اسلئے اسکو پائے تخت بنایا اور اپنے ممالک محروسہ کا دفتر محاسبہ گانگوی بہمن کو سپرد کیا وہ سلطان محمد تغلق کی ترک ملازمت کرکے اُس پاس آگیا تھا ۔ طغرائے فرامین و نقش نگیں میں اسطرح سے اپنے اسم کا جزو بنایا کہ کمترین بندہ حسن حضرت سبحانی علاء الدین حسن گانگوی بہمنی مشہور ہے کہ اس سے پہلے شہریاران اسلام کی ملازمت برہمن نہیں کرتے تھے ۔ یہی پنڈت گانگوی پہلا برہمن تھا جسنے مسلمانوں کی نوکری کی اور ۱۰۱۶ تک ممالک ہندوستان کے برخلاف دکن میں یہ رسم جاری رہی کہ پادشاہان دکن کا دفتر اور ولایات کی محرری برہمنوں کو سپرد ہوئی تھی ۔ علاء الدین حسن نے اپنی حُسن تدبیر و رائے صائب و ضرب شمشیر سے تھوڑی مدت میں اس قدر ملک دکن کو فتح کرلیا جس قدر پادشاہ محمد تغلق کے آخر عہد میں اسکے امراء کے تصرف میں تھا امرائے تغلق و افغان و راجپوت کہ سلطان تغلق کی جانب سے قلعہ بیدر و قندہار میں تھے انکو لطف و ملائمت سے مطیع و منقاد کیا دونو حصاروں پر اپنا قبضہ کیا ۔ کولاس مع مضافات رائے ورنگل سے لے لیا ۔ اور اس کے ساتھ محبت کا طریقہ مسلوک کیا گلبرگہ میں مسجد و قلعہ کو کہ شکستہ ہو رہی تھی تھوڑے عرصہ میں ان کو تیار کرالیا ۔

اسمٰعیل فتح جو منصب امیر الامرائے سپہ سالاری کا رکھتا تھا وہ ملک سیف الدین غوری کی وکالت و نیابت سے ناراض ہوکر علاء الدین کے جان کے درپے رہنے لگا جس کے سبب سے پادشاہ نے بعد تحقیق کے اسکو قتل کیا مگر اسکے فرزندوں کی تعظیم و تکریم کی جس کے سبب سے بادشاہ کا استقلال و استیلا ایک سے ہزار ہوگیا رائے تلنگ کہ مدت سے سرکشی کر رہا تھا اور پادشاہ اس سبب سے کہ

اور محمد شاہ کی جنگ ہوئی جس میں ناصر الدین کو شکست ہوئی حسن گانگوئی اور تمام سرداران دکن کی یہ صلاح ہوئی کہ جنگ صف مصلحت نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ ناصر الدین شاہ حصار دولت آباد میں چلا جائے۔ اور حسن گانگوئی بارہ ہزار سوار لیکر قلعہ گلبرگہ چلا جائے۔ تاکہ لشکر شاہی جس طرف متوجہ ہو اُس کی دفع میں کوشش کیجائے۔ باقی امرا جابجا اپنے اقطاع میں حفظ پرگنات کریں اور ایک دوسرے کی مدد کرنے میں قصور نہ کریں۔ پادشاہ نے عماد الملک کو حسن گانگوئی کے پیچھے بھیجا اور خود دولت آباد فتح کرنے گیا پادشاہ کو تو ایک ضرورت کے سبب سے دولت آباد سے مراجعت کرنی پڑی اور حسن گانگوئی تیس ہزار سوار کارگذار لیکر قلعہ احمد آباد بیدر کی طرف گیا یہاں عماد الملک ترکمان المخاطب بہ سرتیز لشکر گراں کے ساتھ پڑا ہوا تھا طرفین نے اپنے لشکر گاہوں کے گرد خندق کھودی۔ بیس روز تک آمنے سامنے لشکر پڑے رہے لڑنے پر کسی کی جرأت نہ ہوئی۔ مملکت تلنگ کے راجہ نے کہ سلطان محمد تغلق کے خون کا پیاسا تھا۔ کولاس سے پندرہ ہزار پیادہ حسن گانگوئی کی مدد کو بھیجے ناصر الدین شاہ نے بھی دولت آباد سے پانچہزار سوار مع خزانہ کے اسکی کمک کو روانہ کئے غرض جب یہ سامان جمع ہوا تو عماد الملک اور حسن گانگوئی کی جنگ عظیم ہوئی اور عماد الملک مارا گیا اوس کا لشکر پریشان ہوا کچھ قلعہ احمد آباد بیدر میں آیا۔ بعض قلعہ قندہار کو چلے گئے کچھ منڈو کو ہزار خرابی سے پہنچے۔ حسن گانگوئی اس فتح کے بعد بہت سامان کے ساتھ ناصر الدین شاہ کی امداد کے لئے دولت آباد گیا جو امرا کہ سلطان تغلق کی طرف سے دولت آباد کے محاصرہ میں مصروف تھی وہ عماد الملک کے کشتہ ہونے سے اور حسن گانگوئی کے خوف سے دہلی اور گجرات کو چلدیئے ناصر الدین نے حسن گانگوئی کی طرف خلقت کی رجوع دیکھی تو جمیع امرا کو بلایا اور ان سے کہا کہ اب میں پادشاہی کے سزاوار نہیں رہا بوڑھا ہوگیا ہوں عشرت و فراغت کی طرف میری رغبت ایسی ہے کہ میں ملک داری کی پروا نہیں رکھتا اول میں نے امیروں کی خاطر سے اس امر خطیر کو قبول کیا تھا اب مجھے معذور رکھو اور دوسرے کی طرف رجوع کرو۔ امیروں نے عرض کیا کہ جس کو آپ فرمائیں

تقریب ڈھونڈھتا ۔جب بادشاہ تغلق دکن میں گیا تو حسن نے قتلق خاں کی رفاقت اختیار کی اور یہیں دکن میں رہ گیا ۔جب سلطان محمد تغلق نے امراء صدہ پر عتاب اس سبب سے فرمایا کہ ان کو گجرات میں بلایا تھا انھوں نے آنے میں تاخیر کی اور دوم باغیان گجرات کو پناہ دی ان کے قتل کا حکم دیا جب یہ آواز جان خراش امیران صدہ کے کان میں آئی تو انہوں نے اپنی انجمن بنائی اور اس میں کہا کہ پادشاہ محمد تغلق بیگنا ہوں کو بے پرسش قتل کرتا ہے اور بزرگ گناہوں سے منسوب کرتا ہے جب ہم اوس کی نظر کے سامنے جائیں گے تو وہ کچھ گناہ گار اور بے گناہ میں تمیز نہیں کریگا ہمارے قتل کا حکم دے گا ۔بس مناسب یہ ہے کہ دکن سے کہیں نہ جائیں اور اپنے تئیں گوسفند کی طرح دست و پابستہ قصاب کو نہ حوالہ کریں اور جان کو مفت ورائگاں نہ جانے دیں وہ دولت آباد چلے گئے یہاں کی رعایا پادشاہ کے غضب و کشش سے جان سے عاجز ہو رہی تھی وہ امیران صدہ سے مل گئی ۔غرض ایک ایسا فتنہ اٹھایا کہ جس کے علاج سے سلطان عاجز آیا ۔ان تمام فسادوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین مہینے کے عرصہ میں ملک دکن جو برسوں میں فتح ہوا تھا سلطان محمد تغلق کے قبضۂ اقتدار سے نکل گیا اس کا سبب امیران صدہ ہوئے تھے انہوں نے آپس میں مشورہ کرکے کہا کہ اس قسم کے امور بے سردار اور حاکم کے صورت پذیر نہیں ہوتے شرط عقل یہ ہے کہ اپنے ہی میں سے کسی کو پادشاہ بنائیں تاکہ مہمات کی صورت و رونق پیدا کریں ۔ ؎

سراں جملہ گفتند بالاتفاق ۔۔۔ کہ بے شاہ سست است ہر اتفاق

ہم از ما بگردد یکے مردسر ۔۔۔ بہ بندیم ما جملہ پیشش کمر

سب نے اسمٰعیل فتح افغان کو جو امراے دوہزاری سے تھا امیر الامراء سپہ سالار بنایا ناصر الدین شاہ کا خطاب دیا ۔حسن گانگوئی کو خطاب ظفر خانی کا ملا ۔ کرئی دراسے باغ مرنج وکلہر ۔وحسن آباد گلبرگہ ۔اس کو جاگیر میں ملے ۔حصار ۔گلبرگہ کا حاکم بھیرون راے تھا جو محمد تغلق شاہ کے معتبر نوکروں میں تھا اس کو مارکر حسن مستقل ہوا ۔ ناصر الدین

ان میں زیادہ تر جو مشہور ہیں وہ نقل ہوتے ہیں۔ دارالخلافہ دہلی میں گانگوئی برہمن (بہمن) ایک منجم تھا جو شاہزادہ محمد تغلق کا مقرب تھا اس کا نوکر حسن تھا جو نہایت فلاکت سے گذران کرتا تھا۔ ایک دن تنگی معاش سے تنگ ہو کر اس نے گانگوئی سے خدمت و شغل کی درخواست کی۔ گانگوئی نے ایک بیلوں کی جوڑی اور دو مزدور اور حوالی دہلی میں کچھ زمین غیر آبادی کہ اس میں زراعت کر کے وہ اپنی اوقات فراغت سے بسر کرے جس زراعت و قلبہ رانی میں مشغول ہوا۔ اتفاق سے حسن کو قلبہ رانی میں طلائی اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک ظرف زمین کے اندر سے ہاتھ لگا اوسکو وہ گانگوئی بہمن کے پاس لے گیا اور حقیقت حال کو عرض کیا گانگوئی نے اوسکی امانت دیانت پر تحسین و آفریں کی۔ یہ حال گانگوئی نے شہزادہ محمد تغلق سے اور شہزادہ نے اپنے باپ بادشاہ غیاث الدین سے عرض کیا۔ بادشاہ نے مرحمت خسروانہ سے امیران صدہ کے سلسلہ میں اسکو منتظم کیا۔ ایک دن حسن کے زائچہ طالع کو گانگوئی نے ملاحظہ کر کے کہا کہ تو صاحب اقبال اور درجہ اعلیٰ پر پہنچے گا بس اب مجھ سے تو یہ شرط کر کہ جب بخشندۂ بے منت تجھے دولت عظمیٰ ارزانی کرے تو تو میرے نام کو اپنے نام کا ایک جزو بنائے۔ تاکہ تیرے نام کی برکت سے میرا نام بھی بقاء دوام حاصل کرے حسن نے یہ بات قبول کی۔ ابھی دولت ملی بھی نہ تھی کہ اوس نے اپنی مہر میں اسکے نام کو اپنا جزو نام بنا کے کندہ کرایا اب وہ حسن گانگوئی بہمنی کے نام سے مشہور ہوا یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی دعوت میں شاہزادہ محمد تغلق آیا تھا۔ جب دعوت ختم ہوئی اور دسترخوان اوٹھ گیا تو وہ شہزادہ چلا گیا پھر حسن گنگوئی بہمنی حضرت کی خانقاہ کے دروازہ پر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ سلطانے رفت و سلطانے آمد۔ خدمت گار کو بھیجکر حسن کو بلایا اور شیخ نے اس کے حال پر بہت التفات کی اور خاص اپنی روٹی اس کو کہلائی اور کہا کہ چتر شاہی ایک مدت دراز اور محنت کے بعد دکن میں تجھے نصیب ہوگا حسن گانگوئی بہمنی کو اس بشارت سے حکومت دکن کا سودا سر میں پیدا ہوا اس لئے وہ دکن میں رہنے کی

نمبر شمار	اسمائے سلاطین	مدت سلطنت	تاریخ وفات
۱	علاء الدین حسن شاہ گانگوئی بہمنی	۷۴۵ھ / ۱۳۴۷ء - ۱۳۵۸	۱۰۔ فروری ۱۳۵۸ء
۲	محمد شاہ اول	۷۵۹ھ / ۱۳۵۸ء - ۱۳۷۵	۲۱۔ مارچ ۱۳۷۵ء
۳	مجاہد شاہ	۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء - ۱۳۷۸	۱۴۔ اپریل ۱۳۷۸ء
۴	داؤد شاہ	+ ۱۳۷۸	۱۹۔ مئی ۱۳۷۸ء
۵	محمود شاہ اول	۷۸۰ھ / ۱۳۷۸ء - ۱۳۹۷	۲۰۔ اپریل ۱۳۹۷ء
۶	غیاث الدین	+ ۱۳۹۷	۱۵۔ نومبر ۱۳۹۷ء
۷	شمس الدین شاہ	+ ۱۳۹۷	۱۵۔ نومبر ۱۳۹۷ء
۸	فیروز شاہ	۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء - ۱۴۲۲	۱۵۔ ستمبر ۱۴۲۲ء
۹	احمد شاہ ولی (خانخاناں)	۸۲۵ھ / ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵	۱۹۔ فروری ۱۴۳۵ء
۱۰	علاء الدین شاہ دوم	۸۳۸ھ / ۱۵۳۵ء - ۱۴۵۷	۱۴۵۷ء
۱۱	ہمایوں ظالم	۸۶۲ھ / ۱۴۵۷ء - ۱۴۶۱	۳۔ ستمبر ۱۴۶۱ء
۱۲	نظام شاہ	۸۶۵ھ / ۱۴۶۱ء - ۱۴۶۳	۲۹۔ جولائی ۱۴۶۳ء
۱۳	محمد شاہ	۸۶۷ھ / ۱۴۶۳ء - ۱۴۸۲	۲۴۔ مارچ ۱۴۸۲ء
۱۴	محمود شاہ دوم	۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء - ۱۵۱۸	۸۔ اکتوبر ۱۵۱۵ء
۱۵	احمد شاہ دوم — نام کے بادشاہ	۹۲۴ھ / ۱۵۱۸ء - ۱۵۲۰	۱۵۲۰ء
۱۶	علاء الدین شاہ سوم	۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء - ۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء	معزول ۱۵۲۲ء ہوا
۱۷	ولی اللہ	۱۵۲۲ - ۱۵۲۲	+
۱۸	کلیم اللہ	۱۵۲۵ - ۱۵۲۷	+

علاء الدین حسن گانگوئی بہمنی

سلطان علاء الدین حسن گانگوئی بہمنی کی اصل ونسب کے باب میں اقوال مختلفہ یہ ہیں

سنہ ۱۳۲۱ء میں اس نے اپنے بڑے بیٹے الغ خاں کو ورنگل کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے دار السلطنتہ کا سخت محاصرہ کیا۔ محصورین عنقریب فتح ہونے کو تھے کہ ایک جھوٹی بات لوگوں نے شرارت سے مشہور کردی کہ سلطان مرگیا۔ جس کے سبب سے سپہ سالار بھاگ گئے۔ سپاہ کا انتظام بگڑ گیا محصورین نے سخت حملہ کرکے محاصرین کو بھگا دیا۔

سنہ ۱۳۲۲ء میں سلطان پھر بڑتاب رودر سے لڑا اور کامل فتح پائی ورنگل فتح ہوگیا اور راجہ مقید ہوکر دہلی بھیجا گیا۔ سنہ ۱۳۲۵ء میں سلطان غیاث الدین کی جگہ سلطان محمد تغلق پادشاہ ہوا سنہ ۱۳۳۸ء میں دکن میں مسلمان سپہ سالار نے علم بغاوت بلند کیا اس کی سرکوبی کے لئے شہنشاہ دہلی نے لشکر کو روانہ کیا اس کے خوف سے سرکش سپہ سالار عیلی میں بھاگ گیا جو وجیانگر کے قریب تھا۔ یہ راجہ ایسا قوی تھا کہ لشکر شاہی اس کا کچھ نہیں کرسکتا تھا اس لئے وہ مجبور واپس آیا۔ سرکش سپہ سالار ہوس بلال راجہ تانور پاس میسور میں چلا گیا یہاں کا راجہ آپ لشکر شاہی سے مجبور ہو رہا تھا اس لئے اس نے مفرور سرکش کی تواضع و مدارات نہیں کی اس کو گرفتار کرکے اسکے آقا کو حوالہ کیا جس نے بغاوت کی سزا یہ دی کہ اسکی زندہ کھال کھچوائی۔

سنہ ۱۳۳۸ء یا ۱۳۳۹ء میں محمد تغلق نے دہلی سے دار السلطنت کو دیوگری میں منتقل کیا اور اس کا نام دولت آباد رکھا۔ سنہ ۱۳۴۱ء میں ملیبار میں بغاوت ہوئی جس کے مٹانے کے لئے سلطان چلا مگر راہ میں ایسا بیمار ہوا کہ دار السلطنت کو واپس آیا۔

تین برس بعد دکن میں پھر بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں مسلمانوں کے علاقوں میں آپس میں جوتی پیزار ہونے لگی اس کا آخر کار نتیجہ یہ تھا کہ دولت آباد کے حاکم نے اپنے مطلق العنانی کا اعلان کیا اور شاہی لشکر کو شکست دی اور اول خاندان بہمنیہ کی سلطنت کی بنیاد کی افتاد پڑی جسکا بیان مفصل نیچے لکھتے ہیں۔

وقائع شاہان حسن آباد گلبرگہ و احمد آباد بیدریہ جو سلاطین بہمنیہ مشہور ہیں

فہرست دکن کے بہمنی پادشاہوں کی

ساتھ کی۔

دکن کو پھر ۱۳۰۹ء میں سلطان علاء الدین نے ملک کافور کو بھیجا کہ ورنگل کے گپتی راجہ رودر کو مغلوب کرے۔ رودر کا عرف پرتاب رودر دوم ہے اس مہم میں ملک کافور کامیاب ہوا ورنگل کو اُس نے فتح کرلیا۔ راجہ نے شرائط کے ساتھ صلح کرلی۔ اس کا بیان حضرت امیر خسرو نے تاریخ علائی میں بہت اچھی طرح کیا ہے۔ دوسرے سال پھر ملک کافور دوارسمدر کے مغلوب کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ مستعد سپہ سالار بہت جلد دیوگری میں گذرتا ہوا ساحل ملیبار پر پہنچا۔ اس مہم کی یادگار میں سیت بن رامیشور میں مسجد تعمیر کی اس نے دوارسمدر کو حملہ کرکے لے لیا۔ نہایت مشہور بیل بیدو کی مندر کو لوٹا اور دہلی چلا آیا۔

۱۳۱۲ء میں دیوگری کے یدووں نے پھر فساد مچایا۔ رام دیو کا بیٹا سنکر یہاں راج کرتا تھا اسکے مطیع کرنے کے لئے ملک کافور پھر بھیجا گیا۔ لڑائی میں پھر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اس میں راجہ کی جان گئی۔ چار سال بعد سلطان علاء الدین نے انتقال کیا اور ملک کافور قتل ہوا۔

۱۳۱۷ء میں دہلی کا پادشاہ مبارک خلجی ہوا اول کام اس کا یہ تھا کہ تیسری دفعہ دیوگری سے ہنگامۂ رزم کو گرم کرے۔ اس نے ہربال دیو کو پکڑلیا وہ رام دیو کا داماد تھا۔ اس کی زندہ کھال اُتروائی۔ حضرت امیر خسرو نے نہ سپہر میں یہ حال مفصل لکھا ہے کہ خسرو خاں عرف ملک خسرو نے کس طرح راجہ ورنگل کو شکست دی۔ مگر تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر نہیں ہے مگر یہ لکھا ہے کہ راجہ تلنگ مین ورنگل میں گیا اور اطاعت اختیار کی۔ آخر میں یہ لکھتا ہے کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور وہ راجہ کا تمام مال اسباب منقول لے کر واپس چلے آئے۔

۱۳۲۱ء میں مبارک کو ملک خسرو نے قتل کیا اور ملک خسرو کو غازی خاں تغلق حاکم لاہور نے مارڈالا اور وہ ارکان سلطنت کے انتخاب سے غیاث الدین کے لقب سے بادشاہ ہوا

ملکوں پر ہاتھ صاف کرتے تھے اور پرانے بنسوں کو تبس نہس کرتے تھے کہ دکن میں مسلمانونکی قوت کا ظہور ہوا جس نے ہندوؤں کی ساری سلطنتوں کو خاک میں ملادیا اس مختصر بیان کو نقشہ کے ساتھ پڑہو تو خوب سمجھ میں آئیگا۔

دکن اور دہلی کے مسلمان پادشاہوں کا بیان اس زمانہ تک کہ مسلمانوں کی جداجدا سلطنتیں قائم ہوئیں۔ اگرچہ ہمنے دہلی کے پادشاہوں کے ذکر میں انکی مہمات دکن کا بیان لکھ دیا ہے مگر اب ایک مختصر بیان اس مہمات کا تاریخ دکن میں مقدمہ کے طور پر لکھتے ہیں۔ کلاچوری کے مغلوب ہونے کے بعد انکی سلطنت کا جنوبی حصہ ہوئے سل بلالوں کے اور دوارسمدر کے یدوؤں کے ہاتھ آیا اور شمالی حصہ پر ایک اور یدو کا خاندان قابض ہوا۔ جنہوں نے آخر میں اپنا دارالقرار دیوگری (مسلمانوں کا دولت آباد) ٹھیرایا۔ یہاں رامچندر جس کو رام دیو بھی کہتے ہیں ۱۲۷۱-۱۳۰۹ سنہ میں راج کرتا تھا اور اس کی مملکت میں زمانہ حال کی احاطہ بمبئی کا سارا وسط وجنوب کا ملک شامل تھا۔ ۱۲۹۴ سنہ میں دہلی کے پادشاہ سلطان جلال الدین خلجی کے بھتیجے سلطان علاؤالدین خلجی نے دکن پر حملہ کرنے کے لئے بسم اللہ پڑہی تھی اسنے رام دیو پر حملہ کیا راجہ شکست پاکر قلعہ دیوگری میں بھاگ گیا۔ اس کا شہر سارا لٹ گیا۔ رام دیو نے صلح کا پیغام بھیجکر علاؤالدین کو مراجعت پر راضی کرلیا۔ مگر اس کا بیٹا بہت سا لشکر لیکر دارالسلطنة میں آگیا۔ پھر لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتحیابی ہوگئی۔ پھر رام دیو نے پہلی کی نسبت سخت شرائط پر صلح کرکے فتحمندوں کو مراجعت پر راضی کرلیا۔ ۱۳۰۶ سنہ میں رام دیو نے خراج کے ادا کرنے سے انکار کیا۔ اب علاؤالدین خود دہلی میں پادشاہ ہوگیا تھا۔ اُس نے اپنے ایک نہایت عمدہ غلام خواجہ سرا ملک کافور کو ایک لاکھ سوار دیکر بھیجا کہ دکن کو مفتوح کرے وہ دیوگری میں آیا۔ رام دیو میں مقابلہ کی قوت نہ تھی اس لئے اُس نے اطاعت اختیار کی اور ۱۳۰۶ سنہ میں خود دہلی گیا جہاں اس کا اعزاز واحترام ہوا اور اس کے ساتھ یہ فیاضی برتی گئی کہ اس کا ملک اسی کو پھر دے دیا گیا وہ اپنی آخر عمر تک خراج دیتا رہا۔ ۱۳۰۹ سنہ میں ملک فور جب ورنگل کو فتح کرنے آیا ہے تو اس کی مہمانداری بہت تپاک (وتواضع کے

حکومت کی جو بلیا تم کے اضلاع کے مشرق میں ساحل پر تھے اگرچہ وہ مطلق العنان اور قوی تھے مگر ایک چھوٹی سی ریاست ہوئے سال بلال کی ایسی بڑھ گئی تھی کہ اوس کے حملوں کا اثر اس پر بھی پہنچنے لگا تھا اور اُس نے اپنے گرد نواح کی سلطنتوں کو غارت کر کے الٹ پلٹ کر دیا تھا۔

۱۰۲۲ء میں چولا اور چلوکالوں کے خاندان میں باہم شادی بیاہ کے ایسے ناتے رشتے ہوئے کہ چولا کے فرمان دہ کو کُل مشرقی چلوکاؤں کی سلطنت ہاتھ لگ گئی اسکے بعد سمت ۱۱۳۵ و ۱۰۷۸ء میں یہ ہوا کہ راجندر کلوٹ وٹنگا جو راجہ مذکور کا جانشین ہوا۔ تو اُس نے پلووں کی سلطنت کو بالکل مغلوب کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ راجندر نے پانڈیان کے ملک کو بھی فتح کر لیا اور فرماں رواؤں کا ایک نیا خانداں چولا پانڈیان مدورا میں قائم کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ہوئے سل بلالوں نے کونکو راجاؤں کے راج کو تیس نیس کر دیا اور ان کا سارا ملک لے لیا۔ جس سے دکن میں معاملات ملکی میں ایک زلزلہ پڑ گیا۔ جس کا آخر کو انجام یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے لئے چولاؤں کو سلطنت عامہ ہاتھ آگئی انکو ہوئے سل بلالوں نے میسور میں گھاٹوں میں روکا۔

تیرہویں صدی کے آخر میں اس آخر سلطنت نے کدمبوں اور کال چوریوں پر فتح حاصل کر کے اپنی سلطنت کی شان و شوکت کو بہت بڑھا لیا۔ ۱۱۸۰ء میں مغربی چلوکاؤں کی سلطنت کو کچھ تو کدمبول کے ساتھ لڑائی نے اور کچھ بلال لون کی ترقی نے بالکل نیست و نابود کر دیا اس سبب سے بھی چولاؤں کی سلطنت کو رونق ہو گئی کچھ تھوڑے عرصہ کے بعد چولاؤں کے ہاتھ تلے سے شمالی ملک نکل گیا اسکو ورنگل کے گنپتوں نے لے لیا۔

تیرہویں صدی میں دکن میں تین بڑی سلطنتیں تھیں چولاؤں کی اور پانڈیانوں کی اور بلال لوں کی۔ اول دو سلطنتیں ضعیف ہوتی جاتی تھیں اور تیسری سلطنت جلد جلد قوت پکڑتی جاتی تھی۔ گھاٹوں سے بلال لون اترتے تھے اور میدانی

شروع کیا۔ کانجی کے فرمان روایوں کو لڑ لڑ کر شکستیں دیں اور اونہوں نے ہمیشہ چلوکا سے اور اور ہمسایوں سے فساد عناد کا ہنگامہ گرم کیا ان کا ملک دکن میں جنوب مغرب اور شمال میسور میں تھا۔ اس زمانہ کے راشٹر کوٹ نے چلوکا کی سخت مزاحمت کی۔ یہ تحقیق نہیں معلوم کہ یہ راشٹر کوٹ آریا چھتری یعنی راجپوت تھے جو شمال سے مثل چلوکا کے نقل مکان کر کے چلے آئے تھے۔ یا دراوڑی بنس کے تھے جن کو چلوکا نے مغلوب کرنے کے بعد اپنے میں ملا لیا تھا فقط راشٹر کوٹ جو لڑائیاں لڑے اُن کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو صدیوں میں یعنی سنہ ۷۵۰ء سے سنہ ۹۷۳ء تک مغربی چلوکا بالکل مغلوب ہو گئے اور راشٹر کوٹ کی قوت و قدرت بہت جلد زیادہ بڑھ گئی۔ راشٹر کوٹوں نے جنوب میں فتح کرنے کی کوشش نہیں کی اون کو سنہ ۹۷۳ء میں مغربی چلوکاؤں نے بالکل غارت و تباہ کر دیا۔ دفعتہً ان مغربی چلوکاؤں کا عروج ہو گیا۔ راشٹر کوٹوں کے مغلوب و تباہ ہونے سے رٹ مہا منڈلیسوروں کے بھی دن پھر گئے کہ اونہوں نے بھی اپنا جلوہ دکھایا اور اپنے خاندان کو سنہ ۱۲۵۰ء تک صحیح و سلامت رکھا اسی زمانہ کے قریب سلاہار اور سنڈا کی قومیں نمودار ہوئیں اور رٹ کی طرح اُنہوں نے بھی اپنے خاندان کو مطلق العنان بنایا اور کئی صدیوں تک اون کو قائم رکھا۔ سنہ ۱۲۱۲ء میں دیوگیری کے یدووں نے سلاہار کو تباہ کیا سنہ ۱۲۳۰ء کے سنڈا کا نام نہیں سنا گیا۔

گیارہویں صدی کے وسط میں دفعتہً جب چلوکاؤں کا اقبال یاور ہوا ہے اس سے دو سو برس پہلے کا تاریخی حال دکن کا بہت کم معلوم ہے اس صدی کی ابتدا میں مشرقی چلوکا بالکل اس ملک کے مالک تھے جو ساحل مشرقی پر حدود اڑلیسہ سے جنوب میں پالو ملک کی حد تک پھیلتا ہے۔ پالو کی سلطنت بڑی زبردست تھی۔ اس کا ساحل پر قبضہ وہاں سے تھا جہاں وہ چلوکا سے ملتا ہے چولا کے ملک شمالی حد تک یعنی ٹھیک کانجی کے جنوب تک چولا اور پانڈیاں میں سے ہر ایک اپنی حدود کے اندر رہا اس سے قدم باہر نہیں نکالا۔ مگر کونگن کے فرمان دہون نے قدیم چیرا کے ملک پر

کہ کیونکر انہوں نے اپنی مجہول حالت سے ایسی سلطنت پر ترقی کی مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکنی سلطنتوں میں سے ایک عالیشان سلطنت سنہ ۵۰۰ میں تھی۔ جب شمال ہند سے چلوکا قوم نے نقل مقام دکن میں کیا ہے۔

شمالی ہند میں سنہ ۱۸۴-۷۲ میں موریا بنس کے بعد سنگ بنس کا اقبال چمکا اور بعد اسکے سنہ ۷۲-۳۱ قبل از ع کنو کا بنس اقبال مند ہوا۔ ان راجاؤں کا آخر راجہ مارا گیا اندہرا یا اندہریر بنا اس کا جانشین ہوا اور سنہ ۳۱ قبل از عیسےٰ سے سنہ ۲۳۶ ع تک سلطنت کی۔ وہ بودہ تھے اور انہوں نے امراؤتی میں سنگ مرمر کا ستوپا بڑا شاندار بنایا اسی زمانہ کے قریب یعنی پانچویں عیسوی صدی میں مغربی دکن میں چلوکا کی سلطنت کا اقبال چمکنا شروع ہوا اور قدیمی چلوکا کے متعلقات میں ان قوموں کا ذکر سننے میں آیا۔ نل (غالباً ساحل مغربی کی ایک قوم) اور موریا (قدیمی موریا کی اولاد) جو کونکو کے ایک حصہ میں رہتی تھی۔ سندرک و مانگ (بظاہر وحشی قوم ہیں یعنی اصلی باشندے کچھ چور۔ میسور کے گنگا اور آلوپ یا آلود ایک قوم یا بنس جو بظاہر حال کے بمبئی احاطہ کے جنوب مغرب یا جنوب میں رہتا تھا۔ قدیمی چلوکا زمینیں پُن کیا کرتے تھے ان کے ان عطیوں میں ان قوموں کا بھی نام آیا ہے لاٹ (بمبئی کے لاٹ دیس کے باشندے مالو (مالوہ) گرجر (گجرات) کی بعض اور قومیں۔

ساتویں صدی کے شروع میں چلوکا نے اپنے تئیں ان دو شاخوں میں منقسم کیا۔ ایک شاخ مشرقی دوسرے شاخ مغربی۔ مشرقی شاخ نے پالو راجاؤں سے وین جی کا ملک کہ کرشنا اور گوداوری کے درمیان واقع ہے چھین لیا اور اس میں آباد ہو کر سنہ ۱۰۷۰ تک فرماں روائی کرتے رہے۔ دوسری شاخ مغربی اپنے اصلی وطن مغربی دکن میں آباد رہی۔

ہند میں سنہ ۶۲۹ سے سنہ ۶۴۵ تک ایک چینی سیاح ہی وین تھسانگ نے سیاحی کی وہ اس ملک کا حال اپنے زمانہ کا اس طرح بیان کرتا ہے کہ کدمب نے آگے قدم بڑھانا

چولا حکومت کرتے تھے اور شمال مغرب کے اضلاع میں چیرا (کیرل) سنہ ۲۰۰ پیشتر از حضرت عیسیٰ دکن کی مملکت کی یہ صورت تھی۔ یہ تحقیق معلوم ہے کہ ۳۲۵–۱۸۸ سنہ میں موریا فرمانروا تھے اور پانڈیان میگاس تھینز کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ سے ۳۰۲ سنہ پہلے موجود تھے اور یہ امر تحقیق بھی ہے کہ چولا اور کیرل (چیرا) کا ذکر اسوکا کی کتابوں میں سنہ ۲۵۰ قبل از حضرت عیسیٰ موجود ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس زمانہ سے پیشتر موجود تھے۔ مگر دکن کی سلطنت کی زبانی حکایات میں پانڈیان و چولا و چیرا کی سلطنتوں کے ذکر سے پہلے کسی اور قوم کی سلطنت کا ذکر نہیں آیا اور یہ تینوں سلطنتوں ہم زمانہ بیان کی جاتی ہیں اور ہمکو تحقیق معلوم ہے کہ ۳۰۰ سنہ قبل از حضرت عیسیٰ پانڈیان کی سلطنت تھی اس لئے ہم اس زمانہ میں چولا اور چیرا کی سلطنت کو صحیح طور پر مقرر کر سکتے ہیں۔ کل شرقی کنارہ پر گھاٹ کے نیچے چیرا آباد تھے اور غالباً یہ ہے کہ کل مشرقی کنارہ کا طول تقریباً ان ہی سے آباد تھا مگر اس زمانہ سے پہلے کی کوئی شہادت ایسی نہیں ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہو کہ دکن میں کسی سلطنت کا وجود تھا یہ ممکن ہے کہ تمام ملک ویران ڈنڈ کا رہنا ہو یا جس میں چند وحشی آدمی اپنے قبیلوں کے سرداروں کے ماتحت میں رہتے ہوں۔ تاریخ کے طالب علموں کو یہ یاد رہے کہ جو رقبے کہ مزروعہ اور آباد ہیں وہ پہلے بالکل ویران اور غیر آباد تھے۔ صرف کوہستانی قطعات جنگلی اور وحشی جانوروں کے مسکن تھے مگر یہ بھی بھولنا نہیں چاہئے کہ مذہبوں کے افسانوں میں سلطنت کلنگا کے موجود ہونے کا ذکر آتا ہے۔

اسوکا کے زمانہ سے کچھ عرصہ کے بعد مشرقی ساحل پر پلو قوم بتدریج ایسی بڑھی کہ انہوں نے اپنی بڑی سلطنت قائم کر لی اور تجارت کو غیر قوموں کے ساتھ بڑھا لیا چولا اور ان کے ہمسایہ کی سلطنتیں ان سے ڈرنے لگیں۔ ان کے پاس مشرقی ساحل کنجی ورم سے اڑلیسہ کے حدود تک ملک تھا۔ زمانہ حال میں کوئی شہادت نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو

گورنمنٹ کی توجہ اس پر جیسی اب ہے برابر چلی گئی تو وہ اس خیال کو حال بنادیگی
اس کشور ہند کو مسلمان دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے ۔ ہندوستان ۔ دکن ۔
ہندوستان کے یہ حصے تھے پنجاب جو سندھ اور ستلج کے درمیان ہے دہلی سے بنارس
تک ملک بہار ۔ بنگال ۔ اڑیسہ ۔ انہیں آخر ملکوں کو مشرقی صوبے بھی کہتے ہیں ۔

دکن شمالی اضلاع سے مشرق میں دریا ، نربدا سے مغرب میں دریا مہا ندی سے
جدا ہوتا ہے اور اسکے دریاؤں کا نظام ہی جدا ہے وہ ایک مثلثی جزیرہ نما ہے
جسکی سطح ڈھلوان ہے مغرب میں وہ ایسی بلند ہے کہ اکثر دریا ء عظیم اس کے مشرق کیطرف
بہہ کر خلیج بنگال میں بہتے ہیں ۔ مغرب میں اس کے متصل پہاڑ ہیں اور مشرق میں بھی پہاڑ
ہیں مگر متصل نہیں یہ دونو کوہستانی سلسلے مشرقی و مغربی اپنی چوٹی دودا بٹا پر ملاتے
ہیں سلسلہ مشرقی جس کو شرقی گھاٹ کہتے ہیں اس کے پاؤں سے چند میل کے فاصلہ پر
بحر عرب ہے ۔ دکن ایک وسیع ملک ہے وہ خط استوا سے آٹھ درجوں میں پھیلتا ہے
اس کا سب سے زیادہ عرض آٹھ سو میل ہے ۔ اس میں دریا ء نربدا آٹھ سو میل کے قریب
بہتا ہے مگر ایسا کوہستانی اور تیز رواں ہے کہ نہ زراعت کے لئے نہ آبپاشی کے واسطے
انسان کے کام میں آتا ہے ۔ نربدا کے جنوب میں اس کے متوازی ایک دریا دتاپتی
ہے اور اس کے جنوب میں ایک اور سلسلہ پہاڑوں کا ہے جس کو ست پڑا کہتے ہیں
یہی دو دریا دکن کے ہیں کہ خلیج بنگال میں نہیں گرتے ۔ مہا ندی غایت شمال میں ہے گوداوری
اور کرشنا ۔ بھیما ۔ تم بدرا ۔ کاویری یہ اور دریا ہیں ۔

ہندوؤں کی عملداری کا بیان

ہندوستان ہو یا دکن دونو کی قدیمی زمانہ کی تاریخیں تاریکی میں ہیں مگر جس زمانہ
سے کشور ہند کے کچھ تاریخی حالات معلوم ہوئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمال ہند
میں موریا کا بڑا بنس سلطنت کرتا تھا اور دکن میں ان بنسوں کا راج تھا کہ مدورا کے
پانڈیاں غایت جنوب میں حکومت کرتے تھے ان کے شمالی اور مشرقی اضلاع میں

اپنی زمین میں آباد کرتا تھا۔ ایسا ہی اپنی ان نغلوں کے تلے سے اپنے باشندوں کو نکال کر لنکا۔ برہما۔ سیام۔ کمبوڈیا اور جزائر منطقہ حارہ میں آباد ہونے کے لئے بیجا تھا۔

جغرافیہ داں کشور ہند کو ایک مثلث جزیرہ نما بتاتے ہیں جس کا طول بلاد مشرقی ۶۸ درجہ و ۹۲ درجہ کے درمیان واقع ہے اور عرض بلاد شمالی ۳۶ درجہ ۸ درجہ کے درمیان ہے اس مثلث کا قاعدہ بڑا سلسلہ پہاڑوں کا ہے جو بلندی میں دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا اور جس کی دو متوازی دیواروں میں دو تیز رو دریاؤں کے سلسلے مشرق اور مغرب میں بڑے جوش و خروش سے نکلتے ہیں اور پہاڑوں سے نیچے اتر کر اپنی آہستہ شاہانہ رفتار سے ہر طرف بہتے ہیں اور ایک ہاتھ کی طرف خلیج بنگال میں اور دوسرے ہاتھ کی طرف بحر عرب میں جا ملتے ہیں۔ ان کے طول اتنے لمبے ہیں اور وہ اس قدر زمین کو سیراب کرتے ہیں کہ ان کا جواب دنیا میں نہیں وہ بڑی بڑی فراخ سرزمینوں کو اوپر سے مصالح ڈہو کر بناتے ہیں۔ ان دریاؤں کی جنم بھوم کا نام ہمالیہ (برف یا سردی کا گھر) ہے جس کے عرض کا تخمینہ دو سو میل اور طول کی غایت نہایت پندرہ سو میل ہے۔ ہمیشہ اس کی بلند چوٹیاں برف سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ ہندوستان کے لئے یہ ہمالیہ نعمت عظمیٰ ہے۔ موسم گرما میں اس کی برف گھلنے سے دریاؤں میں پانی بہرا رہتا ہے۔ یہ برف ہوا کی گرمی کو کم کرتی ہے۔ اس میں سے دریا بہتے ہیں اور اس طرح بہتے ہیں کہ اُن میں سے نہریں کٹ کٹ کر ساری زمینوں کو سیراب کرسکتی ہیں اور قحط کی آفات کو کم کرسکتی ہیں۔ قحط سے زیادہ سخت بلا ہندوستان کے لئے کوئی نہیں ہے۔ خیالی حساب یہ لگایا گیا ہے کہ ہندوستان میں قدرتی پانی اس قدر ہے کہ اگر انسان اُس کو اپنی صنعت کاری سے اپنے کام میں لائے تو اس ملک کی پیداوار کو چودہ گنا کرسکتا ہے یہ پہاڑ پن داتا ان داتا آپ ایسے ہو سکتے ہیں کہ اپنے جیسے چودہ ملکوں کو پال سکتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ دکھن یا دکن

کشور ہند کی سرزمین کا بیان کر کے ہم بتاتے ہیں کہ مسلمان اسکے دو حصے ہندوستان اور دکن کس طرح کیا کرتے تھے اب تک ہماری تاریخ کا زیادہ تر حصہ ہندوستان میں مسلمانوں کی عملداری کو بیان کرتا ہے اب ہم جداگانہ دکن میں تبلائیں گے کہ مسلمانوں نے اپنا عمل و دخل کیونکر پیدا کیا اور ہندوستان کے پادشاہوں سے کیا کیا اس کے معاملات اکبر کے عہد تک ہوئے۔

سرزمین ہند کا بیان

خلاصہ جہاں ہندوستان عجیب ایک رنگیلا جوان ہے کہ شمال میں اپنے سر پر کوہستانی کلاہ کج اگا رکھی ہے اس میں شکنیں ایسی ڈال رکھی ہیں جن میں سے غیر قومیں آئیں ان میں سے بعض نے تو اُس کے سر پر دھولیں لگائیں اور اس کے دولت و مال کو لوٹ کر سر پر جوتیاں لگاتی ہوئی پھر چلی گئیں بعض قومیں سر سہلاتی ہوئی آئیں اور اس میں اپنے تئیں آباد کیا اور اس کو سرسبز و شاداب کیا۔ غرض کچھ نہ کچھ فائدہ اس کو پہنچایا۔ شمال میں تو یہ کلاہ پہن رکھی ہے اور جنوب میں اپنے پاؤں کی جوتی کی نوک سمندر میں ڈبو رکھی ہے اور اس جزیرہ سے پابوسی کرا رکھی ہے جس میں چھوٹے سے چھوٹا وہ بھی باون گز کا۔ مشرق مغرب میں سمندر سے ہم آغوشی کر رکھی ہے جیسا کہ سر کی طرف سے وہ آدمیوں کو بلا کر

دیا۔ اور پیشتر سے بیشتر قدم بڑہایا۔ جب سلطان بہلول نے مقابلہ و مقاتلہ کیا تو لڑائی کے بعد پہر لشکر جونپور کو شکست ہوئی اور پہر تیسری مرتبہ شاہ شرقی سامان کرکے آیا تو بھی ہزیمت پائی اور چوتھی مرتبہ میں تو یہ نوبت آئی کہ شاہ شرقی گھوڑے سے گرا اور بھاگا۔ اسکا حال بادشاہان دہلی کے طبقہ میں بیان ہوا کہ سلطان بہلول لودی کے قبضہ میں جونپور آیا۔ سلطان حسین اپنی ممالک کی نہایت انتہا پر بھاگا اور تھوڑی سی ولایت پر جسکا محصول پانچ کروڑ دام تھی قناعت اختیار کی اور سلطان بہلول باوجود قدرت مروت کے سبب سے اوس کا متعرض احوال نہ ہوا جونپور کی حکومت اپنے بیٹے باربک شاہ کو سپرد کی اور تمام ان ممالک پر اپنا قبضہ کیا اور ان کا انتظام کیا۔ جب بہلول لودی کا انتقال ہوا شاہ حسین شاہ شرقی نے فتنہ برپا کیا اور باربک شاہ کو لشکر کے ساتھ دہلی اس ارادہ سے لے گیا کہ سلطان سکندر لودہی سے سلطنت چھین لے لیکن جب لڑائی ہوئی تو باربک شاہ کو شکست ہوئی اور وہ جونپور بھاگا بادشاہ سکندر لودہی نے جونپور پر قبضہ کیا اور سلطان حسین شاہ شرقی کا تعاقب کیا۔ یہی خمیر مایہ فساد تھا لڑنے کے بعد اوسکو اس گوشہ سے بھی نکالا۔ جس میں وہ رہتا تھا۔ وہ پریشان حال شاہ جلال الدین شاہ فرمانروائے بنگالہ پاس گیا۔ علاء الدین نے اُس کے لئے اسباب فراغت مہیا کیا اور اوسکی خاطر جوئی میں تقصیر نہیں کی۔ پہر شاہ حسین نے کوئی تردد نہ کیا اس خاندان کا خاتمہ ۸۸۱ھ میں ہوگیا۔ ۱۹ سال سلطان حسین نے سلطنت کی بنگال میں چندسال زندہ رہ کر وفات پائی فقط

وتدبیر سے قید کیا۔ اور تین لاکھ سوار اور چودہ سو ہاتھی لیکر ملک اڑلیسہ کی طرف متوجہ ہوا۔ راستہ میں تر ہت کو ویران کیا۔ اسمیں ابادی کا نشان نہ چھوڑا۔ ولایت اڑلیسہ میں آیا تو اطراف و جوانب میں سپاہ کو تاراج کیلئے مامور کیا۔ رائے اڑلیسہ حیران تہا کہ کیا کردں بجز عجز و انکسار و بیچارگی کے اسکا فریاد رس کوئی نہ تہا۔ سلطان کی خدمت میں وکیل بہیجا۔ اطاعت و مالگذاری کا اظہار کیا۔ سلطان نے اس ملک کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا۔ رائے نے تیس ہاتھی و سو گھوڑے بہت اقمشہ و امتعہ اور بہت نقود بہیجے۔

سلطان جونپور میں چلا آیا۔ اوسنے ۸۷۱ھ میں قلعہ بنارس کی مرمت کی وہ خراب ہو رہا تہا اور اسی سال میں اوسنے بزرگ ہزار ونکو گوالیار کی تسخیر کے لئے بہیجا اونہوں نے جا کر محاصرہ کیا۔ رائے گوالیار طول محاصرہ سے عاجز ہوا اور سلطان حسین کا مطیع ہو گیا جب اوسکی شوکت و استقلال حد سے گذری تو اسنے اپنی بیوی کے اغواسے ۸۷۸ھ میں دہلی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ یہ بیوی اوسکی سلطان علاء الدین کی بیٹی تھی وہ دہلی کی سلطنت کو اپنا حق سمجھتی تھی حسین شاہ ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور چودہ سو ہاتھی لیکر اوسطرف متوجہ ہوا۔ بادشاہ بہلول نے سلطان محمود خلجی پاس ایلچی بہیجکر یہ پیغام دیا کہ اگر آپ امداد کے قصد سے تشریف لائیں تو قلعہ بیانہ آپ کو دیدیا جائیگا۔ ابھی شادی آباد منڈو سے جواب آیا تہا کہ شاہ حسین شرقی حوالی دہلی پر بالتمام متصرف ہو گیا۔ سلطان بہلول نے عجز و زاری کے ساتھ پیغام بہیجا کہ بلاد دہلی آپ سے تعلق رکہتی ہے اگر اصلی دہلی کے گرد ملک اٹھارہ اٹھارہ کروہ میرے لئے چھوڑ دیجئے تو میں آپ کے نوکروں میں داخل ہوتا ہوں اور اس بلدہ میں آپ کی طرف سے حکومت کرونگا سلطان حسین نے اپنے غرور و تکبر کے سبب سے اوسکی عرض کو نہ سنا۔ بادشاہ بہلول ناچار ہو کر اٹھارہ ہزار سوار افغان لیکر دریا کے کنارہ پر سلطان حسین کے سامنے بیٹھا۔ دریا حائل تہا اسلئے کچھ دنوں لڑائی نہ ہوئی۔ سلطان حسین کی سپاہ ملک کو تاخت کرنے گئی ہوئی تھی۔ شاہ دہلی نے اوسکو غنیمت جانکر عین موسم گرما میں جسجگہ دریا پایاب تہا وہاں سے عبور کیا۔ مخبروں نے شاہ حسین کو اسکی خبر کی مگر وہ غرور کے نشہ میں ایسا مست تہا کہ اوسنے کچھ نہ سنا۔ دہلی کا لشکر دریا سے اتر کر اوسکے لشکر کو لوٹنے لگا۔ حسین شاہ کی بے شعوری کے سبب سے امرا اور سپاہ نہایت غفلت میں تھے وہ سراسیمہ ہوئے اور چھوٹے بڑے سب بہاگ نکلے۔ سلطان حسین کو سوا بہاگنے کے کچھ اور نہ بن پڑا۔ ملکہ جہاں اور تمام اہل حرم گرفتار ہوئے۔ سلطان دہلی نے حق نمک کا خیال کرکے ان سب کو اعزاز و اکرام کے ساتھ سلطان حسین پاس بہیجدیا۔ لیکن ملکہ جہاں جب حسین شاہ پاس گئی تو پہر اوسکو دہلی کی تسخیر پر آمادہ کیا وہ دوبارہ دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ دہلی سے تہوڑی دور رہا تو شاہ بہلول لودی نے پیغام بہیجا کہ اگر شاہ میری تقصیرات کو معاف کرے اور اپنے حال پر مجھے چھوڑے تو میں ایکدن بادشاہ کے کام آؤنگا۔ مگر دولت شرقیہ کا وقت آگیا تہا۔ شاہ شرقی نے شاہ دہلی کے عجز کی قدر نہ کی اور اس نعمت کو چشم حقارت سے دیکہا جواب ناصواب

وسلطان اجودہی تیس ہزار سوار اور ایک ہزار ہاتھی لیکر دشمن کی سہراہ روکنے کے بہانہ سے لشکر شاہ سے علحدہ ہوئے اور جہرنہ کے کنارہ پر جاکر ٹہیرے بادشاہ بہلول لودہی نے اُنکے آنیکی خبر سنکر اُنکے مقابلہ کے لئے فوج بہیجی۔ شاہزادہ حسین خاں یہ چاہتا تھا کہ جلال خاں کو جو لشکر میں رہ گیا تھا ساتھ لیلے اوسکی طلب میں آدمی بہیجے۔ اس اثنا میں سلطان شہ نے کہا کہ توقف کرنا مصلحت نہیں ہے۔ جلال خاں پیچھے آن رہیگا وہ باگ موڑکر قنوج کیطرف چلا او سلطان بہلول کی فوج جو مقابلہ کے لئے آئی تھی وہ اُنکی جگہ چلی گئی شاہزادہ جلال خاں جو حسین خاں کی طلب کے موافق لشکر محمد شاہ سے آیا تہا وہ جہرنہ کی طرف روانہ ہوا اور بہلول کی فوج کو حسین خاں کی فوج سمجہا۔ جب وہ نزدیک آیا تو بہلول کی فوج نے اوسکو گرفتار کیا اور سلطان کے روبرو لائی۔ اوسنے قطب خاں کے عوض میں اُسے قید کیا۔ محمد شاہ میں تاب مقاومت نہ تھی وہ قنوج کو چلا گیا۔ سلطان بہلول نے آب گنگ کے کنارہ تک اسکا تعاقب کیا اور اسکا کچھ مال اسباب لوٹ لیا۔ اور دہلی مراجعت کی۔ جسوقت حسین خاں بی بی راجی کے پاس آیا۔ اور والدہ اور اعیان دولت شرقیہ کی سعی سے اوسنے تخت پر جلوس کیا اور سلطان حسین شرقی خطاب ہوا۔ اور اوسنے ملک مبارک گنگ و ملک علی گجراتی اور تمام امرا کو متعین کیا کہ محمد شاہ شرقی کو آب گنگ کے کنارہ پر راجگیر کی گذرگاہ پر روکیں۔ جب سلطان حسین شاہ کا لشکر قریب آیا تو بعض امرا کہ محمد شاہ شرقی کے ہمراہ تھے جدا ہوگئے اور مخالف سے جا ملے وہ چند سواروں کو لیکر باغ میں داخل ہوا۔ یہاں دشمنوں نے اسکا محاصرہ کیا محمد شاہ بڑا تیز انداز قادر تہا اوسنے تیر و کمان ہاتھ میں لئے۔ ملکہ جہاں بی بی راجی نے اوسکے سلاحدار سے ملکر اوسکے تمام تیروں کے پیکان نکال لئے تہے۔ محمد شاہ نے ترکش سے جو تیر نکالا وہ بے پیکاں تہا ناچار شمشیر ہاتھ میں لی کئی آدمیوں کو مارا۔ ناگاہ محمد شاہ کے گلے میں مبارک گنگ کے ہاتھ سے ایک تیر لگا اُسی کے زخم سے مرگیا۔ سلطان حسین نے بہلول سے صلح کرلی۔ دونوں نے عہد کیا کہ چار سال تک ہر ایک اپنے اپنے ملک پر قانع ہو اور رائے پرتاب کہ اس سے پہلے محمد شاہ سے ملا تہا وہ قطب الدین خاں کے دلاسے دینے سے سلطان بہلول سے مل گیا۔ سلطان حسین نے قنوج سے کوچ کیا اور جب حوض برہ پر آیا تو اوسنے قطب خاں لودہی کو جونپور سے طلب کرکے اسپ خلعت دیکر اعزاز و اکرام کے ساتھ بادشاہ بہلول پاس بہیجدیا۔ بادشاہ بہلول نے اوسکے عوض میں جلال خاں کو تعظیم و تکریم سے خوشدل کرکے شاہ حسین شرقی کی خدمت میں بہیجدیا پہر ہر ایک بادشاہ اپنے اپنے مقاموں میں چلے گئے۔ شاہ محمد شاہ شرقی کی مدت سلطنت پانچ مہینے تھی۔

سلطنت سلطان حسین شاہ بن محمود شاہ شرقی

اوپر بیان ہوا کہ سلطان حسین شاہ بہائی کی جگہ بادشاہ ہوا اور سلطان بہلول سے صلح کرلی۔ اب وہ جونپور میں آیا۔ بہائی کے معاملہ سے متنبہ ہوکر تہوڑے دنوں میں جو سردار صاحب داعیہ تھے اونکو حکمت

بتخانوں کو توڑا اور خراب کیا۔ بہت سی غنیمت لیکر جونپور میں آیا۔

۸۵۶ھ (۱۴۵۲ء) میں محمود شاہ نے دہلی کا محاصرہ کیا اور لڑنا شروع کیا۔ سلطان بہلول لودی دیبالپور سے دہلی میں آیا جب سلطان محمود نے دیکھا کہ دریا خاں افغان کہ بادشاہ دہلی سے روگرداں ہوکر اسکا نوکر ہوا تھا اوسنے میدان جنگ میں پیٹھ دکھائی تو توقف میں صلاح نہیں دیکھی مراجعت کی اہل دہلی نے اوسکا تعاقب کرکے فتح خاں ہروی کو کہ اوسکے امراء سے کلاں میں تھا مار ڈالا اور سات جنگی ہاتھی چھین کر لے گئے۔

۸۶۱ھ (۱۴۵۶ء) میں بہلول لودی اٹاوہ کے مغلوب کرنیکے لئے آیا۔ یہاں محمود شاہ شرقی کا اوسکا مقابلہ ہوا جسکا حال بادشاہان دہلی کی تاریخ میں بیان ہوا۔ جوالی شمس آباد میں دونوں کے دونوں کے لشکر مقابل ہوئے۔ بہلول لودی کے چچا زاد بھائی قطب خاں نے سلطان شرقی پر شبخون مارا اور وہ گرفتار رہا۔ ابھی جنگ سلطانی نہ ہوئی تھی کہ شاہ محمود شرقی بیمار ہوا ۸۶۲ھ (۱۴۵۷ء) میں مر گیا۔ اوسکی مدت سلطنت بیس سال چند ماہ تھی۔

سلطنت سلطان محمد شاہ بن محمود شاہ شرقی

سلطان محمود کے بعد اوسکا بڑا بیٹا بھیکن خاں بادشاہ ہوا اور سلطان محمد شاہ خطاب ہوا اور اوسنے بادشاہ بہلول لودی سے صلح کرکے یہ عہد کیا کہ ولایت شاہ محمود شرقی کی محمد شاہ شرقی کے تصرف میں ہوا اور بادشاہ بہلول پاس جو ملک ہے وہ اُس پاس رہے۔ محمد شاہ شرقی جونپور میں آیا اوسکی عدم قابلیت کے سبب سے امراء دلگیر ہوئے۔ ملکہ جہاں بی بی راجی بھی بیٹے کی خونخواری اور قہاری سے آزردہ ہوئی۔ اس اثنا میں سلطان بہلول حوالی دہلی سے قطب خاں کے چھڑانے کے لئے اُٹھ آیا۔ سلطان محمود بھی جونپور سے رواں ہوا۔ ان حدود کا زمیندار راے پرتاب کہ پہلے سلطان بہلول سے ملا تھا اب محمد شاہ کا غلبہ دیکھکر اُس سے مل گیا۔ محمد شاہ سرستی میں آیا۔ سلطان بہلول بھی رابری میں جو سرستی کے قریب تھی آیا سلطان شرقی نے سرستی سے جونپور کے کوتوال کو فرمان بھیجا کہ میرے بھائی حسن خاں اور قطب خاں پسر اسلام خاں لودی کو قتل کر ڈالو تو کوتوال نے عرضداشت بھیجی کہ بی بی راجی ان دونوں کی حفاظت ایسی کرتی ہیں کہ مجھے اونکے قتل پر دست قدرت نہیں۔ جب محمد شاہ پاس یہ نوشتہ آیا تو اوسنے جونپور سے اپنی والدہ کو اس بہانہ سے بلایا کہ میرے بھائی حسن خاں سے صلح کرائے کہ میں اونکو ولایت کا کوئی حصہ دیدوں۔ بی بی راجی اسکے فریب میں آگئی جونپور سے روانہ ہوئی کوتوال محمد شاہ نے فرمان کے بموجب حسن خاں کو قتل کر ڈالا۔ بی بی راجی نے حسن خاں کی ماتم داری قنوج میں کی اور وہیں ٹھیر گئی محمد شاہ شرقی پاس نہ آئی محمد شاہ نے والدہ کو لکھا کہ اور شاہزادوں کی حالت بھی ایسی ہی ہوئی بہتر یہ ہے کہ سب کی ماتم داری اکٹھی کرلیں۔

ایکدن محمد شاہ کے بھائیوں شاہزادہ جلال خاں و حسین خاں نے سلطان شہ و جلال خاں اجودہی کے ساتھ متفق ہوکر محمد شاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بہلول کا لشکر شبخون مارنیکا ارادہ رکھتا ہے۔ پس حکم شاہی سے شاہزادہ حسین خاں

سلطان محمود شاہ شرقی نے مسرور ہوکر اونیس زنجیر فیل تحفہ کے طور سلطان خلجی پاس بہیجے اور
کالپی کی طرف متوجہ ہوا۔ نصیرخاں اس امر پر مطلع ہوا اُس نے سلطان محمود خلجی کو عریضہ لکہا
جس کا مضمون یہ تہا کہ ہم کو یہ دیار سلطان ہوشنگ نے مرحمت کیا تہا۔ اب سلطان محمود شرقی
چاہتا ہے کہ اس پر متصرف ہو۔ فقیر کی حمایت سلطان کے ذمہ پر لازم ہے سلطان محمود خلجی
نے علی خان کو سلطان محمود شرقی کے پاس بہیجا اور اُس کو لکہا کہ نصیر خان ضابط کالپی خوف
الہیٰ سے اور اُس شوکت دستگاہی کے ترس سے تائب ہوا وہ تلافی و تدارک مافات کرکے
جادۂ شریعت سے قدم باہر نہیں رکہے گا اور احکام سماوی کے نفاذ میں تکاسل نہیں کرے گا۔
سلطان ہوشنگ نے اس دیار کو قادر شاہ کو عنایت کیا تہا۔ اس کا خاندان ہمارا مطیع ہے اس لئے
آپ اس کے گناہ معاف کرکے بلاد کو آسیب نہ پہنچائیں ابہی جواب مکتوبہ اور عریضہ علی خان
نہیں پہونچا تہا کہ پہر نصیرخاں کا عریضہ آیا جس کا مضمون یہ تہا کہ فقیر سلطان ہوشنگ کے زمانہ
سے آپ کے خاندان کا مطیع چلا آتا ہے۔ حال میں سلطان محمود شرقی کینہ دیرینہ و عداوت
قدیم کے سبب سے ولایت کالپی پر چڑہ آیا ہے اور اس دیار پر قبضہ کرلیا ہے مسلمانوں کی عورتوں
کو اسیر کرلیا ہے۔ اور جلا وطن کیا ہے اور چندیری کو چلا گیا ہے سلطان محمود خلجی نے باوجودیکہ
سلطان محمود شرقی کو نصیرخاں کی تادیب کی اجازت دی تہی مگر نصیر خان کی عجز و انکسار
کے سبب سے ناچار ہوکر دوم شعبان ۸۴۸ھ میں اجین سے چندیری کالپی کی طرف متوجہ
ہوا چندیری میں نصیرخان اس سے ملنے آیا۔ یہاں سے وہ ایرچہ میں گیا۔ شاہ محمود شرقی اس
خبر کو سن کر بلا توقف لڑنے کے لیۓ دوڑا۔ دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ لڑائی ہوئی اور پہر
لشکر اپنے دائرہ کو چلے گئے۔ آخر کو شیخ جمال الدین کی معرفت صلح ہوگئی جس کے موافق یہ
قرار پایا کہ اب آیندہ بادشاہ کی اولاد کا سلطان شرقی متعرض نہ ہو اور پہر کبہی یہاں اس
کا لشکر نہ آئے۔ چار مہینے بعد کالپی اور ایرچہ نصیرخان کے سپرد کیا جائے۔ سلطان محمود
خلجی منڈو کو چلا گیا۔ سلطان شرقی جونپور میں آیا یہاں سپاہ درست کرکے اُس نے چنار
کے سرکش زمینداروں کی تنبیہ کی پہر ملک اڑیسہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس کو مغلوب کیا

کے بعد ہر شخص اس کا ماتمی تھا۔ اُس کی مدت سلطنت چالیس سال کچھ مہینے تھی۔
اس کے زمانہ کے علماء میں سے قاضی شہاب الدین جونپوری تھا جس کی بادشاہ تعظیم ایسی کرتا تھا ایک دفعہ وہ بیمار ہوا تو اُس کے سر پر سے پانی کا پیالہ صدقے کرکے آپ پی لیا اور کہا کہ بارخدایا کہ ہر بلا کہ قاضی کی راہ میں ہو وہ مجھ کو نصیب ہو۔ اس کے زمانہ کی تصنیفات یہ مشہور ہیں حاشیہ کافیہ مشہور بہ حاشیہ ہندی۔ مصباح و متن ارشاد نحو میں بدیع البیان وفتاوی ابراہیم شاہی و تفسیر فارسی جس کا نام بحر المواج ہے اور خود اُس کی مولفات سے رسالہ مناقب سادات و رسالہ عقیدہ الشہابیہ۔

سلطنت سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی

جب سلطان ابراہیم زیر خاک ہوا تو اُس کا پسر رشید سلطان محمود اس کا جانشین ہوا اُس نے اپنے عہد شاہی کو بوجہ احسن انجام دیا۔ باپ کے وقت سے زیادہ سپاہ و رعایا کو خوش حال کیا۔ ۸۴۴ھ میں سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ پاس ایک ایلچی سخندان بھیجکر یہ پیغام دیا کہ نصیر خان ولد قادر خان قابض کالپی نے جادہ شریعت سے قدم باہر رکھا اور راہ ارتداد اختیار کی قصبہ شاہ پور کو کہ کالپی سے زیادہ وہ معمور تھا خراب کیا۔ مسلمانوں کو جلاوطن کیا۔ مسلمانوں کی عورتوں کو کافروں کے حوالہ کیا۔ وہ خدا اور رسول سے نہیں ڈرتا۔ آپ کے ساتھ ہمارا سلسلہ مودت و رابطہ محبت سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے ابتک مستحکم ہے قاضی عقل کے حاکم سے لازم ہوا کہ اس بات کو آپ کی ضمیر حق پذیر پر ظاہر کروں اگر آپ کو فرصت ہو تو خود اس کی تادیب کرکے دین محمدی کو اس دیار میں مروج کریں اور نہیں اس کام کی مجھے اجازت دیں سلطان محمود خلجی نے جواب لکھا کہ میں پہلے اس قسم کی باتیں اُس کی ذرا ئیعے سے سنتا تھا لیکن اب آپ نے اُن کو لکھا تو مجھکو اس کا یقین ہوا۔ اگر میری فوج اُس وقت میواڑ اور کوٹہ کے مفسدوں کی تادیب میں مصروف نہ ہوتی تو میں اس کی دفع کے لئے عازم ہوتا مگر اب آپ نے اس کا ارادہ کیا ہے تو مبارک ہو۔ ایلچی نے جونپور میں آنکر یہ عرض کیا

گنگا پار ہونے کو تہا کہ ناگاہ مخبر اُس پاس خبر لائے کہ مظفر شاہ گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو اسیر کر کے مالوہ کو تسخیر کر لیا اور اب محمود شاہ کی مدد کو آتا ہے اور جونپور کی تسخیر کا داعیہ رکہتا ہے سلطان ابراہیم نے اس خبر کو سنکر فسخ عزمیت کیا اور جونپور کو چلا گیا محمود نے دہلی آن کر سنبل کو لے لیا۔ تاتار خان بہاگ کر سلطان ابراہیم پاس چلا گیا اور یہان لشکر درست کر کے ۸۱۶ھ ۱۴۱۳ میں دہلی کی تسخیر کے ارادہ سے اپنی دار الملک سے روانہ ہوا چند کوچون کے بعد اپنے دار العلم جونپور کو بازگشت کی اور مشایخ و علماء کی صحبت میں و تعمیر ولایت و تکثیر زراعت میں مشغول ہوا۔ برسوں کسی طرف سوار نہ ہوا۔ اطراف سے آدمی پریشان خاطر تہے وہ جونپور میں جمع ہوئے۔ ہر ایک پر حسب حالت اُس کی عنایت کی۔ یہان خادم و مشایخ و علما و سادات و نویسندے ہر حیثیت کے ایسے جمع ہوئے کہ جونپور دہلی ثانی ہو گیا۔

۸۳۱ھ ۱۴۲۷ میں سلطان ابراہیم پاس محمد خاں حاکم میوات آیا۔ اُس کو آمادہ کر کے بیانہ کی فتح کے لئے لے گیا۔ مبارک شاہ دہلی بہی اُس کی ممانعت کے عزم سے نواحی بیانہ میں آیا۔ چار کردہ (۸ میل) کے فاصلہ پر دونوں نے خندق کہود کر اپنے لشکر گاہوں کو محکم کیا۔ دونوں لشکروں کے طلایوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ایک دن سلطان ابراہیم خندق سے باہر لشکر دہلی سے لڑا صبح سے شام تک لڑائی رہی اور بازی جنگ قایم رکہہ کر دونوں لشکر جدا ہوئے دوسرے روز کوچ آشتی کر کے سلطان ابراہیم جونپور چلا گیا اور مبارک شاہ دہلی ۸۳۹ھ ۱۴۳۵ سلطان ابراہیم نے کالپی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ سلطان ہوشنگ غوری بہی کالپی کی تسخیر کے ارادہ سے آتا ہے۔ دونوں کے لشکر قریب آئے آج کل میں لڑائی ہونے والی تہی کہ مخبروں نے خبر دی کہ بادشاہ سید مبارک شاہ بن خضر خان دہلی سے جونپور کی فتح کو آتا ہے سلطان ابراہیم بے اختیار جونپور کو دوڑ گیا سلطان ہوشنگ نے مبارک شاہ کے نوکر قادر شاہ سے کالپی لے لی۔ ۸۴۴ھ ۱۴۴۰ میں سلطان ابراہیم بیمار ہوا اور مر گیا۔ جیسا اُس کی حیات میں اُس سے ہر شخص خوش تہا ایسا ہی اُس کے مرنے

کچھ دنوں دونوں لشکر مقابل رہے۔ اقبال خان مہمات ملکی و مالی میں اصلا سلطان محمود کی رائے وروییت کی طرف رجوع نہیں کرتا تھا تو سلطان محمود شکار کا بہانہ کرکے اپنے لشکر سے باہر آیا۔ بغیر اس کے کہ شاہ ابراہیم سے پہلے کوئی اپنے آنے کی تمنا کرتا۔ اس پاس اس خیال سے چلا آیا کہ وہ حق نمک کا خیال کرکے اُس کی بادشاہی قایم کردے یا اُس کی کومک کرکے اقبال خان کو دفع کردے سلطان ابراہیم شرقی نے شاہی کی لذت ابھی چکھی تھی اور شاہی نے ہی اُس کی استحکام نہیں پایا تھا محمود کے دونوں ارادوں میں سے کوئی اُس نے پورا نہ کیا بلکہ اُس کی پرسش اور دلجوئی میں ایسا تساہل کیا کہ سلطان محمود اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور بے خبر قنوج کی جانب چلا گیا حاکم قنوج امیرزادہ ہردی کو اسی بادشاہ نے مقرر کیا تھا اُس کو جبر وقہر سے باہر کیا۔ اور اس بلدہ پر متصرف ہوا تو سلطان ابراہیم شرقی اور اقبال خان نے دیکھا کہ بادشاہ محمود شاہ نے مملکت قنوج پر قناعت کی تو اُس کو دونوں نے وہاں رہنے دیا اور ایک دہلی دوسرا جونپور پر چل دیا۔ بعض تواریخ میں یہ مسطور ہے کہ سلطان محمود مبارک شاہ شرقی کے پاس آیا تھا۔ انہیں دنوں مبارک مرگیا۔ اور ابراہیم شاہ بادشاہ ہوگیا۔ ۸۰۵ھ میں واقعات بادشاہان دہلی میں بیان ہوا ہے کہ اقبال خاں کشتہ ہوا اور بادشاہ محمود دہلی گیا۔ ابراہیم شاہ شرقی کو فرصت ملی کہ ۸۰۹ھ میں وہ قنوج کی تسخیر کے ارادے سے چلا اور محمود شاہ دہلی سے لشکر لیکر اُس سے لڑنے آیا۔ گنگا کے کنارہ پر چندروز دونوں لشکر پڑے رہے۔ پھر بغیر لڑے ایک نے دہلی کو مراجعت کی دوسرے نے جونپور کو سلطان محمود دہلی میں پہنچا تو اُس نے امیروں کو اپنی اپنی جاگیر میں بھیجدیا۔ شاہ ابراہیم شرقی نے آن کر قنوج کا محاصرہ کیا۔ جب چار مہینے تک دہلی سے کمک نہ پہونچی تو ملک محمود ترمنی حاکم قنوج نے امان مانگ کر قلعہ ابراہیم کو تسلیم کیا۔ اُس نے برسات نہیں بسر کی جمادی الاول ۸۱۰ھ میں دہلی کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ وہ عاقل عالی ہمت وسخی تھا اس لئے دہلی امراء کبار مانند تاتار خان ولد سارنگ خاں و ملک خان غلام اقبال خان وغیرہ اس سے آن کر مل گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی کو قوت اور استظہار خوب ہوگیا تو سنبل پر متوجہ ہوا اسد خان لودی سنبل کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ سلطان ابراہیم نے سنبل تاتار خان کو حوالہ کیا اور خود آگے چلا

جاری کرکے سلاطین پوربی کی طرح سر پر چتر رکھے لیکن اجل نے اُسے فرصت نہ دی وہ یہ ارمان اپنے ساتھ خاک میں لے گیا۔ اس کا متبنےٰ یعنی پسر خواندہ ملک قرنفل اس کا جانشین ہوا اس زمانہ میں سلطنت دہلی کا حال پہلے سے اور زیادہ غیر منتظم و ابتر ہو گیا تھا۔ اشراف اور سرداران سے اتفاق کرکے قرنفل نے اپنے تئیں شاہ مبارک شاہ کا خطاب دیا اور سریر شاہی پر بیٹھا۔ سلطان محمود شاہ کے استیلا کی اور دعوئ شاہی کی خبر سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ ۸۰۳ھ میں اُس کے استیصال کے لئے لشکر کشی کی۔ جب قنوج میں آیا تو شاہ مبارک شاہ بہی افغان و مغل و تاجیک اور راجپوت کی ایک جمعیت عظیم لیکر لڑنے کو آیا۔ گنگا کے کنارہ پر دونوں لشکر فروکش ہوئے۔ خیمہ و خرگاہ کے عکس سے سطح آب قوس قزح کے رنگ دکہاتی تھی۔ درمیان میں دریا حائل تہا۔ دو مہینے تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کسی کی یہ جرأت و ہمت نہ ہوئی کہ ایک دوسرے پر حملہ کرتا آخر کو جانبین تنگ آکر بے مجادلہ و محاربہ اپنے اپنے مقاموں کو چلے گئے۔ جب شاہ مبارک شاہ جونپور میں آیا تو اُس نے سنا کہ سلطان محمود مالوہ سے پہر کر دہلی میں آیا۔ اقبال خان اُس کو ساتھ لیکر جونپور کی تسخیر پر پہر متوجہ ہوا۔ شاہ شرقی لشکر و سفر کا سامان مہیا کر رہا تہا کہ اجل کے قوی دشمن نے اُس کے ملک وجود کو ۸۰۴ھ میں برباد کر دیا۔ اس کی بادشاہی کی مدت ایک سال اور چند ماہ تہی۔

سلطنت شاہ ابراہیم شرقی

مبارک شاہ کے مرنے کے بعد اُس کا چھوٹا بہائی بادشاہ ہوا اُس نے شاہ ابراہیم شاہ شرقی اپنا خطاب رکہا۔ یہ بادشاہ عقل و دانش سے متصف تہا۔ اُس کے زمانہ میں مملکت ہندوستان کے فضلاء اور ایران و توران کے دانشمند کہ آشوب جہان سے پریشان خاطر تہے دار الامان جونپور میں آئے اور اُس کے خوان احسان سے متمتع ہوئے۔ اس کے نام پر کئی کتابیں اور رسالے لکہے گئے اس کے دولت خانہ میں صاحب عقل و کیاست و شجاعت امرا و وزرا جمع ہوئے اُس کے ایام شاہی شروع میں اقبال خان محمود شاہ دہلی کو ساتھ لے کر جونپور کی تسخیر کے ارادہ سے قنوج میں آیا۔ سلطان ابراہیم بہی لشکر کے ساتھ رزم و پیکار کے لئے مستعد ہو کر گنگا کے کنارہ پر آیا۔

جون پور اور ترہت میں جن بادشاہوں نے حکومت کی ہے وہ تاریخوں میں شاہان شرقی لکھے جاتے ہیں۔

حکومت سلطان الشرق خواجہ جہان

تاریخ مبارک شاہی سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ شاہ فیروز شاہ کے چھوٹے بیٹے محمد شاہ نے ملک سرور خواجہ سرا کو منصب وزارت اور خطاب خانجہان سے سرفراز کیا۔ جب فیروز شاہ کا نبیرہ ناصر الدین محمود شاہ بادشاہ ہوا تو اُس نے ۷۹۶ھ ۱۳۹۴ء میں خواجہ جہاں کو ملک الشرق کا خطاب دیا اور ولایت جونپور و بہار و ترہت اُس کو حوالہ کی۔ اُس نے اس ملک کا انتظام جیسا کہ باید و شاید کیا اور جونپور کو دار الحکومت مقرر کیا۔ اس حدود کے رایوں کو مطیع کیا۔ ہندوں نے مسلمانوں سے جو حصار چھین لئے تھے اور اُن کو خراب و ویران کیا تھا اُن کو اُس نے لیکر از سر نو اُن کو تعمیر کیا اور کام کے آدمیوں کو سپرد کیا۔ ملک کو آباد ان کیا۔ جب بادشاہ ناصر الدین محمود کی شوکت نہ رہی تو اُس نے اپنے تئیں سلطان الشرق کا خطاب دیا۔ پرگنہ گورکھپور اور بہرائچ کو مغلوب کر کے انتر بید گنگا جمنا کے درمیانی ملک اور بہار کی فتح کی طرف متوجہ ہوا بنگالہ اور لکھنوتی کے حاکم جس طرح سے پہلے ہاتھی اور تحفے وہدیئے بادشاہان دہلی کو بھیجتے اس کے پاس بھیجنے لگے جب اس کا کام ترقی پر پہنچا تو موت نے ۸۰۲ھ ۱۳۹۹ء میں زمین کے اندر اُس کا تنزل کیا اس کی مدت سلطنت چھ سال تھی۔

سلطنت سلطان مبارک شاہ شرقی

سلطان الشرق خواجہ جہان نے چند سالہ سلطنت کی اُس کا ارادہ تھا کہ خطبہ و سکہ اپنے نام کا

حکومت سلیمان کرانی بہادر

سلیم شاہ کے بعد بنگالہ اور بہار کا حاکم بالاستقلال سلیمان کرانی مقرر ہوا اور ولایت اڈیسہ کو بھی اُس نے فتح کر لیا۔ اگرچہ اپنے نام کا خطبہ نہیں پڑھواتا تھا مگر حضرت اعلیٰ اپنے تئیں کہتا تھا۔ بحسب ظاہر جلال الدین اکبر شاہ کے ساتھہ ملائمت کر کے تحفے ہدیے بھیجتا تھا ۲۵ سال حکومت کی ۹۸۱ھ ۱۵۷۳ میں مر گیا۔

حکومت بایزید افغان بن سلیمان

باپ کے بعد مسند حکومت پر بایزید بیٹھا۔ ایک مہینے کے بعد چچازاد بھائی کے بیٹے ہانسو نے اُسے مار ڈالا اور خود بھی کشتہ ہوا۔ اُس کا چھوٹا بھائی داؤد خاں اُس کا جانشین ہوا۔

حکومت داؤد خان افغان بن سلیمان افغان

داؤد خاں بعد بھائی کی وفات کے ولایت بنگالہ کو تصرف میں لایا اور فتنہ و فساد کو مٹایا۔ خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ شرب مدام اور اوباش مصاحبوں کے سبب سے ممالک اکبر بادشاہ کے حوالی میں مزاحمت پہنچائی (سارا حال داؤد خاں کا اقبال نامہ اکبر شاہی میں لکھا ہوا ہے) کہ اسی پر سلطنت بنگالہ کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر دوبارہ سلطنت نہیں رہی۔ فقط

تو اکثر امراء افغانی بھاگ کر نصیب شاہ سے ملتجی ہوئے تھے۔ سلطان ابراہیم کا بھائی سلطان محمود بنگالہ میں آیا تھا۔ ہر ایک شخص کو اس کی لیاقت کے موافق پرگنات وقصبات نصیب شاہ نے دیے سلطان ابراہیم کی بیٹی جو اس ملک میں آئی تھی نصیب شاہ کے عقد نکاح میں آئی۔

۹۳۵ھ میں بابر بادشاہ جونپور میں آیا اور اس ملک کو مسخر کیا اور بنگالہ پر قبضہ کرنے کا قصد کیا تو نصیب شاہ نے بہت تحفے تحائف بھیجے اور عجز وزاری ظاہر کی بابر نے صلاح وقت دیکھ صلح کر لی اور الٹا چلا گیا۔ جب بابر کے بعد ہمایوں بادشاہ ہوا اور یہ شہرت ہوئی کہ بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ دہلی کے بادشاہ کا ہے تو نصیب شاہ نے ۹۳۹ھ ۱۵۳۲ میں اخلاص وخصوصیت ومحبت کے اظہار کے لئے ملک فرحان خواجہ سرا کے ہاتھ بہت نفیس تحفے سلطان بہادر گجراتی پاس بھیجے۔ ایلچی کو قلعہ منڈو میں سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجا جس کو سلطان نے خلعت خاص مرحمت کیا اس مدت میں نصیب شاہ باوجود دعوی سیادت ایسے حمق وظلم کا مرتکب ہوا کہ جس کی شرح سے سب کی خاطر مکدر ہوئی ۹۴۳ھ ۱۵۵۸ میں اُس کی عمر تمام ہوئی یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ اجل طبیعی سے مرا یا کسی نے اس کو مار ڈالا۔ نصیب شاہ کے بعد سلطان محمود بنگالی نے مملکت میں استیلا پایا۔ وہ نصیب شاہ کے امرا میں تھا ۱۰ سال سلطنت کی۔ شیر شاہ نے اُس پر لشکر کشی کر کے زخمی کیا۔ وہ بھاگ کر ہمایوں بادشاہ پاس گیا۔ ہمایوں ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ میں شیر شاہ کو شکست دے کر بنگالہ کا بادشاہ ہوا اور گور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ پھر شیر شاہ نے یہ ملک اُس سے لے لیا۔ محمد خاں افغان کہ امرائے سلیم شاہ میں سے تھا اس کی جانب سے یہاں حاکم مقرر ہوا۔ جب محمد خاں گیا تو اُسکے بیٹے سلیم خاں نے سلیم شاہ سے مخالفت کی اور خود اپنا لقب سلطان بہادر رکھا اور صاحب خطبہ وسکہ ہوا۔

سلطنت سلیم خان سلطان بہادر

چند روز سلطان بہادر نے سلطنت کی کہ سلیمانی کرانی افغان نے بنگالہ کی حکومت حاصل کی وہ سلیم شاہ کے اُمرا میں سے تھا۔

مال کی طمع میں آنکر اُس سے بیعت قبول کی اور شہر گور کو لوٹنا شروع کیا۔ سید شریف مکی کو بہت آسانی سے سر پر چتر رکھنا نصیب ہوا اوسنے اپنا خطبہ پڑہوایا اور بادشاہ بالاستقلال ہوا

بیت۔ دولت آنست کہ بے خونِ دل آید بکنار ورنہ باسعی عمل باغِ جناں اینہمہ نیست

چندروز بعد تاراج کو منع کیا لوٹیروں نے اسکا حکم نہ مانا تو بارہ ہزار لٹیروں کو قتل کرڈالا تو وہ لوٹ سے باز آئے۔ اُنکا مال تلاش کرکے اوس نے خود لے لیا۔ ان میں ایک ہزار تین سو سونے کے تھال تھے۔ بنگالہ اور لکھنوتی کی رسم یہ تھی کہ جو مالدار ہوتا وہ سونے کے تھال بناتا اور اس میں کھانا کھاتا اور جشن طوی کے روز جو سونے کے تھال مجلس میں زیادہ لگاتا وہ زیادہ بڑا سمجھا جاتا بنگالہ کے زمینداروں میں یہ رواج اب بھی ہے۔ شاہ علاءالدین مرد عاقل ودانا تھا اصیل ونجیب امرا کی رعایت کی اور بندگان خاص کو بھی مراتب ارجمند ومناصب بلند پر پہنچایا۔ چوکی کے پائکوں کو برطرف کیا تاکہ اوسنے مضرت نہ پہنچے۔ حبشیوں کو اپنی قلمرو سے خارج کیا۔ اونکی شرارت اور صاحب کشی مشہور ہوگئی تھی اس لئے اون کو جونپور اور ہندوستان میں کہیں جگہ نہ ملی وہ دکن اور گجرات میں چلے گئے۔ سلطان علاءالدین نے مغلوں اور افغانوں کی دستگیری کی۔ اونکو عمال اور کارکن جا بجا مقرر کیا۔ جس سے ملک کو قرار ہوا۔ سلاطین حبشیہ کے زمانہ میں جو تزلزل وانقلاب ہوئے تھے برطرف ہوئے اور مملکت کے گردن کشوں نے اطاعت کی اور اطراف میں راے مطیع ہوئے بلاد بنگالہ کی معموری میں کمال سعی اور اہتمام کیا اپنے اخلاق حمیدہ وہنر پسندیدہ کی برکت سے اور وفور عقل وکاروانی سے برسوں بادشاہی کی آخر ۹۳۰ھ ۱۵۲۳ء میں موت آئی۔ ۲۰ سال سلطنت کی۔

نصیب شاہ بن سلطان علاءالدین

شاہ علاءالدین کے اٹھارہ بیٹے تھے انمیں سے سب سے بڑے بیٹے نصیب شاہ کو امرانے بادشاہ بنایا اوسنے جو کام پسندیدہ کیا یہ تھا کہ اپنے بھائیوں کو باپ کے وقت سے بھی دو چند جاگیریں دے دیں۔ بابر بادشاہ ابراہیم شاہ لودی کو مار کر ہندوستان میں بادشاہ ہوا تھا

صاحب اختیار بنایا اوسکی رہنمونی سے سوار و پیادہ کی تنخواہ کو کم کیا اور خزانہ کو بہرا۔ایک عالم
اس سے متنفر ہوا۔بہت سے امیر اس سے برگشتہ ہوکر ملک سے باہر چلے گئے مظفر شاہ پانچہزار حبشی
اور تین ہزار افغان و بنگالی لیکر قلعہ متحصن ہوا۔ایک قول کے موافق چار دن اور ایک
قول کے مطابق چار ماہ اندر اور باہر کے آدمیوں میں جنگ واقع ہوئی۔ہر روز بہت آدمیوں
کے سرتن سے جدا ہوتے۔جو کوئی پکڑا ہوا سلطان مظفر کے سامنے آتا تو اوس کو قہر و
غضب میں آن کر کشتہ کرتا۔چار ہزار آدمی قتل ہوئے اور آخر روز مظفر شاہ شہر سے باہر
نکل کر لڑا طرفین کے بیس ہزار آدمی مارے گئے۔مظفر شاہ بہت سے امرا اور مقربوں کے
ساتھ مارا گیا۔حاجی محمد قندہاری کے قول کے موافق ان ایام میں سب لڑائیوں میں اول
سے آخر تک ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ہندو مسلمان مارے گئے۔سید شریف مکی نے
علم شاہی بلند کیا۔طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ مظفر شاہ سے خلقت کو نفرت
تھی۔سید شریف مکی اس بات کو سمجھ گیا اوسنے پائکوں کے سرداروں کو اپنا یار بنایا
اور ایک رات کو تیرہ آدمیوں کے ساتھ لیکر حرم سرا میں جاکر شاہ مظفر کو قتل کیا اور خود
علی الصباح تخت پر ہو بیٹھا اور سلطان علاء الدین اپنا نام رکھا اور ملک کے کام میں مشغول
ہوا۔مظفر شاہ کی مدت سلطنت ۳ سال ۵ ماہ تھی۔

سلطنت شریف مکی سلطان علاء الدین

سید شریف مکی اپنی وزارت کے دنوں میں اپنے تئیں نیک نفس لوگوں کو دکھلانا چاہتا تھا
تو خلایق کے کانوں میں کہتا کہ مظفر شاہ حبشی ہے اور بادشاہی کے قابل نہیں ہے۔ہر چند
میں اوسکو سپاہ اور امرا کے باب میں نصیحت کرتا ہوں مگر سودمند نہیں ہوتی اسلئے امرا اوسکو
مشفق و مہربان جانتے تھے جسروز شاہ مظفر کشتہ ہوا امرا نے بادشاہی کے باب میں مشورہ کیا
اور سید شریف کی بادشاہی پر وہ راغب ہوئے اس سے کہا کہ ہم تجھکو بادشاہ بنائیں تو تو ہمارے
ساتھ کیا سلوک کریگا اوسنے کہا کہ جو کچھ تمہارا مدعا ہوگا اوسی کے موافق کام کرونگا۔اسوقت
جو کچھ زمین کے اوپر ہے تمکو دیتا ہوں اور جو زمین کے اندر ہے وہ میں خود لیتا ہوں غرض خاص وعام نے

بعض ڈہائی مہینے بتلاتے ہیں۔ باربک شاہ کے مرنے کے بعد کچھ مدت تک بنگالہ میں یہ رسم رہی کہ جو کوئی اپنے بادشاہ کو مار ڈالے وہی بادشاہ ہوا اور سب آدمی اوس کے مطیع اور فرماں بردار ہوں اور اوسکے احوال نعارض نہ ہوں۔

سلطنت ملک اندیل حبشی المخاطب فیروز شاہ

فیروز شاہ تخت بنگالہ پر متمکن ہوا طریقہ معادلت اور احسان کو اختیار کیا۔ خلایق کو امن اماں میں رکھا۔ اپنی امیری کے دنوں میں بڑے بڑے کام کئے تھے اوسکی سپاہ اور رعیت نے کان نہ ہلائے۔ تین سال کمال استقلال سے بادشاہی کی پہر مریض ہو کر ۸۹۹ھ ۱۴۹۴ء میں اس دنیا سے رہائی پائی۔

سلطنت محمود شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کے بعد اوسکے بڑے بیٹے سلطان محمود شاہ نے سریر سلطانی پر جلوس کیا۔ ملک ومال کے امور کا متکفل غلام حبش خاں ہوا۔ اور محمود شاہ برائے نام بادشاہ ہوا۔ ایک اور حبشی جسکو شیدی بدر دیوانہ کہتے تھے ان اوضاع سے تنگ آیا حبش خاں کو مار ڈالا۔ مہمات دولت کا خود متصدی ہوا۔ پائکوں کے سردار سے متفق ہو کر سلطان محمود کو بھی قتل کیا۔ علی الصباح خود تخت پر بیٹھا اور مظفر شاہ اپنا خطاب رکھا۔ اور ان ممالک کا حاکم ہو گیا۔ سلطان محمود نے ایکسال سلطنت کی حاجی محمود قندہاری کی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود کا بیٹا سلطان فیروز شاہ نہ تھا بلکہ فتح شاہ کا بیٹا وہ تھا۔ شاہ باربک کا غلام حبش خاں تہا وہ فیروز شاہ کے حکم سے اوسکی تربیت کرتا تھا۔ فیروز شاہ کے مرنیکے بعد سلطان محمود تخت پر بیٹھا۔ جب چھ سال سلطنت پر گذرے تو حبش خاں کو شاہی کی ہوس ہوئی۔ شیدی بدر دیوانہ نے حبش خاں کو مار ڈالا اور خود بادشاہ ہوا۔

شیدی بدر حبشی مظفر شاہ

مظفر شاہ حبشی بڑا سفاک و بیباک تھا جو علماء و صلحاء و اشراف اوسکی بادشاہی سے راضی نہ تھے اونکو مار ڈالا۔ اور ہندوں کی رایوں کو کہ شاہان بنگالہ کی خصومت میں کمربستہ رہتے تھے اونپر بھی لشکر کشی کر کے قتل کیا۔ سید شریف کو منصب وزارت عطا کیا اور ملک مال کا

قصاصِ خون میں تلف ہوں تو تھوڑے ہیں یغرش خاں نے آہستہ آہستہ چند زخم باربک شاہ کی
پیٹھ پر مارے۔ اوسنے اپنے تئیں مردہ بنایا۔ ملک اندیل اور یغرش خاں اور حبشی باہر آئے
اور تواچی باشی حبشی سے اونہوں نے کہا کہ ہم نے حرام کا کام تمام کیا۔ تواچی باشی حبشی
نے شاہ باربک کی خوابگاہ میں چراغ روشن کیا۔ باربک شاہ ملک اندیل کا خیال
کرکے خوف جان سے ایک مخزن میں پہلے اس سے چراغ روشن ہوں جا چھپا تھا
جب تواچی باشی اس مخزن میں گیا تو باربک شاہ نے دم چرا کر اپنے تئیں مُردہ بنایا
تواچی باشی نے فریاد مچائی کہ ہائے ہمارے صاحب کو غداروں نے مار ڈالا۔ باربک شاہ
نے اوسکو خیر خواہوں اور صدیقوں میں شمار کیا اوسنے کہا کہ چپ رہو کہ میں ابھی زندہ ہوں
ملک اندیل کہاں ہے تواچی باشی نے کہا کہ وہ یہ سمجھ کر کہ بادشاہ قتل ہو گیا خاطر جمع
سے اپنے گھر چلا گیا۔ باربک شاہ نے اوس سے کہا کہ باہر جا کر فلاں فلاں امرا کو جمع کرکے
کہو کہ ملک اندیل حبشی کا سر کاٹ کے لائیں اور دروازوں کو نوبتی پیادوں کے سپرد
کرکے کہدو کہ مسلح ہو کر ہوشیار رہیں تواچی نے کہا کہ بسر و چشم اب جاتا ہوں اور علاج
کرتا ہوں باہر آنکر ملک اندیل کے کان میں چپکے سے سارا حال کہدیا۔ ملک اندیل نے
پھر اندر آنکر باربک کا کام خنجر سے تمام کیا۔ اور اسی مخزن میں لاش کو مقفل کر دیا اور خانجہاں
وزیر کو طلب کیا۔ جب وہ آیا تو بادشاہ کے مقرر کرنے کے باب میں مشورہ کیا سوا دو سال
کے لڑکے کے فتح شاہ کا وارث کوئی نہ تھا۔ وہ شاہی کے قابل نہ تھا۔ کس طرح اوس کو
تخت پر بٹھلاتے سب متفق ہو کر فتح شاہ کی بیوی پاس گئے اور رات کی داستان سنائی
اور کہا کہ تیرا بیٹا ابھی بچہ ہے اوس کو کسی کے حوالہ کر کہ وہ بڑا ہو کر مہمات بادشاہی کے
سر انجام دینے کے لایق ہو۔ شہزادہ کی ماں اون کی بات کو سمجھ گئی اوسنے کہا کہ میں نے
خدا سے عہد کیا تھا کہ فتح شاہ کے قاتل کو جو شخص ماریگا بادشاہی اوس سپرد کروں گی
ملک اندیل حبشی نے اول بادشاہی سے انکار کیا۔ مگر امرا کے کہنے کو منظور کیا اور تخت پر
بیٹھ کر فیروز شاہ اپنا خطاب رکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ باربک شاہ کی سلطنت آٹھ مہینے رہی

دربار میں آمد وشد کرتا۔ جب خواجہ سرا اوسکے دفع کرنے میں عاجز ہوا تو ایک دن مجلس کو ترتیب دیگر زیب و زینت سے آراستہ کیا اور دس بارہ ہزار آدمی اطراف وجوانب سے دار الامارۃ میں جمع ہو گئے۔ مجلس کمال شان وشوکت سے مرتب ہوئی تو اوسنے اول اندیل کو اپنے پاس بلایا اور بہت التفات سے پیش آیا۔ اور فرمایا کہ سلطان اور اوس کی ایک جماعت کو میں نے مار ڈالا اور تخت پر ہو بیٹھا۔ تو میرے اس کام پر کیا کہتا ہے تو ملک اندیل نے یہ مصرع پڑھا

مع ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود + سلطان شہزادہ کو یہ بات بڑی بھلی معلوم ہوئی فی الفور خلعت وکمر وخنجر مرصع وچند اسپ وفیل اوس کو عنایت کئے اور قرآن کو درمیان میں رکھا اوسنے ملک اندیل سے قسم دلائی کہ وہ اوسکو کوئی آسیب نہیں پہنچائے گا۔ ملک اندیل نے قسم کھائی کہ جب تک تو تخت پر ہوگا میں مضرت نہیں پہنچاؤنگا۔ اس سبب سے کہ سب آدمی اس خواجہ سرا سے خونیں دل ہو رہے تھے۔ اور ملک اندیل حبشی بھی اپنے ولی نعمت کے خون کے انتقام لینے میں بیحد تھا۔ دربانوں سے ملکر وہ فرصت کی تلاش میں رہتا تھا۔ ایک دن وہ کافر نعمت شراب پی کر تخت پر سو گیا تو دربانوں کی رہنموئی سے حرم سرا میں ملک اندیل حبشی قتل کے قصد سے گیا۔ وہ تخت پر سوتا تھا تو اوسکو اپنی قسم یاد آئی اس اثنا میں وہ اجل رسیدہ تخت سے نیچے گر پڑا۔ ملک اندیل اوسکو اپنی قوت طالع سمجھا۔ چست وچالاک ہو کر اوس پر تلوار ماری شمشیر کارگر نہ ہوئی۔ بار بک ہوشیار ہوا اور اپنے تئیں ننگی تلوار کے روبرو دیکھا۔ وہ ملک اندیل حبشی سے لپٹ گیا وہ قوی اور عظیم الجثہ تھا۔ ملک اندیل حبشی کو کشتی میں نیچے لے آیا۔ ملک اندیل حبشی نے اپنے ہاتھوں میں اوسکے سر کے بال خوب مضبوط پکڑے یغرش خاں ترک کو کہ حجرہ سے باہر کھڑا تھا غل مچا کر بلایا یغرش خاں حبشیوں کی جماعت لیکر اندر آیا۔ ملک اندیل کو نیچے دیکھ کر اوسکو الم ہوا۔ اثنا تلاش میں اور ایک دوسرے کے پکڑنے میں شمعیں ہاتھ پاؤں کے نیچے آنکر بجھ گئی تہیں وہ خاموش تھا رات بہت تاریک تھی۔ ملک اندیل حبشی نے فریاد کی کہ میں نے اسکے سر کے بال خوب مضبوط پکڑ رکھے ہیں اسکا جسم اتنا چوڑا چکلا ہے کہ میری پیٹھ بن ہا ہے اسپر سے تلوار گزر کر مجھ تک نہیں آئے گی۔ اگر میں اور مجھ جیسے ہزار ولی نعمت کے

حکومت فتح شاہ

کہتے ہیں کہ فتح شاہ عالم ودانا تھا اوسنے سلاطین پیشین کی رسوم کو اختیار کیا ہر ایک امیر کی بقدر اوکی لیاقت کے قدر ومنزلت کی۔ باربک شاہ اور یوسف شاہ کے عہد میں جو خواجہ سرا اور حبشی بہت صاحب اعتبار ہوگئے تھے اور بے اعتدالیاں کرنے لگے تھے۔ تازیانہ عدل سے اونکی اصلاح کی اس زمانہ میں بلاد بنگالہ میں رسم تھی کہ ہر رات پانچہزار پائک نوبت بہ نوبت پہرہ دیتے تھے علی الصباح بادشاہ تخت پر بیٹھ کر ان کا سلام لیتا تھا اور رخصت کرتا تھا تو دوسری جماعت حاضر ہوتی تھی۔ خواجہ سرایوں کو جب بادشاہ نے درست کیا تو وہ پریشان ہوکر خواجہ سرائے سلطان شہزادہ بنگالی پاس گئے۔ پہرہ دار آدمی سب اوس کے حوالہ تھے۔ اور محلوں کی کنجیاں اوسکے پاس رہتی تہیں۔ سلطنت کے صاحب داعیہ ہونے کے آثار بھی وہ ظاہر کرتا تھا لوگوں نے اوسکو سلطنت کی تکلیف دی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس زمانہ میں خواجہ جہاں خواجہ سرا اور برادر ملک اندیل امیر الامرا حبشی لشکر کے خلاصہ کو لیکر سرحد کی رایوں کے دفع کرنے کے لئے نامزد ہوئے تھے۔ سلطان شہزادہ نے فرصت پاکر خواجہ سرایوں اور نوبتی پایکوں کی یاری سے ۸۹۶ھ میں فتح شاہ کو قتل کیا اور علی الصباح خود تخت پر بیٹھ پائکوں کا سلام لیا فتح شاہ کی مدت حکومت ۷ سال ۵ ماہ تھی۔

ذکر حکومت سلطان باربک

جب خواجہ سرا اپنے صاحب کو کشتہ کرکے بادشاہ ہوا اور باربک شاہ خطاب کہا تو تمام خواجہ سرا اس پاس فراہم ہوئے اور اوسنے کمینے اور پست ہمت آدمیوں کو مال پر فریفتہ کرکے جمع کیا۔ روز بروز شوکت کو بڑہایا۔ صاحب جمعیت امرا کی فکر میں ہوا۔ گروہ امرا کا سرگروہ ملک اندیل حبشی تھا وہ سرحد پر گیا ہوا تھا۔ جب اس بات کی اوس کو خبر ہوئی تو وہ اس فکر میں ہوا کہ کسی طریق سے پایہ تخت پر پہنچے اور اپنے کام کو کفایت سے کرے۔ اس اثنا میں خونی خواجہ سرا کے دل میں آئی کہ ملک اندیل حبشی کو حیلہ وتدبیر سے بلاکر مقید کرے اوسکی طلب میں فرمان صادر کیا۔ ملک اندیل اوسکو لطیفہ غیبی سمجھا اپنی خوب جمعیت کے ساتھ وہ اس پاس آیا۔ بڑی احتیاط سے

اور احمد کی سلطنت میں جو اوسکے خاندان کے لوگ چاروں طرف پراگندہ ہوگئے تھے وہ سب پھر اُس پاس جمع ہوگئے۔ سب چھوٹے بڑے اوسکی سلطنت سے خوشحال ہوئے۔ دہلی اور بنگال کے درمیان سلاطین جونپور حائل ہوگئے تھے اسلئے ناصر الدین نے ۱۶ سال بے کھٹکے سلطنت کی۔ ۸۳۰ھ ۱۴۲۶ میں اس جہان سے رخصت ہوا۔

سلطنت باربک شاہ بن ناصر شاہ

ناصر شاہ کی وفات کے بعد اوسکے بیٹے باربک کو سریر سلطنت پر بٹھایا۔ اوسکے عہد میں رعایا اور سپاہ خوش رہی۔ ہندوستان میں اول یہی بادشاہ ہے جسنے حبشی غلاموں کو ترتیب کرکے بزرگ درجہ پر پہنچایا۔ اور آٹھ ہزار کے قریب حبشی جمع کئے اور خدمات بزرگ مثل وکالت و وزارت و امارت وغیرہ اونکو سپرد کیں۔ گجرات اور دکن کے سلاطین نے بھی اوسکی تقلید کی اسی گروہ کا اعتبار اور اقتدار بڑھایا۔ باربک شاہ نے ۱۷ سال سلطنت کی ۸۶۹ھ ۱۴۶۵ میں انتقال کیا۔

حکومت یوسف شاہ ولد باربک شاہ

باربک شاہ کے بعد اسکا بیٹا یوسف شاہ بادشاہ ہوا۔ اسنے عدل و داد کا شیوہ اختیار کیا وہ علم و فضل و دانائی کے زیور سے آراستہ تھا۔ امر معروف و نہی منکر میں مبالغہ کرتا تھا اوس عہد میں کسی کا مقدور نہ تھا کہ علانیہ شراب پئے اور اوس کے حکم سے تجاوز کرے۔ چند روز بعد ہمیشہ صدور و علماء کو اپنے پاس بلاکر کہتا کہ اگر تم مہمات شرعی میں کسی کی جانب داری کروگے تو ہم میں اور تم میں صفائی نہیں رہے گی۔ میں تم کو بہت تکلیف دوں گا۔ وہ خود بھی علم سے بہرہ رکھتا تھا۔ جن معاملات کو قضات فیصلہ نہیں کرسکتے تھے وہ خود فیصلہ کردیتا ۸۸۷ھ ۱۴۸۲ میں اوسکی زندگی پوری ہوئی۔ ۷ سال ۶ ماہ سلطنت کرگیا۔

سکندر شاہ کا بادشاہ ہونا

یوسف شاہ کے مرنے کے بعد امرا و وزرا نے بغیر سوچے سمجھے شاہ سکندر کو تخت پر بٹھایا مگر وہ سلطنت کا مستحق نہ تھا اسلئے دوپہر بعد اوسکو معزول کیا اور فتح شاہ کو بادشاہ کیا۔

کی حقیقت مجھ پر کھل گئی ہے - مجھے مسلمان ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں - اگر مجھے شاہی کے لئے نہیں قبول کرتے تو میں اپنے چھوٹے بھائی کو سلطنت دیتا ہوں مجھے معذور رکھئے سب اہل حل وعقد نے متفق ہوکر کہا کہ ہم بادشاہ کے تابع ہیں - امور دنیوی میں ہم کو مذہب ودین سے کچھ کام نہیں ہے - جیت مل نے لکھنوتی کے علماء وفضلاء کو طلب کرکے کلمۂ شہادت پڑہا اور خود اپنا خطاب جلال الدین رکھ کر تخت حکومت پر قدم رکھا - داد اور عدل کے لوازم کو ایسا اختیار کیا کہ اپنے عہد کا نوشیرواں ہوا - سترہ سال چند مہینے نہایت استقلال سے بنگالہ لکھنوتی میں سلطنت کرکے ۸۱۲ھ ۱۴۰۹ء میں جان شیریں کو بہشت بریں کے خزانچی کے حوالہ کیا - اسکا بیٹا احمد سلطان تخت نشین ہوا -

سلطنت سلطان احمد بن سلطان جلال الدین

سلطان احمد شاہ اپنے باپ کا پیرو تھا - داد ودہش بہت کی ۸۳۰ھ ۱۴۲۶ء کے آخر میں ۱۸ سال سلطنت کرکے مرگیا -

ناصر الدین غلام کا وارث ملک ہونا

جب سلطان احمد شاہ نے تخت کو خالی چھوڑا تو اوسکا غلام ناصر الدین جرأت کرکے تخت شاہی پر ہو بیٹھا اور بادشاہ کی تمام دولت اپنے ہم پیشوں میں تقسیم کردی تاکہ وہ اوسکے مددگار ہوں - امرا کو شمس الدین بھنگرا کی اولاد میں سے ایک شاہزادہ ہاتھ آگیا اوس کو تخت پر بٹھایا اور غاصب سلطنت کو کوئی کہتا ہے سات روز بعد کوئی کہتا ہے کہ دو پہر بعد قتل کرڈالا -

سلطنت سلطان ناصر الدین بھنگرہ

یہ تعجب کی بات ہے کہ سلاطین بھنگرہ کی سلطنت چند سال بعد مردہ ہوکر پھر زندہ ہوئی - اقبال جو ادبار سے بدل گیا تھا پھر اُس کے ہما نے اپنا سایہ اس خاندان پر ڈالا ناصر شاہ کسانوں میں ملکر زراعت میں مشغول رہتا تھا اصلا اوس کو سلطنت کا خیال نہ تھا وہ عالی جاہ بادشاہ ہوگا - اخلاق حسنہ وصفات خجستہ رکھتا تھا - راجہ کنس اور جلال الدین

ذکر شاہ غیاث الدین بن شاہ سکندر شاہ

سکندر شاہ کے مرنیکے بعد اوسکا بیٹا غیاث الدین تخت پر بیٹھا اور باپ دادا کے طریقہ پر عمل کیا اور تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کی ۷۷۵ھ ۱۳۷۳ء میں اس دنیا سے کوچ کیا۔

ذکر سلطان السلاطین شاہ بن غیاث الدین شاہ

جب شاہ غیاث الدین نے رحلت کی تو امرا نے اوسکے بیٹے سلطان السلاطین کا خطاب دیکر باپ کیجگہ تخت پر بٹھایا یہ بادشاہ شجاع و کریم و حلیم تھا اوسکے امرا و وزرا کارواں تھے۔ ان میں اختلاف نہ تھا۔ اطراف کے راے اوسکے مطیع رہے۔ اور مال واجبی کے ادا کرنے میں تاخیر نہیں کرتے تھے ۷۸۵ھ ۱۲۸۴ء میں دس سال حکومت کرکے دنیا سے رحلت کی اوسکی مدت شاہی ۷ سال چند ماہ بعض بتاتے ہیں۔

سلطنت شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین

جب سلطان السلاطین دار دنیا سے دار بقا کو گیا تو امرا نے اوسکے بیٹے کو شاہ شمس الدین کا خطاب دیکر اورنگ شاہی پر بٹھایا۔ وہ اپنی خردسالی کے سبب سے خفیف العقل تھا۔ اوسکے عہد میں کنس ہندو نے کمال شوکت و استقلال حاصل کیا تھا۔ وہ حسب صنا اختیار ملک و مال کا ہو گیا۔ جب سلطان شمس الدین ۷۸۸ھ میں سریر حیات سے اُٹھا تو کنس نے اپنی حکومت کا علم بلند کیا۔ شمس الدین نے تین سال چند ماہ حکومت کی۔

حکمرانی راجہ کنس ہندو

راجہ کنس اگرچہ مسلمان نہ تھا مگر مسلمانوں سے ایسی آمیزش و محبت رکھتا تھا کہ بعض مسلمان اُسکے اسلام پر شہادت دے کر اوس کو دفن کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال اُس نے کلاہ خسروی کو سر پر رکھا۔ چتر و اثاثہ سلطنت اوس کو ملا۔ سات سال کمال استقلال سے کامرانی بوجہ احسن کی۔ بعد عالم نیستی کی راہ ناگزیر پر چلا گیا۔ اُس کا بیٹا مسلمان ہو کر تخت فرمان دہی پر بیٹھا۔

حکومت جیت مل ولد کنس المخاطب بہ سلطان جلال الدین

کنس کے مرنے پر اوسکے بیٹے جیت مل نے ارکان سلطنت کو بلایا اور کہا کہ ملت احمدی

متعرض نہ ہوا۔ وہ کمال استقلال سے بادشاہی کرتا رہا۔ دہم شوال ۷۵۴ھ ۱۳۵۳ء میں دہلی سے فیروز شاہ ایک لشکر گراں کے ساتھ لکھنوتی پر متوجہ ہوا۔ شاہ شمس الدین تمام ولایت بنگالہ کو خالی چھوڑکر اکدالہ میں چلا گیا۔ حوالی اکدالہ میں سلطان فیروز شاہ آیا۔ جنگ صف ہوئی طرفین سے آدمی کشتہ ہوئے شاہ شمس الدین بھاگ کر اکدالہ میں متحصن ہوا۔ جاج نگر سے جو بڑے بڑے ہاتھی شمس الدین لایا تھا۔ وہ فیروز شاہ کو ہاتھ آئے۔ برسات کا موسم آیا بارش کی کثرت ہوئی سلطان فیروز شاہ دہلی چلا گیا اسکو ۷۵۵ھ ۱۳۵۵ء میں شمس الدین نے ایسی پیشکش سخندان ایلچیوں کے ہاتھ بھیجی جو بادشاہوں کے لائق ہوتی ہے۔ بادشاہ نے ایلچیوں کو رخصت کیا ۷۵۹ھ ۱۳۵۷ء میں اوسنے پھر ملک تاج الدین کے ہمراہ بھاری پیش کش سلطان دہلی پاس روانہ کی بادشاہ نے ایلچی پر بڑی مہربانی کی اور ملک سیف الدین شحنہ کے ہمراہ تازی وترکی گھوڑے اور تحفے بادشاہ شمس الدین پاس بھیجے مگر یہ سفیر بہار ہی میں آیا تھا کہ سلطان شمس الدین کا انتقال ہوگیا۔ اوس کی مدت سلطنت ۱۶ سال اور کئی ماہ تھی۔ حاجی پور اوسی کا آباد کیا ہوا ہے۔

ذکر سلطنت شاہ سکندر بن شاہ شمس الدین شاہ

جب شاہ شمس الدین نے دنیا سے کوچ کیا تو سوم کے روز امیروں نے بڑے بیٹے کو بادشاہ بنایا اور شاہ سکندر کا خطاب دیا۔ عدل وداد کی نوید اوسنے دی اور بادشاہ فیروز شاہ کی استرضا خاطر کے لئے پچاس ہاتھی اور اقسام اقمشہ برسم پیش کش بھیجیں۔ اسوقت فیروز شاہ بادشاہ ۷۶۰ھ میں بنگالہ کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان سکندر نے بقدر طاقت و استعداد مقاومت کی قلاع وبقاع کو مضبوط کیا۔ سلطان فیروز شاہ ظفر آباد میں آیا۔ سلطان سکندر نے بھی باپ کی رسم اختیار کی حصار اکدالہ میں متحصن ہوا۔ مقاومت کی طاقت نہ تھی۔ ہر سال پیشکش کا دینا قبول کیا جس کے سبب سے بادشاہ واپس گیا۔ بادشاہ ابھی رستہ ہی میں تھا کہ ۳۷ یا ۴۸ ہاتھی اور بہت سی امتعہ سلطان کی پیشکش میں بھیجے اور باپ کے آئین پر عمل کرکے تمام عمر عیش سے بسر کی اوسکی مدت شاہی ۹ سال چند ماہ تھی بعض کہتے ہیں کہ وہ بیٹے کے ساتھ جنگ میں مارا گیا

ملک الیاس مستعد لشکر رکھتا تھا۔ سلطان علاء الدین کو قتل کیا اور خود اپنا خطاب سلطان شمس الدین رکھا اور ۷۴۳ھ میں سنارگانو پر لشکر کشی کر کے فخر الدین کو زندہ گرفتار کیا اور لکھنوتی میں لاکر دار پر کھینچا اور خطبہ اور سکہ اپنے نام پر جاری کرایا۔ مگر طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ قدر خاں کا سلاحدار فخر الدین تھا اوسنے غدر کر کے اپنے ولی نعمت کو مار ڈالا اور خود سلطنت کرنے لگا۔ مخلص خاص اپنے غلام کو آراستہ لشکر کے ساتھ اقصاء بنگالہ میں اوسنے بھیجا۔ علی مبارک عارض لشکر قدر خاں نے مخلص سے جنگ کر کے شکست دی۔ اسباب وحشم جو اس پاس تھا اوسپر متصرف ہوا فخر الدین کہ نو دولت تھا آدمیوں سے اطمینان خاطر نہ رکھتا تھا۔ وہ علی مبارک سے لڑنے نہ گیا علی مبارک نے سامان کر کے اپنا نام سلطان علاء الدین رکھا۔ ۷۴۱ھ میں فخر الدین لکھنوتی میں گیا۔ جنگ میں علی مبارک کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ فخر الدین کا زمان سلطنت دو سال اور کئی مہینے تھی۔

ذکر ایالت علی مبارک المخاطب سلطان علاء الدین

علاء الدین فخر الدین کو قتل کر کے اور لکھنوتی میں تھانہ مقرر کر کے بنگالہ کی طرف متوجہ ہوا ملک حاجی الیاس نے سلطان علاء الدین کے لشکر کو اپنے ساتھ متفق کر لیا اور لکھنوتی اور بنگالہ کو اپنے اختیار میں کر لیا اور علاء کو مار ڈالا اور خود شاہ شمس الدین بن بیٹھا۔ سلطان علاء الدین کی مدت سلطنت یک سال و پانچ مہینے تھی۔

سلطنت حاجی الیاس المشہور سلطان شمس الدین بھنگرہ

جب علاء الدین شاہ مارا گیا تو تمام لکھنوتی اور بنگالہ حاجی الیاس کے تصرف میں آیا امرائے اتفاق کر کے اوسکو شاہ شمس الدین شاہ بھنگرہ کا خطاب دیا۔ اوسنے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اسکا لقب بھنگرہ ہی مگر وجہ تسمیہ اوسکی معلوم نہیں۔ محمد بختیار خلجی کے بعد مسلمانوں کی عملداری سے ولایت جاج نگر نکل گئی تھی۔ افسر اور سپاہ کی دل جوئی کر کے شمس الدین نے اوس پر لشکر کشی کی اور اس حدود میں بڑے بڑے ہاتھی اوسکے ہاتھ آئے اور اپنے دار الملک کو مراجعت کی تیرہ سال کئی مہینہ تک شاہان دہلی میں سے ایک بھی اس کا

دہلی کے پادشاہ محمد تغلق کی طرف سے بنگالہ کا حاکم قدر خاں تھا اسکا ایک سلاحدار ملک فخرالدین تھا۔ قدر خاں سنارگانو میں فوت ہوا۔ ۷۳۹ھ ۱۳۳۸ء میں فخرالدین ملک پر متصرف ہوا اور اپنا خطاب فخرالدین سلطان رکھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور خیل و حشم کے جمع کرنے میں کوشش کی جب سلطان محمد تغلق کو اوس کی خبر ہوئی تو اوسنے قدر خاں حاکم لکھنوتی کو ایک امرا کی جماعت کے ساتھ ملک فخرالدین کی تنبیہ کے لئے بہیجا۔ جب مقابلہ ہوا تو فخرالدین منہزم ہوا۔ اور جنگل میں دور بہاگ گیا۔ اوس کے سب ساتھی گھوڑے قدر خاں کے ہاتھ آئے۔ قدر خاں یہاں آیا اور باقی اور امرا اپنی جاگیروں میں گئے۔ برسات کا موسم آگیا۔ قدر خاں روپیہ جمع کرنے میں مشاغل اور سپاہ کے جمع کرنے سے غافل ہوا۔ اسکا ارادہ یہ تھا کہ برسات کے ختم ہونے کے بعد سلطان پاس جاکر روپے اشرفیوں کے ڈہیر اسکے سامنے لگادونگا۔ فخرالدین کو بھی اس ارادہ کی خبر لگ گئی تھی۔ اوسنے مخفی آدمیوں کو سپاہیوں پاس بہیجکر اس وعدہ پر سب کو اپنا بنالیا تھا کہ جب قدر خاں پر فتح پاؤنگا تو سارے خزانے اوسکے تم میں تقسیم کردونگا۔ جب فخرالدین اپنے لشکر سمیت جنگل سے سنارگانو میں آیا تو لشکر عاصی اور امیران باغی اوسکے ساتھ ہوئے اور اونہوں نے قدر خاں کو مارڈالا اور خزانہ چھین لیا۔ فخرالدین نے وعدہ پورا کیا کہ سارا خزانہ سپاہ کو دیدیا۔ سنارگانو کو تخت گاہ بنایا اور اس دیار کی حکومت میں مشغول ہوا۔ اور اپنے غلام مخلص خاں کو بہت سا لشکر دیکر لکھنوتی کے انتظام کے لئے بہیجا۔ علی مبارک کہ قدر خاں کے لشکر کا عارض (میر بخشی) تھا اوسنے ہمت و مردانگی کرکے اخلاص و دولت خواہی کی وجہ سے ایک جماعت کو اپنا یار ویاور بنایا اور مخلص خاں کو شکست دی اور سلطان محمد تغلق پاس فتح نامہ اور عرضیہ بہیجا کہ اگر حکم ہو تو میں ضابطہ لکھنوتی بنوں۔ سلطان اوس کو جانتا نہ تھا اس لئے جواب پر ملتفت نہ ہوا۔ یوسف شحنہ دہلی کو لکھنوتی کا ضابطہ مقرر کرکے روانہ کیا۔ وہ وہاں نہ پہنچنے پایا تھا کہ موت نے اوسکو آخر منزل میں پہنچادیا۔ علی مبارک کے قبضہ میں لکھنوتی آئی اسباب بادشاہی مہیا تھا اپنے تئیں سلطان علاءالدین کا خطاب دیا۔ اس نواح میں

کمانیں رکھتے تھے۔ بہت ہی کم ایسے نیزہ دار تھے۔ محمد بختیار کو معلوم ہوا کہ یہاں سے پندرہ کروہ پر ایک شہر کرم سین ہے کہ پچاس ہزار ترک خونخوار نیزہ باز اُس میں موجود ہیں اور ہر روز اوس کے بازار میں پندرہ سو گھوڑے فروخت ہوتے ہیں اور دربار لکھنوتی میں جو گھوڑے آتے ہیں وہ اوسی شہر سے جاتے ہیں۔ عساکر اسلام راہ کا تھکا ہوا اور لڑائی سے ہارا ہوا تھا اس قدر آدمیوں سے لڑائی کی جان نہیں رکھتا تھا اسلئے مراجعت کا عازم ہوا۔ اہل تبت نے راہوں کو بند کر رکھا تھا۔ اذوقہ کمتر پہنچتا تھا۔ بہت محنت و مشقت اُٹھا کر رائے کرود میں لشکر آیا اتفاق کی بات یہ ہے کہ پل کی محافظت کے لئے جو دو امیر چھوڑے تھے اون میں کچھ جھگڑا ہوا وہ چلدئے۔ اب دریا کے عبور کے سامان کی تیاری میں بہت کوشش کی کشتیوں کی تیاری کی ایک بتخانہ میں رہنے کا ارادہ کیا۔ مگر اہل تبت نے یہ چاہا کہ مسلمانوں کو بت خانہ میں بند کر کے بے آب و دانہ ہلاک کرنا چاہئے۔ محمد بختیار کو جب یہ خبر ہوئی تو نہایت حیران و پریشان تھا تدبیر کر رہا تھا کہ اوسنے دیکھا کہ ایک سوار دریا سے عبور کر گیا جس سے مسلمانوں نے جانا کہ دریا پایاب ہے اہل تبت کے ہول کے مارے اس دریا میں چل پڑے وہ پایاب نہ تھا اسلئے محمد بختیار اور سو آدمیوں کے سوا سب سوار بحر فنا میں غرق ہوئے۔ محمد بختیار جب اپنے ملک میں دیوکوٹ میں آیا تو رنج و غم کے مارے بیمار ہوا۔ جب پریشانی کی خبر ملک میں پھیلی تو خلجیوں کے فرزند اور عورتیں اپنے عزیزوں کا حال دریافت کرنے کے لئے دیوکوٹ میں آئے۔ جب عورتوں کو اپنے عزیزوں کے ڈوبنے کا حال معلوم ہوا تو سر راہ اور گلی کوچوں میں محمد بختیار کو وہ کوستی تھیں اور گالیاں دیتی تھیں۔ وہ اس حال کو دیکھکر اور زیادہ رنجیدہ ہوا۔ ۶۰۲ھ میں اوس نے روح پر سے جسم کا پشتارہ اُتار کر پھینکا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ علی مرداں خلج نے دیوکوٹ میں جا کر محمد بختیار کو خنجر مار کر کام تمام کیا جنازہ اوسکا بہار میں گیا اور وہاں وہ دفن ہوا۔ اوسکے بعد امرا اور بادشاہان دہلی نے یہاں حکومت کی جسکا ذکر بادشاہوں کے حال میں مذکور ہوا۔

سلطان فخر الدین کا دیار شرقی کی سلطنت پر سرافراز ہونا

سرحد بنگالہ پر ندیا کے عوض میں ایک شہر رنگپور آباد کیا اور اوسکو دار الملک بنایا مساجد و
خوانقاہ و مدارس اس شہر میں اور ولایت میں بجائے معابد کفار شعار اسلام کے موافق بنائے
اور اس زمانہ میں جو غنائم اوسکو ہاتھ لگیں وہ سلطان قطب الدین پاس بھیجکر اپنے حسن اعتقاد
اور نیک ذاتی کو عالم پر ظاہر کیا۔ جب اس ملک پر اسکا کماحقہٗ قبضہ ہو گیا تو تبت و ترکستان
کی تسخیر کا سودا ہوا محمد شیر خاں خلجی کہ اوس کا سپہ سالار تھا اوس کو اس ملک میں اپنا نائب مقرر
کیا اور اپنے بھائی کو اس کا مددگار بنایا۔ اور انتخابی بارہ ہزار سوار لے کر ان پہاڑوں پر
گیا جو لکھنوتی اور تبت کے درمیان ہیں۔ یہاں کی خلقت تین قسم کی ہے ایک منج دوم کوچ
سوم تہار سب کے چہرے ترکوں کے سے تھے اور اون کی زبان ترکی و ہندی کے درمیان
تھی۔ زمیندار منج کہ ہندوستان کا سرحد نشین تھا محمد بختیار نے اوس کو گرفتار کیا۔ وہ اوس کے
ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ وہ علی منج مشہور ہوا۔ اس کوہستان کی راہ جاں ستان تھی۔ وہ
ایک شہر ابردھن پر پہنچا اوس کے سامنے دریا تمکری بہتا تھا علی منج کی ہدایت سے
وہ قدیمی پل پر پہنچا اور اوس نے اس پل کے حفاظت کے لئے ایک ترک امیر اور دوسرا
خلج امیر مقرر کیا اور پل کو عبور کر کے تبت میں آیا۔ رائے کامرو نے محمد بختیار کی زبردستی
کو سنا تھا تو وہ اوسکے ساتھ رفق و مدارا سے پیش آیا تھا جب اوس کو محمد بختیار کے عبور کی
خبر ہوئی تو اوسنے اپنے معتمدوں کو بھیجکر خاطر نشان کیا کہ تبت کی راہ بڑی دشوار گذار اور
سرحد پر قلعے نہایت استوار ہیں اس سال ولایت تبت کی تسخیر کو موقوف کیجئے۔ دوسرے
سال میں سپاہ اسلام کا پیشوا میں خود ہونگا۔ مگر محمد بختیار کا بخت برگشتہ ہو گیا تھا اوس نے
اوسکے کہنے پر ذرا خیال نہ کیا اور تبت کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ روز تک پہاڑوں میں
سفر کیا پھر سولھویں روز ایک مسطح صحرا میں آیا تو ایک مملکت اوسنے آباد دیکھی۔ لشکر اسلام نے
قلعہ و شہر کو جو نزدیک اور سامنے تھے پھر کر غارت کرنا شروع کیا۔ اہل تبت نے جمع ہو کر
مسلمانوں کو شہر اور قلعہ سے باہر نکال دیا۔ اور لڑکر بہت مسلمانوں کو مجروح اور خستہ کیا
وہ جوشن و برگستوان و سپر و خود لگائے ہوئے تھے۔ سب تیر انداز تھے اور بڑی بڑی

کفار را ویران ساختہ مساجد و خوانق و مدارس کرد و دار الملک بنام خویش تعمیر فرمود کہ
کہ گور نام دارد۔ بعض نے یہ وجہ تسمیہ گہڑی ہے کہ ملک غیر آباد پانی اور درختوں سے بہرا رہتا ہے
وہ قبر سے مشابہت رکہتا ہے اسلئے گور نام رکہا ہے۔ مگر البرونی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے
کہ وسط بنگال کا قدیمی نام گوڑ ہے اسلئے ملک کے نام پر اوسکی دار السلطنت کا نام گوڑ ہوا
جسکو مسلمانوں نے اپنی زبان میں گور بنایا۔ فرشتہ میں لکہا ہے کہ لکہنوتی عبارت گور اور
بنگالہ سے دریا ر گنگ تک ہی۔ بعض کہتے ہیں کہ گور سے سرحد بہار تک لکہنوتی ہے اور گور
کے اس طرف سے بنارس تک اور دریا ر گنگ کے کنارہ تک بنگالہ ہے جسکو بنگ بہی کہتے
ہیں۔ یہ ملک لکہمنہ ولد لکہمن پاس تہا اور اوسکا پایہ تخت نودیا تہا۔ لکہمن کی ایک حاملہ
منکوحہ تہی۔ جب اوسکے بچہ پیدا ہونے کو ہوا نجوں نے بالاتفاق کہا کہ اگر اس ساعت میں بچہ
پیدا ہوگا تو ادبار میں اسکا زمانہ گذریگا اور اگر دو ساعت بعد پیدا ہوگا تو ایک مدت مسند شاہی
پر متمکن ہوگا تو اس عورت نے کہا کہ جب تک نیک ساعت آئے میری دونو ٹانگیں باندہ کر
اُلٹا لٹکا دو۔ اوسکو لٹکا دیا۔ پہر ساعت مذکور میں اوسکو کہولا۔ بیٹا پیدا ہوا مگر وہ اوسی وقت
مرگئی۔ اس لڑکے کا نام لکہمنہ رکہا گیا۔ جب وہ بڑا ہوا تو باپ کے مرنے پر تخت نشین ہوا
اوسنے مدتوں عدالت سے سلطنت کی۔ قاضی منہاج السراج یہ لکہتا ہے کہ منجم پنڈت
اس زمانہ کے حکما ہوتے تہے اونہوں نے اس سے معروض کیا کہ پرانی کتابوں میں لکہا ہے
کہ فلاں تاریخ ترکوں یعنے مسلمانوں کے ہاتھ میں یہ سلطنت چلی جائے گی۔ اور ایک شخص
جسکے ہاتھ ایسے لمبے ہونگے کہ گہٹنوں سے نیچے لٹکتے ہونگے وہ یہ ملک لیگا۔ ایسا شخص
محمد بختیار خلجی موجود تہا۔ اس خوف سے بعض برہمن کام رود اور جگنا تہہ کی طرف بہاگ گئے
راجہ لکہمنہ مملکت موروثی کے ترک کرنے اور وطن اصلی سے نقل کرنے پر راضی نہیں ہوا
مگر جب محمد بختیار بہار سے ندیا کے سر پر آگیا تو وہ کشتی میں سوار ہوا۔ اور جگنا تہہ و کام رود
کی طرف چلا گیا۔ اور مرگیا۔ محمد بختیار نے ندیا کو جو مابین لکہنوتی اور بنگالہ کے ہے ویران کیا
اور لکہنوتی اور بنگالہ کے بہت سے حصے پر متصرف ہوا۔ اور اون میں خطبہ اپنے نام کا پڑہوایا

تھا اوسکو نہیب و غارت کی صرصر خزاں سے بے برگ دیار کیا۔ حصار بہار کو فتح کیا یہاں کے باشندے
کہ برہمنوں کے پیرو تھے ڈاڑہی موچھ منڈاتے تھے اون کے مدرس یہاں بہت رہتے تھے
سنسکرت میں بہار کے معنی مدرسہ کے ہیں اسلئے اس ملک کا نام بہار تھا کہ وہ موضع معدن علم
تھا۔ بعد ازاں دہلی میں قطب الدین ایبک کی خدمت میں محمد بختیار بہت اموال و غنائم لیکر گیا اور
عنایت و عاطفت شاہانہ سے سرافراز ہوا اور اوسکا مرتبہ ایسا بلند ہوا کہ اقران اور امثال کا
محسود ہوا۔ ایک دن سلطان سے انہوں نے کہا کہ محمد بختیار کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ فیل مست سے لڑسکتا
ہے اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ وہ مست فیل سفید سے لڑا۔ سلطان قطب الدین نے
اس خوف سے کہ کہیں وہ ہلاک نہ ہوجائے انکار کیا کہ میں اوسکو ہاتھی سے نہیں لڑاؤنگا۔ مگر مقربوں
نے مبالغہ سے کہا تو وہ بھی اذنکا ہمداستاں ہوا۔ دربار عام میں ایکدن امرا ہاتھی کو لائے اور عرض کیا کہ سارے
ہندوستان میں کوئی ہاتھی ایسا نہیں ہے کہ وہ محمد بختیار کے حملہ کی تاب لاسکے سلطان
قطب الدین نے محمد بختیار سے کہا کہ این گوئے این میدان اگر جنگ کا ارادہ ہو تو بسم اللہ
جب محمد بختیار نے یہ سنا تو غیرت و جرأت کے سبب سے انکار نہ کرسکا۔ اس مست ہاتھی کو
اپنے آگے فیل شطرنج سمجھا اور جا کر ایک گرز ہاتھی کے دانتوں پر ایسا جڑا کہ ہاتھی نوک دُم
بھاگ گیا۔ حاسدوں کے منہ سے بھی تحسین و آفریں کا اوازہ بلند ہوا۔ سلطان قطب الدین
نے اس مجلس میں اوسکو بہت کچھ نقد و جنس دئے۔ محمد بختیار خلجی نے باہر آن کر جو کچھ اوسکو
ملا تھا وہ بادشاہ کے ملازموں کو دیدیا۔ دوسرے روز بہار و لکھنوتی اور سراپردہ سرخ و
طبل و علم اوسکو ملے۔ لکھنوتی اصل میں لکشمن وتی ہے لکشمن زبان زد خلایق لچھمن ہے کاف
سے چ بدل کر اور ہم گر کر لکھنوتی ہوگیا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ چوں محمد بختیار
آن مملکت را ضبط کرد شہر نودیہ (ندیا) را خراب بگذاشت و بر موضعے کہ لکھنوتی است
دار الملک ساخت۔ اسکا نام گور بھی ہے جو قدیمی کتابوں میں آتا نہیں اس لئے اوسکی
وجہ تسمیہ بتانی مشکل ہے۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ لکھنوتی زبان زد آفاق و برخی زبان
بہ گو۔ بدایونی اوسکو غوری سے مشتق بناتا ہے وہ لکھتا ہے کہ محمد بختیار معابد و بتخانہائے

دسویں صدی میں راجہ ادے سورسین ویدکوں کے خاندان کا تھا اوس نے پانچ برہمن قنوج سے بلاکر آباد کئے ان برہمنوں کے ساتھ پانچ کایتھ یا محرر آئے تھے۔ وہی بنگالہ کے برہمنوں اور کایتوں کے باپ دادا ہیں۔ اودے سور کا جانشین بلال سین ہوا۔ اس کی ماں ادے سور کی بیوی تھی مگر اسکا باپ دریا برہم پترا اوتار برہما کا تھا۔ مدتوں کے بعد ہندوں کی سلطنت کی شمع بجھ گئی اور اوسکی جگہ ترکوں کی سلطنت کا چراغ روشن ہوا۔

ذکر استیلائے محمد بختیار خلجی ولایت بہار و لکھنوتی (بنگال) پر

جب شہاب الدین بن سام نے ہندوستان میں اپنی سلطنت کے مستقل رکھنے کا ارادہ کیا تو اوسنے دہلی میں اپنا قائم مقام اور سپہ سالار سلطان قطب الدین ایبک کو مقرر کیا اور اپنا دار السلطنت غزنین میں رکھا۔ جب جا بجا ہند میں مسلمان حاکم مقرر ہوئے تو اونھوں نے اپنے علاقوں کی حدوں کو بڑہا کر اسلام کو شائع کرنا چاہا۔ محمد بختیار خلجی سپہ سالار اودہ نے ۵۹۹ھ میں اپنی قوت کا زور جنوب بہار کی طرف لگایا۔ محمد بختیار بلاد غور و گرم سیر کے اکابر میں سے ہے۔ اول وہ غزنین اور پھر ہندوستان میں آیا اور سلطان شہاب الدین کے امرا کبار میں سے ملک معظم حسام الدین اغلبک تھا اوس کی خدمت میں وہ گیا۔ اور مساعی جمیلہ کے سبب سے اوسکو بعض پرگنات میان دوآب اور گنگا پار کے جاگیر میں ملے اوسکی شجاعت کے سبب سے کنبلہ اور بتیالی بھی اوسکو سپرد ہوئے۔ وہ نہایت شجاع و سخی و عاقل تھا اور اوسکی ہیئت بھی خالی غرابت سے نہ تھی۔ اوسکے ہاتھ ایسے لنبے تھے کہ اگر وہ اون کو چھوڑتا تو اوسکی اونگلیاں گھٹنوں سے نیچے جاتیں۔ وہ ہمیشہ ولایت بہار پر دست درازی کرتا لوٹ میں بہت مال اوسکو ہاتھ لگتا۔ تھوڑے دنوں میں اوس نے اپنا اسباب شوکت بہت بڑہالیا۔ ہندوستان میں جو غور و غزنین و خراسان کی جماعتیں آکر پراگندہ پڑی پھرتی تھیں اوسکی سخاوت کی شہرت سنکر اس پاس جمع ہوگئیں۔ جب سلطان قطب الدین ایبک کو اسکا حال کچھ معلوم ہوا تو اوسکی تربیت میں کوشش کی خلعت و تشریف شاہانہ اوسکے لئے بھیجا محمد بختیار کو اس التفات سے بڑا استظہار ہوا۔ مملکت بہار کہ باغ و بستان کی مانند

تاریخ

سلاطین پوربی جن کو سلاطین بنگال بھی کہتے ہیں

ملک بنگال جو اہل یورپ کے تاجران کے لئے تو فردوس بن گیا مگر اور قدیم زمانہ میں اہل دنیا کو اسکا حال معلوم نہ ہوا۔ یونانی یہاں کبھی نہ آئے۔ رومی آئے ہوں مگر اونہوں نے اس ملک کا حال کچھ نہیں لکھا سٹرابو جو علم جغرافیہ کا باپ کہلاتا ہے وہ شکایت کرتا ہے کہ مصر سے بہت تھوڑے سوداگر گنگا تک آئے اور جو آئے وہ ملک اور اہل ملک کے حال سے جاہل رہے۔

ہندؤں کی کتابوں میں اس ملک کے قدیمی راجاؤں کی فہرستیں موجود ہیں اور اون کی کہانیاں افسانے لکھے ہیں۔ آئین اکبری میں فہرستیں ان راجاؤں کے ناموں کی غلط صحیح لکھی ہوئی ہیں۔ اوسمیں یہ لکھا ہے کہ ۲۴ کھتری راجاؤں نے نسلاً بعد نسل ۲۴۱۸ سال سلطنت کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحساب اوسط سو سال سے زیادہ ہر ایک راجہ نے راج کیا جو بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔ بعد اسکے ۹ کایتھ راجاؤں نے پسر بر پسر ۲۵۰ سال سلطنت کی پھر کوئی اور فرقہ کایتھ کا راج کرنے لگا۔ اوسکے اور راجاؤں نے ۷۱۴ سال پسر بر پسر سلطنت کی۔ بعد ازاں کایتوں کے ایک اور خاندان میں سلطنت منتقل ہوئی جسکے دس راجاؤں نے ۶۹۸ سال راج کیا۔ پھر ایک قوم کایتھ فرماں دہی کرنے لگی جسکے ۷ راجاؤں نے ۱۰۶ سال راج کیا غرض ۱۲۰ راجاؤں نے ۴۸۴۵ سال فرمانروائی کی بعد ازاں سلاطین دہلی کے ہاتھ سلطنت آئی۔ جرجودہن کے ساتھ پہلا راجہ یہاں کا مہابھارت کی لڑائی میں شریک ہوا تھا اور مارا گیا تھا۔ پہلے اس ملک کی دار السلطنت شہر ندیا تھا یہ ہندؤں کا دار العلوم تھا۔ انگریزی تاریخوں میں لکھا ہے کہ

یہ ارادہ کیا کہ بہادر خاں کو مع مقربوں کے گرفتار کرکے اکبر بادشاہ کے حوالہ کریں بہادر خاں کو جب اوسکی اطلاع ہوئی تو اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ روز بروز بیماری دمردگی کی شدت ہوتی ہے۔ جانیں تلف ہوتی ہیں اس وقت غلہ وذخیرہ وخرچ کا سپاہیوں کو دینا وبا کو دور نہ کریگا اس طرح اس بادشاہ عظیم الشان کے ہاتھ سے خلاصی نہیں ہوگی بہتر یہ ہے کہ آپ جان ومال کی امان مانگ کر بادشاہ کی خدمت میں جائیں قلعہ حوالہ کریں۔ بہادر خاں نے اس رائے کو پسند کیا۔ خان اعظم مرزا کوکہ کی معرفت امان کا طلب گار ہوا۔ بادشاہ نے اوسکو جان کی امان دی اور مال کے باب میں ساکت ہوا۔ بہادر خاں نے اوسکو غنیمت جانا وہ بادشاہ کی خدمت میں گیا۔ قلعہ آسیر اور دہ سالہ ذخیرہ واذوقہ خزانہ وغیرہ بادشاہ کے نوکروں کو حوالہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب اکبر آسیر کو فتح کرکے آگرہ گیا تو اوسنے فرمان بیجا کہ قلعہ آسیر میں مسجد جامع جسکی مثل عظیم شہروں میں بھی کمتر ہے ڈہائی جائے اور اوسکی جگہ بتخانہ بنایا جائے۔ مگر شاہزادہ دانیال نے اس فرمان کی تعمیل نہیں کی۔ غرض یہ قلعہ آسیر جسکی برابر ہندوستان میں کوئی قلعہ مستحکم ومضبوط نہ تھا آسانی سے اکبر شہنشاہ کے ہاتھ آگیا اور ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء میں سلاطین فاروقیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بادشاہ نے بہادر خاں کو لاہور میں بہجدیا۔ پہر اوسکو حکومت کا منہ دیکھنا نہ نصیب ہوا۔ اوس کے فرزندوں کو سرکار بادشاہی سے علوفہ ملتا تھا وہ ۱۰۳۳ھ دار الخلافہ آگرہ میں اجل طبعی سے مرگیا۔ اوسکی مدت حکومت ۲ سال سے کچھ زائد تھی۔ اوسنے دریاے تاپتی کے کنارہ پر برہان پور کے مقابل ایک شہر بہادر پور آباد کیا تھا فقط۔

مرگیا۔ شاہزادہ دانیال کو صوبہ دکن ملا۔ اور وہ یہاں تشریف لایا تو بہادر خاں کے برخلاف
باپ کے طریقہ کے کوتاہ اندیشی یہ کی کہ اُس سے ملنے نہ گیا اور جب اکبر بادشاہ خود تسخیر دکن کے
لئے شادی آباد منڈو میں آیا۔ تو بہادر شاہ اوسکے استقبال کو نہ گیا قلعہ آسیر میں متحصن ہوا
اور قلعہ داری کی تیاری کی۔ کمال سفاہت وبے تمیزی سے سوا سپاہ وشاگرد پیشہ و
مردم ضروری کے کہ قلعہ کی محافظت و خدمت کے لئے کام میں آئیں اٹھارہ ہزار آدمی رعیت
وبقال وغیرہ قلعہ کے اندر جمع کئے۔ گھوڑے ہاتھی بھینسیں و بز و گوسفند و مرغ و کبوتر کو بھی
قلعہ کے اوپر لے گیا۔ آصف خاں بیان کرتا ہے کہ جب قلعہ فتح ہوگیا تو اسی ہزار مرد و
زن قلعہ سے باہر آئے۔ اور چالیس ہزار آدمی عفونت ووبا سے ایام قلعہ بندی میں مرگئے
اسی قدر حیوانات ہر جنس کے مردوں میں شمار کرنے چاہئیں۔ جب مرکب شاہی برہان پور
میں آیا۔ بہادر خاں کا احوال بادشاہ نے سوچا تو خود احمد نگر نہ گیا۔ خان خاناں و شاہزادہ
دانیال کو وہاں بھیجا اور خود شہر میں اقامت کی اور امراسے آسیر کا محاصرہ کرایا۔ ایام
محاصرہ کو امتداد ہوا دس مہینے لگ گئے۔ آدمیوں اور حیوانوں کی کثرت سے قلعہ میں ہوا
بگڑی۔ جانور اور آدمی مرنے شروع ہوئے جس سے اہل قلعہ نہایت مضطر و مضطرب
ہوئے۔ اس اثنا میں اہل قلعہ کو خبر لگی کہ بادشاہ کے ساتھ ایک جماعت ہی جو طلسمات
وافسوں کو جانتی ہے اوسکو حکم ہوا ہے کہ تسخیر قلعہ کا عمل شروع کرے۔ اور خود بادشاہ
بھی اسم اعظم کا عمل جانتا ہے وہ اوسنے شروع کیا ہے۔ یہ وبا و مرگ اسی کے سبب سے ہی
اس خبر سے اہل قلعہ کے ہوش حواس اُڑے بیدست و پا ہوئے۔ اونہوں نے جانوروں
اور آدمیوں کو قلعہ سے باہر کرکے عفونت کے اسباب کو کم نہیں کیا۔ ہرچند محافظان قلعہ
نے افلاس و پریشانی وکمی غلہ وآذوقہ کی شکایت کی مگر بہادر خاں اون کے احوال پر
متوجہ نہ ہوا۔ کارآمد وجنگی آدمی پریشان ہوئے۔ امراء اکبری نے قلعہ مالی گڈھ کو فتح کرلیا
وہ قلعہ آسیر کے متصل تھا۔ بہادر خاں باوجودیکہ ذخیرہ دہ سالہ رکھتا تھا اور خزانہ
نقود و اجناس سے پُر تھا مگر اوسنے آدمیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس لئے اہل قلعہ نے اتفاق کرکے

مرزا کوکہ اس جماعت دکنی کو سپاہ مالوہ کو لیکر برار کی طرف متوجہ ہوا۔ مرتضےٰ نظام شاہ کی طرف سے مرزا محمد تقی نظیری سرلشکر ہو کر مرزا کوکہ کی مدافعت کے لئے خاندیس کی سرحد پر آیا۔ مرزا کوکہ نے فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں پاس بھیجا کہ اکبر بادشاہ کی موافقت پر دلالت کرے۔ اسی زمانہ میں مرزا محمد تقی بھی آسیر میں آیا کہ راجہ علی خاں کو نظام شاہ کی طرف لے چلے۔ اب راجہ علی خاں متحیر تھا کہ اب کیا کروں۔ فتح اللہ سے معذرت کر کے اپنی جمعیت کے ساتھ لشکر نظام شاہ سے ملا۔ ایک مہینے کے بعد مرزا محمد تقی و راجہ علی خاں تیس ہزار سوار اور بڑا توپ خانہ لیکر ہنڈیہ کی طرف چلے۔ یہیں عسکر مغلوں کا تھا۔ دوسرے روز یہاں لڑنے کا ارادہ تھا کہ مرزا کوکہ دوسری راہ سے برار کی طرف روانہ ہوا سپاہ مغل بالاپور و ایلچپور کو غارت کر کے مقیم ہوئی اوس کے تعاقب میں مرزا محمد تقی و راجہ علی خاں آن پہنچے۔ مرزا کوکہ نے مقابلہ و مقاتلہ میں صلاح نہ دیکھی وہ ندربار کی راہ سے اپنے لشکر سے جا ملا۔ راجہ علی خاں نے مغلوں کی سپاہ کے چلے جانے سے مرزا محمد تقی کی خاطر جمع کر کے برہان پور کو مراجعت کی اور اوسکے شکرانہ میں بہت روپیہ فقرا اور مستحقین کو تقسیم کیا۔

۱۰۰۳ھ (۱۵۹۵ء) میں برہان نظام شاہ دوم کے مرنے کے بعد شاہزادہ مراد و خاں خاناں دکن کی فتح کے لئے آئے راجہ علی خاں اونکے ہمراہ ہوا۔ جنگ عظیم جو خان خاناں اور سہیل خاں کے درمیان ہوئی دکنیوں کی آتشباری سے راجہ علی خاں مع اور افسروں کے سوختہ ہوا وہ برہانپور میں دفن ہوا۔ اوسنے ۱۲ سال سے کچھ زیادہ حکومت کی۔

ذکر حکومت بہادر خاں فاروقی بن راجہ علی خاں اور خاتمہ حکومت خاندان فاروقی

۱۰۰۵ھ (۱۵۹۶ء) میں راجہ علی خاں فاروقی مر گیا تو مرزا عبد الرحیم خاں خاناں کی تجویز سے اور اکبر شہنشاہ کے فرمان سے بہادر خاں کو خاندیس کی حکومت ملی۔ یہ خبیث النفس و ناتجربہ کار تھا۔ شراب و افیون کے نشوں میں ڈوبا۔ عورتوں کی صحبت میں رات دن رہنے لگا ناچ گانے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ ملک و دولت سے غافل ہوا۔ جب سلطان مراد بلاد شاہپور میں

رابطہ آشنائی وخصوصیت رکھتا تھا اور ان کی خاطر کی استرضاء سے باہر نہیں جاتا تھا وہ ایک حاکم عادل و عاقل عالم وشجاع تھا۔ کل منہیات سے اجتناب کرتا تھا۔ اکثر اوقات حنفی مذہب کے علماء وفضلا کے ساتھ مجالست رکھتا تھا۔ اور ملک کی امنیت وتعمیر میں کوشش کرتا تھا اور امور جہانبانی میں فراغ بالی سے اشتغال رکھتا تھا۔ ۲ سنہ ۱۵۹۳ میں مرتضےٰ نظام شاہ پردہ نشین ہوا۔ اوسکے وکیل السلطنت صلابت خاں اور اوسکے سپہ سالار برار سید مرتضےٰ میں نزاع ہوا اور احمد نگر سے چھ کروہ پر ایک جنگ ہوئی۔ صلابت خاں کو فتح ہوئی سید مرتضےٰ وخداوند خاں دس بارہ امرا کے ساتھ بھاگ کر برہان پور میں آئے۔ راجہ علی خاں جانتا تھا کہ یہ دادخواہوں کے طور پر اکبر بادشاہ کے روبرو جائیں گے۔ اور انتقام لینے کے لئے لشکر مغل لائیں گے۔ تو وہ اون کے ممانعت کے اندیشہ میں ہوا۔ مرتضیٰ خاں اوسکی بات کو سمجھ گیا وہ برہان پور سے آگرہ کو روانہ ہوا راجہ علی خاں نے لشکر اوس کے تعاقب میں بھیجا کہ وہ اوس کو رستہ سے پھیر لائے خواہ اس میں وہ خوش ہو یا ناخوش۔ جب خاندیسی سید مرتضےٰ کے پاس پہنچے اور اوس سے مراجعت کی استدعا کی اوس نے قبول نہیں کی توصف جنگ آراستہ ہوئی جس میں خاندیسیوں کو شکست ہوئی۔ سید مرتضےٰ سبزواری اور خداوند خاں حبشی مظفر ومنصور آب نربدا سے پار چلے گئے اور جب شہنشاہ اکبر کی خدمت میں پہنچے تو اونھوں نے صلابت خاں کی شکایت کا ضمیمہ راجہ علی خاں کی شکایت کو بنایا۔ اکبر بادشاہ ہمیشہ دکن کی تسخیر کی کمین میں رہتا تھا اوسنے سید مرتضےٰ وخداوند خاں اور امراء دکنی کو اقطاع لائق ومناصب شائع سے سرافراز کرکے امیدوار کیا۔ راجہ علی خاں نے شہنشاہ کے خوف سے پیشکش بھیجکر اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے فعل کی معذرت کی۔

۲ سنہ ۱۵۹۴ میں برہان نظام شاہ بحری ثانی وسید مرتضےٰ وخداوند خان حبشی اور تمام امراء دکن کو شہنشاہ اکبر کا حکم ہوا کہ خان اعظم مرزا عزیز کوکہ حاکم مالوہ پاس جائیں اور مرزا کو حکم ہوا کہ جماعت مذکور کے ساتھ اتفاق کرکے دکن کو تسخیر کرے۔

کام بنا کے چلتے بنے۔ ۹۸۳ھ ۱۵۷۴ء مرتضیٰ نظام شاہ بحری والی احمدؔ نگر نے ولایت برار کو مسخر کیا اور تفال خاں کو دستگیر اور مراجعت کا عزم کیا۔ اس مملکت میں سے ایک شخص نے اپنے تئیں عماد شاہیہ خاندان سے منسوب کیا اور میراں محمدؐ شاہ فاروقی کی پناہ میں آیا وہ اسکے فریب میں آگیا اور چھ سات ہزار سپاہ اوسکے ہمراہ کی اور اوسکو ولایت برار کو بھیجا اور وہاں ایک خلل عظیم پیدا ہوا۔ آخرش مرتضےٰ نظام شاہ بحری نے خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خاں (یہ تعجب ہے کہ اسوقت میں احمدؔ نگر اور گجرات دونوں کے وزیر اعظم کا ایک ہی نام چنگیز خاں تھا) کی صوابدید سے میراں محمدؐ فاروقی کے لشکر کو بنات النعش کی طرح متفرق کردیا اور وہ برہان پور میں آیا۔ میراں محمدؐ اس کا مقابلہ نہ کرسکا قلعہ آسیر میں آیا۔ مرتضےٰ نظام شاہ نے آسیر کا محاصرہ کیا اور دکنیوں نے ملک خاندیس کو لوٹنا شروع کیا۔ میراں محمدؐ نے صلح کرلی اور چھ لاکھ مظفری کہ قریب تین لاکھ ٹنکہ کے ہوتے ہیں مخالف کو دئے اور لشکریوں کو راضی کیا تو اونہوں نے محاصرہ چھوڑا اور احمدؐ نگر کو مراجعت کی۔ ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء میں میراں محمدؐ بیمار ہوکر مرگیا۔ اوس کا بیٹا حسن خاں فاروقی نابالغ طفل تھا حکمراں ہوا۔ اوسکا چچا راجہ علی خاں فاروقی ابن میراں مبارک خاں جلال الدین اکبر شاہ کی خدمت میں تھا۔ جب اوس نے بھائی کے مریض ہونے کی خبر سنی تو وہ آگرہ سے خاندیس کو روانہ ہوا۔ یہاں حسن خاں کو معزول کرکے خود بادشاہ ہوا۔

ذکر راجہ میراں علی خاں بن مبارک خاں

جب خاندیس کے تخت حکومت پر راجہ علی خاں نے جلوس کیا تو ہندوستان کے معظم بلاد بنگالہ و سندھ و مالوہ و گجرات جلال الدین اکبر شاہ کے تصرف میں آگئے تھے۔ اس سبب سے راجہ علی خاں نے ملاحظہ کرکے اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ نہیں لگایا۔ اور اپنے تئیں شہنشاہ اکبر کا باج گزار سمجھا اور تحفے اور ہدیے بھیجکر اپنا اخلاص اکبر کے ساتھ ظاہر کرتا رہا۔ اوس کے ساتھ ہی وہ بادشاہان دکن سے بھی

ذکر ریاست میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی

مبارک شاہ نے اس سپنجی سرا سے کوچ کیا اسکا بیٹا محمد شاہ جانشین ہوا۔ مملکت سلطنت کو اوسنے بے رونق نہیں رکھا۔ اوسکے اول سال جلوس میں چنگیز خاں گجراتی اعتماد خاں وکیل سلطنت کی تحریک سے سلطان مظفر گجراتی کو گجرات سے نکال کر ندر بار میں آیا۔ اور اوسنے میراں محمد شاہ کے تھانہ کو یہاں سے اوٹھا دیا۔ کوئی اس کا معترض حال نہیں ہوا۔ اُسنے آگے قدم اُٹھایا۔ قلعہ تھال نیر تک پہنچا اور اوسپر متصرف ہوا۔ بقدر امکان اوسنے میراں محمد کے ممالک کی مزاحمت کی میراں محمد نے تفال خاں حاکم برار کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور اوس سے اتفاق کرکے چنگیز خاں کے مقابلہ ومقاتلہ کے لئے دوڑا۔ حوالی تھال نیر میں چنگیز خاں کے قریب آیا چنگیز خاں باوجود بہادری اور شجاعت کے ایسا خوف ورعب میں آیا کہ ایک جائے قلب میں آیا اور ارابہا ر توپ وتفنگ کو آپنے آگے لگایا۔ اور سارا اسباب چھوڑکر رات کو بھروچ کی طرف بھاگ گیا۔ دکنیوں اور خاندیسیوں نے اوس کا سارا اسباب لوٹ لیا اور اوس کے تعاقب میں گئے۔ ارابہائے آتشبازی وفیلہار بزرگ کو تصرف میں لاکر پھر آئے۔ کچھ مدت تک مملکت گجرات میں خلل کلی رہا خلائق گجرات عموماً یہ جانتی تھی کہ شاہ مظفر گجراتی۔ سلاطین گجرات کے خاندان میں سے نہیں ہے تو میراں محمد شاہ فاروقی اپنے اوپر گجرات کی شاہی منحصر رکھتا تھا روپیہ خرچ کرکے بہت لشکر جمع کر لیا تھا۔ گجرات کے سردار بھی اوس سے مل گئے تھے۔ تیس ہزار سوار لیکر وہ دار السلطنت احمد آباد پر متوجہ ہوا۔ ان دنوں میں احمد آباد پر چنگیز خاں متصرف تھا۔ اوس کے ساتھ نامی مرزا آن ملے تھے وہ آٹھ سات ہزار سوار لے کر احمد آباد سے باہر آیا اور لڑا اور مرزاؤں کے استظہار سے میراں محمد شاہ کو چنگیز خاں نے شکست دی اور اوسکا حال ابتر کرکے آسیر کی جانب بھگایا اور اوسکا اسباب اور ہاتھی واثاثہ شوکت لیکر اپنے اسباب حشمت میں داخل کیا پھر مرزا چنگیز خاں سے بگڑ کر خاندیس کو لوٹنے آئے۔ میراں محمد شاہ لشکر جمع کرتا ہی رہا کہ وہ اپنا

سلطان محمود اپنی ولایت کو چلا گیا۔ بعد ایک مدت کے وہ صاحب اقتدار ہو گیا۔ اور اوسنے سلطان پور اور نندربار میراں مبارک خاں کو اسلئے دئے کہ جب قلعہ آسیر میں سلطان محمود اور میراں مبارک قید تھے تو سلطان محمود نے وعدہ کیا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں گجرات کا بادشاہ ہو جاؤنگا تو نندربار تجھکو دیدونگا۔ اوس نے اپنے عہد و قول کو پورا کیا نندربار اُسکے تصرف میں کر دیا۔

۹۶۹ھ ۱۵۶۲ء میں باز بہادر والی مالوہ لشکر جغتائی سے مغلوب ہو کر اور اپنی مملکت سے محروم ہو کر میراں مبارک شاہ کی پناہ میں آیا۔ پیر محمّد خاں حاکم مالوہ اوس کے استیصال کے قصد سے ولایت خاندیس میں آیا۔ برہان پور تک تاخت کر کے قتل و اسیر میں کوئی تقصیر نہیں کی خاندیس کے دختر و پسر و وضیع و شریف مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور جو فساد کہ تصور میں آ سکتے ہیں وہ یہاں وقوع میں آئے۔ میراں مبارک شاہ آسیر میں آیا اور تفال خاں حاکم ولایت برار کو کمک کے لئے طلب کیا۔ وہ بہت جلد خاندیس میں آ گیا۔ میراں مبارک شاہ و باز بہادر دونو اس سے ملے اور پیر محمّد خاں کے دفع پر متوجہ ہوئے۔ امرا و سپاہ مغل پاس اسباب بہت تھا وہ خاندیس کے محبوبوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوئے محاربہ و مقابلہ پر رغبت نہیں کرتے تھے مراجعت پر مائل تھے۔ پیر محمّد خاں کو کوئی چارہ سوا اس کے نہ تھا کہ امرا و سرداران سپاہ کے ساتھ موافقت کرے وہ مالوہ کا عازم ہوا۔ ان سلاطین ثلاثہ نے اتفاق کر کے اس کا تعاقب کیا۔ عام سپاہ مغل نے غنائم کے باہر لے جانے کے سبب سے پیر محمّد خاں کی پیروی نہ کی اونہوں نے روز و شب مسافت طے کر کے اپنے سپہ سالار سے پہلے دریا نربدا سے عبور کیا تفال خاں نے حوالی نربدا میں مغلوں کے لشکر پر ایلغار کی۔ پیر محمّد خاں ڈوب گیا جس کا بیان اقبال نامہ میں کیا گیا ہے۔ مغلوں کا سارا اسباب لُٹ گیا۔ باز بہادر کی مدد سے میراں مبارک خاں و تفال خاں مالوہ میں آئے۔ امرائے مغل کو اس ناحیہ سے باہر کیا باز بہادر کو تخت مالوہ پر بٹھایا اور پھر وہ اپنے ملکوں کو چلے گئے میراں مبارک شاہ نے ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء میں ۶۔ جمادی الاخرٰے کو وفات پائی۔ اور ۳۲ سال حکومت کی میراں محمّد خاں اُسکا بیٹا جانشین ہوا

نہ تھا اوسنے اور اوسکی ماں نے میراں محمدؒ شاہ فاروقی کو گجرات کا بادشاہ بنایا۔ غائبانہ اُسکے
نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔ اوسکا نام محمد خاں تھا اب اوسکے نام میں لفظ شاہ داخل ہوا۔ اس
خاندان میں اول یہی شخص تھا جسنے خطاب شاہی پایا۔ امرائے گجرات نے چتر و تاج مرصع بہادرشاہ
گجراتی کا مالوہ میں اُس پاس بھیجا اور اوسکو آنے کے لئے لکھا۔ میراں محمدؒ فاروقی نے تاج شاہی
سر پر رکھکر گجرات کے جانے کا تہیہ کیا کہ ناگاہ مریض ہوا۔ ۱۳۔ ذیقعدہ ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء میں دارالقرار کو
خراماں ہوا۔ ارکان دولت نے برہان پور میں دفن کیا۔

ذکر حکومت میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی

برہان پور میں میراں مبارک شاہ نے بڑے بھائی میراں محمدؒ شاہ کے مرنے کی خبر سنی
میراں محمدؒ شاہ کے کسی بیٹے کی عمر اس قابل نہ تھی کہ حکومت کے لایق ہوتا۔ اسلئے امرا و اعیان
مملکت نے اوسکو حکمراں بنایا۔ اوسنے خلعت کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ بہادرشاہ گجراتی نے اپنے
برادرزادہ سلطان محمود شاہ کو میراں محمدؒ شاہ کو حوالہ کیا تھا کہ اوسے کسی قلعہ میں محبوس کرے
اور اوسکے حال سے خبردار رہے۔ اب امرائے گجرات نے اوسکو اپنا بادشاہ بنانا چاہا۔ اختیار خاں کو
اوسکے بلانے کے لئے بھیجا۔ میراں مبارک خاں نے اس امید میں کہ امرائے گجرات مضطر و ناچار
اسکی بادشاہی اختیار کریں سلطان محمود نے اسکے بھیجنے اور آزاد ہونے میں مضائقہ کیا۔ اعیان گجرات نے
اس معنی کو سمجھکر خاندیس کی طرف جنگ کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ میراں مبارک خاں نے
خیراندیشوں کی التماس سے سلطان محمود کو گجرات بھیجدیا۔ ان ہی سنوات میں عماد الملک جو
سلاطین گجرات کے غلاموں میں سے تھا بھاگ کر برہان پور میں آیا۔ میراں مبارک خاں
سلطنت گجرات کی امید میں اوس کا معاون ہوا۔ عماد الملک نے دس بارہ ہزار سوار
گجراتی جمع کئے۔ دریا خاں سلطان محمود کو لیکر میراں مبارک خاں و عماد الملک کے استیصال کے
لئے روانہ ہوا۔ سرحد گجرات و خاندیس پر فریقین میں جنگ عظیم ہوئی۔ میراں مبارک خاں
شکست پاکر قلعہ آسیر میں آیا۔ عماد الملک منڈو کو بھاگا قادرشاہ کی پناہ میں آیا۔ سلطان محمود
نے خاندیس کو تاراج و غارت کرنا شروع کیا تو مبارک خاں نے ناچار پیشکش بھیجکر اُس سے صلح کرلی

کی شکایت کی۔ میراں محمد شاہ نے کہا کہ خود کردہ را علاجے نیست + جو کام نہیں کرنا چاہیے وہ کیا گیا۔ اب سوا صبر و تحمل کے چارہ نہیں ہے۔ اتفاقاً ایسی تقریب ہوئی کہ سلطان بہادر شاہ سے میراں محمد شاہ نے کہا کہ مملکت برار سلطان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس مملکت میں زیادہ توقف کی ضرورت نہیں ہے صلاح دولت یہ ہی کہ اس مملکت میں خطبہ شاہ کے نام کا پڑہا جائے عماد الملک شاہ کا ملازم ہوا ور شاہ اوس کو احمد نگر لے جائے۔ اور اوس کو مسخر کرے۔ سلطان کو یہ رائے خوش آئی۔ برار میں اپنے نام کا خطبہ پڑہوا کے اور عماد الملک کو ملازم بنا کے احمد نگر میں آیا۔ یہاں سے دولت آباد گیا جسکا حال پہلے اپنی جگہ پر ہو چکا ہے۔ میراں محمد شاہ کی حسن تدبیر سے سلطان بہادر شاہ نے نظام شاہ اور عماد الملک کی مملکت کی تسخیر سے درگذر کر کے معاودت کی۔ ۹۴۳ھ ۱۵۳۶ء میں سلطان بہادر شاہ نے مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور میراں محمد شاہ کو اوسکی تسخیر میں اپنا شریک کیا۔ بعد فتح مالوہ کے سلطان نے اوس کو رخصت کیا وہ برہانپور میں آگیا برہان نظام شاہ نے جب سنا کہ بہادر شاہ نے مالوہ تسخیر کر لیا تو وہ نہایت مضطر ہوا اور شاہ طاہر کو ایلچی بنا کے بہیجا کہ دونو مصادفت کے طریقہ پر چلیں۔ اس کا ذکر وقایع دکن او گجرات میں کیا گیا ہے کہ میراں محمد شاہ کی سعی سے برہان نظام شاہ اور سلطان بہادر شاہ کے درمیان صداقت غائبانہ ہو گئی اور میراں محمد شاہ کے کہنے سے برہان نظام شاہ برہانپور میں سلطان بہادر سے ملاقات کرنے آیا۔ بہادر شاہ نے اوسکو چتر و سراپردہ سرخ و خطاب نظام شاہی عنایت کیا۔ جب ہمایوں بادشاہ نے گجرات فتح کر لیا تو اوسنے اپنے ایک معتمد آصف خاں کو احمد نگر میں برہان نظام شاہ بحری پاس استمالت کے لئے بہیجا اور پیش کش کا طالب ہوا اور اوسکے بعد وہ ولایت خاندیس کی تسخیر کے ارادہ سے برہان پور گیا۔ مگر شیر شاہ کا دہلی کی طرف جانا ہمایوں بادشاہ کو مالوہ سے آگرہ کی طرف اوٹھا لے گیا۔ اس زمانہ میں بہادر شاہ نے گجرات کے دوبارہ لینے کا ارادہ کیا اور میراں محمد شاہ کو لکہا کہ وہ دہلی کے افسروں کو مالوہ سے نکال دے۔ اوسنے یہی کیا اور ملوخاں کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ یہ گجرات کی طرف سے مالوہ میں حاکم تھا اوسنے منڈو کو لے لیا۔ جب بہادر شاہ نے پرتگیزوں کے ہاتھ سے شربت شہادت پیا اور اوس کے کوئی بیٹا

بھانجا بھی تھا۔

ذکر حکومت میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل شاہ فاروقی

باپ کے مرنے کے بعد برہان پور کے تخت کا مالک ہوا۔ان برسوں میں احمد نگر کے بادشاہ نظام شاہ۔اور برار کے بادشاہ عماد الملک میں آپس میں قلعہ ماہور اور بعض پرگنات کی بابت نزاع واقع ہوا۔میراں محمد شاہ کی وساطت سے عماد الملک سلطان بہادر سے ملتجی ہوکر طالب اصلاح ہوا۔شاہ بہادر شاہ گجرات نے عین الملک حاکم پٹن کو سرحد دکن پر بھیجا کہ وہاں کے احوال پر غور کرکے نظام شاہ اور عماد الملک کے درمیان صلح کرادی۔شاہ بہادر شاہ کی خاطر سے نظام شاہ بحری نے عماد الملک سے گرگ آشتی کر لی جب عین الملک نے مراجعت کی۔ برہان نظام شاہ بحری۔ دوبارہ قلعہ ماہور اور برار کے بعض قصبات و پرگنات پر متصرف ہوا۔عماد الملک نے عاجز ہوکر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد طلب کی۔ ۹۳۴ھ ۱۵۲۷ء میں میراں محمد شاہ جمعیت و ہاتھیوں کو لیکر علاء الدین عماد شاہ کی مدد کو دکن میں آیا۔ یہ دونو گوداوری کے کنارہ پر ملے۔یہاں برہان نظام شاہ سے لڑائی ہوئی۔جس میں نظام کو شکست ہوئی اور اوس کا لشکر پراگندہ ہوا۔عماد الملک یہ سمجھکر کہ مجھے فتح ہوگی بے پروا معرکہ میں کھڑا ہوا۔اور سب سپاہ لوٹ پر جھکی کچھ تعاقب میں گئی تو برہان نظام شاہ تین ہزار سواروں سے میدان جنگ میں آیا۔ اور غنیم کو لشکر جمع کرنیکی فرصت نہ دی اور دونو کو بھگا دیا۔عماد الملک کاویل کو چلا گیا اور میراں محمد شاہ فاروقی آسیر میں آیا۔سلطان بہادر گجراتی کو مکاتیب لکھے۔اور امداد کی درخواست میں مبالغہ کیا تو سلطان بہادر گجراتی مع رزم خواہ سپاہ کے برہان پور میں آیا۔میراں محمد شاہ کو ساتھ لیکر ولایت برار میں گیا۔جب جالنہ پور میں آیا تو اس ملک کی طمع میں آن کر اوس نے یہ قصد کیا کہ عماد الملک کے ہاتھ سے ملک برار کو نکال کر اپنے متعلقین کے سپرد کرے اور خود احمد نگر کو جائے اور اوسکو برہان نظام شاہ سے لیکر اپنے خطبہ اور سکہ کو اس نواحی میں رواج دے۔ عماد الملک سلطان بہادر کے بلانے سے نہایت پشیمان تھا۔ اوسنے میراں محمد شاہ سے سلطان بہادر

حسام الدین کے ہمراہ تھے مار ڈالا۔ آدہی ولایت ان امیروں کے تصرف میں تھی وہ سب عادل خاں کے ہاتھ آئی۔ مملکت خاندیس گجرات کے لشکر آنے سے پہلے مخالفوں کے خس و خاشاک سے پاک صاف ہوئی۔ عادل خاں ایک دن آسیر میں جاکر فوراً پھر باہر چلا آیا اور سلطان محمود گجراتی کو خط لکھا کہ میں ایک دفعہ قلعہ آسیر کی سیر کو گیا تھا۔ وہاں شیر خاں و یوسف خاں کو جنکے تصرف میں قلعہ ہے شیطنت سے و نفاق سے خالی نہیں دیکھا۔ باوجودیکہ ملک حسام الدین قتل ہوا مگر اونہوں نے اپنا نفاق نہیں چھوڑا۔ احمد شاہ بحری کو لکھا ہے کہ وہ عالم خاں کو ساتھ لیکر چلا آئے۔ یہ دونوں مع لشکر کے سرحد پر آگئے ہیں۔ بندہ نے خان جہاں و مجاہد الملک اور امرا کے ساتھ قلعہ آسیر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر نظام شاہ میری ولایت میں آیا تو میں مہمات قلعہ موقوف کر کے اُس سے لڑنے جاؤنگا۔ سلطان محمود نے مضمون مکتوب پر اطلاع پاتے ہی بارہ لاکھ تنکہ نقد عادل خاں پاس بھیجا اور دلاور خاں و صفدر خاں اور اور امرا کو سامان دیکر روانہ کیا۔ اور خط کے جواب میں لکھا کہ خاطر فرزند جمع رہے کہ جسوقت احتیاج ہوگی میں خود متوجہ ہونگا۔ احمد نظام شاہ بحری شاہان دکن کے غلاموں میں سے ہے اوسکو اسقدر زور کہاں سے حاصل ہوا کہ اوس فرزند کی ولایت میں آئے اور مضرت پہنچائے۔ نظام شاہ بحری کا ایلچی گجرات میں آیا ہوا تھا اوس کو بھی ڈرایا۔ غرض احمد نظام شاہ بحری یہ احوال دیکھکر اپنے دار الملک کو چلا گیا۔ شیر خاں و ملک یوسف سیف خاں عہد و پیمان لیکر قلعہ سے باہر آئے اور کاویل میں چلے گئے۔ عادل خاں پاس جب لشکر گجرات آگیا تو وہ راجہ کالنہ کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ نظام شاہ بحری کا مطیع تھا اوس کے بعض مواضعات و قریات تاخت و تاراج کئے۔ راجہ کالنہ نے عجز و انکسار کے ساتھ پیش کش دی۔ عادل خاں نے لشکر گجرات کو رخصت کیا۔ آسیر میں مراجعت کی ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء میں وہ اپنے خالو کے ساتھ شادی آباد منڈو میں گیا۔ خدمات شائستہ بجا لایا۔ اس کا حال قضایاد گجرات میں تفصیل لکھا ہے۔ ۹۲۶ھ ۱۵۲۰ء میں عادل خاں مریض ہوا۔ اور ۱۶ رمضان کو دنیا سے انتقال کیا ۱۹ سال سلطنت کی۔ اوسکا بیٹا میراں محمد فاروقی جانشین پدر ہوا۔ یہ بہادر شاہ گجراتی کا

کاویل کو چلے گئے۔ سلطان محمود نے آصف خاں اور عزیز الملک آراستہ لشکر کے ساتھ ملک حسام الدین اور عالم خاں کی تادیب کے لئے روانہ کئے۔ افواج دکن اس لشکر گجرات کا حال سنکر بے اجازت ملک حسام الدین کے دکن کو روانہ ہوئی۔ ملک لادن اور ملک حسام الدین دونو سلطان گجرات سے مل گئے۔ اور عالم خاں کو دکن روانہ کر دیا۔ سلطان محمود شاہ نے عادل خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیکر برہان پور کے تخت پر بٹھایا۔ اور مظفر شاہ کی بیٹی کا نکاح اُس سے کیا اور تین لاکھ ٹنکہ اوس کو مدد خرچ کے لئے دئے جو اس زمانہ میں ۲۰۰۰۰۰ روپئے ہوتے ہیں اور ملک لادن کو خان جہاں کا خطاب دیا اور جاگیر ا ہوا س دی اور حسام الدین کو شہریار خاں کا خطاب دیا۔ اور امرا کو خطاب و جاگیریں دیکر سلطان پور کو چلا گیا۔

ذکر حکومت عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں

جب عادل خاں اپنے جد مادری سلطان محمود شاہ کی امداد سے سلطنت خاندیس کا مالک ہوا تو وہ تھالنیر سے برہان میں آیا۔ مہمات جہانداری میں مصروف ہوا۔ ملک حسام الدین بھی یہاں آگیا۔ چند روز میں خبر آئی کہ ملک حسام الدین نے پھر نظام شاہ سے اخلاص پیدا کیا ہے اور چاہتا ہے کہ عالم خاں کو برہان پور کا حاکم بنائے۔ عادل خاں نے حسام الدین خاں کو بلایا۔ وہ اس بلانے کے بھید سے واقف تھا۔ چار ہزار سوار لیکر برہانپور کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ اس بلدہ کی نواحی میں آیا۔ عادل خاں تین سو سواروں سے اوسکے استقبال کو گیا اور اپنی منزل میں اتارا اور خلعت دیکر رخصت کیا کہ اپنے دائرہ کو جائے پھر ملک حسام الدین کو بلایا وہ اپنے غرور و نخوت کے سبب سے جمعیت تمام کے ساتھ آیا۔ بعد ملاقات کے مشورہ کرنیکے لئے عادل خاں اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ میں لایا۔ اور چند پان کھلاکے رخصت کیا۔ جب وہ کھڑا ہوا تو دریا شہ نے اوس کے ایسی تلوار ماری کہ اوس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ مشورہ قتل پہلے سے تجویز ہو چکا تھا۔ پھر ملک برہان عطاء اللہ گجراتی نے کہ اعظم ہمایوں کا وزیر تھا گجراتیوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ حرام زادوں کو مارو گجراتیوں نے تلواریں سونت کر ملک ماکھا المخاطب غازی خان اور اور سرداروں کو کہ ملک

مالوہ کا مقابلہ نہ کرسکا احمد نگر کو چلا گیا۔ برہان پور میں اقبال خاں چند روز مقیم رہا اور
داؤد خاں کو مجبور کرکے سلطان ناصر الدین کے نام کا خطبہ پڑہوایا داؤد خاں نے پیشکش
دیکر اقبال خاں کو واپس کیا۔ داؤد خاں آٹھ سال ایک ماہ دو دس روز سلطنت
کرکے ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء میں فوت ہوا۔ ملک حسام الدین اور ارکان دولت نے اتفاق کرکے اوسکے
بیٹے غزنین خاں کو بادشاہ بنایا۔ دس روز بعد ملک حسام الدین نے اوسکو زہر دیکر مار ڈالا
جس کا سبب خدا ہی جانتا ہے۔

داؤد خاں فاروقی کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ احمد نگر میں احمد نظام شاہ بحری پاس سلاطین
فاروقیہ کی اولاد میں عالم خاں تھا آدمی بھیجکر اوسکو طلب کیا۔ نظام شاہ بحری اور اعتماد الملک
بادشاہ برار کے مشورہ سے عالم خاں خاندیس کا بادشاہ قرار پایا اکثر امرا و سردار اوسکی
خدمت میں کمربستہ ہوئے۔ ملک لاون اوس کی بادشاہی پر راضی نہ ہوا وہ بھی اس سلطنت
کے اعیان سہرگ میں تھا اوسنے ملک حسام الدین سے مخالفت کی اور قلعہ آسیر پر متصرف تھا
اوس میں متحصن ہوا۔ اس وقت میں کہ غزنیں خاں وہ روزہ حکومت کے گناہ کی سزا میں لحد کی
زنداں میں گرفتار ہوا تھا عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں فاروقی کہ دختر زادہ شاہ محمود تھا
سرحد تھال نیر میں اقامت رکھتا تھا۔ اوسنے اور اوسکی ماں نے ایک عریضہ شاہ محمود شاہ کو
لکھ کر گجرات بھیجا اوس کا مضمون یہ تھا کہ داؤد خاں فاروقی فوت ہوا۔ مہمات ملکی میں اختلال
کلی آیا۔ اگر اس صورت میں باپ دادا کی جائے مجھ فقیر کو مرحمت ہو تو نہایت ذرہ پروری
ہوگی۔ سلطان محمود شاہ نے اس عریضہ کو پڑہا اور خود آپ خاندیس کی طرف متوجہ ہوا
ملک حسام الدین نے مضطرب ہوکر بہت جلد آدمی احمد نظام شاہ بحری و فتح اللہ عماد شاہ
پاس بھیجے اور ایسی تضرع کی کہ وہ اپنی جمعیت کے ساتھ بہ قصد اعانت برہان پور میں آئے
اثناء راہ میں شاہ محمود بیکرہ نے عالم خاں کے اجلاس کی اور ملک لاون کی مخالفت کی خبر
سنی۔ نظام شاہ و عماد الملک نے لشکر خاندیس کی دورنگی پر اور سپاہ گجرات کی شوکت
پر خیال کرکے ہر ایک نے چار چار ہزار سوار عالم خاں و حسام الدین کے لئے بھیجے۔ اور خود

تو اوسنے ۹۰۴ھ میں گجرات کا ایک بڑا لشکر خاندیس میں بیجا۔ امراء خاندیس بھی اول مقابلہ ومقاتلہ کے قصد سے گئے مگر بے جنگ وجدال دشمنوں کے سامنے سے ہٹ کر قلعہ تھال نیر وآسیر میں چلے آئے۔ سپاہ گجرات نے ولایت خاندیس میں بے حد خرابی پھیلائی عادل خاں لڑائی اور اپنی سرکشی سے پشیمان ہوا۔ اوس نے شاہ گجرات کی اطاعت اختیار کی اور اکٹھی چند سالہ پیش کش دی تو لشکر گجرات اوس کی ولایت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ عادل خاں نے ۴۴ سال ۸ ماہ۔ ۱۲ روز خوب فراغت وعشرت کے ساتھ سلطنت کی۔ پھر ۱۴۔ ربیع الاول ۹۰۹ھ ۱۵۰۳ میں خدا کو جان سونپی اور وصیت کے موافق بلدہ برہان پور کے دولت میدان میں مدفون ہوا یہ دولت میدان کسی زمانہ میں برہان پور سے ایک میل پر بادشاہوں کی تیراندازی کا میدان تھا۔ وہاں باغ پُرفضا تھا یا ایک جھاڑ جھنکار سے پُر ہے اور ویران پڑا ہے اور ایک کونہ میں عادل خاں کی قبر ٹوٹی پھوٹی پڑی ہے۔

عادل خاں کی اولاد پسری نہ تھی اوس کا بھائی میران داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی مسند آرا ہوا۔

ذکر حکومت داؤد خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی

داؤد خاں بعد بھائی کی وفات کے بھائی کے تخت پر بیٹھا۔ حسام علی اور یار علی مغل اُسکے بھائی تھے اونہوں نے سلطان کے مزاج میں بڑا دخل پیدا کیا حسام علی کو ملک حسام الدین کا خطاب ملا۔ مہمات ملکی ومالی میں وہی معتمد علیہ ہوا۔

۹۰۹ھ ۱۵۰۳ میں داؤد خاں نے چاہا کہ سرحد احمد نظام شاہ بہمنی بحری کے بعض پرگنوں پر متصرف ہو۔ اس معنی پر نظام شاہ مطلع ہوکر کوچ پر کوچ کرتا ہوا احمد نگر سے خاندیس کی طرف آیا۔ داؤد خاں قلعہ آسیر میں تھا۔ احمد نظام شاہ تاراج وتخریب جتنی کر سکا اوس نے کی۔ داؤد خاں نے مضطر وعاجز ہوکر سلطان ناصر الدین خلجی سے استمداد اور اعانت چاہی۔ اوس نے حق ہمسائگی کے سبب سے منظور کیا اور اقبال خاں کو ایک فوج بزرگ کے ساتھ کمک کے لئے برہان پور بھیجا۔ جب یہ سپاہ حوالی آسیر میں آئی تو نظام شاہ لشکر

خاندیس کی حکومت اوسکو ہاتھ لگی۔ اوس نے ملک التجار کے دفع کرنے میں توجہ کی۔ امرائے گجرات
پاس آدمی بہیجکر اون کو جلدی بلایا۔ ملک التجار نے قلعہ تلنگ کو محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب اوسنے
سنا کہ لشکر گجرات سلطانپور میں آگیا تو وہ دکن کو چلا گیا۔ میراں عادل خاں سلطنت کے کاموں
میں مشغول ہوا۔ ۳ سال ۸ ماہ ۲۳ روز تک وہ سلطنت کرتا رہا کہ ۸۔ ذی الحجہ ۸۴۴ھ؁ / ۱۴۴۱ء میں بلدہ
برہان میں شہید ہوا۔ شہید ہونے کا سبب تاریخوں میں نہیں لکھا۔ وہ تھالنیر میں اپنے
باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔

ذکر حکومت مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی

بعد باپ کے مبارک خاں نے ۱۷ سال ۶ مہینے بغیر کسی منازعت و معاملات کے خلایق خاندیس
پر ریاست کی ۱۲۔ رجب ۸۶۱ھ؁ / ۱۴۵۷ء کو اس جہان بے بقا سے سفر کیا۔ اس کا بیٹا میراں مبارک خاں
المخاطب بہ عادل خاں فاروقی جانشین ہوا۔ اوس نے قصبہ تھالنیر میں دادا پردادا کے
مقبرہ میں باپ کو دفن کیا۔

ذکر حکومت میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی

میراں مبارک خاں کے مرنے کے بعد اسکا بڑا بیٹا عادل خاں جانشین ہوا۔ خاندیس میں
جیسی اوسنے فرمانروائی کی ایسی کسی اور حاکم نے پہلے حکومت نہیں کی اوس نے اطراف کے
رایوں سے باج لیا گونڈواڑہ اور گڈھ منڈل کے راجاؤں کو مطیع کیا۔ کولی اور بھیل کی قوموں کو
چوری اور راہزنی سے باز رکھا۔ آسا اہیر کے قلعہ سے خارج کوہ آسیر کے اوپر ایک اور
حصار بنایا اور اوسکا نام مالی گڑھ رکھا اور شہر برہان پور کے پہلو میں آب تاپتی کے کنارہ پر
قلعہ بنایا اور اس میں عمارات عالیہ بنائیں۔ اکثر اوقات یہاں رہتا تھا۔ اپنے تئیں
جھارکندی سلطان یعنے شاہ کوہستان جھارکند کہتا تھا۔ جھارکھنڈ ہندی زبان
میں اس جنگل کو کہتے ہیں کہ بہت دشوار گذار ہو چونکہ اوس کو اثاثہ شاہی باپ دادا سے
زیادہ حاصل ہوا تو اوسنے غرور میں آنکر پہلے طریقہ کے خلاف سلطان گجرات کی خدمت
میں پیشکش نہ بھیجوائی اور اعلام تکبر کو بلند کیا۔ سلطان محمود کو اس سرکشی پر آگاہی ہوئی

اعلام کیا۔ اس وجہ سے نصیر خاں اور سلطان بہمنی کے درمیان عداوت ہو گئی۔ سلطان احمد گجراتی کی صوابدید سے ۸۳۳ھ میں نصیر خاں برار کی تسخیر کا عازم ہوا۔ امراء برار میں آپس میں نفاق تھا اونھوں نے نصیر خاں کے آنے کی تمنا کی اور کہا کہ تو اولاد فاروقی سے ہے ہماری سعادت ہے کہ ہم تیری خدمت میں شہید ہوں۔ خاں جہاں جو برار و دکن کا سپہ سالار تھا اور رکن اعظم بہمنیہ کا تھا وہ سرداروں کے نفاق پر مطلع ہوا قلعہ پرنالہ میں متحصن ہوا۔ اور عرضداشت میں یہاں کا سارا حال سلطان علاء الدین کو لکھا۔ امراء مخالف نے برار میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور نصیر خاں پرنالہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ سلطان علاء الدین نے بہت سی قیل و قال کے بعد ملک التجار عرب حاکم دولت آباد کو سر لشکر بنا کر امراء مغل کے ساتھ نصیر خاں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ نصیر خاں نے اپنے ملک میں ملک التجار سے لڑنیکی طاقت نہ دیکھی تو وہ مع امراء مخالف برار کے باہر چلا گیا۔ ملک التجار نے تعاقب کیا اور برہان پور کیطرف متوجہ ہوا۔ نصیر خاں فاروقی قلعہ تلنگ میں چلا گیا اور اوس نے سلطان گجرات سے مدد مانگی۔ ملک التجار عرب نے برہان پور میں آنکر ان کی عمارتوں کو اکھیڑ ڈالا اور جلا دیا۔ جب اوسنے سنا کہ لشکر سلطان پور وندر بار و سیاہ مالوہ آنے کو ہے تو وہ ایلغار کر کے تلنگ کی جانب روانہ ہوا کہ کمکیوں کے آنے سے پہلے نصیر خاں سے لڑے۔ چونکہ ملک التجار عرب حوالی تلنگ میں بہت مسافت طے کر کے تین ہزار تیر انداز سوار مغل کے ساتھ خستہ و ماندہ آیا تھا۔ نصیر خاں نے کمک کا انتظار نہیں کیا بارہ ہزار سوار لیکر میدان جنگ میں گیا اور ہزیمت پائی۔ بیس نامی فیل اور اور اثاثہ حکومت اوسکے چھن گئے۔ بہت مشقت سے قلعہ تلنگ میں آیا غم و غصہ سے بستر رنجوری پر پڑا۔ چند روز میں ۱۱۔ ربیع الاول سال مذکور کو مرغ روح اسکا بہشت کو اُڑ گیا۔ اوسکے بڑے بیٹے عادل خاں نے باپ کے تابوت کو دادا کی بغل میں تھالنیر میں دفن کیا۔ اسکی مدت سلطنت ۴۰ سال و ۶ ماہ ۲۶ روز تھی۔

ذکر سلطنت میراں عادل فاروقی

میراں عادل خاں فاروقی سلطان ہوشنگ کی بہن کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد

بڑی سپاہ لیکر کوچ پر کوچ کرکے رواں ہوا۔ ملک محمود ترک کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ جب دشمنوں کو لشکر کے قریب آنے کی خبر ہوئی تو غزنین خاں اسی شب کو منڈو کو بھاگا اور نصیر خاں بھاگ کر تھال نیر میں آیا ملک محمود نے کہیں باگ نہ موڑی سیدھا آیا اور تھال نیر کا محاصرہ کیا۔ سلطان پور میں احمد شاہ آیا۔ نصیر خاں مخمصہ میں پڑا اور اپنے تئیں دیکھا کہ چڑیا کی طرح شہباز کے جنگل میں آگیا ہوں۔ احمد شاہ کے مقربوں سے ملتجی ہوا۔ بہت روپیہ اونکو دیکر راضی کیا۔ اونھوں نے مناسب وقت میں سلطان سے عرض کرکے نصیر خاں کی تقصیرات معاف کرادیں۔ اور نصیر خانی کا خطاب دلوایا اور چتر اور سراپردہ عنایت ہوا۔ نصیر خاں نے پیش کش دی۔

چند سال کے بعد احمد شاہ بہمنی نے معتمد آدمیوں کی جماعت برہان پور میں بھیجی اور اپنے بیٹے علاء الدین کو نصیر خاں کی بیٹی سے نکاح کرنے کا پیغام دیا اس سے نصیر خاں کو تقویت ہوئی تھی اوسنے قبول کیا اور اپنی بیٹی زینب کو برہان پور سے احمد آباد بیدر میں بھیجدیا۔

۸۳۳ھ (۱۴۲۹ء) میں راجہ کانہا راے جالوارد گجرات کے لشکر سے بھاگ کر آسیر میں آیا۔ نصیر خاں سے امداد کی درخواست کی اوسنے کہا کہ مجھ میں لشکر گجرات سے لڑنے کی طاقت نہیں تو سلطان احمد شاہ سلطان بہمنی سے درخواست کر میں بھی تیری سفارش کا خط لکھے دیتا ہوں۔ راجہ کانہا وہاں گیا سلطان احمد شاہ نے نصیر خاں کی دلجوئی کے لحاظ سے بعض اپنے امرا کو کانہا کے ہمراہ کیا اور وہ جالوارہ کو روانہ ہوا۔ گجرات کی فوج بھی اونسے لڑنے آئی۔ جنگ عظیم ہوئی افواج بہمنیہ کو شکست ہوئی۔ اکثر سپاہی بھاگ گئے احمد شاہ بہمنی اوسکے تدارک کے درپے ہوا شہزادہ علاء الدین کو رزم خواہ فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جب شہزادہ دولت آباد میں آیا۔ نصیر خاں فاروقی اور راجہ کانہا اوس کے پاس گئے۔ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اس دفعہ بھی لشکر بہمنیہ نے شکست پائی نصیر خاں اور کانہا کوہستان کلند میں کہ خاندیس کی ولایت میں ہے بھاگ گئے۔ جب لشکر گجرات خاندیس کو ویران کرتا ہوا اولٹا چلا گیا تو نصیر خاں نے برہان پور میں آکر اپنی ولایت کا بندوبست کیا۔ ۸۴۱ھ میں نصیر خاں کی بیٹی نے اپنے شوہر سلطان علاء الدین کی بدسلوکی کا

اور اپنے جورو بچوں کا ہاتھ پکڑ کے قلعہ کے باہر چلے آئے۔ نصیر خاں نے قلعہ تلنگ میں یہ خبر سنی تو وہ ایلغار کرکے یہاں قلعہ میں آیا۔ اور از سر نو قلعہ کی تعمیر میں مشغول ہوا شکست و ریخت کو درست کیا۔ اسکے ایک سو تیس سال کے بعد شیر خاں افغان سور بادشاہ دہلی نے قلعہ رہتاس کو اسی طریقہ سے فتح کیا تھا۔ مشہور ہے کہ حکام فاروقیہ آسیر نے آسا کے اموال میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ امانت کا امانت رہنے دیا۔ شہنشاہ اکبر اس حصار کی فتح کے بعد امانت مذکور کو اپنے تصرف میں لایا۔ جب نصیر خاں کو یہ فتح بزرگ حاصل ہوئی تو شیخ زین الدین دولت آباد سے نصیر خاں کی مبارکباد پر متوجہ ہوئے۔ نصیر خاں نے ملک و دولت اون کی نذر کرنا چاہا مگر اونھوں نے انکار کیا۔ مگر اونکے کہنے سے شیخ برہان الدین کے نام پر آب تاپتی کے کنارہ پر شہر برہان پور آباد کیا۔ اور جہاں شاہ صاحب اترے تھے وہاں زین پور آباد کیا تھوڑے دنوں ان شہروں میں بڑی رونق ہوگئی۔ سلاطین فاروقیہ کا دار السلطنت برہانپور ہوگیا۔
مثل مشہور ہے کہ وہ درویش در گلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔ نصیر خاں نے ارادہ کیا کہ قلعہ تھال نیر کہ اوسکے چھوٹے بھائی ملک التجار کے تصرف میں تھا چھین کر اپنے ملک میں دعوی انا لاغیری کا کرے مگر یہ امر سلطان مالوہ کی صوابدید و مشورہ بغیر انجام نہیں ہو سکتا تھا اسلئے اوسنے برادر زن سلطان ہوشنگ پر اپنا ما فی الضمیر ظاہر کیا۔ اوسکی تجویز سے اپنا کام شروع کیا۔ ۸۲۰ھ میں قلعہ تھال نیر کا محاصرہ کیا۔ ملک افتخار سلطان احمد شاہ گجراتی سے ملتجی ہوکر معاونت کا طالب ہوا۔ شاہ احمد شاہ سفر کی تیاری کرکے روانہ ہونے کی فکر میں تھا کہ غزنیں خاں ولد سلطان ہوشنگ پندرہ ہزار سوار لے کر نصیر خاں کی کمک کو آیا۔ ابھی سلطان احمد شاہ آیا نہ تھا کہ اون دونوں نے قلعہ تھال نیر کو فتح کرلیا اور ملک افتخار کو قید کیا اور قلعہ آسیر میں بھیجدیا اب انکا مغز ایسا چلا کہ سلطانپور اور ندربار کو گجرات کے حکام سے چھین کر مالوہ کے ماتحت کرنا چاہا۔ اس قصد و نیت سے وہ سلطان پور پہنچے اس قصبہ کا اقطاع دار احمد حبیب حصاری ہوا اور عرضداشت احمد شاہ بادشاہ گجرات پاس بھیجی جسمیں ساری حقیقت احوال لکھی۔ اس بات کے سنتے ہی احمد شاہ آگ بگولا ہوگیا اور

جب یہ خبر سلطان فیروز کو پہنچی تو اوسنے اس توہم سے کہ بہادر آسا اہیر اس قلعہ کے استظہار پر
علم مخالفت بلند کرے خاندیس کے حاکم کو فرمان لکھا اور سرزنش و ملامت کی کہ تونے
آسا اہیر کو ایسا بے نظیر قلعہ پہاڑ پر کیوں بنانے دیا۔ جب خاندیس کی حکومت ملک راجی فاروقی
کو ملی تو آسا اہیر اوسکے ساتھ مردانہ زندگی بسر کرتا تھا اور اوسکا مطیع و منقاد تھا۔ اگرچہ
ملک راجی فاروقی قلعہ آسیر کی فکر تسخیر میں رہتا تھا لیکن اسکا مرہون احسان تھا اور بحسب
ظاہر اسکی تسخیر محالات سے معلوم ہوتی تھی وہ اپنے ارادہ کو قوت سے فعل میں نہیں لایا۔ نصیر خاں
نے اوسکی تسخیر میں اپنی ساری ہمت لگائی۔ اور ابتدا حکومت میں اوس نے یہ تدبیر سوچی کہ
آسا کو پیغام دیا کہ راجہ بگلانہ دانتور نے جمعیت بہم پہنچائی ہے اور اب میرے ساتھ وہ سلوک
نہیں برتتے ہیں جو میرے باپ کے ساتھ برتتے تھے اور راجہ کھیرلہ کی تحریک سے میری ولایت
میں تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ باپ کی وصیت کے موافق قلعہ تھال نیر پر ملک افتخار متصرف ہی
اور قلعہ تلنگ دشمنوں کے نزدیک ہی اسلئے مجھے اوسپر اعتماد نہیں ہے اسواسطے میں چاہتا ہوں
کہ تو میرے عیال و اطفال کو اپنے قلعہ میں جگہ دے تاکہ میں خاطر جمع سے دشمن کے
دفع کرنے میں مشغول ہوں اور تیرا ممنون ہوں۔ آسا نے خوشی سے اس بات کو قبول کر لیا۔
قلعہ میں ایک مکان ان کے رہنے کے واسطے تجویز کر دیا۔ نصیر خاں نے اول روز چند ڈولیوں
میں عورتوں کو بھیجا اور اُن کو سکھا دیا کہ اگر آسا کی عورتیں تم سے ملنے آئیں تو تم اون کی تعظیم و
تکریم کرنا۔ دوسرے روز دوسو ڈولیاں تیار کرکے دوسو مرد شجاع وجیہ پوش اونمیں بٹھلائے
اور اونکو برقع پہنا دیا اور مشہور کر دیا کہ قلعہ آسیر کو نصیر خاں کی والدہ اور حرم ہاد بزرگ
جاتی ہیں۔ جب ڈولیاں قلعہ کے نیچے آئیں تو آسا نے حکم دیا کہ دروازہ کھولکر دربان ہٹ جائیں
جب ڈولیاں قلعہ کے اوپر محوطہ مقررہ میں آئیں تو ڈولیوں سے بہادر نکل پڑے اور
تلواریں میان سے نکال کر آسا اہیر کے گھر پر گئے۔ آسا اہیر اور اوس کے فرزند اپنے مہمانوں کو
مبارکباد دینے آتے تھے جب اس احاطہ کے قریب ملاقات ہوئی تو بے خبر سب قتل ہو گئے
اہل قلعہ نے جب آسا اہیر اور اوسکے فرزندوں کو کشتہ ہوتے دیکھا۔ عجز و زاری کرکے امان مانگی

اپنی گائیں بھینسیں چراتے تھے۔ چوروں سے اموال کے بچانیکے لئے پتھر مٹی کا ایک حصار بنا رکھا تھا جب آسا اہیر کی نوبت آئی اور اوس کے مقدور کا سامان بہت بڑھ گیا پانچہزار گائیں اور پانچہزار بھینسیں اور بیس ہزار بھیڑیں اور ایک ہزار نچریں اوس کی سرکار میں ہوگئیں اور ان مویشیوں کی نگہبانی کے لئے اوس کے نوکروں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہوگئی گونڈواڑاور خاندیس کے آدمی جب محتاج ہوتے تھے تو اوسکے پاس جاتے تھے نقد و غلہ جسقدر اُن کو درکار ہوتا تھا اوس سے قرض لیتے تھے۔ اور ایسے ہی ان حدود کے امرا کو قرض یا اچھے پاسبان کی ضرورت ہوتی تو اس پاس جاکر اپنا مقصود حاصل کرتے اس تقریب سے آسا کہ جماعت اہیر یعنے گاؤچرامیں سے تھا مشاہیر وقت میں داخل ہوا اسکا اعتبار یہانتک بڑھا کہ جب ہندؤں و مسلمانوں کے دو گروہوں میں نزاع واقع ہوتا یا کوئی عقدہ مشکل پیش آتا تو اُس سے رجوع کرتے تاکہ وہ اپنی عقل و گیاست سے اون کو فارغ کردے۔ ملک راجی فاروقی کے آنے سے یہاں تھوڑے دنوں پہلے مملکت خاندیس و مالوہ و برار و سلطان پور و ندربار میں قحط عظیم پڑا۔ بڑی خلقت بھوکی مرگئی گونڈواڑہ وغیرہ میں دو تین ہزار سے زیادہ کولی اور بھیل زندہ نہ رہے۔ خاندیس کی رعایا بھی بڑی ہلاک ہوئی جو زندہ رہے وہ آسا اہیر کی پناہ میں گئے آسا اہیر پاس گونڈواڑہ میں غلہ کے دو ہزار انبار تھے اوس کے موکلوں نے غلہ کا بیچنا اور اوسکی قیمت کا آسا اہیر پاس بھیجنا شروع کیا۔ اوس کی بیوی بڑی صاحب خیر تھی۔ اوسنے شوہر سے کہا کہ خدا تعالی نے ہم کو مال دنیوی سے مستغنی کیا ہے۔ غلہ کی قیمت کی احتیاج نہیں رہی ایسا کام کرنا چاہئے کہ دنیا و آخرت میں وہ استحکام پائے۔ آسا اہیر نے پوچھا ایسا کونسا کام ہے۔ بیوی نے کہا کہ دنیا کا استحکام اسپر منحصر ہے کہ اس کوہ پر ایک حصار گچ و سنگ کا بنائے اور استحکام آخرت اس میں ہو کہ ملک میں جسقدر غلہ ہے اُسکے لنگر خانے جاری کرکے فقرا و مساکین کو پختہ طعام پہنچائے۔ آسا نے دونوں باتوں کو قبول کیا ممالک و اطراف خاندیس میں لنگر خانے جاری کئے۔ قدیمی چار دیواری کو توڑ کر گچ و سنگ سے ایک حصار بنایا۔ جسکا نام قلعہ آسا اہیر مشہور ہوا۔ کثرت استعمال سے مخفف ہوکر آسیر نام ہوگیا

مظفر شاہ گجرات کو چلا گیا۔ ملک راجی فاروقی نے تعمیر ملک و تکثیر زراعت میں کوشش کی آخر عمر تک کہیں سوار نہیں ہوا۔ جب مرض موت میں گرفتار ہوا تو اپنے بڑے بیٹے ملک نصیر کو ولیعہد کیا اور خرقۂ ارادت و اجازت کہ اوسکو اپنے پیر شیخ زین الدین سے ملا تھا اوس کو دیا اور قلعہ تھالنیر مع مضافات کے اپنے چھوٹے بیٹے ملک التجار کو مفوض کئے۔ روز جمعہ ۲۲ شعبان ۸۰۱ھ ۱۳۹۹ء کو رحمت ایزدی میں داخل ہوا اور تھالنیر میں مدفون ہوا۔

صاحب فرشتہ لکھتا ہے کہ ملک راجی فاروقی اپنے تئیں خلیفہ دوم حضرت فاروق کی نسل میں جانتا تھا اور اس طرح اپنے نسب کو اون سے ملاتا تھا ملک راجی بن خان جہاں بن علی خاں بن عثمان خاں بن شمعون شاہ بن اشعب شاہ بن سکندر شاہ بن طلحہ شاہ بن دانیال شاہ بن اشعث شاہ بن ارضا شاہ بن ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمدؐ شاہ بن محمدؐ شاہ بن اعظم شاہ بن اصغر بن محمدؐ احمدؐ بن محمد بن عبداللہ بن فاروق ابن الخطاب شیخ الاسلام شیخ زین دولت آبادی کا ملک راجی مرید تھا اوسنے خرقۂ ارادت پیر سے پایا تھا۔ دو سو سال کے قریب اس خاندان میں حکومت رہی اس میں یہ خرقۂ ارادت بطناً بعد بطنٍ ہر ولیعہد کے پاس رہا چنانچہ آخر تک بہادر خاں فاروقی نے کہ ختم الملوک تھا یہ خرقہ پایا۔ ملک راجی کی مدت حکومت ۲۹ سال تھی۔

ذکر سلطنت نصیر خاں فاروقی بن ملک راجی فاروقی

نصیر خاں کے عہد میں اس خاندان کی رونق ہی اور ہو گئی۔ جیسا طریقۂ سلاطین کبار کا ہے اوسنے ارباب فضل و کمال کو خاندیس میں جمع کیا اون میں سے ہر کسی کو بقدر مقدور وظائف و اقطاع دئے اوسنے سلطان احمدؐ شاہ گجراتی سے اثاثہ سلطنت و خطاب نصیر خانی پایا باپ یہ آرزو اپنے ساتھ قبر میں لے گیا مگر پسر اس میں کامیاب ہوا۔ اوس نے سراپردۂ سرخ لگایا اور چتر سر پر رکھا۔ قلعہ آسیر کو آسا اہیر سے لے لیا۔ شہر برہان پور آباد کیا قلعہ آسیر کی کہانی بڑی دلچسپ اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ کہ خاندیس میں ایک اونچے پہاڑ پر آسا اہیر ایک معتبر زمیندار بستا تھا۔ سات سو سال سے اُس کے باپ دادا یہیں

اور یہاں کے انتظام میں ساعی ہوا۔ راجہ بہارجی جو ابتک سلطان فیروز کا مطیع نہیں ہوا تھا
اوسکو ضرب شمشیر سے باج گزار بنایا۔ پانچ بڑے اور دس چھوٹے ہاتھی اور امتعہ نفیسہ اور بہت
نقود اس سے پیش کش میں لئے دکن کی روش پر ہاتھیوں کو زنجیر طلا و نقرہ سے مزین کیا اور مخمل
اور زربفت کی جھولیں اونپر ڈالیں اور نقود و اقمشہ کو اونٹوں پر لادا اور اون پر بھی زربفت
ومخمل کے بالاپوش ڈالے اور اس طرح یہ پیش کش بادشاہ پاس روانہ کی۔ جب بادشاہ کی نظر
کے روبرو بہارجی کی پیش کش اس رنگینی اور آراستگی سے پیش ہوئی تو وہ بہت خوش حال ہوا
اور اوسنے کہا کہ جو خدمت کہ حکام دکن سے متعلق رکھتی تھی اوسپر ملک راجہ نے تقدیم کی پس
سہ ہزاری کا منصب اور خاندیس کی سپہ سالاری کا لقب اوسکو عنایت کیا۔ تھوڑے دنوں میں اوسنے
بارہ ہزار سوار منتخب وکار گزار بہم پہنچائے۔ اونکے خرچ کو ولایت خاندیس کا محصول کفایت نہیں کرتا تھا
اسلئے وہ ہمیشہ گونڈواڑہ اور اور راجاؤں کی ولایتوں پر تاخت کرتا تھا۔ اور اون سے پیش کش
لیتا تھا۔ یہانتک اوسکی قدر بڑھی کہ رائے جاج نگر باوجودیکہ اس سے بُعد مسافت رکھتا تھا۔ مگر
اوس سے محبت و اخلاص کا طریقہ برتتا تھا۔ ملک راجی نے اپنی حسن تدبیر و قوت بازو سے
سلطنت کی دستگاہ بہم پہونچائی۔ سلطان کی وفات کے بعد دلاور خاں نے ولایت مالوہ
سے اختصاص پایا۔ تو ان دونو کے درمیان نہایت صداقت سے اخلاص تھا اور آپس میں
یارانہ وبرادرانہ سلوک کرتے تھے اور آپس میں اونہوں نے یہ رشتے کئے کہ ملک راجی کی بیٹی کا
نکاح ہوشنگ سے ہوا اور دلاور خاں کی بیٹی کا نکاح ملک راجی کے بیٹے سے ہوا۔ جب
گجرات کا بادشاہ سلطان مظفر ہوا تو مملکت میں کچھ تھوڑا خلل پڑا۔ ملک راجی نے دلاور خاں
کو پشت پناہ سمجھ کر سلطان پور اور ندربار کی مزاحمت کی۔ اور مظفر شاہ گجراتی کا تھانہ اُٹھادیا
سلطان مظفر اس وقت غزاء کفار میں مشغول تہا۔ اوس کو چھوڑ کر وہ سلطان پور کی حوالی میں آیا
ملک راجی میں اوسے لڑنے کی سکت نہ تھی۔ اسلئے وہ تھالنیر میں متحصن ہوا۔ علماء و صلحا نے
ان دونوں کے درمیان صلح کرادی۔ سلطان مظفر اس وقت سلطنت چاہتا تھا وہ سلاطین مالوہ
اور خاندیس سے بصلح رہنے کا آرزومند تہا دونوں میں اتحاد و صداقت پر عہد سوگند ہوئے

تاریخ خاندیس

ولایت خاندیس میں جو شخص اول فرمانروا ہوا ملک راجی فاروقی تھا۔ اوسکے باپ کا نام
خاں جہاں فاروقی تھا جسکے باپ دادا سلطان علاء الدین خلجی و سلطان محمد تغلق کے
زمانہ میں صاحب اعتبار امرا میں تھے۔ جب خانجہاں فوت ہوا تو اوسکا بیٹا ملک راجی گردش
روزگار سے کسی امارت پر نہ پہنچا۔ کمال پریشانی اور افلاس میں زندگی بسر کرتا تھا
آخر میں ہزار حیلہ و جرثقیل سے وہ سلطان فیروز شاہ باربک کے خاصہ خیل میں داخل ہوا
ایک گھوڑا خدمت کرنے کے لئے ملا۔ تنخواہ تھوڑی تھی مشکل سے گذرتی تھی۔ مگر اس حال میں
بھی وہ نشاط و شکار سے شغل رکھتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ منڈو میں گذر کر گجرات میں آیا
تو وہ ایک دن شکار کے پیچھے اپنے لشکر سے تیس چالیس میل دور چلا گیا۔ بھوکا پیاسا ہوا
آبادی دور تھی۔ بیتاب ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ دور سے اوسکی نظر ایک سوار پر پڑی
کہ دو تازی کتے۔ اور چند شکاری جانور ہمراہ رکھتا ہے اور صحرا میں شکار کے پیچھے پڑا پھرتا
ہے سلطان نے اُس سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے اوسنے کہا کہ ہاں ہے۔ جو کچھ
موجود تھا درویشانہ آگے لاکر رکھ دیا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے کھانا تناول فرمایا
سوار کی حسن گفتار و ادب خدمت بادشاہ کو پسند آیا۔ اوس سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے
اوس نے معروض کیا کہ میں خواجہ جہاں فاروقی کا بیٹا ہوں اور میرا نام ملک راجی فاروقی ہے
بادشاہ کے نوکران خاصہ میں سے ہوں۔ بادشاہ خواجہ جہاں فاروقی کو اچھی طرح جانتا تھا
اوسنے اپنے کسی مقرب سے کہا کہ اسکو دربار عام میں میرے روبرو پیش کرو۔ وہ ایک دن پیش ہوا
تو بادشاہ نے فرمایا کہ اوسکے دو حق مجھ پر ہیں۔ اول حق آشنائی سابق دوم حق خدمت لاحق
شکارگاہ میں اسلئے میں اسکو منصب دو ہزاری دیتا ہوں اور اقطاع تھالنیر (تال نیر)
و کروندکہ مملکت خاندیس میں سرحد دکن میں عطا کرتا ہوں وہ ۷۷۲ھ میں اس سرحد میں آیا

اوسکے بعد وہ سارنگ پور میں آیا۔ یہاں اوس نے قلعہ گراکی یا کٹنکہ کی تیاری کی۔ جب وہ اس نواحی میں آیا تو اوس کا مقابلہ رانی درگا دئی بیوہ راجہ کرشن سنگہ نے کیا۔ وہ اپنے شوہر کے مرنے کے بعد یہاں حکومت کرتی تھی۔ اوسنے گونڈوں کو جمع کیا۔ گھاٹی کے سر پر لڑائی لڑی۔ رانی کے پیادے مور و ملخ سے زیادہ تھے اونہوں نے جوانب اطراف سے آنکر باز بہادر کے لشکر کو گھیر لیا۔ باز بہادر نے حیران ہوکر فرار کیا۔ اوس کا تمام حشم اور اچھے آدمی رانی کے ہاتھ آئے اکثر قتل ہوئے۔ باز بہادر بہزار محنت و جانکاہی سے سارنگ پور میں آیا۔ بجائے اوس کے کہ اپنی شکست کی صلاح کرتا عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ ہندوستان میں وہ فن موسیقی میں بڑی مہارت رکھتا تھا تعلق و تعشق پیدا کیا۔ عشق و عاشقی میں نام اوس کا مشہور ہوا۔ جب اوسکی غفلت کی خبر شہنشاہ اکبر کو پہونچی تو اوسنے جو اوسکا حال کیا وہ اقبال نامہ اکبری میں پڑہو۔ ۹ شبانہ سے مالوہ ایک صوبہ سلطنت اکبری ہوگیا۔ فقط

جاری کرے مگر موت نے فرصت نہ دی ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء میں انتقال کیا۔ اوس کا بڑا بیٹا بایزید جس کا لقب باز بہادر تھا اوسکا قائم مقام ہوا۔ اس کی مدت حکومت اول سے آخر تک بارہ سال تھی۔ قصبہ شجاول پور کہ اوجین کے پاس ہے اوسی کا آباد کیا ہوا ہے۔

باز بہادر کا تخت مالوہ پر فایز ہونا اور امرائے اکبری کے ہاتھ گرفتار ہونا

شجاعت خاں کے بعد حشمت و سلطنت پدر پر اسکا بڑا بیٹا بایزید مخاطب باز بہادر متصرف ہوا۔ دولت خاں اوس سے برسر مقابلہ ہوا۔ یہ بھی سلیم شاہ کے نزدیک معزز و محترم تھا۔ مالوہ کے سب لشکری اوسکے خواہاں ہوئے یہاں بایزید نے اپنی والدہ کو اپنے عزیزوں کی ایک جماعت کے ساتھ دولت خاں پاس بھیجا کہ مصالحت ہو جائے۔ بعد بہت گفت و شنید کے یہ امر مقرر ہوا کہ سرکار اوجین منڈو اور بعض اور محال پر دولت خاں متصرف ہوا اور سارنگ پور و سیواس و سروہی و بھیلواڑہ و محال خالصہ شجاع خاں میاں بایزید سے متعلق ہوں اور سرکار رائسین و بھیلسہ اور محال پرگہ اس نواحی میں واقع ہیں ملک مصطفےٰ قابض ہو۔ بعد صلح کے مقرر ہونے کے بایزید اجین کی طرف غدر کے ارادہ سے متوجہ ہوا۔ آدمیوں سے یہ کہا کہ میاں دولت خاں پاس اوس کے باپ کی تعزیت کرنے جاتا ہوں۔ دولت خاں غافل تھا وہ اوس کے ہاتھ سے مارا گیا اسکا سر سارنگپور کے دروازہ پر لٹکایا۔ اور اکثر بلاد مالوہ پر متصرف ہوا ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء کو سر پر چتر رکھا اور خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا۔ باز بہادر شاہ اپنا نام رکھا۔ ان مہمات کے بعد رائسین کی طرف متوجہ ہوا۔ ملک مصطفےٰ خاں اوس کے مقابلہ میں آیا اور چند لڑائیوں کے بعد منہزم ہوا۔ رائسین اور بھیلسہ باز بہادر کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ بعض سرداروں نے اس سے سلوک ناہموار کیا تھا اوسنے اونکو گرفتار کرکے کنوئے میں ڈالدیا کہ وہ ڈوب کر مرجائیں یا بھوک کے مارے ہلاک ہوں اور خود گونڈوانہ پر متوجہ ہوا بہت ساحصہ اوسکا اپنی سعی و کوشش سے مسخر کیا۔ محاصرہ و محاربہ میں اوس کا ماموں فتح خاں مارا گیا

کہ جب سپاہ مغل دیار بنگالہ میں آئی تو طریقہ اخلاص مستدعی اس امر کا ہے کہ وہ عزیز آگرہ کی طرف متوجہ ہو اس نواحی میں فوج بھیجکر خلل ڈالے تاکہ مغل مضطرب ہوکر اس دیار سے باز رہیں۔ اور ہم کو کشورستانی کی فرصت ملے۔ سلطان قادر شیر شاہ کے فرمان بھیجنے سے برآشفتہ ہوا۔ اوس نے اپنے منشی سے کہا کہ اس کے جواب میں فرمان لکھ اور اوس کی پیشانی پر مہر کر۔ منشی نے یہی کیا۔ سیف خاں دھلوی نے کہ اوس کا ندیم تھا اور ہمیشہ گستاخانہ سچّی باتیں کہا کرتا تھا اوس نے معروض کیا کہ شیر شاہ بالفعل بنگالہ وجون پور کا بادشاہ ہے اور اس قدر سپاہ وشوکت رکھتا ہے کہ بادشاہ دہلی کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اگر وہ تجھے فرمان لکھے اور اوس کی پیشانی پر مہر کرے تو سزاوار ہے۔ قادر شاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ بنگالہ وجون پور کا بادشاہ ہے تو میں بھی خدا کی عنایت سے مملکت مالوہ کا بادشاہ ہوں۔ جب اوس نے طریق ادب سلوک نہیں رکھا تو مجھے کیا ضرور ہے کہ میں فروتنی کروں اور اوس کی حرمت مرعی رکھوں۔ جب قادر شاہ کا فرمان شیر شاہ کی نظر سے گذرا تو وہ پیچتاب کہا کر آزردہ ہوا اور مہر کے نشان کو کتر کر یادآوری کے لئے خنجر کے غلاف میں رکھا۔ اور کہا کہ انشاءاللہ تعالےٰ اوس کی حاضری کے وقت اس کا سبب پوچھا جائیگا۔ ۹۴۹ھ ۱۵۴۲ء میں شیر شاہ نے مملکت مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ حوالی سارنگ پور میں قادر شاہ اس سبب سے کہ اُس سے لڑ نہیں سکتا تھا۔ شیر شاہ پاس گیا اور پھر اُس کے پاس سے بھاگا تو شیر شاہ نے کہا ع باما چہ کرد دیدی ملو غلام گیدی اس مصرعہ پر یہ دوسرا مصرعہ ایک شاعر نے کہا ع قولیست مصطفےٰ را لا خیر فی العبیدی شیر شاہ نے مالوہ کو فتح کرکے اوجین وسارنگ پور اور اور پرگنے شجاع خاں کو اقطاع میں دئے اور اس مملکت کا سپہ سالار بنایا۔ شجاعت خاں نے جو کام اس ملک میں کئے وہ شیر شاہ اور سلیم شاہ کی تاریخ میں مذکور ہوئے ہیں۔ جب سلطنت دہلی میں خلل پڑا تو شجاع خاں نے ارادہ کیا کہ خطبہ وسکہ اپنے نام پر

اپنے پاؤں کی بیڑی توڑنا چاہتا تھا کہ نگہبانوں کو خبر ہوگئی۔ اونھوں نے اس خیال سے کہ اسی
کے ہواخواہوں نے شب خون مارا ہو اُسے مار ڈالا۔ آصف خاں نے اوسکی تجہیز و تکفین کی اور
اوسکے بیٹوں کو محمد آباد چنپانیر میں محبوس کیا۔ تہوڑے زمانہ میں سوا محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین
کے کہ بابر شاہ کی خدمت میں تھا کوئی اس خاندان سلطنت خلجیہ مالوہ کا وارث نہ رہا اور اوس کی
دولت سلسلہ حکام گجرات میں منتقل ہوئی۔ ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ اس دیار کی فرمانروائی گجراتیوں کے اختیار میں رہی
پہر دست بدست اوروں کے ہاتھ میں گئی ۹۶۸ھ میں اکبر شہنشاہ کے ہاتھ میں آئی۔ بزرگوں نے سچ
کہا ہے کہ دنیا ایک مکارہ۔ سیاہ چشم اور بدکارہ۔ سفید چشم۔ گندم نما جو فروش ہے۔

زوال دولت خلجیہ مالوہ و استیلا سلطان بہادر گجراتی اور اوباش

اوپر ہم نے بیان کر دیا کہ سلطان محمود کے بعد سلطان بہادر نے مملکت خلجیہ پر استیلا پایا۔ اسنے
امرا مالوہ کو جنہوں نے اطاعت کی الطاف خسروانہ سے خوشدل اور مستمال کیا سلہدی پوربیہ کو اس سبب سے
کہ سب سرداروں سے پہلے ملازمت میں آیا تھا اجین و سارنگپور و رایسین اقطاع میں دئے۔ طبقہ
گجراتیوں کی تاریخ میں بیان ہوا کہ وہ سلطان بہادر کے غضب میں گرفتار ہوا اور قلعہ رایسین میں
اوسنے اپنے تئیں مار ڈالا اوسکا بیٹا بھوپت بھاگ گیا۔ بہادر شاہ نے اوجین دریا خاں لودہی
کو اور رایسین قائم خاں حاکم کالپی کو دیا۔ اور شادی آباد اختیار خاں کو دے کر خود محمد آباد
چنپانیر کو چلا گیا۔ بعد ازاں ہمایوں بادشاہ نے جب گجرات کو تسخیر کیا۔ سلطان بہادر بندر دیپ
کو بہاگا تو ہمایوں نے اپنے نام کا خطبہ شادی آباد منڈو میں پڑہایا۔ اور اپنے متعلقوں کو سپرد کیا
جسکا ذکر اپنے محل پر مذکور ہوا۔ جب ہمایوں آگرہ تشریف فرما ہوا تو ملو خاں کہ خلجیوں کے
غلاموں اور امرا کبار میں سے تھا۔ اوسنے ایک سال میں لشکر چغتائی کے قبضہ سے قصبہ بھیلسہ
سے دریاء نربدا تک ملک نکال لیا اور اپنا نام سلطان قادر شاہ رکھا اور اپنے نام کا خطبہ
پڑہوایا۔ بھوپت و پورنمل پسران سلہدی پوربیہ نے قلعہ چتوڑ سے نکل کر رائےسین اور اوسکی
نواح کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور سلطان قادر شاہ کی اطاعت اختیار کرکے اوسکو پیشکش بھیجیں
رفتہ رفتہ اسکا درجہ ایسا بڑہا کہ شیر شاہ نے ایک فرمان پیشانی پر مہر لگا کے اس مضمون کا اُسکے نام بھیجا

شرزہ خاں حاکم دہار بھی اس سے مل گیا۔ ظفر آباد نعلچہ میں بہادر شاہ آیا۔ قلعہ کا محاصرہ کیا
مورچل تقسیم ہوئے۔ سلطان محمود خلجی تین ہزار آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں متحصن تھا ہر شب ایک دفعہ
سب مورچلوں کو دیکھتا اور مدرسہ سلطان غیاث الدین میں سوتا۔ جب اہل قلعہ کا نفاق اسپر
کھلا تو وہ مدرسہ سے اپنے محلات میں چلا گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ جب بعض
نیک اندیشوں نے اس باب میں کہا کہ عیش و عشرت کا وقت یہ کیا ہی۔ تو اوسنے کہا کہ میرے
انفاس واپسیں ہیں اونکو عیش و عشرت میں کاٹتا ہوں شعبان ۹۳۷ھ میں اعلام دولت بہادر شاہ
افق قلعہ سے طالع ہوئے۔ اسوقت چاند خاں کہ مایہ فساد تھا دکن کو بھاگا۔ سلطان محمود خلجی
مسلح ہوکر جمع قلیل کے ساتھ روبرو آیا۔ طاقت مقاومت نہ دیکھی پھر گیا۔ ہزار سوار لیکر
اہل حرم کے مارنے کے لئے دوڑا ع

چو تختِ کسی رو نہد در زوال بچیزے گراید کہ گردد وبال

جب وہ محلوں میں آیا تو ایک جماعت مانع ہوئی اور اوسنے کہا کہ شاہ بہادر گجراتی آپ کی
ضبط ناموس میں خوب کوشش کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ قلعہ سے باہر چلے جائیں اور لشکر کو
جمع کریں اور دشمن کے دفع کرنے میں مشغول ہوں۔ یہ باتیں ہوہی رہی تہیں کہ لعل محل کے
بام پر سلطان بہادر چڑہا اور اوسنے سلطان محمود خلجی کو بلایا۔ سلطان اپنے سرداروں کو
چھوڑ کر سات سواروں کے ساتھ سلطان بہادر کے پاس آیا۔ اُس نے اُس سے معانقہ کیا بیٹھنے
کے بعد سلطان بہادر تھوڑی درشتی کرکے ساکت ہوا۔ لیکن اوسکا چہرہ متغیر ہوا اور اوس نے
یہ کہا کہ ہم نے امرا کو امن دیا وہ اپنے گھروں میں جائیں۔ بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ
سلطان محمود نے تکلم میں درشتی کی شاہ گجراتی عفو کرنے کو تھا کہ اوسنے حبس کا حکم دیا۔ روز جمعہ کو
شادی آباد منڈو میں سلطان بہادر کا خطبہ پڑہا گیا۔ شب شنبہ کو سلطان محمود کو پابزنجیر کیا
اور اوسکو مع سات بیٹوں کے آصف خاں کے حوالہ کیا کہ قلعہ چنپانیر جاکر اوس کو مقید کریں
اثناء راہ میں دو ہزار بھیل و کولی نے منزل دہور میں آصف خاں کے لشکر پر شب خون مارا۔ اسوقت
سلطان محمود نماز سے فارغ ہوکر سویا تھا جب اوسنے یہ غوغا سنا تو بیدار ہوا۔ بھاگنے کے ارادہ سے

فتنہ انگریزی کے ارادہ سے پہرآگرہ گیا ہی - اس دفعہ بہادرشاہ کوئی بات زبان پر نہ لایا مگر سلطان محمود خلجی کی تادیب
کے درپے ہوا دولت خلجیہ کے زوال کا وقت آگیا تھا سلطان محمود خلجی نے کچھ اسکا علاج نہ کیا - جسوقت اس
پاس یہ خبر آئی کہ رانا سنگا اس سنسار سے چل بسا اور اوسکا بیٹا رتن سی قائم مقام ہوا تو اوسنے شرزہ خاں
کو بہیجا جسنے چتور کے بعض قصبات کو تاخت و تاراج کیا - رتن سی واقف تھا کہ بہادرشاہ اور سلطان محمود کے
درمیان رنجش ہے تو وہ لشکر فراہم کرکے مالوہ پر بلا - جب یہ خبر سلطان محمود کو ہوئی تو وہ اس سے لڑنے چلا
اجین میں ہوکر سارنگ پور میں گیا - سکندر خاں فوت ہو گیا تھا اوسکا متبنے معین خاں کو کہ اصل میں روغن فروش
کا پسر تھا مدد کے لئے طلب کیا اور مسند عالی اوس کو خطاب دیا - سراپردہ سُرخ کہ سلاطین کے ساتھ
مخصوص ہے عطا کیا سلہدی پوربیہ کو بھی رائسین سے طلب کیا اور اوس کے اقطاع قدیم پر
اور پرگنوں کا اضافہ کیا - سلہدی پوربیہ سلطان خلجی سے متوہم ہوا وہ معین خاں کے ساتھ
اتفاق کرکے رتن سی رانا پاس گیا - یہاں سے بھوپت ولد سلہدی کے ساتھ معین خاں
بہادرشاہ گجراتی پاس گیا اور اپنے ولی نعمت کی شکایت کو تحفۂ مجلس بنایا - سلطان محمود
نے مضطرب ہوکر دریا خاں لودہی کو سلطان بہادرشاہ گجراتی پاس بہیجکر پیغام دیا کہ آپ کے
سلسلہ کے حقوق مجھ پر بہت ہیں - اب مسافت تہوڑی رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ حضور میں
پہنچکر مبارک باد سلطنت دوں - سلطان بہادر نے جیسا کہ اوس کے وقائع میں لکھا گیا
ہے جواب آمیانہ دیا - رتن سی اور سلہدی پوربیہ سلطان بہادر سے ملے اور سلطان محمود
کی شکایت کی - رتن سی اپنی منزل کو مرخص ہوا اور سلہدی سلطان بہادر کے لشکر میں
رہا وہاں سلطان محمود کے آنے کی توقع تھی - سلطان محمود نے اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی
ماری کہ ملاقات کے ارادہ سے پشیمان ہوا اور سکندر خاں کے نوکروں کے دفع کرنے
کا بہانہ بناکے سیواس کو روانہ ہوا - اثنا ء راہ میں شکار میں مشغول تھا کہ گھوڑے سے گرا
اور وہاں ہاتھ اوسکا ٹوٹ گیا اوسکو فال بد سمجھ کر فسخ عزیمت کی اور اپنے دار الملک میں
چلا آیا اور قلعہ داری کی تیاری کی - سلطان بہادر نے اوسکی ملاقات سے قطع نظر کرکے
شادی آباد منڈو کو روانہ ہوا - ہر منزل میں سلطان محمود خلجی کے نوکر فوج فوج آنکر بہادرشاہ سے ملتے

اوسکے زخموں کا علاج کیا۔ سلطان سے اسکا تاج لے لیا۔ اب رانا سنگا نے کمال مروت و فتوت یہ کی کہ سلطان کو ہزار راجپوتوں کے ساتھ قلعہ مانڈو میں بھیجکر تخت سلطنت پر بٹھایا۔ سلطان اپنی شکست و ریخت کی مرمت میں مصروف ہوا۔ ممالک مالوہ کا بڑا حصہ امرا اور باغیوں کے ہاتھ میں تھا۔ اور رعایا کماحقہٗ اطاعت نہیں کرتی تھی۔ بادشاہی میں خلل عظیم وقوع میں آیا سکندر خاں سیواس اور بہت پرگنوں پر متصرف تھا۔ چندیری اور گاگرون اور اور اقطاع میدنی رائے نے جنگ میں غالب ہوکر لے لئے تھے۔ یہ اطاعت نہیں کرتے تھے اور ایسی ہی سرحدوں واطراف میں اور امیر تھے جنھوں نے اپنے اندازہ سے باہر قدم رکھا تھا اسلئے سلطنت میں ضعف آگیا تھا۔ سلطان محمود خلجی برخلاف سلطان محمود ماضی کے شمشیر پر مدار رکھتا تھا عقل وتدبیر کو اپنے پاس راہ نہ دیتا تھا۔

سنہ ۹۲۶ھ ۱۵۱۹ء میں سلہدی پوربیہ کے دفع کے لئے سلطان روانہ ہوا۔ اوس نے راجپوتوں کو جمع کرکے میدنی رائے سے کمک لی۔ سارنگ پور کی نواحی میں جنگ ہوئی۔ اول لشکر اسلام شکست پاکر پراگندہ ہوا۔ مگر سلطان خلجی نے قطب کی مانند کچھ سپاہ کے ساتھ پائے ثبات برقرار رکھا اور فرصت پاکر سلہدی پوربیہ کو بڑی شکست دی۔ اور تعاقب کرکے اوس کے ۲۴ ہاتھی چھین لئے۔ سارنگ پور کو اوس کے تصرف سے نکال لیا۔ سلہدی راجپوت نے اپنے اقطاع قدیم پر قناعت کرکے اطاعت اختیار کی۔ سلطان محمود نے اوس کو مغتنم جانکر دار السلطنت کو مراجعت کی۔ سنہ ۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء میں گجرات میں سلطان بہادر شاہ گجراتی بادشاہ ہوا۔ شاہزادہ چاند خاں بن شاہ مظفر گجرات سے بھاگ کر شادی آباد منڈو میں آیا۔ شاہ مظفر کے احسان کا سلطان محمود مرہون تھا اس لئے اوس نے چاند خاں کی تعظیم وتکریم کی رضی الملک کہ گجرات کے امرا معتبر سے تھا وہ بھی بہادر شاہ کی صولت کے خوف سے بھاگ کر آیا وہ یہ چاہتا تھا کہ بہادر شاہ کو معزول کرکے چاند خاں کو اس کا قائم مقام بنائے۔ اس نیت سے وہ آگرہ سے منڈو میں آیا اور چاند خاں سے مشورہ کرکے پھر آگرہ گیا۔ جب بہادر شاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اوس نے سلطان محمود خلجی کو لکھا کہ یہ آپ کی محبت و اخلاص سے عجیب تھا کہ اس حرام خوارہ کو چھوڑ دیا کہ چاند خاں سے مشورہ کرکے

پانچسو مسلح آدمیوں کو ساتھ لایا۔اس وضع سے سلطان محمود خلجی ایسا تنگ آیا کہ شکار کے بہانہ سے اپنی محبوبہ رانی کنیا اور ایک اور سوار اور چند پیادوں کو لیکر سرحد گجرات میں پہنچا۔سرحد گجرات کے حاکم اوس سے بہ تواضع پیش آئے اور سلطان مظفر کو اوسکے آنے کی اطلاع ہوئی تو اوسنے قیصر خاں و تاج خاں و قوام الملک اور اور امرا کو استقبال کے لئے بہیجا۔اور خود چند منزل استقبال کو آیا۔ایک مجلس میں ایک تخت پر دونو بادشاہ بیٹھے۔

۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء میں سلطان محمود کے ساتھ سلطان مظفر مالوہ کی طرف متوجہ ہوا۔یہ ارادہ مصمم کر لیا تھا کہ راجپوتوں کے دفع کرنیکے لئے سلطان کو تخت پر بٹھادیں۔اس کا حال کہ سلطان مظفر نے کیونکر سلطان کو تخت منڈو پر بٹھا دیا۔تاریخ گجرات میں و مظفر شاہ کی تاریخ میں پڑہو اب سلطان محمود امور جہانبانی میں مصروف ہوا۔اور ضبط سلطنت میں بقدر مقدور کوشش کرنے لگا۔چندیری و گاگرون میدنی رائے کے تصرف میں تھے قلعہ رائسین و بھیلسہ و سارنگ پور سلہدی راجپوت کے قبضہ میں تھی سلطان محمود اون کی دفع کے فکر میں ہوا۔اول وہ قلعہ گاگرون پر لشکر لے گیا۔میدنی رائے اس دفعہ رانا سنگا سے ملتجی ہوا اور اوسکو بہت لشکر کے ساتھ اپنی مدد کے لئے لایا۔جس روز جنگ ہوئی سلطان محمود نے بہت راہ طے کی تھی اور رانا سے سات کروہ (۱۴میل) اترا تھا۔جب رانا کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے یہ سمجھکر کہ وہ تھکا ماندہ ہوگا اپنے لشکر کو لیکر مسلمانوں کے لشکر کے قریب آیا۔سلطان محمود خلجی بے خبر تھا سوار ہو کر لشکر سے باہر آیا۔امرا و سپاہ اُس کی ملازمت میں آئے۔ہر چند آصف خاں گجراتی اور امرا نے عرض کیا کہ آج لڑنے کا دن نہیں ہے مگر اوسکو عقل سے بہرہ نہ تھا اس بات کو قبول نہیں کیا بے ترتیب لڑا۔ایک لمحہ میں ۳۲ سردار اور بہت سے سپاہی مارے گئے۔آصف خاں گجراتی کہ شاہ مظفر نے اوسکی کمک کے لئے بہیجا تھا پانسو آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔لشکر مالوہ میں سوار سلطان خلجی اور دس سوار احدی کے معرکہ میں کوئی باقی نہیں رہا۔سلطان ان دس سواروں سے غنیم سے جا بھڑا۔سوار مارے گئے اور خود زخمی ہو کر اور مقید ہو کر رانا سنگا پاس آیا۔راجپوتوں نے بھی اوسکی بہادری کی تعریف کی۔رانا سنگا نے سلطان کی بڑی عزت کی

سالباہن اور میدنی رائے کو زخمی کیا۔ سالباہن تو وہیں مرگیا۔ میدنی رائے کو کاری زخم نہیں لگے تھے۔ اوسکے نوکر اوٹھا کرلے گئے۔ میدنی رائے کے گھرمیں راجپوت جمع ہوئے اور اوسکے بلے اجازت لڑنے کے لئے دربار کو چلے۔ سلطان محمود میں گو عقل نہ تھی مگر تہوّر اور مردانگی میں اسکا کوئی نظیر نہ تھا۔ سولہ سوار اور چند پیادے مسلمان ساتھ لیکر شہادت کی نیت سے دولت خانہ سے باہر نکل کر ہزاروں راجپوتوں سے لڑنا شروع کیا۔ ایک بڑے جوانمرد راجپوت نے سلطان پر ایک ضرب لگائی سلطان نے اس ضرب کو رد کرکے اوس کے ایک شمشیر ایسی لگائی کہ اوسکے دو ٹکڑے کردیے۔ دوسرے رجپوت نے سلطان نے ایک برچھہ مارا مگر سلطان نے تلوار سے برچھے کو چھین لیا اور رجپوت کے کمر پر دو ٹکڑے کردئے۔ راجپوتوں نے جب یہ شجاعت دیکھی تو وہ بھاگ کر میدنی رائے کے گھر گئے اور اوس سے جنگ کی اجازت چاہی۔ میدنی رائے نے کہا کہ سلطان نے گو میرے قتل کا ارادہ کیا مگر وہ میرا صاحب اور ولی نعمت ہے اوسکا کچھ قصور نہیں ہے تم اپنے گھر جاؤ اور میری حمایت نہ کرو۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اگر سلطان محمود کشتہ ہوجائیگا تو سلاطین اطراف خصوصاً گجرات و برار و خاندیس اوسکے انتقام لینے کے لئے قیام کرینگے۔ اوسنے راجپوتوں کی یوں تسلی کی۔ سلطان محمود خلجی پاس پیغام بھیجا کہ اتنی مدت تک میں نے سلطان کی نمک حلالی سے خدمت کی تھی اس لئے زخموں سے سلامت و زندہ رہا۔ اگر فی الواقع میرے مارنے سے امور سلطنت انتظام پائیں تو مضایقہ نہیں **مصرع** سرا ینک جدا کن بہ تیغ از تنم + سلطان محمود نے جانا کہ ان زخموں سے وہ مریگا نہیں اور اب وہ صلح و ملائمت کرتا ہے تو اُس نے فرمایا کہ اب مجھے تحقیق ہوا کہ میدنی رائے میرا خیر خواہ ہے اور اوسنے کمال خیر خواہی سے بے اعتدال راجپوتوں کو فتنہ و فساد سے باز رکھا اور سالباہن کہ مادہ خشونت تھا اوس کا شر رفع ہوا انشاء اللہ تعالےٰ اب اُسے آگے امور سلطنت میں خیر و خوبی کے ساتھ مشغولی ہوگی اوسکے بعد کوئی اور امر نہ ہوگا۔ میدنی رائے نے ظاہر میں اخلاص و انقیاد قبول کیا اور گذشتہ کا کچھ مذکور نہیں کیا۔ مگر اپنے حال سے وہ خوب واقف ہوا۔ جب سلطان کی درگاہ میں ملازمت کے لئے آیا تو

نکل کر بھاگ گیا۔ سلطان محمود نے قلعہ میں آن کر رجپوتوں کو علی خاں کے تعاقب میں بھیجا کہ اوسکو پکڑ کر قتل کریں۔ بعد اس واقعہ کے میدنی رائے مطلق العنان ہوا۔ مالوہ میں تمام امرا منصب دار اپنی جانب سے مقرر کئے۔ سلطان کے خاصہ نوکروں میں سوا دو سو مسلمان سواروں کے کوئی اور نہ تھا۔ راجپوتوں کے تسلط و استیلا سے سلطان محمود کو اپنی فکر ہوئی اہل ہند کی رسم ہے کہ جسوقت نوکر کو رخصت کرتے ہیں یا مہمان کو وداع تو اون کو پان دیتے ہیں۔ سلطان نے ایک ظرف میں پانوں کے بیڑے بھرے اور آرائش خاں کے ہاتھ میدنی رائے کے پاس بھیجے اور پیغام دیا کہ اب آپ کو رخصت ہے میری ولایت سے باہر چلے جائیے۔ راجپوتوں نے جواب دیا کہ ہم چالیس ہزار راجپوتوں نے آج تک ہوا خواہی اور جان سپاری میں کوئی تقصیر نہیں کی اور خدمات پسندیدہ ہم سے وقوع میں آئیں ہم نہیں جانتے کہ ہم سے کیا خطا سرزد ہوئی۔ اس جواب دینے کے بعد راجپوتوں نے یہ ارادہ کیا کہ سلطان محمود کو ٹھکانے لگا دیے میدنی رائے نے کہا کہ الحال حقیقت میں سلطنت مالوہ ہماری ہے اگر سلطان نہ ہوگا تو سلطان مظفر گجراتی اس ولایت پر متصرف ہوگا۔ پس جس طرح ہو سکے اپنے ولی نعمت کی رضا جوئی میں سعی کرنی چاہئے۔ پس وہ سلطان کی خدمت میں آیا استعفا اور استغفار کی سلطان کو سوا قبول کرنے کے چارہ نہ تھا۔ مگر اوس نے یہ شرط ایسی ٹھیرائی کہ کارخانوں میں جو پہلے قدیمی مسلمان نوکر تھے اونہیں کو وہ خدمتیں حوالہ کرے اور اصلاح مہمات ملکی میں دخل نہ دے اور مسلمان عورتوں کو راجپوت اپنے گھروں سے باہر کریں اور دست تعدی کو کوتاہ کریں۔ میدنی رائے نے ان سب شرائط کو قبول کیا اور سلطان کی دلجوئی کی۔ لیکن سالباہن پوربیہ جو امرائے کلاں میں سے تھا بغاوت۔ سلطان محمود نے باوجودیکہ دو سو مسلمان سواروں سے زیادہ اوس پاس سپاہ نہ تھی اپنے مخصوصوں کے ساتھ یہ امر قرار دیا کہ جب میں شکار سے مراجعت کردں تو میدنی رائے اور سالباہن جسوقت وہ اپنے گھروں کو رخصت ہوں پارہ پارہ کئے جائیں سلطان نے دوسرے روز جماعت موعود کو جابجا بٹھا دیا اور خود شکار کو گیا اور مراجعت کرکے خلوت خانہ میں آیا۔ میدنی رائے اور سالباہن کو رخصت کیا اس جماعت نے کمین گاہ سے نکلکر

لشکر کے چلے جانے اور محافظ خاں کے کشتہ ہونے کے بعد بہجت خاں و مخصوص خاں اپنے کئے سے پشیمان ہوئے اور صاحب خاں سے صلح کے لئے کہا۔ اُس نے قبول کیا۔ شیخ اولیا نے سلطان سے عرض کیا۔ سلطان نے اوس کو لطائف غیبی و عنایات لاریبی سے تصور کیا صاحب خاں کو قلعہ رائسین وقصبہ بھیل و ہامونی تفویض کیا۔ اور فوراً دس لاکھ ٹنکہ سپاہ کے خرچ کے واسطے اور بارہ ہاتھی انعام دئے۔ بہجت خاں اور امیروں کو فرمان بھیجے استمالت نامے لکھے۔ بہجت خاں نے دو لاکھ ٹنکہ اور بارہ ہاتھی اپنے پاس رکھے۔ باقی صاحب خاں حوالہ کئے۔ فتنہ انگیزوں نے صاحب خاں کو خبر پہنچائی کہ بہجت خاں تجھے مقید کرنا چاہتا ہے تو صاحب خاں سلطان سکندر لودہی پاس کہ قریب تھا چلا گیا اور بہجت خاں اور اور امرا استمالت نامے لکھ کر سلطان محمود پاس چلے آئے۔ سلطان نے خلعت دئے اور اونکو اقطاع قدیم عنایت کیں۔ سلطان محمود مظفر و منصور اپنی دار المملکت میں آیا۔ میدنی رائے کی استصواب سے سلطان امیروں اور سپاہ کے سرداروں میں سے ہر روز ایک بے گناہ کو ناحق متہم و مطعون کرکے سیاست کرتا رفتہ رفتہ یہ نوبت آئی کہ سلطان کا دل کل امراسے بلکہ تمام مسلمانوں سے پھر گیا۔ وہ عمال قدیم کہ سرکار غیاثی و ناصر شاہی میں مہمات دیوانی کے متصدی و متکفل تھے وہ معزول ہوئے اور میدنی رائے کے اعوان و انصار اونپر مقرر ہوئے۔ اس عمل سے اکثر امیر اور سردار اور نوکر شکستہ خاطر ہوئے اور اونہوں نے اپنے عیال کا ہاتھ پکڑ کے وطنوں سے ہجرت کی۔ اس قلمرو میں قلعہ شادی آباد منڈو کہ دار العلم وفضلا و مشایخ کا مہبط تھا وہ اب کافروں کا مسکن ہو گیا اور یہاں تک نوبت آئی کہ فیلبانی اور دربانی بھی راجپوتوں کو حوالہ ہوئی اور مسلمانوں کی کنواری لڑکیوں پر راجپوت متصرف ہوئے۔ علی خاں امرائے قدیم میں سے حاکم شہر تھا۔ راجپوتوں کے تسلط سے دلگیر ہوا اور اوسنے مخالفت کی۔ جس وقت کہ سلطان محمود راجپوتوں کے ساتھ شکار کو گیا ہوا تھا وہ قلعہ منڈو پر متصرف ہوا۔ اہل منڈو کو بھی راجپوتوں کے استیلا سے آزردہ تھے اُنہوں نے علی خاں سے موافقت کی۔ سلطان محمود اس خبر کو سُن کر تعجیل کے ساتھ واپس آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور محصورین کو تنگ کیا۔ علی خاں اپنے اعوان کے ساتھ قلعہ سے

اوسکو بد فالی سمجھا اور الٹا اپنے ملک کو چلا گیا ملک لودہ نے بھی مقابلہ کرکے سکندر خاں کو
شکست دی۔ لیکن لوٹ کے وقت سکندر خاں کے لشکریوں سے ایک شخص جسکے عیال اسیر تھے
ملک لودہ پاس آیا اور پا بوسی کے بہانہ سے آگے ہو کر ایک خنجر آبدار ایسا اوس کے پہلو میں مارا
کہ متاع زندگی اوسکی برباد ہوئی۔ اس واقعہ کو سکندر خاں نے سنکر لشکر سلطانی کو پراگندہ
کیا اور چھ بڑے نامی ہاتھی پکڑے سلطان محمود نے میدنی رائے کے استصواب سے اس مہم کا فیصلہ
اور وقت پر ٹالا اور بہجت خاں کے دفع کرنے کے لئے چندیری کو روانہ ہوا۔ اثنا دراہ میں
سُنا کہ صاحب خاں نزدیک آگیا ہے منصور خاں نے استقبال کرکے اوسکے سر پر چتر رکھا ہے
اور لشکر دہلی بھی عماد الملک لودہی وسعید خاں و محافظ خاں خواجہ سرا کے ساتھ صاحب خاں
کی کومک کو آگیا ہے سلطان اس خبر کے سُننے سے پریشان خاطر تھا کہ دفعتًہ صدر خاں و
مخصوص خاں اوسکے لشکر سے جدا ہو کر صاحب خاں سے جا ملے۔ صاحب خاں نے ایک
شخص محمود نام کو سارنگ پور بھیجا وہ افواج سلطان سے مغلوب ہو کر بُری طرح سے بھاگا
اسی وقت میں محافظ خاں کی حسن تدبیر سے عماد الملک لودہی اور سعید خاں نے بہجت خاں
کو پیغام دیا کہ تم سلطان سکندر کے نام کا خطبہ پڑہواؤ اور درہم و دینار کو اوسکے سکّے سے
مشرف کرو۔ بہجت خاں نے اونکے مدعا کے موافق جواب نہ دیا تو اونہوں نے اُنکو بہانہ
بتا کے کوچ کیا۔ اور چودہ کروہ پیچھے بیٹھے۔ سلطان سکندر کے حکم کے موافق وہ دہلی چلے گئے ایک
روایت یہ ہے کہ چندیری میں سلطان سکندر کے نام کا خطبہ پڑہا گیا مگر جب سلطان محمود
پاس چالیس ہزار راجپوتوں کا لشکر جمع ہو گیا تو سلطان سکندر نے اس پر خیال کرکے
اپنے لشکر کو بلا لیا بہر تقدیر سلطان محمود شکر الٰہی بجا لایا اور شکار میں مصروف ہوا۔ چند
روز بعد اوسکو خبر لگی کہ بہجت خاں و صاحب خاں کے حکم سے محافظ خاں مع افواج
بزرگ شادی آباد منڈو کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ سلطان نے حبیب خاں و فخر الملک
کو بہت سے رجپوت امیروں کے ساتھ اون کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ حوالی ظفر آباد
میں فریقین میں جنگ عظیم ہوئی اور لشکر سلطان غالب آیا۔ محافظ خاں قتل ہوا۔ دہلی کے

ایک مجہول النسب کو بادشاہ بنایا۔ سلطان غیاث الدین کی قبر پر سے چتر لاکر اوسکے سر پر رکھا
داروغہ نے مردانگی کرکے اونکے شر کو دفع کیا۔ بہجت خاں میدنی رائے کے اختیارات
سے اور سلطان کی بے بسی سے بیشتر سے بیشتر خائف ہوا۔ ایک جماعت کو کاویل میں بھیجا
اور صاحب خاں کو طلب کیا اور ایک عریضہ سلطان سکندر لودی کو لکھ کر دہلی بھیجا کہ کفار
راجپوتوں نے مسلمانوں پر تسلط تام پیدا کیا ہے۔ میدنی رائے اس طریقہ کا بزرگ ہو وہ
ملک و مال کا صاحب اختیار ہو گیا ہے اوس نے بہت سے نوکروں کو قتل کیا ہے کچھ اونمیں
سے بھاگ کر ادہر اودہر پراگندہ ہو گئے ہیں۔ سلطان محمود بادشاہ ہے اگرچہ اپنے دست
کوتہی سے میدنی رائے کے بزرگ کرنے سے پشیمان ہے لیکن وہ وہم میں ایسا گرفتار ہے
کہ ہم پر اعتماد نہیں کرتا اور نہ ہمارے پاس آتا ہے بلکہ میدنی رائے کے کہنے میں ایسا ہے کہ
اس بقیۃ السیف جماعت کے قتل کے درپے ہے۔ اس دیار میں احکام شریعت مصطفوی کا
رواج نہیں ہے مساجد و مدارس بے دینوں کے نشیمن ہو گئے ہیں۔ قریب ہو کہ میدنی رائے کا
بیٹا رائے رایاں سلطان کو ٹھکانے لگا کے خود اس مملکت میں فرمان روائی کرے۔
اگر عساکر منصورہ میں سے ایک فوج حضور بھیجیں کہ وہ صاحب خاں کو تخت پر بٹھاوے تو البتہ
چندیری اور اور مقامات میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ گجرات سے دکن میں
صاحب خاں گیا تھا۔ محافظ خاں اس سے جدا ہو کر دہلی چلا گیا تھا۔ اوسکی سعی سے سلطان سکندر
لودہی نے بارہ ہزار سوار بسر کردگی عماد الملک لودہی اور سعید خاں کے صاحب خاں کی مدد کے
لئے معین کئے اور اوسکو خلعت خاصہ اور خطاب سلطان محمد عنایت کیا۔ اس وقت شاہ مظفر
گجراتی بھی لشکر و فیل کے ساتھ دہار میں آیا تھا۔ سکندر خاں نے بھی علم بغاوت بلند
کرکے مملکت میں خلل ڈالا تھا۔ غرض ایک عجب عالم تھا۔ میدنی رائے سب کے دفع کرنے کے
لئے مستعد ہوا۔ سلطان محمود خلجی کو قلعہ سے باہر لایا۔ اور ایک راجپوتوں کی فوج کو لشکر کے
مقابل بھیجا۔ حاکم کھنڈوے و ملک لودہ کو سکندر خاں سے لڑنے کو روانہ کیا۔ نواحی
دار الملک میں فوج گجرات جو آئی تھی اوسکو راجپوتوں کی فوج نے شکست دی۔ سلطان مظفر

درمیان میں دوستی تھی اوسنے چند دہات اوسکی جاگیر میں مقرر کردئے اور امداد میں ڈھیل کی
کہتے ہیں کہ صاحب خاں کے بھاگنے کے بعد سلطان محمود منڈو میں آن کر امور سلطنت میں مشغول ہوا
میدنی رائے چاہتا تھا کہ علم استقلال بلند کرے اس لئے اوس نے عرض کیا کہ اقبال خاں
ومخصوص خاں شاہزادہ صاحب خاں پاس دکن میں مکاتیب بھیجتے ہیں اور ایسے حرف وحکایات
کو درمیان میں لاتے ہیں کہ فتنہ خفتہ کو بیدار کریں سلطان محمود نے ان غرض آمیز سخنوں کو بے غرض
جانکر حکم دیدیا کہ جسوقت وہ دونو سلام کرنے آئیں قتل کئے جائیں۔ وہ بدستور قدیم دوسرے
روز سلام کو آئے تو دونو کے بند سے بند جدا کئے گئے۔ میدنی رائے کی تحریک سے
سلطان محمود خلجی نے بہجت خاں حاکم چندیری اور اور امرا کو بلایا۔ بہجت خاں نے باوجود نسبت
خانہ داری کے میدنی رائے کے خوف سے اور اس قتل کی ہیبت سے برسات کا عذر کیا۔
سلطان نے اوس سے اغماض کیا۔ سکندر خاں حاکم بھیلسہ نے فساد مچا رکھا تھا اور
کہنڈوہ سے شاہ آباد تک تصرف کر لیا تھا۔ اوسکے دفع کرنے کے لئے منصور خاں کو بھیجا
راجہائے گونڈوانہ اور اطراف کے لشکر سکندر خاں پاس جمع ہو رہے تھے اس لئے
منصور خاں نے اسکا مقابلہ اپنی قوت سے باہر دیکھا تو سلطان سے حقیقت حال کو
عرض کیا۔ میدنی رائے جو قدیمی ملازموں کی تخریب وتضیع کے درپے تھا جواب میں لکھا
کہ اقبال شاہی دشمن کی دفع کے لئے کافی ہے قدم آگے رکھنا چاہئے۔ منصور خاں اپنے
کام میں حیران تھا۔ ناچار بختیار خاں کے ساتھ اتفاق کرکے وہ بہجت خاں پاس
چندیری گیا۔ بختیار خاں بھی امراء کبار میں سے تھا۔ سلطان اس خبر کو سُن کر دہار میں آیا
میدنی رائے کو لشکر انبوہ اور پچاس ہاتھیوں کے ساتھ سکندر خاں کی مدافعت کے لئے
مقرر کیا۔ میدنی رائے کے ساتھ دس ہزار راجپوت تھے۔ اوسنے سکندر کے عیش خانہ
کو مکدر کیا۔ ناچار اوسنے صلح کی اور استمالت نامہ حاصل کیا۔ اور میدنی رائے کے
پاس آیا۔ جاگیر قدیم اوسکو ملی۔ میدنی رائے کے اختیارات حد سے زیادہ گذر گئے تھے۔
اس وقت کہ سلطان محمود باہر گیا تھا۔ اوباشوں نے شادی آباد منڈو میں

مطلع کیا۔ تو وہ اپنی جمیعت کے ساتھ دیوان میں حاضر ہوا۔ بعد ایک ساعت کے سلطان محمود نے اوسکو خلوت میں طلب کیا۔ وہ نہ گیا اور درشت جواب دئے۔ سلطان محمود غضب میں آیا اور چند حبشی خواصوں کے ساتھ باہر آیا محافظ خاں دولت خانہ سے بھاگ کر باہر چلا گیا اور در بند بیرونی میں اوسنے علم بغاوت بلند کیا۔ شاہزادہ صاحب خاں بن ناصرالدین کو قید سے نکال کر چتر اوس کے سر پر رکھا۔ سلطان محمود خلجی وسط مملکت میں قیام کر کے لشکر کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ امرا میں سے اول شخص جو اوس کے پاس آیا وہ میدنی رائے تھا کہ اپنے خویش و قوم کو لیکر پابوس ہوا۔ بعد ازاں شرزہ خاں پسر بہجت خاں حاکم چندیری ملازمت سے سرافراز ہوا۔ پھر اوسکے پاس فوج فوج آدمی جمع ہونے شروع ہوئے سلطان محمود خلجی قوی ہو گیا۔ صاحب خاں کے بعض طرفدار امرا کو خسروانہ وعدے کر کے اپنی طرف محمود نے کر لیا۔ صاحب خاں و محافظ خاں نے خزانہ خرچ کر کے بہت آدمی اپنے طرفدار کر لئے سلطان محمود خلجی شوکت و استعداد کے ساتھ شادی آباد منڈو کی طرف روانہ ہوا طرفین سے معرکہ رزم آراستہ ہوا۔ صاحب خاں نے جرائت کر کے افواج سلطان پر بہت حملے کئے میدنی رائے کی ایک جماعت رجپوتوں نے صاحب خاں کی فوج کو مار کر بھگا دیا۔ صاحب خاں قلعہ منڈو میں متحصن ہوا۔ سلطان محمود نے حوض حسین تک تعاقب کیا۔ یہاں اوتر کر اوس نے صاحب خاں پاس پیغام بھیجا کہ صلہ رحم درمیان ہے۔ جسقدر مال کی تجھے خواہش ہوا در جس ملک کے لینے کی خوشی ہو وہ تجھکو دیتا ہوں تو قلعہ داری سے باز آ۔ صاحب خاں قلعہ کے استحکام پر مغرور تھا۔ اوسنے سلطان کی بات کو قبول نہ کیا تو سلطان محمود محاصرہ میں مشغول ہوا اہل قلعہ کو ضیق میں کیا۔ بعض امرا نے جو قلعہ کے اندر تھے اور محافظ خاں سے مخالفت آغاز کی تھی سلطان محمود کو کہلا بھجوایا کہ ہم فلاں موضع سے تجھے قلعہ میں داخل کر دیں گے محافظ خاں و صاحب خاں اس خبر کو سن کر اپنے جواہر قیمتی اور بہت نقود لیکر ۹۱۷ھ ۱۵۱۳ء میں گجرات چلے گئے۔

یہاں صاحب خاں اور شاہ اسمٰعیل ایلچی شاہ ایران سے جھگڑا ہوا جس کی تفصیل تاریخ گجرات میں لکھی ہے تو وہ آسیر گیا اور یہاں سے کاویل میں عماد الملک پاس گیا۔ عماد الملک سلطان محمود کے

بٹھائے۔ سلطان اوسکی تفتیش کرنے لگا۔ تو محافظ خاں نے دیکھا کہ میرے سخن کا اثر نہ ہوا تو ہر روز بدگوئی اور نا ملائم باتیں کرنے لگا۔ ایک دن سلطان محمود نے ایک جماعت کے روبرو کہا کہ مختص خاں واقبال خاں اپنے دستور کے موافق جب سلام کو آئیں تو وہ قتل کئے جائیں۔ اقبال خاں و مختص خاں کو اس ارادہ کی خبر ہوگئی وہ سو سوار اور پیادے لیکر نواحی سرایہ میں پہنچے اور ۲۵۔ ربیع الثانی کو نصرت خاں بن اقبال خاں آسیر سے سلطان شہاب الدین کو لانے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان نے محافظ خاں کو عہدہ وزارت دیدیا۔ افضل خاں کو مجلس کریم اور شجاعت خاں کو دستور خاں کا خطاب دیکر مختص خاں و اقبال خاں کے رفع کرنے کے لئے بیجا۔ شہاب الدین خاں پاس نصرت خاں پہنچا وہ اوسکے ساتھ خوش خوش روانہ ہوا مگر راہ میں بیمار ہو کر مرگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطان محمود خاں کے اشارہ سے وہ مسموم ہوا۔ مختص خاں اور اقبال خاں نے اوس کے بیٹے کو ہوشنگ خاں کا خطاب دیکر چتر اوسکے سر پر رکھا۔ وہ وسط مالوہ میں آیا۔ سلطان نے نظام خاں کو دستور خاں کی کمک کو بیجا۔ ان دونو نے ملکر ہوشنگ سے جنگ کی وہ بھاگ گیا اس احوال کے درمیان اقبال خاں و مختص خاں کی عرائض آئیں کہ ہم بندگان موروثی سے سوا خیر خواہی کے کوئی امر ظہور میں نہیں آئیگا۔ محافظ خاں نے حقد و حسد کے سبب سے حضور سے غرض آمیز باتیں لگائی ہیں اور خاطر اشرف کو ہم بندگان کی طرف سے متغیر کر دیا ہے۔ امید ہے کہ محافظ خاں کی نادولت خواہی اور حرامزدگی کی تحقیقات کی جائے جس سے اصل حال حضور پر منکشف ہو جائیگا احتمال ہے کہ بعض بے غرض دولت خواہوں نے ہمارے بیان کی تصدیق کی ہو۔ جب یہ عرائض آئیں تو بعض خدمتگاروں نے کہا کہ محافظ خاں کی غرض اس افترا سے یہ تھی کہ وہ خود مستقل مہمات ملکی میں مشغول ہو۔ اگر مختص خاں و اقبال خاں یہاں ہوتے تو وزارت کی نوبت اس تک نہ پہنچتی بلکہ اسکی سعی یہ ہے کہ طرح مجدد کو بروے کار لائے اور اولاد ناصر شاہی میں سے جو محبوس ہیں سلطنت اونکے نام کرے۔ اور خود مہمات کا ناظم ہو سلطان محمود حزم و دوربینی نہیں رکھتا تھا اوسنے حکم دیا جب محافظ خاں سلام کو آئے اوس کو پکڑ لو۔ بعد تحقیق کے اوسکو سزا دیجائیگی۔ محافظ خاں کے ہواخواہوں نے حقیقت ماجرہ سے اوسکو

جن پر زربفت و مخمل کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ کئی روز بعد جادوش خاں کا خط آیا کہ سلطان
شہاب الدین کو ہر چند نصائح مشفقانہ اور مواعظ حکیمانہ کی گئیں مگر اوسنے نہ سنیں بندہ اُس سے
لڑنے گیا وہ اول ہی صدمہ میں ولایت آسیر کو بھاگ گیا۔ اوس کا چتر میرے ہاتھ لگا موسم برسات
آگیا تھا اسلئے جادوش خاں کو سلطان نے طلب کر لیا۔ اور سلطان قلعہ میں آیا سلطان محمود نے
سلطان شہاب الدین سے خاطر جمع کر کے مہمات ملکی کو بسنت رائے سے متعلق کیا وہ ناصر الدین شاہ کا
وزیر تھا۔ بسنت رائے نے کمال غرور نادانی سے سپاہ کی مراعات نہ کی۔ سلوک نا ملائم وہ کرتا۔ امراو
سرداروں کا احترام جیسا کہ چاہئے وہ نہیں کرتا۔ امرا نے اتفاق کر کے ۷۔ ربیع الثانی کو اوسے مارڈالا
نقد الملک جو اوسکا ہم مذہب اور شریک خدمت تھا بھاگ کر حرم سرائے میں آیا۔ اقبال خاں و
مخص خاں نے کہا کہ اگر اوسکے ناپاک وجود سے مملکت نہ صاف ہو گی تو وہ بسنت رائے کا
عوض نکالے گا۔ صدر خاں و افضل خاں کی زبانی سلطان پاس پیغام بھیجا کہ ہم بندہا مخلص سے
سوا دولت خواہی کے کوئی امر نہیں وقوع میں آئے گا اور رائے انور پر ظاہر ہے کہ ابھی مملکت نے
انتظام نہیں پایا ہے۔ جہانبانی کے سر رشتہ مہمات کو ایسے طائفہ کے قبضہ میں دینا کہ دین و مذہب
میں بیگانہ ہوں قواعد سلطنت کے اختلال کا موجب ہے بعض ہوا خواہوں نے آپ سے عرض کیا ہو گا
کہ امرائے دولتخواہ سے بسنت رائے کس قسم کا سلوک کرتا تھا اوسکا بڑا مطلب یہ تھا کہ بندگان قدیم
دل شکستہ ہوں اور اونکی جمعیت میں تفرقہ پیدا ہو یہ نادولت خواہی تھی۔ دولت خواہوں نے
اوسے مارڈالا۔ نقد الملک قدم بقدم اوسکے چلتا ہے اگر حکم ہو تو دنیا اوسکے ناپاک وجود سے
پاک کی جائے۔ سلطان محمود نے ناچار ہو کر نقد الملک کو حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اوسکو یہاں سے خارج
کریں اور اوسکے جان و مال کو مضرت نہ پہنچائیں۔ امرا نے اوسکو اخراج کیا۔ امرا کی اس حرکت اور
تسلط سے سلطان محمود آزردہ ہوا۔ اور دل میں اوسکے خشونت پیدا ہوئی۔ محافظ خاں
خواجہ سرا جس کی طبیعت کی معجون نے نفاق و شرارت سے خمیر پایا تھا وزارت پر راغب تھا
امرا کی طرف سے غیر واقع باتیں خلوت میں سلطان سے وہ کہہ دیتا تھا۔ ایک دن اوس نے
سلطان سے کہا کہ اقبال خاں یہ چاہتا ہے کہ ناصر شاہ کی اولاد میں سے کسی کو تخت سلطنت پر

چونکہ حاکم آسیر ہمیشہ سلطان ناصر الدین خلجی کا ملتجی رہتا تھا۔ اسلئے مذہب مروت وفتوت میں
اوسکی حمایت کو فرض سمجھ کر اقبال خاں خواجہ جہاں کو لشکر گراں کے ساتھ اس طرف بہیجا
جب احمدؐ شاہ نظام نے لشکر مالوہ کے آنے کی خبر سُنی تو اوس نے احمد نگر کو مراجعت کی
اقبال خاں نے برہان پور میں خطبہ شاہی پڑہوایا اور چلا آیا۔

سلطان ناصر الدین نے اپنے باپ سے سرکشی کی تھی اسلئے وہ اپنے بیٹے سلطان شہاب الدین
سے ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا۔ بیٹا بھی باپ کی بیباکی وظلم طبیعی کو خوب جانتا تھا تو وہ آمد وشد سمجھ کر
کرتا تھا۔ ۹۱۶ھ ۱۵۱۲ میں باپ بیٹوں میں جنگ ہوئی بیٹے کو شکست ہوئی وہ دہلی کی طرف بہاگ گیا
سلطان کو افراط شراب سے یا عفونت اخلاط وتصرف ہوا سے تپ محرق عارض ہوئی۔ جب اُسنے
اپنا حال دگرگوں دیکھا اوسنے امرا اور اعیان کو بلاکر محمود کو کہ فرزند سوم تھا اور موضع بہشت پور
میں اوسکو ولیعہد کیا تھا بلاکر وصیت کی اور سب مناہی سے توبہ کی پہر اوس کی جان نکل گئی
مدت سلطنت اسکی ۱۱ سال ۴ ماہ تھی۔

ذکر سلطنت سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین خلجی

جب سلطان شہاب الدین کو باپ کے مرنے کی خبر پہنچی تو اُس نے دہلی جانے کا ارادہ ترک کیا
ایلغار کرکے نعلچہ میں آیا۔ محافظ خاں خواجہ سرا وخواص خاں نے قلعہ کا دروازہ بند کیا اور اُسکو
اندر نہ آنے دیا تو اوسنے اپنے مقربوں کی زبانی کہلا بہیجا کہ اگر تم میرے ساتھ موافقت کروگے
تو امور مملکت کا حل وعقد تمہاری رائے کو مفوض کرونگا۔ محافظ خاں وخواص نے جواب دیا کہ
دیوان قضا وقدر سے منشور سلطنت محمود شاہ کے نام نامی پر لکھا گیا۔ بہتر طریقہ یہ ہی کہ اُس سے
ملک خشونت وبیگانگی کی کدورت کو یگانگی کی صفائی سے مبدل کرو۔ سلطان شہاب الدین
مایوس ہوکر کندوبہ کی طرف چلا گیا۔ سلطان محمود کو جب خبر ہوئی کہ سلطان شہاب الدین منڈو
میں گیا ہے تو وہ متواتر کوچ کرکے ۲۔ ربیع الاول کو نصیر آباد نعلچہ میں آیا۔ وہاں سے جادوں خاں
کو فوج اور ۱۱ ہاتھی دیکر شہاب الدین خان کے دفع کرنیکے لئے بہیجا۔ ۶۔ ربیع الاول ۹۱۷ھ ۱۵۱۲ کو
تخت شاہی پر بڑی شان وشکوہ وکروفر سے جلوس فرمایا۔ دربار میں سات سو ہاتھی موجود تھے

مہابت خاں ہاتھی کے حوضہ میں ڈال کر بھاگ گیا۔ راہ میں شیر خاں نے وفات پائی۔ مہابت خاں اوسکی نعش کو خاک میں سپرد کر کے اقصائے ممالک کو بھاگ گیا۔ سلطان ناصرالدین نے جنگ گاہ میں جاکر شیر خاں کے جسم کو خاک سے نکال کر چندیری میں دار پر چڑھایا اور اس دیار کی حکومت بہجت خاں کے حوالہ کی اور سعدل پور میں آیا۔ یہاں شیخ حبیب اللہ المخاطب عالم خاں غدر کا ارادہ رکھتا تھا اوسکو مقید کر کے منڈو بھیجا اور خود بھی یہاں آیا۔ اپنے بھائی کے قدیم نوکروں کے نفاق سے متوہم ہو کر رنجیدہ ہوا اور آدمیوں کو تربیت کیا اور اپنی والدہ رانی خورشید کی بے عزتی کر کے باپ کا خزانہ جو اس پاس تھا زبردستی لے لیا۔ بعد اسکے وہ اپنی اوقات شراب خواری و خونریزی میں صرف کرنے لگا۔ پرانے نوکر ذرا ذرا بہانہ پر قتل کرتا۔ نہایت ہی ظالم طبیعت ہو گیا۔ آدمیوں کے گھر غارت کرتا۔ کوئی دن نہ گذرتا تھا کہ وہ جور و جفا نہ کرتا ہو ایک دن حرم سرائے میں حوض کے کنارہ پر مست ہو کر سو گیا اور لڑک کر پانی میں جا پڑا۔ چار کنیزوں نے جو حاضر تھیں ملکر اوسکو اس طرح نکالا کہ کسی نے اوسکے ہاتھ پکڑے کسی نے سر کے بال گیلے کپڑے اوسکے اُتار کر اور کپڑے پہنائے۔ جب ہشیار ہوا تو دردسر کی شکایت کی۔ لونڈیوں نے عرض حال کیا تو وہ آگ بگولا ہو گیا بے تامل تلوار کھینچ کر ان نامراد عاجز دل سوز چار کنیزوں کو مار ڈالا۔

۹۰۸ھ ۱۵۰۲ء میں ولایت کچھوارہ کی تاخت کے لئے سلطان روانہ ہوا۔ قصبہ اگر میں آیا یہاں کی آب و ہوا پسند آئی۔ ایک قصر رفیع و عمارت عالی تعمیر کرائی جو غرائب روزگار سے تھی۔ ولایت کچھوارہ کو لوٹ مار کر مراجعت کی۔

۹۰۹ھ ۱۵۰۳ء میں چتوڑ کی طرف حرکت کی۔ رانا رنمل اور زمینداروں نے پیش کش دی جیونداس نے جو رانا سے قرابت قریبہ رکھتا تھا اپنی لڑکی کو پیش کش میں دیا۔ سلطان نے اوس کا نام رانی چتوڑی رکھا۔ اور مراجعت کا عازم ہوا۔ اثناء راہ میں سُنا کہ احمد نظام شاہ بحری نے بعض مقدمات کے سبب سے خشونت کی اور ولایت برہان پور کو تاخت و تاراج کیا ہے داؤد خاں فاروقی قلعہ آسیر میں چھپ گیا ہے وہ اپنے حوصلہ میں تاب مقاومت نہیں دیکھتا تھا

سلطان نے علما سے کہا کہ اب وہ مجھ پر مباح ہے مگر ایام گذشتہ کے سبب سے جو کچھ مجھ پر حکم شرع لگے وہ لگاؤ۔ علما نے کہا کہ جو کام نادانستگی میں ہو وہ شریعت میں معاف ہے کفارہ سے اوسکی تلافی ہوسکتی ہے۔ باوجود اس حال کے سلطان ایسا پشیمان ہوا کہ اوس نے حکم دیا کہ من بعد میرے لئے عورتوں کی تلاش نہ کی جائے۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین

۲۔ ربیع الثانی سنہ ۹۰۶ھ (۱۵۰۰ء) کو سلطان ناصر الدین تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہ مشہور تھا کہ اوسنے باپ کو زہر دیا۔ مگر جب اس بات پر خیال کیا جائے کہ کتنے آدمی اوسکے ذاتی دشمن تھے اور بھائی کا گروہ اوس کے مخالف تھا اوسنے یہ تہمت لگائی ہوگی ورنہ کوئی سبب باپ کے زہر دینے کا معلوم نہیں ہوتا۔ کہ باپنے اوسکو تاجدار بنایا۔ مدتوں سے وہ کاروبار سلطنت باپ کے حکم سے کرتا تھا مگر اوسکی تخت نشینی سے خانگی فسادوں کا ایک انبار لگ گیا جسکے سبب سے بہت امرا ان فسادوں کی شرکت میں سن گئے۔ اور اس وجہ سے کاروبار سلطنت میں فتور آیا۔ اول شیر خاں حاکم چندیری نے سر اوٹھایا اور اسکے ساتھ بہت سے امرا شریک ہوگئے مندسور کا حاکم ہیبت خاں اوس سے مل گیا۔ وہ دیپال پور کی راہ سے دار السلطنت کی طرف آئے۔ سلطان ناصر الدین نے اونپر حملہ کیا تو عین الملک اور بعض اور سردار اوس سے آنکر مل گئے۔ شیر خاں بھاگا۔ سلطان نے اوسکا تعاقب کیا۔ سارنگپور کی نواحی میں شیر خاں پھر کر سلطان سے لڑا اور شکست پاکر ولایت ایرجہ میں گیا۔ سلطان چندیری میں گیا اور چند روز قیام کیا یہاں کے شیخ زادوں نے شیر خاں کو خط لکھا کہ اکثر سپاہی اور امرا اپنی جاگیروں میں چلے گئے ہیں اور برسات کے سبب سے لشکر جلد جمع نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ یہاں آئے ہیں تو شہر کے آدمیوں کے ساتھ متفق ہوکر آپ سلطان کو گرفتار کرسکتے ہیں۔ سلطان ناصر الدین ان شیخ زادوں کے منصوبے سے واقف ہوا اوسنے اقبال خاں و ملو خاں کو ایک جنگجو لشکر و ہاتھیوں کے ساتھ شیر خاں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ چندیری سے ۴ میل کے فاصلہ پر شیر خاں سے لڑا۔ اور اثنا دار و گیر میں شیر خاں کے زخم لگا اور سکندر خاں بڑا سردار مارا گیا۔ شیر خاں کو

وہ سُم خریدا گیا بعد اسکے تین آدمیوں نے خر عیسیٰ کے سُم کو اسی قیمت پر بیچا۔ اتفاقاً ایک اور پانچواں شخص سُم لایا اور اوسنے بھی یہ دعوی کیا کہ یہ سُم خر عیسیٰ کا ہے سلطان نے اوسسے خریدکرنیکا حکم دیا کہ پچاس ہزار تنکہ سیاہ دیئے جائیں۔ مقربوں میں سے ایک نے کہا کہ کیا خر عیسیٰ پانچ پاؤں رکھتا تھا کہ پانچویں سُم کی قیمت میں یہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ سلطان نے کہا کہ شاید یہ سچ ہو یا بیچنے والوں میں سے ایک نے غلطی کی ہو۔

دوسری حکایت

سلطان نے اپنی خواصوں سے کہا کہ میں نے کئی ہزار صاحب جمال حرم جمع کیں لیکن جیسی صورت کو میرا دل چاہتا ویسی کوئی ہاتھ نہ آئی تو ایک خواص نے کہا کہ شاید اس خدمت کے موکل تمیز شکل میں کامل نہ ہونگے اگر بندہ کو اس خدمت پر مامور فرمائیں تو میں کسی نہ کسی طرح حضور کی طبع سلیم کے موافق اوسکو بہم پہنچاؤں تو سلطان نے کہا کہ خوبصورت کو کس طرح سے تو پہچانتا ہے اوسنے کہا کہ خوبصورت وہ ہے کہ اوسکے کسی عضو کو آدمی دیکھے تو پھر دیکھنے والے کو دوسرے عضو کے دیکھنے سے مستغنی کردے مثلاً اگر کوئی شخص اسکا قامت دیکھے تو اوسپر ایسا فریفتہ ہوجائے کہ منہ دیکھنے کا نیازمند نہ ہو سلطان کو یہ حسن تمیز اسکا پسند آیا۔ اوسکو سلطان نے اس تلاش کے لئے بھیجا اوسنے ایک موضع میں ایک لڑکی دیکھی کہ جس کی کیفیت رفتار اور حسن قامت نے اوسکو مفتون کیا اور منہ کے سامنے آنکر اوسکے جمال پر نظر ڈالی تو جیسا وہ چاہتا تھا اوس سے بہتر پایا۔ غرض یہاں چند روز رہ کر کسی حیلہ سے اس لڑکی کو سلطان پاس لے گیا اور کہدیا کہ میں نے اتنے ہزار تنکہ کو خریدی ہے۔ سلطان اسے دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ جب اس لڑکی کے خویشوں اور قرابتیوں کو خبر ہوئی تو اونہوں نے اس کا سراغ لگایا کہ ایک شخص یہاں چند روز رہا تھا وہ لڑکی کو بھگا کر لے گیا ہے۔ اوسکے ماں باپ سلطان کے پاس دادخواہی کو شادی آباد منڈو میں آئے سلطان سے سر راہ اپنی داد چاہی وہ سمجھ گیا کہ قضیہ کیا ہے اوسنے وہاں سے قدم نہ اوٹھایا۔ علما کو بلایا اور ان سے کہا کہ مجھ پر حکم شرع اجرا کرو جب حقیقت حال پر دادخواہی مطلع ہوئے تو اونہوں نے عرض کیا یہ دادخواہی اسلئے تھی کہ اس شخص نے لڑکی بھگائی تھی اب وہ حرم سلطان میں ہے یہ ہماری عین سعادت ہے اب ہمکو کچھ دعوے نہیں

عازم ہوا۔ سلطان بہلول میں مقاومت کی طاقت نہ تھی وہ دہلی چلا گیا اور شیر خاں اُس کے تعاقب میں دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان بہلول نے شیر خاں کو ہدیہ دیا اور اس سے مصالحت کی وہ الٹا چلا گیا۔ شیر خاں نے قصبہ پالن پور کی از سر نو تعمیر کی اور چندیری چلا گیا اسی سال میں راجہ چنپانیر کی درخواست پر اُس نے سراپردہ سُرخ نعلچہ میں بھیجا اور خود بھی باہر آیا۔ کوشک جہاں نما میں علما کو طلب کر کے اوسنے اپنے سفر کے باب میں استفسار کیا سب نے باتفاق کہا کہ حمایت کفار جائز نہیں ہے اوسنے پشیمان ہو کر بازگشت کی۔

۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ میں سلطان غیاث الدین پیر فرتوت ہو گیا تھا اوس کے دو بیٹے ناصر الدین و شجاعت خاں عرف علاء الدین اعیانی برادر تھے اون میں منازعت ہوئی۔ اون کی والدہ رانی خورشید جو دختر راجہ بکلانہ تھی وہ چھوٹے بیٹے علاء الدین کے ساتھ ہوئی اور اوس نے امرا کو بھی اپنے ساتھ متفق کیا۔ ناصر الدین کو پدر کی نظر سے دور کیا۔ ایک دن ایک جماعت کو اوسکی گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ ناصر الدین خبردار ہو کر ۹۰۵ھ / ۱۴۹۹ میں شادی آباد منڈو سے بھاگ گیا۔ اوسکا اسباب علاء الدین کے تصرف میں آیا وہ ناصر الدین کی جان کے درپے ہوا یہ اوسسے مطلع ہو کر وسط ولایت میں بیٹھ گیا۔ اطراف سے امرا و سپاہ آنکر اس پاس جمع ہوئے یہاں تک اوسکی نوبت پہونچی کہ وہ سر پر چتر رکھ کر قلعہ شادی آباد کے نیچے آیا اور اوس کو محاصرہ کیا وہ مدتوں تک وزارت کر چکا تھا اسلئے اوسکے سب آدمی ہم زبان ہوئے ناگاہ قلعہ کا دروازہ کھول دیا وہ بے خبر چلا آیا۔ علاء الدین کہ قلعہ کی محافظت کرتا تھا بھاگ کر باپ کے گھر میں آیا۔ ناصر الدین نے علاء الدین اور رانی خورشید کو گھر کے اندر سے باہر پکڑوا بلایا۔ اور ناصر الدین کے حکم سے علاء الدین اور اوسکے بچے بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہوئے۔ اوسنے تاج سلطنت سر پر رکھا سلطان غیاث الدین چند روز میں فوت ہو گیا۔ سلطان ناصر الدین باپ کو زہر دینے سے عالم میں بدنام ہو گیا۔ سلطان غیاث الدین نے ۳۳ سال سلطنت کی۔ اوسکی سادہ لوحی کی یا مالیخولیا کی دو ایک حکایتیں لکھتے ہیں۔ اوسکی ایک حکایت یہ مشہور ہے کہ ایک دن ایک شخص گدہے کا سُم لایا اور اوسنے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ کے گدہے کا سُم ہے۔ سلطان کے حکم سے پچاس ہزار ٹنکہ سیاہ دیکر

درگاہ احدیت سے دریوزہ کرنا۔ اور اہل حرم سے اوسنے مبالغہ سے کہہ رکھا تھا کہ تہجد کی نماز کے لئے اوسکو بیدار کریں اگر ضرورت ہو تو منہ پر پانی چھڑک کر جگائیں اور غفلت کی نیند ہو تو زور سے اوس کو ہلائیں اگر یوں بھی بیدار نہ ہو تو اوس کا ہاتھ پکڑ کر اوٹھائیں۔ اوس نے اپنے مقربوں سے کہہ رکھا تھا کہ جس وقت وہ دنیا کی عیش و عشرت کی باتوں میں مشغول ہو تو ایک پارچہ جس کا نام کفن رکھا تھا اوس کی نظر کے سامنے لائیں تاکہ متنبہ ہو کر عبرت پکڑے اوسے دیکھکر مجلس سے وہ اوٹھتا اور تجدید وضو کر کے استغفار اور توبہ وانابت کرتا اوسکی مجلس میں اصلا کوئی بات نامشروع اور غم آور نہیں کہی جاتی وہ مسکرات پر ہرگز رغبت نہ کرتا اُس کو شکار کی طرف بڑی رغبت تھی اس لئے اوس نے ایک آہو خانہ بنایا تھا۔ اس میں طرح طرح کے جانور اور قسم قسم کے طیور جمع کئے تھے۔ عورتوں کے ساتھ سوار ہوتا اور آہو خانہ میں شکار کرتا۔ وہ صاحب جمال ونغمہ ساز عورتوں کی صحبت پر بہت مائل تھا۔ اکثر دن ایک دفعہ وہ باہر آتا اور تخت پر بیٹھ کر سلام لیتا۔ اور معظم امور سلطنت پر توجہ کرتا اور باقی مہمات وکلا وزرا کے سپرد کر دیتا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ ایک ہفتہ و دو ہفتہ تک وہ باہر نہیں آتا مگر ارکان دولت کو حکم دے رکھا تھا کہ مملکت میں جو جو عمدہ امور شائع ہوں یا کوئی عرضینہ سرحد سے آئے اوسکو حرم کے اندر فلاں شخص کے پاس بھیجدو تاکہ وہ غور کر کے اسکا جواب لکھائے اور لوازم جہانبانی کی مانع عشرت نہ ہو اوس کے عہد میں مملکت کے اندر کوئی خلل نہیں واقع ہوا اگر ۸۸۲ھ میں سلطان بہلول لودہی بادشاہ دہلی نے پالن پور میں کہ مضافات رنتھنبور سے تہا بڑی خرابی پہیلائی۔ جب یہ خبر شادی آباد منڈو میں آئی تو کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ اس مضمون کو سلطان سے عرض کرتا۔ مگر وزرا کی مصلحت وصوابدید سے حسن خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ دہلی سلطان بہلول ہمیشہ سلطان محمود شاہ خلجی کو بہت روپے برسم پیشکش بھیجتا تھا۔ ان ایام میں ایسا سنا گیا کہ اوسنے دلیری کر کے قصبہ پالن پور پر دست درازی کی ہے۔ اس خبر کو سنکر اوسنے شیر خاں ابن مظفر خاں حاکم چندیری کو لکھا کر لشکر بھیلسہ و سارنگ پور کو ہمراہ لے کر سلطان بہلول کی گوشمالی کرے۔ شیر خاں فرماں بھیجنے پر بیانہ کا

بعض کو زرگری و آہنگری و مخمل بافی و تیرگری و کمان گری و کوزہ گری و جامہ بافی و خیاطی و ترکش دوزی و کفش دوزی و نجاری و کشتی گری و شعبدہ بازی اور اور اقسام کے ہنر جنکی شرح تطویل سے خالی نہیں سکھائے۔ اونکے چند فرقے بنائے اور ہر ایک فرقہ کو ایک افسر کے سپرد کیا پانچسو ترک کنیزوں کو مردانہ لباس پہنایا۔ تیراندازی و نیزہ دری سکھائی اون کا نام سپاہ ترک رکھا۔ اپنے میمنہ میں اون کو جگہ دی کہ تیروں کو ہاتھ میں لے کر اور ترکش کو کمر میں باندہکر کہڑی رہیں۔ پانچسو حبشی عورتوں کو زنانہ لباس پہنایا تفنگ بازی اور شمشیر بازی سکھائی میسرہ میں اونکو جگہ دی۔ اپنی حرم سرا میں ایک بازار لگایا۔ شہر کے بازاروں میں جو چیزیں بکتی تہیں اُس میں بھی فروخت ہوتی تہیں خدمت گاروں میں کوئی عورت بڑہیا اور بدقیافہ نہ تھی۔ اگر ایسی عورت کسی تقریب سے وہاں ہوتی تو وہ مجلس سلطانی میں حاضر نہ ہوتی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ سب کنیزوں اور عورتوں کا سوا سرداروں اور منصب داروں کے وظیفہ و علوفہ یکساں مقرر تھا۔ ہر روز دو ٹنکہ نقد و دو من غلہ بوزن شرع ہر ایک کو دیا جاتا۔ اوس کے گھر میں جو جاندار تھا اوس کا دو ٹنکہ و دو من غلہ اوس کا مقرر تھا۔ چنانچہ ہر طوطی و سارک و کبوتر کو بھی دو ٹنکہ و دو من غلہ ملتا تھا۔ ایک دن گھر میں چوہا نکل آیا۔ اوسکا بھی دو ٹنکہ و دو من غلہ روز مقرر ہوا۔ وہ اوسکے بل کے منہ پر رکھ دیا جاتا۔ جن عورتوں اور کنیزوں کی طرف زیادہ توجہ تھی اونکو آلات طلا و جواہر بہت دئے جاتے لیکن علوفہ میں سب برابر تہیں۔ اُس نے یہ مقرر کیا تھا کہ ہر شب سو مہر طلا اوسکے سراہنے رکھے جائیں اور علی الصباح اہل استحقاق کو دے جائیں یہ بھی مقرر تھا کہ عیال و اطفال و اسباب و ادوات سلطنت پر جب اوسکی نظر پڑے اور وہ شکر کرے بلکہ جسوقت لفظ شکر اوسکی زبان پر آئے پچاس ٹنکہ مستحقین کو دئے جائیں اور سب سے زیادہ خوشتر یہ امر تھا کہ دربار و سواری کے روز جس کسی سے خواہ بزرگ ہو یا خرد وہ بات کرے انکو ہزار ٹنکہ دئے جائیں۔ اوسکی حرم میں ہزار کنیزیں حافظ قران تہیں اونسے یہ کہہ رکھا تھا کہ جسوقت وہ کپڑے پہنے سب متفق ہو کر قران کا ختم پڑہ کے اوسپر دم کریں۔ جب ایک پہر رات باقی رہتی تو وہ خدا کی عبادت کرتا اور نہایت عجز و انکسار سے زمین نیاز پر سر کو رگڑ کر اپنے مطالب و مآرب

ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی

جب سلطان محمود خلجی اس جہان سے وداع ہوا اوس کے بڑے بیٹے سلطان غیاث الدین نے وصیت پدری کے موافق مسند حکومت پر قدم رکھا اور عموم طبقات انام کو اپنے سے راضی کیا اور شاکر بنایا۔ اور فدائی خاں اپنے بھائی کو رنتھنبور اور چند اور پرگنے دیے جو سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں اس پاس تھے۔ اور اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ناصر الدین سلطان کا خطاب دیا ولی عہدی سے منسوب کیا۔ شغل وزارت سپرد کیا۔ چتر و پالکی اور بارہ ہزار سوار کی جاگیر دی اوسنے ایک بڑا جشن کیا۔ آہیں کاروال امینوں کو مناصب دیئے۔ اور اُن سے کہا کہ سلطان مرحوم کے عہد میں ۳۴ سال تک لشکر کشی رہی۔ اب وقت آسایش ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ اس مملکت کو جو باپ سے میراث میں ملی ہے اوس کی محافظت میں کوشش کروں اور قناعت کر کے زیادہ طلبی سے اپنے تئیں تصدیع نہ دوں۔ امن و اسائش و عیش و عشرت کا دروازہ اپنے اوپر اور اپنے تابعین پر کھولوں کہ اوروں کی ولایت پر ہاتھ مارنے سے اپنے ملک میں امن امان رکھنا بہتر ہے۔ اب اوسنے اپنے مقصود کو آغاز کیا منڈو کا نام شادی آباد رکھا اور حکم دیا کہ قلمرو میں جو کچھ اسباب عیش و طرب بہم پہنچ سکے وہ موجود کیا جائے اور مملکتوں میں مثل ایران و توران و روم کے آدمی بھیجے جائیں کہ وہ جس طرح ہو سکے وہاں سے اسباب عشرت کو اس پاس لائیں۔ اسکی حرم سرائے میں سازندے و رقاص صاحب جمال عورتیں جمع ہوئیں وہ روز بروز عورتوں کے جمع کرنے کے درپے رہتا تھا اوس کے شبستان میں آزاد و کنیزاد راجاؤں کی لڑکیاں اور اور عورتیں دس ہزار کے قریب تھیں۔ دولتخانہ سلاطین میں عورتوں کے بھی منصب ہوتے ہیں وہ اوسنے راجاؤں اور بزرگوں کی لڑکیوں کو دیے جس قدر باہر عہدے و عمل و منصب تھے وہی اندر تھے۔ بعض وکیل و وزیر و عارض و خزانچی و سر جامہ دار و امیر الامرا و دبیر و خبردار و مشرف و نویسندہ۔ منجم تھیں اور بعض صدر و حکیم و مدرس و ندیم و محتسب و منشی و موذن و حافظ و معرف تھیں۔ اوس نے عورتوں کو صنایع و ہنر جو دنیا میں شایع و متعارف تھے سکھائے۔ بعض کو رقاصی و خوانندگی و سازندگی و مزمار کی تعلیم کی

اور خود منڈو کی طرف چلا - ہوا نہایت گرم تھی حرارت کی شدت سے اوسکا مزاج اعتدال سے
باہر ہوا - روز بروز مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ ۱۹ - ذیقعد ۸۷۳ھ ۱۴۶۹ء کو ولایت کھواز میں
خرابۂ دنیا سے دار الملک عقبیٰ کو گیا - ۳۴ سال سلطنت کی سلطان محمود ایک بادشاہ عادل و
شجاع و نیک اخلاق و با سخاوت تھا - جس مدت تک اوس کے ہاتھ میں مالوہ کی سلطنت
رہی چاروں طرف سے کیا مسلمان کیا ہندو زادہ اُس کے ساتھ گرویدہ رہے - فاتحہ سلطنت سے خاتمہ
تک بہت ہی کم سال ایسے ہونگے جنمیں اوسنے سفر نہ کیا ہو - وہ اپنی فراغت اور آسایش لشکر
کشی اور جنگ و جدل میں جانتا تھا اور ہمیشہ کہن سال مورخوں اور جہاں گشتوں سے بادشاہوں اور
بزرگوں کا حال پوچھتا رہتا تھا - ذرا ذرا سی باتوں سے آگاہ ہوتا تھا - قواعد جہانداری کا
کسب کرتا - شاہوں کے اخلاق و روش جو خوش کرنے والی ہوتیں اُن کی نگہداشت کرتا
اور اپنی مجلسوں میں اونکی نقل کرتا اور جو زوال دولت کے موجب اور خرابی خانزان
کے باعث سنتا اون سے احتراز لازم جانتا - اوس کی مملکت میں چور کا نام کوئی نہ سُنتا
اگر کبھی کسی تاجر کا مال باہر کا چوری جاتا تو اس وقت بعد تحقیقات کے اپنے خزانہ
سے زر دلوا دیتا - بعد ازاں اس موضع کے نگہبانوں سے جہاں مال تلف ہوتا بازیافت
کرتا - اس سبب سے اوس کے ملک میں درویش غنی آتے اور صحرا میں اترتے اور اپنی جان و مال
کی پاسبانی خود نہیں کرتے - ایک دن کسی شیر یا بھیڑیے نے آنے جانے والوں میں سے
کسی ایک آدمی کو پھاڑ ڈالا - اوسکی ماں اور بچے سلطان کی درگاہ میں آئے اور سبع دشتی کی
شکایت کی - سلطان نے مملکت کے چاروں جانب میں حکم بھیجا کہ کل سباع و درندوں
کو قتل کر ڈالیں من بعد جس جگہ کوئی سباع یا درندہ نظر آئے تو وہاں کے حاکم کو ماریں
اس سبب سے اُن کی سلطنت میں اور بعد اس کے مدتوں تک ولایت مالوہ میں شیر و گرگ
اور سباع نظر نہ آئے - دنیا کا بھی کیا انقلاب ہے کہ اس زمانہ میں منڈو ویران پڑا
ہے اور جتنے شیر یہاں ملتے ہیں ایسے اور کہیں نہیں ملتے - انگریز بڑے شوق سے یہاں شیروں
کا شکار کرنے آتے ہیں کیا یہ شہر عیش گاہ تھا یا اب شیر گاہ ہے -

جانے کا ارادہ کیا۔ سارنگ پور میں وہ آیا۔ بعد چند روز کے خواجہ جمال الدین استرآبادی برسم ایلچی گری کے مرزا سلطان ابوسعید شاہ بخارا کے پاس سے تحفہ و سوغات لیکر آیا۔ اوسکو نوازش خسروانہ سے خوشدل کیا اور رخصت کیا۔ طرح طرح کی ہندوستان کی سوغاتیں پارچہ و قماش چند کنیز رقاص و گویہ و چند فیل چند خواجہ سرا شاری طوطی سخن گو اور عربی گھوڑے شیخ زادہ علاء الدین کے ہاتھ خواجہ جلال الدین کے ہمراہ بھیجے۔ ایک قصیدہ بھی ابوسعید کی مدح میں ہندی زبان میں کہہ کر بھیجا۔ جو شاہ بخارا کے سامنے مع ترجمہ کے پڑھا گیا۔ شاہ اس قصیدہ سے ایسا محظوظ ہوا کہ اور تحائف سے ایسا خوشحال نہیں ہوا۔ اسی سال میں جب راجہ گوالیار نے سنا کہ مرزا سلطان ابوسعید کو علم موسیقی و گیت سے بہت رغبت ہے تو اوس نے عالموں اور کتاب خوانوں کے ساتھ اس فن کی دو تین معتبر کتابیں ارسال کیں اسکے بعد اسکے بیٹے راجہ کو بیٹے نے اخلاص موروثی کو قائم رکھا اور تحفہ تحائف بھیجتا رہا۔

۸۷۳ھ (۱۴۶۸ء) میں غازی خاں کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ کچھواڑہ کے زمینداروں نے شاہ راہ اطاعت سے قدم باہر رکھا ہے۔ اس عریضہ کے پہنچتے ہی سلطان محمود اس جماعت کی تادیب کا عازم ہوا اور لشکر عظیم اس دیار میں بھیجا۔ خود اس ملک کی مداخل و مخارج کی صعوبت کو ملاحظہ کیا اور ولایت میں مقیم ہوا اور ایک حصار کی بنیاد ڈالی۔ چھ روز میں اوس کو تیار کرایا۔ اوسکا نام جلال پور رکھا۔ مرزا خان کو یہاں چھوڑا۔ شعبان سنہ مذکور میں شیخ محمد فرملی و کپور چند پسر راجہ گوالیار برسم سفارت سلطان بہلول لودہی بادشاہ دہلی کی طرف سے نواحی فتح آباد میں سلطان محمود کی خدمت میں آئے اور تحفے ہدیے لائے اور زبانی یہ معروض کیا سلطان محمود شرقی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتا اگر حضرت سلطانی ہماری امداد و اعانت فرمائیں اور نواحی دہلی میں آئیں تو اوس کا فتنہ و فساد سب جاتا رہے گا اور مراجعت کے وقت قلعہ بیانہ آپ کی نذر کیا جائے گا۔ جس وقت سلطان سوار ہوگا تو چھ ہزار سوار آپ کی خدمت میں بھیجے جائینگے۔ سلطان محمود نے فرمایا کہ سلطان شرقی جسوقت دہلی کی طرف جائیگا میں فوراً سلطان بہلول کی کمک اور امداد کے لئے آؤں گا۔ ایلچیوں کی دلجوئی کر کے رخصت کیا

بعد بہت سی رد و بدل کے مصالحہ کو یوں قرار دیا۔ ایلچ پور ولایت گوندوارہ کو بعض کے قول کے موافق قلعہ کہیرلہ تک سلطان محمود کو والی دکن دیدے اور سلطان محمود من بعد دیار دکن کو مضرت نہ پہنچائے اس سال میں سلطان محمود خلجی نے حکم دیدیا کہ محاسبات دفتر سے تاریخ شمسی خارج ہوا اور تاریخ قمری مقرر ہو۔

سنہ مذکور میں شیخ علاء الدین کہ اس زمانہ کے بڑے عالموں میں تھا۔ نواحی منڈو میں آیا سلطان اوسکی نہایت تعظیم واحترام بجا لایا۔ مولانا عماد الدین رسول سید محمد نور بخش سلطان کی خدمت میں آیا خرقہ شیخ ہمراہ لایا سلطان خرقہ کو پہن کر بہت خوش ہوا۔

۸۶۶ھ میں مسرعان بادیہ پیما نے عرض کیا کہ مقبول خاں نے محمود آباد کو جس کو اب کہیرلہ کہتے ہیں تاراج کیا اور والی دکن سے ملتجی ہوا اور چند ہاتھی جو مصالحہ ملکی کی جہت سے اُس کے ہمراہ کئے گئے تھے وہ رائے زادہ کہیرلہ کو حوالہ کئے۔ یہ رائے زادہ قصبہ محمود آباد پر متصرف ہوا اور قلعہ میں جو مسلمان متوطن تھے سب کو مار ڈالا اور اوسنے طائفہ گونڈوں کو اپنے ساتھ متفق کر کے راہ کو مسدود کر دیا۔ سلطان نے فوراً تاج خاں و احمد خاں کو اس فتنہ کے دفع کرنے کے لئے رخصت کیا اور خود ۸۔ ربیع الاول کو ظفر آباد نعلچہ میں آیا اور چند روز بعد محمود آباد اس طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں خبر آئی کہ دسہرہ کے دن کہ ہندؤں کا بڑا تہوار ہوتا ہے تاج خاں ستر کروہ ایلغار کر کے یہاں آیا۔ اوسکو معلوم ہوا کہ رائے زادہ اسوقت کھانا کھا رہا ہے تو تاج خاں نے کہا کہ غافل دشمن کے سر پر چڑھنا مردانگی نہیں ہے اس نے باگ روک لی اور ایک شخص کو اپنے سے پہلے بھیجکر رائے زادہ کو اطلاع دی۔ وہ کھانا چھوڑ کر مسلح آدمیوں کے ساتھ لڑنے آیا۔ دونو نے ایسی کوشش کی کہ اوس سے زیادہ متصور نہیں ہے مگر رائے زادہ سر و پا برہنہ بھاگا اور گونڈ زمینداروں سے ملتجی ہوا۔ ہاتھی اور غنائم اور قصبہ محمود آباد مقبول خاں کو ہاتھ لگا۔ جب اس حال کا عریضہ سلطان محمود کے پاس پہنچا تو وہ بہت مسرور رہا۔ اُس نے ملک الامرا ملک داور کو اس فرقہ کی تادیب کے لئے مقرر کیا۔ جب اس گروہ کو یہ خبر ہوئی تو اُسنے رائے زادہ کو مقید کر کے تاج خاں پاس بھیجدیا۔ اس فتح کے بعد سلطان محمود نے محمود آباد

نے قلعہ کھیرلہ کا محاصرہ کیا تو اوسوقت سراج الملک تھانہ دار شراب پینے میں مشغول تھا اوسکو اپنی خبر نہ تھی اوسکے بیٹے نے قلعہ سے نکل کر جنگ کی اور بھاگا نظام الملک اُسکے پیچھے ایسا لگا گیا کہ قلعہ پر متصرف ہوا۔ قلعہ کے تصرف کے بعد رجپوت پیادوں نے نظام الملک کو مار ڈالا۔ سلطان نے اس خبر کو سُنکر مقبول خاں کو چار ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ کھیرلہ کیطرف بھیجا۔ اور خود انتقام کے لئے دولت آباد کا عازم ہوا۔ راہ میں رائے سرکچھ کے متعلقوں نے اور رائے جاج نگر کے وکیلوں نے پانسو تیس ہاتھی پیشکش میں دئے۔ جب سلطان خلیفہ آباد میں آیا تو امیر المومنین یوسف بن محمد عباسی کا ایک خادم مصر سے سلطان کے لئے منشور سلطنت وخلعت ایالت لایا جس سے سلطان بہت مسرور ہوا پھر وہ ولایت دولت آباد میں آیا اوس کو خبر لگی کہ بادشاہ دکن کی مدد کے واسطے سلطان محمود گجراتی اپنے دار الملک سے نکلا ہے اور ان حدود میں آتا ہے۔ سلطان محمود بال کندہ کی طرف متوجہ ہوا اور گوندوارہ کی راہ سے مندو میں چلا آیا۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ سلطان محمود شاہ بھمنی نے نظام الملک ترک کو ۸۶۵ھ میں قلعہ کھیرلہ کی تسخیر کے لئے بھیجا تھا۔ اوسنے یہ قلعہ فتح کر لیا۔ اس اجمال کی تفصیل شاہان بھمنیہ کی تاریخ میں دیکھو سلطان محمود خلجی چند روز ٹھیرا۔ ربیع الاول ۸۶۶ھ میں مقبول خاں کو ایک فوج کے ساتھ ایلچ پور کی تاخت کے لئے بھیجا۔ اوسنے ایلچ پور کی نواحی پر قبضہ کیا اور شہر کو غارت کیا پھر اسکے یہاں کے حاکم نے اپنے ہمسایوں کو مثل قاضی خاں و پیر خاں کو جمع کیا اور پندرہ سو سوار اور پیادے بے شمار لیکر جنگ کے قصد سے آیا۔ یہ خبر مقبول خاں کو پہنچی۔ غنائم و اسباب سامان اپنا ایک فوج کے ساتھ کیا اور اچھے کار آمد مرد انتخاب کئے اور اونکو اپنے ساتھ لیا۔ چند جماعتو نکو جنگ کے لئے مقرر کیا اور خود معدودے چند لیکر کمین گاہ میں بیٹھا۔ جنگ میں طرفین باہم گتھ گئے تو مقبول خاں نے گھات سے نکل کر قاضی خاں کو ایلچ پور بھگا دیا مقبول خاں نے ایلچ پور تک تعاقب کیا۔ راہ میں بیس معتبر افسر قتل ہوئے اور تیس نفر اور گرفتار ہوئے مقبول خاں مظفر و منصور محمود آباد میں آیا۔

جمادی الاولی ۸۶۶ھ میں والی دکن اور والی مالوہ نے ایک دوسرے کے پاس ایلچی بھیجکر

جس کا خطاب ملک التجار تھا حوالہ کیا۔ جب دونوں بادشاہوں کے لشکر برابر ہوئے تو ملک التجار نے پیش دستی کرکے فوج میمنہ محمودی پر تاخت کی۔ مہابت خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر کہ میسرہ کے سردار تھے مارے گئے۔ میمنہ بھی پراگندہ ہوا۔ لشکر منڈو کو شکست عظیم ہوئی۔ سوس کردہ تناہ۔ اسکا تعاقب ہوا۔ سلطان محمود کا لشکر تاراج ہوا۔ اس اثنا میں سلطان محمود ایک گوشہ میں چھپا ہوا منتظر فرصت تھا۔ جب اکثر آدمی تاراج میں مصروف ہوئے اور نظام شاہ چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا تو سلطان دو ہزار سوار کے ساتھ نظام شاہ کی فوج کے عقب سے نمودار ہوا مشہور روایت یہ ہے کہ خواجہ جہاں ترک کہ عمدۂ قلب تھا اوسنے یہ کھٹ پٹ کیا کہ نظام شاہ بہمنی کی باگ پکڑکر احمد آباد بیدر کی طرف لے چلا۔ اب قضیہ منعکس ہوا۔ جو آدمی لوٹنے گئے تھے اونہوں نے زندگانی کے متاع نفیس کو غارت کیا۔ ملکہ جہاں والدہ نظام شاہ کو امرا کے مکر و غدر کا خوف تھا اوسنے شہر بیدر کی محافظت ملو خاں کو حوالہ کی خود نظام شاہ کو ساتھ لے کر فیروز آباد گئی اور سلطان محمود گجراتی کو امداد کی طلب میں خط بھیجا سلطان محمود خلجی نے تعاقب کرکے شہر بیدر کا محاصرہ کیا۔ آدمی بھاگ کر فیروز آباد میں نظام شاہ پاس جمع ہوئے یہ خبر آئی کہ لشکر عظیم کے ساتھ ملک التجار سر لشکر نظام شاہ کی مدد کو جلد آنے والا ہے سلطان محمود نے قرعہ کنگاش ڈالا۔ اور آخر کو یہ قرار دیا کہ ہوا گرم ہوئی اور ماہ رمضان بھی آگیا۔ ہے اولےٰ یہ ہے کہ اس بلاد کی تسخیر دوسرے سال پر موقوف رکھی جائے۔ اب مراجعت کی جائے۔ غرض یہ بہانہ بنا کے اپنی ولایت کو کوچ کیا۔ راہ میں بڑا دق ہوا گر منڈو پہونچ گیا۔

۸۶۸ھ میں ولایت دکن کی تسخیر کا خیال سلطان کو ہوا اور ملک التجار سے وہ اپنا عوض لینا چاہتا تھا پھر لشکر کا سامان کرکے ظفر آباد نعلچہ میں آیا۔ ابھی وہ یہیں تھا کہ سراج الملک تھانہ دار کہیرلہ کا عرضیہ پہنچا جسکا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو بہت لشکر کے ساتھ کہیرلہ کے تھانہ کو بھیجا ہے۔ وہ چند روز میں یہاں آجائے گا سلطان یہ خبر سن کر تھانہ دار کہیرلہ کی حمایت کے لئے جلد چلا۔ اثنا راہ میں اوسنے سنا کہ جب نظام الملک

گئے تو قلعہ کونبل میر کی تعریف بہت کی۔ سلطان اس قلعہ کا عازم ہوا۔ راہ میں بتخانوں کو خراب کیا۔ حوالی قلعہ میں نزول کیا۔ ایک دن سوار ہو کر اوسنے پہاڑ پر سے جو قلعہ کے مشرق میں تھا شہر کا ملاحظہ کیا۔ اور فرمایا کہ اس قلعہ کی فتح چند سال کے محاصرہ بغیر میسر نہیں ہوگی اسلئے وہ دوسرے روز کوچ کرکے ڈونگر پور چلا گیا۔ رائے شام داس راجہ ڈونگر پور کو تھیانہ کو بھاگ گیا تھا۔ دو لاکھ ٹنکہ اور بیس گھوڑے پیش کش میں بھیجے۔ سلطان منڈو میں چلا آیا۔

محرم ۸۶۶ھ ۱۴۶۱ء میں ایک طفل صغیر السن نظام شاہ نام تخت دکن پر بیٹھا اور امراء درگاہ نے جیسی اوسکی اطاعت کرنی چاہیئے تھی کی تو نظام الملک غوری کے اغوا سے سلطان محمود خلجی بلاد دکن کی تسخیر کا عازم ہوا۔ جب وہ آب نربدا سے گذرا تو مخبروں نے خبر دی کہ مبارک خاں ضابط آسیر نے ودیعت حیات سپرد کی اور اوس کا بیٹا غازی خاں ملقب عادل خاں قائم مقام ہوا اوسنے اپنی ابتدار دولت میں ظلم کا ہاتھ دراز کیا اور دو بے گناہ سید کمال الدین اور سید سلطان کو ناحق مار ڈالا۔ مظلوموں کے گھر کو غارت کیا۔ چند روز بعد اون کا بھائی سید جلال سلطان محمود پاس داد خواہی کو آیا۔ سلطان کی حمیت نے چاہا کہ عادل خاں کو گوشمالی دے۔ اس ارادہ سے آسیر کو راہی ہوا۔ عادل خاں نے عجز و بیچارگی سے سلطان پاس پیشکش بھجوائی۔ اور اپنی تقصیرات سے استغفار کی۔ سلطان محمود جانتا تھا۔ آسیر کے مضبوط برج کسی تدبیر سے فتح نہ ہونگے۔ اور سوا اسکے اس سفر سے مقصود اصلی دکن کی فتح ہے اوسنے عادل خاں کے جرائم کو عفو کیا۔ اور کچھ نصیحت کی۔ برار و ایلچپور کی طرف چلا قصبہ بالاپور میں وہ پہنچا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ نظام شاہ کے وزرا سرحدوں سے لشکروں کو طلب کرکے سپاہ جمع کر رہے ہیں۔ خزانہ سے دو کروڑ ٹنکہ باہر نکالا ہے۔ اوسکو مدد خرچ کے طور پر امرا اور لشکریوں کو دیا ہے۔ ڈیرہ سو ہاتھی شہر سے باہر نکالے ہیں۔ سلطان محمود اس خبر کو سنکر اپنے آراستہ لشکر کے ساتھ نظام شاہ بہمنی سے تین کروہ (۶ میل) پر جا پہنچا۔ وزرا دکن نے نظام شاہ کو کہ آٹھ سال کا لڑکا تھا سوار کیا۔ اور اوس کے سر پر سفید چتر رکھا۔ اور اوسکی سواری کی باگ کو خواجہ جہاں ملک شہ ترکی کے ہاتھ میں دیا۔ میسرہ کا اہتمام ملک نظام الملک ترک کو اور میمنہ خواجہ محمود گیلانی کو

عظیم ہوئی۔ لشکر محمودی کی ایک جماعت کثیر کشتہ ہوئی۔ اور بہت راجپوت مارے گئے صبح امرا
وزرا سلطان کو یہ سمجھا کر کہ مکرر لشکر کشی ہوئی ہے اور برسات آگئی ہے۔ منڈو میں لے گئے
وہاں کچھ دنوں وہ ٹھیرا۔

۸۶۱ھ (۱۴۵۶ء) میں وہ مندل گڈھ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ راہ میں جو بتخانہ نظر آیا خاک کی
برابر کیا۔ درختوں کو جڑ سے اکھڑوایا۔ عمارتوں کو ڈہا کر مٹوایا۔ آبادانی کی نشانی باقی نہ رکھی
محاصرہ میں خندقوں سے پار قلعہ کی دیواروں کے متصل مورچلوں کو پہنچایا۔ تہوڑی مدت
میں حصار کو فتح کیا خلق کثیر کو اسیر اور قتل کیا۔ راجپوتوں نے ایک اور قلعہ میں کہ قلعہ کوہ پر تھا
پناہ لی۔ اس اوپر کے قلعہ میں حوضوں کا پانی توپوں کی آوازوں سے نیچے چلا گیا تھا (حوضوں
میں توپوں کی آواز کے صدمہ سے دراڑ و درزیں پڑ جاتی ہیں اونمیں پانی نکل جاتا ہے)
قلعہ اول لشکر محمودی کے ہاتھ میں تھا اسلئے رجپوتوں نے بے آبی سے نالہ و افغان کیا
العطش گویاں اماں مانگی۔ سلطان نے دس لاکھ تنکہ پیش کش قبول کر کے پناہ دی
قلعہ اوسکے حوالہ ہوا۔ یہ فتح ۲۵۔ ذی الحجہ ۸۶۲ھ (۱۴۵۷ء) کو ہوئی۔ محمود قلعہ میں آیا۔ بتخانوں کو
توڑا۔ اونکے مصالحوں کو مسجدوں کی عمارت میں صرف کیا۔ قاضی و محتسب و خطیب
و موذن متعین کئے۔

۱۵۔ محرم ۸۶۳ھ (۱۴۵۸ء) کو چتوڑ کا عازم ہوا۔ اس ناحیہ میں آنکر سلطان زادہ غیاث الدین کو ہیلوارہ
کی ولایت کو تباہ کرنے کے لئے بہیجا۔ اوسنے ملک ویران کر کے بہت آدمی قید کئے اور مراجعت کی
چند روز بعد سلطان زادہ فدائی خاں اور تاج خاں کو قلعہ بوندی کی تسخیر کو بہیجا۔ راجپوتوں نے
قلعہ سے نکلکر جنگ میں بہت کوشش کی۔ آخر کو ہزیمت پائی۔ بہت مارے گئے اول ہی
دن میں قلعہ فتح ہو گیا۔ بعد فتح کے شاہزادہ منڈو چلا گیا۔

۸۶۳ھ (۱۴۵۸ء) میں سلطان محمود نے راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے سواری کی جب موضع اہار
میں آیا تو تاج خاں اور سلطان زادہ غیاث الدین ملک کے تاراج و تاخت کیلئے مقرر کئے وہ ولایت
کو خاک کی برابر کرتے ہوئے کونبل میر کے اطراف میں لوٹتے مارتے آئے۔ جب سلطان پاس

پھر اوسکے لشکر کے آدمیوں نے ملک کو بے چراغ کیا۔ منصور الملک کو مندسور کی تاخت و تاراج کے لئے بھیجا اس ولایت میں اپنے تھانہ داروں کو مقرر کرنا چاہتا تھا اسلئے اوسنے چاہا کہ ایک قصبہ اپنے نام پر خلجی پور آباد کرے۔ رائے کنبھا نے اس خبر کے سننے سے بہت عجز و انکسار اختیار کیا اوسنے سلطان محمود سے کہا کہ جسقدر پیش کش کا حکم ہو وہ مجھے قبول ہے اور میں بعد اخلاص و دولت خواہی کے جادہ سے تجاوز نہیں کرونگا۔ بشرطیکہ خلجی پور کے آباد کرنے کا قصد سلطان ترک کرے۔ برسات قریب تھی سلطان نے رانا سے دلخواہ پیش کش لے کر منڈو کو معاودت کی اور بہت دنوں یہاں ٹھیرا۔

۸۵۹ھ ۱۴۵۴ء میں سلطان محمود ولایت مندسور کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ اس ناحیہ میں آنکر اطراف و جوانب میں افواج بھیجیں اور خود وسط ولایت میں مقیم ہوا۔ اس پاس ہر روز تازہ فتح کی خبر آتی تھی۔ ہاروتی کی طرف جو فوج مقرر ہوئی تھی اوس کا عریضہ آیا کہ ممالک ہندوستان میں آفتاب اسلام کے طلوع کی ابتدا اجمیر کے اُفق پر ہوئی تھی اور شیخ معین سنجری یہاں آسودہ ہیں اب وہ کفار کے قبضہ میں ہے کوئی اسلام و مسلمانی کا اثر باقی نہیں رہا۔ جب اس عریضہ کے مضمون پر سلطان مطلع ہوا تو صوبہ اجمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ متواتر کوچ کرکے مزار فائض الانوار پر پہنچا اور لشکر کو حکم دیا کہ سب امرا متفق ہوکر قلعہ کا ملاحظہ کریں اور مورچلوں کی تقسیم کی اس اثنا میں گجادھر جو اہل قلعہ کا سردار تھا نامی رجپوتوں کی فوج لے کر لڑنے آیا مگر وہ افواج محمودی کے صدمہ کی برداشت نہ کرسکے۔ چار روز تک معرکہ جدال و قتال گرم رہا۔ پانچویں روز گجادھر سارا لشکر لے کر جنگ کرنے آیا اس میں مغلوب ہوکر کشتہ ہوا اور مفروروں کے ساتھ سپاہ محمودی کی ایک جماعت قلعہ کے اندر گھس گئی اور قلعہ کی فتح نصیب ہوئی۔ ہر کوچہ میں رجپوتوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سلطان محمود شکر الٰہی بجالایا اور مزار کی زیارت کی اور مسجد عالی کی بنیاد ڈالی خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دیکر اس جگہ کی حکومت سپرد کی۔ قلعہ مندل گڈھ کی طرف کوچ کیا۔ بناس کے کنارہ آیا۔ امرا کو اطراف قلعہ پر معین کیا۔ رانا کنبھا بھی آراستہ لشکر کے ساتھ لڑنے آیا۔ جنگ

یہ حدود اسی پر مسلّم رکھیں۔ یوسف خاں ہنڈولی اور ضابط بیانہ کے درمیان جو نقیضیں تہیں اونکو اپنی سعی وکوشش سے محبت و مودت سے بدل دیا۔ اور مراجعت کے وقت ہاردتی و اجمیر ورنتھنبور فدائی خاں کو مفوض کئے اور خود منڈو میں آیا۔ اسی سال میں سکندر خاں و جلال خاں بخاری نے کہ سلطان علاء الدین بہمنی کے امراء کبار میں سے تھے۔ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں عرائض بھیجیں اور قلعہ ماہور کی تسخیر کی تحریص کی وہ برار کے اعظم قلعوں میں سے تھا۔ سلطان محمود ہوشنگ آباد کی راہ سے ماہور کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کیا سلطان علاء الدین بہمنی نے اہل قلعہ کی مدد کے لئے بہت بڑا لشکر بھیجا۔ محمود خلجی نے اپنے میں طاقت مقاومت نہ دیکھی خود مراجعت کی اور تاج خاں کو سکندر خاں بخاری کی امداد کے لئے چھوڑا۔ اسکا حال طبقہ سلاطین بہمنیہ کی تاریخ میں پڑھو۔

اثناء مراجعت میں سلطان محمود خلجی کے پاس خبر آئی کہ مبارک خاں حاکم آسیر نے ولایت بگلانہ پر تاخت کی یہ ملک گجرات اور دکن کے درمیان واقع تھا اور وہاں کا حاکم محمود شاہ کا مطیع تھا۔ سلطان اسکی حمایت و رعایت کو واجب و لازم جانکر بگلانہ کو روانہ ہوا اور اپنے سے پہلے اقبال خاں و یوسف خاں کو بھیجا۔ میراں مبارک شاہ فاروقی بڑا لشکر لے کر مقابلہ میں آیا اور بعد مقابلہ کے بھاگ گیا اور آسیر تک کہیں نہیں ٹھیرا۔ سلطان محمود نے آسیر کے بعض مواضع کو غارت کرکے منڈو میں مراجعت کی۔ اسی سال میں اوسکو خبر پہونچی کہ ولایت بگلانہ کے راجہ رائے بابو کا بیٹا اس پاس آنے کا ارادہ رکھتا ہے اور میراں مبارک خاں فاروقی حاکم آسیر نے اوسکی ولایت میں آنکر خرابی مچائی ہے اور اوسکو آنے نہیں دیتا۔ سلطان محمود نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بہت جلد بھیجا مبارک خاں کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ اولٹا اپنے ملک میں چلا گیا۔ پسر بابو رائے پیش کش لایا اوسپر نوازش ہوئی اور اوس کو اپنے ملک کو رخصت کیا۔ شہزادہ غیاث الدین رنتھنبور کی طرف متوجہ ہوا اور سلطان محمود خلجی چتوڑ کو روانہ ہوا۔ رانا کنبھا مدارا و مواسا کے ساتھ پیش آیا کچھ زر و نقرہ مسکوک پیش کش میں بھیجا یہ زر مسکوک رانا کنبھا کے نام کا تھا اس سے غضب محمودی کو ازدیاد ہوا اور پیشکش کو واپس بھیجا

بہانہ بنا کے منڈو کا سید ہا رستہ لیا۔ راہ میں کولیوں اور بھیلوں نے اس کے لشکر کو بہت مضرت پہنچائی۔ الغرض سلطان نے اپنی ابتدا دولت سے آخر سلطنت تک صرف یہی ایک شکست پائی ع عیب نبود شکست مرداں ہنر است۔ منڈو میں اپنے لشکر کو درست کیا۔ شہزادہ غیاث الدین بندر سورت کے دہات کو غارت کرکے آ گیا۔ سلطان کو نظام الملک وزیر اور اُسکے بیٹوں کے مکر و غدر و نفاق کی خبر پہنچی اونکی سیاست کی گئی۔

۸۵۷ھ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمود خلجی نے مارواڑ کی ولایت کی عزیمت مصمم کی مگر سلطان قطب الدین گجراتی کی طرف سے جمعیت خاطر نہ تھی اسلئے اوسنے صلاح یہ دیکھی کہ اول اوس سے مصالحت کرنی چاہیئے۔ پھر ولایت رائے کنبھا کی تسخیر میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اس بات کو دل میں رکھا اور مستعد لشکر کا حکم دیا اور منڈو سے وہار گیا۔ اور وہاں سے تاج خاں کو آراستہ لشکر کے ساتھ سرحد گجرات میں بھیجا کہ مقدمہ صلح کی تمہید کیجائے۔ تاج خاں نے وزرائے سلطان قطب الدین کو خطوط لکھ کر چرب زبان ایلچیوں کے ہاتھ بھجوائے اور پیغام دیا کہ طرفین کی عداوت اور نزاع سے خلائق کی پریشانی ہوتی ہے اور صلح اتحاد سے امنیت و رفاہ ہوتی ہے پس اس قیل و قال سے سلطان قطب الدین صلح پر راضی ہو گیا۔ طرفین سے اکابر و معارف درمیان میں آئے عہد و سوگند کے ساتھ مصالحہ نے استحکام پایا اور یہ قرار پایا کہ طرفین رانا کنبھا کے ملک پر جا کر حملہ کریں اور تمام ملک جو جنوب کی طرف متصل گجرات کے ہو اوسکو عساکر قطبی تاخت و تاراج کرے اور اوسپر متصرف ہو اور بلاد اجمیر و میوات اور جو ملک مشرق و شمال میں ہو اوپر لشکر مالوہ حملہ کرکے متصرف ہو اور احتیاج کی صورت میں امداد اور معاونت ایک دوسرے سے دریغ نہ رکھیں۔

۸۵۸ھ ۱۴۵۴ء میں نواحی ہاروتی کے راجپوتوں نے سرکشی کا علم بلند کیا تھا اون کی تنبیہ و تادیب پر سلطان محمود خلجی متوجہ ہوا اور قصبہ سہوتی میں بہت راجپوتوں کو مارا اور اون کے اطفال و عیال اسیر کرکے منڈو بھجوا دئے وہاں سے گوالیار ہوتا ہوا بیانہ کا عازم ہوا۔ جب اوس کے قریب آیا تو داؤد خاں ضابطہ بیانہ نے بڑی پیش کش بھیجی اور اخلاص ظاہر کیا سلطان نے

قطب الدین گجراتی موضع خان پور میں جو قصبہ مذکور سے ۴۰ کروہ (۶۰ میل) ہے آیا۔ پھر دونو بادشاہوں کے لشکر برابر میں آئے سلطان محمود شب خون مارنے کے لئے سوار ہوکر اپنے لشکر سے باہر آیا۔ راہ برنے راہ بتانے میں خطا کی۔ تمام رات صحرا میں وہ کھڑا رہا صبح کو میمنہ میں لشکر سارنگ پور کو رکھا اور اپنے بڑے بیٹے سلطان غیاث الدین کو اس فوج کا سردار بنایا۔ میسرہ میں امرائے چندیری کو رکھا اور اپنے چھوٹے بیٹے فدائی خاں کو اس سپاہ کا افسر بنایا۔ خود قلب لشکر میں قرار کیا۔ کارزار پر متوجہ ہوا۔ سلطان قطب الدین خاں نے بھی لشکر گجرات کو آراستہ ترتیب صفوف سے کیا اور میدان جنگ میں آیا۔ مقدمہ فوج گجراتی سلطان مالوہ کے مقدمہ سے شکست پاکر بھاگا اور سلطان قطب الدین گجراتی کے پاس چلا گیا ملک مشرف مظفر ابراہیم کہ چندیری کے امرار کبار سے تھا فوج میسرہ مالوہ سے جدا ہوا اور شاہ گجرات کے میمنہ پر حملہ آور۔ اوسکے سامنے گجرات کی فوج کے پانوں نہ جمے ملک شرف نے اوسکا تعاقب سلطان قطب کے لشکر تک گیا اور غارت و تاراج کا ہاتھ دراز کیا۔ سلطان قطب الدین کے خزانہ میں داخل ہوکر اپنے تمام ہاتھیوں پر خزانہ کو بار کرکے اپنے لشکر کو ایک بار روانہ کیا۔ ہاتھی جب خزانہ پہنچاکر آئے اونپر دوبارہ خزانہ لادتا تھا کہ اُس پاس یہ خبر آئی کہ شہزادہ فدائی خاں کو لشکر قطب الدین خاں نے ایسا تنگ کیا کہ فقط وہ جان بچاکر بھاگا۔ ملک شرف مظفر ابراہیم نے لوٹ کر چھوڑا اور ایک گوشہ میں گیا۔ سلطان محمود خلجی تفرقہ لشکر اور میسرہ فوج کی شکست سے متحیر ہوکر دو سو سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں بہادرانہ کھڑا رہا۔ جب تک ترکش میں تیر رہے کمانداری کرتا رہا اوسوقت شاہ قطب الدین گجراتی کہ ایک گوشہ میں آراستہ فوج کے ساتھ چھپا ہوا تھا نکلا۔ سلطان خلجی کی طرف متوجہ ہوا تو وہ تیرہ آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ سے باہر نکل گیا اور اظہار شجاعت کی وجہ سے تیرہ آدمیونکو شاہ قطب الدین گجراتی کے سراپردہ کے پاس کہ جنگ گاہ کے پیچھے تھا لے گیا تاج دکمر مرصع شاہ گجرات کا کہ کرسی پر رکھا تھا اُٹھاکر بجلی کی طرح اپنے لشکر میں چلا آیا۔ پانچ چھ ہزار سوار جمع کرکے مشہور کیا کہ آج رات میں شب خون مارونگا مگر جب کچھ رات گئی شب خون کا

سلطان محمود خلجی نے اوسکو عاجز و ضعیف جانکر اپنا سفر جاری رکھا۔ سلطان محمد نے اس خبر کو سن کر اس سبب سے کہ اوسکے چاروا ہے بہت مر گئے تھے خیموں اور کارخانوں کو آگ لگا کر احمد آباد کو روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی اس واقعہ پر مطلع ہو کر راہ سے پھرا اور آب مہندری کے کنارہ پر آیا گنگا داس نے تیرہ لاکھ ٹنکہ نقد و چند راس اسپ پیش کش میں دیے اور سلطان محمود کی خدمت میں آیا۔ خلعت پاکر رخصت ہوا۔ سلطان اپنی دارالسلطنت کو چلا راہ میں رائے بھیم راجہ ایدر کو پانچ مست ہاتھی اور اکیس گھوڑے اور تین لاکھ ٹنکہ نقد انعام دیکر رخصت کیا۔ پھر وہ منڈو میں آگیا یہاں ولایت اور سپاہ کا انتظام کیا۔

۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء میں ایک لاکھ سے زیادہ لشکر سلطان محمود لیکر گجرات کی فتح کے ارادہ سے چلا قصبہ سلطان پور کا جاکر محاصرہ کیا۔ ملک علاء الدین سہراب کہ شاہ محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ تھا شہر کئی روز تک پے درپے قلعہ سے نکلکر جنگ کو گرم کیا۔ جب کمک کے پہنچنے سے مایوس ہوا امان طلب کرکے سلطان محمود خلجی سے ملا۔ سلطان نے اوسکے اہل و عیال کو منڈو بھجدیا گویا اوس کو اُول بنایا اور اوسکو قسم دی کہ کبھی اپنے صاحب سے روگرداں نہ ہو۔ اور خطاب مبارز خانی کا دیا اور اپنے لشکر کا مقدمہ بنایا۔ احمد آباد کی طرف کوچ پر کوچ کرتا ہوا چلا۔ اثنار راہ میں خبر آئی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی نے انتقال کیا اوسکا بیٹا قطب الدین اوسکا قائم مقام ہوا۔ سلطان محمود نے باوجودیکہ تخت گجرات چھیننے کا ارادہ تھا مگر کمال مروت سے سلطان قطب الدین گجراتی کو خط لکھا اس میں باپ کی تعزیت کی اور سلطنت کی مبارکباد دی۔ باوجود اس حال کے سلطان نے قصبہ بڑودہ کو خراب کیا اسیر و غارت کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کئی ہزار مومن و کافر گرفتار کئے قصبہ مذکور میں چند روز توقف کرکے احمد آباد پر متوجہ ہوا ملک علاء الدین وقت فرصت کا منتظر تھا اب اسکو فرصت ملی کہ سلطان قطب الدین پاس بھاگ گیا۔ اوسنے سوگند کے وقت عہد کیا تھا کہ میں اپنے صاحب سے حرام نمکی نہیں کروں گا اوسکو پورا کیا اور اوسنے کمال حلال نمکی کے سبب سے اپنے عیال و اطفال کو ترک کیا (یہ بطور اُول کے منڈو میں تھے) سلطان محمود سرکیج میں آیا جو احمد آباد سے دس میل پر ہے

نصیر خاں کو دی جائے چار مہینے کی میعاد اس سبب سے مقرر ہوئی کہ اس مدت میں نصیر خاں کے دین دلمت کا حال معلوم ہو جائے۔ سوم دونو لشکر اپنے مقاموں کو چلے جائیں۔ اس قرارداد پر سلطان محمود خلجی نے منڈو میں مراجعت کی۔

۸۴۹ھ ۱۴۴۵ء میں سلطان خلجی نے ایک دارالشفا بنائی جسمیں ہر قسم کے مریضوں کے لئے مکانات جدا جدا تھے اور پاگل خانہ بھی تھا۔ چند موضع اسکے خرچ ادویہ و یا محتاج کے لئے مقرر کئے۔

۲۔ رجب ۸۵۰ھ ۱۴۴۶ء کو سلطان محمود منڈل گدڑہ کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کر کے بناس کے کنارہ پر آیا۔ رانا کنبھا میں طاقت مقاومت نہ تھی اس لئے وہ منڈل گدڑہ میں متحصن ہوا۔ دوسرے تیسرے روز راجپوتوں نے قلعہ سے نکلکر مردانگی کا حق ادا کیا۔ مگر آخر کو عجز و انکسار کے ساتھ پیشکش دینا قبول کیا۔ سلطان نے بھی صلاح وقت دیکھ کر صلح کر کے مراجعت کی۔ تھوڑی مدت میں لشکر تازہ دم کر کے قلعہ بیانہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ جب اس سے دو فرسنگ (۶ میل) پر پہنچا۔ محمد خاں اس جگہ کے ضابطہ نے اپنے بیٹے واحد خاں کو سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ اور سو گھوڑے اور ایک لاکھ ٹنکہ نقد برسم پیش کش ارسال کئے سلطان محمود نے اوسکو خلعت خاص نوازش فرما کر رخصت کیا۔ اور محمد خاں کو قبا ذر دوزی و تاج مکلل بجواہر و کمر زر و اسپان تازی زین و لجام زرین سمیت بھیجے۔ محمد خاں نے اس خلعت کو پہن کر سلطان محمود کی حمد و ثنا کی اور بادشاہ دہلی کی بجائے سلطان خلجی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ سلطان محمود نے اپنی دارالسلطنت کی مراجعت میں قلعہ انندپور کو فتح کیا جو رنتھنبور کے پاس ہے اور تاج خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پچیس ہاتھی دیکر قلعہ چتوڑ کی فتح کے لئے بھیجا۔ خود راجہ کوٹہ و بوندی سے ایک لاکھ پچیس ہزار ٹنکہ پیشکش لی اور منڈو کا عازم ہوا۔

۸۵۴ھ ۱۴۵۰ء میں گنگاداس راجہ قلعہ چنپانیر نے پیش کش بھیجی اور عرضداشت لکھی کہ سلطان محمد شاہ ابن احمد شاہ گجراتی نے قلعہ چنپانیر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ میں آپ ہی سے التجا کرتا رہا ہوں اسلئے امداد اور دستگیری کا امیدوار ہوں سلطان محمود خلجی گنگاداس کی امداد پر متوجہ ہوا۔ راہ میں خبر لگی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی ایدر کی طرف پیش کش لینے گیا ہے

یہ استدعا کی کہ نصیر خاں آپ کی مرضی کے موافق افعال ذمیمہ سے تائب ہوا۔ طریق شریعت پر چلنے لگا اور سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے وہ مالوہ سے ملتجی رہا ہے۔ توقع یہ ہے کہ مضمون التائب لمن الذنب کمن لا ذنب لہ (جو گناہ سے توبہ کرتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گناہ نہیں کیا تھا) کو ملحوظ و منظور رکھکر اوسکے جرائم پر قلم عفو کھینچکر اوسکی ولایت اسی کو دیدیجئے سلطان محمود پاس علی خاں آیا۔ مگر سلطان شرقی نے اوسکو جواب شافی نہیں دیا۔ لیت ولعل کیا۔ محمود شاہ خلجی نے جمعیت و مردانگی کے سبب نصیر کی حمایت اپنی ہمت پر لازم جانی ۲۔ شوال ۸۴۸ھ (۱۴۴۵ء) کو چندیری کو روانہ ہوا۔ یہاں نصیر شاہ اُس سے آنکر ملا سلطان ایرج و تھانڈیر کی طرف چلا۔ جب سلطان محمود شرقی کو یہ خبر ہوئی تو وہ بھی ایرج میں آیا مبارک خاں کو جو باپ دادا کے وقت سے یہاں حکومت کرتا تھا مقید کرکے ہمراہ لے گیا اور یہاں سے دریا جون کی سنگستانیوں میں اُترا جنکی راہ ایسی تنگ تھی کہ وہاں آنا غنیم کی قدرت سے باہر تھا اور اپنے لشکر کے گرد خوب استحکام کیا۔ محمود خلجی اوسے چھوڑکر کالپی کا عازم ہوا سلطان شرقی بھی کالپی کو چلا۔ اس اثنا میں فوج خلجی کے بہادروں نے سلطان شرقی کے بنگاہ کو لوٹا وہ پھر کر اپنے آدمیوں کی حمایت کے لئے لڑا شام تک معرکہ جدال و قتال گرم رہا۔ سورج ڈوبنے کے بعد لشکر اپنے مقاموں میں گئے۔ برسات کا موسم قریب تھا سلطان خلجی فتح آباد میں آیا۔ یہاں ہفت منزلہ قصر بنایا۔ اس اثنا میں قصبہ ایرج کے آدمی مبارک خاں کے ظلم و تعدی کے فریادی ہوئے وہ پھر یہاں حاکم مقرر ہو گیا تھا۔ سلطان خلجی نے ملک الشرف مظفر ابراہیم حاکم چندیری کو ایرج بھیجا۔ سلطان شرقی نے ملک کالو کو اوسکے مقابلہ کے لئے بھیجا قصبہ رانہ (راٹھ) میں دونو کی لڑائی ہوئی ملک کالو بھاگ گیا۔ پھر ان دونو میں لڑائی نے طول کھینچا۔ طرفین سے مسلمان کشتہ ہوئے۔ شیخ چاند جو اکابر وقت سے تھا کشف و کرامات میں مشہور تھا۔ سلطان شرقی کے استصواب سے صلح کے باب میں ایک خط سلطان محمود خلجی کو لکھا ان شرائط پر صلح قرار پائی اول بالفعل سلطان شرقی قصبہ راتہ (راٹھ) وموہبہ نصیر خاں کے حوالہ کرے دوم جب سلطان خلجی کی مراجعت مانڈو پر چار نہینے گذر جائیں تو خطہ کالپی بھی

برسات کا موسم آگیا تھا بلند زمین پر قیام کیا اور چتوڑ کے محاصرہ کو برسات کے بعد موقوف رکھا
رائے کنبھا نے شب جمعہ ذی الحجہ ۸۴۶ھ کو دس ہزار سواروں و چھ ہزار پیادوں سے شبخون مارا
سلطان نے حزم و احتیاط سے لشکر کی ایسی محافظت کی تھی کہ رائے کنبھا اوس کا کچھ نہ کر سکا
اور راجپوت بہت مارے گئے۔ دوسری شب کو سلطان محمود نے رائے کنبھا پر شب خون مارا۔ رانا
زخمی ہو کر چتوڑ کو بھاگا۔ رجپوت بہت مارے گئے اور لشکر محمودی کو بہت غنیمت ہاتھ آئی سلطان محمود نے
چتوڑ کی فتح کو دوسرے سال پر ٹالا اور خود منڈو کو چلا آیا۔ آخر ذی الحجہ سنہ مذکور میں مدرسہ اور
منارہ ہفت منظری کے محاذی جامع مسجد ہوشنگ شاہی کی بنیاد ڈالی۔

۸۴۷ھ میں سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی والی جونپور کا رسول تحف و ہدایا لیکر
منڈو میں آیا۔ اور بعد سوغات دینے کے زبانی پیغام دیا کہ نصیر شاہ بن عبد القادر نے شریعت کو
ترک کیا اور روزہ نماز چھوڑا۔ الحاد و زندقہ کا مذہب اختیار کیا مسلمان عورتوں کو ربابیوں کے
حوالہ کیا کہ انکو گانا ناچنا سکھائیں۔ چونکہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے کالپی کے حکام مالوہ کے
منتسبوں میں سے ہوتے ہیں اسلئے لازم و واجب معلوم ہوا کہ اوسکے احوال پر آپ کو اطلاع
دیجائے اگر اوسکی تادیب و گوشمالی کی فرصت آپ کو نہ ہو تو اینجانب کو ارشاد ہو کہ اُس کی گوشمالی
ایسی کی جائے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ سلطان محمود خلجی نے جواب دیا کہ زیادہ تر لشکر ہمارا مندسور کے
مفسدوں کی تادیب کے لئے گیا ہوا ہے آپنے نصرت دین کو پیش نہاد ہمت کیا آپ کو مبارک ہو
قاصد و رسول کو خلعت و زر دیکر رخصت کیا۔ پھر بیٹوں کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی ایلچی
نے سلطان شرقی جونپور کو سلطان خلجی کا پیغام پہنچایا تو وہ بہت خوش ہوا اور بیس ہاتھی
اور اشیا ء سلطان خلجی پاس بھجوائے۔ اور آراستہ لشکر لے کر کالپی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور خواجہ وا
نصیر عبد القادر کو اس دیار سے نکال دیا۔ نصیر نے محمود شاہ کو عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا
کہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے آجتک آپکے ہم مطیع و خیر خواہ تھے۔ اب سلطان محمود شرقی
اپنے تسلط اور غلبہ سے کالپی پر متصرف ہوا۔ میں ہمیشہ آپ سے ملتجی رہا ہوں اب بھی آپ کو قبلہ
آمال و آمانی جانکر حدود چندیری کو جاتا ہوں۔ سلطان محمود نے علی خاں کو شاہ محمود شرقی پاس بھیجکر

اوسکے آدمی کو پوچھا نہیں۔ جب سارنگ پور کی نواح میں آیا تو اعظم ہمایوں کی التماس سے نصیر شاہ کے قصور معاف کرکے اوسکے ایلچی کو بلایا اور پیش کش لی۔ نصایح و مواعظ لکھہ کر بھیجے۔ سارنگ پور سے حوالی چتوڑ کو روانہ ہوا۔ جب دریا بناس سے عبور کیا تو ہر روز افواج کو بھیجکر ولایت چتوڑ کو ویران کردیا۔ آدمیوں کو قید کیا۔ بتخانوں کو ڈہایا اون کی جگہ مساجد کو بنایا ہر منزل میں تین چار روز توقف کرتا تھا۔ جب حوالی کومبل میر میں کہ اس دیار کے اعظم قلعوں میں سے ہے آیا وہاں رائے کنبھا کا وکیل بینی رائے (دیبا) متحصن تھا اوسنے کارزار میں ہاتھہ ہلائے قلعہ کے محاذی ایک بتخانہ بنا ہوا تہا اوسکے گرد حصار تہا وہ ذخیرہ اور آلات حرب سے بہرا ہوا تہا۔ سلطان نے اوسکو ایک ہفتہ میں فتح کرلیا اور بہت رجپوتوں کو لوٹا اور مارا اور اسیر کیا بتخانہ میں لکڑیاں بہر کر آگ لگائی اور پہر اوسکی دیواروں پر ٹہنڈا پانی ڈالا تو طرفۃ العین میں وہ عمارت کو چند سال میں بنی تھی شکستہ ہوگئی اور بتوں کو قصابوں کے حوالہ کیا کہ گوشت فروشی کی ترازو کے باٹ بنائیں بت بزرگ کو کہ بصورت گوسفند سنگ مرمر کا بنا ہوا تہا اوس کا چونہ بناکے پانوں میں رجپوتوں کو کہلایا کہ وہ اپنے معبود کو آپ ہی کہائیں۔ اب وہ چتوڑ کی طرف چلا کوہ چتوڑ کے دامن میں ایک قلعہ تہا اوس کو لڑکر فتح کیا۔ بہت راجپوتوں کو قتل کیا۔ وہ چتوڑ کے محاصرہ کی تیاری کر رہا تہا کہ رانا کنبھا قلعہ سے بہاگ کر کوہ پایہ میں کہ اس نواح میں ہے چلا گیا۔ سلطان اوسکے تعاقب پر متوجہ ہوا۔ چند فوجیں ہر طرف اوس کے پکڑنے کے واسطے جدا جدا بہجیں۔ بحسب اتفاق ایک فوج سے سخت لڑائی ہوئی۔ رانا شکست پاکر قلعہ چتوڑ میں آیا۔ سلطان محمود نے قلعہ کے محاصرہ کے لئے ایک فوج کو نامزد کیا خود ولایت کے سرے پر مقیم ہوا۔ ہر روز باج و تاراج کے لئے سپاہ بہیجتا تہا۔ اعظم ہمایوں کو طلب کیا کہ وہ وارجیتونا تک کہ اطراف مندسور میں واقع ہے متصرف ہو۔ مگر اعظم ہمایوں مندسور میں آنکر بیمار ہوا اور مرگیا۔ سلطان باپ کے مرنے سے بہت غمزدہ ہوا اور بہت رویا۔ اور اضطراب و اضطرار کے سبب سے اپنے تئیں مجروح کیا۔ قلعہ مندسور میں جاکر باپ کی نعش روانہ کی۔ تاج خاں کو کہ خویش و عارض لشکر تہا اعظم ہمایوں کا خطاب دیا اور مراجعت کی۔

کہ بادشاہ خود لڑنے نہیں آیا تو اوسنے بھی چند ہزار منتخب سوار مہیا کرکے سارے لشکر کو اپنے بیٹوں سلطان غیاث الدین اور فدائی خاں کے ہمراہ لڑنے کے لئے بیجا۔ ظہر سے شام تک طرفین سے لڑنے والوں نے داد مردانگی دی اور آخر کو جانبین نے طبل بازگشت بجایا اور اپنی منازل میں سگئے۔ اس شب سلطان محمود نے خواب میں دیکھا کہ چند اوباش وبے باک قلعہ منڈو سے نکلے ہیں اور ہوشنگ کی قبر پر سے چتر لائے ہیں اور کسی مجہول النسب شخص کے سر پر رکھا ہے جب صبح ہوئی تو اوس میں تردد اور بے مزگی کا اثر ظاہر ہوا اور اس اندیشہ میں ہوا کہ کیا کرے جو واپس جانے کی تقریب ہو اور مالوہ میں سلامت پہنچ جائے کہ ناگاہ بادشاہ محمد شاہ نے جو عدم شجاعت اور قلت عقل سے موصوف تھا صلحا وعلما کی ایک جماعت کو صلح کیوا سطے بیجا۔ سلطان محمود خلجی فی الحال ظاہر میں اوپر منت رکھ کر مالوہ کو روانہ ہوا حسب اتفاق شب مذکور کو اوباشوں کی جماعت نے منڈو میں فتنہ وفساد برپا کیا تھا۔ اعظم ہمایوں نے اُسے مٹا دیا تھا۔ بعض تواریخ میں یہ لکھا ہے کہ سلطان محمود پاس خبر آئی تھی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی مالوہ کی عزیمت رکھتا ہے اسلئے اوسنے مراجعت کی یہ روایت صحت سے اقرب ہے القصہ ۸۴۵ھ ۱۴۴۱ء میں سلطان محمود خلجی منڈو میں پہنچ گیا اور اسی سال میں ظفر آباد بغلچہ میں ایک باغ بنایا اور اوس میں بلند گنبد اور چند قصر بنائے پھر اوسنے اپنے لشکر کا سامان درست کیا اور ۸۴۶ھ ۱۴۴۲ء میں راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے چتوڑ روانہ ہوا۔ اوسی وقت میں اسکو نصیر ولد عبد القادر ضابط کالپی کی بے اعتدالی کی اطلاع ہوئی کہ اوسنے اپنا لقب نصیر شاہ رکھا اور استقلال کا دم بہرا۔ اور اکابر واہالی ولایت کے خطوط آئے کہ نصیر شاہ نے شریعت کے صراط مستقیم سے قدم باہر رکھا۔ زندقہ والحاد کی راہ پر چلا۔ اور اونہوں نے اسکے ظلم وتعدی کی فریاد کی۔ سلطان محمود کالپی کو روانہ ہوا۔ نصیر شاہ نے اوسکی خبر پاکر اپنے معلم علی خاں کو تحف وہدایا کے ساتھ سلطان کی خدمت میں بیجا اور عرض کیا کہ جو کچھ میرے حق میں لوگوں نے کہا ہے سراپا کذب وافترا ہے اسلئے میں نے ایک صادق القول آدمی کو بیجا ہے اُس سے دریافت کرلیجئے اگر یہ امر سچ ہو تو مجھے جو چاہئے سزا جزا دیجئے۔ کچھ دنوں سلطان محمود نے

ومال واسباب سمیت اردو بازار میں گذریں کہ آدمیوں پر اوسکی راستی سخن اور درستی عہد ظاہر ہو
(یا اونکی اطاعت) اونھوں نے یہی عمل کیا اور سلامت باہر چلے گئے۔ سلطان محمود ان حدود کا
انتظام کرکے مراجعت کرنی چاہتا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ ڈونگرسین اور راجہ گوالیار نے
جنوب کی طرف کوچ کرکے قلعہ ترور کا محاصرہ کیا ہے۔ سلطان محمود اس سبب سے پریشان تھا
کہ برسات کا موسم تھا اور محاصرہ پر بھی ایک مدت گذر گئی تھی۔ مگر وہ متواتر کوچ کرکے گوالیار
کا عازم ہوا۔ وہاں پہنچکر نہیب وتاراج شروع کی۔ قلعہ سے راجپوت باہر آنکر لڑے
مگر محمود شاہی فوج کے صدمہ سے بھاگ کر قلعہ کے سوراخوں میں گھسے۔ ڈونگرسین گوالیار کو
بھاگ گیا قلعہ ترور کو خلاصی ہوئی سلطان منڈو کو چلا۔ ۸۴۳ھ ۱۴۳۹ء میں روضہ سلطان ہوشنگ
کی عمارت کو اور مسجد جامع کو رام پولی دروازہ کے قریب تعمیر کرایا۔ اس میں دو سو تیس مینار
اور تین سو ساٹھ محرابیں تھیں۔

۸۴۴ھ ۱۴۴۰ء میں امرا میوات اور اکابر و معارف دار الملک دہلی کی متواتر عرائض آئیں
کہ سلطان محمد مبارک شاہ اپنی سلطنت کے کاموں کو نہیں کرسکتا اس لئے ظالموں اور غالبوں کا
ہاتھ دراز ہو رہا ہے اور ایک جور وستم برپا ہے امن وامان نام کو نہیں۔ خلعت سلطنت قضائے
قدر کے خیاط نے آپکے قد پر سیا ہے اسلئے یہاں کے رہنے والے چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی
رغبت سے بیعت کریں سنہ مذکور کے آخر میں سلطان لشکر آراستہ کرکے دہلی کی تسخیر کے ارادہ
سے روانہ ہوا۔ ہنڈون کے قریب یوسف خاں ہنڈولی اوس کی خدمت میں آیا۔ یہاں سے
آگے کوچ کیا سلطان محمد شاہ لڑنے آیا۔ جب دو لشکر نزدیک آئے تو باوجودیکہ اس پاس لشکر
بہت تھا مگر ایسا ہراساں ہوا کہ اوسنے محمود خلجی کی لڑائی سے اجتناب کیا اور دہلی سے پنجاب
جانے کا ارادہ کیا کیا پھر امرا کی شرماشرمی سے اونکو کہا کہ میری سواری کی ضرورت
نہیں ہے۔ تم خود لشکر آراستہ کرکے شاہزادہ کو ہمراہ لے جاؤ اور ہنگامہ کارزار گرم کرو
حسب الحکم امرا لڑنے کے لئے باہر آئے اور ملک بہلول لودہی کہ سلطان محمد شاہ کے نوکروں میں
تھا اور تیر اندازوں کی جمعیت اس پاس خوب تھی مقدمہ لشکر میں روانہ ہوا جب سلطان محمود خلجی نے سُنا

متوجہ ہوا۔ عمر خاں نے اپنے ہمراہی سپاہیوں سے کہا کہ نوکری کی کسر ناموس بھاگنے سے ہوتی
ہے۔ اور بھاگنے سے مرنا بہتر ہے۔ یہ کہہ کر اوسنے سلطان محمود خلجی کی سپاہ پر حملہ کیا اور
دستگیر ہوا۔ سلطان محمود نے اوسے قتل کرایا۔ اوسکا سر نیزہ پر لگاکے چندیری کے لشکر کو دکھایا
جس سے اوسکے سرداروں کے ہوش اُڑے اونہوں نے پیغام دیا کہ آج نہیں کل علی الصباح
خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کرینگے۔ اس اقرار داد پر دونوں فوجیں اپنے اپنے مقاموں
میں گئیں۔ رات کو لشکر چندیری کا لشکر اپنی ولایت کو روانہ ہوا۔ اوس نے ملک سلیمان بن
مشیر الملک غوری کہ سلطان زادہ عمر خاں کا نزدیک کا رشتہ دار تھا سلطان شہاب الدین
خطاب دیکر سلطان بنایا۔ سلطان محمود نے اوسکے دفع کے واسطے فوج متعین کی اور خود احمد شاہ
گجراتی کی جنگ کا عازم ہوا۔ ابھی مقابلہ نہ ہوا تھا کہ لشکر احمد آباد کے بعض صالحین نے خواب
میں آنحضرت کو دیکھا کہ فرماتے ہیں بلائے آسمانی نازل ہوئی ہے سلطان احمد سے
کہدو کہ وہ اس دیار سے خیر سے سلامت چلا جائے۔ جب احمد شاہ سے یہ خواب بیان کیا گیا
تو اُس نے اوسپر التفات نہیں کیا۔ دو تین روز میں احمد شاہ کے لشکر میں ایسی وبا آئی کہ اہل
لشکر کو قبر کھودنے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ احمد شاہ گجراتی ناچار و بیمار ہو کر گجرات کو روانہ
ہوا۔ اور شاہزادہ مسعود خاں سے وعدہ لیا کہ سال آیندہ میں یہ دیار لیکر تجھکو تفویض
کیا جائیگا۔ سلطان محمود قلعہ منڈو میں آیا اور سترہ روز میں لشکر کا سامان تیار کرکے چندیری
کے فتنہ کو دفع کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان شہاب الدین امرا کے ساتھ حصار چندیری
سے باہر آیا۔ مگر طاقت مقاومت نہیں رکھتا تھا بھاگ کر حصار میں گیا اور دو تین روز میں
مرگ مفاجات سے مر گیا۔ امراء چندیری نے ایک اور کو سلطان شہاب الدین بنایا اور جنگ
کرنے حصار سے باہر آئے مگر پھر بھاگ کر حصار میں سگئے۔ محاصرہ پر آٹھ مہینے گذر گئے تو سلطان
محمود خود ایک رات کو قلعہ کی دیوار پر چڑہا اور اوسکے بعد اور دلاور چڑہے تو حصار فتح
ہو گیا۔ ایک جماعت کثیر قتل ہوئی ایک گروہ اس قلعہ میں متحصن ہوا کہ بالائے کوہ تھا۔ بعد
چند روز کے اوس نے امان مانگی سلطان محمود نے اس شرط پر امان دی کہ وہ زن و فرزند

اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر جاکر ملک کی محافظت کرے۔ وہ سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا تاج خاں اور منصور خاں کو اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ سلطان احمد شاہ نے ملک حاجی علی کو محافظت کے لئے مقرر کر رکھا تھا اسنے حاجی خاں سے تاج خاں اور منصور خاں کی لڑائی ہوئی ملک حاجی بھاگ کر احمد شاہ پاس خبر لیکر گیا کہ سلطان محمود خلجی سارنگ پور کو جاتا ہے شاہ احمد شاہ نے سارنگپور قاصد بھیجا کہ شاہزادہ محمد خاں پہلے اس سے کہ سلطان محمود سارنگپور پہنچے اس سے اجین میں ملے۔ وہ باپ سے اجین میں ملا۔ ملک اسحاق بن قطب الملک مقطع سارنگپور نے سلطان محمود خلجی کو عرلضیہ بھیجا۔ اول اپنے اس جرم کی معافی چاہی کہ اوستے شاہزادہ محمد کو سارنگ پور حوالہ کر دیا تھا۔ پھر یہ لکھا کہ محمد خاں حضور کے آنے کی خبر سنکر سارنگ پور سے اجین کو چلا گیا۔ لیکن شاہزادہ عمر خاں نے سارنگ پور کی تسخیر کے قصد سے اپنے سے آگے ایک فوج بھیجی ہے اور پیچھے اوس کے وہ چندیری خود جائیگا۔ سلطان محمود نے عرلضیہ کو پڑھکر ملک اسحاق کی تقصیرات کو معاف کیا اور تاج خاں کو فوج کے ساتھ آگے بھیجا کہ سارنگ پور پر جلد جاکر قبضہ کرے اور پھر خود لشکر گراں کے ساتھ آیا یہاں آنکر اوسنے ملک اسحاق کو دولت خاں کا لقب دیا اور خزانہ شاہی سے دس ہزار ٹنکہ دئے اور علم و قسطاس اور زردوزی قبائیں دیں۔ اور اوس کی تنخواہ دوچند کر دی اور اہل شہر نے سرداروں کو کچھ گھوڑے اور پچاس ہزار ٹنکہ انعام دئے۔ اب سارنگ پور میں اس پاس جاسوس خبر لائے کہ شاہزادہ عمر خاں بھیلسہ کو جاکر سارنگ پور کی سرحد میں آیا۔ اور سلطان احمد شاہ گجراتی تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھی لیکر اجین سے چلا ہے اور سارنگ پور کو آتا ہے سلطان محمود نے عمر خاں کے دفع کرنے کو مقدم جانا۔ آخر شب کو عازم ہوا جب دونو لشکروں میں ۶ کروہ (۱۲ میل) کا فاصلہ رہا۔ نظام الملک اور ملک احمد سلحدار کو بھیجا کہ وہ جنگ گاہ کا ملاحظہ کریں۔ علی الصباح چار فوجوں کو ترتیب دیکر سلطان زادہ عمر خاں کی طرف راہی ہوا۔ عمر خاں بھی محمود خاں کی نہضت سے خبردار ہوا اور اوسنے ایک لشکر مقابلہ کے لئے بھیجا اور خود ایک جماعت کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے گھات میں بیٹھا۔ اتفاقاً ایک شخص نے سلطان محمود کو اطلاع دی کہ عمر خاں پہاڑ کے پیچھے چھپا بیٹھا ہے۔ محمود خلجی اس کی طرف

قلعہ منڈو میں آگیا۔ سلطان گجرات نے قلعہ منڈو کا محاصرہ کیا۔ محمود شاہ باپ کے آنے سے خوش ہوا
ہر روز ایک جماعت کو قلعہ سے باہر لڑنے کیلئے بھیجا۔ اس کا ارادہ ہوتا کہ قلعہ سے باہر نکلکر غنیم سے
لڑے۔ مگر امرا ہوشنگ کے نفاق کا خار دامن گیر ہوتا۔ اوسکے دل میں اپنے خویشوں اور اپنے
تربیت یافتوں کی طرف سے خطرہ تھا اونکو اپنا اعدا جانتا تھا مگر اپنے بذل وعطا وجود وسخا سے
تنگنا محاصرہ میں سب آدمیوں کو آسودہ رکھتا تھا اور انبار خانہ سلطانی سے فقیر و غریب کو
غلہ دیتا فقرا اور مساکین کے لئے لنگر خانے جاری تھے۔ طعام پختہ خاص و عام اون کو پہنچتا تھا
اس سبب سے آدمی اوسکے دوست ہو گئے تھے۔ اوسکی سخاوت کے سبب سے اوس کے لشکر میں بہ نسبت
سلطان احمد کے اردو کے غلہ ارزاں بکتا تھا بعض امرا مثل سید احمد و صوفی خاں ولد
عماد الملک و ملک شرف و ملک محمود بن احمد سلاحدار و ملک قاسم و ملک قیام الملک کو
جو سلطان احمد سے نفاق رکھتے تھے اون کو روپئے اور جاگیروں کا وعدہ کر کے
محمود خاں نے اپنے پاس بلالیا۔ اس سبب سے سلطان گجرات کے کام میں شکستگی آگئی
سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر کی ایک جماعت کی صلاح سے سلطان محمود نے شب خون مارنیکا
ارادہ کیا اتفاقاً نصیر خاں نے کہ سلطان ہوشنگ کا دوات دار تھا سلطان احمد کو خبر کردی
جب سلطان محمود خلجی کی افواج قلعہ سے نیچے آئیں تو اونہوں نے غنیم کے لشکر کو ہوشیار
پایا۔ تمام راہیں مسدود دیکھیں۔ باوجود اس کے زور بازو سے جنگ میں مشغول ہوا۔ صبح صادق
تک لڑائی رہی۔ طرفین سے بازار محاربہ گرم رہا۔ ایک خلق کثیر کشتہ ہوئی۔ صبح کو شاہ خلجی قلعہ میں آیا۔ اسی
زمانہ میں مخبر خبر لائے کہ شہزادہ عمر خاں کہ قلعہ منڈو سے گجرات اور گجرات سے رانا پاس گیا تھا۔ مالوہ کے
فساد کی خبر سنکر چندیری میں آیا۔ اہل چندیری اور سپاہ نے ملک لاما حاجی کالو کے ساتھ غدر مچایا اور
عمر خاں کو سردار بنایا۔ اس سبب سے احمد شاہ گجراتی نے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد خاں کو پانچ
ہزار سوار اور بیس ہاتھی دیکر سارنگ پور بھیجا کہ وہ عمر خاں کی مدد کرے سارنگ پور کا
حاکم بھی مخالفت سے مل گیا۔ سلطان محمود خلجی نے جب یہ سنا تو مجلس مشورہ جنگ کو جمع کیا
اسمیں یہ قرار پایا کہ یہاں قلعہ میں اعظم ہمایوں رہے اور حصار کے ضبط و ربط میں مصروف رہی

فساد برپا کیا روز بروز اوسکی جمعیت اور قوت بڑہتی گئی اور وہ فتنہ انگیزی بڑہاتا گیا۔ اعظم ہمایوں نے اوسکو پند و نصیحت کی جب کچھ اثر نہ ہوا تو تاج خاں کو اوسکے دفع کے لئے بہیجا۔ یہ مدت تک قلعہ اسلام آباد پر جہولا کیا کچھ کام نہ کرسکا تو محمود خاں سے کمک کی التماس کی۔ اسی حال میں مخبر خبر لائے کہ ملک جہاد نے ہوشنگ آباد میں اور نصرت خاں نے چندیری میں عَلَم مخالفت بلند کیا۔ محمود خاں نے باپ ملک مغیث الملخ طب اعظم ہمایوں خان جہاں کو اس باغی گروہ کی تادیب کے لئے اور مہام ملکی کے سرانجام کے لئے رخصت کیا۔ اوسنے تاج خاں سے ملکر اطراف اسلام آباد کو گہیر لیا۔ احمدؐ خاں کو پہر سمجہایا کہ فتنہ سے باز آئے مگر وہ نہ سمجہا قوام خاں نے بھی شاہزادہ احمدؐ خاں کی کمک بہیجی۔ جب محاصرہ کو طول ہوا تو اعظم ہمایوں نے ایک مطرب سے سازش کرکے یا کسی اور طرح سے احمدؐ خاں کو شراب میں زہر دلوا کر مارا۔ قلعہ اُسی روز مسخر ہو گیا۔ اعظم ہمایوں ہوشنگ آباد گیا۔ راستہ میں اعظم ہمایوں کے لشکر سے قوام خاں بھیلسہ کو بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں ہوشنگ آباد پہنچا ملک جہاد میں مقاومت کی قوت نہ تھی تمام اسباب و اشیا چھوڑ کر کوہ پایہ گونڈوارہ میں چلا گیا۔ گونڈوں کو جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے خداوند سے روگرداں ہوا ہے تو ہجوم عام کرکے اوسکی راہ کو روکا اسباب و اموال اسکا لوٹا۔ اور اوس کو قتل کیا۔ اعظم ہمایوں اس خبر کو سنکر بہت مسرور ہوا قلعہ ہوشنگ آباد میں آیا۔ یہاں ایک اپنا معتمد مقرر کیا نصرت خاں کی گوشمالی کے لئے چندیری کو چلا گیا جب دو منزل پر آیا نصرت خاں اوسکے استقبال کو آیا اور اپنے اعمال ناپسندیدہ سے چشم پوشی کا خواستگار ہوا۔ اوس کے جرائم کی تحقیقات کے بعد اعظم ہمایوں نے نصرت خاں سے چندیری لیکر ملک الامرا حاجی کالو کو سپرد کی اور بھیلسہ کو روانہ ہوا۔ معتبر آدمیوں کو بہیجا کہ قوام خاں کو راہ راست پر دلالت کریں مگر اوسے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوا۔ جب وہ نہایت تنگ ہوا تو بھیلسہ سے بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں اس طرف کی مہمات سے خاطر جمع کرکے منڈو کی طرف متوجہ ہوا۔ اثناء راہ میں خبر آئی کہ سلطان احمدؐ شاہ گجراتی مالوہ کی تسخیر کے ارادہ سے آتا ہے شاہزادہ مسعود خاں جو سلطان محمود غوری سے امان پاکر گجرات میں گیا تھا۔ ایک بزرگ فوج اور ۲۰۰ ہاتھی لئے چلا آتا ہے۔ اعظم ہمایوں جلدسے

ذکر سلطنت سلطان محمود خلجی

کتب تاریخ اور خصوصاً تاریخ الفی میں لکھا ہے کہ غزنین خاں کے مرنے کے بعد اولاد غوریہ مستاصل ہوئی اور دوشنبہ ۲۹ شوال ۸۳۹ھ ۱۴۳۵ء میں سلطان محمود خلجی نے اورنگ سلطنت مالوہ پر جلوس کیا۔ اسوقت اسکا سن ۳۴ سال کا تھا۔ کل بلاد مالوہ میں اوسکا خطبہ پڑھا گیا۔ کل امرا کو اوسنے عنایت و شفقت سے خوشدل کیا۔ ہر ایک کا علاقہ اور مرتبہ زیادہ کیا۔ باپ کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیا۔ چتر و ترکش سفید کہ شان سلاطین سے مخصوص تھا عطا فرمایا اور یہ مقرر کیا کہ اوسکی نقیب و لیساول چوب طلا و نقرہ ہاتھ میں رکھیں جسوقت وہ سوار ہو بآتے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہیں اس زمانہ میں یہ امر سلاطین کے ساتھ مخصوص تھا جب سلطنت نے اسپر قرار پایا اور یہ علما و فضلا کی تربیت میں مصروف ہوا۔ جہاں ارباب کمال کو سنتا اونکو روپیہ بھیجکر طلب کرتا اپنے ملک میں ایک مدرسہ بنایا علما و فضلا و طلاب کے وظیفے مقرر کئے افادہ و استفادہ میں اونکو مشغول کیا۔ غرض اسکے زمانہ میں ولایت مالوہ پر شیراز و سمرقند حسد کرنے لگے جب امور سلطنت نے انتظام اور مہمات مملکت نے التیام پایا۔ ملک قطب الدین سمنانی و ملک نصیر الدین جرجانی اور امراء ہوشنگ کی ایک جماعت نے حسد کے سبب سے ملک یوسف قوام خاں سے اتفاق کرکے غدر کا ارادہ کیا اور اس نیت سے ایک رات کو بام مسجد پر کہ دولت خانہ سے متصل تھا سیڑھیاں لگاکے اوپر چڑھے اور وہاں سے صحن سرا میں اُترے اور متردد تھے کہ کیا کریں اثنا میں محمود شاہ نے اپنے ترکش سے کئی آدمیوں کو زخمی کیا تو یہ جماعت جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے چلی گئی۔ ایک زخمی کو جو بھاگ نہیں سکتا تھا چھوڑ گئی۔ اوسنے ہر ایک کا نام جو اس غدر میں شریک تھے تبلا دیا۔ سلطان نے ان سب کی سیاست کی اگرچہ سلطان زادہ احمد بن سلطان ہوشنگ و ملک یوسف قوام الملک و ملک نصیر الدین دبیر اس غدر کے سرغنہ تھے مگر اعظم ہمایوں نے اونکی تقصیرات کا استعفا کیا۔ شاہزادہ احمد خاں غوری بن سلطان ہوشنگ کو اسلام آباد اور ملک یوسف قوام خاں کو بھیلسہ اور ملک جہاد کو ہوشنگ آباد اور ملک نصیر الدین المخاطب نصرت خاں کو چندیری اقطاع میں دئے گئے۔ شاہزادہ احمد خاں نے اسلام آباد میں پہنچکر فتنہ و

ایلچی گری کے لئے طلب کرتا ہے اونکو یہ خیال تھا کہ وہ آجائیگا تو ہم سب ملکر اوسکو مارڈالینگے مگر سلطان کی وفات سے محمود خاں آگاہ تھا۔ اوسنے کہا کہ میں نے شغل دنیا چھوڑا اب میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب کشی کرتا رہوں۔ باوجود اس ارادہ کے اس سبب سے کہ میرے مغز و استخواں نے دولت سلطان ہوشنگ سے پرورش پائی ہے اگر امرا میرے گھر آئینگے اور تمام شقوق و تدابیر کو بیان کرینگے تو جو قرار پائے گا اُسے سلطان سے عرض کردینا۔ ملک بایزید شیخانے کہا کہ محمود خاں کو ابھی سلطان کے مرنے کی خبر نہیں ہوئی ہے اگر سب امرا اُسکے گھر چلینگے تو اوسکو دولت خانہ میں ساتھ لے آئیں گے پھر اوسکا دم نکال لینگے ملک شیخا کے کہنے سے محمود خاں کے گھر امرا گئے۔ اوسنے اُنسے پوچھا کہ سلطان مست ہے یا ہشیار اوسنے اپنے آدمیوں کو چھپا رکھا تھا وہ دفعۃً ان امرا پر آن گرے اور اونکو قید کر کے موکلونکے حوالہ کیا۔ اس واقعہ سے جو امرا مسعود خاں پاس موجود تھے اونکو غیرت آئی۔ اونہوں نے چتر ہوشنگ شاہ کی قبر پر سے لاکر مسعود خاں کے سر پر رکھا۔ محمود خاں یہ حال سُنکر سوار ہوا اور دولت خانہ کی طرف آیا کہ شاہزادہ مسعود کو گرفتار کر کے اپنی کارسازی کرے۔ جب وہ دولت خانہ کے قریب آیا تو تیر و نیزہ سے شام تک لڑائی رہی۔ جب آفتاب غروب ہوا تو شاہزادہ مسعود خاں و شاہزادہ عمر خاں اور امرا بھاگ گئے۔ دولت خانہ خالی ہوا۔ محمود خاں اس میں گیا۔ باپ کے بلانے کے لئے خاں جہاں کو بیجا کہ سلطنت آپکا حق ہے۔ جلد آئیے۔ اور تخت سلطانی پر جلوس فرمائیے۔ جہاں بان کا ہونا جہان میں ضرور ہے اگر تخت بادشاہ سے خالی رہا تو ایسے فتنے پیدا ہونگے کہ اونکا تدارک مشکل سے ہوگا۔ مملکت مالوہ وسیع ہے۔ ابھی مفسد و متمرد خواب سے بیدار نہیں ہوئے کہ ہر طرف فتنہ برپا نہیں ہوا۔ باپنے جواب دیا کہ بادشاہ وہ ہوتا ہی جو علو نژاد و کمال سخاوت و شجاعت زیادتی عقل سے موصوف ہو۔ اس سے مہمات سلطنت کو رونق ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ یہ صفات کہ سلاطین میں ہوتی ہیں تجھ فرزند میں موجود ہیں تو بساط سلطنت پر قدم رکھ۔ غرض وہ نیک مہورت میں تخت پر بیٹھا۔ سب امرا اور بزرگوں نے اُسکے ہاتھ پر بوسہ دیکر سلطنت کی مبارکباد دی۔ ایام سلطنت سلطان محمد شاہ غوری کی ایکسال اور چند ماہ تھی۔

طاق نسیاں پر رکھا اور شرب مدام کی عادت کی۔ اس سبب سے قدیمی دولت خواہوں کو
انتقال سلطنت وزوال دولت غوریہ کا وہم ہوا ادنھوں نے ایک حرم کو پیغام بھیجا۔ کہ
محمود خاں کے دماغ میں زاغ حرص نے عجب وپندار کا بیضہ دیا ہے۔ اوسکو یہ فکر ہے کہ
سلطان کو درمیان سے اُٹھائے خود سریر سلطنت پر بیٹھ جائے۔ تو سلطان محمدؒ نے آدمیوں کے
ساتھ اتفاق کرکے یہ چاہا کہ پہلے اس سے کہ اوسکا خیال فاسد وقوع میں آئے اسکا کام تمام کیا
جائے۔ جب محمود خاں کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے کہا کہ الحمد للہ علیٰ کل حال کہ نقض عہد میری جانب
سے نہیں ہوا وہ اپنے کار کے فکر میں تیاری میں ہر وقت رہنے لگا۔ حزم کے احتیاط کے ساتھ
سلطان محمدؒ کے سامنے آمد وشد کرتا۔ جب سلطان محمدؒ نے یہ محمود خاں کی ہوشیاری دیکھی تو
اوسکو خوف وہراس اور زیادہ ہوا۔ ایک دن وہ محمود خاں کا ہاتھ پکڑ کے حرم میں لے گیا اور
اپنی بیوی کو کہ محمود خاں کی بہن تھی حاضر کیا۔ اور کہا کہ میں محمود خاں سے کہتا ہوں کہ
میرے گناہ کو بخش اور مجھے توقع ہے کہ تو مجھے آزار جانی نہیں پہنچائے گا۔ امور سلطنت بے
نزاع ومخالفت تجھے مبارک ہوں۔ محمود خاں نے کہا کہ سلطان جو اس کی باتیں کہتا ہے
اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی خاطر سے عہد وسوگند فراموش ہوگئے۔ اگر کسی منافق نے
اپنی غرض فاسد کے سبب سے جناب سے کچھ معروض کیا ہے تو آخر میں وہ خجل وشرمسار ہوگا
اگر میری جانب سے سلطان کی خاطر میں کوئی دغدغہ ہے میں اب تنہا ہوں اور کوئی نہیں ہے
کہ میری طرف سے فراحمت وممانعت کرے ؎

اگر سر مہر داری انیک دل   در سر قہر داری انیک جاں

طرفین سے ملائمت وچاپلوسی کی باتیں ہوئیں مگر سلطان پر خفیف العقل ہونے کے سبب سے
واہمہ غالب تھا۔ ہر لحظہ ایسی ادائیں کرتا جس سے نا اعتمادی صادر ہوئی۔ محمود خاں نے سلطان محمدؒ
کے ساقی کو بہت سا روپیہ دیکر شراب میں زہر ملوا دیا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ جب امرا کو اس پر
اطلاع ہوئی تو اونہوں نے مسعود خاں بن سلطان محمدؒ کو کہ تیرہ سال کا تھا تخت پر بٹھایا اور
سلطان کی وفات کو چھپایا۔ اور محمود خاں کو ملک بایزید شیخا کی زبانی کہلا بھیجا کہ سلطان گجرات کی

اور بہت رویا اُسوقت امرائے بیک غزنین خاں کے پاؤں کو چومتے تھے اور ہائے ہائے کرکے
روتے تھے۔ جب غزنیں نے امرا اور بزرگوں کی ہیئت سے اپنا استحکام دیکھا تو وہ سلطان ہوشنگ
کی نعش لیکر منڈو چلا۔ ۹۔ ذی الحجہ کو یہاں اوس کو خاک کو سونپا۔ سلطان ہوشنگ کی مدت
سلطنت ۳۰ سال تھی تاریخ وفات اوسکی آہ شاہ ہوشنگ ہے۔ اوسکا مقبرہ گچ و سنگ
سے بنایا ہے۔ ہمیشہ اوسکے اندر کی طرف پانی ٹپکتا ہے مگر برسات میں نہیں۔ غالباً پتھروں
کی فرجوں میں جو ہوا گذرتی ہے اوسکا استحالہ پانی میں ہو جاتا ہے لیکن اہل ہند اسکو
سلطان ہوشنگ کی کرامات جانتے ہیں کہ اوسکے غم میں پتھر بھی روتے ہیں۔

ذکر سلطنت سلطان غزنیں المخاطب محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ

۱۱۔ ذی الحجہ ۸۳۸ھ کو ملک اشرف اور محمود خاں کی سعی سے غزنیں خاں کے سر پر تاج
فرمانداہی رکھا گیا۔ سلطان محمد شاہ خطاب ہوا۔ امرا نے طوعاً و کرہاً اس سبب سے بیعت کی کہ
سلطان ہوشنگ کا مختار اسکا طرفدار تھا۔ سب امرا کے وظیفے و جاگیریں برقرار رہیں انہیں تبدیل
نہیں ہوئی۔ ملک اشرف و محمود خاں کی حُسن کاردانی سے ملک نے رواج و رونق تازہ پائی
جمہور خلائق اوسکی سلطنت کو چاہنے اور اُس سے دلی محبت کرنے لگے۔ ملک مغیث المخاطب
ملک اشرف کو مسند عالی کا خطاب ملا۔ اور وزارت ملی اور محمود خاں امیر الامرا ہوا۔ مگر
کچھ دنوں کے بعد غزنیں خاں نے اپنے بھائیوں کا خون ناحق اپنی گردن پر لیا اور
نظام خاں برادر زادہ اور داماد کی اور اوس کے تین فرزندوں کی آنکھوں میں سلائی
پھروائی۔ تو لوگوں کے دل اُس سے متنفر ہو گئے اور اونکو محبت کی جگہ عداوت ہوگئی۔ اُسکو
اپنے مظلوم برادر زادوں کا خون کرنا مبارک نہ ہوا۔ تھوڑی سی مدت میں اوسکی مملکت
میں ارباب فساد نے علم طغیان بلند کیا اور فتنے کے غبار کو اوٹھایا۔ نان دوئی
رجپوتوں نے اطاعت سے باہر قدم رکھا۔ کچھ ملک پر تاخت کی۔ جب سلطان محمد کو یہ خبر
ہوئی تو ۱۵۔ ربیع الاول ۸۳۹ھ کو سید خاں جہاں کو دس ہاتھی اور خلعت خاص دئے اور
اس جماعت کی تنبیہ کے لئے معین کیا۔ اب اوسنے سرانجام مہام سپاہ اور ولایت کو تو

کو نہ تلف کر دے وہ نہ گئے۔ جانتے تھے کہ تھوڑی دیر کا وہ مہمان ہے جب غزنیں خاں کو یہ خبر ہوئی تو وہ خفیف العقل ہونے کے سبب سے تین منزل پرگنا گرون کو چلا گیا اور عمدۃ الملک کو محمود خاں پاس بھیجا کہ اور امرا تو عثمان خاں کے طرفدار ہو گئے ہیں میں تیرے سوا کوئی خیر خواہ نہیں رکھتا سلطان نے ترکش طلب کیا تھا مجھے خوف ہوا کہ مبادا امرا مجھے مقید کر کے اور بھائیوں کا ساتھی بنائیں اس لئے اردو سے باہر چلا آیا ہوں۔ محمود خاں نے جواب بھیجا کہ آپ نے سلطان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ میں پچاس گھوڑوں کے طلب کرنے کا سبب سلطان سے عرض کر دوں گا۔ پھر غزنیں خاں نے عمدۃ الملک کو محمود خاں پاس بھیجا کہ خواجہ سرا نا ملائم باتیں سلطان سے عرض کرتے ہیں مجھے خوف لگ رہا ہے۔ محمود خاں نے جواب دیا کہ کچھ قصہ نہیں ہے جلد لشکر میں آجاؤ کہ وقت تنگ ہے اور آفتاب غروب ہونے کو ہے اور عمدۃ الملک کی موجودگی میں ملک مغیث کو خط لکھا کہ جسکا مضمون یہ تھا کہ حضرت سلطان نے غزنیں خاں کو ولیعہد اور اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔ بیماری سے سلطان کا حال زبون ہے سب کو اوسکی زندگی سے مایوسی ہے چاہئے کہ شہزادہ عثمان خاں کی حفاظت میں زیادہ اہتمام کرو۔ عمدۃ الملک نے جا کر جب غزنیں خاں سے اس خط کا مضمون عرض کیا تو وہ نہایت مسرور ہوا اور اردو میں آگیا۔ خان جہاں عارض ممالک اور خواجہ سرایوں نے جو عثمان خاں کے ہوا خواہ تھے یہ مشورہ کیا کہ علی الصباح محمود خاں کی اطلاع بغیر سلطان کو پالکی میں منڈو کو لیجائیں اور عثمان کو قید سے نکال کر بادشاہ بنائیں۔ دوسرے روز وہ سلطان کو پالکی میں منڈو کو لیجاتے تھے کہ سلطان کا دم نکل گیا۔ محمود خاں و شہزادہ غزنیں خاں بھی یہاں آگئے محمود خاں نے بارگاہ سلطانی کھڑا کیا اور تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا۔ امرا اپنے کونے میں چلے گئے۔ بعد تجہیز و تکفین کے محمود خاں نے بآواز بلند کہا کہ سلطان ہوشنگ نے خدا کے حکم سے قضا پائی اور غزنیں خاں کو کہ خلف الصدق اوس کا ہے اپنا ولی عہد اور قائم مقام مقرر کیا تھا۔ اب جو کوئی اوسکے موافق ہے بیعت کرے اور جو مخالف ہے وہ لشکر سے جدا ہو جائے اور اپنا فکر کرے یہ کہکر غزنیں خاں کے ہاتھ پر اوسنے بوسہ دیا اور بیعت کی

قسم کھائی کہ جب تک میری حیات میں رمق باقی ہے میں شاہزادہ کی طرفداری نہیں چھوڑوں گا
جب امرا کو ان امور پر وقوف ہوا تو ملک مبارک غازی نے محمود خاں سے جاکر کہا کہ جب سے
سلطنت و وزارت ہوئی ہے کوئی آپ جیسا وزیر مسند وزارت پر نہیں بیٹھا۔ لیکن تعجب ہی کہ
باوجودیکہ عثمان خاں زیور سخاوت و شجاعت و دادگری و رعیت پروری سے آراستہ ہی ولیعہدی
سلطانزادہ غزنیں خاں کے لئے تجویز کیجائے۔ شہزادہ عثمان خاں ملک مغیث کا داماد بھی
ہے اوسکے فرزند آپ ہی کے فرزند ہیں۔ اگر سلطان پر ضعف نہ طاری ہوتا اور قوی میں فتور
نہ ہوتا تو وہ غزنیں خاں کو ولیعہد نہ مقرر کرتا اب سب امرا خوانین کی استدعا ہے کہ آپ شاہزادہ
عثمان خاں کے حال پر متوجہ ہوں اُسکے سر پر دست مرحمت رکھیں۔ محمود خاں جانتا تھا کہ
فی الواقع عثمان خاں رشید و شائستہ سلطنت ہے اسلیئے اوسکے نہ ہونے کو اپنے حق میں
بہتر جانتا تھا اوسنے یہ جواب دیا کہ بندہ کو بندگی سے کام ہے خواجگی و خداوندی بادشاہ جانے
اتفاق سے عمدۃ الملک بھی خیمہ کے پاس یہ باتیں سُنتا تھا اوسنے غزنیں خاں سے جاکر
کہیں تو اوسکو محمود خاں کی جانب سے اور اطمینان ہوگیا۔ جب سلطان ہوشنگ کی حیات
سے امرا مایوس ہوئے تو ظفر خاں نے ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان خاں کو قیدخانہ سے نکال کر
اوسکو اپنے ساتھ متفق کرے اس ارادہ سے وہ اردو سے بھاگ گیا۔ جب یہ خبر محمود خاں کو
ہوئی تو اوسنے غزنیں خاں کو خبر دی وہ تدارک کے درپے ہوا ملک حسن و ملک برخوردار کو
تعین فرمایا کہ اصطبل میں پچاس گھوڑے تیار رکھے۔ میر آخور عثمان خاں کا ہوا خواہ تھا
اوسنے کہا کہ ابھی سلطان زندہ ہے اوسکے حکم بغیر ایک گھوڑا نہ دونگا اور فی الفور جاکر ایک
خواجہ سرا سے جو عثمان خاں کا معتبر تھا یہ بات کہی۔ خواجہ سرا جانتا تھا کہ اس بات سے سلطان
غضب ہوگا میر آخور کو تعلیم کی کہ سلطان کے تکیہ گاہ کے قریب جاکر اس بات کو بلند آواز سے
کہہ کہ بادشاہ بھی سُن لے جس سے اوسکے دل میں آئے کہ ابھی میں زندہ ہوں اور غزنیں خاں
میرے مال میں تصرف کرتا ہی میر آخور نے اس بات کو بہت آب و تاب سے کہا سلطان نے سُنکر کہا
کہ میرا ترکش کہاں ہے اور امرا کو طلب کیا۔ امرا کو خوف ہوا کہ اس تزویر سے کہیں سلطان غزنیں خاں

اور پانچسو ٹنکہ اوسکو انعام ملا۔ فیروزشاہ نے کہاکہ یہ تشبیہ آفتاب عمر کے غروب ہونے کی ہے چند روز بعد وہ مرگیا۔ میں بھی جانتا ہوں کہ میری عمر تمام ہوئی چند نفس باقی ہیں حضار مجلس نے دعاو ثنا کے بعد عرض کیاکہ جس روز سلطان فیروز نے یہ بات کہی تھی اوسکی عمر نوتے برس کی تھی حضرت سلطان کا زمانہ عنفوان جوانی اور کامرانی کا ہے۔ ہوشنگ نے کہاکہ انفاس عمر زیادہ نقصان کے قابل نہیں ہیں پس چند روز بعد سلطان کو سلسل بول کا مرض ہوا۔ جب اوس نے اپنے مرنے کے آثار دیکھے تو ہوشنگ آباد سے منڈو میں چلا آیا۔ ایک دن دربار عام میں اپنے سب سے بڑے بیٹے غزنیں خاں کو انگشتر مملکت دی اور اپنا ولی عہد کیا۔ اس کا ہاتھ محمود خاں کے ہاتھ میں دیا۔ محمود خاں نے معروض کیاکہ جب تک زندگانی رمق باقی ہے بندہ خدمت گزاری اور جاں سپاری کے لئے حاضر ہے پھر امیر اور وزیر کو وصیت فرمائی کہ ساخت مملکت نفاق و مخاصمت کے غبار سے مکدر نہ کرنا۔ اوسنے اپنی فراست سے دریافت کرلیا تھا کہ محمود خاں خود سلطنت کو چاہتا ہے اس لئے اوس کو مکرر نصایح و مواعظ کئے اور حقوق تربیت یاد دلائے اور کہاکہ سلطان احمد شاہ گجراتی باشوکت و صاحب شمشیر ہے ہر وقت وہ مالوہ کی تسخیر کا ارادہ رکھتا ہے ہر وقت فرصت کا منتظر رہتا ہے اگر مہام مملکت کے سرانجام میں اور سپاہ و رعیت کے احوال کے پرداخت میں تساہل و تکاہل ہوگا۔ اور شاہزادہ کی مراعات میں تہاون ہوگا تو وہ اس ولایت کی تسخیر کا عزم مصمم کریگا تمہاری جمعیت میں تفرقہ ڈال دیگا۔ دوسری منزل میں محمود خاں نے شاہزادہ کے ساتھ عقد بیعت کو سوگند سے موکد کیا۔ عثمان کے ہوا خواہوں نے سلطان سے عرض کیاکہ سلطان زادہ عثمان خاں بھی شائستہ فرزند ہے اگر قید سے خلاص ہو اور مالوہ کا ایک حصہ اوس کی جاگیر میں دیا جائے تو انسب و لایق ہے۔ سلطان ہوشنگ نے کہاکہ یہ بات میرے دل میں بھی آئی تھی مگر عثمان خاں کو چھوڑ دوں تو سلطنت میں فتنہ عظیم برپا ہو جائیگا۔ جب غزنیں خاں نے سنا کہ بعض امرا عثمان خاں کی استخلاص میں سعی کرتے ہیں تو اوسنے پھر عمدۃ الملک کو محمود خاں پاس بہیجا کہ مرے حضور میں آن قسم کہائے تو مجھے اطمینان زیادہ ہو محمود خاں نے شاہزادہ پاس جاکر

ملجا و ماوا بنا رکھا ہے۔ ان عرائض کے آنے کے وقت سلطان ہوشنگ کی اولاد میں نزاع ہوا۔ سلطان کے سات بیٹے اور تین لڑکیاں تہیں۔ تین بیٹے دختر عالم خاں حاکم اسیر سے پیدا ہوئے جنکے نام عثمان خاں و فتح خاں و ہیبت خاں تھے یہ باہم متفق تھے اور بیٹے احمد خاں و عمر خاں و ابو اسحاق خاں۔ سب سے بڑے بیٹے غزنین خاں کے ساتھ متفق تھے۔ عثمان خاں و غزنین خاں میں ہمیشہ نزاع رہتی اور امرا اور سپاہ کی جماعتیں جدا جدا ونمیں سے ہر ایک کی طرفدار تہیں، سلطان ہوشنگ کو اس مخالفت سے کلفت تھی۔ ملک مغیث اور اوسکا بیٹا محمود خاں کہ نہایت عادل و کاردان تھے وسلطان کی استرضا میں کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ مکرر سلطان ہوشنگ کی زبان پر یہ بات آئی تھی کہ محمود خاں میری ولیعہدی کی لیاقت رکھتا ہے۔ ملک مغیث نے عرض کیا کہ شاہزادوں کو بقا ہو ہم بندے ہیں سوا جان سپاری اور خدمت گاری کے ہمارا کام اور نہیں ہے۔ ایکدن کالپی کی راہ میں عثمان خاں نے برادر بزرگ غزنین خاں سے بڑی بے ادبی کی۔ اوسنے اپنے ایک نوکر کو شہزادہ غزنین خاں کے حرم میں بہیجا جسنے جاکر غزنین خاں کو خوب گالیاں سنائیں جسکے سبب سے نوکروں میں خوب لکد کوب ہوئی۔ عثمان خاں باپ کے خوف سے بھاگ گیا۔ امرا سے وعدے و لحوش لحن کرکے فریفتہ کیا اور غدر مچایا۔ سلطان ہوشنگ اور زیادہ خفا ہوا۔ ملک مغیث سے اس باب میں مشورہ کیا تو اوسنے کہہ دیا کہ اس قسم کی حرکتیں شہزادوں سے مکرر وقوع میں آئی ہیں اور معاف کی گئی ہیں۔ ابکی دفعہ بھی اغماض کیا جائے۔ سلطان ہوشنگ نے تغافل کیا۔ عثمان لشکر میں آگیا۔ اسی اثنا میں سلطان نے دربار عام کیا۔ عثمان خاں و فتح خاں و ہیبت خاں کو خطاب و عتاب سے سخت ایذا پہنچائی اور اونکو پابزنجیر کرکے ملک مغیث کے حوالہ کیا کہ منڈو میں اونکی تادیب کرے۔ یہ کام کرکے وہ کوہ جابیہ کی طرف آیا۔ متواتر کوچ کرکے حوض بہیم کو توڑا۔ راجہ کو جنگل میں بھگایا۔ اہل و عیال و مال و منال سب سرکشوں کا لے لیا۔ عورتوں بچوں کو اسیر کیا اور ہوشنگ آباد میں آیا۔ ایک دن وہ شکار کے لئے سوار ہوا۔ اثنائے سیر میں تاج سلطان سے لعل بدخشانی جدا ہوکر گر پڑا تیسرے دن ایک پیادہ نے اوسکو لاکر سلطان کو دیا اور پانسو ٹنکہ انعام پایا سلطان ہوشنگ نے اس تقریب میں ایک حکایت بیان کی کہ ایک دن سلطان فیروز شاہ کے تاج کا لعل گر پڑا۔ پیادہ اوس کو لایا

کہ اوسنے یہ سُنا کہ سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں راجہ کی مدد کو بیانہ کی راہ سے آتا ہے تو
سلطان ہوشنگ محاصرہ کو چھوڑ کر دہولپور تک اُس سے لڑنے گیا۔ مگر چند روز کے بعد حرف صلح درمیان
آیا آپس میں ایک دوسرے نے تحفے دئے اور اپنے اپنے دار الملک کو روانہ ہوئے۔ ۸۳۲ھ ۱۴۲۸ کو
احمد شاہ بہمنی والی دکن نے کہیرلہ کی تسخیر کے لئے کوچ کیا۔ یہاں آنکر اوسکو احاطہ کیا۔ ضابطہ
حصار پسر نرسنگ رائے مقتول نے جو سلطان ہوشنگ کے حکم سے یہاں کا حاکم تھا اپنا آدمی
بہیجکر سلطان ہوشنگ سے امداد طلب کی۔ سلطان ہوشنگ اس طرف روانہ ہوا کہیرلہ کے
نزدیک آیا تو دکہنیوں نے اپنی ولایت کو مراجعت کی سلطان ہوشنگ نے اوس کو دکنیوں کی
عجز پر حمل کیا۔ رائے کہیرلہ نے اوسکو اغوا کیا وہ دکنیوں کے تعاقب میں گیا۔ دکنیوں نے
لڑکر اوسکو شکست دی اور سارا اسباب اوسکا چھین لیا وہ بھاگا اوسکی کل عورتیں اور لڑکیاں
دکنیوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئیں۔ سلطان احمد شاہ دکنی نے اِن عورتوں کی بڑی مہمانداری
کی اور ہر ایک کو زریں جامے دئے اونکے ساتھ اپنے پانچ سو سوار اور ایک امین ہمراہ کیا
اور سلطان ہوشنگ پاس بہجوا دیا۔

۸۳۶ھ ۱۴۳۲ میں کالپی کی تسخیر کے قصد سے سلطان ہوشنگ منڈو سے روانہ ہوا۔ کالپی میں
سلطان مبارک شاہ بادشاہ دہلی کی طرف عبد القادر حاکم تھا۔ جب اس نواحی میں آیا تو اُسنے
سُنا کہ سلطان ابراہیم شرقی بھی اپنے دار الملک جونپور سے کالپی کی تسخیر کے ارادہ سے کوچ
پر کوچ کئے چلا آتا ہے سلطان ہوشنگ نے اسکے دفع کرنے کو کالپی کی تسخیر کو مقدم جانا۔ جب
دونو لشکر نزدیک ہوئے اور آجکل میں لڑائی ہونے والی تھی کہ شاہ ابراہیم شرقی کو خبر ہوئی
سلطان مبارک شاہ فرمانروائے دہلی جونپور کا عازم ہے اس لئے سلطان ابراہیم جونپور
کو واپس چلا گیا۔ سلطان ہوشنگ نے بے نزاع کالپی پر قبضہ کیا اور وہاں اپنے نام کا خطبہ
پڑہوایا چند روز یہاں رہکر عبد القادر ہی کو جو سابق میں ضابط کالپی تہا اپنی طرف سے
یہاں حاکم مقرر کیا۔ مالوہ کو مراجعت کی اثنا راہ میں تہانہ داروں کی عرائض آئیں کہ
کوہ چاپیہ کی جانب سے متمردوں نے آنکر مالوہ میں بعض مواضع اور قریات کو حوض بھیم تک اپنا

حق ہمارے اور تمہارے درمیان نہے۔ہماری ولایت کا تاراج کرنا اور اہل ولایت کا خون کرنا وبال بہت رکھتا ہے۔جنگ صف میں جماعت جماعت و فوج فوج مسلمان زخمی ہوتے ہیں لایق وانسب یہ ہے کہ اب آگے آپ خرابی کے درپے نہوں اور اپنے دار الملک کو تشریف لے جائیں متعاقب ایلچی اور پیشکش بھیجی جائے گی۔سلطان احمد شاہ نے اُس کی باتوں کا اعتماد کرلیا اور اس رات کو اپنے لشکر کی محافظت وحزم و احتیاط میں کاہلی کی۔اس پر سلطان ہوشنگ نے فرصت پاکر ۱۲۔ماہ محرم کو ۸۲۶ھ؁ ۱۴۲۲ کو شب خون مارا۔گجراتی غافل تھے اونکے بہت آدمی مارے گئے۔سلطان احمد کی بارگاہ کے قریب رائے سامت راجہ ذنڈہ عرف کری پانسو راجپوتوں کے ساتھ مارا گیا۔جب سلطان احمد شاہ سراپردہ سے نکلا تو اُسنے ایک اور ہی عالم دیکھا۔لشکر میں سے ایک آدمی کو ساتھ لیکر وہ صحرا میں ٹھیرا۔صبح کو آدمی اوس پاس جمع ہوئے تو اوسنے ہوشنگ کی فوج پر تاخت کی معرکہ جدال و قتال ایسا گرم ہوا کہ دونوں بادشاہ زخمی ہوئے۔آخر کو ہوشنگ کہ فیروز جنگ نہ تھا قلعہ سارنگ پور میں آیا گجراتیوں کو سات جنگی فیل اور اور غنائم ہاتھ لگیں۔بعد اس فتح کے ۱۳۔ربیع الاول کو سلطان عازم گجرات ہوا۔جب ہوشنگ کو یہ خبر ہوئی تو غرور و دلیری سے تعاقب کیا۔بہت پس ماندوں کو ہلاک کیا۔سلطان احمد نے ناچار پھر کر لڑائی شروع کی۔صدمہ اول میں سلطان ہوشنگ کے مقدمہ کے بہت آدمی غنیم نے ہلاک کئے۔سلطان احمد نے خود میدان جنگ میں جاکر فتح حاصل کی سلطان ہوشنگ کا بازوئے شجاعت سُست ہوا۔قلعہ سارنگ پور میں پناہ لی۔اس لڑائی میں چار ہزار نو سو مالوی مارے گئے۔ان سب کا اسباب گجراتیوں کو ہاتھ لگا۔سلطان احمد اپنی سرحد میں گیا۔سلطان ہوشنگ منڈو میں آیا۔شکست و ریخت کو درست کیا سلطان ہوشنگ کے جاج نگر جانے کی اور پائے حصار میں آنے کی اور اور روایات جو ضعف سے خالی نہیں وہ تاریخ گجرات میں بیان ہوئیں یہاں اون کے مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اسی سال میں سلطان ہوشنگ نے قلعہ گاگرون تھوڑی مدت میں فتح کرلیا اور یہاں سے قلعہ گوالیار کی طرف تسخیر کے عزم سے کوچ کیا اور ایک مہینہ چند روز تک اُسنے محاصرہ کیا

پس اپنی جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوکر راجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ راجہ کے اوسان اُڑے
کہ یہ کیا بلا سر پر آئی۔ لڑائی ہوئی راجہ کے کچھ آدمی مارے گئے کچھ بھاگ گئے راجہ زندہ گرفتار ہوا
سلطان ہوشنگ نے راجہ سے کہا کہ میں سلطان مالوہ ہوں ہاتھیوں کے خریدنے کے لئے آیا تھا
اب میرا اسباب ضائع ہوا ناچار تجھے گرفتار کیا۔ راجہ نے ہوشنگ کی جرأت پر تعجب کیا۔ اوسنے
آدمی کو بھیجکر کل اپنے ہاتھی منگائے۔ ۷۵ ہاتھی سلطان ہوشنگ پاس آئے۔ وہ راجہ کو اوسکے
راج کی سرحد تک لے گیا۔ اور پھر اوسکو رخصت کیا۔ راجہ کو ہوشنگ کی شجاعت پسند آئی اسلئے
اوسنے چند فیل اور اُس پاس بھیجدیئے۔ سلطان ہوشنگ نے سُنا کہ سلطان احمدؔ گجراتی مملکت کو
خالی دیکھ کر مالوہ میں آیا ہے۔ منڈو کو محاصرہ کر رکھا ہے۔ جب ہوشنگ کھیرلہ پر متصرف ہوا
اور وہاں کے راجہ کو مقید کیا اور معتبر آدمیوں کے سپرد کیا تو لشکر جو مالوہ سے آیا تھا اوسکو
ساتھ لے منڈو کو روانہ ہوا۔ جب اوسکے نزدیک آیا تو سلطان گجراتی نے امراء و سپاہ کو مورچوں
سے لڑنے کو بلایا مگر ہوشنگ لڑائی کی طرف متوجہ نہ ہوا قلعہ میں چلا آیا۔ قلعہ منڈو کا حال یہ ہے
کہ وہ ایک بہت اونچے پہاڑ پر بنا ہوا ہے جس کا ۱۹ کروہ احاطہ ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ
بجائے خندق کے اس کے گرد مغاک ہے۔ قلعہ کے اندر آب و علف بہت ہے اس
قدر زمین میں گنجایش ہے کہ وہاں کھیتی بھی ہوسکتی ہے۔ کوئی لشکر اس کا محاصرہ
تمام وکمال نہیں کرسکتا۔ اکثر مواضع نواحی اس لائق نہیں ہیں کہ ان میں کوئی اتر سکے دکنی
دروازہ اس کا تاراپور کا دروازہ مشہور ہے۔ ایسا دشوار گذار ہے کہ سوار بھی مشکل سے
جاسکتا ہے۔ اسکی جس طرف سے جانا چاہو ایک کروہ بلندی کو طے کرنا پڑتا ہے آدمی جو راہوں
کی حفاظت کرتے ہیں اونکے درمیان پہاڑوں کے حائل ہونے کے سبب سے ایسی ہی دوری
رہتی ہے کہ اونکو آپس میں ایک دوسرے کی خبر نہیں ہوتی۔ دہلی دروازہ اسکا بہ نسبت اور راہوں
کے آسان گذار ہے۔ سلطان احمدؔ نے محاصرہ میں کچھ فائدہ نہ دیکھا وہ ملک کی تاخت و
تاراج میں مشغول ہوا۔ اجین میں ہوکر سارنگ پور میں آیا۔ سلطان ہوشنگ بھی ایک اور
راہ سے سارنگ پور میں آیا۔ اور از راہِ فریب سلطان احمدؔ شاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ اسلام کا

۸۲۵ھ ۱۴۲۱ء میں سلطان نے ایک ہزار سوار اپنے لشکر میں سے لئے اور سوداگروں کے لباس میں ولایت جاج نگر کو کہ ایک مہینے کے رستہ پر تھی روانہ ہوا۔ نقرہ رنگ کے گھوڑے جو یہاں کے راجہ کو بہت پسند تھے اور کچھ متاع جو اس ملک میں لوگ پسند کرتے ساتھ لیں۔ سلطان کی غرض اس سفر سے یہ تھی کہ ان گھوڑوں اور متاع کے عوض میں منتخب ہاتھی ہاتھ آجائیں تو اون کی قوت سے سلطان احمد گجراتی سے انتقام لیا جائے وہ جاج نگر کی حوالی میں پہنچا اور راجہ پاس آدمی بھیجکر اطلاع دی کہ ایک بڑا سوداگر ہاتھی خریدنے اور گھوڑے نقرہ رنگ و سبزہ رنگ کے اور اور قماش و متاع بیچنے لایا ہے۔ رائے جاج نگر نے پوچھا کہ یہ سوداگر دور کیوں پڑا ہے۔ اسکا جواب آیا کہ بہت سے سوداگر اوسکے ساتھ ہیں آب و صحرا دیکھکر اُسنے یہ منزل پسند کی ہے۔ اس ملک کی رسم تھی کہ اگر کوئی سوداگر معتبر آتا اور گھوڑے اور اسباب لاتا تو راجہ آدمی پہلے سے اس پاس بھیجتا کہ فلاں دن وہ گھوڑوں کے زین لگائے اور اسباب کو روئے زمین پر لگائے۔ راجہ سوار ہو کر گھوڑوں اور اسباب کو دیکھے گا۔ وہ وقت موعود پر آتا جو کچھ پسند کرتا۔ اوس کو ہاتھیوں سے معاوضہ کرتا۔ یا نقد قیمت دیتا۔ اس قاعدہ کے موافق راجہ نے ہوشنگ کو اطلاع دی کہ فلاں روز قافلہ میں آؤں گا گھوڑے تیار رہیں اسباب زمین پر لگایا جائے۔ میں ملاحظہ کر کے اوس کے عوض ہاتھی یا نقد قیمت دونگا سلطان نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ جو راجہ کہے وہ کرنا چاہئے راجہ نے آنے کا دن مقرر کیا۔ اور قافلہ میں چالیس ہاتھی بھیجدئے کہ اونکو اچھی طرح سے دیکھ بھال لیں اور اپنے گھوڑوں کو تیار رکھیں اور اسباب کو کھول کر زمین پر رکھیں برسات کا موسم تھا سلطان ہوشنگ نے عذر کیا کہ ہوا اور ابر ہے مبادا ہمارے اقمشہ ضائع ہوں۔ مگر راجہ کے آدمیوں نے محصلی کر کے اسباب کھلوایا۔ اس اثنا میں راجہ پانچسو آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اور اشیاء کے دیکھنے میں مشغول ہوا۔ مینہ موسلا دھار برسنے لگا اور بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے ہاتھی بھاگے اسباب جو زمین پر تھا وہ ہاتھیوں کے پاؤں تلے آنکر سب خراب ہو گیا لشکریوں نے کہ سوداگروں کے لباس میں تھے غل مچایا۔ سلطان ہوشنگ نے اپنی ڈاڑھی کے کچھ بال نوچ کر کہا کہ جس حال میں ہماری متاع خراب ہو گئی ہو ہم زندہ رہنا نہیں چاہتے

سلطان ہوشنگ مہروسہ میں ہے تو اوس کے فساد مٹانے کو مقدم جانا اور بہت جلد وہ مہروسہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور باوجود بارش کی کثرت کے ایلغار کرکے وہ پہنچا۔ جب جاسوسوں نے ہوشنگ کو احمد شاہ کے آنے کی اطلاع دی تو مضطرب ہوا جن زمینداروں نے عرائض بھیجکر فتنہ و فساد اُٹھایا تہا اون کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب اُن میں بوئے خیر نہ دیکھی تو اُن کو ناسزا باتیں کہیں اور لعنت و ملامت کی اور جس راہ سے گیا تھا اوسی راہ سے گڈی کہاتا ہوا چلا آیا۔ سلطان احمد شاہ نے مہروسہ میں چندروز لشکر کے جمع کرنے کے لئے قیام کیا۔ ماہ صفر ۸۲۲ھ ۱۴۱۹ء کو مالوہ کی طرف متوجہ ہوا متواتر کوچ کرکے کالیادہ کے نواح میں آیا۔ سلطان ہوشنگ جنگ کا آہنگ کرکے چند منزل آگے آیا مگر لڑکر منڈو کو بہاگا۔ سلطان کی سپاہ نے اُس کا تعاقب قلعہ منڈو کے دروازہ تک کیا۔ اوسکو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ خود ظفر آباد نعلچہ تک آیا چندروز یہاں توقف کیا۔ اطراف ولایت میں افواج بہیجی۔ چونکہ قلعہ منڈو نہایت مستحکم تہا تو وہ دہار کی طرف چلا گیا وہاں سے اوجین جانا چاہتا تھا کہ برسات کا موسم آگیا۔ امراء وزراء نے سلطان کو صلاح دی کہ بالفعل گجرات چلئے سال آیندہ میں مفسدوں کو سزا دے کر مالوہ کی تسخیر میں مصروف ہو جئے سلطان احمد شاہ گجرات میں آیا۔ اسی سال میں ملک محمود فرزند ملک مغیث کی پیشانی میں نجابت و کاروانی کے آثار ہوشنگ نے دیکہے تو اوسکو محمود خاں کا خطاب دیا اور باپ کے ساتھ مہمات ملکی میں شریک کیا۔ جب سلطان کہیں جاتا تو ملک مغیث کو قلعہ میں چھوڑ جاتا اور محمود خاں کو ہمراہ لے جاتا۔ آخر سال میں سلطان احمد نے چاہا کہ ولایت مالوہ میں آنکر جو کچھ کرسکوں اسمیں تقصیر نہ کروں۔ سلطان ہوشنگ نے اوسکے ارادہ سے آگاہ ہوکر تحفے و ہدیے بہیجے۔ اور صلح کا طالب ہوا۔ سلطان احمد نے پیشکش لے لی اور صلح قبول کرلی۔ ۸۲۵ھ ۱۴۲۲ء میں سلطان ہوشنگ سرحد برار میں قلعہ کہیرلہ پر لشکر لے گیا۔ یہاں کے حاکم نرسنگہ رائے نے پچاس ہزار پیادے اور سوار لڑنے کے لئے بہیجے۔ سخت لڑائی کے بعد سلطان ہوشنگ نے فتح پائی۔ نرسنگہ رائے نے شکست پائی سلطان نے قلعہ سارنگ گڈہ کو کہ نرسنگ رائے سے تعلق رکہتا تہا احاطہ کیا اور مفتوح کیا خزانہ و ہ نامی ہاتھی لئے قلعہ کہیرلہ میں نرسنگ رائے کا بیٹا تہا اوسکو مطیع و باج گزار کیا اور خود منڈو میں چلا آیا۔

لشکر گراں کے ساتھ بہروچ میں گیا اوسکو محاصرہ کیا۔ فیروز خاں وہیبت خاں سپاہ احمد شاہی کی ہیبت وکثرت وسطوت کے خوف سے احمد شاہ سے جاملے۔ سلطان ہوشنگ مراجعت کرکے دہار میں چلا آیا۔ ابھی عرق تشویر وخجالت اسکی پیشانی پر خشک نہیں ہوا تھا کہ پھر اعمال شنیعہ شروع کئے۔

۸۲۱ھ میں اسنے سُنا کہ احمد شاہ گجراتی راجہ جالوارہ سے لڑنے گیا ہے اور اوس کے محاصرہ میں لگ رہا ہے اسی حال میں جلوارہ کا خط استعانت کی درخواست میں آیا اور راجہ کے ایلچی نے کمک کے باب میں مبالغہ حد سے زیادہ کیا۔ سلطان ہوشنگ نے مقدمات سابق کو فراموش کرکے لشکر کا سامان درست کیا اور پھر گجرات کی طرف چلا اور ان ممالک میں بہت خرابی مچائی۔ سلطان احمد شاہ بمجرد اس خبر کے سُننے کے ہوشنگ کے دفع کرنے پر متوجہ ہوا۔ جب یہ دونوں قریب ہوئے اور راجہ جالوارہ سے کوئی مدد نہیں پہنچی تو سلطان ہوشنگ نے بے اختیار اپنے ملک کو مراجعت کی اور اس مدت میں نصیر خاں فاروقی پسر کلاں حاکم خاندیس کا قصد یہ تھا کہ قصبہ تال نیر کو کہ اوسکے باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے ملک افتخار کو دیا تھا اُس سے چھین لے۔ ہوشنگ سے نصیر خاں کمک کا طالب ہوا۔ اوسنے اپنے بیٹے غزنیں خاں کو پندرہ ہزار سوار کے ساتھ اوس کی مدد کو بھیجا اس مدد کے سبب سے نصیر خاں فاروقی نے قلعہ تال نیر کو لے لیا اور حوالی سلطان پور میں گیا۔ سلطان احمد شاہ اونکی تادیب کے لئے روانہ ہوا۔ زمینداران گجرات خصوصاً راجہ جالوارہ وراجہ محمد آباد چنپانیر وراجہ ناودوت وایدر نے فرصت پاکر پے در پے عرائض سلطان ہوشنگ کی خدمت میں بھیجیں کہ اول مرتبہ خدمت گزاری میں تساہل وتجاہل ہوا مگر اس مرتبہ جانسپاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوگا۔ اگر جناب گجرات کی طرف متوجہ ہوں تو چند رہبر بھیجے جائیں کہ آپ کو اور آپکے لشکر کو اس راہ سے لے جائیں کہ ملک گجرات تک میں آپکے پہنچ جانے کی خبر سلطان احمد شاہ کو نہ ہو چونکہ خجالت لاحق علاوہ عداوت سابق کے تھی سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کرکے ۸۲۲ھ میں بڑی شان وشوکت سے مہراسہ کی راہ سے گجرات جانے کا ارادہ کیا۔ اتفاقاً انہیں ایام میں سلطان پور ونذر بار کی حوالی میں سلطان احمد آیا ہوا تھا غزنیں خاں مالوہ کو بھاگا۔ نصیر خاں فاروقی آسیر کو گیا۔ جب سلطان احمد شاہ کو خبر پہونچی کہ

قید میں ڈالیں تو ممکن ہے کہ یہ ملک ہاتھ میں آجائے۔ سلطان نے ایک سال کے بعد ہوشنگ کو قید سے نکال کر اُس سے عہد لیا اور سب سامان سرانجام کرکے ۸۱۱ھ میں اوسکو روانہ کیا اور احمد شاہ کو اوسکی کمک کے لئے روانہ کیا۔ احمد شاہ نے دہار اور اوسکے نواح کو تصرف میں لاکر ہوشنگ کو تفویض کیا اور خود مراجعت کی سلطان ہوشنگ کچھ دنوں دہار میں ٹھیرا۔ جب خاصہ خیلوں کی جماعت اس پاس جمع ہوئی تو اوسنے قلعہ منڈو سے بھی امراء کو ان کی استمالت کرکے بلایا مگر وہ اس سبب نہ آسکے کہ سارے اہل و عیال اونکے قلعہ منڈو میں تھے۔ سلطان ہوشنگ قصبۂ دہار سے قصبہ منڈو میں گیا۔ اوس کا محاصرہ کیا۔ ہر روز اوس کے آدمی مجروح ہوتے اور کچھ کام نہ بنتا۔ اسواسطے سلطان ہوشنگ کی صلاح یہ ہوئی کہ وسط ولایت میں جاکر قیام کرے اور قصبوں اور پرگنوں میں اپنے آدمی بھیجکر متصرف ہو اس درمیان میں ملک مغیث نے کہ سلطان ہوشنگ کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ ملک خضر عرف میاں آغا سے مشورہ کیا کہ اگرچہ موسیٰ خاں شائستہ جوان ہے اور ہمارے ماموں کا بیٹا ہے لیکن سلطان ہوشنگ مردانگی اور فرزانگی اور دانشوری اور بردباری میں سب پر سبقت لے گیا ہے اور یہ مملکت ارثاً اور اکتساباً اوسکو پہنچتی ہے اور سوا اسکے اسنے لڑکپن میں میری ماں کی گود میں پرورش پائی ہے صلاح یہ ہے کہ عنان مملکت اور فرمانروائی اوسکے اقتدار کے ہاتھ میں دیجائے۔ میاں آغا نے اُسکی رائے سے اتفاق کیا وہ قلعہ منڈو سے نکلکر سلطان ہوشنگ سے ملے۔ سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث سے اپنی نیابت دینے کا وعدہ کیا جس سے وہ مسرور خوشحال ہوا۔ موسیٰ خاں نے مایوس ہوکر قلعہ منڈو خالی کردیا اور خود باہر چلا گیا۔ سلطان ہوشنگ اپنی دارالامارت منڈو میں آنکر ٹھیرا ملک مغیث کو ملک شرف کا خطاب دیا اور وزارت اوسکو تفویض کی اور کل امور میں اپنا نائب و قائم مقام کیا۔

۸۱۳ھ شاہ مظفر نے رحلت کی۔ احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ کو شاہی ملی۔ ہوشنگ نے حقوق تربیت مظفر شاہی کو اور امانت احمد شاہی کو بالائے طاق رکھا۔ کینہ دیرینہ نے اوسکو اسپر آمادہ کیا کہ دیار گجرات میں جاکر مملکت میں خلل پیدا کرے۔ سلطان احمد شاہ اس خبر کو سُنکر

باپ کے مرنے کے بعد الپ خاں نے حکومت مالوہ کا عَلم بلند کیا۔ اور اپنے تئیں سلطان ہوشنگ ملقب کیا
امرا اور بزرگوں نے اُس سے بیعت کی اور اوسکی اطاعت قبول کی۔ لیکن ابھی مہات سلطنت
اور اساس دولت نے استحکام نہیں پایا تہا کہ مخبروں نے خبر دی کہ شاہ مظفر گجراتی کو یہ خبر
پہونچی کہ الپ خاں نے اپنے باپ دلاور خاں کو دنیا کے لالچ سے زہر دیدیا اور خود بادشاہ
بن بیٹھا۔ سلطان ہوشنگ اپنا لقب رکہا۔ اس سبب سے کہ دلاور خاں غوری اور شاہ مظفر
گجراتی میں بھائی چارا تھا۔ سلطان مظفر لشکر لے کر اس طرف متوجہ ہوا۔ اور سلطان ہوشنگ
بھی جنگ کے آہنگ سے قلعہ دہار سے برآمد ہوا۔ ۸۱۰ھ میں طرفین سے صفیں آراستہ ہوئیں
گھمسان لڑائی ہوئی۔ سلطان مظفر زخمی ہوا۔ سلطان ہوشنگ گھوڑے سے گرا۔ مگر
اُسپر بھی دونوں میں سے کوئی تنزلزل نہیں ہوا کہ لڑائی سے ہاتھ اوٹھاتا۔ مگر آخر کو
سلطان مظفر کو فتح و ظفر ہوئی۔ ہوشنگ مقید ہوا۔ موکلوں کے حوالہ ہوا۔ سلطان مظفر نے اپنے
بھائی خان اعظم نصرت خاں کو قلعہ دہار میں حاکم بنایا۔ سپاہ مالوہ کو اپنا مطیع کیا۔ اور گجرات کو
چلا گیا۔ نصرت خاں ناکردہ کار تہا۔ رعایا کے مقدور سے زیادہ محصول مانگا اور بدسلوکی
اختیار کی۔ پہلے اس سے کہ سلطان مظفر گجرات میں پہونچے۔ لشکر مالوہ نے نصرت خاں کو دہار
سے باہر نکال دیا۔ اس سبب سے کہ نصرت خاں نے اس ناحیہ میں توقف کیا تھا ولایت مالوہ سے
باہر نہیں جاتا تھا اسکا تعاقب ہوا۔ اور اوسکے پس ماندوں کو آزار پہونچایا۔ شاہ مظفر کے
خوف کے مارے نصرت خاں نے قلعہ منڈو میں اقامت اختیار کی۔ اور اونہوں نے سلطان
ہوشنگ کے چچا کے بیٹے موسیٰ کو سردار بنالیا۔ اس خبر کے آنے کے بعد سلطان ہوشنگ
نے عریضہ اپنے قلم سے لکھ کر سلطان کی خدمت میں بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ خداوند جہاں
فقیر کے باپ اور چچا کی جگہ ہیں آپ سے اہل غرض نے بعض باتیں میری طرف سے لگادی
ہیں خدا خوب جانتا ہے کہ وہ خلاف واقعہ ہیں۔ اِن ایام میں سُنا گیا کہ امرا مالوہ سے
خان اعظم کی نسبت بے اعتدالی کی ہے۔ موسیٰ کو سردار بنایا ہے۔ ولایت مالوہ پر وہ
متصرف ہوئے ہیں۔ اور استقلال کا دم بہرتے ہیں۔ اگر فقیر کو قید سے نکال کر احسان کی

اس حال میں اوسکی ہمراہی کی تھی اور حق وفا اسکا ادا کیا تہا۔ اوسنے اپنے بادشاہ ہونے پر اسمیں سے ہر ایک آدمی کے حق میں رعایت کی چنانچہ خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دیکر وزیر کل کیا۔ ظفر خاں بن وجیہ الملک کو حاکم گجرات اور خضر خاں کو حاکم ملتان اور دلاور خاں کو حاکم مالوہ مقرر کیا۔ آخر الامر یہ چاروں آدمی شاہی کے مرتبہ پر پہنچے۔

دلاور خاں غوری کا ذکر

۷۹۰ھ میں دلاور خاں مالوہ میں آیا اور اپنی رائے صائب کی قوت سے اور بازوے شجاعت سے ملک مالوہ کا انتظام کیا۔ حشم وخدم کو فراہم کیا اور اس ملک کی اطراف میں جو لوگ غلبہ رکھتے تہے اونکو مغلوب کیا۔ جب سلطان محمد کا انتقال ہوا اور دہلی کی سلطنت پراگندہ ہوئی اور ہندوستان میں ملوک طوائف کا ظہور ہوا تو اوس نے والی دہلی کی اطاعت سے سر نکالا اور استقلال کا دعویٰ کیا اور آداب ملکداری کو بادشاہوں کے طور پر اختیار کیا۔ اپنا خطبہ پڑہوایا اور سکہ چلایا۔ مدتوں کامیاب رہا۔ اوسکو شوق تہا کہ منڈو کو دار الملک بنائے اسلئے کبھی کبھی اوسمیں عمارتیں بنواتا۔ ۸۰۱ھ میں ناصر الدین محمود بادشاہ دہلی صاحبقراں سے بھاگ کر گجرات گیا اور وہاں سے مالوہ میں آیا تو دہار میں دلاور خاں نے اوسکی بڑی خاطرداری کی۔ تمام نقود وجواہر سلطان کے روبرو لایا اور کہا کہ یہ سب حضور کے ہیں بندہ آپ کا غلام اور جمیع میرے اہل حرم آپ کی کنیزیں ہیں۔ ناصر الدین محمود نے بقدر مایحتاج لے لیا باقی کو واپس کیا بادشاہ محمود کو امراء دہلی نے بلایا تو وہ ۸۰۴ھ میں دلاور خاں سے رخصت ہوا۔ الپ خاں اسکے بیٹے کو بادشاہ محمود کی اس قدر خاطرداری پسند نہ تھی اسلئے وہ منڈو چلا گیا تہا۔ جب بادشاہ چلا گیا تو وہ باپ پاس آگیا۔ اس تین برس کے عرصہ میں منڈو میں الپ خاں نے ایک حصار نہایت مستحکم سنگ اور گچ سے تعمیر کرایا ۸۰۸ھ میں دلاور خاں نے ودیعت حیات سپرد کی۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ الپ خاں نے اوسکو زہر دلوایا تہا ایام حکومت اسکے ۲۰ سال تہے جنمیں مدت سلطنت چار سال کچھ زائد تھی۔

ذکر سلطنت سلطان ہوشنگ بن دلاور خان

اور بھوج کی بزرگ داشت کی اور اپنی جانشینی کے لئے نامزد کیا۔ جب بھوج کے بیٹے (۸) جے چند کی فرمانروائی کا زمانہ ختم ہوا اور قوم پنوار میں کوئی تاجداری کے لائق نہ رہا۔ جیت تو نورکہ زمینداروں میں تھا مرزبان بنایا۔ اور نیرنگی تقدیر سے فرماں روائی اس خاندان کے حصہ میں آئی۔ جب کنورپال کی باری ہوچکی تو گروہ چوہان کے سر پر افسر سلطنت گذاری رکھا گیا (۱۱) مالدیو کی فرماں دہی کے زمانہ میں غزنین سے شیخ شاہ آیا اور مالوہ لے لیا اور ایک مدت دراز تک جیا۔ جب اسکی عمر پوری ہوئی تو اوس کا بیٹا علاءالدین خرد سال تھا اس کا وزیر (۲) وہرم راج سو وا اسکا جانشین ہوا۔ جب علاءالدین بڑا ہوا تو وہ لڑا اور نا سپاس وزیر کو مارا۔ جیت پال جو مانک دیو چوہان کی نسل سے تھا وہ کمال الدین کا نوکر تھا۔ اُسنے بدگوہری اور زرمستی سے اپنے خداوند کی جاں گزائی کی اور سودمندی کے خیال سے زیان جاوید خریدا۔ پترسین کے راج کی نوبت آئی تو ایک افغان نے چند بدذات اپنے یار بنائے اور فرصت پاکر راجہ کو شکار میں مارڈالا۔ اور اپنا لقب جلال الدین رکھا۔ پترسین نے اپنے بیٹے کہرگ سین کی شادی کامروکے خاندان میں کی تھی۔ یہاں کے راجہ نے نیک خدمتی کے سبب سے اوس کو اپنا ولی عہد کیا تھا۔ جب وہ مرگیا تو کہرگ سین مسند آرا ہوا کین توزی کے سبب سے لشکر مالوہ میں لے گیا۔ نبرد گاہ میں عالم شاہ کی موت آئی (۸) سنگت سنگھ کے زمانہ میں بہادرشاہ ایک فرمان وہ دکھن سے آیا۔ مگر اسکا طومار زندگی یوں لپٹا کہ وہ دہلی میں لشکر لے گیا اور سلطان شہاب الدین سے لڑا اور گرفتار ہوا۔ ۱۲۰۴ھ میں سلاطین دہلی میں سے اول سلطان غیاث الدین نے ملک مالوہ فتح کیا تھا۔ ۷۸۹ھ میں سلطان محمد بن مرزا شاہ تک بادشاہان دہلی کے تصرف میں رہا۔ دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین ہے سلطان شہاب الدین غوری کی اولاد میں سے تھا۔ وہ سلطان محمد کی طرف سے اس ملک میں حکومت کرتا تھا اوسکے مرنے کے بعد وہ خودسر ہوگیا۔ اوس کے بعد گیارہ فرماں روایوں نے ۹۷۹ھ ۱۵۹۱ تک آزادانہ یہاں حکومت کی۔ اس مدت میں کچھ دنوں بہادرشاہ اور ہمایوں بادشاہ مالوہ کی حکومت پر فائز ہوئے کہتے ہیں کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ جب فرار ہوا تھا تو جس جماعت نے

مل گیا۔ اوسنے اوسکو متبنیٰ بنایا (۱۷) منج نام رکھا۔ جب اُس کا وقت ناگریز آیا تو اُس کا سگا بیٹا بھوج خردسال تھا اوسکا جانشین منج کو کردیا۔ دکھن کی لڑائی میں اوسکی جان گئی۔

سمبت ۱۰۵۴ میں بھوج اورنگ آرا ہوا اور بہت ملک فتح کئے اور داد و دہش سے روزگار آباد کیا علم کی قدر بڑہائی۔ پنڈتوں کی رونق کا بازار گرم ہوا اُنہیں کو سب پر غلبہ ہوا۔ پانچ سو نیک مرد حکمت شناس اُس کی سبھا میں ودیا کا چرچا رکھتے تھے۔ ان سب میں سرآمد بررچ تھا و ومر دھن پال اونہوں نے بڑے دلآویز سخن لکھے ہیں اور حقیقت جویوں کے لئے دانائی کا ارمغاں چھوڑا ہے۔ جب بھوج پیدا ہوا تو جوتشیوں نے بڑی غلطی کی یا لوگوں کو اوسکی جنم کی گھڑی بتانے میں بھول ہوئی۔ جوتشیوں نے جمع ہوکر مولود کو منحوس بتلایا۔ اوس کے غمخوار کو گزند جانی کا خوف دلایا جان دوستی کے سبب سے اس نوبادہ اقبال کو خاکستان بیکسی اور زمین ناشناسائی میں ڈالا۔ اوسنے یہیں دست امکان کی وساطت بغیر پرورش پائی۔ بررچ نے جو اس زمانہ میں دانش منشوں میں شمار کیا جاتا تھا اوس نے بھوج کا زائچہ طالع بہت غور کرکے لکھا۔ اسکی بزرگ فرمانروائی۔ اور درازی عمر کی نوید سنائی۔ اس جنم پترے کو راجہ کی رہگذر میں ڈالدیا۔ اس کے پڑہنے سے مہر پدری جوش میں آئی۔ اوس نے اپنی انجمن کے پنڈتوں سے پوچھا کہ غلطی کہاں ہوئی جب وہ معلوم ہوگئی تو وہ خود رفتہ ہوکر بیٹے کو اُٹھا لایا کہتے ہیں کہ جب بھوج آٹھ سال کا ہوا تو اس بے گناہ کی جان کے درپے منج ہوا۔ اوس نے اپنے رازداروں کو حوالہ کیا کہ پوشیدہ اسکو نیستی سرا کو روانہ کریں جان کرایوں کو اوس پر رحم آیا اور اوسکو چھپایا۔ بھوج نے رخصت کے وقت ایک نوشتہ منج کو دیا جسکے مضموں کا خلاصہ یہ تھا کہ کیونکر آدمی زاد اپنی طبیعت کی تیرگی سے خرد کے نور سے دور ہو جاتا ہے کہ بیگناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ کرتا ہے کوئی فرمانروا ملک مال کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا کیا میرے مارنے سے تو یہ سمجھا ہے کہ تیری دولت جاوید ہو جائیگی اور تجھکو گزند نہیں پہنچے گی جب راجہ نے یہ نامہ سنا تو شاد خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اپنے فعل سے جانکاہ ہوئے لگا فرمانبرداروں نے اس میں آثار راستی دیکھے تو سرگذشت کو بتلادیا۔ راجہ نے سجدہ شکر ادا کیا

۱۱ بادشاہوں نے ۲۲۴ سال ۲ ماہ ۴ روز فرمانروائی کی۔

کہتے ہیں کہ سنہ ہجری سے دو ہزار ۳ سو ۵۵ سال ۵ ماہ۔ ۲۷ روز پہلے ایک ریاضت گر مہاباہ نے آتشکدہ روشن کیا اور خدا کی پرستش کی۔ نفس کہ ہزاروں طرح کے فتنے برپا کرتا ہے۔ اسکی گذارش پر وہ بڑی ہمت کرتا۔ بہت آدمی سعادت کے تلاش کرنے والے اس کے گرد جمع ہوئے وہ اپنے گھلانے میں گرم رہتے تھے اس عرصہ میں گروہ بودھ کی جان کو ورد ہوا اور اونھوں نے حاکم وقت سے فریاد کی کہ اس آتشکدہ میں ہزاروں جانیں سیلاب آتش میں جاتی ہیں یہ بہتر ہوگا کہ برہمنوں کی مت کا ناش کیا جاوے اور جانداری میں جہانبانی کی جائے۔ حاکم نے اون کی گذارش کو مان لیا۔ اور آدمیوں کو اس سے کام و ناکام روک دیا۔ سوختگان آتشیں نفس چارہ سازی کی تدبیر میں لگے ایک زبردست کے طلب گار ہوئے کہ وہ بودھ والوں کو زیر کرے اور برہمنوں کے مذہب کو رواج دے خدا تعالےٰ نے اس ویرین افسردہ آتشکدہ سے ایک آدم پیکر پیدا کی چہرہ پر فرہ ایزدی تھا اور ہاتھ میں شمشیر آبدار تھی۔ تھوڑے دنوں میں فرمانروا ہوگیا اور آئین برہمن کو از سر نو رواج دیا (۱) دھن جی اس کا نام تھا اوس نے دکھن سے آن کر مالوہ کو تخت گاہ بنایا۔ بہت دنوں جیا پانچویں نسل میں (۵) پنراج کے کوئی بیٹا نہ تھا بزرگوں نے (۱) آدت پنوار کو جانشین کیا اس طرح اس قوم کی مرزبانی کا آغاز ہوا ہمرنہ کی جان لڑائی میں گئی تو گندہرب کو راجہ بنایا کہتے ہیں کہ یہ وہی ہمرتہ ہے کہ جس کو واداربے ہال نے پیکر گندہرب میں دیوتا کا اوتار بنایا اور پھر اس کو قالب انسانی پنہایا اور اس نام سے وہ شہرۂ آفاق ہوا اور داد و دہش سے اُسنے عالم کو آباد کیا اسکا بیٹا (۷) بکرماجیت ہوا جسنے بزرگوں کا نام روشن کیا اور بہت سا ملک فتح کیا۔ ہندو اسکی جلوس کی تاریخ سے سمبت کا آغاز کرتے ہیں۔ اور عجیب عجیب داستانیں اُس کی بناتے ہیں۔ غرض وہ نیرنج اور علم طلسم سے واقف تھا سادہ دلوں کو دام میں پھنسانا جانتا تھا (۱۲) چندرپال نے سلطنت کا والا پایہ پایا اور سارے ہندوستان کو اپنے ہاتھ میں لایا (۱۵) بیجے نند شکار دوست تھا ایک درخت کے نزدیک اوسکو ایک لڑکا جسکو ابھی ماں نے جنا تھا

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۲) عالم شاہ	۲۴ سال	(۶) پورنمل	۲۹ سال
(۳) کہرک سین پسر ہرسین	۸ سال	(۷) ہرنند	۶۲ سال
(۴) نرباہن	۲۰ سال	(۸) سکت سنگھ	۶۰ سال
(۵) بیرسال	۱۶ سال	۸ حکمرانوں نے ۲۴۱ سال سلطنت کی۔	

شجرہ مسلمان بادشاہوں کا ۷۸۹ھ ۱۳۸۷ء سے ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء تک
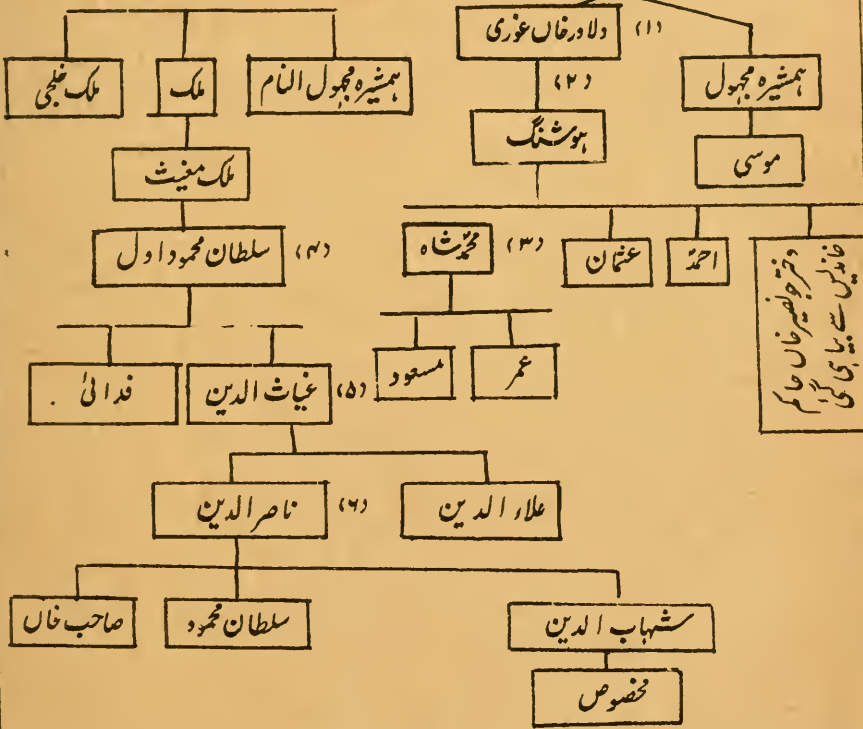
نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) بہادر شاہ	چند ماہ	(۷) سلطان ناصرالدین	۱۱ سال ۴ ماہ ۳ روز
(۲) دلاور خاں غوری	۲۰ سال	(۸) سلطان محمود	۲۶ سال ۶ ماہ ۱۱ روز
(۳) ہوشنگ شاہ	۳۰ سال	(۹) قادر شاہ	۶ سال
(۴) محمد شاہ	ایک سال چند ماہ	(۱۰) شجاعت خاں عرف عادل خاں	۱۲ سال
(۵) سلطان محمود	۳۴ سال	(۱۱) باز بہادر	
(۶) سلطان غیاث الدین ہوشنگ	۳۲ سال		

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) جیت پال تونور	۵ سال	(۷) رائے بکھمل از قوم (۶)	۵ سال
(۲) رانا راجو از قوم (۱)	۵ سال	(۸) رائے سکن پال	۵ سال
(۳) رانا باجو	۱ سال ۳ روز	(۹) رائے کرت پال	۵ سال
(۴) رانا جاجو	۲۰ سال	(۱۰) رائے نیک پال	۶۰ سال
(۵) جیندر از قوم (۴)	۳۰ سال	(۱۱) کنور پال	ایک سال
(۶) رانا بھادر	۵ سال		

قوم تونور میں سے گیارہ راجاؤں نے ۱۴۲ سال ۳ روز راج کیا۔

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) راجہ جگدیو چوہان	۱۰ سال	(۷) بھلدیو	۱۰ سال
(۲) جگناتھ برادرزادہ (۱)	۱۰ سال	(۸) مانک دیو	۹ سال
(۳) ہردیو	۱۵ سال	(۹) کیرت دیو	۱۱ سال
(۴) باسدیو	۱۶ سال	(۱۰) تھورا از قوم (۹)	۲۱ سال
(۵) بہری دیو	۱۵ سال	(۱۱) مالدیو	۹ سال
(۶) دہرم دیو	۱۴ سال		

چوہان کی قوم میں سے ۱۱ راجاؤں نے ۱۴۰ سال سلطنت کی۔

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) شیخ شاہ	۷۰ سال	(۶) ہرچند	۲۰ سال
(۲) دہرم راج سود	۲۰ سال	(۷) کیرت چند	۲ سال
(۳) علاءالدین پسر شیخ شاہ	۲۰ سال	(۸) اگرسین	۱۳ سال
(۴) کمال الدین	۱۲ سال	(۹) سورج نند	۱۲ سال
(۵) جیت پال چوہان	۲۰ سال	(۱۰) پترسین	۱۰ سال

دس فرمانروایوں نے ۱۹۹ سال سلطنت کی۔

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) جلال الدین	۲۲ سال	(۵) بیرسال	۱۶ سال

تاریخ مالوہ

ہندو راؤں کی فہرست

بلاد مالوہ ایک وسیع مملکت ہے اس دیار میں ہندوؤں کے عہد میں بڑے بڑے نامی راجہ گذرے ہیں راجاؤں کی فہرست ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ بعض نامور راجاؤں کا نہایت مختصر حال بھی تحریر کیا ہے۔

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) دھن جی	۱۰۰ سال	(۳) سالباھن	۱ سال
(۲) جیت چندر	۸۶ سال ۷ ماہ ۳۰ روز	(۴) نرباھن	۱۰۰ سال
		(۵) پتراج	۱۰۰ سال

پانچ راجہ اسطرح ہوئے کہ باپ کے بعد بیٹا اور اُنکی مدت سلطنت ۳۸۷ سال ۷ ماہ ۳ روز۔

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) آدت پنوار	۸۶ سال ۷ ماہ ۳۰ روز	(۱۰) چترکوٹ	یک سال
(۲) برہمراج	۳۰ سال ۵ ماہ ۲ روز	(۱۱) گنگ سین	۸۶ سال
(۳) آدت برمہ	۹۰ سال	(۱۲) چندرپال ازقوم (۱۱)	۱۰۰ سال
(۴) سدھرو شنگہ	۸۰ سال	(۱۳) مہندرپال	۷ سال
(۵) ہمرتہ	۱۰۰ سال	(۱۴) کرم چندر ازقوم (۱۳)	ایک سال ایک روز
(۶) گندہرب	۳۵ سال	(۱۵) بجے نند	۱۰ سال
(۷) بکرماجیت	۱۰۰ سال ۲۵ ماہ ۳۰ روز	(۱۶) منج	×
(۸) چندرسین ازقوم (۷)	۸۶ سال ۳ ماہ ۲۰ روز	(۱۷) بھوج	۱۰۰ سال
(۹) کھرک سین	۸۵ سال	(۱۸) جے چند	۱۰ سال ۲ روز

پنوار کی قوم میں سے ۱۸ راجاؤں نے ۱۰۶۲ سال ۱۱ ماہ ۱۷ روز راج کیا۔

سپاہ میں سے ایک جماعت اور اختیار الملک کے سپاہی حبشیوں سے جنگ کرنے کے لئے جاتے۔ رفتہ رفتہ مخالفت ومنازعت کا طول اتنا کھچا کہ اعتماد خاں نے ایک عرضداشت شہنشاہ اکبر کو بھیجکر اوسکو گجرات کی فتح کی ترغیب دی۔ بحسب اتفاق ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء شہنشاہ اکبر ناگور میں تشریف لایا تھا۔ اوس نے پیر محمّد خاں کو کہ خان کلان مشہور تھا۔ سروہی کی فتح کے لئے بھیجا تھا۔ پیر محمّد خاں راجہ سروہی کے ایلچی کے ہاتھ سے زخمی ہوا تو وہ لشکر گاہ پیر محمّد خاں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت خوانین گجرات کی عرائض آئیں۔ یہاں اکبر نے گجرات کی عزیمت کی جس کا اقبال نامہ اکبری میں اپنے محل پر مذکور ہے ۹۸۰ھ میں شہنشاہ اکبر کی ممالک محروسہ میں گجرات داخل ہوئی۔ ایام سلطنت مظفر شاہ تا ہنگام تنزل ۱۲ سال چند ماہ تھی فقط

رستم خاں کہ قلعہ بھروچ میں متحصن تھا اُس نے مرزاؤں سے جنگ کی۔ آخر کو امان مانگ کر قلعہ اُن کو سپرد کیا۔ چونکہ سپاہی بے جاگیر گجرات شہر سے باہر آن کر الغ خاں سے ملے تھے اس لئے الغ خاں نے جہجار خاں سے کہا کہ اعتماد خاں کے پرگنات میں سے ایک پرگنہ انکی جاگیر میں دیدو۔ جہجار خاں نے کہا کہ جو جاگیر اس جماعت کو دو مجھے دو کہ اس گروہ سے جس بات کے تم متوقع ہو وہ مجھ سے ظہور میں آئے۔ ان باتوں باتوں میں الغ خاں اور جہجار خاں میں رنجش ہوگئی۔ اعتماد خاں کی بیٹی آئی اُس نے جہجار خاں کو مکر و فریب سے فریفتہ کرکے احمد آباد میں لائی اور الغ خاں کو شیر خاں فولادی سے ملنے دیا۔ ان جھگڑوں میں مظفر شاہ احمد آباد سے بھاگ کر غیاث پور میں سرکیج کے قریب الغ خاں کے داؤ میں آئے۔ الغ خاں بغیر اس سے ملے شیر خاں مارا گیا اور اُس سے کہا کہ شاہ مظفر بغیر اُس کے کہ مجھے پہلے سے اطلاع دی ہو میری منزل میں آگیا ہے میں ابھی تک اُس سے نہیں ملا ہوں۔ شیر خاں فولادی نے کہا کہ مہماں عزیز ہوتا ہے تم جاؤ اور حقوق خدمتگاری بجا لاؤ۔ علی الصباح عماد خاں کا خط شیر خاں فولادی پاس آیا کہ شاہ محمود شاہ ثالث کا فرزند شاہ مظفر نہ تھا اس واسطے اس کو خارج کرکے میں نے مرزاؤں کو طلب کیا ہے کہ اُن کو بادشاہ بنا کر ملک گجرات اُن کو حوالہ کروں شیر خاں اس خط کو پڑھ کر سید حامد پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ جلوس کے وقت اعتماد خاں نے مظفر شاہ کی بابت کیا کہا تھا تو سید حامد اور اور سادات نے کہا کہ اعتماد خاں نے قرآن اُٹھا کر اور قسم کھا کر کہا تھا کہ یہ طفل سلطان محمود شاہ ثالث کا بیٹا ہے اب اُس نے یہ بات عداوت سے لکھی ہے تو الغ خاں کی منزل میں شیر خاں گیا اور کمان ہاتھ میں لے کر اس طور سے کہ نوکر اپنے صاحب کی ملازمت کرتا ہے وہ سلطان مظفر کی ملازمت کمربستہ ہوا اور الغ خاں حبشی کی منزل سے سلطان کو سوار کرا کے اپنی منزل میں لایا اور اُس کی خدمت گذاری میں قیام کیا۔ اعتماد خاں نے مرزاؤں کو حدود بھروچ سے احمد آباد میں بلایا وہ پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں آئے ہر روز مرزاؤں کی

یہ ٹھیرایا کہ کل چوگاں بازی میں چنگیز خاں ہی کا کام تمام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ دوسرے روز چوگاں بازی میں الغ خاں نے چنگیز خاں کا سر تلوار سے بھٹا سا اوڑا دیا۔ پھر سب امرا نے اعتماد الملک کو خط لکھہ کر احمد آباد میں بلایا۔ وہ چند روز بعد سلطان مظفر کو ہمراہ لیکر احمد آباد میں آیا اور اپنی منزل میں اوترا۔ اس عرصہ میں مخبر یہ خبر لائے کہ مالوہ سے مرزاؤں نے فرار کیا۔ اور جب چنگیز خاں کے کشتہ ہونے کی خبر سُنی تو وہ خوش ہوئے ولایت سورت و بھروچ پر متوجہ ہوئے تاکہ اس صوبہ پر متصرف ہوں اختیار الملک والغ خاں نے اعتماد خاں سے کہا کہ ولایت بھروچ بے صاحب ہے اور کہتے ہیں کہ مرزاؤں نے اس طرف توجہ کی ہے بہتر یہ ہے کہ سب امرا جمعیت کرکے بھروچ پر متوجہ ہوں اور اُس پر متصرف ہوں اور اس ارادہ میں تاخیر نہ کریں۔ اگر بھروچ مرزاؤں کے تصرف میں آگیا تو بہت خون جگر پینا پڑیگا تو یہ ملک اُن کے تصرف سے نکلے گا۔ غرض آپس میں مشورہ ہوکر یہ قرار پایا کہ کل لشکر کے تین توپ ہوں اول الغ خاں حبشیوں کو ساتھہ لے کر ایک منزل آگے جائے گا اور جب یہ اس منزل سے کوچ کریں تو اعتماد خاں و اختیار الملک اور اور امرا کہ توپ دوم سے ہے منزل اول میں آئیں اور جب توپ ثانی اس منزل سے کوچ کرے تو توپ سوم جس میں شیر خاں اور اور امرا ہیں اول منزل جائے سادات خاں نجاری اپنی جگہ پر رہے جب یہ امر طے ہوگیا تو الغ خاں وجھجار خاں و سیف الملک اور اور حبشی محمود آباد میں آئے اعتماد خاں کو ایسا وہم ہوا کہ اُس نے شہر سے باہر جاکر فسخ عزیمت کی الغ خاں اور اس کے یاروں نے اُس کی اس حرکت کو ظرافت پر حمل کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے اُس کے دشمن چنگیز خاں حبشی کو مار ڈالا اور وہ ہم سے نفاق رکھتا ہے۔ صلاح یہ ہے کہ اس کی ولایت کو آپس میں تقسیم کرکے متصرف ہوں اس قرار داد پر عزیمت مصمم کرکے پرگنہ کھنبایت و پرگنہ پلاد اور بعض اور پرگنات پر متصرف ہوئے مرزاؤں کو فرصت ملی وہ قلعہ چانپانیر و قلعہ بندر سورت اور اور مواضع پر متصرف ہوئے

چنگیز خاں کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے تین چار ہزار حبشی اور پانچ چھ ہزار گجراتی مرزاؤں کے سر پر مقرر کئے مرزاؤں نے چنگیز خاں کے لشکر کو شکست دی اور اُن کا ایک حصہ قتل کیا اور تعاقب کیا حبشیوں اور گجراتیوں میں سے جو لوگ اُن کے ساتھ آئے اُن میں سے خرد سالوں بے ریشوں کو اپنی خدمت کے لئے رکھا اور جو ریش دار تھے اُن کی ناک میں تیر ڈالا ہاتھوں کو پیٹھ پر باندھا پگڑیاں کے گھیرے اُن کے گلے میں ڈالے غرض بڑی اہانت کرکے اُن کی جان لی۔ جب یہ حال آدمیوں کا مرزاؤں نے کیا تو وہ جانتے تھے کہ چنگیز خاں خود اُن پر چڑھ کر آئیگا بالضرور علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد۔ ابھی چنگیز خاں اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا کہ مرزاؤں نے برہان پور کی طرف رخ کیا اور وہاں دست اندازی کر کے مالوہ گئے اُن کے باقی حالات شہنشاہ اکبر کی تاریخ میں پڑھو۔ الغ خاں و جھجار خاں نے مظفر شاہ کو لیجا کر ڈونگر پور میں اعتماد خاں کے حوالہ کیا۔ بعد چند روز کے اُنہوں نے اپنی سپاہ کا خرچ اعتماد خاں سے طلب کیا اُس نے اُن کو جواب دیا کہ میری جاگیر کا حاصل سب پر ظاہر ہے کہ وہ کس مقدار کا ہے اور ہر سال کیا خرچ ہوتا ہے۔ سوائے اس کے یہ شہر نہیں ہے کہ آدمیوں سے قرض لیکر دیا جائے اس سبب سے الغ خاں حبشی اور اور امراء نے اعتماد خاں سے آزار پایا۔ چنگیز خاں کو جب اس پر علم ہوا تو ان امراء میں سے ہر ایک کو خطوط استمالت لکھے اور اپنے پاس بلایا وہ احمد آباد میں اُس سے جا ملے۔ الغ خاں و جھجار خاں نے کہا کہ سب جانتے ہیں کہ ہم سب سلطان کے خانہ زاد غلام ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی کو دولت مل جائے تو نسبت میں اصلاً تفاوت نہیں ہے۔ ملاقات میں اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ جب ہم ملاقات کو آئیں تو دربان ہم کو روکیں نہیں۔ چنگیز خاں نے اُسے قبول کیا شہر میں امراء کو ہمراہ لے کر خالی منازل میں خود اوتروایا۔ بعد ایک مدت کے ایک دن جاسوس نے آن کر الغ خاں سے کہا کہ چنگیز خاں کا ارادہ ہے کہ تجھے اور جھجار خاں کو قتل کر ڈالے اس لئے یہ قرار دیا ہے کہ صبح تم کو میدان چوگان میں بلائے گا اور قتل کر ڈالے گا۔ یہ وہ کہہ ہی رہا تھا کہ چنگیز خاں کے آدمی نے یہ پیغام دیا کہ کل میں چوگان بازی کو جاؤں گا۔ صبح تم بھی آنا۔ الغ خاں اور امیروں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے

میں قابض ارواح جاکر بغیر اس کے کہ غلاف سے شمشیر کھینچے۔ ڈونگرپور کی طرف متوجہ
ہوا اور امرا، نے اس طریقہ پر آفرین کی اور اُس کو خود اختیار کیا اور اطراف میں وہ چلے
گئے چند امیر سلطان کے ساتھہ رہے اور اُس کو احمد آباد میں لے آئے چنگیز خاں اس
فتح غیبی سے مسرور و خوشحال ہوکر بتوہ میں آیا۔ دوسرے روز صباح کو الغ خاں وجہجار خاں
اور اور حبشی مظفر شاہ کو لیکر بر پور اور معمور آباد کی طرف چلے تہے کہ چنگیز خاں احمد آباد
میں آگیا اور اعتماد خاں کی حویلی میں اُترا۔ شیر خاں فولادی کو نواحی قصبہ کری میں یہ خبر
پہنچی تو چنگیز خاں کو پیغام بہیجا کہ یہ تمام ولایت اعتماد خاں کو سلطان کے خرچ کے لئے
دی گئی تہی بالفعل تنہا اُس پر متصرف ہونا آئین مروت وفتوت سے دور ہے میں خود بہت
سی جمعیت کے ساتھہ احمد آباد کی طرف متوجہ ہوں چنگیز خاں نے دیکھا کہ اس وقت شیر خاں
سے جھگڑا مناسب نہیں ہے اس لئے اُس نے قرار دیا کہ آب سابرمتی سے اِس طرف
شیر خاں کے تعلق میں ملک رہے اس سبب سے احمد آباد کے بعض پورے مثل عثمان پور
وخان پور کے شیر خاں سے متعلق رہے چنگیز خاں مرزاؤں کی نیکوخدمتی کے سبب سے
اُن کی بڑی عزت وحرمت کرتا تہا۔ میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ فتح اول میں دلیر ہوگیا
تہا مملکت گجرات کو بادشاہ سے خالی پایا امرا کی مخالفت ومنازعت کو بڑی نعمت سمجھا اس
مملکت کی تسخیر نیت سے حرکت کی احمد آباد کے باہر آگیا چنگیز خاں مرزایوں کو ساتھہ لیکر جنگ کے
آہنگ سے شہر سے باہر آیا جنگ کے بعد میراں محمد شاہ نے شکست پائی پریشان وبے سامان
آسیر کو بہاگا۔ یہ فتح مرزاؤں کے حسن تردد سے حاصل ہوئی تہی چنگیز خاں نے اُن کی دلجوئی کرکے
چند معمور اور آباد پرگنے سرکار بہروچ میں اُن کی جاگیر میں دیدے اور ساز وسامان کرنے کی
لئے جاگیر میں بہیجدیا۔ جب یہ مرزا اپنی جاگیر میں آئے تو اوباش اور داقعہ طلب اُن کے گرد
جمع ہوئے اور شرف الدین حسین مرزا کہ خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد میں اور ہمایوں بادشاہ
کا داماد تہا شہنشاہ اکبر سے روگرداں ہوکر مرزاؤں سے آن ملا۔ ان مرزاؤں کے خرچ کو جاگیر کی
آمدنی کفایت نہیں کرتی تہی وہ چنگیز خاں کی بے اجازت بعض اور محلل پر متصرف ہوئے۔ جب

محمد شاہ اور تفال خاں اُس کی برابر صف کھینچے ہوئے شام تک کھڑے رہے۔ چنگیز خاں اپنے دائرہ سے باہر نہیں آیا اور غرور و نخوت کی شامت سے اُس کو خوف و خطر ایسا ہوا کہ رات کو سارا لشکر لیکر بھاگ گیا اور بھروچ آیا۔ محمد شاہ فاروقی کو غنیمت بہت ہاتھ لگی اور ندر بار تک اُس کا تعاقب کیا اور اُس پر وہ پہر متصرف ہو گیا۔ اس اثنا میں اکبر شاہ کے خوف سے ابناء سلطان میرزا کہ چھ نفر تھے اور اُن کے نام یہ تھے۔ محمد حسین میرزا۔ الغ مرزا حسین مرزا مسعود حسین مرزا۔ شاہ مرزا۔ جلال الدین مرزا سنبل سے بھاگ کر مالوہ کی جانب آئے۔ جب لشکر اکبر شاہی ۹۷۵ھ میں مالوہ آیا تو یہ مرزا بھاگ کر چنگیز خاں سے ملے چنگیز خاں نے اپنی تقویت کے لئے اُن کو غائبانہ سلطان مظفر کی امرا میں منسلک کیا۔ چند پرگنے اپنی ولایت میں سے اُن کو دیدیئے۔ اسی سال چنگیز خاں نے مرزاؤں سے اتفاق کر کے اعتماد خاں پر لشکر کشی کی اور قصبہ بڑودہ پر بے جنگ متصرف ہوا۔ جب محمود آباد میں آیا تو اعتماد خاں پاس پیغام بھیجا کہ سب عالم اور عالمیوں پر ظاہر ہے کہ تال نیر میں شکست کا سبب اصلی اور حقیقی باعث تیرا نفاق تھا۔ اس لئے کہ اگر تو میری کمک کو خود آتا یا کسی جماعت کو بھیجتا تو اصلا غبار فرار میرے دامن عار پر نہیں بیٹھتا اب فقیر بادشاہ کے حضور میں اور مبارکباد کی شاہی کے لئے احمد آباد میں آتا ہے یقیں ہے کہ تو اگر شہر میں ہوا تو مخالفت اور نزاع کا ظہور ہو گا بہتر ہو گا کہ شہر سے باہر جا کر مثل اور امرا اپنی جاگیر میں سکونت اختیار کرے اور سلطان کا دست تصرف قوی کر کہ ملک موروثی میں جس طور سے وہ چاہے اپنا تصرف کرے اعتماد خاں نے اس پیغام کے پہنچنے سے پہلے سامان لشکر کیا تھا۔ جب یہ پیغام آیا تو وہ اُس کا مطلب سمجھ گیا کہ کیا ہے۔ القصہ اُس نے مظفر شاہ کے سر پر چتر رکھا اور سادات خاں بخاری و اختیار الملک و ملک شرف و الغ خاں و جھجار حبشی و سیف الملک کو ساتھ لیا موضع کادری میں کہ محمود آباد سے ۶ کروہ (۱۲ میل) ہے طرفین کا تقارب ہوا۔ صفوں کے مقابلہ میں اعتماد خاں کی نظر چنگیز خاں کے لشکر پر پڑی اور پہلے سے مرزاؤں کی شجاعت اور مردانگی کا حال سن چکا تھا۔ اُن میں سے ہر ایک کو معرکہ نبرد

بہ نسبت اور امرا کے سلطان جنت آشیان کے زمانہ میں زیادہ تھی تو اس زمانہ میں لڑکا
تھا۔ تیرا باپ عماد الملک شاہی اگر زندہ ہوتا تو میرے سخن کی تصدیق کرتا۔ یہ جوان جو اب تخت
سلطنت پر بیٹھا ہے میرا اور تیرا ولی نعمت ہے۔ تیری خیر اسی میں ہے کہ اُس کی خدمت گذاری
سے سرتابی نہ کرے جیسے تیرے باپ نے اس بادشاہ کے باپ کی خدمت کی ہے ایسی ہی
تو اس کی خدمت کر تو پھولے پھلے گا۔ شیر خاں فولادی نے اس سوال وجواب سے واقف
ہو کر ایک خط چنگیز خاں کو لکھا جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ چند روز صبر کئے بیٹھے رہو اور مدارا
کو ہاتھ سے نہ دو بے تقریب کے مسند عالی سے مخالفت کا اظہار نہ کرو۔ مگر چنگیز خاں بڑودہ
پر دندان طمع دراز کئے بیٹھا تھا اس بات کو قبول نہیں کیا اعتماد خاں کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس
آدمی بہت جمع ہو گئے ہیں اور یہ ولایت محقر جو میرے تصرف میں ہے اس جماعت کو کفایت
نہیں کرتی چونکہ سلطنت کے تمام کام مسند عالی کے سپرد ہیں۔ آپ اس باب میں فکر فرمائیں
اعتماد خاں نے اپنے سر پر سے بلا ٹالنے کے لئے اُس کو برہان پوریوں سے یوں بھڑایا کہ اُس
کو جواب لکھا کہ قصبۂ ندربار ہمیشہ سے امراے گجرات کے تصرف میں رہا ہے۔ ان ایام میں کہ
قلعہ آسیر میں سلطان محمود میراں مبارک شاہ کے ساتھ تھا تو میران مبارک سے وعدہ کیا تھا کہ اگر
خدا تعالی مجھے گجرات کی بادشاہی دیگا تو قصبہ ندربار تجھے دونگا۔ جب اس سلطان نے اورنگ
جہانبانی کو زینت دی تو اپنے ایفاے وعدہ کے سبب سے قصبۂ ندربار کو میراں مبارک شاہ
کو دیا۔ اب حال میں سلطان شہید ہو گیا اور میراں مبارک شاہ نے بھی رحلت کی صلاح یہ
ہے کہ اپنی جمعیت کو ساتھ لے جا کر فوراً قصبہ ندربار پر اپنے اضافہ علوفہ کے لئے قبضہ کرو۔
بالفعل تم یہ کرو بعد ازاں اصل معاملہ پر نظر کی جائے گی۔ اعتماد خاں کے دم میں چنگیز خاں
آگیا اور ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ میں متواتر کوچ کر کے قصبہ ندربار پر متصرف ہوا۔ قدم حرص اور آگے بڑھایا
تال نیر گیا۔ اس اثناء میں خبر آئی کہ چنگیز خاں سے لڑنے محمد میراں شاہ فاروقی ولد میراں
مبارک شاہ وتفال خاں حاکم برابر آتے ہیں۔ چنگیز خاں اپنے لشکر کو ایسی زمین میں لایا کہ
شکستگی اور ناہمواری بہت رکھتی تھی اور جس طرف کہ زمین ہموار تھی ارابوں کا زنجیرہ باندھا

لگے۔ اعتماد خاں نے اُن کے عجز کو مانا نہیں محاصرہ میں کوشش کی جب فولادی افغان تنگ ہوئے تو اُن کے جوانان خرد سال جمع ہوئے۔ اور اُنہوں نے موسیٰ خاں اور شیر خاں سے کہا کہ جس حال میں ہمارا عجز و انکسار قبول نہیں ہوتا تو بجز جنگ کرنے اور جان دینے کے چارہ نہیں ہے پس پانسو جوانوں کے قریب ایک ہی دفعہ میں قلعہ سے باہر آئے اور موسیٰ خاں و شیر خاں بھی تین ہزار سپاہ لے کر ناچار باہر نکلے۔ اعتماد خاں پاس لشکر گجرات تیس ہزار سے زیادہ تھا مگر فولادیوں کی فوج نے اُس کے لشکر کو منہدم کیا۔ حاجی خاں جو سلیم شاہ بن شیر شاہ کا غلام تھا وہ اعتماد خاں کے لشکر میں سے بھاگ کر فولادیوں سے مل گیا۔ فولادیوں نے اعتماد خاں کو پیغام دیا کہ حاجی خاں ہمارے پاس آگیا ہے اُس کی جاگیر چھوڑ دو۔ اعتماد خاں نے اُسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ وہ ہمارا نوکر تھا جب وہ بھاگ گیا تو اُس کو جاگیر کیسے مل سکتی ہے۔ موسیٰ خاں و شیر خاں جمعیت کے ساتھ حاجی خاں کی جاگیر میں خفیہ جو تھانہ میں تھی جا بیٹھے۔ اعتماد خاں لشکر جمع کر کے اُن سے لڑنے گیا۔ چار مہینے تک مقابلہ میں رہے آخر کو جنگ ہوئی۔ اعتماد خاں کو اس دفعہ شکست ہوئی جس کے سبب سے فولادی اُسے نامرد جاننے لگے۔ بھروچ میں وہ چنگیز خاں پاس گیا اُس کو کمک و مدد کے لئے لایا۔ لیکن جنگ میں صلاح نہیں دیکھی صلح کی حاجی خاں کی جاگیر چھوڑ دی۔ وہ احمد آباد میں آیا چنگیز خاں نے اعتماد خاں کو پیغام دیا کہ اس درگاہ کے ہم بھی خانہ زاد ہیں اور حرم کے کل امور سے اطلاع رکھتے ہیں محمود شاہ ثالث کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ یہ لڑکا جس کو محمود شاہ کا بیٹا ٹھیرا کر بادشاہ بنایا ہے اُس کے کیا معنی ہیں کہ تو اُس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور تیرے آدمی اُس کی نگہبانی کرتے ہیں اور جب تک تو نہیں حاضر ہوتا کوئی اُس کے سلام کو نہیں جا سکتا۔ اگر فی الواقع وہ سلطان محمود شاہ کا بیٹا ہے تو تو بھی کل امراء اور خاصہ خیل کی طرح خدمت کر اور جب اور امرا مجلس میں بیٹھیں تو تو بھی بیٹھ۔ اعتماد خاں نے جواب دیا کہ میں نے روز جلوس میں بزرگوں کے آگے قسم کھا کر کہا تھا کہ یہ طفل شاہ محمود کا بیٹا ہے۔ بزرگوں نے میری بات کا یقین کر کے تاج شاہی اُس کے سر پر رکھا تھا اور بیعت اُس سے کی تھی۔ یہ جو تو کہتا ہے کہ مجلس میں تو کیوں بیٹھتا ہے میری قدر و منزلت

بی ایسے دو ٹکڑے کرونگا۔ اعتماد خاں اس حال سے آگاہ ہوا اور اُس نے یہ تدبیر کی کہ ایک رات کو احمد شاہ کو قتل کرڈالا۔ اُس کے جسم کو قلعہ کی دیوار سے وجیہ الملک کے گھر کے محاذی دریا میں پھینک دیا اور شہرت دی کہ سلطان احمد بہ سبب لونڈی کے وجیہ الملک کے گھر میں آیا تھا ناداشتہ وہ قتل ہوگیا۔ اُس کی سلطنت کے ایام آٹھ سال تھے

بادشاہی سلطان مظفر بن محمود شاہ گجراتی

۹۶۹ھ کے آخر میں اعتماد خاں نے ایک لڑکے کو مجلس امرائے گجرات میں لایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ لڑکا شاہ محمود کا بیٹا ہے۔ اُس کی ماں شاہ کی لونڈی تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی تو اُس کو مجھے سپرد کیا کہ اس کا اسقاط حمل کراؤں حمل پر پانچ مہینے گذر گئے تھے میں نے اس کو ساقط نہ کرایا۔ اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا جس کی پرورش میں نے اب تک کی ہے۔ اس شہادت پر اُسکو تخت سلطنت پر دستور کے موافق بٹھادیا مظفر شاہ خطاب دیا۔ اعتماد خاں وکیل سلطنت رہا اور مسند عالی اُس کو خطاب ملا۔ باقی امرا نے مملکت کو اپنے درمیان اس طرح تقسیم کیا کہ موسیٰ خان و شیر خاں کے تصرف میں پٹن تا پرگنہ کری آیا۔ اور فتح خاں بلوچ کے قبضہ میں رادھن پور تروارہ و تھرا د و مونج اور چند پرگنے اور ہوئے۔ اعتماد خاں کی جاگیر میں سابرمتی اور مہندری کے درمیان کا ملک ملا اور چنگیز خاں کو سورت و نادوت و محمد آباد چنپانیر ملے۔ رستم خاں خواہرزادہ چنگیز خاں کے تصرف میں بھروچ آیا۔ سید میراں ولد سید مبارک بخاری کو دندوقہ و دولقہ ملے اور قلعہ جوناگڈھ و سورت امین خاں غوری کے قبضہ میں آیا اور اس نے امرا گجرات سے کنارہ کیا۔ سلطان مظفر کو اعتماد خاں اپنا محبوس جانتا تھا۔ ان کو آدمیوں کے دکھانے کے لئے تخت پر بٹھا دیتا اور خود اُس کے پیچھے بیٹھتا۔ امرا سلام کو حاضر ہوتے۔ جب چند روز اس طرح گذرے تو چنگیز خاں و شیر خاں فولادی سلطنت کی مبارکباد دینے کے لئے احمد آباد میں آئے بعد ایک سال کے فتح خاں کو بہ سبب قرب و جوار جاگیر کے فولادی سے عداوت ہوئی اور اُن کے درمیان جنگ ہوئی فتح خاں نے شکست پائی وہ اعتماد خاں پاس گیا۔ اعتماد خاں لشکر جمع کرکے فولادیوں کے سر ہوا۔ فولادی پٹن میں متحصن ہوئے اور عاجزی و ندامت ظاہر کرنے

ذکر سلطنت احمد شاہ گجراتی

جب سلطان محمود نے شہادت پائی اور اوسکے کوئی فرزند نہ تھا تو اعتماد خاں نے اس سبب سے
کہ فتنہ وفساد برپا نہ ہو خرد سال سلطان رضی الملک کو سلطان احمد شاہ ثانی کی اولاد میں سے بلاکر
نیراں سید مبارک بخاری اور امرا کے اتفاق سے تخت شاہی پر بٹھا دیا اور اوسکو سلطان احمد شاہ
خطاب دیا۔ شاہی کے اختیارات خود لے لئے۔ اوسکو گھر میں برائے نام بادشاہ بنائے رکھا۔
جب پانچ سال اس حال گذرے تو احمد شاہ کو ایسی حالت کی تاب نہ رہی وہ احمد آباد سے
نکل کر محمود آباد میں سید مبارک بخاری پاس چلا گیا۔ یہ بھی امرا رکبار میں سے تھا۔ اس پاس
موسیٰ خاں فولادی وسادات خاں وعالم خاں لودہی اعظم خاں مالوی اور اور آدمی
جمع ہو گئے۔ اعتماد خاں نے عماد الملک پدر چنگیز خاں والغ خاں وجھجہار خاں حبشی واختیار الملک
وامرا گجرات سے اتفاق کیا اور توپخانہ لیکر سید مبارک کے سر پر جا چڑہا۔ اگرچہ سید مبارک
پاس جمعیت بہ نسبت اعتماد خاں کے جمعیت کے کمتر تھی مگر معرکہ جنگ گرم ہوا۔ سید مبارک
کو تو ایک توپ کے گولے نے دوسرے عالم میں لڑکایا۔ سلطان احمد کو شکست ہوئی۔ وہ چند
روز صحرا وجنگل میں سرگرداں پہر کر اعتماد خاں پاس گیا اوسنے اوسکے ساتھ پہلا ہی سا
سلوک کیا۔ اوسکو گھر میں بٹھا دیا اور کسی کو اوس پاس جانے نہ دیا۔ اس صورت میں
عماد الملک اور تاتار خاں غوری اعتماد خاں کے گھر پر چڑہ گئے اور اوسکے ڈہانے کے
لئے توپیں لگاویں۔ اعتماد خاں اونکے آگے نہ ٹہیر سکا پال (رپولوہ) کی جانب کہ محمد آباد چنپانیر
کی توابع میں ہے چلا گیا اور جمعیت بہم پہنچائی۔ قریب تہا کہ جنگ واقع ہو کہ آدمیوں نے درمیان
میں پڑ کر اونکے درمیان صلح کرا دی۔ موافق سابق کے اعتماد خاں کو وکالت سلطنت سپرد
ہوئی اور ولایت بہڑوچ ومحمد آباد چنپانیر ونادوت اور اور پرگنے آب مہندری ونربدا کے درمیان
عماد الملک کو جاگیر میں ملے۔ اور ایک ہزار پانسو سواروں کی جاگیر سلطان احمد کے لئے مقرر ہوئی۔
اس دفعہ کبھی کبھی اپنی بے عقلی سے اپنے ہمدموں میں اعتماد خاں کے قتل کا مشورہ علانیہ
کیا کرتا تہا۔ اور بمقتضائے خردسالی کیلہ کے دو ٹکڑے تلوار سے کرتا۔ اور کہتا کہ اعتماد خاں کے

یکے محمود شہ سلطان گجرات	کہ ہم چوں دولتِ خود نوجواں بود
دگر اسلام خاں سلطان دہلی	کہ اندر عہد خود صاحبقراں بود
سیم آمد نظام الملک بحری	کہ در ملک دکن خسرو نشاں بود
ز تاریخ وفات ایں سہ خسرو	چہ می پرسی زوال خسرواں بود

سلطان محمود نیک نہاد پسندیدہ اطوار تہا اکثر اوقات علمار و فضلا کی صحبت میں رہتا۔ نفلی روزے رکہتا۔ اپنے آبا و اجداد کی وفات کے دن روزہ رکہتا۔ متبرک دنوں میں فقرا و مساکین و مستحقین کو کہانا کہلاتا اور خود طشت و آفتابہ ہاتہہ میں لیکر آدمیوں کے ہاتہہ دُہلواتا اور پارچہا رسری صاف دغیرہ کہ اوسکی پوشش کے لئے مقرر تھے اون میں سے اول درویشوں کا جامہ و دستار بناتا۔ بعد ازاں اپنے کپڑے بناتا۔ اوسنے کہارندی کے کنارہ پر ایک آہو خانہ بنایا تہا۔ سات کروہ (۱۴ میل) اوسکی دیوار طول میں تھی۔ اِس آہو خانہ میں عمارات دل کشا، باغ روح افزا بنائے تھے۔ صاحب جمال مالنین باغ کی آراستگی کے واسطے نوکر رکہی تہیں۔ اس آہو خانہ میں طرح طرح کے جانور تھے کہ اونکی توالد وتناسل کی کثرت سے تمام آہو خانہ پر تہا۔ سلطان عورتوں کی صحبت پر مرتا تہا۔ اپنی حرموں کو وہاں رکہتا اور اونکو ساتہہ لیکر شکار کہیلتا چوگان بازی کرتا۔ اس چار دیواری میں جو درخت تھے اُنپر سُرخ و سبز مخمل لپٹی ہوئی تھی۔ اوسکے کوئی اولاد نہ تھی اسلئے حرموں میں سے کوئی حاملہ ہوتی تو اسقاط حمل کا حکم دیتا۔ اسکا ایک ہندی غلام اعتماد خاں تہا۔ سلطان اُسپر کلی اعتماد رکہتا تہا۔ اپنی حرم میں اوسکو محرم بنایا تہا۔ عورتوں کی آرائش اوسکے سپرد تہی۔ اوسنے بادشاہ کے ملاحظہ اور احتیاط کے سبب سے کافور کہا کر اپنی رجولیت کو دور کر دیا تہا۔ چونکہ گجرات میں مزارون پر عورتوں کے جانیکی اور لوگوں کے گہروں پر ہر بہانہ سے اونکے ہجوم ہونے کا رواج ہوگیا تہا۔ تو فسق و فجور بمنزلہ رسم و عادات کے ہوگیا تہا کہ وہ بُرا نہیں معلوم ہوتا تہا۔ سلطان محمود نے اوسکو منع کردیا۔ امتحان کے واسطے مجہول آدمیوں کی ایک جماعت کو اونکی طلب میں بہیجتا۔ جب وہ آجائیں تو اونکی سیاست کرتا اس سبب سے اس بات کا خوب انسداد ہوگیا تہا۔

اوسکے بعد دو آدمی اور امرار کبار کی طلب میں بھیجے۔ جب اعتماد خاں کی طلب میں آدمی گئے
تو اوسنے کہا کہ اسوقت سلطان ہرگز ہماری قسم کے آدمیوں کو طلب نہیں کرتا۔ اسمیں کوئی
فیہ ہی۔ اتنے میں اور آدمی اوسکی طلب میں آیا تو اوسکو دغدغہ اور زیادہ ہوا۔ پھر برہان سنے
عبد الصمد شیرازی المخاطب افضل خاں کو طلب کرکے کہا کہ بادشاہ خداوند خاں و آصف خاں
سے رنجیدہ ہوگیا ہی۔ تیرے لئے یہ خلعت وزارت بھیجا ہی۔ افضل خاں سنے کہا کہ جب تک
میں بادشاہ کو نہ دیکھونگا۔ لیسے امر خطیر کا خلعت نہیں پہنوں گا۔ اوسنے آستین میں ایک ہاتھہ
ڈال کر کہا کہ بادشاہ کے سر کی قسم دوسرا ہاتھہ میں نہیں ڈالونگا مگر بادشاہ کے روبرو تو برہان
اوسکو وہاں لایا جہاں سلطان کی لاش پڑی تھی اور کہا کہ بادشاہ اور عمدہ وزرا اور امرا کا کام
تمام کرچکا ہوں۔ تجھے وزیر کرکے کلی وجزوی امور کا اختیار دیتا ہوں۔ افضل خاں نے اسکو
پکار پکار کر گالیاں دیں تو اس ناپاک نے اس پیر ہفتاد سالہ کو قتل کرڈالا۔ سرکشوں و
سپاہیوں اور اوباش آدمیوں کو جو رات کو جمع تھے اونمیں سے ہر ایک کو خطاب دیا
اور امارت کا امیدوار کیا۔ اور تخت پر بیٹھا صبح تک زربخشی کرتا رہا۔ بادشاہ کے طویلہ کے گھوڑوں
اور ہاتھیوں کو اوباش آدمیوں کو تقسیم کرتا رہا اور اونکو اپنا مایۂ استظہار بنایا۔ جب بادشاہ
کی شہادت کی خبر پہنچی تو عماد الملک ترک پدر چنگیز خاں اور رانع خاں حبشی اور امرا جمعیت کرکے
برہان کے سر پر جا چڑھے اور کافر نعمت بمقتضار مصرعہ

سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود مغتنم است ٭ چتر سر پر رکھے ہوئے اپنی جمعیت کے ساتھہ برابر
میں آیا۔ اول ہی حملہ میں خاک میں لوٹا۔ شیرواں کے ہاتھہ سے قتل ہوا۔ پاؤں میں اوسکے رسّی
باندہ کر تمام بازار و محلہ میں پہرایا۔ سلطان محمود کی مدت سلطنت ۱۸ سال ۲ ماہ اور چند روز تھی۔
بحسب اتفاق سلیم شاہ بن شیر شاہ دہلی کا بادشاہ اور نظام الملک بحری احمد نگر کا حاکم اسی سنہ ۹۶۱ میں
اجل طبعی سے مرے جنکی تاریخ وفات مولانا غلام علی ہندو شاہ نے یہ کہی۔

قطعہ تاریخ

سہ خسرو راز زوال آمد بیک بار	کہ ہند از عدل شان دار الامان بود

زخموں کے مارے اوسکے اعضا قیمہ قیمہ ہو رہے تھے اونپر مرہم رکھا گیا اور کئی روز روئی کے اندر اوسکو رکھا۔ جب صحت ہوئی تو پھر بادشاہ کا مقرب ہوا۔ مگر اپنے ولی نعمت سے کینہ سینہ میں رکھتا تھا۔ قضارا پھر ایک گناہ شکارگاہ میں اوسے صادر ہوا۔ سلطان نے اوسکو گالیاں دیکر تہدید کی۔ شام کے قریب بادشاہ شکارگاہ سے پھرا۔ اور نہایا۔ مسکرات زیادہ کہا کر پلنگ پر سو رہا۔ کہتے ہیں کہ سلطان پاس دو سو آدمی ایسے تھے کہ شیر سے لڑکر اوسپر غالب آتے تھے۔ اونکو شیر کش کہتے تھے وہ برہان کے حوالہ تھے کہ شکارگاہ اور نازک جایں ساتھ رہیں۔ برہان نے اونسے امارت و مناصب کا وعدہ کرکے اپنے ساتھ موافق کرلیا تھا۔ وہ گہات لگائے رہتے تھے۔ اس روز کہ جب برہان کو بادشاہ ایسے غافل سونے کی خبر ہوئی تو اوسنے اپنے بھانجے دولت سے جو بادشاہ سے زیادہ نزدیکی رکھتا تھا شاہ کے قتل میں ہمزبانی کی اور اوسنے قبول کیا۔ بادشاہ کے سر کے بالوں کے خشک کرنے کا بہانہ بناکے وہ مرگیا۔ بادشاہ کے بال بہت دراز تھے۔ اونکو ہاتھوں میں لیکر کھینچا تو بادشاہ کو نہایت بے خبر پایا۔ بالوں کو پلنگ کی پٹی سے مضبوط باندہ دیا۔ اور بادشاہ کی شمشیر خاصہ کو غلاف سے کھینچکر بادشاہ کے حلق پر رکھی۔ بادشاہ ہوشیار ہوا۔ اوٹھنے کا ارادہ کیا مگر بال ایسے پٹی سے مضبوط بندھے ہوئے تھے کہ اوٹھ نہ سکا۔ دفع مضرت کے لئے دونوں ہاتھ تلوار کی دہار پر رکھے کہ گلا اور ہاتھ دونوں بریدہ ہوئے۔ اس دولت بیدولت نے اپنا کام کیا تو برہان نے کہ دروازہ کے نزدیک تھا شعبدہ بازی شروع کی۔ وہ یہ سمجھا کہ اگر بعض امراء اعظم کو مار ڈالونگا تو میں ہی بادشاہ ہو جاؤنگا۔ لحظہ بلحظہ باہر جاکر سلطان کے احکام سُنانے لگا۔ بادشاہ کی زبانی پہلا حکم یہ سُنایا کہ مطرب و مغنی بلند آوازی سے گائیں۔ حکم دوم یہ کہ شیر کشوں میں سے دس آدمی حضور کی خدمت میں رہیں۔ انکو اس بہانہ سے اندر لے گیا۔ ہتیار اونکو دیئے اور معین جاؤں پر کہڑا کر دیا۔ امیروں و وزیروں کی طلب میں آدمی بھیجے۔ آدھی رات آئی تھی کہ خداوند خان بانی قلعہ سورت و آصفخاں وزیر حاضر ہوئے اور قتل کیئے گئے۔

کے لئے آئے۔ اور سخت لڑائیاں لڑے۔ مگر ہر دفعہ شکست پائی۔ خداوندخاں نے یہ قلعہ بنوا کے
تمام کیا۔ یہ حصار ایک نہایت متین اور استوار ہی اوسکی دو طرفین خشکی سے متصل ان میں خندق
بیس گز عرض کی ایسی نیچی بنائی کہ پانی نکل آیا۔ خندق کی دیوار کو سنگ و آہک سے بنایا ہی۔
عرض اسکا ۵ ۲ گز ہی اور ارتفاع ۲۰ گز۔ اور عجیب بات یہ ہی کہ پتھروں کو لوہے سے جوڑ کر سیسہ
اونمیں ایسا پلایا ہی کہ کوئی درز و دراڑ باقی نہیں رہی۔ سنگ انداز ایسے بنائے ہیں کہ دیدہ بینا
انہیں دیکھکر متحیر ہوتا ہی۔ جب عیسائی جنگ وجدل سے اپنا کام نہ بنا سکے تو رفق و مدارا سے
پیش آئے اور خداوندخاں کو بہت روپیہ رشوت کا دینے لگے کہ وہ قلعہ نہ بنائے۔ مگر اوسنے رشوت
پر تھوکا بھی نہیں تو فرنگیوں نے کہا کہ اگر یہ بات تو قبول نہیں کرتا تو ہم تجھکو اتنا ہی روپیہ دیتے ہیں
جو قلعہ کے نہ بنانے کے لئے دیتے تھے کہ تو پرتگال کی طرح کی چوکندی نہ بنائے۔ خداوندخاں
نے کہا کہ سلطان کے دولت کی وجہ سے میں کسی چیز کی پروا نہیں رکھتا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ
تمہاری مرضی کے برعکس اس قسم کی چوکندی بناؤں اور اپنے لئے ثواب عظیم حاصل کروں۔
توپ وضرب زن کہ رومیوں نے جوناگڈہ میں چھوڑے تھے اور اونکو سلیمانی کہتے تھے منگا کر
قلعہ سورت پر جابجا لگائے اور خوب اوسکو مضبوط کیا۔ ملا محمد استرآبادی نے اس قلعہ کی تاریخ یہ کہی ہی۔

این ندا آمد ز غیب بہر تاریخش بگوش ؎ سد بود بر سینۂ دجال فرنگی این بنائے

سلطان محمود نے ۹۹۱ تک باستقلال حکومت کی اور کسی طرف کوئی اسکا منازع
و مخالف نہ تھا۔ مگر سال مذکور میں برہان نے اسکے قتل کا ارادہ کیا جسکی تفصیل یہ ہی۔ کہ
محمود شاہ کا ایک ملازم برہان تھا کہ لوگوں کو صالح اپنے تئیں دکھاتا تھا اور اکثر اوقات
طاعات وعبادات میں مصروف رہتا تھا۔ تھکار میں بادشاہ کا پیش نماز وہی ہوتا تھا۔
ایک دفعہ اوسنے بادشاہ کی خدمت میں ایسی تقصیر کی کہ سلطان نے اوسکو کچی دیوار میں
چنوا دیا مگر سر اوسکا دیوار سے باہر رکھا۔ کچھ تھوڑی دیر بعد بادشاہ کا گذر اوسکی طرف
ہوا تو برہان زندہ تھا۔ بادشاہ کی طرف نگاہ کرتا تھا۔ چشم و ابرو کے اشارے سے سلام
کرتا تھا۔ بادشاہ نے ترحم کرکے اوسکے گناہ سے درگذر کی اور اخلاص کیا۔

میں چھوڑا۔ اور آپ خود لڑنے آیا۔ حملہ اول میں دریا خاں غوری کے ہراول کو شکست دی اور جب اوسکی فوج خاصہ سے لڑا اور داد مردانگی دی مگر جب میدان جنگ سے نکلا تو پانچ سوار اوسکے پاس تھے بہت سراسیمہ تھا کہ دریا خاں کے ہراول سپاہی احمد آباد میں گئے ہونگے اور اوسکی شکست کی خبر مشہور ہوئی ہوگی اسلئے احمد آباد جانا چاہیے۔ وہ پانچ سواروں کے ساتھ بہت ہی جلد شہر میں آنکر دولتخانہ شاہی میں داخل ہوا اور فتح کی ندا دی اہل شہر دریا خاں کے ہراول شکست یافتہ کو دیکھ چکے تھے اونکو دریا خاں کی شکست کا یقین ہوا ایک جماعت اس پاس آئی اوسنے حکم دیا کہ دریا خاں کا گھر غارت کیا جائے اور شہر کے دروازے محکم کئے جائیں عالم خاں نے تیز قاصد بھیجکر سلطان محمود کو طلب کیا۔ دریا خاں جب فتح کرکے اپنی منزل میں آیا تو احمد آباد سے اس پاس قاصد پہنچے اور حقیقت حال پر اوسکو اطلاع دی۔ وہ بہت جلد احمد آباد کی طرف آیا اہل وعیال امرا کے شہر میں تھے اکثر آدمی اوس سے جدا ہوکر عالم خاں لودہی پاس آئے۔

اور اسی عرصہ میں سلطان محمود بھی شہر میں آگیا اس خبر کے سننے سے دریا خاں غوری نے فرار کیا برہانپور گیا یہاں بھی قرار نہ پایا تو وہ شیر شاہ پاس چلاگیا جسنے اوسکے ساتھ بڑی رعاتیں کیں۔ دریا خاں کے جانے کے بعد عالم خاں وزیر ہوا۔ وزارت پاکر اوسکو بھی دریا خاں کا سا گھمنڈ ہوا اُسی کی چالوں پر چلنے لگے۔ سلطان محمود نے امرا کو اپنے ساتھ متفق کرکے اوسکے پکڑنے کا قصد کیا اوسکو خبر ہوگئی وہ بھی شیر شاہ پاس چلاگیا۔ اوسنے بہت اوسکے حال پر نوازش کی۔ جب بائی امرا کی طرف سے سلطان محمود کی خاطر جمع ہوئی تو وہ تنسیق ممالک اور تکثیر زراعت اور دلاسۂ سپاہ میں مشغول ہوا۔ تھوڑے دنوں میں گجرات کو پھر اپنی اصلی حالت پر لے آیا۔ اعیان واکابر واشراف سے مستحسن سلوک کیا احمد آباد سے بارہ کروہ (۲۴ میل) پر ایک نیا شہر بنایا اوسکا نام محمود آباد رکھا۔ لیکن وہ اس عہد میں پورا نہ طیار ہوا۔ اسی بادشاہ کے عہد میں ۹۴۹ھ میں بحر عمان کے ساحل پر قلعہ سورت تعمیر ہوا۔ سورت کے مسلمانوں کی طرح طرح کی مزاحمتیں فرنگی کرتے تھے۔ اسلئے سلطان محمود نے عضنفر آقا غلام ترک المخاطب خداوند خاں کو اس جگہہ کا حاکم مقرر کیا اور حکم دیا کہ قلعہ یہاں بنائے۔ جب خداوند خاں نے قلعہ بنانا شروع کیا تو فرنگی جہازوں میں چند دفعہ سوار ہوکر ممانعت

جانیکا ارادہ کیا - میراں مبارک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو محمود خاں کو گجرات میں بھیجدیا -
۹۴۴ھ ۱۵۳۸ء میں وہ تخت سلطنت پر بیٹھا - اسکا خطاب سلطان محمود ہوا - اختیار خاں صاحب اختیار ہوا
مہام مملکت گجرات کی زمام اوسکے اقتدار کے ہاتھہ میں آئی ۹۴۵ھ میں امرا میں آپس میں مخالفت ہوئی
دریا خاں و عماد الملک نے اتفاق کر کے اختیار خاں کو قتل کیا - عماد الملک امیر الامرا اور دریا خاں
غوری وزیر کل ہوا - آخر سال میں ان دونوں میں مخالفت ہوئی - دریا خاں غوری سلطان محمود
کو شکار کے بہانہ سے محمد آباد چنپانیر لے گیا - عماد الملک نے بہت لشکر جمع کیا اور محمد آباد کی طرف
متوجہ ہوا - دو تین کوچوں کے بعد سپاہی جنہوں نے اوس سے خوب روپیہ لیا تھا جدا ہو کر بادشاہ
سے مل گئے - عماد الملک نے ناچار صلح کر لی جسمیں یہ قرار پایا کہ عماد الملک اپنی جاگیر سرم گانو کو چلا جائے
سلطان محمود احمد آباد میں مراجعت کرے ۹۴۷ھ میں دریا خاں غوری نے عماد الملک کے
استیصال کا ارادہ کیا - محمود شاہ کو آراستہ لشکر کے ساتھ ولایت سورت میں لے گیا - عماد الملک
لڑ کر بھاگا - میراں مبارک شاہ حاکم آسیر و برہانپور پاس التجا کی - وہ حمیت و غیرت کے سبب سے اوسکی
مدد کو تیار ہوا - اوسنے لشکر گجرات سے جنگ کی اور شکست پائی اور آسیر کی طرف بھاگا - عماد الملک
ملوخاں المخاطب قادر شاہ حاکم مالوہ پاس گیا - سلطان محمود خاندیس میں ٹھہر کر تاخت و تاراج
میں مشغول ہوا - میران مبارک شاہ نے اکابر کے واسطے سے صلح کر لی اور محمود شاہ کی خدمت
میں آیا - دریا خاں غوری نے عماد الملک کے خارج ہو جانے سے قوت و استظہار پایا -
کل مہمات ملکی اور مالی کا مالک ہوا کوئی اوسکے کام میں دخل نہیں دیسکتا تھا - رفتہ رفتہ اوسکے اختیار
کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ شاہی کرنے لگا اور محمود شاہ ایک نمونہ رہ گیا - سلطان محمود نے
جب اپنی یہ حالت دیکھی تو وہ ایک رات کو جرجیو کبوتر باز کی معرفت قلعہ ارک احمد آباد میں عالم خاں
لودھی پاس گیا وہ دولقہ دندوقہ میں جاگیر رکھتا تھا - لودھی نے بادشاہ کے آنیکو غنیمت جانکر
چار ہزار لشکر مرتب کیا - دریا خاں غوری نے محافظ خاں اور اپنے خویشوں کے بہانے سے
ایک طفل مجہول النسب کو شاہ مظفر نام رکھکر بادشاہ بنایا - کل امرا کی جاگیر اور خطاب میں اضافہ
کر کے اپنے ساتھہ متفق کیا - دولقہ کی طرف متوجہ ہوا - سلطان محمود کو بڑی سپاہ کے ساتھہ ہنگامہ

ذکر سلطنت میراں محمد شاہ فاروقی

جب بہادر شاہ دنیا سے رخصت ہوا تو اوسکی والدہ مخدومہ جہاں مع امرا کے بندر دیب سے
احمد آباد کو روانہ ہوئی۔ اثنائے راہ میں خبر آئی کہ محمد زماں مرزا سے جسکو بہادر نے دہلی و لاہور کی
جانب بھیجا تھا کہ وہ مغلوں کو پریشان کرے حدود لاہور سے احمد آباد کی طرف آتا ہی جسوقت
اوسنے سلطان بہادر کے واقعہ ناگریز کی خبر سنی تو بہت رویا پیٹا اور ماتمی لباس پہنا اور تعزیت
کے لئے آیا۔ مخدومہ جہاں نے اسباب مہمانی اُس پاس بھیجا۔ اُسکا لباس ماتمی اُتروایا۔
لیکن مرزا کا مطلب کچھ اور تہا۔ اوسنے کوچ کے وقت خزانہ گجرات پر ہاتھ ڈالا اور سات سو
صندوق سونے سے بھرے لے گیا۔ اور بارہ ہزار آدمی مغل اور ہندوستانی جمع کئے۔
امرار گجراتی اس حال کے دیکھنے سے مضطرب ہوئے۔ اونہوں نے بادشاہ کے مقرر کرنے میں
مصلحت دیکھی۔ سلطان بہادر اپنے بہانجے محمد شاہ فاروقی پر ولیعہدی کا اشارہ کرچکا تہا اسلئے
کل امرا، اور مخدومہ جہاں اوسکی بادشاہی پر راضی ہوئے غائبانہ اسکا خطبہ و سکہ عمل میں آیا
آدمی اوسکو بلانے گیا۔ عماد الملک بہت سا لشکر لیکر محمد زماں مرزا کے دفع کرنے کے لئے
گیا۔ مرزا عیاش اور فراغت طلب تہا کچھ لڑکر سندکو بہاگ گیا۔ پھر اوسکی مہم کی کوئی صورت
نہوئی میراں محمد شاہ فاروقی جسکو بہادر شاہ نے لشکر چغتائی کے تعاقب میں مالوہ تک بھیجا تہا
وہ تخت پر بیٹھا اور ڈیڑہ مہینے سلطنت کر کے اجل طبعی سے ۹۴۳ھ میں مرگیا۔

ذکر سلطنت سلطان محمود گجراتی بن لطیف خاں بن سلطان مظفر

جب میراں محمد شاہ فاروقی دنیا سے چل بسا تو کوئی وارث سلطنت سوا محمد خاں بن شاہزادہ
لطیف خاں بن مظفر شاہ کے کوئی اور نظر نہ آتا تھا۔ وہ سلطنت کا مدعی ہوا تھا اسلئے سلطان
بہادر نے اوسکو برہان پور میں میراں محمد شاہ پاس قید کر رکھا تھا۔ اختیار خاں اوسکے بلانیکو گیا
میراں محمد شاہ نے اوسکے بھیجنے میں مضائقہ کیا۔ امرار گجرات نے لشکر تیار کر کے برہانپور

وہاں گرفتار ہو جائیگا۔ مگر بادشاہ نے اس کہنے کی پروا نہیں کی اور سونا کو اپنے غراب میں بلا لیا
آنے میں اسکا پاؤں پہسل گیا جس سے وہ سمندر میں گر پڑا اوسکو آدمیوں نے نکال لیا۔ اور
بہادر شاہ پاس امرا اوسکو سے گئے۔ اس اثنا میں پرتگیزوں کا ایک جہاز اور بعض اونکے اور سردار
یہ دیکھکر آئے کہ سونا جلدی سے بہادر شاہ پاس چلا گیا۔ جب رومی خان نے اسکی اطلاع دی
تو بہادر شاہ نے امرا کو حکم دیکر سونا کو مار ڈالا جمیس دی میکونٹ کو اس قتل کا ہونا معلوم ہو گیا
وہ اندر گیا اور بہادر شاہ کو زخمی کیا جس نے پرتگیزوں کے بہادر کپتان کو مارا تھا۔ غرض ایک
خونریز فساد برپا ہوا جس میں چار پرتگیزی افسر اور سات بہادر شاہ کے امیر مارے گئے۔
پرتگیزوں کے اور جہاز آگئے جنمیں سے بہادر شاہ کے ایک نوکر نے اوسکی کمان سے بعض پرتگیزوں کو
تیر لگا کے مارا اور خود گولی سے مارا گیا۔ بہادر شاہ کو اوسکے تین جہاز بچا نیکے لئے آئے۔
بہادر شاہ خوف زدہ ہو کر بھاگا جاتا تھا کہ توپ کے گولے نے اوسے ٹہیرایا اور اوسکے جہاز چلانیوالے
تین مار ڈالے یہ دیکھکر بہادر شاہ پانی میں اس ارادہ سے کودا کہ تیر کر بچ جاؤں گا مگر وہ
ڈوبنے لگا تو چلایا۔ آواز سے لوگوں نے پہچانا کہ یہ بہادر شاہ ہی۔ ایک پرتگیز نے چپو کے
سہارے سے اوسکو پانی سے کچھ اوپر اوٹھایا تھا۔ کہ دوسرے پرتگیز نے اوسکے سر پر برچھی
ماری جس سے وہ ڈوب کر مر گیا۔ ہرچند اوسکی اور سونا کی لاش کی تلاش ہوئی مگر کچھ
پتہ نہ لگا کہ تجہیز و تکفین ہوتی۔

ایک ترکی مورخ فیردی بیان کرتا ہی کہ جب بہادر شاہ مجبور کیا گیا کہ وہ دیو کو جائے تو اوسنے
اپنے اہل و عیال اور جواہر مدینہ بہیجے۔ تین سو آہنی صندوق تھے اور اونمیں وہ ساری دولت بھری
ہوئی تھی، جو اوسنے جوناگڈہ۔ چنپانیر۔ آبوگڈہ۔ چتوڑ کے ہندو راجاؤں سے اور نیز مالوہ کے مسلمان
بادشاہ سے پائی تھی۔ اسمیں دولت عظیم کے خزانے پھر ہندوستان میں نہیں آئے۔ بلکہ وہ
سلطان قسطنطنیہ کے ہاتھ آئے۔ اسی دولت کی وجہ سے وہ سلیمان اعظم بنا۔ سلطان بہادر
نے سلطان قسطنطنیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ اوسکی کمک ہمایوں کی لڑائی میں کرے اور
اوسکو ٹیکا تحفۃً بہیجا تھا جسکی قیمت بہت بڑی تھی۔

اور اوسکے پیچھے اور جہاز آئے - غرض تین سو جہاز اس پاس ہو گئے - وہ چول میں آیا ۔یہاں
اوسنے دیکھا کہ بہادر شاہ کی ترغیب سے نظام الملک آٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ موجود ہی اور کہتا یہ ہے
کہ عورتوں کی تفریح بحری کے لئے میں یہاں آیا ہوں مگر وہ اس جگہہ فساد کی نیت سے آیا تھا
یہاں کے حاکم سائمن گیو ویرنے ایسی ہوشیاری کی کہ نظام اپنے کام میں مایوس رہا۔
نیونونے لسبن سے اپنے بہنوئی این تھونے دی سل ویرا کو ساتھ لیا وہ بڑا صاحب لیاقت
تھا۔ اور اوسکی جگہہ روئی دار یریر کو مقرر کیا- بہادر شاہ اسوقت پہاڑوں میں شکار کھیل رہا تھا
بہادر فرنگی جام پہلے عیسائی تھا اور اب مسلمان ہو کر بہادر شاہ کے مُنہ بہت لگ گیا تھا۔ اوسکو
بہادر شاہ نے نیونو پاس بھیجا کہ وہ اوسے بلا لائے ۔نیونو کچھہ بیمار تھا اور زیادہ اپنے تئیں بیمار بنا لیا تھا
یعنی تمارض کیا تھا۔ اوسنے عذر کیا کہ میں بیماری کے سبب سے حاضر نہیں ہوسکتا۔
دوستی جتانے کے لئے جو درحقیقت جھوٹی تھی بہادر شاہ فوراً اس غراب میں بیٹھا
جس میں اوسنے نیونو کو شکاری گوشت بھیجا تھا۔ اوسکے ساتھہ تیرہ امیر ہوئے اور اوسکے ساتھہ
سوزا بھی تھا جو نیونو کا پیغام لیکر بہادر پاس گیا تھا نیونو بہادر شاہ کو اپنے جہاز پر لے گیا اور
بڑی خاطرداری کی۔ دونوں نے بیٹھکر آپس میں خوب باتیں کیں مگر بہادر شاہ کو یہ دیکھکر
تعجب ہوا کہ ایک نوکر نیونو سے سرکشی کر رہا ہی - یہ ملازم سوزا کا یہ پیغام لایا تھا کہ بعض
کپتان آپکے حکم کے منتظر ہیں ۔ اوسکو یقین تھا کہ بہادر شاہ مارا گیا ہو گا یا پکڑا گیا ہو گا
اب بہادر شاہ ششدر خاموش تھا کہ نیونو نے کچھہ ملازم کی بات پر خیال نہیں کیا اور
اوٹھکر چلا گیا۔
نیونا نے تمام افسروں کو حکم دیا کہ وہ اول بہادر شاہ کے ہمراہ میرے محل میں جائیں
اور پھر سوزا قلعہ میں جائے اور جب بہادر شاہ اوسکی ملاقات کو آئے تو اوسکو پکڑ لیں۔
بہادر شاہ نے یہ سوچا تھا کہ اوسکو ڈنر پر بلائے اور پکڑے ۔سوزا بہادر شاہ کو قلعہ میں بلانیکے لئے
گیا۔ اور کہنا قلعہ میں چلا گیا- بہادر شاہ کے غراب میں سوزا آیا اور رومی جام کی معرفت
پیغام بھیجا کہ قلعہ میں تشریف لے چلیئے ۔ مگر رومی جام نے بہادر شاہ سے کہا کہ آپ نہ جائیے

اوسکا بڑا قلق اوسکو تھا وہ اوسکو چھیننا اور حاکم کو اور تمام اہل قلعہ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ کے اس فساد آمیز ارادہ پر نیو نو دی کنہا مطلع ہوا اور اوسکے انسداد کی تدبیر کرنے لگا۔

دیو میں بہادر جوانمرد ایمے نیو ایل دی سوزا حاکم تھا۔ اوسکے مارنے کا ارادہ بہادر شاہ نے کیا۔ ۸۔ اکتوبر کی رات کو ایک مسلمان دیوار پر آیا اور اوسنے کہا کہ سوزا بہادر شاہ کل تجھے مارنے کے لئے بلائیگا میں اپنا نام اسلئے نہیں بتاتا شاید یہ خیال کیا جائے کہ یہ انعام پانیکا طریقہ ایجاد ہوا ہے۔ اب ایمی نیو ایل بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ میں بہادر شاہ پاس جاؤں یا نہ جاؤں آخر کو اوسنے جانے کا ارادہ کیا۔ جس گھنٹے میں اوسکو یہ آگاہی ہوئی تھی بہادر شاہ کا آدمی اوسے بلانے آیا۔ وہ پہلے تو بہت مسلح نوکروں کو اپنے ساتھ لیجاتا تھا مگر ایکی دفعہ وہ تنہا گیا۔ بہادر شاہ نے اوسے بیفکر دیکھکر اپنے کینہ کو ظاہری اخلاق سے بدلا۔

ایمی نیو ایل قلعہ کو واپس چلا آیا۔ بادشاہ کی ماں نے بیٹے کو سمجھایا کہ یہ شرارت آمیز ارادہ نہ کرے۔ بادشاہ نے یہ بہتر جانا کہ میں کپتان سے اکثر ملنے جاؤں جس سے بدگمانی بالکل مٹ جائے۔ پہر اوسکو وہاں ماروں یا پکڑ لوں۔ بادشاہ بڑا درشت طینت تھا۔ وہ اول دفعہ ملاقات کرنے ناوقت آیا۔ یہ ناوقت آنا بدگمانی کے لئے کافی تھا۔ سوزا نے اپنی حفاظت کرکے ملاقات کی۔ اونکی آپسمیں باتیں بے سروپا ہوئیں۔ بہادر شاہ چلا گیا اوسنے اپنے نزدیک جانا کہ اوسنے سوزا کو پھندے میں پھنسا لیا مگر وہ اور زیادہ اپنی حفاظت کرنے لگا نیو نو دی کنہا کو جب یہ خبر ہوئی کہ دیو میں یہ معاملہ پیش آیا تو اوسکو تعجب ہوا کہ سوزا نے بادشاہ کو جب وہ اوسکے قابو میں آگیا تھا گرفتار کیوں نہ کر لیا غرض اسکے بھی برے ارادے مشہور ہو گئے تھے۔ اوسنے یہ بھی مشہور کر رکھا تھا کہ پرتگال سے جہاز بڑے ساز و سامان کے ساتھ آتے ہیں یہ منصوبہ نیو نو کو معرض خطر میں لایا۔ بہادر شاہ نے اول اوسکے مارنے کا قصد کیا تاکہ سوزا کے مارنے کے بعد وہ دیو کی کمک کو نہ آسکے۔ بہادر شاہ نے اوسکو لکھا کہ تم دیو میں آؤ بعض معاملات عظیم کا فیصلہ کرنا ہے۔ نیو نو گو اوسکی بدنیتی سے واقف تھا مگر اوسنے جانے میں کچھ تامل نہیں کیا۔ وہ ۹۔ جنوری کو گوا میں جتنے جہاز تھے اونکو ساتھ لے گیا۔

سلطان بہادر نے اِن شرائط پر صلح منظور کرلی۔

اول۔ ہمیشہ کے لئے قصبہ بسین شاہ پرتگال کو دیتا ہوں۔

دوم۔ اپنے کسی بندرگاہ میں جنگی جہاز نہیں بناؤنگا۔

سوم۔ اگر بحرم قلزم یا خلیج فارس سے ترکی بیڑے پرتگیزوں پر حملہ کرنے آئینگے تو اونکے ساتھ نہیں شریک ہونگا۔

مورخ لکھتے ہیں کہ بعض شرائط ایسی بھی تھیں کہ وہ سلطان کے حق میں مفید تھیں اور اِن شرائط کی سختی کو نرم کرتی تھیں۔

جب سلطان بہادر سے ساری سلطنت سوا ضلع سورت کے چھن گئی اور وہ نہایت سراسیمہ و پریشان دیو میں آیا تو اوسنے پرتگیزوں کو جزیرہ دیو میں کوٹھی بنانے کی اجازت دیدی۔ مگر پرتگیزوں نے کوٹھی ایک قلعہ کی صورت کی بنائی۔ اوسکے عوض میں پانچسو فرنگیوں نے جنمیں پچاس فرنگی نامور تھے۔ بہادر شاہ کی کمک کی۔ یہ گروہ بادشاہ کے ساتھ احمد آباد گیا اور مغلوں کو اوسنے نکال دیا۔ پرتگیزی مورخوں کا بیان ہی کہ بہادر شاہ کو دوبارہ سلطنت ہماری مدد سے حاصل ہوئی۔

غالبًا یہ معلوم ہوتا ہی کہ بہادر شاہ نے پرتگیزوں کو ایک کوٹھی بنانے کی اجازت دی تھی جسکی جگہہ اونہوں نے نہایت استوار قلعہ بنالیا۔ اب بہادر اُسکو چھیننا چاہتا تھا دیو کے مسلمان حاکم نے ایک فصیل بنانی چاہی جسپر توپیں لگائی جائیں اور وہ گجراتیوں اور پرتگیزوں کو علیحدہ علیحدہ کردے۔ اور شہر کو قلعہ کے حملہ سے بچائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو قلعہ پر حملہ کیا جائے۔ اس فصیل بنانے پر بڑا مباحثہ ہوا اور طرفین کے دلوں میں عداوت و مخالفت پیدا ہوئی۔ سلطان فصیل کے پورا بنانے سے باز رکھا گیا۔

فرائی سوزا کی تاریخ سے بہادر شاہ کے مارے جانیکا بیان

بہادر شاہ بادشاہ کہنا یہ ہے نے صرف پرتگیزوں کی مدد سے اپنی سلطنت کو دوبارہ حاصل کیا تھا مگر اب وہ پرتگیزوں کی بربادی کے درپے ہوا اور اوسنے جو دیو میں قلعہ بنانے کی اجازت دیدی تھی

اور ہر ایک جانب کو دوسری جانب سے بدگمانی تھی۔ اس اتفاقی فساد سے بدگمانی اور
بے اعتباری کی چنگاریاں بھڑک گئیں جنسے یہ غمگین واقعہ پیش آیا۔ ایک پرتگیزی مورخ لکھتا ہو کہ شاہ
گجرات کے بیڑوں سے پرتگیز برسوں سے لڑ رہے تھے۔ نیونو دی کنہا گورنر جنرل پرتگیز ونکا ہندوستان
میں ۱۵۲۹ میں آیا۔ اوسکو پرتگال کی طرف سے بتاکید ہدایت ہوئی تھی کہ وہ جزیرہ دیو پر جو ساحل
کنبایت پر گجرات کی عملداری میں ہو قبضہ کرے اسلئے اوسنے دوسرے سال میں اس مہم کے
لئے یہ ہولناک سامان تیار کیا کہ پندرہ ہزار چھہ سو سپاہیوں کو سب قسم کے چارسو جہازوں میں
بٹھاکے بمبئی میں لایا۔ ۱۷ فروری ۱۵۳۱ میں کئی دفعہ اوسنے دیو پر حملے کئے۔ مگر وہ سب خالی گئے
اس تاریخ سے پرتگیزوں کی بڑی کوشش یہ تھی کہ دیو میں کس طرح قدم جمیں۔ جب اونکو معلوم ہوا
کہ یہ بات صلح سے نہیں حاصل ہوسکتی تو اونہوں نے اوسکو قوت و زور سے حاصل کرنا چاہا۔
اونہوں نے گجرات کے اور اوسکے دوستوں کے جہازوں کا گرفتار کرنا شروع کیا۔ اونہوں نے
قصبات تاراپور۔ بلسر۔ سورت کو لوٹ لیا۔ آخر کو اونکی حمایت میں شاہزادہ چاند آگیا۔ وہ بہادر شاہ
کا بھائی تھا۔ جب وہ سلطنت کے حاصل کرنے میں سب طرح ناکام رہا تو پرتگیزوں کی حمایت میں آیا
پرتگیزوں کے افسر کو خیال تھا کہ اس سے بہت کام نکلینگے۔ سال آیندہ میں پرتگیزوں نے
جمیس دی سلویرا کے تحت پٹن۔ سومنات۔ بیٹ۔ منگلور۔ ٹانا۔ تولاجا۔ مظفرآباد کو جلا دیا۔ اور ان
مقامات سے چار ہزار غلام بنا کے لیگئے اور بہت آدمی قتل کئے۔

ان سب باتوں کے سبب سے نیونو دی کنہا کی ہمت اسپر بند ہوائی کہ دیو کو تنگ کرے اور
سلطان گجرات کو مجبور کرے کہ وہ اس شہر میں قلعہ بنانے کی اجازت دے۔ اس اپنے مطلب حاصل
کرنے کے لئے پرتگیزوں نے بسین کو غارت کر دیا۔ یہاں انکو چارسو توپیں ہاتھ لگیں اور بہت سا
اسباب جنگ ہاتھ آیا۔

اسوقت بہادر شاہ ہمایوں سے لڑ رہا تھا کہ پرتگیزوں کے گورنر جنرل نے اپنا ایلچی بھیجا کہ
سلطان سے دیو دینے کا اقرار کرائے۔ وہ جانتا تھا کہ بہادر اپنی مصیبت میں گرفتار ہو وہ ایسی حالت
میں اوسکی درخواست کو مان لیگا اور اگر وہ پھر اپنی حالت اصلی پر آگیا تو نہیں مانیگا آخر کو ۱۵۳۴ میں

نور محمدؐ نے آنکر یہ بات سلطان بہادر سے کہدی - سلطان بہادر نے جانا کہ کپتان خوف کے مارے نہیں آتا تو اوسنے اوسکے جہاز میں ملاقات کرنیکا ارادہ کیا کہ وہاں جاکر اوسکی عیادت کرے مگر اصل مطلب یہ تھا کہ اوسکی بدگمانی کو دفع کرے - اُسنے اپنے غراب کو تیار کرایا اور اِن افسروں کو اپنے ساتھ لیا امیر فاروقی - شجاع خاں - لنگر خاں - قادر شاہ منڈوی - الپ خاں پسر شجاع گگر - سکندر خاں حاکم ستواس - اور گنیش رائے پسر میدنی رائے - اوسنے اپنے نوکروں کو ہدایت کی کہ کوئی ہتیار ساتہہ نہ لے - اسپر امیروں نے عرض کیا کہ اس وضع سے جانا بادشاہی شان کو زیبا نہیں ہی مگر اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا - قرآن شریف میں لکھا ہی کہ جب موت آتی ہی تو وہ ایک ساعت توقف نہیں کرتی وہ چلنے میں ایک قدم نہیں ٹھیرتی ہی - وہ غراب میں بیٹھکر چلا - کپتان نے بادشاہ کی گرفتاری کی تدابیر درست کیں - وہ ساحل کی طرف اوسکے استقبال کو آیا اور اوسکو اپنے جہاز پر لایا - وہاں اوسکو بہت سے بندر کے سے تماشے دکہائے اور حد سے زیادہ ظاہری تپاک کیا مگر باطن میں اوسکے دغا و فریب تھا - بادشاہ بھی اسی قسم کی تدابیر کرتا تھا مگر اوسکا اقبال یاور نہ تھا اوسکی ساری تدبیریں اُلٹی ہوئیں -

جب بات چیتوں میں کچھ توقف ہوا - تو پرتگیزی کپتان نے وہ اشارے کئے کہ جو پہلے سے ٹھیرا رکہے تھے تو سلطان نے جانا کہ میں اب جال میں پھنس گیا اور میری قسمت پلٹ گئی - اوسکو افسروں نے یاد دلایا کہ حضور سے پہلے سے یہ نہ کہتے تھے کہ ہم سب وہاں جاکر فنا ہو جائینگے - سلطان نے کہا کہ اگر تقدیر یہی ہے تو یہی ہوگا - اب بادشاہ اُٹھا پرتگیزوں نے اوسپر حملہ کیا کہتے ہیں کہ وہ اپنے جہاز کے قریب تھا کہ ایک پرتگیز نے اوسکے تلوار ماری اور اوسکو پانی میں پھینک دیا جو امرا اوسکے ساتہہ تھے وہ بھی شہید ہوئے - یہ واقعہ ۳ - رمضان ۹۴۳ھ کو ہوا - سلطان البر و شہید البحر - اوسکی تاریخ ہوئی - بہادر شاہ بیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور ۱۱ سال سلطنت کی - اس حساب سے وہ اکتیس برس کی عمر میں فنا ہوا -

مراۃ اسکندری کے بیان سے یہ صاف معلوم ہوتا ہی کہ پرتگیزوں کے افسر اور سلطان بہادر ایک دوسرے کو گرفتار کرنا چاہتے تھے اور اونکے تابعین اس ارادہ سے خوب واقف تھے

مرآۃ سکندری میں یہ لکھا ہی کہ جب بہادر شاہ پر بلاؤں کا آسمان ٹوٹا جنکا اوپر بیان ہوا۔
تو وہ بندر دیپ (دیو) میں آیا۔ پرتگیزوں نے اوسکی تسلی کی۔ اور کہا کہ ہم مدد کرنے کو موجود ہیں
ساحل پر بہت بندرگاہ ہمارے قبضہ میں ہیں جس بندر کو آپ پسند کریں۔ اسمیں آپ سکونت
اختیار کیجئے۔ ہم آپ کی حفاظت کرینگے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہی۔
اسلئے پرتگیزوں کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ ایک دن پرتگیزوں نے سلطان بہادر سے
عرض کیا کہ اونکے سوداگر جو دیو میں تجارت کرنے کے عادی ہوگئے ہیں وہ اپنے اسباب
تجارت کو دور دور مختلف مقاموں میں رکھتے ہیں اگر حضور ہم کو چرسہ کی برابر زمین دیں تو اسمیں
ہم ایک احاطہ بنالیں کہ جسمیں اسباب رکھنے کا آرام ملے۔ سلطان نے یہ درخواست اونکی
قبول کرلی۔ سلطان دیو سے اپنے دشمنوں کو سزا دینے چلا گیا۔ پرتگیزوں نے چرسہ کے
باریک تسمے کترے اور اوسکے طول کی برابر زمین لیکر ایک مضبوط سنگین حصار بنا لیا۔
اور اوسپر توپیں لگا دیں اور سپاہی مقرر کردیئے۔ جب سلطان بہادر نے یہ حال سُنا
تو وہ بہت متردد ہوا اور اس فکر میں لگا کہ ان کافروں کو کسی حیلہ و حکمت سے نکالوں
تاکہ آسانی سے مقصد حاصل ہو جائے۔ اسواسطے وہ احمدآباد سے کھنبایت میں ہوتا ہوا
دیو میں آیا۔ پرتگیزوں نے خیال کیا کہ اسکا یہاں آنا دغا سے خالی نہیں ہی۔ حتی المقدور
سلطان بہادر نے بہت حکمتیں کیں کہ پرتگیزوں کی یہ بدگمانی دور ہو جاوے۔ مگر وہ اس سے
اوسکو اور زیادہ مکار اور دغاباز جاننے لگے۔ کہتے ہیں جب سلطان بہادر ساحل دیو پر آیا
تو اوسنے اپنے ایک معتمد امیر نور محمد خلیل کو پرتگیزی افسر پاس بھیجا کہ وہاں جاکر ایسی چالیں
چلے کہ یہ افسر بہادر شاہ کی ملاقات کرنے آئے۔ جب یہ ایلچی کپتان سے ملا تو اوسنے پہرہ اُٹھا دیا
اور نہایت اخلاق و تواضع سے ملا۔ جب ان دونوں نے شراب پی تو کپتان نے نور محمد خلیل
سے پوچھا کہ بہادر شاہ کا اصل ارادہ کیا ہی تو اوسنے اپنے بادشاہ کا ارادہ جو اوسکو تبلانا نہ
چاہیے تھا بتلا دیا اور افشار راز کردیا۔ رات گذر گئی صبح کو کپتان نے کہا کہ میں سلطان بہادر
کا سچا دوست ہوں مگر بیماری سے مجبور ہوں کہ اوسکی خدمت میں خود نہیں حاضر ہوسکتا۔

سلطان ہماری مدد سے مستغنی ہی مبادا ملاقات میں وہ عذر کرے اپنے تئیں مریض بنایا۔ اپنے آدمیوں کو سلطان پاس بھیجا کہ آپ کی طلب کے موافق آیا تھا جب صحت ہوگی تو خدمت میں حاضر ہونگا۔ سلطان نے شاہراہ احتیاط سے باہر قدم رکھا کہ ۳ رمضان ۹۴۳ھ کو اواخر روز میں معدود آدمیوں کے ساتھہ غراب میں سوار ہوکر ورزی کی عیادت کو گیا۔ جاتے ہی اوسکو تمارض معلوم ہوا آنے سے پشیماں ہوا۔ فی الحال پہرا۔ فرنگیوں نے سوچا کہ ایسا صید ہماری قید میں آنکر پھنسا ہی اگر اُس سے چند بہادرے لیں تو بجا ہی۔ ورزی نے سرراہ آنکر کہا کہ اسقدر توقف فرمائیے کہ بعض تحائف آپکو دکہائے جائیں۔ سلطان نے کہا کہ آپ انکو پیچھے بھیجدیجئے گا۔ یہ کہکر وہ بہت جلد اپنے غراب کی طرف متوجہ ہوا۔ قاضی فرنگ نے سلطان کا رستہ روک کر توقف کے لئے تحکم کیا۔ سلطان نے بے تحمل سے تلوار کھینچکر اوسکے دو ٹکڑے کئے اونکے غراب سے اپنے غراب میں کودا۔ غرابہا فرنگ کہ دور دور کہڑے تھے نزدیک آئے اور سلطان کو گہیر لیا جنگ ہوئی۔ سلطان و رومی خاں دونوں پانی میں کودے۔ رومی خاں کو ایک فرنگی آشنا نے ہاتھہ پکڑ کر نکال لیا۔ سلطان دریا فنا میں غرق ہوا۔ اوسکے ہمراہی بھی ضایع ہوئے۔ اس واقع کی تاریخ فرنگیان بہادر کش ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ دریا سے نکل کر زندہ رہا۔ گجرات اور دکن میں کئی دفعہ اوسکے ظہور کا آوازہ آدمیوں میں بلند ہوا! چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص دکن میں پیدا ہوا نظام الملک نے قبول کیا وہ بہادر شاہ ہی ہی۔ اس سے چوگان کہیلا۔ اوسکے گرد ایک ازدحام ہوا۔ اس ہجوم کا ملاحظہ کرکے نظام الملک نے اوسکے مارنے کا قصد کیا۔ وہ اسی رات اوسکے سراپردہ سے غائب ہوگیا۔ لوگوں نے یقینی جانا کہ نظام الملک نے اوسے ضائع کیا۔ ایک روز مرزا بوتراب کہ اکابر گجرات سے تھا نقل کرتا تھا کہ ملک قطب الدین شیرازی جو بہادر شاہ کا اوستاد تھا اور ان دنوں میں دکن میں تھا قسم کہا کر کہتا تھا کہ وہ یقینی سلطان بہادر تھا بعض باتیں کہ اوسکے اور میرے درمیان ہوئی تھیں اور سوا اسکے کوئی نہیں جانتا تھا میں نے اس سے ذکر کیے اوسنے اونکے پتے ٹھیک بتلائے۔ وسعت آباد قدرت ایزدی میں ایسے امور کا وقوع محال نہیں ہوسکتا۔

جب سُنا کہ سلطان بہادر کو استقلال و استیلا حاصل ہوگیا اور ہمایوں بادشاہ چلا گیا تو وہ اپنے آنے سے پشیمان و نادم ہوئے اور آپس میں مشورہ کرکے یہ قرار دیا کہ بندر دیو پر جس طرح ہوسکے متصرف ہوں پس اُن کے سردار نے بمقتضائے مصلحت تمارض کیا اور اپنی بیماری کی خبر شائع کی سلطان نے مکرر آدمی اُس کے بلانے کو بھیجے تو یہی جواب آیا کہ بیمار ہوں قوت رفتار نہیں کہ آؤں۔ سلطان بہادر نے اس سبب سے کہ فرنگی اس کا ملاحظہ کرتے ہیں کچھ تھوڑے آدمی لیکر اُنکی تسلی کے واسطے غراب میں سوار ہوا۔ جہاں جہاز لنگر انداز تھے وہاں پہنچا اور پرتگیزوں کے بڑے جہاز میں گیا وہاں غدر کے آثار اُس نے دیکھے تو مراجعت کا ارادہ کیا وہ فرنگیوں کے جہاز سے اپنے جہاز میں آتا تھا کہ فرنگیوں نے چابکی کرکے اپنے جہاز کو جدا کیا۔ سلطان اپنے جہاز میں نہ پہنچ سکا۔ سمندر میں گرا ایک غوطہ کھا کے سر باہر نکالا تھا کہ ایک فرنگی نے اپنے جہاز پر سے ایک نیزہ اُس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا سر مجروح ہوا اور بحر عدم میں ایسا پہنچ گیا کہ پھر نہ ابھرا لشکر گجرات یہ احوال دیکھ کر احمد آباد بھاگا اور بندر دیو رمضان ۹۴۳ھ میں فرنگیوں کے تصرف میں آیا۔ بہادر شاہ کی مدت شاہی ۱۱ سال ۳ روز تھی۔ تاریخ بہادر شاہی اس بادشاہ کے نام پر لکھی گئی ہے۔ مصنف کو توفیق اصلاح نہ ہوئی۔ اس لئے اس کتاب میں بہت غلطیاں رہ گئیں۔

مسلمانوں اور پرتگیزی تاریخوں سے ان واقعات کا بیان جو بہادر شاہ اور پرتگیزوں کے درمیان واقع ہوئے

بہادر شاہ کو جو پرتگیزوں نے مار ڈالا یہ ایک واقعہ عجیب ہے اور وہ اس سبب سے عجیب تر ہوگیا ہے کہ اسکو مسلمان مورخوں اور پرتگیزی مورخوں نے طرح طرح سے لکھا ہے اور اپنے اپنے گروہ کی طرفداری کی ہے۔ فرشتہ کا بیان تو ہم نے اوپر نقل کیا ہے اب ابوالفضل کے بیان کو لکھتے ہیں کہ جب بہادر دیپ میں آیا۔ ورزی پرتگیزوں کا (گورنر) جہازوں اور جنگی آدمیوں کو دریائی راہ سے لیکر بندر دیپ میں آیا۔ اُس کو سب احوال معلوم ہوا تو اُس نے سوچا کہ ہوقت

ہوکر بھروچ کی طرف متوجہ ہوئے۔ قاسم حسین مرزا میں تاب مقاومت نہ تھی۔ محمد آباد میں تردی بیگ پاس چلا گیا۔ کل گجرات میں خلل اور فتور پیدا ہوئے مغلیہ تھانے جابجا سے برخاست ہوئے۔ اس وقت غضنفر بیگ کہ امراء عسکری مرزا میں سے تھا بھاگ کر سلطان بہادر پاس گیا۔ اس کو احمد آباد میں آنے کی ترغیب دی جس کا بیان اپنے محل پر ہو چکا ہے۔ جب کل امراء سوا تردی بیگ کے احمد آباد میں جمع ہوئے تھے اور سلطان بہادر شاہ گجرات کا عازم ہوا تو عسکری مرزا اور تمام امرا نے یہ تجویز کی کہ سلطان بہادر سے مقاومت متعذر بلکہ متعسر ہے اور ہمایوں بادشاہ منڈو میں ٹھیرا ہوا ہے اور شیر خان نے بھی بنگالہ میں آتش فتنہ کو بھڑکا رکھا ہے صلاح یہ ہے کہ محمد آباد چنپانیر کا جو ار قبضہ میں لاکر آگرہ کو روانہ ہوں اور ان حدود کو تصرف میں لاکر خطبہ مرزا عسکری کے نام کا پڑھوائیں۔ اور ہندو بیگ کو منصب وزارت دیں اور اور امراء جہاں چاہیں وہاں متصرف ہوں یہ قرار دے کر گجرات جس کو اس مشقت و تردد سے تسخیر کیا تھا مفت ہاتھ سے دیکر محمد آباد چنپانیر پر متوجہ ہوئے۔ تردی بیگ مرزایوں کے فاسد ارادوں سے آگاہ تھا۔ اُس نے حصار کی استواری میں کوشش کی ناچار مرزایوں کو آگرہ جانا پڑا۔ سلطان بہادر نے جب گجرات کو خالی دیکھا تو تردی بیگ کے دفع کرنے کے لئے محمد آباد چنپانیر کا عازم ہوا۔ تردی بیگ نے اپنے میں لڑنے کی قوت نہ دیکھی۔ خزانہ جتنا اُٹھا سکتا تھا لیکر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر نے چند روز محمد آباد چنپانیر میں توقف کیا اور اپنی مہمات کے ضبط و ربط میں مصروف ہوا۔

سنہ ۹۴۳ھ (۱۵۳۶ء) میں فرنگیوں نے ساحل بحر ہند پر اپنی بستیاں بسالی تھیں اُن کا بڑا زور گوہ اور چیول میں تھا۔ جب ہمایوں بادشاہ کا تسلط گجرات میں تھا تو سلطان بہادر نے اس سے نہایت عجز و انکسار سے مدد مانگی تھی اُس کو یقین تھا کہ وہ گجرات کو خالی دیکھ کر اُس پر متصرف ہونگے اس سبب سے وہ محمد آباد چنپانیر سے سورت و جوناگڈھ کی طرف متوجہ ہوا کہ اس گروہ کو آنے کے بعد جس طریقہ سے چاہے نکالے۔ یہاں چند روز سلطان سیر و شکار میں مصروف رہا کہ پانچ چھ ہزار فرنگی جہازوں میں بیٹھ کر بندر دیو میں پہنچے سلطان بہت جلد یہاں آیا فرنگیوں نے

آدمیوں کے حوالہ کر کے قلعہ محمد آباد چنپانیر کی طرف متوجہ ہوا۔ بلدہ محمد آباد کو تاراج کیا غنیمت بے حد وقیاس سپاہ کے ہاتھ آئی۔ اور بہت جلد کھنبایت کو پہنچا وہاں سیر کر کے محمد آباد چنپانیر کا محاصرہ کیا جس طرح اس قلعہ کو فتح کیا وہ تاریخ ہمایوں میں مذکور ہے۔ اختیار خاں گجراتی حاکم محمد آباد چنپانیر بھاگا قلعہ ارک میں جس کو مولیا کہتے تھے پناہ گزیں ہوا۔ آخر زنہار مانگ کر ہمایوں کی خدمت میں آیا۔ وہ فضائل و کمالات میں تمام امرائے گجرات سے بڑھا ہوا تھا۔ مجلس خاص کے ندیموں میں داخل ہوا سلطان گجرات کے خزینے کہ دراز عمروں میں جمع ہوئے تھے ہمایوں کے تصرف میں آئے وہ لشکر میں تقسیم ہوئے۔

۹۴۳ھ میں باوجودیکہ ہمایوں بادشاہ محمد آباد چنپانیر میں موجود تھا کہ سلطان بہادر پاس رعایائے گجرات کی عرایض متواتر آئیں کہ اگر جناب اپنے ملازموں میں سے ایک شخص کو تحصیل مال کے لئے مقرر فرمائیں تو خزانہ میں واجب الادا مال پہنچا دیا جائیگا سلطان بہادر نے اپنے غلام عماد الملک کو بہت سے لشکر کے ساتھ ولایت کی مالیات کی محاصل کے لئے بھیجا۔ عماد الملک نے سپاہ جمع کرنے میں کوشش کی۔ احمد آباد کے باہر اس پاس پچاس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ اُس نے عمال اطراف میں بھیجکر مال کی تحصیل شروع کی۔ جب ہمایوں بادشاہ کو یہ خبر ہوئی کہ اُس نے تردی بیگ کو خزانہ کی محافظت سپرد کی اور خود محمد آباد چنپانیر سے احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا عسکری مرزا اور یادگار ناصر مرزا و میرزا ہندو بیگ کو ایک منزل اپنے سے پہلے بھیجا۔ اُن کی محمود آباد کی نواحی میں جو احمد آباد سے بارہ کردہ پر ہے عماد الملک سے سخت لڑائی ہوئی عماد الملک نے شکست پائی۔ گجراتی بے شمار قتل ہوئے۔ ہمایوں بادشاہ نے احمد آباد سے باہر ٹہیر کر یہاں کی حکومت مرزا عسکری کو اور پٹن گجرات یادگار ناصر مرزا کو بہروچ قاسم حسین مرزا کو اور بڑودہ ہندو بیگ کو اور جین محمد آباد چنپانیر تردی بیگ کے حوالہ کئے۔ خود برہان پور میں تشریف لے گیا اور وہاں بمقتضائے وقت توقف نہ کر کے شادی آباد منڈو کو گیا اس اثناء میں جہاں خاں شیرازی نے سپاہ جمع کی۔ قصبۂ نوساری پر متصرف ہوا وہ امرائے بہادر شاہی میں سے ایک تھا۔ رومی خاں بندر سورت سے آن کر خان جہاں سے ملا دونوں متفق

سپاہ مغل کی صولت سے نہیں ڈری ہیں رومی خاں کہ توپ خانہ کا صاحب اختیار تہا اُس نے معروض کیا کہ سرکار میں سامان توپ و تفنگ اتنا جمع ہے کہ معلوم نہیں قیصر روم کے بعد کسی اور پاس یہ ایسا سامان ہو۔ صلاح یہ ہے کہ لشکر کے گرد خندق کہودی جاے اور ہر روز لڑائی کا ڈول ڈالا جائے کہ مغل کے شوخ جوان برابر میں آنکر توپ و تفنگ سے ہلاک ہوں بہادر شاہ نے یہ رائے پسند کی کہ لشکر کے گرد خندق کہودیں۔ ان ایام میں سلطان عالم جس کو جاگیر میں رائسین اور چندیری ملے تہے وہ ایک جمعیت کے ساتہ آن ملا۔ دو مہینے تک دونوں لشکر ایک دوسرے کی برابر پڑے رہے اکثر ایام میں جوان جنگ کے عاشق اور نام ننگ کے طالب باہر آنکر مردانہ جنگ بے دیر و درنگ کرتے مغلوں کے سپاہی حکم کے موافق کمتر توپ و تفنگ کی برابر جاتے تہے اُن کے تین ہزار تیرانداز اطراف لشکر پر تاخت کرتے تہے غلہ و روغن کی آمد و رفت کو بند رکہتے تہے جب اس طور پر کچہہ دن گذرے تو گجراتیوں کے لشکر میں قحط عظیم پڑا اور جو غلہ و کاہ پاس ملتا تہا وہ تمام ہوا۔ مغلوں کے تیرانداز کسی کو دور جانے نہ دیتے تہے کہ وہاں سے سامان رسد بہم پہنچتا۔ سلطان بہادر نے دیکہا کہ اب یہاں ٹہیرنا گرفتاری کا سبب ہوگا۔ ایک رات کو پانچ آدمی اپنے معتبر ساتہ لئے جن میں سے ایک برہانپور کا فرماں دہ تہا۔ دوسرا مالوہ کا حاکم ملو خاں تہا اور شادی آباد مندو کو راہ لی۔ ہمایوں بادشاہ نے قلعہ مندو کے نیچے تک تعاقب کیا۔ راہ میں بہت آدمی قتل کئے۔ حیدر خاں جو لشکر سے پیچہے جاتا تہا سخت لڑائی لڑکر زخمی ہوا اور بہاگ گیا۔ سلطان بہادر شادی آباد مندو میں حصاری ہوا۔ ایک مدت کے بعد ہندو بیگ اور اور امراء مغل سات سو آدمیوں کے ساتہ قلعہ میں آئے۔ سلطان بہادر سوتا تہا سراسیمہ اوٹہا۔ اُس نے گجراتیوں کو مضطرب و گریزاں دیکہا خود بہی بہاگا۔ پانچ چہہ سواروں کے ساتہ چنپانیر میں پہنچا۔ حیدر خان و سلطان عالم حاکم رائسین نے زینہار مانگی ہمایوں بادشاہ کے روبرو آئے۔ حیدر خاں امرا بادشاہی میں داخل ہوا اور عالم خاں کی اس سبب سے کہ بہت دفعہ حرکات ناشایستہ کرچکا تہا۔ کوچیں کاٹی گئیں۔ سلطان بہادر نے اس خبر کو سنکر اپنے خزانہ او رجواہر کو جو قلعہ چنپانیر میں تہا بندر دیو میں بہجوادیا خود کہنبایت میں آیا۔ ہمایوں بادشاہ منڈو کو اپنے امین

ہندال مرزا کو اُس کے دفع کرنے کے واسطے بہیجا۔ جب وہ بیانہ کی حدود کے قریب آیا تو شیخی باز
ڈینگئے افغان جو تاتار خاں کے گرد جمع ہوئے تہے متفرق ہوگئے۔ دو ہزار سواروں سے زیادہ
اس پاس نہ رہے۔ تاتار خاں کو کمال تشویر و خجالت تہی کہ افغانوں کے بے وفا لشکر میں زر کثیر
صرف ہوا نہ بہادر شاہ پاس جا سکتا تہا نہ اُس سے کمک طلب کر سکتا تہا ناچار جنگ پر مستعد ہوا
اور لڑائی میں وہ مع تین سو آدمیوں کے مارا گیا اور قلعہ بیانہ ہندال مرزا کو ہاتہہ آگیا۔ ہمایوں
بادشاہ اُس کو نیک فال سمجہہ کر بہادر شاہ کے دفع کرنے پر متوجہ ہوا اور اُس پر لشکر کشی کی۔ اس
وقت بہادر شاہ نے پہر رانا پر لشکر کشی کی تہی اور قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کر رکہا تہا۔ جب اس کو
تاتار خاں کے کشتہ ہونے کی اور اُس پر ہمایوں بادشاہ کی لشکر کشی کی خبر معلوم ہوئی تو وہ نہایت
مضطرب ہوا اور مشورہ کیا تو اکثر امرا کی راے یہ ہوئی کہ محاصرہ چہوڑ کر ہمایوں بادشاہ
سے لڑنا چاہیئے۔ حیدر خاں جو سب میں زیادہ بزرگ تہا اُس نے معروض کیا کہ ہم کفار کا محاصرہ
کئے ہوئے ہیں اگر اس وقت مسلمان بادشاہ ہم سے جنگ کرنے لگے تو وہ کافروں کی امداد
اور حمایت کریگا اور یہ بات حشر تک اہل اسلام میں مشہور رہے گی۔ لایق دولت یہ ہے کہ محاصرہ
کو ہاتہہ سے نہ دیں ظن غالب ہے کہ ہمایوں بادشاہ ہمارے سر پر نہیں چڑہے گا۔ جب ہمایوں سارنگ پور
میں آیا۔ اُس کو اس مشورہ کا حال معلوم ہوا تو اُس نے غایت مروت سے سلطان بہادر کی ولایت
کو مزاحمت نہ پہنچائی۔ یہاں اتنا توقف کیا کہ بہادر شاہ نے ساباط بنا کر سال مذکور میں تہرا جیرا
قلعہ چتوڑ کو لے لیا اور بہت راجپوت قتل کئے۔ بس اس طرف سے سلطان بہادر خاطر جمع
کر کے ہمایوں بادشاہ کی جنگ کی طرف متوجہ ہوا۔ لشکر کو بہت زر تقسیم کیا۔ جنت آشیانی
اُس کے استیصال کے درپے ہوا اور قلعہ مندسور کی نواح میں آیا۔ یہاں دونوں لشکر
آنکر ملے۔ ابہی خیمے بہی نہ لگے تہے کہ سید علی خاں خراسانی بہادر شاہ پاس سے بہاگ کر
ہمایوں کے لشکر سے آن ملا جس سے گجراتیوں کا دل شکستہ ہوا۔ بہادر شاہ نے اپنے کارکردہ
آدمیوں سے طریق جنگ کے باب میں مشورہ کیا۔ حیدر خاں نے کہا کہ کل جنگ کرنی چاہیئے
اس لیئے کہ ہمارے لشکریوں نے ابہی فتح چتوڑ سے استظہار پایا ہے ابہی اُن کی آنکہیں

جانے کے لئے مجبور کیا۔

سنہ ۹۴۰ھ میں محمد زمان میرزا کہ قلعہ بیانہ میں محبوس تہا وہ بہاگ گیا اور سلطان بہادر پاس التجا لایا۔ ہمایوں بادشاہ نے بہادر شاہ پاس آدمی بہیجکر محمد میرزا کو اُس سے طلب کیا۔ سلطان بہادر اپنے تکبر کے سبب سے جواب کا مقید نہ ہوا۔ ہمایوں بادشاہ نے پہر اُس کو خط لکہا کہ اگر تم محمد زماں میرزا کو حضور میں نہیں بہیجو گے تو اپنی ولایت سے نکل جاؤ۔ سلطان بہادر کا اقبال معکوس ہو کر لا تقا ہو گیا تہا وہ اُس خط کے جواب پر متوجہ نہ ہوا۔ اور باتیں اپنے اندازہ سے ٹرہکر کرنے لگا۔ یہی حرکت اُس کی خرابی کا سبب ہوئی۔ اُس نے ہمایوں بادشاہ کی مرضی کے برعکس محمد زماں میرزا کی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اب سلطان چتوڑ کی عزیمت سے بندر دیو سے کہنبایت میں آیا اور یہاں سے احمد آباد میں آنکر لشکر جمع کیا اور توپخانہ لیکر بندر دیو و گجرات سے چتوڑ میں گیا۔ رانا حصاری ہوا۔ ایام محاصرہ کو تین مہینے کا امتداد ہوا۔ اکثر طرفین نے ہنگامہ جنگ و نبرد کو گرم کیا۔ جن میں گجراتیوں کو غلبہ رہا۔ آخر الامر رانا نے عجز و انکسار کے ساتہ پیش کش قبول کی۔ تاج و کمر مرصع کہ سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ سے سرکیج کی لڑائی میں لیا تہا۔ وہ اور بہت سے نفایس پیش کش میں دیے۔ سلطان الٹا اپنی دار السلطنت کو چلا آیا۔ اس فتح سے اور محمد زماں میرزا اور بادشاہ بہلول لودہی کی اولاد کے جمع ہونے سے بہادر شاہ کا غرور بہت زیادہ ہو گیا۔ اور یہ سبب ہمایوں بادشاہ سے لڑنے کا اور بادشاہی دہلی پر قبضہ کرنے کا محرک ہوا۔ بہادر شاہ بادشاہ کی اولاد میں سے علاء الدین آیا۔ اس کا اعزاز و اکرام ہوا اس کا بیٹا تاتار خاں امرا میں داخل ہوا۔ ابہی مملکت دہلی بہادر شاہ کے ہاتہ نہ آئی تہی کہ اُس کو تقسیم ہی کر دیا تاتار خاں کو کہ شجاعت و شہامت میں اپنے اقران میں ممتاز تہا تربیت کیا۔ تیس کروڑ مظفری برہان الملک حاکم قلعہ آسیر کو دئے گئے کہ تاتار خاں کے اتفاق و استصواب سے لشکر کی تیاری میں صرف ہوں۔ ایام معدودہ میں تاتار خاں پاس چالیس ہزار سوار جمع ہو گئے اُس نے ہمایوں بادشاہ کی سلطنت کی اطراف میں مزاحمت شروع کی سنہ ۹۴۱ھ میں قلعہ بیانہ پر کہ نواحی آگرہ میں ہے وہ متصرف ہوا۔ ہمایوں بادشاہ نے اپنے چھوٹے بہائی

اور خویش و برادر قریب سو نفر کے ہتیار لیکر نکلے اور مسلمان پیادے جو قلعہ کے اوپر چلے گئے تہے اُن سے لڑے۔ جب یہ خبر لشکر میں آئی تو اور سپاہ قلعہ میں آئی اُس نے اس گروہ کو مار کر کام تمام کیا۔ بادشاہ کے لشکر میں سے چند نفر پیادے مارے گئے۔ انہیں دنوں میں افواج ہمایوں بادشاہ کے صدمہ سے سلطان عالم حاکم کالپی بہاگ کر سلطان بہادر پاس التجا لایا تہا سلطان نے قلعہ رائسین اور چندیری و بہیلسہ اُس کو جاگیر میں دئے۔ سلطان بہادر نے میران محمد شاہ فاروقی کو قلعہ گاگرون کی تسخیر کا حکم دیا۔ سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں چتوڑ کے رانا کے تصرف میں آگیا تہا۔ خود ہاتہی کے شکار میں مصروف ہوا۔ کوہ کالو کے سرکشوں کو سزا دے کے الغ خاں کے حوالہ کیا۔ اسلام آباد اور ہوشنگ آباد اور تمام بلاد مالوہ جو زمیندار دبا بیٹھے تہے متصرف ہوا اور اُس کو امراے گجرات اور اپنے معتمدوں کو جاگیر میں دیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی گاگرون کی طرف متوجہ ہوا۔ اور سلطان بہادر بہی بہت جلد نواحی گاگرون میں آیا یہاں رانا کی جانب سے رام جی حاکم تہا۔ وہ قلعہ کو خالی کر کے بہاگ گیا۔ سلطان نے یہاں چار روز جشن کیا اور رفیع الملک المخاطب عماد الملک و اختیار خاں کو کہ امراء کبار میں تہے قلعہ رنتہنبور کی تسخیر کے لئے بہیجا اور خود شادی آباد منڈو کو گیا۔ رانا کی طرف سے جو اس قلعہ میں حاکم تہا وہ قلعہ کو خالی کر کے بہاگ گیا۔ ایک مہینے میں قلعہ گاگرون اور رنتہنبور دونوں سلطان کے ہاتہ آ گئے۔ اب منڈو سے سلطان فرنگیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ جب بندر دیو کے قریب وہ آیا تو فرنگیوں نے فرار کیا اور ایک ایسی بڑی توپ جس کے برابر ہندوستان میں کوئی توپ نہ تہی چہوڑ گئے۔ شاہ بہادر نے اس کو جر ثقیل سے محمد آباد چنپانیر میں بہجوایا۔ بہادر شاہ کی اس فتح کو مسلمان مورخ خفیف طور پر بیان کرتے ہیں۔ مگر فیرا سوزا پرتگیزی مورخ بیان کرتا ہے کہ اُس کے ملک کے آدمیوں نے کبہی ایسی بڑی کوشش نہیں کی جس میں وہ بالکل ناکام رہے ہوں بمبئی کے بندرگاہ میں جو بیڑا پرتگیزوں کا تہا اُس میں چار سو جہاز تہے اور ان میں تین ہزار چہ سو فرنگی سپاہی اور دس ہزار ہندوستانی سپاہی علاوہ ملاحوں اور لاسکار کے مصطفےٰ خاں حاکم دیو نے اس بیڑے کے حملوں کو بالکل ہٹا دیا اور پرتگیزوں کو گوہ

شاہ نے تامل وافی کے بعد یہ خیال کیا کہ اس یورش سے غرض یہ تھی کہ مسلمہ عورات کو کافروں کی قید سے رہائی دلاؤں۔ اگر میں اُن کی ملتمس کو نہ قبول کروں تو احتمال ہے کہ یہ رجپوت جوہر کریں اور مسلمان ضعیف عورتیں اُنکی عورتوں کے ساتھہ ہلاک ہوں اس لئے لکھمن کی ملتمس کو منظور کیا۔ سلہدی کو منڈو سے طلب کیا۔ لکھمن فرمان امان حاصل کرکے قلعہ کے اوپر گیا۔ اور کل راجپوتوں کو اہل و اعیال سمیت قلعہ سے نیچے لکھمن لایا اور پہر گیا اور بادشاہ پاس عرضی پہنچائی کہ سلہدی پوربیہ سے چار سو عورتیں متعلق ہیں اور رانی درگاوتی مادر بہوپت کی التماس یہ ہے کہ سلہدی پوربیہ بند ہاے خاص میں داخل ہوکر یہاں آئے اور اپنے عیال کو لیجائے تو غیروں کے طعنے سے ہم بچ جائیں۔ شاہ نے سلہدی پوربیہ کو قلعہ میں بہیجا اور ملک علی شیر کو ہمراہ کیا سلہدی پوربیہ جب وہاں آیا تو لکھمن و تاج خاں نے اُس سے پوچھا کہ سلطان کی غرض قلعہ رائسین کے لینے سے کیا ہے سلہدی نے کہا کہ اب قصبہ بڑودہ مع مضافات کے ہمارے لئے مقرر ہوا ہے عنقریب ہے کہ سلطان اپنی علو ہمت سے ہم کو اور پرگنوں سے بہی سرفراز کرے۔ رانی درگاوتی اور لکھمن اور تاج خاں نے کہا اگرچہ سلطان ہماری دلجوئی کریگا مگر ہم عمروں سے اس زمین میں شاہی کر رہے ہیں اور کامرانی کی داد دے رہے ہیں اب ہم جمع ہوئے ہیں مردانگی کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے عیال کا جوہر (جیوہر) کرکے جلادیں اور پہر خود جنگ کرکے کشتہ ہوں کہ پہر کوئی آرزو باقی نہ رہے۔

غرض رانی درگاوتی کی باتوں میں سلہدی آگیا اور اُس نے تمرد اختیار کی۔ ملک علی شیر نے ہرچند نصایح مشفقانہ کیں اصلا مفید نہ ہوئیں۔ اُس سے سلہدی نے کہا کہ ہر روز میرے حرم میں ایک کروڑ پان و چند سیر کافور خرچ ہوتا ہے اور تیں سو عورتیں ہر روز نیا جامہ پہنتی ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ باتیں ہم کو میسر ہوں یا نہ ہوں اگر ہم مع فرزندوں و عیال کے کشتہ ہوں تو عزت کے ساتھہ مرنے میں ہم کو عجب عز و شرف حاصل ہو۔ سلہدی پوربیہ نے جوہر کا ساماں تیار کیا اور رانی درگاوتی کہ راناسنگا کی بیٹی تہی بچوں کو ہمراہ لیکر جوہر میں آئی اور سات سو عورتیں پری پیکر جلکر خاکستر ہوگئیں۔ سلہدی پوربیہ و تاج خاں و لکھمن

فاروقی فرماں رواے برہانپور اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو اونکی تادیب کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ کھیرار میں پہنچے پورن مل کہ سلہدی پوربیہ کا بیٹا تھا۔ دس ہزار راجپوت پوربیہ کے ساتھہ وہاں آیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے عرضداشت بھیجی کہ پورنمل ولد سلہدی راناسے ملاہے اور رانا بھی قریب آگیا ہی۔ اوسکی جمعیت اندازہ سے باہر ہی سلطان نے اس عرضداشت آنے کے بعد اختیار خاں اور اور امرا کو محاصرہ میں چھوڑا اور خود ایلغار کرکے رات دن میں ستر کروہ مالوی طے کرکے کھیرار کی نواح میں پہنچا۔ اسی اثنا میں رانا اور بھوپت کو جاسوسوں نے آنکر خبردی کہ رات کو بہادر شاہ لشکر سے آنکر مل گیا اور پیچھے سے سپاہ مور و ملخ سے زیادہ بے فاصلہ چلی آتی ہی۔ رانا اس خبر کو سُنکر ایک منزل پیچھے ہٹا۔ اور سلطان کوچ کرکے ایک منزل آگے بڑھا۔ اس منزل میں دو نفر رجپوت ایلچی کے لباس میں تحقیق اخبار کے لئے سلطان کے لشکر میں آئے۔ اور رانا کا زبانی پیغام یہ لائے کہ درگاہ شاہی کے ملازموں میں سے رانا ہی ان حدود میں آنے سے اوسکی غرض یہ تھی کہ سلہدی پوربیہ کی تقصیرات کو معاف کرائے۔ سلطان نے اوسکے جواب میں کہا کہ بالفعل رانا کی جمعیت وشوکت ہم سے زیادہ ہی اگر اول ہم جنگ کا ارادہ نہ کرتے تو تمہارا الحاج سُنتے۔ ان راجپوتوں نے جاکر کہا کہ سلطان کو ہم نے جاکر بچشم خود دیکھا ہی۔ رانا اور بھوپت باوجود اس شوکت وجمعیت کے تین چار منزلوں کی ایک منزل کرکے بھاگ گئے اس اثنا میں خبر آئی کہ الغ خاں بیس ہزار سواروں اور توپخانہ گجرات کو لیکر آن پہنچا ہی۔ سلطان نے اپنی غایت شجاعت سے الغ خاں کے ملنے کا انتظار نہیں کیا۔ جو لشکر اوسکے ہمراہ تھا اوسے لیکر سترہ کروہ تعاقب کیا۔ رانا چتوڑ میں داخل ہوا۔ اسکی تادیب کو دوسرے سال پر سلطان نے چھوڑا خود آنکر رائے سین کے محاصرہ کو تنگ کیا۔ آخر ماہ رمضان میں لکھمن کمک سے مایوس ہوا اور ہلاکت کی صورت اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے لگا۔ تو عجز وانکسار سے عرضداشت بھیجی کہ اگر جناب سلہدی کو حضور میں طلب کرکے اوس کے جرائم کو معاف کریں تو میں قلعہ رائسین کو خالی کرکے حضور کے ملازموں کے حوالہ کردوں۔

سبب مجھے مراتب عالی پر پہنچائیگا۔ لایق یہ ہی کہ قلعہ ملازمان شاہی کو حوالہ کیا جائے۔ اور ہم تم بادشاہ کی خدمت میں رہیں۔ لکھمن نے خفیہ بھائی سے کہا کہ اب تیرا خون کرنا تو مسلمانوں کے مذہب میں روا نہیں ہی۔ رانا کو چالیس ہزار سوار کے ساتھ کمک کے لئے بھوپت لیکر آتا ہی۔ چاہیے کہ قلعہ کے لینے میں چند روز توقف کیا جائے سلہدی نے سلطان سے کہا کہ آج مہلت دیجائے کل دوپہر کے بعد قلعہ خالی کرکے سلطان کے ملازموں کو حوالہ کیا جائیگا۔ سلطان بہادر مراجعت کرکے اپنی منزل میں آیا۔ دوسرے روز دوپہر تک انتظار کیا۔ جب میعاد وقت پر ایک ساعت گذری سلہدی نے عرض کیا کہ اگر بندہ کو قلعہ کے نزدیک جانے کی اجازت ہو تو استکشاف کرکے صورت حال کو عرض کروں یہ امر سلطان کی عنایت سے دور نہیں معلوم ہوتا۔ سلطان بہادر نے سلہدی کو اپنے معتبروں کے ساتھ قلعہ کے نزدیک بھیجا۔ سلہدی افتادہ شکستہ برج کے پاس گیا اور نصیحت کرنی شروع کی کہ اے راجپوتان غافل اور اے خویشان جاہل مسلمانوں سے حذر مانگو کہ سلطان بہادر اس مورچل سے آنکر تمکو مارے گا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ فی الفور برجوں کو وہ تیار کرلیں۔ لکھمن نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر سمجھ گیا۔ سلہدی ظاہر میں پھر آیا۔ لکھمن استحکام قلعہ میں مصروف ہوا اور رات کو دو ہزار پوربیہ سلہدی کے چھوٹے بیٹے کے ہمراہ بھوپت کے بلانیکو روانہ کئے۔ یہ پسر سلہدی باہر آیا تو نصیبوں کی شامت سے بادشاہی لشکر سے دوچار ہوا اور لڑائی ہوئی۔ فوج گجرات نے بہت راجپوت مارے اور پسر سلہدی کا سر کاٹ کے اور راجپوتوں کے سروں کے ساتھ سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجا۔ جب سلہدی نے بیٹے کے مرنے کی خبر سُنی تو اوسکے ہوش اُڑے اور سلطان نے سلہدی کے خدعہ پر اطلاع پاکے اوسکو برہان الملک کے حوالہ کیا کہ قلعہ شادی آباد منڈو میں محبوس رکھے۔ اس اثنار میں خبر آئی کہ بھوپت جانتا ہی کہ سلطان جریدہ ہی رانا کو ہمراہ لیکر متواتر کوچ کرتا ہوا چلا آتا ہی اس خبر کے سننے سے سلطان کی قوت غضبی جوش میں آئی اوسنے کہا کہ اگرچہ میں جریدہ ہوں بمقتضائے نصوص قرآنی ایک مسلمان دس کافروں کو کافی ہی فی الفور میران محمد شاہ

ارزانی کی اور خود سارنگ پور میں گیا۔ اور سارنگ پور ملو خاں بن للو خاں کو سپرد کیا۔ ملو خاں
منڈو سے بھاگ کر سلطان مظفر کا نوکر ہوا تھا۔ شیر شاہ سور کی عہد میں اوسنے اپنا لقب قادر
شاہ رکھا تھا۔ اس دیار میں اوسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور سکہ چلتا تھا اسکا حال عنقریب بیان
ہوگا۔ حبیب خاں والی اشتہ کو اشتہ روانہ کیا۔ خود بھیلسہ اور رائسین کا عازم ہوا۔ حبیب خاں
سنے پوربیہ کی ایک جماعت کثیر کو مارا اور اشتہ پر قابض ہوا۔ جب بھیلسہ میں شاہ آیا تو معلوم
ہوا کہ یہاں اٹھارہ سال سے آثار اسلام منقطع ہوئے ہیں اور علامات کفر شائع۔ اس منزل میں
مخبروں نے یہ خبر دی کہ بھوپت ولد سلہدی باپ کی گرفتاری کی اور اپنے واسطے رفیع الملک
کے معین ہونے کی خبر سنکر کمک کیواسطے چتوڑ گیا ہی اور لکھمن برادر سلہدی حصار رائسین کو
استوار کرتا ہی اور معرکہ آرائی کے لئے سعی کرتا ہی اور چتوڑ کی کمک کا منتظر بیٹھا ہی۔
سلطان بہادر نے یہاں دو تین روز اسلئے قیام کیا کہ مسجدوں کی تعمیر کا انتظام کرے۔
پھر ۷۔ جمادی الاولی کو رائسین کی طرف چلا۔ ابھی اسکا لشکر نہ آیا تھا کہ راجپوت پوربیہ کی
دو فوجیں قلعہ سے اُتریں۔ سلطان بہادر کے تھوڑے آدمیوں سے اُنپر تاخت کی اور دو
تین آدمیوں کو مار ڈالا۔ پھر گجرات کی سپاہ پے درپے آئی اور اوسنے مخالفوں کو مارا۔ پوربیہ
بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے دوسرے روز حصار کو مرکز دار سب طرف سے درمیان میں کرلیا۔
مورچلوں کو تقسیم کیا۔ ساباط ایسے بنائے کہ چند روز سے وہ قلعہ پر مشرف ہوگئے۔ سلطان نے
رومی خاں کو اہل توپخانہ حوالہ کئے اور خود اپنی منزل میں چلا آیا۔ رومی خاں سنے توپوں کے
زور سے قلعہ کے برجوں کو اُڑایا۔ اور دوسری طرف سے نقب لگائی کہ کئی گز دیوار گر پڑی۔ سلہدی
نے احوال قلعہ اور پوربیہ کی زبونی اور توقف خصم پر نظر کرکے پیغام دیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں
اگر مجھے اجازت ہوگی تو میں قلعہ میں جاکر اوسکو خالی کراکے حضور کے حوالہ کرادونگا۔ سلطان
اس خبر سے مسرور ہوا اور سلہدی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ کلمہ توحید سکھایا۔ اپنے ساتھ
طرح طرح کا کھانا کھلایا اور خاص خلعت دیا اور اپنے ہمراہ قلعہ کے نیچے لایا۔ سلہدی نے اپنے
بھائی لکھمن کو اپنے پاس بلایا۔ اور کہا کہ اب میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ بہادر شاہ اپنی علو ہمت سے

دلائیں اور اوسکو تادیب بلیغ کریں۔ اوسنے مقبل خاں کو محمد آباد چنپانیر کو رخصت کیا کہ وہاں جاکر قلعہ کی نگہبانی کرے اور اختیار خاں کو لشکر و توپخانہ و خزانہ سمیت اس پاس بھیجدے۔ اختیار خاں لشکر گراں کے ساتھہ ۲۱- ربیع الاول سال مذکور کو قصبہ دہار میں سلطان بہادر سے ملا۔ بادشاہ نے گجرات جانے کی شہرت دی اور وہ منڈو میں آیا اور اختیار خاں کو یہاں کی حکومت دیکر ۲۵- جمادی الثانی کو نعلچہ میں آیا۔ اس اثنا میں بہوپت ولد سلہدی پوربیہ نے اوسکے ہمراہ تہا عرض کیا کہ حضور گجرات جاتے ہیں اگر بندہ کو اُجین جانیکی رخصت ہو تو سلہدی کو حضور کی ملازمت میں لے آؤں۔ سلطان بہادر نے اوسکو رخصت دی اور متواتر کوچ کر کے خود اُجین میں ۱۵- ماہ مذکور کو قصبہ دہار میں آیا۔ لشکر کو یہاں چہوڑ کر برسم شکار سنجل پور میں گیا۔ اسس خبر کو سلہدی نے سنکر اپنے بیٹے بہوپت کو اُجین میں چہوڑا اور خود بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ امیر نصیر سلہدی پوربیہ کو بلانے گیا تہا۔ اوسنے سلطان سے خلوت میں عرض کیا کہ سلہدی کو اطاعت کا خیال نہیں فقیر اسکو کنبایت و ایک کروڑ تنکہ نقد دینے کا فریب دیکر یہاں لایا ہی ورنہ وہ یہ چاہتا تھا کہ قلعہ کو چہوڑ کر ولایت میوات کو جائے۔ اب اگر چلا جائیگا تو پہر اسکا دیکہنا محال ہو گا۔ بادشاہ شجال پور سے دہار کو روانہ ہوا۔ لشکر کو باہر چہوڑ کر قلعہ دہار میں آیا اور سلہدی کو بھی ساتھہ لایا۔ جوہیں بادشاہ قلعہ میں داخل ہوا ویں موکلوں نے آنکر سلہدی کو دو خواصوں کے ساتھ گرفتار کیا۔ ایک خواص نے غل مچاکر خنجر نکالی۔ سلہدی نے کہا کہ یہ خنجر تو نے میرے مارنے کیواسطے نکالا ہی۔ تو اوسنے کہا کہ میں نے تمہارے ہی لئے ایسا کیا ہی۔ جب تمکو اُنسے سیب پہنچا ہی تو میں اپنے تئیں مارتا ہوں۔ مجھسے یہ صدمہ نہیں دیکہا جاتا۔ خنجر شکم پر مار کر وہ مر گیا۔ جب سلہدی کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو اہل شہر نے اسکا گہر لوٹ لیا اور بہت آدمیوں کو مار ڈالا۔ بقیۃ السیف بہاگ کر اوسکے بیٹے بہوپت پاس گئے اوسکے ہاتہی گہوڑے اور اسباب سرکار شاہی میں ضبط ہوئے۔ اور سلطان نے رفیع الملک کو بہوپت کے سر پر بہیجا اور لشکر کے ساتھہ خداوند خاں کو چہوڑ کر خود اُجین گیا۔ دریا خاں مالوہی کو اُجین کی حکومت

خود منڈو میں ٹھیرا اور امراء مالوہ کو گجرات میں اقطاع دیں اور امراء گجرات کو مالوہ میں
جاگیریں عنایت فرمائیں۔ میراں محمد شاہ فاروقی کو معزز و مکرم برہانپور روانہ کیا۔
۹۳۸ھ میں بہادر شاہ برہانپور و آسیر کی سیر کو گیا اور برہان نظام شاہ نے بخلاف اسمٰعیل
عادل شاہ کے لفظ شاہی کو اپنے اسم کا جزبنایا تھا اور میراں محمد شاہ فاروقی کی دلالت
سے وہ برہانپور میں آیا تھا۔ شاہ طاہر جنیدی کی سعی سے بہادر شاہ نے سلطان محمود خلجی کا
چتر سفید و آفتاب گیر و سراپردہ سرخ برہان نظام شاہ بحری کو دیا۔ اور اوس سے کہا کہ میں نے
تجھکو نظام شاہ بحری کا خطاب دیا جسکے معنی یہ ہیں کہ دشمنوں کو بادشاہی سے معزول کیا۔ اور
دوستوں کو بادشاہی پر پہنچایا۔ سلطان بہادر شاہ کی غرض نظام شاہ بحری کی تربیت سے یہ تھی
کہ والی احمدنگر و برہان پور کے ساتھ اوسکو بادشاہ دہلی کی جنگ کے لئے بھیجے اوسنے دہلی کی
فتح کا ارادہ دل میں ٹھان لیا تھا۔ حالانکہ اسکے برخلاف وقوع میں آیا کیونکہ نظام شاہ
بحری جب بہادر شاہ کی لڑائی ہمایوں بادشاہ سے ہوئی تو بہادر شاہ کے ہمراہ نہیں ہوا۔
بلکہ کئی سال پیشتر اوسنے ہمایوں بادشاہ کی بارگاہ میں اپنی حاجب بھیجکر ولایت گجرات کی
تسخیر کی تحریص کی۔ کہتے ہیں کہ برہان نظام شاہ کے وزیر شاہ طاہر سے بہادر شاہ ایسا خوش
ہوا تھا کہ وہ اپنا وکیل السلطنت کرنا چاہتا تھا۔ شاہ طاہر نے اوسکے نہ قبول کرنے کا بہانہ یہ
بنایا کہ میں مکہ جاتا ہوں۔ حالانکہ وہ مدتوں احمدنگر میں رہا اور برہان نظام شاہ دوم کو شیعہ مذہب
میں لایا۔ چتر و سراپردہ کا سُرخ رنگ سبز رنگ سے اسلئے بدلوایا کہ یہ رنگ بارہ اماموں کی
نشانی ہے اسکا کلی و جزوی حال تاریخ نظام شاہیہ میں بیان ہوگا۔ نظام شاہ نے خوش دل
و کامیاب ہوکر احمدنگر میں مراجعت کی اور بہادر شاہ منڈو سے دہار میں آگیا۔ اسی اثنا میں
معلوم ہوا کہ سلہدی پوربیہ نے سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں مسلمان عورتیں بلکہ سلطان
ناصرالدین کی بعض حرمیں اپنے گھر میں ڈال لیں تھیں اور اب بھی اوسکے گھر میں تھیں۔
اس سبب سے وہ بہادر شاہ پاس آنا نہیں چاہتا تھا۔ سلطان بہادر نے کہا کہ خواہ وہ آئے
یا نہ آئے ہم پر فرض عین اور عین فرض ہے کہ مسلمہ عورات کو کفار کی عبودیت سے خلاص

کی خدمت میں آئے۔ اور اونہوں نے عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی بہ لطائف الحیل ٹالتا ہی اور اصلاوہ اختیار سے نہیں آئے گا۔ سلطان بہادر کوچ پر کوچ کرکے شادی آباد منڈو کی جانب چلا۔ جب نعلچہ میں آیا تو منڈو کے محاصرہ کے واسطے لشکر معین کیا۔ محمدؐ خاں آسیری غربی جانب میں مورچل شاہ پول میں مقرر رہوا۔ لقمان کو بھل بھول میں مقرر کیا اور پوربیہ جماعت کو سہلدانہ میں تعین کیا۔ خود موضع محمود پول کے محلوں میں قیام کیا۔

۲۹ شعبان ۹۳۷ھ ۱۵۳۱ء کی شب کو سلطان بہادر نے بہادروں کی جماعت لیکر منڈو کے دو آدمیوں کی رہنمونی سے قلعہ میں آنکر فصیل پر اتنی دیر توقف کیا کہ بہت سے آدمی قلعہ کے اندر آگئے۔ اور صبح کی نماز کے وقت وہ سلطان محمود خلجی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اہل قلعہ اس طرف سے کہ نہایت مرتفع تھے خاطر جمع رکھتے تھے وہ اسوقت واقف ہوئے کہ قلعہ بیگانوں سے بہر گیا اب اہل قلعہ ہرطرف بھاگتے پھرتے تھے۔ شہزادہ چاند خاں بھی قلعہ سے اُترکر فرار ہوا۔ سلطان محمود خلجی ایک جماعت قلیل کو مصلح کرکے مقابلہ کے لئے آیا۔ مگر اپنے میں قوت مقاومت نہیں دیکھی تو شہر سے باہر گیا اور پھر مقربوں میں سے ایک کی رہنمونی سے اپنے اہل وعیال کے لحاظ سے اپنے محل میں آیا۔ سلطان بہادر نے اطراف محل کو گھیر رکھا تھا۔ اور لشکریوں سے کہدیا تھا کہ یہ سلطان اور امیروں کی حرم سرائے ہر وہ اماں میں ہر کوئی شخص انہیں سے کسی ایک شخص کے مال اور عرض کا متعرض نہ ہو۔ اسواسطے سلطان محمود خلجی کے بعض ہوا خواہوں نے کہا کہ شاہ گجرات ہرچند بے مروتی کرے مگر اس حال میں بھی اوسکی مروت اور ونکی مروت سے زیادہ ہوگی وہ ناموس سلطان کی حفظ میں کوشش کریگا۔ اور ظن غالب یہ ہی کہ رسم پدری کو اختیار کرکے ولایت مالوہ آپ ہی کو دیدیگا۔ سلطان بہادر نے لعل محل کے بام پر آکر ایک شخص کو سلطان محمود خلجی پاس بھیجکر اوسکو بُلایا۔ وہ سات امیروں کے ساتھہ آیا۔ سلطان بہادر اوسے عفو کرنا چاہتا تھا اُس سے متکلم ہوکر پوچھا کہ نہ آنے کا سبب کیا تھا۔ محمود نے اسکا درشت جواب دیا جس سے بہادر شاہ نے مکدر ہوکر اوس کو مع فرزندوں کے الف خاں و آصف خاں کو سُپرد کرکے محمود آباد چنپانیر میں بھیجدیا۔

ہاتھہ اس مضمون کا پہنچا کہ میں بھی شرف حضور حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن چند مواقع ایسے پیش آئے
کہ اسمیں التوا ہوا۔ انشاءاللہ تعالیٰ اب میں ملاقات گرامی سے مسرور ہونگا۔ سلطان بہادر نے
دریا خاں سے کہا کہ چند مرتبہ ایسا ہوا ہی کہ سلطان محمود کی ملاقات کی نوید کان میں آتی ہی۔
اگر وہ ملاقات کو آویگا تو اوسکے پاس سے جو امرا بھاگے ہیں اونکو اپنے پاس جگہہ نہ دونگا۔
دریا خاں کو رخصت کرکے سلطان بانسوالہ میں آیا۔ چند روز بعد سلطان کی خدمت میں رانا رتن
سی۔ اور سلہدی آئے۔ سلطان نے تیس ہاتھی اور پندرہ سو خلعت زربفت کے اونکو
دیئے۔ چند روز بعد رتن کو چتوڑ رخصت کیا۔ اور سلہدی کو اپنے پاس رکھا سلطان محمود خلجی
کے وعدہ پر ملاقات کے لئے سلطان بہادر ٹاندلہ میں آیا۔ اور یہ قرار پایا کہ اگر سلطان محمود خلجی
آئے تو اوسکی مہانداری بیان کی جائے۔ اور پھر وہ اوسکے ساتھہ گھاٹ دیولہ تک جائے۔
اور یہاں سے اپنے دارالملک کو مراجعت کرے۔ یہاں ٹاندلہ میں دس روز تک سلطان
محمود کے آنے کا انتظار کیا گیا کہ دریا خاں اوسکے پاس سے آیا اور اوسنے کہا کہ سلطان محمود
خلجی شکار میں گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اوسکا ایک بازو ٹوٹ گیا اس وضع سے آنا مناسب نہیں
سلطان بہادر نے دریا خاں سے کہا کہ سلطان بارہا خلاف وعدہ کرچکا ہی اگر اوسکی مرضی ہو تو ہم
اِس پاس جائیں۔ دریا خاں نے کہا کہ شاہزادہ چاند خاں بن مظفر شاہ مرحوم سلطان محمود خلجی
کے پاس ہی۔ اگر شاہ وہاں جائے۔ اور اوسکو طلب کرے تو اوسکا دینا بھی مشکل ہوگا اور نگاہ
رکھنا نہایت متعذر ہوگا! ورفی الحقیقت یہ امر آنیکا مانع ہی۔ بہادر شاہ نے کہا کہ میں شاہزادہ چاند خاں
کو نہیں طلب کرونگا۔ سلطان محمود خلجی سے کہدو کہ وہ جلدی ہمارے پاس آئے۔ سلطان محمود خلجی
کے ایلچی نے سلطان بہادر کا ارشاد اُسکو سُنا دیا۔ بہادر شاہ پیاپے منزلیں طے کرتا تھا۔
اور سلطان محمود خلجی کی راہ دیکھتا تھا۔ جب وہ دیبال پور میں آیا تو معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی
کا ارادہ یہ ہی کہ اپنے بڑے بیٹے کو سلطان غیاث الدین کا خطاب دیکر قلعہ منڈو میں رہنے دے
اور خود قلعہ سے جُدا ہوکر ایک گوشے میں بیٹھے۔ اور کسی سے ملاقات نہ کرے۔
اسی اثنا میں سلطان محمود خلجی کے بعض امرا اوسکی بدسلوکی سے آزردہ ہوکر سلطان بہادر

ایک جماعت برسم تجارت آئی تہی انکا تفقد احوال کرکے اُنکو ایک منزل مناسب میں اُتارا اور ملک ایاز کو ان مسافروں کی خاطرداری کے لئے چھوڑ کر خود ولایت بانسوالہ و ڈونگرپور میں گیا وہاں نہیب کی آتش روشن کرکے رایوں سے پیشکش لی اور محمد آباد چنپانیر کو معاودت کی۔ عمر خاں و قطب خاں اور ایک جماعت امرا یہ سب بابر بادشاہ کے خوف سے گجرات میں آئے تھے اونکو طلب کرکے تین سو قبا زربفت اور پچاس گھوڑے اور چند لاکھ ٹنکہ نقد انعام میں دیئے۔ نہروالہ میں وہ گیا اور داگر میں آیا۔ یہاں کا عمدہ انتظام کیا ہر جگہہ تہانہ مقرر کیا۔ پرسرام راجہ اواگر (باگر) لاعلاج ہوکر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اسکا بیٹا بادشاہ کے سامنے مسلمان ہوگیا۔ اور بادشاہ کے مقربوں میں داخل۔ پرسرام کا بھائی جگت رائے۔ اپنی جماعت کے ساتھ کوہ و بیابان میں پھرتا تھا۔ اوسوقت جان کے خوف سے رائے رتن بن رانا سنگا سے ملتجی ہوا کہ اسکو اپنی ملازمت میں لے لے۔ اتفاقاً سلطان بہادر شکار کھیلتا ہوا بانسوالہ میں آیا۔ رانا رتن کی سفارش سے جگت کے قصور سلطان نے معاف کر دیئے۔ سلطان نے موضع گہاٹ کرجی میں ایک مسجد عالی بنائی اور یہ قصبہ پرتھی راج کو دیا اور ولایت واگر کو پرتھی راج اور جگت کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیا۔ چند روز شکار کے لئے یہاں مقام کیا کہ مخبروں نے خبر پہنچائی کہ سلطان محمود خلجی کہ سلطان مظفر شاہ کا ممنون احسان اور مرہون امتنان ہوا تھا اوسنے شرزہ خاں حاکم منڈو کو اسلئے بہیجا کہ ولایت چتوڑ کے قصبات کو غارت کرے۔ اُجین میں سلطان کا دولت رائے حاکم تھا۔ اوسنے سلطان خلجی کا مقابلہ کیا۔ اسی حال میں رائے رتن کے ایلچی یہ استدعا کرتے ہوئے آئے۔ کہ سلطان محمود خلجی کا سلطان بہادر مانع ہو کہ اوسنے بیوجہ سلسلہ عداوت کی تحریک کی ہے اوسیوقت خبر آئی کہ سلطان محمود اُجین سے سارنگ پور میں آیا ہے سلہدی پوربیہ کو مارنے کے قصد سے ہمراہ لے گیا ہے۔ سلہدی اوسکے ما فی الضمیر پر مطلع ہو کر معین خاں ولد سکندر خاں میواتی سے اتفاق کرکے ولایت چتوڑ میں آیا۔ پہر سکندر خاں اور بہوبت بن سلہدی سلطان بہادر کی ملازمت میں آئے۔ سلطان نے سات سو زربفت کے خلعت اور ستر گہوڑے اُنکو انعام میں دیئے۔ اور دلجوئی کی۔ اس اثنار میں سلطان محمود خلجی کا نوشتہ دریا خاں کے

تھا تو علاء الدین عماد شاہ نے بیتاب ہو کر اپنے بیٹے خضر خاں کو اس پاس بھیجا اور معروض کیا
کہ برہان نظام شاہ بحری کا غرور و تکبر اس حد پر بڑھ گیا ہی کہ اوسکو صلح کا خیال ہی نہیں رہا۔
اگر آپ ایک دفعہ دکن میں سواری فرمائیں تو میرا مقصود حاصل ہو جائے۔ سلطان بہادر نے
اسکی التماس پر خیال کر کے دکن کی طرف کوچ کیا۔ دریاء نربدا کے کنارہ پر میران محمد فاروقی آن ملا
وہ منت کر کے شاہ کو برہانپور لے گیا وہاں اوسکی دعوت بڑی دہوم دہام سے کی پیش کش میں
ہاتھی گھوڑے دیئے۔ پہلے عماد شاہ جریدہ کا دیل سے آنکر اوسکی ملازمت میں آیا۔ اب گجرات اور
خاندیس اور برابر کی سپاہیں ملکر بہادر شاہ کے ماتحت برار میں ماہور کی طرف چلیں جسکی حوالی میں
برہان نظام شاہ تھا۔ جب وہ جالنہ پور میں آئے اور چند روز مقام کیا اور بہادر شاہ نے اس ملک
کی طمع کی تو عماد الملک نے مضطر ہو کر برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑہوایا میران محمد شاہ فاروقی
کو اپنا وسیلہ بنایا سلطان وہاں سے کوچ کر کے آگے گیا (اسکا حال وقائع نظام شاہیہ میں لکھا ہی)
احمد نگر میں پہنچا۔ یہاں ایک مہیب خواب دیکھا تو دولت آباد میں چلا گیا اور بالا گہاٹ میں قتلو کے
حوض پر اوترا عماد الملک کو بہت سے امراء گجرات کیساتھ اس قلعہ کے محاصرہ کے لئے متعین کیا۔
کچھ دنوں بعد علاء الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے موافقت کی اور سلطان بہادر کے بلانے سے
نادم و پشیماں ہوا وقت شب خیمہ و خرگاہ سے قطع نظر کر کے بہاگ گیا۔ دکنیوں نے گجراتیونکی راہیں
بند کر رکھی تہیں اور غلہ و آذوقہ پہنچنے نہ دیتے تھے۔ برہان نظام شاہ بھی تھوڑے فاصلہ پر مقابلہ
کے لئے آگیا تھا۔ فی الجملہ غلہ کے قحط کے آثار ظاہر ہوئے اسوقت برہان نظام شاہ نے سلطان بہادر
کو یہ نوید دی کہ میران محمد شاہ کے جو ہاتھی میں نے لوٹے تھے اونکو واپس کر کے اوسکو میں نے راضی
کر لیا ہی۔ اور احمد نگر میں سلطان کے نام کا خطبہ پڑہوایا ہی۔ سلطان سنہ ۹۳۶ھ میں گجرات میں آگیا اور
محمد آباد میں برسات گزاری بسنہ ۹۳۷ھ میں ایدر کی طرف متوجہ ہوا اور موضع خانپور سے خداوند خاں
و رفیع الملک المخاطب بعماد الملک کو آراستہ لشکر اور بہت ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا اور خود کھنبایت
میں گیا ایک روز وہاں رہا پھر بندر دیو میں گیا۔ بنادر کے لئے جہاز وہاں آئے ہوئے تھے اونسے
قماش اور اور اجناس خریدیں منجملہ اونکے ۱۷ سو من پستے و مویز تھے۔ مصطفےٰ خاں رومی کیساتھ

مجمع کثیر کو مسلمان بنایا۔ پرتگیزی مورخ اس واقع کو یوں بیان کرتے ہیں کہ فرنگیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا اور آخر کو وہ رہا ہو گئے۔ افسر جہاز کا نام جیمیس دی میکوائٹ تھا۔ اور سولہ آدمی جہاز میں تھے۔ یہ تحقیق ہو کہ یہی افسر چتوڑ کے حملہ میں سلطان کے ساتھہ شریک تھا اور وہی سفیر بنا کے نیونو دی کنہا پاس اُس سال میں بھیجا گیا تھا کہ بادشاہ کی جان گئی تھی۔

جب بہادر اپنی دارالخلافت میں آیا تو میراں محمد شاہ حاکم آسیر خواہرزادہ سلطان بہادر کا نوشتہ آیا جسکا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ بحری و قاسم ترک بیدری از روے تعدی برار میں داخل ہوئے۔ علاءالدین عماد شاہ کے ملتجی ہونے سے میں اوسکی مدد کو گیا اور سخت لڑائی ہوئی۔ فقیر نے ایک جماعت کو اپنے آگے ہٹایا۔ اسی حال میں برہان نظام شاہ بحری نے کہ کمیں میں بیٹھا تھا۔ علاءالدین عماد شاہ پر حملہ کر کے شکست دی۔ چھیاتین سو ہاتھی فقیر کے لوٹ لئے۔ اور قلعہ ماہور پر کہ اس بلاد کے اعظم قلعوں میں سے ہر بہ تعدی وہ متصرف ہوا۔ اب جو حضور کا فرمان معلیٰ ہو نفاذ پائے میں اسکو اپنی عین بہبود جانونگا۔ بہادر شاہ نے جواب میں یہ فرمان صادر کیا کہ سال گذشتہ میں علاءالدین عماد شاہ کا عریضہ آیا تھا۔ ملک عین الملک حاکم نہروالہ نے حسب الحکم جا کر فریقین میں صلح کرادی تھی۔ اب برہان نظام کی طرف سے پیشدستی کی ابتدا ہوئی ہی مظلوم اعانت کریم کی ہمت پر فرض اور واجب ہوتی ہی وہ میں کرونگا۔

محرم ۹۳۵ھ ۱۵۲۸ء میں ولایت نظام شاہ کی تسخیر میں سلطان مع لشکر گراں متوجہ ہوا قصبہ بڑودہ میں اسپاہ کے سامان میں ایک مدت لگی۔ اواسط سال مذکور میں جام فیروز حاکم ٹھٹہ مغلوں کے استیلاء سے جلاء وطن ہو کر سلطان بہادر پاس التجا لایا۔ سلطان نے اوسکی دلجوئی کے لئے دس لاکھہ ٹنکہ اوسکو خرچ کے دئیے وعدہ کیا کہ انشاءاللہ تعالیٰ تیرا ملک موروثی مغلوں کے ہاتھہ سے نکال کر تجھے دیدونگا۔ اس فیاضی سے بہادر شاہ کی شہرت ایسی ہو گئی تھی۔ اسکے درگاہ میں قریب و بعید کی راے آتے۔ برادرزادہ راجہ گوالیار پوربیہ رجپوتوں کی جماعت کے ساتھہ بہرون پرتھی راج برادرزادہ رانا سنگا اور بعض اور معتبر آن کر سلطان کے نوکر ہوئے۔ بعض سرداران دکن بھی سعادت حضور سے بہرہ یاب ہوئے۔ چونکہ شاہ نے نواحی محمد آباد چنپانیر میں بہت توقف کیا

میں غازی خاں کی عرضداشت آئی کہ لطیف خاں نے اپنی کل جمعیت کے ساتھ سلطان پور میں آنکر مخالفت کا علم بلند کیا۔ میں اوسکے مقابلہ کو گیا۔ کارزار کے بعد عضد الملک و محافظ خاں بھاگ گئے۔ راے بھیم مع اپنے بھائیوں کے لڑائی میں مارا گیا۔ اور شاہزادہ لطیف خاں زخمی ہوکر گرفتار ہوا۔ سلطان نے یہ سنتے ہی لطیف خاں کو اپنے پاس بلالیا اور اوسکے زخموں کی مرہم پٹی شروع کی وہ ایسے کاری تھے کہ اچھے نہ ہوئے اور شہزادہ مرگیا۔

انہیں دنوں میں اودے سنگہ راے پولوہ نے قیصر خاں کے قتل ہونے کی خبر سُنکر قصبہ دہور (دہور) کو غارت کیا۔ اور بہت سا مال ضیاء الملک پسر قیصر خاں سے لے لیا۔ اور ملک کو خراب کرنا شروع کیا۔ اس خبر کو سُنکر سلطان ایسا مضطر ہوا کہ وہ خود عزیمت کرنی چاہتا تھا کہ تاج خاں نے عرض کیا کہ ابتداء سلطنت میں اس قسم کے بہت سے حادثات واقع ہوتے ہیں کچھ تردد کا مقام نہیں ہے اگر بندہ کو اس خدمت پر مامور کریں تو اللہ کی عنایت سے اور ظل اللہ کے اقبال کی برکت سے مفسدوں کی گوشمالی کرونگا۔ سلطان نے فی الفور اوسکو خلعت دیکر ایک لاکھ سوار کا سپہ سالار بنا کے راے اودے سنگہ کی تادیب کے لئے روانہ کیا۔ تاج خاں نے راے کی ولایت میں جاکر اس کو ویران کرنا شروع کیا۔ راے نے اپنی معافی تقصیر کے لئے ایلچی بھیجے۔ مگر بادشاہ نے اوسکے قصور نہیں معاف کئے اسلئے تاج خاں نے پہلے سے زیادہ اوسکی ملکت کی خرابی میں کوشش کی۔ ناچار راے اودے سنگہ نے ایک قلب جگہہ کو اختیار کیا اور تاج خاں سے لڑا۔ رائے کی ایک جماعت کثیر قتل ہوئی اور مسلمانوں میں سے ایک آدمی مارا گیا۔ چند روز ولایت راے میں تاج خاں رہا اور پھر بادشاہ کے حکم سے وہ اس پاس آیا۔

۹۳۴ھ / ۱۵۲۸ء میں سلطان بہادر باگر اور ایدر کے ملکوں میں گیا اور یہاں سے چنپانیر میں مراجعت کی اور بہروچ گیا کہ قلعہ کی مرمت کرائے۔ یہاں سے کہمبایت میں آیا۔ یہاں سمندر کی سیر کو ایکدن آیا تھا کہ ناگاہ ایک جہاز بندر دیو سے آیا اور اہل جہاز نے یہ خبر سُنائی کہ فرنگیوں کا جہاز باد مخالف بندر دیپ میں لائی ہے قوام الملک نے فرنگیوں کو پکڑ کر غلام بنایا۔ بادشاہ اس خبر کو سنکر خشکی کی راہ سے بندر دیو میں گیا قوام الملک ان فرنگیوں کو سلطان کے روبرو لایا۔ سلطان نے انکی ایک

سمجھا جاتا تھا۔ اور وہیں کے تخت پر بادشاہوں کا جلوس ہوتا تھا اسلئے ذیقعد ۹۳۲ھ ۱۵۲۶ء کو یہاں بادشاہ نے سر پر تاج رکھا۔ اور معمولی مراسم جلوس ادا کی گئیں۔ اور غازی خاں کو ندر بار اور سلطان پور کی حکومت عنایت ہوئی انہیں ایام میں خبر آئی کہ عضدالدولہ محافظ خاں کے بہکانے سے شاہزادہ لطیف خاں کوہ اہواس میں نواحی ندر بار اور سلطانپور میں آیا ہی اور فتنہ وفساد کا ارادہ رکھتا ہی غازی خاں اوسکی رفع رفع کے لئے مقرر رہوا۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں قحط پڑا۔ ہوشیار الملک خزانچی بہادر شاہ کے ساتھ تھا اوسکو حکم بادشاہ نے دیا کہ جو شخص سوال کرے ایک مظفری اوسکو دیدو اور شہروں میں جا بجا لنگرخانے جاری کئے۔ غرض رعایا کی ترفیہ حال میں کوشش کی کہ بلاد گجرات میں تازہ رونق ہوگئی۔ ابھی مدت نہ گذری تھی کہ ارباب فتنہ نے حرکت کی شجاع الملک بھاگ کر لطیف خاں سے ملا۔ سلطان نے رنغ خاں کو دولت خواہ جان کر بہت سے لشکر کے ساتھ لطیف خاں کے لئے مقرر کیا وہ ابھی روانہ ہوا تھا کہ دولت خواہوں نے معروض کیا کہ قیصر خاں و رانغ خاں دونوں سلطان سکندر کے قتل میں عماد الملک کے ساتھ شریک تھے۔ اب بھی مخفی طرح سے لطیف خاں کی مدد کرتے ہیں۔ تاج خاں نے عرض کیا کہ ان دونوں نے لطیف خاں کو غیر متعارف راہ سے نادوت میں طلب کیا ہی۔ اور کلام اللہ پر قسم کھاکر کہ اس میں کچھ خلاف نہیں ہی۔ دوسرے روز قیصر خاں اور رانغ خاں محبوس ہوئے۔ چند روز بعد اورالملک جو بہانہ بناکے باہر چلا گیا تھا گرفتار ہوا۔ اور ضیاء الملک و خواجہ بابو کہ اس جماعت کی مصاحبت سے متہم تھے اُنکو پابرہنہ دست بستہ دربار عام میں حاضر کیا۔ اہل شہر نے ہجوم کرکے انکے گھروں کو تاراج کر لیا۔ ضیاء الملک نے گلے میں رسّی ڈال کر عجز و زاری کی بابو نے پچاس لاکھ ٹنکہ خون بہا کے دیکر عفو کی درخواست کی۔ غرض ان دونوں کی یوں جان بچی اور مملکت فتنہ وفساد کی خاشاک سے پاک ہوئی اور کوئی دغدغہ نہیں رہا۔

۹۳۳ھ ۱۵۲۶ء میں سلاحدار خاصہ کی دو ہزار آدمیوں کی جماعت جامع مسجد میں دادخواہ آئی کہ ہمکو تنخواہ نہیں ملی ہی اور خطیب کو خطبہ نہ پڑھنے دیا۔ سلطان بہادر باوجودیکہ جانتا تھا کہ ان سرکشوں کا ارادہ شاہزادہ لطیف خاں پاس جانیکا ہی۔ مگر ادسنے اُنکا تنخواہ علوفہ دیدیا۔ انہیں ایام

اُنکی دلجوئی کی اور تالیف قلوب میں کوشش کی نصیر خاں المخاطب محمود خاں کی سلطنت چار مہینہ سے زیادہ نہ ہوئی۔

ذکر شاہی سلطان بہادر بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

روز عید رمضان ۹۳۲ھ ۱۵۲۶ء کو بہادر شاہ نے امرا اور اعیان مملکت کی سعی سے بلدہ احمد آباد میں مسند آبائی پر تکیہ لگایا۔ اوائل شوال میں وہ محمد آباد و چنپانیر کو روانہ ہوا۔ بارش کی ایسی کثرت ہوئی کہ اوسکو راہ میں کئی جگہہ ٹہیرنا پڑا۔ سابر متی ندی کے کنارہ پر ٹہیر کر وہ آب مہندری کے کنارہ پر آیا۔ عماد الملک نے بہادر شاہ کے آنیکی خبر سُنکر نواح بڑودہ میں اپنا لشکر پھیلایا کہ بادشاہ کی توجہ کو بٹائے مگر بادشاہ نے چنپانیر کو سیدہا سفر کیا۔ یہاں تاج خاں نے عماد الملک اور اور سازش کرنے والوں کو گرفتار کر لیا۔ عماد الملک اور اوسکا بیٹا اور سیف خاں اور بعض اور سرکش دار پر کھینچے گئے۔ اور اونکا مال قرق ہوا رفعت الملک کو عماد الملک کا خطاب ملا وہ مظفر شاہ کا قدیمی ملازم تھا۔ جب عضد الملک نے اپنے ساتھیوں کا یہ حال دیکھا تو وہ بڑودہ سے بھاگا راہ میں اوسکا تمام مال اسباب کولیوں نے لوٹ لیا۔ شمس الملک اسکے پکڑنے کیلئے بہیجا گیا۔ اور محافظ خاں کے پیچھے نظام الملک بھیجا گیا۔ یہ دونوں مفرور راو دے سنگہ راجہ پولوہ پاس چلے گئے مگر بادشاہ کی سپاہ ایسی اونکے تعاقب میں گئی تھی کہ اوسنے اونکا سب مال اسباب لوٹ لیا۔ غرض جو امرا کہ عماد الملک کے ساتھ سازش میں شریک تھے انمیں سے اکثر پکڑے گئے اُنمیں سے بعض دار پر کھینچے گئے بعض توپوں سے ہوا میں اُڑائے گئے۔ سب کا مال اسباب ضبط ہوا۔ لطیف خاں بن شاہ مظفر کہ عماد الملک اور اور امرا کی طلب سے ان حدود میں آیا تھا وہ شہر میں آیا۔ چند روز مخفی رہا قیصر خاں اور انع خاں اور بعض اور امرا نے لطیف خاں پاس پیغام بھیجا کہ اب یہاں زیادہ رہنا نہیں چاہیے۔ وہ مایوس ہو کر ولایت پالی پور میں چلا گیا۔ عضد الملک و محافظ خاں ولایت مونگا یعنی مٹوار کو چلے گئے۔ اس ملک کے شمال جنوب میں دریا تاپتی اور نربدا ہیں اور مشرق مغرب میں چھوٹا اودے پور اور چول مہیشور اب سلطان بہادر بفراغ خاطر رعیت پروری اور سرانجام لشکر میں مشغول ہوا۔ جمہور خلایق عموطوائف کو انعام سے بہرہ مند کیا۔ اس زمانہ میں گجرات کا دار الملک قلعہ محمد آباد چنپانیر

گجرات سے سپاہیوں نے متواتر بادشاہ سکندر کے مارے جانے کی اور نصیر خاں کے بادشاہ ہونیکی خبر دی۔ شاہزادہ چاند خاں وشاہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ کہ رانا کے پاس تھے وہ اس پاس آئے۔ وہ بھائیوں کی ملاقات سے مسرور ہوا۔ چاند خاں رخصت ہو کر دہلی آیا ابراہیم ہمراہ ہوا۔ تھوڑے دنوں میں چتوڑ سے گذر ہوا۔ تو اودے سنگرائے مال پور (پولوہ) اور بعض سکندر کے متعلقات مثل ملک سرور و ملک یوسف و لطیف خاں کے اوسکی خدمت میں آئے۔ سلطان بہادر نے ملک تاج جمال کے ہاتھ فرمان استمالت تاج خاں اور اپنے ہوا خواہ امیروں کو بھیجا اور اپنے آنیکی اطلاع دی۔ تاج خاں عماد الملک سے ڈرا ہوا وندوقہ میں بیٹھا ہوا تھا وہ اپنی قوم اور قبیلہ کی آراستہ فوج لیکر سلطان بہادر کی خدمت میں آیا اور شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر کو جو اس پاس تھا مدد خرچ دیکر اپنے پاس سے رخصت کیا اور کہا کہ اب وارث مظفری و محمودی آگیا، تمہارا یہاں رہنا مصلحت نہیں ہے۔ لطیف خاں روتا دہوتا فتح خاں پاس کہ سلطان بہادر کا چچازاد بھائی تھا ملتجی ہو کر گیا۔ جب سلطان بہادر ڈونگر پور میں آیا تو سید خرم خاں اور خوانین استقبال کو گئے ہر طرف سے امرا اور سردار اس پاس آئے۔ اس خبر کے سننے سے عماد الملک کے ہوش اُڑے۔ لشکر کے جمع کرنے میں اور خزانہ کے خالی کرنے میں کوشش کی اور لشکر کو آمادہ کرکے اور پچاس ہاتھی عضد الملک کے ہمراہ قصبہ مہروسہ میں بھیجے کہ وہ جاکر خلایق کی آمد و رفت کی راہ کو روکے اور کسی کو بہادر پاس نہ جانے دے۔ جب بہادر قصبہ احمد نگر میں آیا تو امرائے سکندری کہ جان کے خوف سے بھاگے ہوئے تھے اُس پاس آئے۔ عضد الملک کے آدمی قصبہ مہروسہ چھوڑ کر بھاگے اور عضد الملک محمد آباد میں اعتماد الملک پاس پہنچا۔ جب شاہزادہ بہادر قصبہ مہروسہ میں آیا تو تاج خاں چتر و امارات شاہی لیکر اُس پاس آیا۔ اور ۲۶۔ رمضان ۹۳۲ھ کو شاہزادہ نہروالہ پٹن میں آیا۔ یہاں سے امارات بادشاہ کا اعلام کرکے احمد آباد میں آیا۔ عماد الملک نے ایک سال کی تنخواہ سپاہ کو دیکر جنگ پر مستعد کیا لیکن اکثر امرا عماد الملک سے زر لیکر سلطان سے مل گئے۔ بہار الملک و داور الملک جنہوں نے سلطان سکندر کو قتل کیا تھا۔ وہ عماد الملک سے بگڑ کر سلطان بہادر کی خدمت میں آئے۔ سلطان بہادر نے بمقتضائے وقت

وہ دوسرے آدمی کی جگہہ ہی۔ مظفر شاہ کے تخت کا وارث بہادر خاں ہی۔ ۱۹- شعبان سنہ ۹۳۲ امرانے
اتفاق کرکے اوسکو مار ڈالا وہ نو مہینے ۱۷ روز سلطنت کرگیا۔

ذکر شاہی سلطان محمود بن سلطان مظفر گجراتی

جب سکندر شاہ شہید ہوا عماد الملک نے اوسکے چھوٹے بھائی نصیر خاں کو حرم سرا سے نکالکر
تخت شاہی پر بٹھایا۔ شاہ محمود خطاب دیا۔ سلطان سکندر کے امرا بیم و ہراس سے بھاگ کر اطراف
میں چلے گئے۔ یہاں اونکے گھر غارت ہوئے۔ سکندر کی نعش موضع نامول نواح چنپانیر میں دفن ہوئی
امرانے بادشاہ کو تہنیت دی عماد الملک نے دستور کے موافق امرا اور اعیان کو خلعت اور ایکسو
اسّی خطاب دیئے۔ لیکن کسی کا علوفہ و مواجب نہیں زیادہ کیا۔ انہیں اکثر سلطان بہادر کے آنیکے
منتظر تھے۔ اور اوسکی طلب میں رسل و رسائل میں سعی کرتے تھے۔ خصوصاً اس باب میں خداوند خاں
و تاج خاں اور وزیر سبقت لے گئے تھے۔ بہادر خاں بھی باپ کے مرنے کی خبر سنتے ہی گجرات
کو دوڑا چلا آتا تھا۔ عماد الملک نے مضطر ہوکر برہان نظام شاہ بحری کو خط کے ساتھ بہت روپیہ
بھیجا۔ اور اوسکو سلطان پور و ندربار کی سرحد پر بلایا۔ راجہ مالپور (راجہ پولوہ) کو خط بھیجا کہ سر حد
محمد آباد چنپانیر پر آجائے۔ غایت حزم و دور اندیشی سے بابر بادشاہ کو لکھا۔ کہ اگر اپنی افواج قاہرہ
میں سے ایک فوج بندر دیو میں بھیجدیجائے۔ تو ایک کروڑ تنکہ نقد حضور کے خدمتگاروں کو مدد خرچ
کے لئے دونگا۔ برہان نظام شاہ نے تحفہ تحائف لے لئے اور یوں ہی ٹالم ٹولے بتلائے۔
راجہ مالپورہ بہ سبب قرب جوار کے لشکر تیار کرکے نواحی چنپانیر میں آگیا۔ تھانہ دار ڈونگر پور کو عماد الملک
کے اس عریضہ کا حال معلوم ہوگیا تھا جو بابر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ امراء گجرات کے
قاصد دہلی میں شاہزادہ پاس اوسکے بلانے کے لئے پہنچ گئے تھے۔ اس زمانہ میں بابندہ خاں کا عریضہ
افغانان جونپور کی طرف سے بھی بہادر خاں کے پاس آدمی لایا تھا کہ اوسکو جونپور لیجا کر وہاں بادشاہ
بنائیں۔ جب دونوں گجرات اور جونپور کی طرف سے بہادر خاں کی طلب میں تقاضا ہو رہا تھا
تو اوسنے کہا کہ میں جنگل میں جاکر اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دیتا ہوں جس طرف وہ جائیگا۔
میں جاؤنگا۔ گھوڑا گجرات کی طرف رواں ہوا۔ تو بہادر اسی طرف چلا اور چتوڑ میں آیا۔

نوکروں کی دلجوئی نہ کی اس سبب سے سب امرا اس سے دلگیر شکستہ خاطر ہوئے خصوصاً عماد الملک حبشی بہت آزردہ خاطر ہوا وہ سلطان سکندر کے باپ کا غلام تھا اور مظفر شاہ کو بڑا عزیز تھا۔ سلطان سکندر کے بعض تربیت یافتوں سے ایسی نا ملائم حرکات صادر ہوئیں کہ دفعتہً سپاہ و رعیت کو اس سے نفرت ہو گئی اور زوال دولت انکا خدا سے چاہنے لگے۔ سلطان نے ایک مجلس آراستہ کر کے ۱۷۰ گھوڑے اور خلعت اعیان مملکت کو انعام دیئے۔ اگرچہ یہ انعام بے موقعہ تھا خلائق اور زیادہ متنافی ہوئی شہزادہ بہادر کے آنیکی خواہاں ہوئی۔ سلطان اپنے کردار اور افعال سے پشیماں ہوا اور اپنے مال کار کے تفکر میں ترسان و ہراساں ہوا۔ اس اثنار میں معلوم ہوا کہ ندربار اور سلطان پور کی نواح میں لطیف خاں بادشاہی کا خیال رکھتا ہی۔ اور وقت کا منتظر ہی۔ اسلیئے سلطان سکندر نے شرزہ خاں کو لطیف خاں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ ندربار کی حد میں آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ملک لطیف سرداروں کی جماعت کے ساتھ کوہستان مولکا ہم جنگل چیتوڑ میں چلا گیا ہی۔ شرزہ خاں بھی اس جنگل میں آیا راجہ چیتوڑ جنگل اور قلبی مکان پر اعتماد کر کے جنگ کے ساتھ پیش آیا شیرزہ خاں اور اوسکے سرداروں کو مار ڈالا۔ فرار کی راہ مسدود تھی۔ راجپوتوں نے پیچھے سے آنکر سترہ سو آدمیوں کو مار ڈالا۔ اہل گجرات شکست کو زوال سکندر کی فال سمجھے۔

سلطان سکندر نے قیصر خاں کو اس جماعت کی تادیب کے لئے بہت سا لشکر دیکر بھیجا۔ اس حال میں امرائے مظفری نے کہ شرارت سے موصوف تھے۔ عماد الملک شاہی سے کہا کہ شاہ سکندر تیرا ارنا چاہتا ہی۔ ہمیں تیرے ساتھ اخلاص ہی۔ اسلیئے ہم نے تجھکو مطلع کر دیا ہی۔ عماد الملک نے اسکا یقین کر لیا اور سلطان کی جان کے درپے ہوا۔ چنانچہ ایک دن شاہ سکندر سوار جاتا تھا کہ عماد الملک اپنی سپاہ مکمل کر کے سکندر کے مارنے کے قصد سے گیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک شخص نے شاہ سکندر سے جب یہ حال کہا تو وہ مغموم ہوا۔ مگر اس سادہ لوح نے جواب میں کہا کہ خلائق چاہتی ہی کہ میں امراء و غلامان شاہی کو آزار پہنچاؤں عماد الملک بندہائے موروثی میں سے ہی کیونکر وہ اس امر قبیح کو اختیار کریگا۔ بہادر خاں کے آنیکی خبر سننے سے بھی وہ پریشان تھا رات کو خواب میں دیکھا کہ بعض بزرگوں نے اور اوسکے باپ نے آنکر اس سے کہا کہ تو تخت سے اوٹھ

خود جونپور چلا گیا۔ جب یہ خبر سلطان مظفر کو پہنچی کہ شہزادہ دہلی میں ہے۔ اور بابر بادشاہ مغلوں کی فوج لیکر حدود دہلی میں آتا ہے تو وہ بیٹے کی مفارقت سے نہایت مغموم ہوا تو خداوند کو حکم دیا کہ بہادر خاں کو لائے۔ انھیں دنوں میں گجرات میں قحط عظیم پڑا۔ اور سلطان مریض ہوا۔ اور ہر روز مرض بڑہتا گیا۔ ایک دن سلطان مظفر نے رقت کر کے بہادر خاں کو یاد فرمایا۔ ایک شخص نے فرصت پاکر عرض کیا کہ لشکر کے دو فرقے ہو گئے ہیں ایک گروہ شاہزادہ سکندر خاں کو چاہتا ہے۔ اور دوسرا لطیف خاں کیطرف مائل ہے۔ سلطان نے کہا کہ شاہزادہ بہادر خاں کی بھی خبر آئی یا نہیں۔ عقلمندوں نے اسے یہ گمان کیا کہ وہ بہادر خاں کو اپنا ولیعہد کرنا چاہتا ہے۔ مگر وقت کی ضرورت کے سبب دوم جمادی الاول ۹۳۲ھ میں سکندر خاں کو بلا کر ولیعہد کیا اور بھائیوں کے حق میں اوسکو وصیت کی اور اوسکو رخصت کیا پھر جمعہ کے روز دنیا سے انتقال کیا۔ ۱۴ سال ۹ ماہ سلطنت کی ۶۷ سال کی عمر میں دنیا سے سفر کیا کہتے ہیں سلطان مظفر نہایت متشرع و متورع تھا اور احادیث نبوی کا تتبع کرتا تھا۔ خط نسخ و ثلث ورقاع خوب لکھتا تھا اور ہمیشہ قرآن مجید لکھکر حرمین الشریفین کو بھیجا کرتا تھا۔ ایران و توران وروم و عربستان کے اکابر و اشراف اُسکے عہد میں گجرات کے اندر آئے۔ اونکے حال پر نوازش کی محمود سیاوش کہ خوشنویسوں میں امتیاز رکھتا تھا شیراز سے گجرت میں آیا۔

ذکر سلطنت شاہ سکندر بن سلطان مظفر شاہ

جب سلطان مظفر کی بیماری کو امتداد ہوا تو اوسکے بیٹوں سکندر خاں و لطیف خاں میں مخالفت ہوئی۔ سکندر خاں ولیعہد ہوا۔ وعماد الملک و خداوند خاں و فتح خاں سکندر خاں سکندر شاہ کے جانب دار ہوئے۔ لطیف خاں ناچار اپنے اقطاع ندربار سلطان پور کو چلا گیا۔ جب شاہ مظفر کو امر ناگزیر پیش آیا تو سکندر شاہ سریر شاہی پر بیٹھا۔ نعش پدر کو سرکیج میں بھیجا۔ وہ وہاں دفن ہوئی وہ چنپانیر میں آیا تو اوسے معلوم ہوا کہ شیخ چینو ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ سلطنت شاہزادہ بہادر کے ہاتھ میں منتقل ہوگی۔ اوسنے شیخ جی کو بڑے بھوگ سنائے۔ شاہ نے اپنی شاہزادگی کے ایام کے نوکروں کی رعایتیں کیں اور ولایتیں دیں اور اپنے باپ دادا کے

اور پیشکش لایق دیگر سلطان پاس بھیجد و کہ غضب سلطانی کی صولت سے وہانکے متوطن محفوظ رہیں۔

محرم سنہ ۹۲۹ھ/۱۵۲۲ میں سلطان مظفر چنپانیر سے احمد آباد میں آیا کہ لشکر کا سامان درست کرکے چتوڑ کو جائے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ رانا سنگا کا بیٹا بہت پیشکش لیکر سلطان کی خدمت میں آیا۔ جب بیٹے نے پیشکش پیش کیں تو سلطان نے باپ کی تقصیر معاف کر دی۔ اور بیٹے کو خلعت دیا لشکر کشی کی عزیمت کو فسخ کیا۔

اس سال میں ملک ایاز مرگیا۔ سلطان مظفر کو سخت افسوس ہوا۔ اوسکی جاگیر اُسکے بیٹے کو دیدی

سنہ ۹۳۰ھ/۱۵۱۲ میں سلطان نے چنپانیر کے مفسدوں کی گوشمالی کے لئے کوچ کیا۔ حصار مہروسہ کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ اور احمد آباد چلا گیا۔

عالم خاں بن سکندر خاں لودہی فرماں روائے دہلی نے عرض کیا کہ بادشاہ ابراہیم بن سکندر شاہ نے امرائے بزرگ کو قتل کیا۔ بقیتہ السیف خطوط و عرائض بھیجکر بندہ کو بلاتے ہیں فقیر مدتوں سے اس اُمید میں آپ کے خاندان کی خدمت کررہا ہے کہ اپنے مقصد پر پہنچوں اب اسکا وقت آیا ہے کہ مبر انصیبہ چمک جائے۔ اب آپ ایسی عنایت کیجئے کہ ملک موروثی بندہ کو ہاتھ لگ جائے سلطان مظفر نے ایک جماعت اور زرنقد دیکر اوسکو رخصت کیا وہ ابراہیم شاہ دہلی سے لڑنے گیا جسکا بیان شاہان دہلی کی تاریخ میں ہوا۔

سنہ ۹۳۱ھ/۱۵۲۴ میں سلطان ایدر کو گیا۔ اثنار راہ میں شاہزادہ بہادر خاں نے قلت دخل و کثرت خرچ کی شکایت کی بڑے بھائی شاہزادہ سکندر کی برابر اونسے مواجب وعلوفہ کی درخواست کی۔ سلطان نے اوسکو ٹال دیا وہ خفا ہوکر رائے سنگہ راجہ پولوہ کے ملک میں چلا گیا۔ ادر پھر چتوڑ میں رانا سنگا پاس آیا۔ دونوں جگہہ اوسکی بڑی خاطرداری ہوئی۔ پھر وہ اجمیر ہوکر میوات میں گیا حسن خاں میواتی نے اوسکی خوب مہمانداری کی یہاں سے وہ دہلی گیا۔ ان دنوں میں بابر بادشاہ دہلی کی تسخیر کو آیا تھا بادشاہ ابراہیم نے اس شاہزادہ کے آنیکو غنیمت جانا۔ وہ مغلوں سے بہادرانہ لڑا۔ ابراہیم بادشاہ دہلی سے افغان متنفر تھے۔ اونہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اوسکو بادشاہ بنائیں۔ ابراہیم کو ٹھکانے لگائیں۔ ابراہیم کو جب یہ خبر ہوئی تو شاہزادہ بہادر خاں کو امرا کے روبرو پیش کرکے

لے آیا۔ ایاز کا مقصود یہ تھا کہ اوسنے جو نقب تیار کی تہی اوسمیں صبح کو آگ لگا کے قلعہ لے لیا جائے اور فتح اوسکے نام ہو اسلئے اسکے امرا کے درمیان نفاق پیدا ہوا لیکن سیاست شاہی کا لحاظ اتنا تھا کہ ایاز کے بے اجازت کوئی کام نہیں کرسکتے تھے۔ ملک ایاز نے باوجود امرا کی نااتفاقی کے اپنے لشکر کو مستعد کرکے نقب میں آگ لگائی۔ جب برج پاش پاش ہوا تو ظاہر ہوا کہ راجپوتوں نے صورت واقعہ سے آگاہ ہوکر برج کے محاذی ایک اور دیوار بنائی تھی۔ دوسرے روز رانا سنگا کی طرف سے اونہوں نے آنکر یہ پیغام دیا کہ دولت خواہوں کی سلک منسلک ہوتا ہوں اور احمدنگر کی لڑائی میں جتنے ہاتھی میرے ہاتھہ لگے ہیں انکو اپنے بیٹے کے ہمراہ سلطان پاس بھیجتا ہوں۔ آپ مجھپر کیوں سخت گیری کرکے بے لطفی کو بڑھاتے ہیں۔ قوام الملک کی مخالفت کے سبب سے ملک ایاز صلح پر راضی ہوگیا اور لوازم صلح کی تمہید میں کوشش کی اور امرا نے اپنی نارضامندی اس سے ظاہر کی۔ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں گئے اور اوسکو جنگ پر تحریص کی اور یہ قرار دیا کہ چارشنبہ کو جنگ کریں۔ ملک ایاز کو جب اس سے اطلاع ہوئی تو اوسنے سلطان محمود خلجی پاس آدمی بھیجکر پیغام دیا کہ سلطان مظفر نے لشکر کا اختیار بندہ کو دیا ہی۔ میں رانا سنگا کے ساتھ لڑنے پر راضی نہیں اسلئے ظن غالب یہ ہی کہ نفاق کی شامت سے دامن مقصود پر ہاتھہ نہ پہنچے۔ ملک ایاز نے چارشنبہ کی صبح کو جو امرا نے جنگ کے لئے ٹھیرائی تہی کوچ کیا اور رانا سنگا کے ایلچیوں کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ سلطان محمود خلجی نے بھی منڈو کے قصد سے کوچ کیا۔ ایاز چنپانیر میں آیا تو سلطان نے اوسکو دیو میں بھیجدیا کہ وہ اپنے آدمیوں کا سامان کرے۔ برسات کے بعد خدمت میں آئے اور یہ امر قرار پایا کہ برسات کے بعد رانا سنگا کی گوشمالی کے لئے خود متوجہ ہو تو ملک ایاز نے اپنے معتمدوں میں سے رانا سنگا کے پاس ایک آدمی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ چونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان محبت ہوگئی ہی اسلئے ہمکو ایک دوسرے کی نیک اندیشی اور خیر خواہی میں کوشش کرنی لازم ہی۔ چونکہ امرا کا بے نیل مراد پھرنا بادشاہ کی خاطر کو ناگوار گذرا ہی تو اوسنے خود ارادہ کیا ہی کہ آپ کی حدود میں آنکر سرکشوں کو گوشمالی دے۔ اس امر سے ان حدود میں بہت خرابی ہوگی۔ مناسب یہ ہی کہ بہت جلد اپنے بیٹے کو تحفے

کے پیچھے اس ارادہ سے چھپے ہوئے ہیں کہ آپ پر شبخون ماریں۔ صفدر خاں بغیر اسکے کہ
ملک ایاز کو خبر کرے دو سو سوار لیکر اس طرف گیا جنگ عظیم واقع ہوئی اور اگرسین زخمی ہوا
اسّی رجپوت قتل ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ ملک ایاز سلطانی آراستہ لشکر کے ساتھ
ملک اشجع الملک و صفدر خاں کی کمک کو چلا جب جنگ گاہ پر پہنچا تو اوسکو اونکی فتح پر حیرت
ہوئی اور بہت اونکی تعریف کی۔ دوسرے روز ملک قوام الدین کی گروہ مفرور کی جستجو میں اونیس
کروہ بانسوالہ میں گیا اور کوئی آبادانی کا اثر نہ چھوڑا۔ اگرسین مجروح نے جاکر سارا حال
راناسے کہا۔ جب ایاز خاص سلطانی مندسور میں آیا تو اوسکا محاصرہ کیا۔ راناسنگا اپنے
تھانہ دار کی کمک کو آیا۔ اور مندسور سے ۱۲ کروہ (۲۴ میل) پر ٹھہرا۔ اور ملک ایاز کو پیغام بھیجا
کہ میں ایلچیوں کو سلطان کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور دولتخواہوں میں داخل ہوتا ہوں۔
تم محاصرہ سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ مگر شرائط صلح میں ایسے تکلفات تھے کہ اونکا صورت پزیر ہونا مشکل تھا
اسلئے ملک ایاز نے تسخیر قلعہ پر ہمت کی اور نقب کو یہانتک بڑھایا کہ آجکل میں تمام ہونیوالی تھی
اسی اثنا میں سلطان محمود خلجی کے پاس سے شرزہ خاں شروانی آیا اور اوسکا پیغام لایا کہ اگر
آپ کو کمک و امداد کی احتیاج ہو تو میں بھی اِن حدود میں چلا آؤں۔ ایاز خاں نے متردد
ہوکر اوسکو آنیکی تحریص دی۔ مظفر کے احسان کا سلطان محمود خلجی مرہون تھا وہ سلہدی پوربیہ
کو ہمراہ لیکر مندسور میں آگیا۔ راناسنگا اوسکے آنے سے سراسیمہ ہوا۔ اوسنے میدنی رائے کو
سلہدی پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مجالست کی رعایت محاسن اخلاق کے لوازم میں سے ہی
چاہیے کہ اوسکے حقوق کے ادا سے اپنے تئیں معاف نہ رکھے اور بالفعل صلح کے کرانے میں
توجہ کرے سلہدی نے ہرچند سعی کی مگر صلح میسر نہ ہوئی چند روز کے بعد قوام الملک نے اپنے
مورچل پر جاکر چاہا کہ قلعہ کے اندر داخل ہو ملک ایاز کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں قوام الملک کے نام پر
فتح نہ ہوجائے۔ اوسکو جنگ سے باز رکھا۔ امرائے گجرات ملک ایاز کے ارادہ سے آگاہ ہوکر
اوس سے آزردہ ہوگئے۔ دوسرے روز مبارز الملک اور سردار ملک ایاز کی اجازت بغیر راناسنگا
کے ساتھ جنگ پر مستعد ہوئے۔ ملک تغلق فولادی مبارز الملک کو اثنا راہ میں سے پھیرکر

وہ قصبہ ربیح میں آگئے۔ سلطان نے یہ خبر سنکر عماد الملک قیصر خاں کو بہت سے لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ رانا سنگا کے دفع کرنے کے لئے بھیجا عماد الملک و قیصر خاں احمد آباد میں آئے اور قوام الملک کے ساتھ سبر کیج میں گئے رانا سنگا کی مراجعت کا حال سلطان کو لکھا اور اُس سے درخواست چیتوڑ میں جانے کی کی سلطان نے جواب لکھا کہ برسات کے گذرنے کے بعد میں چیتوڑ کی عزیمت کرونگا اور رانا سنگا کی گوشمالی کرونگا۔ اس اثنار میں ایاز سلطانی کہ سلطان کے باپ کے غلاموں میں تھا اور بلاد بندر سورت اور سمندر کے کنارہ پر بالکل اقطاع رکہتا تھا تیس ہزار سوار و پیادے اور آتشبازی بہت سی لیکر سلطان کی خدمت میں آیا۔ اور اوسنے معروض کیا کہ سلطان کا جلال ایسا رفیع ہی کہ رانا سنگا کی گوشمالی اور تادیب پر خود حضرت متوجہ نہ ہوں ہم جیسے بندوں کی تربیت اسلئے ہوتی ہی کہ اگر اس قسم کے کام پیش آئیں تو شاہ کو تصدیع نہ کرنی پڑے۔ بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا۔

سنہ ۹۲۷ھ / ۱۵۲۰ء میں احمد نگر گیا جب لشکر جمع ہوا تو ملک ایاز نے پھر رانا سنگا کی گوشمالی کی درخواست کی۔ سلطان نے ایک لاکھ سوار و سو ہاتھی اوسکے ہمراہ کئے اور رانا کی تادیب کے لئے رخصت کیا۔ جب ملک ایاز اور قوام الملک منزل مہراسہ میں آئے تو سلطان نے کمال حزم و نہایت دور اندیشی سے تاج خاں و نظام الملک شلہی کے ساتھ بیس ہزار سواران حدود میں بھیجدیئے ملک ایاز نے ایک عریضہ بھیجا کہ رانا سنگا کے تادیب کے لئے اتنے امرا معتبر کا بھیجنا میرے اعتبار اور افتخار کا سبب ہی۔ مگر اسقدر فوج اور ہاتھیوں کی ضرورت نہیں ہی۔ یہ بندہ باقبال خداوند اس خدمت کو پسندیدہ طور پر بجا لائیگا۔ اکثر ہاتھیوں کو واپس بھیجدیا۔ صفدر خاں کو کما کوٹ کے رجپوتوں کو لوٹنے کے لئے بھیجا۔ صفدر خاں اس موضع میں جو نہایت قلب جا تہی گیا۔ بہت راجپوت قتل کئے اور بقیۃ السیف کو بردہ بنایا۔ ملک ایاز سے وہ آن ملا۔ ملک ایاز نے یہاں چلکر ڈونگرپور اور بانسوالہ کو جلاکر خاک کی برابر کیا۔ اور چیتوڑ کی طرف متوجہ ہوا۔ اتفاقاً ملک اشجع الملک اور صفدر خاں کو ایک شخص نے اطلاع دی کہ اودے سنگہ و راجہ پال رانا سنگا کی رجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اور راجہ اگرسین پوربیہ پہاڑ

سبب سے اوسکے سپاہی احمد آباد میں اپنے گھروں میں چلے گئے تھے تھوڑے سے مبارز الملک پاس رہے تھے۔ اس سبب سے وہ مشوش تھا۔ راناسنگا نے یہاں کے سب حالات معلوم کئے اور ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ مبارز الملک اس سے لڑنے آیا۔ مگر پہلے اس سے کہ لشکر آپسمیں ایک دوسرے کے مقابل ہوں وہ پھر کر ایدر میں آیا۔ سرداروں نے کہا کہ قلت دوست وکثرت دشمن سب پر عیاں ہوگئی۔ مناسب یہ ہی کہ احمد نگر کے قلعہ میں جب تک متحصن ہوں کہ کمک آئے یہ قرار دیکر مبارز الملک کو خواہ مخواہ ہمراہ لیکر قلعۂ احمد نگر میں لے گئے دوسرے روز راناسنگا ایدر میں آیا۔ مبارز الملک کا حال پوچھا قوم گرس کے آدمی گجرات سے قوام الملک کے خوف سے بھاگ کر راناسنگا سے ملتے تھے۔ اونہوں نے کہا کہ مبارز الملک ایسا مرد نہیں ہی کہ بھاگے۔ امرا اوسکو زبردستی احمد نگر میں لے گئے ہیں اور کمک کا انتظار کر رہے ہیں۔ رانا جلد احمد نگر میں آیا تو اس بادفروش نے کہ مبارز الملک سے رانا کی تعریف کی تہی کہا کہ رانا بہت لشکر لیکر آیا ہی حیف ہی کہ تم جیسے جوانمرد بیفائدہ کشتہ ہوں مناسب ہی کہ قلعہ (احمد آباد) میں متحصن ہو۔ رانا اپنے گھوڑے کو قلعہ کے نیچے پانی پلائیگا۔ مبارز الملک نے کہا کہ یہ محال ہی کہ میں اسکے گھوڑے کو اس دریا کا پانی پینے دوں۔ وہ اتنا لشکر لیکر کہ رانا کی لشکر کا دسواں حصہ تھا لڑنے کو کھڑا ہوگیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اسد خاں کہ سردار تھا اور سرداروں سمیت مارا گیا۔ مبارز الملک اور صفدر خاں دونوں زخمی ہو کر بھاگے اور احمد آباد میں آئے۔ رانا احمد نگر کو غارت کر کے بدہ نگر میں آیا۔ یہاں کے باشندے اکثر برہمن تھے اسلئے اونکو نہیں لوٹا وہ بیل نگر میں آیا۔ یہاں کے تھانہ دار حاتم نے مرنیکا قصد کر کے اوسکا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔

رانا نے بیل نگر کو تاخت کر کے چیتوڑ کو مراجعت کی۔ ملک قوام الملک نے ایک فوج مبارز الملک وصفدر خاں کے ہمراہ کر کے احمد نگر بھیجی اونہوں نے مقتولوں کو خاک کے نیچے سپرد کیا۔ کولی اور گراس نے نواحی ایدر میں مبارز الملک کو کم جمعیت دیکھکر احمد نگر پر چڑھائی کی مبارز الملک نے قلعہ سے نکل کر اٹھہ آدمی اونکے مار ڈالے اور احمد نگر میں مراجعت کی۔ احمد نگر ویران ہوگیا تھا اسلئے غلہ اور مایحتاج محنت سے ہاتھہ لگتا تھا۔

ایک ندیم نے عرض کیا کہ جن ایام میں سلطان نے مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا رائے مل راجہ ایدر کوہ بیجانگر سے نکلا اور اُس نے پٹن کے کچھ حصہ کو اور قصبہ کلوارہ کو لوٹ لیا اور جب نصرت الملک جنگ کے آہنگ سے ایدر سے باہر آیا اور اوسکی طرف متوجہ ہوا۔ وہ بیجانگر کے مغاکوں میں جا چھپا سلطان نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد برسات کے رائے مل کا علاج کیا جائیگا۔

۹۲۵ھ ۱۵۱۹ء میں سلطان رائے مل اور اور مفسدوں کی گوشمالی کے ارادہ سے ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ چونکہ رائے مل کا ملاذ و معاذ راجہ پال (دیوہ) کا ملک تھا اوسکو برباد کرکر خاک کی برابر کیا۔ چند روز ایدر میں توقف کیا وہاں سے محمد آباد میں آیا۔

چند روز کے بعد خبر پہنچی کہ سلطان محمود خلجی اور آصف خاں متفق ہوکر راناسنگا اور میدنی رائے سے سخت لڑائی لڑے اکثر امراء مالوہ کشتہ ہوئے پسر اصفخان بھی ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوا۔ سلطان محمود خلجی زخمی ہوکر دستگیر ہوا۔ راناسنگا نے اوسکے حال پر مہربانی کرکر اپنی سپاہ کے ساتھ منڈو اوسے بھیجدیا۔ سلطان مظفر اس حال کو سُنکر ملول ہوا۔ باقی سرداروں میں سے چند گجرات کی فوج کی کمک کے لئے بھیجے۔ اور مکتوب محبت اسلوب سے اوسکو خرسند کیا خود ایدر میں شکار کے لئے گیا اور وہاں عمارات تعمیر کرائیں۔ ایدر کی حکومت مبارز الملک کو حوالہ کی۔ احمد آباد میں قوام الملک کو چھوڑ کر خود چنپانیر میں آیا۔ ایک دن مبارز الملک کی خدمت میں ایک باد فروش نے کچھ حال راناسنگا کی مردی و مردانگی کا مذکور کیا مبارز الملک نے راناسنگا کو بُرا کہا اور ایک کُتّے کا نام راناسنگا رکھہ ایدر کے دروازہ کے آگے باندہ دیا۔ اس باد فروش نے یہ قصہ راناسنگا سے جاکر کہا اوسکو ایسی غیرت آئی کہ وہ ایدر کی طرف آیا اور سروہی تک ملک تاخت و تاراج کیا۔ رانا باگری میں آیا۔ یہاں کا راجہ اگرچہ سلطان مظفر کا تابع تھا مگر مضطر ہوکر وہ رانا سے مل گیا رانا ڈونگرپور میں آیا۔ ملک مبارز الملک نے حقیقت حال شاہ کو لکھی۔ وزرائے سلطانی مبارز الملک سے دلوں میں صفائی نہیں رکھتے تھے۔ اونہوں نے سلطان سے کہا کہ مبارز الملک کو یہ کیا لایق تھا کہ اوسنے کُتّے کا نام راناسنگا رکھہ کے اوسکو غیرت دلائی اور اب ڈر کر کمک مانگتا ہے۔ سلطان نے کمک نہ بھیجی۔ وہ لشکر کہ ایدر کی کمک کو گیا تھا برسات کی کثرت کے

بیس روز گذر گئے تو معلوم ہوا میدنی رائے نے چند فیل اور بہت ساز رانا سنگا کو دیکر اجین میں کمک کے لئے بلایا ہے۔ سلطان مظفر نے عادل خاں فاروقی حاکم آسیر و برہانپور کو جو دو تین روز ہوئے کہ قوی لشکر کے ساتھہ سلطان کے لشکر میں آیا تھا سپاہ کا سردار بنا کے قوام الملک کو اوسکے ہمراہ کیا اور رانا سنگا سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ خود قلعہ منڈو پر برابر چار روز تک رات دن حملہ کیا اور اہل قلعہ کو ذرا آرام نہ لینے دیا۔ پانچویں شب کو لڑائی موقوف کی اہل قلعہ کو غفلت میں ڈالا۔ آدھی رات کو ایک جماعت حصار کے نیچے گئی اہل حصار سوتے تھے اوسنے قلعہ کے کنگروں پر نردبانیں لگاکر دروازہ کے محافظوں کو قتل کیا اور دروازہ کو کھولا پھر ساری فوج قلعہ میں داخل ہوئی۔ راجپوتوں کو اوسوقت خبر ہوئی کہ کچھ اختیار ہاتھہ میں باقی نہ تھا۔ اونہوں نے اپنے قدیم قاعدہ کے موافق جوہر کی رسم کی بیش قیمت اسباب و عورتوں بچوں کو آگ میں جلایا۔ سلطان مظفر نے صبح ہونے کے وقت تک ۲ صفر سنہ ۹۲۴ کو اونیس ہزار راجپوتوں کو قتل کیا۔ اور اونکے فرزندوں کو اسیر کیا۔ جب سلطان مظفر کو رجپوتوں کے قتل سے فرصت ہوئی تو سلطان محمود نے آنکر سلطان کو فتح کی مبارکباد دی اور پوچھا کہ بندہ کیلئے کیا حکم ہے۔ سلطان مظفر نے ازروئے مروت کے کہ کمتر بادشاہوں سے وقوع میں آئی ہے سلطان محمود کو دلاسا دیا اور کہا کہ یہ ساری مشقت اسلئے اوٹھائی گئی کہ تجھکو حکومت دلاؤں اب منڈو کی بادشاہی اور مملکت مالوہ خدا تجھکو مبارک کرے۔ سلطان یہاں سے چلکر رانا سنگا کی جنگ پر متوجہ ہوا۔ اس اثنا میں منڈو سے ایک نامی زخمی رجپوت نے بھاگ کر سلطان مظفر کی قتل عام کی مہابت رانا سنگا سے عرض کی اور اوسیوقت مر گیا۔ اس سے رانا کا رانہ سرد ہو گیا وہ بادشاہ کی خبر اس طرف کے آنیکی سنکر سراسیمہ چیتوڑ کر روانہ ہوا۔ عادل خاں اسکے پیچھے جاتا۔ اسکے پس ماندوں کے قتل و غارت میں تقصیر نہیں کرتا۔ وہ رانا کو پکڑنے نہ پایا تھا کہ سلطان مظفر نے اسے واپس بلا لیا سلطان محمود نے سلطان مظفر کو منڈو میں بلاکر بڑی دہوم دہام سے ضیافت کی اور پیش کش سلطان اور شاہزادہ کو دی۔ سلطان مظفر نے سلطان محمود کو رخصت کیا اور اوسکی کمک کیلئے آصف خاں کو دو ہزار سپاہ کے ساتھہ مقرر کیا۔ خود اپنی دار السلطنت کو روانہ ہوا۔ سلطان مظفر چند روز محمد آباد چنپانیر میں ٹھیرا تھا کہ اوسکے

ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔

۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء میں ایدر میں راے مل آیا۔ ظہیر الملک اوسکے مقابلہ میں آیا۔ مگر وہ ستائیس آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ جب یہ خبر سلطان کو ہوئی تو اوسنے نصرت الملک کو حکم بھیجا کہ بیجانگر کو کہ مفسدوں کی پناہ اور متمردوں کا ماوا ہے تاخبت کرے۔ اسی سال میں بھیلسہ سے شیخ چاند اور مولی مہیشور کے قاضی حبیب پوربیہ راجپوتوں کے ظلم سے بھاگ کر سلطان کی خدمت میں آئے چند روز بعد داروغہ دہور کی عرضی آئی کہ پوربیہ راجپوتوں کے استیلا سے سلطان محمود خلجی متوہم ہوکر منڈو سے بھاگا ہی اور یہاں سرحد گجرات پر آیا ہی۔ سلطان نے یہ خبر سنکر قیصر خاں کے ہاتھ بارگاہ سرخ اور چیزیں جو بادشاہوں کے ساتھ مخصوص ہیں شاہ مالوہ پاس بھیجیں اور خود بھی موضع دوالہ میں آنکر اُس سے ملاقات کی مظفر نے اوسکی دلجوئی کی اور خود لشکر لیکر مالوہ پر متوجہ ہوا۔ جب میدنی راے کو سلطان مظفر کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس نے بھیو راے کو راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ قلعہ مندو میں چھوڑا اور خود دس ہزار رجپوت سوار اور فیلان محمود لیکر دہار کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں سے رانا سنگا پاس گیا کہ اوسکو اپنی مدد کے لئے لائے۔ سلطان مظفر نے قلعہ منڈو کا محاصرہ کیا۔ رجپوتوں سے لڑائیاں ہوئیں۔ جنمیں سلطان کا پلہ بھاری رہا۔ میدنی راے نے ایک خط اپنے بیٹے بھیو راے کو لکھا کہ میں رانا کے پاس گیا تھا۔ وہ کل ولایت مارواڑ کے رجپوتوں کو جمع کرکے کومک کو آئیگا تو ایک مہینہ تک سلطان مظفر کو باتوں میں لگائے رکھ۔ بھیو راے نے یہ مکر کیا کہ ایلچیوں کو سلطان پاس بھیجکر پیغام دیا کہ ایک مدت سے قلعہ منڈو راجپوتوں کے تصرف میں ہی اور اونکے اہل و عیال قلعہ میں ہیں اگر سلطان ایک منزل پرے ہٹ جاے تو ایک مہینہ کے عرصہ میں اہل و عیال کو نکال کریں قلعہ کو خالی کرکے آپ کے حوالہ کردونگا۔ اور خود آنکر دولتخواہوں کے زمرہ میں داخل ہوں گا۔ سلطان مظفر اگرچہ جانتا تہا کہ یہ جماعت کمک کا انتظام کررہی ہی۔ لیکن سلطان محمود کے متعلقین و فرزند قلعہ میں تھے اس ضرورت کے سبب سے اوسکی ملتمس کو قبول کرکے اپنے قرار سے تین کروہ (۲ میل) پیچھے اس امید میں چلا گیا کہ شاہ بھیو باہر آئے تو بے جنگ کام بن جائے۔

دہار میں آیا۔ یہاں کے آدمیوں نے اوس سے امان مانگی اونکو امان دی۔ قوام الملک و اختیار الملک بن عماد الملک کو اہل دہار کی حراست کیلئے پہلے روانہ کیا۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ سلطان محمود خلجی اُن امرائے چندیری کے دفع کرنیکے لئے نکلا ہی جو اسیر چڑھ آئے تھے تو سلطان مظفر نے اپنے امرا واپس بلالئے اور اوسنے فرمایا کہ اس یورش کی اصلی غرض یہ تھی کہ پوربیہ راجپوت برطرف کئے جائیں اور سلطان محمود اور صاحب خاں کے درمیان ملک تقسیم کیا جائے۔ اب سلطان محمود چندیری کے امرا کے دفع کرنے کے لئے گیا ہی اور ظالم رجپوتوں کو اپنے ہمراہ لے گیا ہی ایسے وقت میں اوسکے ملک میں آنا آئین مروت و مردانگی سے دور معلوم ہوتا ہی سلطان خود شکار کو گیا۔ اور قوام الملک کو لشکر کی حراست سپرد کی۔ دو ہزار سوار اور ڈیڑہ سو ہاتھی لیکر دہار میں آیا۔ یہاں شیخ عبداللہ جنگال و شیخ کمال الدین مالوی کے مزار کی زیارت کو گیا۔ منقول ہی کہ شیخ عبداللہ راجہ بہوج پانڈے کے زمانہ میں راجہ کی وزارت کرتا تھا۔ اور برج اسکا نام تہا وہ کسی تقریب سے مسلمان ہوا۔ اور کمال ریاضت و مجاہدت سے کمالات نفسانی کو پہنچا۔ نظام الملک لاورہ سے نعلچہ کو جاتا تہا کہ پوربیہ رجپوتوں کی ایک جماعت نے اوسکی مزاحمت کی مگر اوسنے اونکو ہٹا دیا۔ ایک اور معاملہ پیش آگیا کہ یہ لڑائی آگے نہ بڑہی۔ سلطان نے نظام الملک کو محمد آباد میں بھیجدیا۔ ان دونوں میں بھیم راے راجہ ایدر فوت ہوا اُسکا بیٹا راجہ بہارمل اوسکا جانشین ہوا جسکو رانا سنگا چیتوڑ نے تخت سے اُتار کر اپنے داماد راے مل پسر سورج مل کو راجہ بنایا۔ بہارمل سلطان سے ملتجی ہوا۔ سلطان نے غرہ شوال ۹۲۱ھ ۱۵۱۵ء کو نظام الملک کو مقرر کیا کہ ولایت ایدر کو راے مل کے تصرف سے نکال کر بہارمل کو تفویض کرے۔ خود احمد نگر کو چلا گیا۔ پٹن کی سیر کر کے پہر لشکر میں چلا آیا۔ نظام الملک نے ایدر کو لیکر بہارمل کے سپرد کیا۔ راے مل کوہ بیجانگر (بیل نگر) میں چلا گیا۔ نظام الملک نے یہاں آنکر جنگ کی طرفین کے آدمی بہت مارے گئے۔ جب سلطان خاں مظفر کو یہ خبر پہنچی تو اوسنے حکم بہیجا کہ جب ولایت اندر تصرف میں آگئی تھی تو بیجانگر میں جانا اور لڑنا لشکریوں کو بے سبب ضائع کرنا تھا۔ اسلئے مناسب ہی کہ وہ جلد مراجعت کرے۔ جب نظام الملک حکم کے بموجب احمد نگر میں آیا۔ اوسکو یہاں حاکم مقرر کیا خود احمد آباد میں دوڑا اور جشن عظیم کیا۔ اور شاہزادہ سکندر کا بیاہ کیا۔ برسات کے بعد وہ

اوسکے نوکروں میں ایسی خصومت ہوئی کہ جنگ پر نوبت پہنچی - یادگار بیگ کی منزل غارت ہوئی قزل باشوں نے تیر و کمان ہاتھہ میں لیکر اوسکے چند آدمیوں کو مار ڈالا لشکر گجرات میں یہ شہرت ہوگئی کہ ترکمانوں نے صاحب خاں کو پکڑ لیا - یہ شہزادہ مالوہ اس واقعہ کی خجلت کے سبب سے سلطان مظفر کی اجازت بغیر آسیر کو چلا گیا اسکا حال تاریخ مالوہ میں تحریر ہوگا -

صاحب خاں کے جانے کے بعد سلطان پاس پوربیہ رجپوتوں کے غلبہ کی اور سلطان محمود خلجی کی مغلوبی کی خبر آئی - اس واقعہ کے سبب سے سلطان کو دہرہ گیا کہ مالوہ کی مہم کا انصرام کرے - اس اثنا میں سُنا کہ ملک عین الملک حاکم پٹن اپنی جمعیت سمیت سلطان کی ملازمت کے لئے آتا تھا کہ اُسکو راہ میں خبر لگی کہ ایدر کے راجہ بہیم نے فرصت کو غنیمت جانکر سابرمتی کے حدود تک لوٹ مچا دی اسلئے عین الملک ان حدود میں آیا کہ راجہ کی گوشمالی کرکے سلطان کی خدمت میں جائے - راجہ اوس سے مقابلہ و مقاتلہ کے ساتھ پیش آیا - دونوں کے لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی - اور عبد الکریم ایک سردار مع دوسو آدمیوں کے مارا گیا - ہاتھی جو اسکے ساتھہ تہا اُسکے ٹکڑے اُڑائے - جب عین الملک نے یہ حال دیکھا تو میدان معرکہ سے بھاگ گیا مظفر شاہ ایدر کی طرف متوجہ ہوا - پھر اسنے پہنچکر اوسنے ملک کے تاخت و تاراج کے لئے آدمی بہیجے - راجہ ایدر نے قلعہ ایدر کو خالی کیا اور کوہ بیجانگر دبیل نگر) میں جا چھپا - جب مظفر ایدر میں آیا تو دس رجپوتوں نے مقابلہ کیا اور جان گنوائی سلطان نے یہاں عمارت و بتخانہ و درخت و باغ کا نشان نہ چھوڑا - راجہ ایدر نے عاجز ہوکر مدن گوپال برہمن کو سلطان کی خدمت میں بھیجا اور معذرت کی کہ ملک عین الملک میرے ساتھ کمال عناد رکھتا تہا - اس ولایت کو اوسنے تاراج کیا - مجھسے از روئے اضطرار یہ حرکت وقوع میں آئی - اگر بندہ کی جانب سے تقصیر کی ابتدا ہوتی تو میں غضب سلطانی کا مستحق ہوتا اب میں مبلغ بیس لاکھہ ٹنکہ اور سو راس اسپ بطریق پیشکش وکلاء عالی کو سپرد کرتا ہوں سلطان مظفر نے اس سبب سے عذر قبول کر لیا کہ تسخیر مالوہ کی مہم پیش نہاد تھی - اوس نے یہ روپیہ اور گھوڑے عین الملک کو دیئے کہ وہ لشکر کا سامان کرے - اور موضع کودہرہ سے شاہزادہ سکندر خاں کو محمد آباد کی حکومت کیلئے رخصت کیا - قیصر خاں کو موضع دیولہ پر قبضہ کیلئے حکم دیا - وہ سلطان محمود خلجی کے تصرف میں تھا - پھر سلطان

اور روز نبرد میں بھاری جوشن آہنی پہنتا تھا کہ جسکے لئے پیل تن آدمی چاہیے ترکش میں
تین سو ساٹھ تیر رکھکر کمر میں باندھتا تھا شمشیر و تیرہ کو اوسکا ضمیمہ کرتا تھا۔

ذکر سلطنت مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی

جب سلطان محمود نے تنگ نائے جسمانی سے وسعت آباد روحانی میں خرام کیا تو شاہزادہ
مظفر نے تخت پر جلوس کیا وہ ۲۰۔ شعبان ۸۷۵ھ کو پیدا ہوا تھا اور اکتالیس برس کی عمر
میں بادشاہ ہوا۔ اوسنے اپنے دو وزیر ملک خوش قدم اور ملک رشید مقرر کئے۔
شوال سال مذکور میں یادگار بیگ قزل باش ایلچی شاہ اسمٰعیل نواحی محمد آباد میں عراق سے آیا
سب امیر وزیر اوسکے استقبال کو گئے۔ محمود شاہ کے لئے جو تحفے یادگار بیگ لایا تھا وہ
سلطان مظفر کی نذر کئے۔ سلطان نے یادگار بیگ اور سب قزلباشوں کو خلعت بادشاہانہ انعام
دیئے۔ سرائے خاص اونکی سکونت کیواسطے مقرر کی۔ چند روز بعد سلطان محمد آباد سے بڑودہ میں
آیا۔ اور اوسکا نام دولت آباد بدلا۔ (مگر اس نام کا رواج نہ ہوا) کہ اس اثنار میں خبر پہنچی کہ صاحب خاں
ولد سلطان ناصر الدین جو خواجہ جہاں خواجہ سرا کی دستیاری سے سلطان محمود پر غدر مچا کے
منڈو پر متصرف ہوا تھا اور سلطان محمود اپنا خطاب رکھا تھا اور اکثر امرا کو اپنے ساتھ متفق کیا
تھا۔ (یہ حال تاریخ مالوہ میں پڑھو) وہ بھائی کے خوف سے منڈو سے بھاگ کر بڑودہ کی
نواح میں آیا ہی۔ سلطان نے اوسکی دلجوئی و مہمانداری خاطر خواہ کی۔ سلطان محمود آباد میں
آیا۔ اور قیصر خاں کو قصبہ دہوز میں بہیجا کہ وہ سلطان محمود خلجی اور مملکت مالوہ کی احوال اور امرا
کے اوضاع کی خبر لائے۔ برسات آگئی آدمی جا بجا ٹھیر گئے۔ ایک دن صاحب خاں نے
سلطان پاس پیغام بہیجا کہ فقیر کو آئے ہوئے ایک مدت گذر گئی میں اپنی مہم کو اصلاح و براہ
نہیں دیکھتا۔ سلطان نے فرمایا کہ انشاء اللہ برسات کے بعد نصف ولایت مالوہ طوعاً و کرہاً
سلطان محمود کے تصرف سے نکال کر تجھے دلادونگا۔ مگر صاحب خاں صاحب اقبال نہ تھا۔
حسب اتفاق وہ اور یادگار بیگ قزل باش جنکو گجراتی سُرخ کلاہ کہتے تھے ہمسایہ میں رہتے تھے

اس سال کے آخر میں سلطان نے اپنے ملک کا دورہ کیا۔ پہلے نہر والہ پٹن میں گیا۔ علما و صلحا و فقرا کو انعام دیکر خوش دل کیا اور اپنے آنے کی غرض یہ تبلائی کہ میں انسے آخری ملاقات کرنے آیا ہوں شاید اجل دوبارہ ملاقات نہ کرنے دے۔ اُنمیں سے ہر ایک نے اپنی طرف سے صدق کے ساتھ دعا دی پھر یہاں مزارات کی زیارت کی۔ احمد آباد میں گیا۔ شیخ احمد گیسو دراز کی درگاہ کی زیارت کی۔ محمد آباد چنپانیر میں آیا۔ یہاں سخت بیمار رہوا۔ شاہزادہ مظفر کو بڑودہ سے طلب کیا۔ اور نصایح دلپذیر کیں۔ چار روز کے بعد اپنے میں آثار صحت نمودار دیکھے تو شاہزادہ کو بڑودہ رخصت کیا۔ پھر چند روز بعد مرض نے عود کیا۔ اور نہایت ضعیف و نزار ہو گیا۔

شاہزادہ مظفر خاں کو پھر طلب کیا۔ اس میں فرحت الملک نے عرض کیا کہ شاہ اسمٰعیل بادشاہ ایران نے یادگار بیگ قزلباش کو بطریق رسالت بھیجا ہے۔ اور بہت نفیس تحفے ارسال کئے ہیں تو اوسنے کہا کہ خدا تعالیٰ مجھے قزلباش کا مُنہ نہ دکھائے کہ وہ اصحاب ثلاثہ پر تبرّا کرتے ہیں غرض یہی ہوا کہ یادگار بیگ کے آنے سے پہلے اوسنے دوشنبہ دوم رمضان ۹۱۷ھ ۱۵۱۱ء کو سفر آخرت کیا ۶۹ برس ۱۱ ماہ کی عمر ہوئی۔ اس میں ۵۵ سال ایک ماہ دو روز سلطنت کی۔ مناشیر میں اوسکو خدائگان حلیم لکھتے ہیں اور اوسکو محمود بیگڑا کہتے۔ جسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے۔ کہ بیگڑا ایسی گائے کو کہتے ہیں کہ جسکے سینگ اوپر کی طرف مُڑے ہوئے اور حلقہ کئے ہوئے ہوں۔ محمود شاہ کی موچھیں اس شکل کی تھیں اسلئے اوسکو بیگرہ کہتے تھے۔ شاہ جمال الدین حسین اوسکی وجہ تسمیہ یہ بتلاتا ہے۔ کہ دو نامی قلعے ایک گرنال دوسرا چنپانیر محمود شاہ نے تسخیر کئے اسلئے وہ بیگرا یعنی صاحب دو قلعہ تھا۔ بی دو کو اور گرا قلعہ کو کہتے ہیں یہ وجہ قریب القیاس ہی

یہ بادشاہ شجاعت و سخاوت و مہربانی و بردباری کمال رکھتا تھا۔ حیا و ادب و عقل و فراست میں غایت پر پہنچا ہوا تھا۔ راست گو ایسا تھا کہ اپنے قول کے خلاف کام نہیں کرتا تھا۔ بغایت متشرع و خدا ترس تھا۔ تیر خوب لگاتا تھا۔ شکار کا شوق تھا۔ غایت حیا سے خلوت میں بھی نامحرموں سے پاؤں چھپاتا تھا۔ گالی کبھی نہیں دیتا تھا۔ صاحب طبقات محمود شاہی کہتا ہے کہ سلطان محمود کا جسم ضعیف و نازک تھا مگر ابتدا ار عمر سے آخر وفات تک ایام سفر میں

قاہرہ میں لیجاتے تھے اور پندرہ سو سپاہی تھے امیر حسین اسکا سپہ سالار تہا اور ملک ایاز امیر البحر گجرات کا اسکے ساتھ شریک ہوگیا تھا بندرگاہ چیول پر پرتگیزوں نے حملہ کیا۔ پرتگیزوں نے دو جہاز ترکوں کے لئے۔ اور ترکوں نے پرتگیزوں کا ایک جہاز چھین لیا۔ پرتگیزوں کے اکیاسی آدمی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کے چھ سو۔

اس واقعہ کے بعد سلطان نے بنادر گجرات کا انتظام بوجہ اتم کر دیا۔ خاطر جمع سے محمد آباد میں آیا۔ اس سبب سے کہ آسیر میں داؤد فاروقی فوت ہوا۔ اس دیار میں غبار فتنہ بلند ہوا۔ عادل خاں ولد حسین خاں نے کہ سلطان محمود گجراتی کا نواسہ تھا اپنے آدمیوں کو بھیجکر اپنے نانا سے امداد طلب کی۔ سلطان ۹۱۳ھ ۱۵۰۷ء میں شعبان میں تھوڑے لشکر کے ساتھ چلا اور نربدا کے کنارے پر موضع چلکی میں رمضان بسر کیا۔ شوال میں ندربار کا عازم ہوا۔ جب یہاں آیا تو معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغل زادہ نے عالم خاں کو احمد نظام الملک بحری و عماد الملک سے اتفاق کر کے تخت سلطنت پر بٹھایا۔ نظام الملک برہانپور میں تھا۔ سلطان محمود اس خبر کو سنکر تالنیر میں گیا۔ یہاں عادل خاں اُس سے ملا۔ سلطان نے برہانپور لشکر گجرات بھیجا۔ جسکے سبب سے برار و احمد نگر کے لشکر نے مراجعت کی۔ عادل خاں کو مسند سلطنت پر بٹھایا۔ ملک لادن جو خاندیس کی سلطنت کا مدعی تھا اوسکو سلطان نے خان جہاں کا خطاب دیا۔ اور خطہ اہواس اوسکو جاگیر میں دیا۔ سلطان نے آسیر کے اور بہت سے۔ افسروں کو خطاب دیئے عادل خاں کے پاس امداد کے لئے گجرات کی سپاہ چھوڑی۔ حسام الدین کو اس لئے کہ وہ آیندہ سلطنت حاصل کرنے کیلئے کوشش نہ کرے۔ اوسکو ضلع سلطان پور میں قصبۂ دہور دیدیا۔ باوجود اس انتظام کے سال آیندہ میں آسیر میں اندرونی فساد برپا ہوئے۔ مگر سلطان نے اپنے بیٹے کو آسیر میں بھیجکر عمدہ انتظام کر دیا اور عادل خاں کو اپنی حکومت پر مستقل کرایا۔ ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء میں سلطان سکندر خاں لودی نے محبت و اخلاص کے سبب سے کچھ تحفے و سوغات سلطان محمود کے لئے بھیجے اس سے پہلے کبھی سلطان دہلی نے شاہ گجرات کیواسطے تحفے نہیں بھیجے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے بادشاہ نے گجرات کی بادشاہی کو تسلیم کرلیا

سلطان محمود نے پیش خانہ دکن کی جانب روانہ کیا۔ تین منزل چلا تھا کہ احمد نظام الملک بحری جنیر کی طرف بھاگ گیا۔ دولت آباد کے آدمیوں نے سلطان کو پیش کش دی۔ سلطان نے ایک جنبش میں دو کام کرکے محمد آباد چنپانیر میں معاودت کی۔

سلاطین بہمنیہ کے بزرگ غلاموں اور نوکروں نے اپنے ولی نعمتوں سے مخالفت کی اور سروری کا دعوی کیا تھا۔ سلطان کو بھی یہ حالت دیکھکر اپنے امرا کی طرف سے خوف پیدا ہوا۔ سنہ ۹۰۶/۱۵۰۰ احمد آباد میں تشریف لایا۔ تدبیر وحکمت سے اونمیں سے جو صاحب اقتدار اور صاحب داعیہ تھے معزول ومقتول کیا۔ اور ایک اور جماعت کو اونکی جگہہ مقرر کیا۔ تاکہ وہ اُس سے اور اوسکی اولاد سے بغاوت نہ کریں۔

سنہ ۹۱۳/۱۵۰۷ میں سلطان بڑے شوق سے محمد آباد میں گیا وہاں دو تین مہینے نہ گذرے تھے کہ یہ خبر آئی کہ اس سال کفار فرنگ (پرتگیز) کے ساحل پر ہجوم کرکے قلعے بنانا اور متوطن ہونا چاہتے ہیں۔ سلطان روم انکا دشمن تہا۔ اوسنے یہ خبر سُنکر بہت سے جہاز ساحل ہند کی طرف غزا کی غرض سے بھیجے ہیں۔ اونمیں سے چند رومی جہاز بنادر گجرات ہیں آئے ہیں سلطان محمود بھی درپے غزا ہوا۔ اور دمن اور مہائم کی طرف روانہ ہوا۔ جب خطۂ دمن میں آیا تو اوسنے اپنے غلام خاص ایاز سلطان کو کہ امیر الامرا و سپہ سالار تھا بندر دیپ (دیو) میں چند جہازوں کے ساتھ روانہ کیا جو آلات قتال اور جوانمردوں سے بھرے ہوئے تھے۔ کہ پرتگیزوں کو دفع کریں۔ دس رومی بزرگ جہاز کہ خواندکار روم کی جانب سے غزا کے لئے دیئے گئے تھے۔ وہ ایاز کے ساتھ ہمراہ ہوئے۔ ایاز نے بندر چیول تک جاکر عیسائیوں سے مقابلہ کیا اور فرنگیوں کا ایک بزرگ جہاز جو ایک کروڑ روپیہ کا تہا۔ مسلمانوں نے توپوں سے شکستہ کردیا۔ وہ دریا میں غرق ہوگیا۔ ایاز نے ظفر پائی اور فرنگی بہت کشتہ ہوئے۔ لڑائیوں میں رومیوں کے چار سو آدمی اور فرنگیوں کے قریب دو تین ہزار کے مارے گئے۔ رومیوں کے بیڑے کا سردار امیر حسین تھا جسکو بعض امیر ہاشم بھی لکھتے ہیں۔ اس جنگ کا حال پرتگیزی مورخ یوں لکھتے ہیں کہ عرب میں تو ترک جہاز بنا نہیں سکتے تھے۔ وہ اسکندریہ میں بنوا کے

اور اس خوف سے بھاگ گیا کہ مبادا سپاہی داد خواہ ہوں جس سے بے حرمتی ہو سلطان نے شرف جہاں کو اسکے دلاسے کیواسطے بھیجا۔ شرف جہاں نے ہرچند اوسکو مواعظ و نصایح کیں اصلا فائدہ نہوا۔ سو ہاتھی جو اوسکے ہمراہ تھے وہ شرف جہاں کے ہاتھ بھیجکر منڈو کو چلا گیا۔ مگر اوسکے باپنے سلطان محمود خلجی کے ساتھ بیوفائی کی تھی سلطان غیاث الدین نے اوسے اپنے ملک میں جگہہ نہ دی تو الف خاں پریشان حیران ہوکر سلطان پور میں آیا۔ سلطان نے قاضی میر اسحٰق کو الف خاں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ وہ قاضی سے لڑا مگر نہایت سرگرداں اور پریشان ہوا۔ بادشاہ کی خدمت میں عرائض بھیجکر اپنا قصور معاف کرایا۔ اور سلطان محمود کی خدمت میں آیا۔ تین مہینے بعد اپنے نائب عرض کو بے وجہ قتل کیا مقید ہوا۔ اُسی قید میں اجل طبعی سے یا زہر سے مر گیا۔

عادل خاں فاروقی نے کئی سال سے باج خراج کے ارسال میں اہمال کیا تھا۔ قاضی ببر ۹۰۵ھ ۱۴۹۹ میں ولایت خاندیس میں آیا۔ اور ملک کو غارت کرنا شروع کیا۔ عادل خاں میں تاب مقاومت نہ تھی۔ عماد الملک حاکم برار سے امداد چاہی۔ جب اس پاس کمک نہ آئی تو چند سال کا مال لیکر محمد آباد چنپانیر میں آیا۔ سلطان محمود کی بساط بوسی سے مشرف ہوکر معزز و مکرم ہوا۔ اور معاودت کی رخصت اوسکو دی۔ بعض روایت کرتے ہیں کہ سلطان محمود خود عادل خاں کی گوشمالی پر متوجہ ہوا تھا۔ جب آب تاپتی پر پہنچا تو عادل خاں نے پیشکش بھیجی اور معذرت کی۔ سلطان محمود نے حقوق خویشی کو مرعی رکھکر رقم عفو اسکے افعال پر کھینچی۔

انھیں دنوں میں دولت آباد کے تھانہ دار کو توال ملک مشرف و ملک وجیہ نے فرصت پاکر عرضداشت بھیجی کہ یہ قلعہ ہمارے پاس ہی۔ احمد نظام الملک اس حصار کی تسخیر کی فکر میں ہی۔ ہر سال اسپر لشکر کشی کرتا ہی۔ بالفعل قلعہ دولت آباد کا محاصرہ اوسنے کر رکھا ہی اگر آپ امداد و معاونت کریں تو یہ قلعہ آپ کا ہو جائے۔ ہم اپنی لیاقت کے موافق حضور کو پیش کش دیا کریں۔

دریا کی راہ سے کشتیوں میں بہت سے بہادروں کو گجرات بہیجا - اور وہاں بڑی خرابی مچائی
سلطان محمود گجراتی کے چند جہاز خاصہ پر اپنے تصرف کیا - بندر مہائم کو جلاکر اور غارت
کر کے اوسکی تسخیر کا ارادہ کیا - سلطان محمود نے صفدر الملک کو لشکر دیکر دریا کی راہ سے
اور قوام الملک سرگروہ خاصہ خیل کو کچھ فوج کے ساتھ خشکی سے مہائم کو روانہ کیا - وہاں
صفدر الملک کے اجہازات پہلے سے حوالی مہائم میں پہنچے - باد مخالف ایسی چلی کہ وہ متفرق
ہوگئے - جہاز نشینوں نے طوفان کے خوف سے دشمن سے اماں مانگی اور کنارہ کی طرف
چلے - جب اوسکے نزدیک ہوئے - تو دشمن سے لڑائی ہوئی - پانی میں آتش حرب ایسی روشن
ہوئی کہ پانی کا رنگ بدل گیا - آخر الامر لشکر گجرات مغلوب ہوا - صفدر الملک بعض اور
معتبر آدمیوں کے ساتھ اسیر و دستگیر ہوا - سارا بیڑا دشمن کے ہاتھہ پڑا - جب قوام الملک
سرحد مہائم میں آیا تو بہادر کے سپاہی سارا کام اپنا کر کے اوسکے پاس چلے گئے تھے قوام الملک
نے یہاں توقف کیا اور سلطان محمود کو عرضداشت بہیجی کہ میں بہادر سے انتقام لینا چاہتا ہوں
لیکن جب تک بادشاہ دکن کے ممالک کا بعض حصہ خراب نہ کیا جاے بہادر کے مسکن تک پہنچنا
ممکن نہیں - اس باب میں حکم عالی کیا ہی - سلطان نے ایلچی اور نامہ والی دکن کو لکہا - اوسنے
ہمسایہ کا حق ادا کیا - باوجود تسلط امرا اور ارکان سلطنت کے تزلزل کے خود بہادر کے سرپر
لشکر چڑھا کرے گیا - اور اوسکو مار ڈالا صفدر الملک اور جہازوں کو مع تحائف کے گجرات کے
بادشاہ پاس بہیجا جس سے یہ توقع تھی کہ وہ اوسکی امداد کر کے ان آدمیوں کے ہاتھہ سے بچائیگا -
جو اوسپر متسلط ہوگئے تھے - مگر اسکا کام اصلاح کے قابل نہ رہا تھا فرمان گجرات نے اسمیں تغافل کیا
تاریخ دکن میں اس کا حال اور مفصل بیان ہوگا -

۹۰۱ھ / ۱۴۹۵ سلطان محمود نے واگر اور ایدر کی طرف کو چ کیا اور یہاں کے راجاؤں سے
بڑی بڑی پیش کشیں لیں اور خوب دولت سے لدا پہندا احمد آباد و چنپانیر میں آیا - ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ میں
اسنے اپنے ممالک محروسہ کی سیر کی اور رعیت کے حق میں انصاف و عدل کیا -

۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ میں مجبوروں نے سلطان کو اطلاع دی کہ الف خاں شاہی نوکروں کے علوفہ کو اپنی معاف میں لایا

اوسکی تعظیم وتکریم میں کوشش کی. قلعہ کے نیچے ایک شہر آن حضرت کے نام پر محمدآباد آباد کیا مصطفےٰ آباد اپنے چھوٹے بیٹے خلیل خاں کو دیدیا۔ خود اس بلدہ محمدآباد کی تعمیر میں اہتمام کیا۔ اور جامع مسجد جو قبل از فتح بنائی تھی اوسکو فراخ کیا سنہ ۹۱۴ کو ایک منبر نہایت پر تکلف اس مسجد کی محراب کے روبرو بنایا۔ جسکی تاریخ یہ ہی سے

سال تاریخ منبر محراب ؎ قلمی شد بخطبہ و منبر

جب بینی رائے کے زخم اچھے ہو گئے تو سلطان نے اوسکی اور اوسکے وزیر ڈونگرسی کی دعوت اسلام کی مگر اونھوں نے قبول نہ کیا۔ علما کے فتوے کے موافق پانچ مہینے قید میں زنجیروں میں رہے اور ہر روز اونکو قتل کی تہدید ہوئی کہ مسلمان ہوجائیں مگر انھوں نے کسی طرح دعوت اسلام نہ قبول کی۔ تو وہ دار پر کھینچے گئے۔ اسی زمانہ میں احمدآباد کے گرد فصیل اور اوسکے برج بنائے ایک فاضل نے اوسکی تاریخ یہ کہی کہ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِنًا۔

سنہ ۹۲ ۱۴۸۱ میں دہلی کے سوداگروں نے احمدآباد میں آنکر استغاثہ کیا کہ چارسو تین گھوڑے ہم لاتے تھے۔ کہ کوہ آبو کے راجہ نے ظلم کرکے ہمسے لے لئے ہیں اور تمام قافلہ کو لوٹ لیا ہی سلطان نے اس بات کے سنتے ہی گھوڑونکی قیمت خزانہ سے سوداگروں دلوادی اور سب کو خلعت دیئے۔ اور خود لشکر تیار کرکے ادہر چلا اور اپنے پہنچنے سے پہلے سوداگروں کے ہاتھ ایک فرمان بہیجا۔ جسکا مضمون یہ تہا۔ کہ سرکار خاصہ کے لئے سوداگر جو گھوڑے لاتے تھے اوسکو تونے ظلم کرکے لے لیا ہی چاہیے کہ جو کچھ لیا ہی وہ اونکو واپس کرکے دیدے ورنہ قہر و غضب سلطانی کا مستوجب ہوگا۔ جب فرمان بہیجا تو راجہ آبو نے ڈر کر تین سو ستر گھوڑے واپس کئے اور تینتیس ۳۳ گھوڑوں کو کہا کہ مر گئے۔ اونکی قیمت دی اور سوداگروں کے ہمراہ پیشکش بھی بھیجی۔ اور خود اپنے تئیں ملازموں کی سلک میں داخل کیا۔ بعد اسکے سلطان محمدآباد چنپانیر میں آگیا۔

سنہ ۹۰۰ ۱۴۸۶ کو سلطان محمود بہمنی کے امرا میں سے بہادر گیلانی بغاوت کرکے بندر گوہ و دبیل اور ولایت دکن کے بہت سے حصے پر غالب ہوا۔ دس بارہ ہزار سوار بہم پہنچائے۔

خوش ہوا اور چنپانیر کو گیا۔ ابھی قلعہ فتح نہ ہوا تھا کہ قصبہ چنپانیر میں سلطان نے ایک جامع مسجد تعمیر
کرائی اس سے لشکر کے سب چھوٹے بڑوں کو یقین ہو گیا کہ جب تک قلعہ فتح نہیں ہو گا سلطان یہاں
سے نہیں جائیگا۔ پس از حد ساباط بنانے اور اہل قلعہ کے تنگ کرنے میں اہتمام ہوا۔ سلطان
کی سپاہ ایسی قریب ہو گئی کہ اوسنے دیکھا کہ صبح کو رجپوت داتون کرنے اور طہارت کرنے جاتے
ہیں اور مورچوں میں تھوڑے آدمی رہتے ہیں۔ اسلئے سلطان نے حکم دیا کہ ۳۔ ذیقعدہ ۸۸۹ھ ۱۴۸۴ کو
صبح کے وقت لشکریاں خاصہ اپنے ساباط سے قلعہ کے اندر جائیں شاید فتح ہو جائے۔ لشکریوں
نے حکم پر عمل کیا۔ اتفاق سے قوام الملک سرجاندار قلعہ میں چلا گیا۔ اور ایک جماعت کثیر کو قتل
کیا جب رجپوتوں کو خبر ہوئی تو وہ ہجوم کر کے مسلمانوں سے خوب لڑے۔ مسلمان غالب ہے
اور حصار دوم کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ چند روز پہلے ایک توپ نے دیوار قلعہ میں دراڑیں ڈالدیا
ملک ایاز سلطانی اُس میں سے قلعہ کے اندر آگیا اور دروازہ پر چڑھ گیا۔ سلطان فوج برابر کمک
کے لئے بھیجتا رہا۔ راجپوت حیران وسراسیمہ ہو کر حقے دروازہ کے بام پر پارستے تھے۔ مگر جب
رجپوتوں نے دیکھا کہ سلطان صلح کو مانتا نہیں تو اونہوں نے آگ روشن کی اور سب عورتوں
اور بچوں کو ڈال کر جلایا اور جان سے ہاتھ دہوئے۔ اور طرح طرح کے آلات حرب لیکر جنگ
میں مشغول ہوئے۔ اور مغلوب ہوئے۔ سپاہ اسلام نے قلعہ کے بڑے دروازہ کو توڑا اور
اندر گھس گئے۔ اور جمع کثیر کو شمشیر سے قتل کیا۔ جب سلطان محمود خود اس دروازہ پر آیا علم اوسکا
مرتفع ہوا۔ اور بالائے حصار میں حوض پر سب راجپوت جمع ہوئے اور اشنان کیا اور شمشیر و
نیزہ وجدہر ہاتھ میں لئے۔ مسلمانوں کی فوج کے مقابل میں آئے۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی
طرفین سے جمع کثیر کشتہ ہوئی۔ اور بینی رائے اور دونگرسی وسورام وزیر زخمی ہو کر دستگیر ہوئے۔
سلطان کے روبرو آئے اوسنے ان قیدیوں کے زخموں کا علاج کرایا۔ سلطان نے ایک دن بینی رائے
سے پوچھا کہ کس لئے اتنی مدت تک تم نے لڑائی لڑی۔ اوسنے کہا شاہا یہ مملکت موروثی تھی میں نے
اسمیں نشو ونما پایا تھا۔ میں نے یہ نہ چاہا کہ آبا و اجداد کے موروثی ملک کو رائگان و مفت برباد دوں
کہ میرا نام دنیا میں نامردوں کی فہرست میں ثبت ہو۔ سلطان نے اوسکی بہت تحسین کی

راجپوتوں نے آن کر ہنگامہ جنگ گرم کیا۔ سلطان قصبہ بڑودہ سے کوچ کرکے کوہ چنپانیر کے پیچھے
سے گذر کر موضع گرناری میں مالوہ کی سڑک پر فروکش ہوا۔ پھر راے بینی رائے نے گناہ کی معافی کی
درخواست کی مگر نامنظور ہوئی۔ تو رانے نے اپنا لشکر جمع کیا اور اطراف کے رایوں سے مدد چاہی اور
قلعہ سے نیچے اوترا اور مورچوں کو قایم کیا۔ اور ساٹھ ہزار سوار و پیادے لیکر سلطان کے مقابلہ میں
صف آرا ہوا۔ سلطان محمود سے اوسکی سخت لڑائی ہوئی اور اوسنے ہزیمت پائی۔ دس بارہ ہزار جنگی
راجپوتوں کے ساتھ وہ قلعہ میں آیا۔ سلطان محمود بھی قلعہ کے نیچے آیا۔ اور اوسے گھیرلیا۔ اور ہر ایک
سردار کو اپنے محل میں قایم کیا اور خود موضع گرناری کو معاودت کی اور سید مدن لنگ کو محافظت
راہ اور رسد رسانی کے لئے مقرر کیا۔ ایک دن سید مدن لنگ جنگ رسد لاتا تھا کہ راجپوتوں نے
اوسکے بہت آدمی مار ڈالے اور رسد لوٹ کر لے گئے تو سلطان اس خبر کے سننے سے مغموم ہوا
اور سلخ صفر سال مذکور تک وہ چنپانیر کے نیچے مقیم رہا اور لوازم محاصرہ میں مبالغہ کیا محافظ خاں
صبح کو سوار ہوتا اور مورچوں کا حال دوپہر تک دیکھ بھال کر سلطان سے عرض کرتا۔ جب محاصرہ
بوجہ اتم ہوگیا تو حکم ہوا کہ چاروں طرف ساباط بنائیں۔ ہر چوب کہ بالاے کوہ پر جاتی تو ایک لاکھ
ٹنکہ اوسکی اجرت ہوتی راے بینی ملعون نے اس حال کو مشاہدہ کرکے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ
ایلچی بھیجے اور معروض کیا کہ نومن طلا اور غلہ اسقدر کہ لشکر کے خرچ کو دس سال تک اکتفا کرے۔
پیشکش میں دیتا ہوں سلطان نے کہا کہ جب تک قلعہ نہیں فتح ہوگا ممکن نہیں کہ میں اس سرزمین سے
قدم اُٹھاؤں ایلچی مایوس ہوکر رائے پاس آئے اُسنے سنہ ۸۸۸ھ میں اپنے وکیل کارگزار شورام کو
سلطان غیاث الدین خلجی پاس مالوہ بھیجا اور استمداد چاہی اور ہر کوچ پر ایک لاکھ ٹنکہ نقرہ مدد خرچ
دینے کا اقرار کیا۔ سلطان غیاث الدین لشکر تیار کرکے نعلچہ میں آیا۔ جب یہ خبر سلطان کو پہنچی تو اوسنے
محاصرہ میں جابجا امرا کو مقرر کیا اور خود رزم کے عزم سے قصبہ دہوزنک آیا یہاں اُسکو خبر آئی کہ
سلطان غیاث الدین نے ایک دن علما کو طلب کرکے استفسار کیا کہ جسوقت کوئی مسلمانوں کا بادشاہ
کافروں کے قلعہ کا محاصرہ کررہا ہو تو شرع اجازت دیتی ہے کہ ہم کفا کی کمک کو جائیں علما نے
کہا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اسلئے وہ اوسی وقت اُلٹا منڈو کو چلا گیا۔ سلطان اس مژدہ کو سنکر

رجب ۸۸۲ھ؁ چنپانیر کی فتح کا عازم ہوا کہ اس اثنا میں یہ خبر پہنچی کہ ملیباریوں نے بہت سی کشتیاں جمع کر لی ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ دریا کے آنے جانے والوں کی مزاحمت کریں۔ سلطان عزیمت مذکور کو فسخ کر کے جہاز میں سوار ہوا اور کئی جہاز آراستہ ساتھ لئے اور ان میں توپ و تفنگ و تیر و کمان کے مردان کار اس جماعت کی دفع کے لئے سوار کئے۔ جب ملیباریوں کے جہازوں کے قریب وہ آیا تو یہ جماعت اوسکی مقاومت کی تاب نہ لا سکی بھاگی۔ گجراتیوں نے اسکا تعاقب کیا اور چند کشتیاں اوسکی چھین لیں۔ اور بندر کھنبات کو مراجعت کی۔ یہاں سے احمدآباد میں سلطان تشریف لایا۔

اس سال میں اکثر بلاد گجرات میں امساک باراں ہوا اور قحط عظیم پڑا اور خلایق بہت سی بھوکی مرگئی۔ اور رعایا کے حال میں بہت خرابی آگئی۔ قلعہ چنپانیر کا حال یہ ہے کہ ایک پہاڑ بہت بلند ہے۔ اور اس پہاڑ کی سطح پر ایک اور پہاڑ ہے اسمیں گچ اور سنگ کی دیوار کھنچی ہوئی ہے۔ اور مضبوط و مرغوب برج بنے ہوئے ہیں۔ اسوقت یہ قلعہ رائے بینی راے چہوت کے قبضہ میں تھا۔ اسکے باپ دادا معلوم نہیں کس زمانہ سے اس میں فرمانروائی کرتے چلے آتے تھے۔ اتفاقاً راے سدھا بعض مواضع چنپانیر کو لوٹنے گیا تھا۔ رائے بینی رائے بن اودے سنگھ راجہ چنپانیر نے اسپر حملہ کر کے مار ڈالا۔ اور اوسکے دو ہاتھی اور سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ جب یہ خبر سلطان کو پہنچی تو وہ غرہ ذیقعدہ ۸۸۲ھ؁ کو چنپانیر کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں کے رایوں کے نوکر ساٹھ ہزار راجپوت سوار اور پیادے تھے اسلئے وہ کسی کے آگے غرور کے مارے سر نیچا نہیں کرتے تھے۔ رائے بینی نے رسول آباد کو کہ ملحقات گجرات سے ہے بہت زحمت پہنچائی اور بہت مسلمانوں کو ظلم و ستم کر کے تہ تیغ کیا۔ جب سلطان بڑودہ میں آیا تو رائے بینی اپنے کئے سے پشیماں ہوا اور اوس نے اپنے ایلچیوں کو سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ اور تقصیرات کی معافی کی درخواست کی اور معروض کیا اور جو دو ہاتھی ملک سدھا کے مینے پکڑے تھے وہ زخمی تھے مر گئے اونکے عوض میں اور دو فیل بھیجتا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ اسکا جواب کل زبان شمشیر دیگی اور ایلچیوں کو رخصت کیا۔ اپنے سے پہلے تاج خاں و عضد الملک بہرام خاں کو روانہ کیا وہ ۷۔ صفر ۸۸۸ھ؁ کو پاے کوہ میں آئے۔ ہر روز

جب یہاں آیا تو امرا کو بلا کر کہا کہ جب تک تم مجھے حج کی اجازت نہ دو گے میں کھانا نہیں کھاؤنگا۔
امرا جانتے تھے کہ سلطان امتحان کرتا ہی سب خاموش رہے۔ عماد الملک نے عرض کیا کہ بندہ زادہ
بڑا ہو گیا ہی۔ میری جگہ اوسکو دیجئے اور مجھے ملازمت سے دور کیجئے۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ
ایک سعادت ہی۔ جو میسر ہو لیکن مہمات ملکی بغیر تیرے انجام نہ ہونگیں۔ جب دوپہر ہوگئی سلطان
بھوکا رہا تو نظام الملک نے کہ امرا کی ریش سفید تھا عماد الملک کی تلقین سے کہا کہ سلطان اول قلعہ
چنپانیر کو خزانہ اور اہل حرم کی محافظت کے لئے فتح فرمائیں اور بعد مقصد حاصل کرنیکے طواف
کی سعادت حاصل کریں۔ فرمایا انشاء اللہ۔ پھر وہ کھانا کھاکے سو رہا۔ عماد الملک سے چندروز
بات نہ کی۔ عماد الملک نے خلوت میں عرض کیا کہ مجھ بیگناہ پر کم عنایتی کا سبب کیا ہی۔ سلطان نے
کہا کہ جب تک حقیقت حال نہ بتلائیگا۔ میں تجھ سے بات نہیں کرونگا۔ عماد الملک نے کہا کہ اگرچہ
میں نے قرآن اُٹھا کر قسم کھائی ہے مگر اب مجھ بیچارہ کو کچھ چارہ نہیں ہی۔ حقیقت حال تبلادی۔ سلطان
نے تحمل کیا۔ اور خداوند خاں کو آزار سوار اوسکے نہ پہنچایا کہ اپنے خاصہ کبوتروں میں سے ایک
کبوتر یا ادنیٰ نوکر کا نام خداوند خاں رکھا۔ بعد ایک مدت کے پٹن میں گیا۔ اور وہاں سے عماد الملک
اور قیصر خاں کو جالور و ساجور (جھالراوار و آبوگڈھ) کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ امرا رخصت
لیکر شیخ حاجی رجب کی تربت میں فروکش ہوئے کہ خداوند خاں کے بیٹے مجاہد خاں نے اپنے
خالہ زاد بھائی صاحب خاں کے ساتھ اتفاق کرکے رات کو قیصر خاں کو اوسکے خیمہ میں قتل کرڈالا
اپنی چغلی کھانے کا انتقام لیا۔ سلطان نے اس گمان سے کہ قیصر خاں کا دشمن اژدر خاں تھا۔ اُسکو
پابزنجیر کیا۔ اتفاقاً مجاہد خاں بن خداوند خاں اور صاحب خاں خود بخود متوہم ہو کر مع اہل و عیال
بھاگ گئے۔ صبح ہوتے ہی حال معلوم ہو گیا کہ اژدر خاں بیگناہ ہی مجاہد خاں و صاحب خاں اصل
قاتل ہیں تو سلطان نے حکم دیا کہ خداوند خاں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر محافظ خاں کے
حوالہ کرو اور اژدر خاں کو خلاص کرو۔ چندروز بعد سلطان نے احمد آباد میں مراجعت کی۔ اس زمانہ
میں عماد الملک بیمار ہو کر مر گیا اور اوسکا بیٹا اختیار الملک باپ کا جانشین ہوا اور وزارت کا کام کرنے
لگا۔ سلطان محمود بعد ان واقعات کے مصطفےٰ آباد میں آیا اور مدت تک یہاں رہا۔

ضبط اپنے ذمہ لیا۔ بہاءالدین عمادالملک کو سونگھر میں و فرحت الملک کو بیت وجگت میں اور نظام الملک کو تال نیر میں اور گوڈرا میں قوام الملک کو حاکم مقرر کیا۔ خداوندخاں کو کہ ممالک کا وزیر تھا۔ شاہ زادہ مظفر کا اتابک مقرر کیا اور احمدآباد میں رکھا۔ اور سلطان خود مصطفیٰ آباد میں گیا۔ اور وہاں باغوں کی تیاری میں مصروف ہوا۔

کچھ مدت گذری تھی کہ خداوندخاں اور رائے رایاں اور سرداروں نے داعیہ کیا کہ شہزادہ احمد کو تخت پر بٹھائے۔ اور سلطان محمود کو معزول کیجیے۔ عید رمضان کا بہانہ کرکے عمادالملک اور اور امرا کو احمدآباد میں بلایا۔ اونہوں نے خلوت میں عمادالملک سے افشا راز نہ کرنے کے لئے قرآن اُٹھوایا۔ اور اپنے ارادہ پر مطلع کیا۔ اوسوقت عمادالملک کا لشکر تھانہ میں تھا۔ ناچار اس بات کو قبول کرلیا۔ اور احمد کے اجلاس کے لئے روز عید مقرر کیا۔ جلدی سے اپنے آدمیوں کو بھیجکر اپنے لشکر کو عید سے پہلے بلا لیا۔ عید کے دن عمادالملک اپنی فوج کو آراستہ کرکے شہزادہ کے دربار میں گیا۔ عادت کے موافق اُسکو نماز پڑھنے کے لئے شہر سے باہر لے گیا۔ اور شہر کی محافظت اپنے لشکر سے کرلی۔ خداوندخاں اور اوسکے متابع جو اپنے ارادہ کے اظہار پر مستعد تھے عمادالملک کے قصد کو سمجھ گئے تو اونہوں نے تغافل کیا اور اصلا انکو اس معاملہ کی کوئی بات زبان پر نہ لائے۔ قیصرخاں نے اس حال سے سلطان کو اطلاع دی سلطان نے دوست دشمن کے امتحان کرنے کے لئے آدمیوں سے کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہی تاکہ جو کوئی اسکو تصدیق کرے تو معلوم ہو جائے کہ وہ دشمن ہی پس جہازوں کو تیار کرکے چند لاکھ تنکہ عمال کو دیئے کہ وہ اشیاء کو خریدیں خود مصطفیٰ آباد سے بندر کھوکہ میں آیا۔ کشتی میں بیٹھکر بندر کھنبات میں گیا۔ جب یہ خبر احمدآباد میں آئی تو سب امرا شاہزادہ کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں پہنچے۔ سلطان نے ایک دن کہ سب امرا حاضر تھے کہا کہ اب شہزادہ بڑا ہوگیا ہی اور اسکے دلخواہ امرا نے تربیت پائی ہی اسلئے میرا ارادہ ہی کہ مہمات ملک و دولت اسکو سپرد کرکے میں حج کی سعادت پاؤں۔ عمادالملک نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور احمدآباد میں تشریف لائیں اسوقت جو مناسب ہو وہ کام فرمائیں سلطان نے جانا کہ زیرکا سہیم کا سہ ہی وہ احمدآباد کو روانہ ہوا

توہم کیا جواب دینگے - اگرچہ ہر سال کے سفر سے سب آدمی متاذی و متنفر تھے لیکن کچھ چارہ نہ تھا ناچار سب نے کہا کہ ہم سوار فرمانبرداری کے کچھ چارہ نہیں رکھتے - اس طائفہ کا دفع کرنا ہمارے ذمہ واجب ہی- اب روانہ ہونا چاہیے - سلطان سفر کا ساز وسامان کرکے جگت کی طرف متوجہ ہوا. بہت محنت اوٹھا کر قلعہ جگت پر پہنچا جس میں برہمن بھرے ہوئے تھے مسلمانوں کی تکبیر نے ان برہمنوں کو سراسیمہ کرکے جزیرہ بیت میں بھگا یا- سلطان نے قلعہ جگت میں خیمہ وخرگاہ کھڑا کیا اس جزیرہ میں شیر وپلنگ وبھیڑیئے وسانپ بہت تھے - اور آدمیوں کو مضرت پہنچاتے تھے . اونمیں سے بہت سے مارے گئے جس جگہہ سراپردہ شاہی لگایا گیا- ایک سو سات سانپ مارے گئے. باقی کا قیاس اسی پر کرلینا چاہیے . سلطان نے جگت کے بتخانہ کو توڑ کر اوسکی جگہہ مسجد بنائی. چار مہینے یہاں قیام کیا جب بہت سی کشتیاں تیار ہوگئیں تو اون میں آلات کارزار بھر کر اور مردان کار کو بٹھا کر جزیرہ بیت کی طرف سلطان روانہ ہوا. بیس روز تک اہل جزیرہ اور مسلمانوں میں لڑائی رہی. آخر کو بہادروں نے جہازوں کو چھوڑا اور جزیرہ کے اندر داخل ہوئے اور حصار بیت کو فتح کرلیا. اور بہت راجپوتوں کو قتل کیا. راجہ بھیم فرصت پاکر کشتی میں بیٹھ کر کسی طرف بھاگ گیا. سلطان نے اپنے سپاہیوں کو کشتی میں بٹھا کر اوسکے تعاقب میں بھیجا. اور خود شہر بیت میں آنکر مسلمانوں کو قید کفار سے چھڑایا. بہت غنیمت لی اور بردے بنائے - فرحت الملک کو یہاں مقرر کیا. چند روز بعد اس جماعت نے کہ بھیم کے تعاقب میں گئی تھی اوسکو گرفتار کیا اور لاکر سلطان کے روبرو کھڑا کیا. اوسنے خدا کا شکر ادا کیا مصطفے آباد میں معاودت کی - ملا محمد آتے اوسکی بیوی بھیم نے پکڑلی تھی حوالہ کی اور راے بھیم کو بھی ملا کے سپرد کیا کہ جو چاہے اسکا حال کرے - مولانا نے اوسکے ہاتھ سے بہت آزار اوٹھائے تھے. اوسکو قتل کیا.

نقل ہی کہ جن سنوات میں کہ سلطان محمود مصطفے آباد کی تعمیر میں مصروف تھا تو خلایق گجرات ہر سال کی کشمکش سے عاجز آگئی تھی اور احمد آباد کے گھروں کے چھوڑنے سے اور کوہستان مصطفے آباد میں مقام ومکان تلاش کرنے سے سب چھوٹے بڑے الامان مانگ رہے تھے. سلطان انکی اس تکلیف کو سمجھا اور احمد آباد میں آیا اور ممالک محروسہ کا انتظام امرا کو حوالہ کیا. ولایت گرنال کا

پاس بھیجے اور حقیقت حال سے اونکو مطلع کیا۔ وہ بمجرد سلطان محمود کے نام سننے سے متفرق ہوگئے۔ اور ہر بلوچ کسی غار و مغاک میں چھپ گیا۔ دوسرے روز سلطان اونکی مساکن کی طرف گیا۔ تو اونکا نشان نہ پایا۔ اس نواح کے چند بہادروں کو ساتھ لیا۔ بلوچوں کو ان مواضع سے جہاں چھپے تھے نکال کر بری طرح سے مارا۔ اونکا مال چھین لیا۔ سلطان عازم مراجعت ہوا۔ بعض بزرگوں نے عرض کیا کہ ان حدود میں بہت مشقت سے آئے ہیں مناسب ہی کہ اس ملک میں حاکم و داروغہ مقرر کریں۔ سلطان نے فرمایا کہ مخدومہ جہاں (مادر سلطان محمود) کہ صدف سلطنت کی دُر ہیں سلاطین سند کی نسل سے ہیں حقوق صلہ رحم کر کے ملک سند پر دست درازی نہیں کرتا۔ پس اس ناحیہ میں پیکار کر کے مصطفےٰ آباد میں چلا آیا۔

بندر جگت میں کفر و بت پرستی کی رواج کا اور اس دریا کے برہمنوں کے تعصب کا خیال سلطان نے سُنا تو وہاں اوسکے جانے کا ارادہ ہوا۔ اتفاقاً ان ایام میں مولانا محمد سمرقندی کہ دانشمندان عصر سے تہا اور اپنی عمر سلاطین بہمنیہ دکن کی ملازمت میں بسر کی تھی۔ وہ اب بڑھاپے میں رخصت لیکر وطن کو جاتا تھا۔ اہل و عیال اور چند سال کا اندوختہ ساتھ تھا۔ دریا کی راہ ہرموز (ارمز) کو جاتا تھا۔ جب اوسکی کشتی بندر جگت کے مقابل آئی تو برہمنوں کے کہنے سے یہاں کے آدمیوں نے کشتی کو روک کر سارا مال لے لیا۔ ملا محمد مع دو چھوٹے لڑکوں کے افتان و خیزاں سر و پا برہنہ مصطفےٰ آباد میں آئے۔ اور سارا حال عرض کیا کہ مجھے بندر جگت کے راجہ بہیم نے برہمنوں کے کہنے سے لوٹ لیا۔ اور ان میرے دو بیٹوں کی ماں کو قید کر لیا اور وہ یہی حال سب مسلمانوں کا کرتے ہیں کہ مال اسباب لوٹ لیتے ہیں۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کرتے ہیں۔ افسوس ہی کہ تجھ جیسے دیندار بادشاہ کے عہد میں یہ ظلم و ستم مسلمانوں پر واقع ہو۔ سلطان نے مولانا کو احمد آباد میں بہیجا اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور کہدیا کہ خاطر جمع رکھو جو کچھ تمہارا گیا ہی۔ وہ تمکو پہل جائیگا سلطان نے سب امرا کی ایک انجمن جمع کی اور اونسے کہا کہ یہ کب روا ہی کہ سلاطین اسلام کے عہد میں کافر سنگین دل مسلمانوں پر جفا کرے۔ روز باز خواست ہیں ہم سے پوچھا جائیگا کہ تمہارے جوار میں کفار اس قسم کا ستم کرتے تھے تم باوجود قدرت کے اونکے دفعہ کرنے میں مساہلہ کرتے تم تو

کو فسخ کیا اور اس طائفہ کی تنبیہ و تادیب پر متوجہ ہوا اور بہت جلد شورہ زار میں جسکو رن کہتے ہیں آیا
ایک رات دن میں ۶۰ کوس (۱۲۰ میل) ایلغار کرکے چھ سو آدمیوں کے ساتھہ حوالی غنیم میں پہنچا
جنمیں چوبیس ہزار کماندار تھے۔ وہ آگاہ ہوکر میدان میں آئے۔ سلطان محمود بھی اونکی شکل دیکھکر غنیم
کی جانب روانہ ہوا۔ باوجودیکہ یہ سب آدمی شجاعت و مردانگی و کمانداری میں مشہور تھے لیکن لشکر
اسلام کی صفوف کے آگے نہ ٹہیر سکے باوجودیکہ وہ بہت قلیل تھے وہ سب سراسیمہ و پریشان ہوگئے
اونکے رؤسا رتیغ و کفن لئے ہوئے اور رہزنی اور دزدی سے اپنی ندامت بیان کرتے ہوئے آئے
کہ اب ہم ایسے اعمال ناشائستہ نہیں کرینگے۔ سلطان نے اُنکا دین و مذہب پوچھا تو اونہوں نے کہا کہ
ہم صحرائی آدمی ہیں کوئی دانشمند ہماری قوم میں نہیں ہی۔ آسمان و خاک و باد و آتش و آب کو ہم پہچانتے ہیں
بجز کہانے پینے کے ہمکو کچھ اور کام نہیں ہی۔ ہمکو آپ سے اُمید ہی کہ ہدیت فرمائینگے! ور ہم قلادہ اسلام
گلے میں ڈالینگے۔ سلطان نے اونکی معذرت کو قبول کیا اور اونکے جرائم کو معاف۔ اونکے بزرگوں میں
سے بعض کو شہر مصطفےٰ آباد میں لیجاکر مسلمانوں کے حوالہ کیا کہ سنت نبوی بطریق مذہب امام اعظم العلیم کریں۔
جب آدمیوں کی مصطفےٰ آباد میں آمد و رفت زیادہ ہوئی تو اونکی زبانی سلطان سنے سُنا کہ شورہ زار
(رن) کے پیچھے ایک مملکت ہی جسکا نام سند ہی وہ شاہ سند سے تعلق رکہتی ہی۔ چار ہزار خانہ دار قبیلہ
بلوچ سے وہاں متوطن ہیں اُنہیں سے چار ہزار آدمی اس لوس کے باہر آتے ہیں اور تیراندازی
میں وہ بال کو چیرتے ہیں۔ اور سب بلوچوں کا مذہب شیعہ ہی۔ جاٹوں نے بھی انکی بیعت میں شیعہ
مذہب اختیار کیا ہی۔ اس بیابان میں اہل اوباش فرقہ کی اکتساب معاش راہ زنی سے ہوتی ہی
کبھی کبھی بادشاہ گجرات کی سرحد میں چلے آتے ہیں اور وہاں زحمتیں پہنچاتے ہیں۔

۸۷۷ھ میں سلطان محمود اس جماعت کی طرف متوجہ ہوا۔ جب ولایت شورہ زار (رن)
میں آیا تو ایک ہزار چالاک سوار دو اسپہ ہمراہ لئے آب و توشہ ایک ہفتہ کا ساتھہ لیا۔ شبانہ روز
۶۰ کروہ (۱۲۰ میل) طے کرتا۔ جب اس طریق سے ولایت سند میں آیا تو رات کے وقت صحرا میں اُترا
گھوڑوں اور آدمیوں کو آرام دیا۔ دوسرے روز قوم پر تاخت کی۔ اتفاقاً اس نواح میں بلوچوں
کی ایک جماعت اپنے اونٹوں کو چرانے آئی تھی۔ وہ واقف ہوگئی تو اونسے جماز سوار اپنے یاروں

[illegible] وطن و معتقد شاہ عالم کا ہے۔ اوسنے دیکہا کہ شاہ عالم کے دریا میں ہاتھی گھوڑوں اور راور آدمیوں کا ازدحام [illegible] رہا ہے تو اوسکو تعجب ہوا اوسنے پوچھا کہ یہ کس امیر کا گھر ہے۔ لوگوں نے کہاکہ حضرت شاہ عالم کا گھر ہے۔ پہر اوسنے کہاکہ وہ کسکے نوکر ہیں اور کس سے تولا رکہتے ہیں۔ لوگوں نے کہاکہ وہ بجز خدا کے کسی سے تولا نہیں رکہتے۔ خدا اونکو روزی دیتا ہے۔ وہ بھی اونکی خدمت میں گیا۔ جب اونکی مبارک صورت پر اوسکی نظر پڑی تو اوسنے کہاکہ مسلمانی کا جو لازمہ ہو وہ مجھے دکہاؤ حضرت نے کلمہ طیبہ عرض کیا۔ رائے منڈلک اسلامیوں کے زمرہ میں آیا اور شاہ عالم کا مرید ہوا۔ اسلئے کہ ان حدود میں شعار اسلام کا رواج ہو۔ سلطان محمود نے بلدہ مصطفےٰ آباد کی تعمیر کی اینٹ رکہی مساجد و عمارات عالیہ و بازار دوکانیں بنائیں۔ کل امرا کو حکم دیا کہ اپنی سکونت کیواسطے مکانات بنائیں۔ اُنہوں نے تہوڑی مدت میں شہر مصطفےٰ آباد میں توطن اختیار کیا۔ جب امرا اور لشکریوں نے مصطفےٰ آباد میں توطن اختیار کیا تو احمد آباد کی اطراف میں ہر جا چوروں اور مفسدوں نے رہزنی شروع کی اور خلایق کی راہ آمد و شد کی مسدود کی اسلئے سلطان محمود نے اوسکا انتظام یہ کیا کہ ملک جلال الدین کو لشکر کا کوتوال کیا اور سلاح خانہ اوسکو تفویض کیا۔ محافظ خاں خطاب دیا۔ علم و کرنا دیکر احمد آباد کی شحنگی و کوتوالی کا منصب اوسکو دیا۔ محافظ خاں نے یہاں آنکر سب طرح سے انتظام کرلیا۔ چوروں کے پانسو سرداروں کو مار ڈالا سلطان روز بروز اوسکے کام سے ایسا خوش ہوا کہ اوسکے منصب میں اضافہ کرتا گیا۔ سترہ سو گھوڑے اوسکے اصطبل میں جمع تھے۔ جو سپاہی عمدہ ہوتا وہ اوسکی نوکری کرتا۔ اوسکی قوت و شوکت اس حد پر بڑہی کہ اوسکے بیٹے ملک خضر نے راجہ باگر اور ایدر و سروہی سے پیشکش لی۔

۸۷۹ھ ۱۴۷۴ء میں سلطان محمود کو خبر ہوئی کہ سلطان غیاث الدین مالوی کی حمایت سے راجہ چنپانیر مغرور ہوگیا ہے۔ اور مفسدونکو اوسنے جمع کیا ہے سرکشی کا ارادہ رکہتا ہے تو وہ مصطفےٰ آباد سے اوسکی سرزنش کے لئے چلا راہ میں محافظ خاں ملا اوسکو منصب وزارت عنایت ہوا۔ اوسنے کوتوالی میں اپنے گماشتے مقرر کئے۔ خود مہمات وزارت میں مشغول ہوا جب سلطان محمود کو خبر ہوئی کہ زمین کچھ میں کہ سند کی سرحد ہے مسلمانوں کو زمیندار ستاتے ہیں اور اونپر بہت غالب ہوگئے ہیں تو سلطان نے چنپانیر کی عزیمت

تیسرے روز سلطان خود قلعہ پر متوجہ ہوا۔ صبح سے شام تک معرکہ جنگ گرم رہا۔ چوتھے روز سلطان کا بارگاہ قلعہ کے دروازہ کے نزدیک لگایا گیا۔ ہر طرف ساباط تیار ہوئے۔ اکثر اوقات راجپوت قلعہ سے نکل کر دست برد کرتے تھے اور آدمیوں کو ضایع چنانچہ ایک دن عالم خاں فاروقی کی مورچل کو گراکر اوسکو درجہ شہادت پر پہنچایا۔ سلطان محمود نے محاصرہ کو تنگ ترکیا۔ یہانتک کہ بعض اوقات سنگ منجنیق سلطان محمود کے تخت کے پاس گرتے تھے۔ سال مذکور کے آخر تک محاصرہ کا امتداد ہوا۔ رائے مندلک مضطر ہوا۔ کئی دفعہ آدمیوں کو بھیجا۔ تضرع وزاری کے ساتھ صلح چاہی مگر وہ معرض قبول میں نہ آئی۔

اوائل ۸۷۵ھ میں مندلک اور سب راجپوت ایام محاصرہ کے طول سے اور ہر روز کی جنگ سے عاجز ہوکر اماں طلب ہوئے اور قلعہ کو حوالہ کرکے قلعہ گرنال میں چلے گئے۔ دزدی وراہزنی شروع کی۔ سلطان نے جونہ گڈہ میں بڑی فوج چھوڑکر گرنال کی طرف توجہ کی اور قلعہ پر لڑائی شروع ہوتی۔ رائے مندلک کو یہاں بھی عاجز کیا۔ حصار گرنال کو جو ایک ہزار نوسو سال سے اس خاندان کے قبضہ میں تھا اُسے رائے مندلک کے تصرف سے نکال لیا۔ سلطان محمود غزنوی کے طریقہ کے موافق سلطان نے چند بُت اپنے ہاتھ سے توڑے اور بُت پرستوں کو مارا۔

رائے مندلک اس دریا کی حکومت سے دل برداشتہ ہوا۔ اپنے اور اپنے آدمیوں کے لئے زنہار مانگ کر نوکری کے قصد سے سلطان کی خدمت میں آیا۔ ایک دن اوسنے معروض کیا کہ شاہ شمس الدین درویش پنجاب میں تشریف رکھتے ہیں انکی صحبت سے میرے دل میں اسلام کی محبت غالب ہوئی تھی اب سلطان کی صحبت سے دین کی حقیقت سے آگاہی ہوئی تو محبت اور زیادہ ہوگئی۔ اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔ سلطان اس کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہوا۔ کمال شوق سے اسکا ختنہ کراکے توحید کی تلقین کی۔ خاں جہاں خطاب دیا، اور امرائے کبار میں سے بنا دیا۔ جب تک سلاطین گجرات کی سلطنت رہی۔ اسکا خاندان بطناً بعد بطنٍ معزز رہا اور خوب قطاع اس پاس رہیں۔ مراۃ اسکندری کے مصنف نے اسکے مسلمان ہونے کی حقیقت یہ لکھی ہے کہ جب احمد آباد میں رائے مندلک کو سلطان لایا تو ایک روز رسول آباد میں اسکا گذر ہوا۔

آپس میں لڑیں اور خلایق کو پامال حوادث کریں اوران ایام میں کہ سلطان محمود وفات پائے۔
اورامور ملک میں انتظام نہ ہو اسکی ولایت پر جانا آئین مروت ورسم فتوت سے دور ہی۔

۸۷۰ھ؁ میں ولایت سورٹھ کے تاخت وتاراج کے لئے سپاہ بھیجی وہ تھوڑی مدت میں لوٹ کا مال بہت سا لے آئی۔ اس سال وقایع اعظم میں سے یہ ایک ہی کہ ایک دن سلطان محمود ہاتھی پر سوار باغ ارم کو جاتا تھا۔ اثناء راہ میں ایک مست ہاتھی زنجیر تڑا کر فوج کی طرف متوجہ ہوا اور ہاتھی اوسے دیکھکر بھاگ گئے جس ہاتھی پر سلطان سوار تہا وہ اوسکے سامنے آیا اور دو تین ٹکّریں مارکر اوسکو بھگا دیا۔ اور اوسکا پیچھا نہ چھوڑا۔ ایک اور ٹکّر اوسکے شانہ پر ایسی ماری کہ دانتوں کا صدمہ سلطان کے پاؤں پر پہنچا اور اوس سے خون رواں ہوا۔ بادشاہ نے کمال شجاعت کرکے ہاتھی کی پیشانی پر نیزہ مارا کہ خون جاری ہوگیا۔ ہاتھی نے پھر اور ٹکّر ماری تو سلطان نے اوسکو دوسرا نیزہ پیشانی پر ایسا مارا کہ خون کا فوارہ چھوٹنے لگا۔ پھر اوسنے ٹکر لگائی تو تیسری دفعہ نیزہ اوسکے ایسا لگا کہ وہ بھاگ گیا۔ سلطان خیریت سے گھر آیا۔ اور بڑی خیرات کی۔

چند روز بعد سلطان نے سرحد کے امرا کو بلاکر جونہ گڈہ وگرنال کی فتح کا ارادہ کیا۔ ایک رات دن میں پانچ کروڑ روپیہ سپاہ میں تقسیم کیا منجملہ اوسکے دو ہزار پانسو ترکی عربی گھوڑے تھے جنمیں سے بعض کی قیمت دس ہزار ٹنکہ تھی کہ سب آدمیوں کو تقسیم کردیئے۔ پانچ ہزار تلواریں سات سو کمر بند مرصع اور سترہ سو خنجر جنکے غلاف طلائی تھے انعام دیئے۔ اور متواتر کوچ کرکے رواں ہوا۔ جب ولایت سورٹھہ میں کہ گرنال سے قریب ہی پہنچا تو راجہ مندلک نے عرض کیا کہ بندہ ایک مدت سے اطاعت وانقیاد میں زیست کرتا ہی۔ اور کوئی امر کہ جس سے نقض عہد و پیماں ہو مجھسے نہیں صادر ہوا۔ الحال جسقدر پیشکش کا حکم ہو دینے کو موجود ہوں۔ سلطان نے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہی کہ ولایت کو تصرف میں لاکر اعلام اسلام کو مرتفع کروں راجہ نے فحوائے کلام سے جانا کہ اس دفعہ لشکر کا آنا ہرگز و زنہار اور دفعہ کے آنے کی طرح نہیں معلوم ہوتا وہ رات کو فرصت کے وقت قلعہ جوناگڈہ میں کہ بر سر راہ تہا گیا اور اوسکو مضبوط کیا۔ سلطان دوسرے روز حصار جوناگڈہ کے قریب آیا۔ دو روز رجپوت قلعہ سے نکلکر مسلمانوں کی ایک جماعت سے لڑے

متواتر آنا شروع ہوا۔ بہت ہندو مارے گئے۔ مندلک اور بقیۃ السیف خستہ و بدحال قلعہ گرنال میں متحصن ہوئے۔ درہ مہابلہ کی عورتیں او بچے اسیر ہوئے۔ حوالی گرنال میں بتخانوں کے اندر مسلمان گئے۔ یہاں برہمنوں نے اونکا مقابلہ کیا اونہوں نے انہیں قتل کیا اور غنیمت بہت ہاتھہ لگی۔ اور دو تین کافروں کو محمود نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ سلطان لشکر کو اطراف میں بھیجنا چاہتا تھا کہ مندلک نے اپنے عزیزوں کی ایک جماعت بھیجکر شفاعت چاہی۔ سلطان محمود نے اسوجہ سے کہ اموال و جواہر و غلام اور غنائم زیادہ سے زیادہ سپاہ کے ہاتھہ آئے تھے اور ہوا بھی گرم تھی۔ اس کوہستان میں وہ ٹھیر نہیں سکتا تھا اس سال پیشکش لینے پر اکتفا کی اور احمدآباد کو مراجعت کی۔

۸۶۸ھ ۱۴۶۴ء میں سلطان محمود غازی نے کہ بہانہ طلب تھا سنا کہ مید لک حاکم گرنال چتر دورباش و تمام لوازم بادشاہی کے ساتھ سوار ہوتا ہی۔ اور جواہر گراں بہا ہاتھوں اور گردن میں پہنتا ہی اور تخت پر بیٹھ کر دربار شاہانہ کرتا ہی۔ یہ بات اسکو نہایت ناگوار گذری چالیس ہزار سپاہ اوسکی ولایت پر نامزد کی اور کہا کہ اگر حاکم گرنال تمام اپنا اسباب سلطنت چتر مرصع و تاج مرصع اور اور جواہر حوالہ کردے تو اوسکی ولایت کے معترض نہونا ورنہ اوسکی تسخیر میں کوشش کرنا مندلک میں لشکر اسلام کی مقاومت کی طاقت نہ تھی جو کچھ اوسنے مانگا۔ وہ اوسنے دیدیا۔ اور اپنی ولایت کو نگاہ رکھا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہی کہ گرنال سے امرا جو غنیمت کا مال لائے تھے۔ اوسکو سلطان نے مجلس عیش و محفل بزم میں گویوں کو انعام میں دیدیا۔ ۸۷۳ھ میں سلطان محمود غازی شکار کرتا رہا اور اکثر اپنی ممالک کو دیکھتا رہا اور اونکی معموری اور آبادی میں کوشش کی۔ کہیں اپنے ملک کو جنگل و ویران نہ رہنے دیا۔

۸۷۳ھ ۱۴۶۹ء میں سلطان محمد خلجی والی مالوہ کے مرنے کی خبر آئی۔ امرا نے معروض کیا کہ جسوقت سلطان محمود شاہ بن احمد شاہ نے انتقال کیا تھا تو سلطان محمود خلجی ولایت گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے قصبہ کپڑ بنج تک آیا تھا۔ اگر حضور بھی اس وقت ولایت مالوہ کی طرف متوجہ ہوں تو آسانی سے وہ ہاتھہ آجائیگا۔ سلطان نے فرمایا کہ اسلام و مسلمانی میں جائز نہیں ہی کہ مسلمان

جزدی مال پر فریفتہ کرکے یہ ٹھیرایا کہ جب اونسے پرسش ہو تو وہ اقرار کریں کہ قاتل ہم ہیں۔ بادشاہ رحیم ہی۔ وہ بخشدیگا۔ اور قطع نظر اس سے سلطان بے مشورت ہمارے قتل کا حکم نہیں دیگا ہم سفارش کر دینگے قتل نہیں ہونے دینگے۔ اِن اجل گرفتوں نے مال اور اپنے قدیم صاحب کی خیر خواہی پر نظر کرکے جیسا اونکو سکھایا تھا ویسا بادشاہ کے روبرو اقرار کیا۔ سلطان نے علماء سے فتوی لیکر اِن مزدور گناہگاروں کو قتل کیا۔ اس سفر سے مراجعت کرنے کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ عماد الملک اور عضد الملک نے ایسا کام کیا ہی کہ بے گناہوں کو گناہگار کے عوض میں قتل کرایا ہی۔ اُسیوقت ان دونوں کو قتل کرایا باوجودیکہ اونسے عمدہ تر دولت خانہ میں کوئی نہ تھا۔ اور اونکی کھالوں میں گھاس بھرواکے عبرت خلایق کے لئے احمد آباد کے چوہڑ کے بازار میں لٹکوایا۔

۸۶۸ھ میں سلطان محمود نے گرنال کی فتح کے ارادہ سے کوچ کیا۔ گرنال ایک بڑے اونچے پہاڑ پر قلعہ ہی اوسکے گرد اور پہاڑ بطریق دائرہ کے محیط ہیں اوسکے درشکستہ بہت سے ہیں اور ہر درہ کا نام ہی۔ اونمیں سے ایک درہ کا نام نوری ہی۔ جسکے آگے ایک حصار نہایت مستحکم ہی جسکو اس زمانہ میں جونہ گڈہ کہتے ہیں اور دوسرا درہ ڈھابلہ مشہور معروف ہی۔ ایک ہزار نو سو برس سے یہ ولایت رائے منڈلک اور اوسکے آبا و اجداد کے قبضہ میں چلی آتی تھی۔ سوا سلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے کسی نے اس ملک پر تاخت نہیں کی۔ دہلی اور گجرات کے بادشاہ اوسکی تسخیر کی تمنا ہی میں رہے۔ سلطان محمود خدا پر بھروسہ کرکے روانہ ہوا جب گرنال سے چالیس کوس (۸۰ میل) پر پہنچا تو اپنے خالو تغلق خاں کو سترہ سو منتخب سوار دیکر روانہ کیا۔ سترہ سو ہی گھوڑے عراقی و ترکی و عربی و سترہ سو خنجر غلاف طلائی و نقرہ اِن سواروں کو دیئے۔ وہ ایلغار کرکے درہ ڈھابلہ میں بے خبر آن پہنچے۔ راجپوتوں کی ایک جماعت جسکو روہتے ہیں اور درہ کی محافظت کرتی تھی واقف ہوئی۔ جنگ میں بہت کوشش کی مگر غافل تھی ہتیار بہی نہ لگائے تھے کہ سب کشتہ ہوگئے سلطان محمود اور لشکر اسکا تکبیر کہتا ہوا درہ ڈھابلہ میں داخل ہوا۔ رائے گرنال واقف ہوکر بہت سی جمعیت کیساتھ قلعہ سے نیچے آیا۔ شکار کے بہانہ سے درہ ڈھابلہ کی طرف چلا جب تھوڑے سے گجراتی آدمی اوسکو نظر آئے تو راجپوت دلیرانہ جنگ میں مشغول ہوئے۔ اس اثناء میں عقب سے لشکر

دولت آباد تک تاخت کرکے اور بہت سی غنیمت لیکر اپنی ولایت کو مراجعت کی سلطان محمود نے حوالی گجرات کو معاودت کی اور اوسنے سلطان محمود خلجی کو لکھا ہیو چہ مسلمانوں کی ولایت پر چڑھنا آئین اسلام و مروت سے بعید معلوم ہوتا ہی اور جب یہ امر وقوع میں آجائے تو بھر بے جنگ کے پھر جانا قبیح ہی اگر اسکے بعد آپ متوطنان دکن کے آزار کے درپے ہونگے تو یقین جانیے کے میں مالوہ کی تخریب کے درپے ہونگا۔ سلطان خلجی نے خط کا جواب لکھا کہ جب آپکی ہمت عالی اہالی دکن کی امداد پر مصروف ہی تو اب میں اس دیار کے متوطنوں کو آزار نہیں پہنچاؤنگا۔

۸۶۹ھ/۱۴۶۵ء میں بادشاہ کی خدمت میں مذکور ہوا کہ دو سال سے باور بندر کے زمیندار جہازوں کی مزاحمت کرتے ہیں سلاطین گجرات نے اونکی گوشمالی نہیں کی ہی۔ اسلئے سرکشی و تمرد اونکی عادت ہوگئی ہی۔ یہ ملک گجرات اور کونکن کے درمیان واقع ہی۔ باوجودیکہ دولت خواہ صعوبت راہ و استحکام قلعہ کے سبب سے سلطان محمود کے جانے کو تجویز نہیں کرتے تھے مگر وہ اس ناحیہ کی تسخیر کا عازم ہوا۔ نہایت صعوبت و دشواری سے حوالی قلعہ میں پہنچا۔ سردار قلعہ لڑنے کھڑا ہوا۔ چند روز تک معرکہ قتال آراستہ رہا اتفاقاً محمود شاہ اپنے لشکر کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا کہ قلعہ کے آدمیوں نے چتر شاہی اور افزونی سپاہ کو دیکھا تو اس ولایت کے حاکم نے عاجزی کے ساتھ اماں مانگی پیشکش سالانہ دینی قرار دی۔ اور سلطان کی خدمت میں آیا۔ قلعہ و ولایت سپاہ اسلام کو تسلیم کیں باورکا قلعہ بہت بلند اور نادر بہت مضبوط تھا۔ اب تک کسی مسلمان نے اوسکو فتح نہیں کیا تھا۔ ولایت دون کا رائے ایک ہزار موضع کا مالک تھا اور اس قلعہ کا استظہار رکھتا تھا۔ سلطان نے قلعہ کے دفاین و خزائن پر متصرف ہوکر اس ولایت و حصار کو انہیں کو دیدیا۔ غنایم کو لیکر احمد آباد میں آیا۔ تعمیر بلاد و تفتیش حال عباد میں مشغول ہوا۔

۸۷۰ھ میں احمد نگر کی طرف شکار کو گیا۔ اثنائے راہ میں ایک روز بہار الملک بن الف خاں نے ایک سلاح دار کو مار ڈالا۔ قصاص کے خوف سے ایدر کو بھاگ گیا۔ سلطان کو جب اطلاع ہوئی تو ملک حاجی و عضد الملک کو کہ مہمات بادشاہی کے ناظم تھے بہار الملک کے پکڑنے کو بھیجا۔ یہ اوسکے جانب دار تھے کسی قدر اوسکے تعاقب میں گئے۔ چال بازی کی کہ بہار الملک کے دو نوکر دن کو

خود وہ مستقل بادشاہ ہوکر عدل و داد میں مشغول ہوا۔
۸۶۶ھ میں سلطان محمود گجراتی پاس نظام شاہ بہمنی والی محمد آباد بیدر کا خط اس مضمون کا آیا کہ سلطان محمود خلجی نے ولایت دکن میں بہت ظلم برپا کر رکھا ہے اب کچھ استعانت کیجئے۔ سلطان محمود نے بہ مجرد اس اطلاع کے سراپردہ سرخ و بارگاہ کو باہر نکالا اور دکنیوں کی مدد اپنے ذمہ فرض جانی امراء سلطنت نے عرض کیا کہ داؤد خاں ایک ہفتہ سلطنت کرکے کمین فرصت میں بیٹھا ہے پائے تخت کو خالی چھوڑنا مصلحت نہیں ہے ابھی اپنے ملک کا انتظام اچھی طرح نہیں ہوا اوروں کی اصلاح امور کے لئے سوار ہونے میں تحمل ہونا چاہیے۔ سلطان محمود نے باوجود عنفوان جوانی کے بیان کیا کہ اگر افلاک عناصر ایسی ہیئت و روش سے باہم موافقت و آمیزش نہ کریں تو عالم کون و فساد کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اور اگر بنی نوع انسان سلسلۂ مودت و مشارکت کو توڑیں تو قانون طبیعی کی آساس انہدام پذیر ہو۔ میں دکن کے مسلمانوں کی امداد کرتا رہوں خدا تعالیٰ کے حکم سے مجھے اس یورش میں ضرر نہیں پہنچے گا۔ ارکان دولت نے معروض کیا کہ اگر نظام شاہ کی معاونت میں سلطان بجد ہے تو مناسب یہ ہے کہ مالوہ کی جانب لشکر عظیم بھیجے کہ وہ اس ولایت میں خرابیاں پیدا کریں کہ جن کے سننے سے سلطان محمود خلجی سراسیمہ ہوکر دکن سے باہر چلا آئے۔ اس التماس کو بھی اوسنے قبول نہیں کیا بے تامل و توقف بہت سی سپاہ اور پانسو ہاتھی لیکر دو منزلوں کی ایک منزل کرتا ہوا ندربار میں آیا۔ خواجہ جہاں گاواں کہ عمدہ اہل دکن تھا ایلغار کرکے اوسکے پاس آیا اُس سے مدد لیکر سلطان محمود خلجی کے ساتھ قتال و جدال کرنے کو روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی متوہم ہوکر قلعہ محمد آباد بیدر کے باہر سے کوچ کرکے چاہتا تھا کہ دولت آباد کے سر بسر سے گذر کر اپنے ملک کو چلا جائے مگر یہ راہ لشکر گجرات نے بند کر رکھی تھی تو وہ برار کی جانب گیا اور ایلچپور میں گذر کر مالوہ میں چلا گیا۔ نظام شاہ کے حاجب نے سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ اوسنے اپنے ملک میں مراجعت کی۔
۸۶۷ھ کو سلطان محمود خلجی نے دکن پر لشکر کشی کی اور سلطان بہمنی کی حسب الالتماس سلطان محمود گجراتی اوسکی اعانت کے قصد سے دکن کو روانہ ہوا۔ اس خبر کو سنکر سلطان محمود خلجی نے

وہ کہیاں ہلانے لگا۔ جب یہ خبر امرا اربعہ کو پہنچی تو وہ بیس ہزار سوار و پیادے لیکر کارزار پر مستعد ہوئے اور دار الامارہ پر چلے۔ حاجی محمد قندہاری روایت کرتا ہے کہ سلطان کی خدمت میں کل تین سو آدمی بندہ و آزاد تھے سب زندگی سے مایوس ہوئے ایک جماعت نے کہا کہ فلاں قصر میں جاکر دروازوں کو مضبوط کرکے جنگ کریں۔ بعض نے کہا کہ جواہر و نقود بقدر مقدور لیکر کسی طرف باہر چلے جائیں۔ مگر ان دونوں رایوں کو سلطان محمود نے پسند نہیں کیا اوس نے ہتیار لگائے اور ترکش کمر سے باندہا اور تین سو سوار اور دو سو ہاتھی لیکر دشمنوں سے لڑنے کے لئے گہر سے باہر نکلا اس خوف سے کہ مبادا اسب طرف سے مخالف زور نہ کریں بہت سے کوچوں کو نیں بند کیا اور نہایت آہستگی کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب بادشاہ کے سوار ہونے کی اور عماد الملک کے ہمراہ ہونے کی خبر پہیلی تو سب سرداروں و سرگروہوں و خاصہ خیل نے امراء اربعہ کی رفاقت کو ترک کیا۔ بعض سلطان کی خدمت میں آئے اور اکثر گوشوں میں چہپ گئے منقول ہے کہ احمد آباد کے اکثر محلے غارت ہوگئے اور سیف وسنان کی تحریک بغیر سلطان کی صولت سے کوچہ و بازار میں اس قدر جوشن و مغفر و اسباب و اشتر و گاؤ اوپر تلے ڈہیر ہوئے کہ آمد و شد کی راہ مسدود ہوئی۔ امراء اربعہ شہر سے باہر چلے گئے۔ برہان الملک کا جسم سقیم تہا تو وہ بہاگ نہیں سکتا تہا۔ قصبہ سرکیج کے نزدیک سابرمتی ندی کے لوروں اور گندہ آب میں جاکر چہپا۔ ایک خواجہ سرا اوسکو پکڑکر سلطان پاس لایا اوسنے ہاتھی کے پاؤں تلے اوسکو کچلوایا۔ عضد الدولہ ایک نوکر کے ساتھ گراسیوں میں گیا۔ اوسکی ایک جماعت کو اوسنے پہلے قتل کرایا تہا۔ اوسکے وارثوں نے اوسے قتل کیا اور اوسکا سر سلطان پاس احمد آباد میں بہجوایا۔ حسام الملک اپنے بہائی رکن الدین کو نوال پٹن پاس گیا۔ یہاں سے دونو بہائی مالوہ کو بہاگ گئے۔ صفی الملک پکڑا گیا اوسکا گناہ بڑا نہ تہا اسلئے وہ قلعہ دیب (دیو) میں قید ہوا جب یہ فتنہ فرو ہوا تو عماد الملک نے روزگار کی بدعہدی پر نظر کرکے وزارت کو ترک کیا۔ گوشۂ عافیت میں معبود حقیقی کی طاعت و عبادت میں مشغول ہوا۔ سلطان محمود نے اوس کی خدمات شائستہ پر نظر کرکے اوسکے بڑے بیٹے شہاب الدین احمد کو خطاب ملک الشرف دیکر بڑا امیر بنایا

اپنے تئیں دشمنوں کے مکر سے بچایا۔ اور عماد الملک کے استخلاص کے اور امراء اربعہ کے دفع تسلط کی درپئے ہوا۔ جانتا تہا کہ سب سردار و خاصہ خیل اونکے تابع ہیں کسی پر اپنی نیت کا اظہار نہ کرتا تہا تدبیر پر مدار رکہتا اور خلا ملا میں یہ کہتا تہا کہ عماد الملک میرا جانی دشمن ہے۔ ایسے آدمی کو زندہ چہوڑنا حزم سے بعید ہے۔ میں اپنے ہاتھ سے اوسکو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر امراء اوسکی شفاعت چاہیں تو میں اونسے رنجیدہ ہو جاؤں۔ یہ خبریں امراء اربعہ کو پہنچیں تو وہ بڑے خوش ہوتے اور کہتے کہ اگر سلطان عماد الملک کو قتل کرے تو ہم ہرگز اوسکی شفاعت نہ کریں۔ سلطان اسی فکر میں ایک رات نہ سویا صبح کو دریچہ میں بیٹھا ہوا ہر طرف دیکھ رہا تہا۔ ناگاہ اوسنے فیل خانہ کے گماشتہ ملک عبد اللہ کو دیکہا کہ محل کے نیچے کہڑا ہے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے مگر اوسکی جرأت نہیں ہوتی سلطان نے کہا کہ جو کچھ عرض کرنا ہے عرض کر اوس نے کہا کہ سلطان کا کوئی دولتخواہ عماد الملک سے زیادہ نہیں ہے جو کچھ اوس کی نسبت عرض کیا گیا ہے محض بہتان ہے خود اون کا ارادہ ہے کہ فرصت پا کر حسن خاں کو بادشاہ بنائیں۔ سلطان نے اوسکی تحسین و آفریں کی اور فرمایا کہ خوب کیا جو تو نے اس بات کو عرض کیا و گرنہ صبح کو عماد الملک کے مارنے کا قصد میرا تہا تو کسی سے اس بات کو نہ کہنا۔ صبح ہوتے ہی تمام ہاتہیوں کو مکمل و مستعد کر کے دربار میں لانا جب کچھ دن چڑہا تو ملک اشرف و ملک حاجی و ملک بہاء الدین و ملک کالو و ملک عین الدین کہ سلطان کے معتمد تہے بادشاہ پاس آئے۔ سلطان نے ملک اشرف سے کہا کہ رات کو غصہ کے مارے مجہے نیند نہیں آئی عماد الملک کو میرے پاس لاؤ کہ میں اوسکی گردن تلوار سے اڑاؤں ملک اشرف عماد الملک کو لینے گیا تو نگاہ بانوں نے کہا کہ عضد الملک کی اجازت بغیر ہم عماد الملک کو نہیں دے سکتے۔ اس نے سلطان سے آنکر یہی عرض کیا تو سلطان نے خود برج پر آن کر پکار کے کہا کہ عماد الملک کو بہت جلد بہیجدو کہ میں اوسکو ہاتھی کے پاؤں تلے کچلواؤں۔ آواز سنکر پہرہ والوں نے عماد الملک کو بہیجدیا جب وہ آیا تو سلطان نے کہا کہ اسکو اوپر میرے پاس لاؤ مجہے اس سے چند باتیں پوچہنی ہیں جب وہ اوپر آیا تو سلطان کے حکم سے اوسکی بیڑیاں اُتاری گئیں امراء کے متعلقین نے جب یہ دیکہا تو وہ ڈر کر بہاگے سلطان محمود دربار میں آیا اور روپاک اپنا عماد الملک کو دیکر اپنے پہلو میں کہڑا کیا

یہ سلطان محمود بیگرہ

جب سلطان محمود شاہ بادشاہ ہوا تو عماد الملک وزیر کو حل وعقد سلطنت کے قبض وبسط وداد وستد سپرد ہوئے مہمات بادشاہی نے رونق پائی۔ جمیع خلائق ادنیٰ و اعلیٰ اوسکی سلطنت پر دل نہاد ہوئے کسی طرح کا خلل وفساد درمیان نہ تہا۔ لیکن جلوس پر چندہی مہینے گذرے تہے کہ بعض کوتہ اندیشوں نے مثل برہان الملک وعقید الملک وصفی الملک و حسام الملک کہ بڑے صاحب اقتدار تہے اور ممالک گجرات کا خلاصہ اونکے اور اونکے رشتہ مندوں کی اقطاع میں تہا ایسے حسد میں گرفتار ہوئے کہ اتفاق کرکے اونہوں نے کہا کہ ہم عماد الملک کے تسلط و استیلا اور اوسکی سخت گیریوں سے بتنگ آرہے ہیں۔ اگر سلطان اوسکو معزول کرے فہو المطلوب ورنہ سلطان کو بادشاہی سے معزول کرکے اوسکے بہائی حسن خان کو بادشاہ بنائیں۔ نظام الدین حسن روایت کرتا ہے کہ اونہوں نے معروض کیا کہ عماد الملک یہ چاہتاہے کہ اپنے بیٹے شہاب الدین احمد کو بادشاہ کرے اور ملک مغیث خلجی کی طرح سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کرے۔ بالفعل سزاوار دولت یہ ہے کہ مکر وغدر کے شراروں کے مشتعل ہونے سے پہلے تدبیر کی بند اُس کے پاؤں میں رکھنی چاہیے کہ ہاتھ اوسکا مقصد تک نہ پہنچنے پائے۔ سلطان محمود نے باوجود صغر سن کے فراست سے دریافت کیا کہ اونہوں نے یہ بہتان و افترا باندہا ہے اگر میں اون کی مجلس میں اُن کے مدعا کے موافق عماد الملک کی قید کا حکم نہ دونگا تو وہ مجھے سلطنت سے معزول کردینگے۔ اسلئے اوسنے مناسب وقت خوش ہوکر یہ کہا کہ میں نے بھی ان ایام میں عماد الملک کی پیشانی میں خدعہ وفریب کی صورت دیکھی ہے اوسکی حرکات وسکنات سے فتنہ انگیزی کی بو آتی ہے لیکن اس سبب سے کہ سب لوگ میری بے مروتی وبیوفائی پر حمل کرینگے میں نے اوس کے علاج میں کوشش نہیں کی الحمد للہ والمنۃ کہ حقیقت حال تم دولت خواہوں اور خیر خواہوں پر کھل گئی اب اگر اوسکو مقید کروں تو خاص وعام میں ناسپاسی وحق ناشناسی سے منسوب نہ ہوں گا۔ اب جو تمہارے نزدیک صلاح ملک و دولت ہو اوسپر عمل کرو۔ پس عماد الملک کو پابزنجیر کرکے احمد آباد کے دروازہ پر قید کیا اور پانسو آدمی اوسکی حراست کے لئے مقرر کئے۔ سلطان محمود نے اس تدبیر سے

سلطان مایوس ہوا۔اس کا مرض روز بروز بڑہتا گیا۔ ۲۳۔رجب ۸۶۳ھ ۱۴۵۹ء کو دنیا سے رخصت ہوا اور سلطان محمود شاہ کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔مناشیر و فرمانوں میں سلطان غازی، لکھا گیا سلطان کے زہر دینے کا اتہام شمس خاں بن فیروز خاں پر لگایا گیا جس کی بیٹی سے اوس نے نکاح کیا تہا۔ اسلئے دو لتخانہ کے آدمیوں نے ہجوم کرکے اوسکو قتل کر ڈالا۔سلطان قطب الدین کی ماں نے دختر شمس خاں کو اسی تہمت کی علت میں لونڈیوں کے حوالہ کرکے پارہ پارہ کرایا۔ کہتے ہیں کہ سلطان قطب الدین ایسا بادشاہ تہا کہ اوسکی وجود میں قہر کا زہر سرشتہ تہا۔ خصوصاً شراب کے نشا میں مجرموں کو شمشیر آبدار کے سوا نہ پوچہتا۔ عاصیوں پر بجز خنجر جانگداز کے نہ نوازش کرتا۔کبھی عفو و اغماض اس پاس نہیں آتا۔ عروس شفاعت کبھی کبھی اوس کے عہد میں جلوہ گر ہوتا۔ ایام سلطنت سات سال سات ماہ تھی۔ مستی میں جان گئی مگر پیالہ اوس کے لب سے نہ جدا ہوا۔

ذکر سلطنت داؤد شاہ

جب قطب الدین کی مراسم تعزیت ادا ہو چکیں تو قطب الدین کے چچا داؤد خاں کو تخت سلطنت پر ارکان دولت نے بٹہایا۔ اسنے تخت پر بیٹھتے ہی ناشائستہ حرکات شروع کیں۔ایک فراش اوسکے ہمسایہ میں رہتا تہا اوسکو عماد الملکی کے خطاب دینے کا وعدہ کیا۔غرض اسکی بدمعاشی و حرکات نامنتظم سے امراء و بزرگ بیزار ہوگئے۔ اونہوں نے یہ ٹھیرائی کہ اوس کو حکومت سے معاف رکہیں اور ملک علاء الملک بن سہراب کو مخدومہ جہاں پاس بہیجا۔ وہ سلطان محمد شاہ کی منکوحہ تہی تاکہ شاہزادہ فتح خاں بن محمد شاہ کو لاکر بادشاہ بنائیں۔مخدومہ جہاں نے کہا کہ میرے فرزند کو معاف رکہو وہ سلطنت کے بار گراں اٹھانے کی قوت نہیں رکہتا۔ اتفاقاً ملک عماد الدین شاہزادہ فتح خاں کو سوار کراکے دولت خانہ میں لے آیا اسی روز غرہ شعبان کو سال مذکور میں تخت سلطنت پر بٹہایا اور سلطان محمود شاہ خطاب ہوا داؤد شاہ نے بھی سات روز سلطنت کرلی۔

ذکر سلطنت فتح خاں المخاطب بہ سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور

بالضرورت مالویوں سے جنگ کو دوسرے وقت پر موقوف رکھ کر گجراتیوں سے اول لڑتا رہا اور ایسی شکست فاش پائی اور کسی جائے قلب میں کہ چتوڑ کے سر راہ تھی توقف کیا۔ سلطان قطب الدین نے یہاں آنکر لڑائی شروع کی۔ رات ہوگئی طرفین نے اپنی جا و مقام میں جاکر آرام کیا۔ دوسرے روز علی الصباح معرکہ جنگ آراستہ ہوا۔ سلطان قطب الدین نے خود اہتمام کیا اور غالب ہوا۔ اور رانا کوہ میں جاکر چھپا اور ایلچیوں کو شفاعت کے لئے بھیجا اور چودہ من سونا اور دو ہاتھی اور نفائس بھیجکر عہد کیا کہ پھر ولایت ناگور کو مضرت نہ پہنچاؤنگا۔ سلطان احمد آباد میں چلا آیا سلطان محمود کے رانا سے جو معاملات ہوئے وہ تاریخ مالوہ میں بیان ہونگے۔

ابھی تین مہینے نہیں گذرے تھے کہ ۸۶۲ھ ۱۴۵۸ء میں رانا نے نقض عہد کیا اور پچاس ہزار سوار لیکر ناگور کے قلعہ کی طرف گیا۔ وہاں کے حاکم نے عریضہ جسمیں بیانکے حالات لکھے تھے بھیجا۔ قاصد عریضہ اس رات کو عماد الملک پاس لایا کہ سلطان شراب کی صحبت میں مشغول تھا۔ وزیر سلطان پاس گیا تو اوس کو مست ولایعقل پایا اوسکے ہشیار ہونیکا انتظار نہ کیا اوس کو محفہ میں سوار کراکے شہر سے باہر لایا اور دوسرے دن ایک منزل چلکر ایک مہینہ لشکر کے جمع ہونیکے لئے توقف کیا۔ جب جاسوسوں نے سلطان کے سفر کی خبر رانا کو پہنچائی تو وہ متنبہ ہوکر ولایت ناگور سے اپنی ولایت میں چلا گیا سلطان قطب الدین یہ خبر سنکر اپنے شہر میں آیا۔ عیش وعشرت میں مشغول ہوا۔

اسی سال کے آخر میں سلطان سروہی میں گیا۔ یہاں کا راجہ رانا کنبھا کا بڑا قریب کا رشتہ مند تھا وہ بھاگ کر کوہستان کنبل میر میں چلا گیا۔ لشکر احمد آباد نے تاخت وتاراج میں انہی دنوں میں سلطان محمود نے قلعہ چتوڑ پر تاخت کی تھی۔ جب سلطان قطب الدین رانا کو جابجا بھگاتا پھرتا تھا۔ یہانتک کہ قلعہ کنبل میر میں آیا۔ بادشاہ اسلام نے چند روز اس کا محاصرہ کیا جب اسکو معلوم ہوا کہ محاصرہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا تو وہ اس کو چھوڑکر ولایت چتوڑ اور اور ممالک کو خراب کرتا ہوا بہت سی غنیمت کے ساتھ اپنی دار السلطنت میں آیا۔ یہاں رہ کر ۸۶۳ھ ۱۴۵۹ء میں بیمار ہوا اس خیال سے ایک فقیر پاس گیا کہ خدا اسکو بیٹا دے مگر فقیر نے اپنی صفائی باطن سے دریافت کرکے کہا تمہارا چھوٹا بھائی فرزند کا حکم رکھتا ہے وہی خاندان مظفر شاہی کو زندہ رکھے گا

ورنہ سوا جنگ دوسرا امر متصور نہیں ہے۔ رانا تاسف کرتا ہوا الٹا چلا گیا۔ اور بہت سا لشکر جمع کرکے پہ ناگور پر آیا۔ شمس خاں یہاں قلعہ کو سب طرح سے درست کرکے بہت جلد استمداد کے لئے احمد آباد گیا۔ سلطان قطب الدین نے اوسپر ایسی مہربانی کی کہ اوسکی بیٹی سے اپنا نکاح کیا اور شمس خاں کو اپنے پاس رکہا اور راے رامچندر اور ملک گدی اور بعض اور امرا کو ناگور کی کمک کے لئے بہیجا۔ اونکو رانا نے لڑکر شکست دی۔ اور بہت گجراتی اور نامور آدمی مارے گئے۔ قطب الدین اس خبر کو سنکر بہت غصہ ہوا اور خود ولایت ناگور پر متوجہ ہوا جب قلعہ آبو کی حوالی میں آیا۔ ایک فوج بسرکردگی عماد الملک کے اس ولایت کی تسخیر کے لئے بہیجی مگر اوس نے قلعہ پر بیہودہ طور سے لڑکر شکست کہائی۔ بہت آدمی مارے گئے۔ اور کچھ کام نہ بنا اور اوسنے مراجعت کی۔ اسلئے سلطان خود رانا کے دفع کرنیکے لئے متوجہ ہوا اور سرد ہی میں آیا۔ یہاں راجپوتوں اور رانا کے نزدیک کے قرابتیوں سے جنگ عظیم ہوئی۔ سلطان نے دلیر ہوکر مخالفوں کو منہزم کیا۔ اور وہاں سے کوہستان کوبل میر میں جو رانا کنبھا کا ملک تہا آیا۔ اکثر ولایت کو ویران کیا اور ہندوؤں کی عورات اور اطفال کو اسیر کیا اور قلعہ کونبلمیر میں جاکر محاصرہ کیا۔ اور کئی دفعہ رانا کے لشکر کو شکست دی اور مجمع کثیر کو قتل کیا۔ آخر کو رانا خود اُترکر لڑا اور شکست پاکر قلعہ میں گہسا اور طالب صلح ہوا۔ سلطان نے قلعہ کی محکمی کے سبب سے صلح کو منظور کرلیا۔ بڑے پیشکش لیکر گجرات میں آیا کہ تاج خاں کہ سلطان محمود خاں کا وزیر کل تہا۔ گجرات میں آیا اور سلطان محمود کی طرف سے اوسنے کہا کہ گذشتہ گذشت حال میں صلح وعہد کو تازہ کرنا چاہئے کہ ہم اور آپ متفق ہوکر رانا کا جہگڑا اس طریق سے تمام کریں کہ رانا کی ولایت جو گجرات کے متصل ہے اوسکو لشکر قطبی نہب تاراج کرے اور بلاد میوار واہیر دار کو لشکر منڈو تاخت کرے۔ عند الاحتیاج ایکدوسرے کی معاونت کریں۔ چنانچہ بین علماء عصر نے آنکر اس عہد و پیمان کو موکد اپنی توقیع سے کیا۔

۸۶۱ھ میں ولایت رانا پر سلطان قطب الدین بہت لشکر لیکر متوجہ ہوا اور اثنا دراہ میں قلعہ آبو کو لیکر ایک اپنے امیر کو سپرد کیا۔ انہی اوقات میں سلطان محمود خلجی بھی اس ولایت کی اور اطراف میں آیا۔ رانا اول چاہتا تہا کہ مالویوں سے لڑے مگر گجراتی سرد ہی سے گذر کر کنبلمیر میں آگئے

راہ میں کولیوں اور بھیلوں کے ہاتھ سے بہت آزار اٹھایا۔ قطب الدین نے اس فتح کو عطایا الہی جانا وہ غنائم نفیسہ اور ۸۱ ہاتھیوں کو لیکر اپنے آبا و اجداد کے عیش آباد میں آیا اور بزم عشرت آراستہ کی اور سلطان پور کی طرف بہت لشکر بھیجا جس نے قلعہ کو مالویوں سے چھین لیا۔ پھر دو نیکخواہوں کی سعی سے دونو بادشاہوں میں صلح ان شرائط پر ہوگئی کہ بلاد کفار سے طرفین جو حاصل کریں وہ اونکا ہی ہو اور اطراف جوانب کے راجاؤں اور کافروں کی حمایت میں آپسمیں لشکر کشی نہ کریں۔ اور رانا کہ بڑا کافر با استعداد ہے اوس کے دفع کرنے کو اپنے اوپر فرض سمجھیں ۸۶۰ھ ۱۴۵۵ء میں خبر آئی کہ ناگور کا حاکم فیروز خاں دندانی فوت ہوا اور اس کا بھائی مجاہد خاں اپنی مردانگی سے اس ولایت پر متصرف ہوا اور چچا کے خوف سے شمس خاں پسر فیروز خاں بھاگ کر رانا کونبھا ولد رانا موکل سے ملتجی ہوا۔ رانا کونبھا نے یہ قرار دیا کہ مجاہد خاں کے تصرف سے ناگور نکال کر اس شرط سے اوسکے حوالے کیا جائیگا کہ حصار ناگور کے تین کنگرے ڈہا دئے جائیں۔ اس سے غرض اسکی یہ بھی تھی کہ اس سے پہلے فیروز خاں سے رانا موکل شکست پاکر اور ذلیل و خوار ہوکر بھاگا تھا اور اس معرکہ میں تین ہزار راجپوت مارے گئے تھے۔ پس جب اس کا بیٹا اس حصار کے تین کنگرے ویران کریگا تو ساری خلق جانیگی کہ اگرچہ رانا موکل بھاگا تھا مگر اس کے بیٹے نے اس حصار پر قبضہ پایا۔ بیچارے شمس خاں نے حالت اضطرار میں اس شرط کو قبول کرلیا رانا کونبھا سپاہ تیار کرکے ناگور پر متوجہ ہوا۔ مجاہد خاں مقاومت کی طاقت نہیں رکھتا تھا سلطان محمود خلجی سے التجا کی۔ شمس خاں ناگور میں جاکر متصرف ہوا۔ رانا کونبھا نے پیغام بھیجا کہ ایفاء وعدہ ہو۔ شمس خاں نے امرا اور سرخیلوں کو بلاکر اس بات کو بیان کیا۔ تو ان میں سے بعض نے کہا کہ کاشکے فیروز خاں کی لڑکی پیدا ہوتی کہ ان کا حفظ ناموس کرتی دشمنوں کے ہاتھ سے قلعہ کے ویران کرنے کی اجازت نہ دیتی۔ اس بات نے شمس خاں پر بڑا اثر کیا اور اور اسی دن حصار کو مضبوط کیا اور رانا پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ جو لوازم امداد تھے وہ آپ بجا لائے لیکن اب حصار کا ویران کرنا ممکن نہیں اگر میں ایسا کروں تو اس ولایت اور قلعہ کے آدمی مجھے جان سے مار ڈالنے کا قصد کرینگے۔ اب آپ ولایت کو تشریف لیجائیں

کے دائرے سے باہر نکل کر قطب پاس آگیا۔ قطب نے ایک مجلس میں سات مرتبہ اُس کو خلعت خاص اور علاء الملک کا خطاب دیا۔ سب چھوٹے بڑوں نے اُس کے آنے کا جشن کیا۔ دونوں لشکروں میں تیس کروہ (۶۰ میل) کا فصل تھا۔ سلطان محمود نے سلطان قطب الدین کو یہ بیت لکھکر بھیجی ؎

شنیدم گوے می بازی درونِ خانۂ بے چوگان　　اگر داری سر دعوی بیا این گوے و این میدان

سلطان قطب الدین نے صدر جہاں سے اس شعر کے جواب میں یہ شعر لکھا یا ؎

اگر چوگاں بدست آرم سرت چوں گوے بردارم　　دلے تنگ است ازیں کارم اسیر خود برنجانم

اس بیت میں اشارہ یہ ہے۔ سلطان ہوشنگ کو مظفر شاہ نے قید کیا تھا اور سلطان احمد نے اس کو مالوہ میں بادشاہ بنایا تھا۔ الغرض سلخ صفر کو سلطان محمود خلجی شب خون مارنے کے قصد سے سوار ہوا۔ مگر راہ بھول گیا۔ دور کے کھیتوں میں جا پڑا جن کے گرد کانٹوں کی دیواریں تھیں۔ صبح تک مقصد پر نہ پہنچا۔ گھوڑے پر سوار رہا۔ قطب الدین نے صورت حال معلوم کر کے اس روز صبح کو سپاہ کی صف بندی کر کے لڑائی شروع کی۔ گجراتیوں کا میسرہ شکست پا کر احمد آباد بھاگا اور میمنہ اس کا مالویوں کے میسرہ پر غالب آیا اور وہ شکست پا کر مالوہ کو بھاگا۔ دونوں طرف کے میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ مالویوں کا میمنہ اپنے گمان میں فتح سے خاطر جمع ہو کر گجراتیوں کے لشکر کی لوٹ میں مصروف ہوا۔ سلطان قطب الدین کا قول کہ قطب کی مانند قلب گاہ میں ثابت قدم تھا فرصت پا کر سلطان محمود کے قلب پر حملہ آور ہوا اور اُس کو متفرق کر دیا۔ سلطان محمود شجاع تھا۔ وہ جب تک لڑتا رہا کہ نہ ایک آدمی اُس پاس تھا اور نہ اُس کے ترکش میں ایک تیر رہا۔ آخر ناچار ہو کر میدان سے باہر آیا۔ تیرہ آدمیوں کے ساتھ سلطان قطب الدین کے لشکر میں جا کر سراپردہ خاص کے پاس پروانہ وار پھر کر دو تاج و کمر مرصع و بہت سے جواہر گرانمایہ لیکر اپنے لشکر میں آیا۔ پھر جو آدمی بھاگ گئے تھے اُس پاس جمع ہوئے۔ اُس نے مشہور کیا کہ آج رات کو میں پھر گجراتیوں پر شب خوں ماروں گا۔ گجراتی یہ خبر سنکر گھوڑوں پر ہوشیار رہ کر لشکر کی محافظت کرتے رہے کہ سلطان محمود ایک پہر رات گئے خاطر جمع سے سوار ہو کر مالوہ کو روانہ ہوا۔ اور رات کو اتنی دور چلا گیا کہ صبح کو گجراتیوں کے تعاقب کا خوف کچھ نہ رہا

کو کسی وجہ سے قبول نہیں کرتا تھا وہ دیو کی طرف بھاگنا چاہتا تھا۔ امراء و وزرا مضطرب ہو کر اس کی بیوی پاس گئے اور اس سے کہا کہ تو شوہر چاہتی ہے یا تیرا میل اس طرف ہے کہ اس خانوادہ میں بادشاہی نہ رہے۔ اس عورت نے کہا کہ اس کہنے سے تمہارا مطلب کیا ہے۔ سب نے کہا کہ تیرا شوہر سلطان محمود کے ساتھ جنگ نہیں قبول کرتا اور ولایت گجرات مفت ہاتھ سے جاتی ہے۔ اب تو اس پر راضی ہو جائے کہ ہم جس طرح چاہیں اس کو ٹھکانے لگائیں۔ اور تیرے بڑے بیٹے قطب الدین کو کہ بیس سال کا نوجوان ہے بادشاہ بنائیں۔ اس ضرورت کے سبب سے اس بڑھیا نے قبول کیا اور خاوند کے کھانے میں زہر ملا کر ۲ محرم ۸۵۵ھ کو دنیا سے رخصت کیا۔ اس کی مدت سلطنت ۸ سال و ۹ ماہ ۱۴ روز تبلاتے ہیں مرنے کے بعد اس کا لقب خدائیگان کریم ہوا۔

ذکر سلطنت سلطان قطب الدین بن محمد شاہ

قطب الدین ۸ رجادی الاول ۸۳۵ھ ۱۴۳۱ء کو پیدا ہوا تھا بیس برس کی عمر میں پدر کے بعد بے فاصلہ احمد آباد کے تخت پر جلوس کیا۔ سلطان قطب الدین احمد شاہ خطاب پایا۔ اس کا نام احمد ہے مگر بہت کم مشہور ہے۔ سلطان محمد خلجی چنپانیر کی کمک کو آیا تھا۔ ابھی وہ سرحد گجرات میں تھا کہ قابو پا کر ولایت گجرات میں آگیا۔ اس کا ہاتی موضع برنامہ میں چھوٹ کر چلا گیا تھا تو گاؤں والوں نے ہاتی اور فیلبان کو مار ڈالا۔ سلطان محمود کو رعایا کی دلیری پر تعجب ہوا اور اس نے برنامہ کو خاک میں ملا دیا اور قلعہ سلطان پور کو قلعہ دار ملک علاء سہراب کو امان دیکر لے لیا۔ اور ملک کو اپنے لشکر کا مقدمہ بنایا۔ اور کوچ پر کوچ کر کے احمد آباد کو چلا۔ سلطان قطب نے مالوہ کے بادشاہ کی حشمت و شوکت دیکھ کر ایک بقال سے جو شاہ مالوہ کی خدمت میں نہایت تقرب رکھتا تھا مشورہ لیا۔ بقال نے کہا کہ صلاح یہ ہے کہ سلطان خود ولایت ورتہ میں چلا جائے۔ جب سلطان محمود بلاد گجرات میں تھانہ اور لشکر تعین کرے اور خود منڈو میں چلا آئے تو سلطان آ کر تھانہ و لشکر کو اپنے ملک سے بآسانی اٹھا دے۔ سلطان اس صلاح کو ماننا چاہتا تھا کہ عمل کرے کہ امراء و وزرا نے اس کو ملامت کی کہ یہ تیری عقل ماری گئی ہے۔ اس کی رگ غیرت کو حرکت میں لا کر مقابلہ و مقاتلہ کے لئے ارادہ کیا اور ایک لشکر کو آراستہ کر کے سلطان محمود سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ ملا علا سہراب فرصت پا کر اپنے لشکر سمیت مالوے والوں

ایک سیاہ چیز دکھائی دی اُس کو نکلوا کر دیکھا تو ایک مٹکے میں ایک آدمی کی لاش تھی سارے شہر کے کمہاروں کو بلا کر پوچھا کہ یہ مٹکا کس کا بنایا ہوا ہے۔ ایک کمہار نے کہا کہ میرے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے اور احمد آباد کے پاس میں نے ایک مقدم کے ہاتھ بیچا تھا۔ غرض تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ اس مقدم نے ایک تاجر کو مار کر مٹکے میں بند کر کے دریا میں بہایا تھا۔ اُس کو دار پر چڑھوایا۔ اُس کے کل عہد سلطنت میں صرف یہی دو قتل ہوئے تھے

ذکر سلطنت محمد شاہ بن سلطان احمد شاہ گجراتی

سلطان احمد شاہ کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد شاہ حاکم گجرات ہوا۔ آدمیوں کو انعام دیکر اور احسان فراوان کر کے مطیع کیا۔ اول سال جلوس میں ایدر پر لشکر کشی کی۔ اس ملک کے رائے ہرائے پسر پونجا نے پیشکش میں اپنی لڑکی دی وہ کمال حسین تھی۔ سلطان محمد شاہ اس حسن صورت کا مقید ہوا۔ اُس سے نکاح کیا۔ اُس کی استدعا سے ملک ایدر اُس کے پدر کو دیدیا اور پھر وہ ڈونگر پور گیا۔ یہاں راجہ نے پیشکش دیکر اطاعت مانکر اپنے ملک کی حفاظت کی۔ محمد شاہ نے احمد آباد کو معاودت کی۔ ۸۵۴ھ میں قلعہ چنپانیر کی طرف سوار ہوا اور یہان کا راجہ گنگا راس بعد جنگ و شکست کے حصاری ہوا اور جب محاصرہ کو بہت امتدا د ہوا تو اُس نے سلطان محمود خلجی پاس آدمی بھیجکر کمک اس شرط پر طلب کی کہ ہر منزل پر ایک لاکھ ٹنکہ دونگا۔ اُس نے اُس کی درخواست طمع مال میں آنکر قبول کرے وہ یہ چاہتا تھا کہ گجراتیوں نے جیسا حال مالویوں کا کیا ہے ویسا ہی مالوی گجراتیوں کا حال کریں اور اواخر سال میں چنپانیر کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان محمد شاہ کے لشکر کے اکثر بارکش جانور سفر کی محنت سے مر گئے تھے اس کے سوا وہ بیدل بھی ہو رہا تھا۔ سلطان محمود کے لشکر کے نزدیک آنے کی خبر سنکر اپنے زاید خیموں اور اسباب کو جلایا اور پیچھے ہٹا۔ امرا نے ہر چند اُس کو دشمن سے لڑنے کی تحریص و ترغیب دی اصلا اُس نے قبول نہ کی اور احمد آباد کی طرف بہ تعجیل روانہ ہوا۔ جب دوبارہ سلطان مالوہ ایک لاکھ سواروں کے ساتھ منڈو سے گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے چلا تو امرا گجرات نے باہم اتفاق کر کے کہ سلطان محمود ہر سو ز مملکت کو زحمتیں پہنچاتا ہے مناسب یہ ہے کہ سپاہ کا سامان تیار کر کے اُس سے لڑیں اور اُس کے شر کو دفع کریں سلطان محمود اس بات

ایسا قحط ہوا کہ حیوان ناطق و صامت کو آزار پہنچا۔ جب محمود خاں نے دیکھا کہ حصاری ہونے سے کام نہیں نکلتا تو اُس نے اپنے باپ خاں جہاں کو قلعہ چھوڑا اور خود تاراپور کے دروازہ سے نکل کر سارنگ پور کی طرف متوجہ ہوا۔ ملک حاجی علی گجراتی کو محافظ راہ چنیل کا تھا وہ محمود خاں سے لڑا۔ ہزیمت پاکر سلطان احمد پاس چلا گیا۔ اور اس کو مطلع کیا کہ سلطان محمود فلاں راہ سے نکل کر سارنگ پور جاتا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے اپنے بیٹے کو سارنگ پور سے طلب کیا وہ آنکر باپ سے ملا۔ آگے اس کا حال خلجیوں میں بیان ہوگا۔ سلطان محمود نے قوی ہوکر عمر خاں کو مارا اور اپنے تئیں منڈو کے تخت پر مستقل کیا۔

ایک وبائے عظیم جو ہندوستان میں کمتر ہوتی ہے گجراتیوں کے لشکر میں ایسی پھیلی کہ تجہیز و تکفین کی فرصت نہیں ہوتی تھی۔ سلطان احمد شاہ نے اُس کو سلطان محمود کی قوت اقبال جانا بیمار ہوکر احمد آباد کو چلا۔ ۴ ربیع الاول ۸۴۶ھ ۱۴۴۲ کو العود احمد کے موافق جہاں سے آیا تھا وہاں گیا۔ دارالسلطنت دہلی میں ۱۹ ذی الحجہ ۷۹۳ھ کو پیدا ہوا اور ۲۰ برس کی عمر میں تخت شاہی پر بیٹھا۔ ۳۲ سال ۶ ماہ ۲۰ روز سلطنت کی اور ۵۲ برس کی عمر میں مرگیا۔ احمد آباد کے عین وسط میں مدفون ہوا۔ عمر بھر اس کا کوئی فرض قضا نہیں ہوا۔ وہ ایک نیک بادشاہ تھا۔ اُس کی کمند دولت دشمنوں کی جاں فشار اور دست ہمت اس کا مظلوموں کا چارہ ساز تھا۔ خلق کے ساتھ وہ اچھا سلوک کرتا تھا۔ مرنے کے بعد وہ خطوط و فرائین میں خدائگاں مغفور لکھا جاتا تھا۔

اس کی یہ حکایتیں مشہور ہیں کہ اس کے داماد نے جوانی کی مستی اور غرور میں ناحق ایک آدمی کا خون کیا۔ اُس نے اُس کو قید کرکے قاضی کے پاس بھیجا۔ قاضی نے مقتول کے وارث کو راضی کرکے ۲۲ اشرفیوں کا خون بہا تجویز کیا اور سلطان پاس وارث کو بھیجدیا۔ سلطان نے کہا کہ گو مقتول کا وارث راضی ہوگیا ہو لیکن اس طرح کے فیصلوں سے بدشعار دولتمندوں کو حوصلہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو قتل کیا کرینگے اس لئے اس مقدمہ میں خون کے بدلہ میں قصاص کرنا چاہیئے۔ داماد کو دار پر چڑھایا۔ ایک دن رات تک اُس کی لاش کو لٹکایا۔ پھر کوئی اس طرح کا قتل نہیں ہوا۔ ایک اور حکایت ہے کہ وہ دریا کی سیر کو دیکھ رہا تھا کہ پانی میں اس کو

نیر سلطانی کو مقرر کیا۔ یہ دونوں ملک راے چتوڑ سے متعلق تھے۔ پھر وہ ولایت راٹھور کی طرف متوجہ ہوا۔ راٹھوروں میں جو کلاں تر تھے اُنہوں نے اطاعت کی اور پیش کشیں دیکر دولت خواہی اختیار کی۔ فیروز خاں بن شمس خاں دندانی نے کہ سلطان مظفر کا برادر زادہ تھا اور ناگور کی حکومت رکھتا تھا کئی لاکھہ ٹنکہ پیش کش میں سلطان کو پیش کئے۔ مگر سلطان نے اس پیش کش کو بخش دیا اور محال سواس میں ایک جماعت سپاہیوں کی بطریق تھانہ داری مقرر کرکے احمد آباد کو مراجعت کی۔

۸۳۹ھ/۱۴۳۵ میں بلاد مالوہ سے خبر آئی کہ محمود خاں خلجی بن ملک مغیث وزیر سلطان ہوشنگ نے غزنین خاں شاہزادہ کو جو اپنے باپ ہوشنگ کے مرنے کے بعد جانشین ہوا تھا زہر دیکر مار ڈالا اور خود بادشاہ بن بیٹھا اور سلطان محمود اپنا نام رکھا۔ انہیں دنوں میں ہوشنگ کا پوتا مسعود مالوہ سے بھاگ کر سلطان پاس پناہ لایا۔ ۸۴۰ھ/۱۴۳۶ میں سلطان احمد مالوہ کے تخت منڈو پر مسعود کے بٹھانے کے لئے مالوہ روانہ ہوا۔ یسودہ میں پہنچکر اس نے ایک سپاہ خاں جہاں کی طرف روانہ کی خان جہاں کا نام ملک مغیث خلجی تھا۔ اور محمود خلجی غاصب سلطنت کا باپ تھا وہ چندیری سے منڈو کو چلا گیا خاں جہاں اُس سے آگاہ ہوکر ایلغار کرکے اپنے بیٹے محمود خاں پاس پہنچ گیا۔ سلطان احمد شاہ نے چلکر منڈو کا محاصرہ کیا۔ ہر روز اندر کی جماعت باہر آنکر لڑتی تھی اور پھر قلعہ میں چلی جاتی تھی۔ سلطان محمود نے ایک مدت کے بعد شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ قلعہ کے آدمیوں نے احمد شاہ کو اس کی خبر کردی۔ سلطان محمود کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ جب وہ حصار سے نکلا تو گجراتی جنگ کے لئے مستعد تھے۔ دونوں فریقوں میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ بہت آدمی مارے گئے۔ سلطان محمود نے صبح کے قریب قلعہ میں مراجعت کی۔ سلطان احمد شاہ نے شہزادہ محمد خاں کو پانچ ہزار سوار کے ساتھہ سارنگ پور بھیجا وہ اس ولایت پر متصرف ہوا۔ اسی اثنا میں عمر خاں ولد سلطان ہوشنگ نے چندیری میں جمعیت عظیم بہم پہنچائی۔ باوجود اس حال کے سلطان محمود غایت تہور و کاردانی سے مضطرب نہ ہوا اور قلعہ کی اس طرح کی حفاظت کی کہ کسی کو اسباب معیشت کی تنگی نہ ہوئی اور گجرات میں

ہے اور مہائم پر متصرف ہوا اگر اس مرتبہ سستی ہوگی تو ملک دکن ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اُس نے
صف بندی کی اور معرکہ قتال آراستہ کیا۔ سلطان گجرات بھی فوجوں کو آراستہ کرکے مقابل ہوا۔
حرب صعب ہوئی۔ اژدر خاں کہ دکن کے امراء معتبر میں سے تھا میدان میں آیا اور اُس نے
مبازرت چاہی عضد الملک اُس کے مقابلہ میں آیا دونوں سردار دو بدو لڑے اژدر مغلوب ہو کر
گرفتار ہوا۔ پھر دونوں لشکروں نے خوب داد مردانگی دی شام ہوگئی۔ بازگشت کا نقارہ بجا۔ ہر
ایک لشکر اپنے مقام میں گیا۔ سپاہ دکن کے بہت آدمی تلف ہوئے۔ سلطان احمد دکنی اضطراب کے
ساتھ کوچ کرکے اپنے ملک میں گیا۔ سلطان احمد شاہ قلعہ تنبول میں آیا۔ ملک سعادت پر نوازش
کی۔ یہاں سپاہ کومک کے لئے چھوڑ کر وہ خود تال نیر کو راہی ہوا اور قلعہ بناکر نادوت کو تاخت
و تاراج کیا اور یہاں عین الملک کو نگاہداشت کے لئے مقرر کیا۔ خود احمد آباد میں آیا اور چند روز
بعد مہائم کی دختر سے اپنے بیٹے فتح خاں کا بیاہ دھوم دھام سے کیا۔

سراج التواریخ بہمنی میں اس محاصرہ کے قصہ کو اور طور پر لکھا ہے جس کا مجمل بیان یہ
ہے کہ جب محاصرہ پر دو سال کی مدت گذر گئی تو سلطان احمد شاہ گجراتی نے بطریق رفق و مدارا
سلطان احمد دکنی سے استدعا کی کہ قلعہ اس کو عنایت کرے مگر سلطان احمد بہمنی نے یہ نہیں قبول
کیا تو سلطان احمد شاہ گجراتی نے اپنی ولایت کی سرحد سے کوچ کرکے ولایت دکن میں آنکر
بہت تاخت و تاراج شروع کی تو پھر سلطان احمد بہمنی کو محاصرہ کی فرصت نہ نصیب ہوئی۔
مولف تاریخ بہمن نے اس قصہ کو تصریح کے ساتھ نہیں لکھا وہ ایسا صحیح نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ
تواریخ گجرات کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے

جب سنہ ۸۳۹ھ / ۱۴۳۲ء میں سلطان احمد میواڑ اور ناگور کی تسخیر کے ارادہ سے سوار ہوا تاخت و تاراج
کرتا ہوا اور بتکدوں کو خاک میں ملاتا ہوا وہ چند روز میں ڈونگر پور آیا۔ یہاں کا راجہ اس کا
مطیع ہوا۔ اور پیش کش لایق دی۔ سلطان احمد شاہ نے ولایت کیلواڑہ (کولیوں کا ملک) کہ بہت
اونچا تھا خوب لوٹا اور بتکدوں اور بتوں کو ویران کیا اور بعض مفسدوں کو ہاتھیوں کے پیروں
تلے مسلوایا اور مارا۔ بھیلواڑہ (بھیلوں کے ملک) کو برباد کیا۔ یہاں تحصیل خراج کے لئے ملک

احمد شاہ بہمنی ہی انتقام کے لینے کے لئے لشکر کا سامان تیار کرکے بکلانہ کی طرف جو سورت سے نزدیک ہے آیا۔ یہاں کا راجہ گجرات کا مالگذار تھا وہ متحصن ہوا۔ شاہ بہمنی نے اس ولایت کو بالتمام تاراج کیا۔ جب احمد شاہ کو اس حملہ کی خبر ہوئی تو وہ چنپانیر سے ندربار میں آیا۔ اور رستہ میں نادوت کو غارت کیا۔ احمد شاہ بہمنی تنبول کے قلعہ کے نیچے بیٹھا تھا کہ اُس نے احمد شاہ گجراتی کے آنے کی خبر سنکر اپنے دار الملک کی راہ لی اور اپنی سرحد پر ایک جماعت سپاہ چھوڑی احمد آباد کی طرف سلطان گجرات پھرا اور متواتر کوچ کرکے آب تپتی سے گذرا تھا کہ پھر اُس کو یہ خبر آئی کہ سلطان احمد بہمنی نے پھر کر قلعہ تنبول کا محاصرہ کیا ہے۔ ملک سعادت سلطانی حاکم قلعہ جان سپاری میں کوئی تقصیر نہیں کرتا۔ سلطان نے اسمعیل ایلچی کو سلطان دکن پاس بطور رسالت کے بھیجا کہ اگر اس قلعہ کو آپ چھوڑدیں اور وہاں کے رہنے والوں کے معترض نہ ہوں تو قواعد دوستی میں خلل کو راہ نہ ہوگی اور بنائے مودت استحکام پائے گی۔ سلطان دکنی نے اپنے امراء و وزراسے مشورہ کیا تو اس سبب سے کہ مردم دکن کا آئین سرکشی ہے۔ سب نے یک زبان و یک دل ہوکر کہا کہ قلعہ میں آب و غلہ کم ہے کومک پہنچنے تک اس کو تسخیر کرلینا چاہیئے۔ ایلچی نے جب احمد شاہ کو دکینوں کے اس ارادہ پر مطلع کیا تو وہ فوراً آب تپتی سے گذرا جب سلطان دکن کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے پالکوں کو خلعت و انعام دیکر اس پر سرگرم کیا کہ کمک آنے سے پہلے قلعہ کو وہ لے لیں تو میں اُنکو انعام اتنا دونگا کہ وہ غنی ہوجائینگے کچھ رات گذری تھی کہ پالکوں نے دامن قلعہ میں اپنے تئیں پہنچایا اور آہستہ آہستہ تھہروں کی پناہ میں دیوار قلعہ کے پاس آنکر قلعہ کے اندر گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ دروازہ کو کھول کر دکینوں کو قلعہ کے اندر بلائیں کہ ملک سعادت سلطانی نے حاضر ہوکر اس جماعت کو قتل کیا۔ اور بقیۃ السیف نے اپنے تئیں قلعہ سے گراکر ہلاک کیا۔ اور ملک سعادت سلطانی نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ دروازہ کے سامنے کے مورچل پر شب خون مارا۔ اکثر سوتے آدمیوں کو مجروح و پریشاں کیا۔ اب سلطان گجرات بہت قریب آگیا۔ سلطان دکن قلعہ کو چھوڑ کر اُس سے لڑنے گیا اور اپنے لشکر کے سرداروں سے کہا کہ چند مرتبہ گجرات کا لشکر دکن کے لشکر پر غالب ہوچکا

بھرے تھے دریا بار سے پہنچے اور انہوں نے رستہ بند کیا۔ ظفر خاں جب اس کی تسخیر کا عازم ہوا تو حاکم تھانہ قلعہ سے نکلا اور مردانہ وار فرار کیا۔ شہزادہ یہاں کے تھانہ میں سپاہ مقرر کرکے مہائم کا عازم ہوا ملک التجار نے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر ساحل مہائم کو خار بست کیا تھا ۔ جب افواج گجرات پہنچی تو وہ خار بست سے نکلا اور صفوف جنگ کو آراستہ کیا۔ صبح سے شام تک خوب گھمسان لڑائی ہوئی۔ بڑے بڑے بہادروں کے خون سے زمین رنگین ہوئی۔ ظفر خاں کو ظفر ہوئی۔ ملک التجار شکست پاکر اس نواح میں کسی جزیرہ میں چلا گیا۔ اور اُس کو استحکام دیا۔ دریا میں جہاز کھڑے تھے۔ سپاہ گجرات نے بحر و بر کو گھیر رکھا تھا۔ ملک التجار نے سلطان احمد بہمنی کو عریضہ امداد کے لئے بھیجا۔ احمد شاہ نے دس ہزار سوار اور ساٹھ ہاتھی اپنے چھوٹے بیٹے محمد خاں کے ساتھ بھیجے اور خواجہ جہاں وزیر کو اس لشکر میں صاحب اختیار کیا۔ جب لشکر دکن مہائم کے نزدیک آیا تو ملک التجار محاصرہ کی ضیق سے باہر آن کر شاہزادہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ بعد گفت و شنید ورد و بدل سب کی رائے یہ قرار پائی کہ اول تھانہ کے استخلاص میں کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ تھانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ظفر خاں بھی مستعد ہو کر وہاں کی سپاہ کی کمک کو گیا۔ تھانہ میں فریقین ملاقی ہوئے۔ پہلے دن شام تک دونوں لڑتے رہے۔ آخر لشکر دکن کو شکست ہوئی۔ ملک التجار قصبہ چاگنہ میں اور شہزادہ دولت آباد میں گیا۔ ظفر خاں فتح حاصل کرکے جزیرہ مہائم میں آیا۔ جہازوں کو بھیجکر ملک التجار کے بعض عمال کو جو دریا کی راہ سے بھاگے تھے گرفتار کرایا۔ طرح طرح کے اقمشہ و زر سرخ اور بہت سی غنائم چند کشتیوں میں بار کرا کے باپ کی خدمت میں بھیجی اور تمام ولایت مہائم و تھانہ کو تصرف میں لاکر اپنے امرا اور سرداران سپاہ میں تقسیم کیا (بمبئی جس کو اب کہتے ہیں وہ اس زمانہ میں ایک جزیرہ تھا اور اس کے دو حصے تھے۔ اس کے ایک کونے میں شمال مشرق میں ایک گاؤں مہائم تھا اس کے نام پر ایک حصہ مہائم کہلاتا تھا اور دوسرے حصہ کا نام ممبئی۔ ممبئی دیوی کے نام پر تھا۔ دیوی ممبئی کو فرنگیوں نے بگاڑ کر بمبئی بنا لیا)۔

۸۳۵ھ / ۱۴۳۱ میں احمد شاہ نے گجرات کی حفاظت شہزادہ محمد خاں کے حوالہ کی اور خود چنپانیر گیا

واسیر ہوئی بقیۃ السیف دولت آباد کو بھاگ گئے۔ سلطان احمد بہمنی کو یہ خبر پہونچی تو اُس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ علاء الدین اور میانی فرزند خاں جہاں کو شہزادہ گجراتی سے لڑنے بھیجا۔ اور نذر خاں دکنی کو کہ دکن کے معتبر امراء میں سے تھا سپہ سالار کیا اور اہتمام سپاہ کا سرانجام اس کو مفوض کیا شاہزادہ علاء الدین قلعہ دولت آباد کے باہر آیا۔ اسی منزل میں نصیر خاں جو شاہزادہ علاء الدین کا پدر زن تھا راجہ کانہا و راجہ جہالا وارہ کے ساتھ آکر دکنیوں کے لشکر سے مل گیا۔ اب مانک پنج گھاٹی پر شہزادہ محمد خاں سے اُن کی لڑائی شروع ہوئی اور اثناء کار راہ میں عجب اتفاق ملک بہتر و قدر خاں دونوں سپہ سالاروں کی لڑائی میں مڈ بھیڑ ہوئی۔ قدر خاں گھوڑے سے گرا اور اس کے محاذی ملک افتخار الملک نے حملہ کرکے شہزادہ کے افواج خاصہ کو شکست دے کر بڑے بڑے ہاتھیوں کو لوٹ لیا۔ شاہزادہ دکن سامنے نہ ٹھیر سکا دولت آباد کو بھاگ گیا۔ خضر خاں و کانہا دونوں ولایت خاندیس میں کلند میں چلے گئے اور محمد خاں خدا کا شکر کرتا ہوا اپنی ولایت میں چلا آیا۔

اسی سال میں گجراتیوں کی جانب سے قطب جزیرہ مہائم کا حاکم تھا وہ فوت ہوا احمد شاہ دکنی اپنی شکست سابق کی تلافی کی فکر میں رہتا تھا۔ اُس نے یہ فرصت کا وقت دیکھکر حسن عزت التجا طب ملک التجار کو بھیجا۔ اور اس کی سعی سے اس ولایت کو دکنیوں نے لے لیا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی اُس کی استخلاصی کے درپے ہوا۔ اور اپنے چھوٹے بیٹے ظفر خاں کو اس خدمت پر مامور کیا اور افتخار الملک کو اتابک اس کا مقرر کیا۔ بندر دیو کے کوتوال مخلص الملک کو لکھا کہ بندروں کے جہازوں کو مستعد کرے اور ظفر خاں کی ملازمت میں جائے۔ مخلص الملک نے ۱۷ جہازوں کا بیڑا بندر دیو بندر کھو کہ خطہ کھنبائت کے چھوٹے بڑے جہازوں سے مرتب کیا اور ولایت مہائم کے قریب ظفر خاں سے ملا۔ امراء کے استصواب سے یہ امر قرار پایا کہ جہازات تو خطہ تھانہ کو جہاں دکنیوں کا تھانہ جم گیا تھا راہی ہوں اور مخلص الملک حضور میں رہے۔ جب وہ خطہ تھانہ کے قریب پہنچے تو شاہزادہ نے افتخار الملک سرلشکر کو ملک سہراب سلطانی کے ساتھ اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ کوتوال اس بلدہ میں متحصن ہوا۔ امراء مذکور نے محاصرہ کیا اسی وقت جہاز جو مردم جنگی سے

تو اُنہوں نے اس میں ٹھیکہ اور مستاجری کا قاعدہ جاری کیا جس سے زمین کے بہت سے حصوں
میں ایک روپیہ کی جگہ سات آٹھ نو دس روپئے حاصل ہوتے ہیں اور جہاں کچھ بھی افزائش
نہ ہوئی وہاں بھی دوچند آمدنی ہوگئی۔ تو بہت سی تغیرات ہوئے اور قوانین کی پابندی پر لحاظ
کرنے والے برخاست ہوئے اور گجرات میں بغاوت و بدانتظامی پھیل گئی جس کا بیان اپنی
جگہ پر کیا جائیگا۔

سلطان احمد نے احمد نگر میں صفدر الملک کو حاکم مقرر کیا اور خود ولایت گلوار کو تاراج
کرکے احمد آباد میں آیا۔ اہل شہر کو انعام اکرام سے بہرہ مند کیا۔ بعد چند روز کے ملک مقرب نے
بندگان خاص کی ایک جماعت کی تنخواہ کی برات ہرراے پر لکھی۔ جب یہ گروہ ایدر میں آیا تو
ہرراے نے ادائے زر میں تعلل کیا اور حیلے حوالے بتلائے۔ اتفاقاً یہ خبر آئی کہ سلطان شہر سے
باہر نکلا اور اس پاس لشکر بہت ہے اس نے اس وہم وہراس سے فرار کیا اور ایک گوشہ میں چلا
گیا۔ جب یہ خبر سلطان کو پہونچی تو ۹ صفر ۸۳۲ھ (۱۴۲۸ء) میں ایدر کی طرف متوجہ ہوا ششم صفر کو قلعہ میں
اُترا اور ایک مسجد جامع بنائی اور بہت فوج یہاں چھوڑ کر احمد نگر کو گیا۔ ۸۳۳ھ (۱۴۲۹ء) میں راجہ کا نہاد
جہالاوار نے جب جانا کہ سلطان احمد نے ایدر کا کام تمام کیا اور اب وہ اور زمینداروں سے
اولجھے گا اس نے اپنی صلاح جلا وطنی میں جانی۔ جب احمد آباد میں یہ خبر پہونچی تو ایک فوج
اُس کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ راجہ کا نہا افتاں خیزاں ولایت آسیر و برہان پور میں پہنچا اور
دو فیل یہاں کے فرمانروا نصیر خاں کی پیشکش میں دیئے۔ بادشاہان دکن کے قرابتی ہونے کے
استظہار پر سلطان گجرات کی تربیت کے حقوق کو عقوق سے مبدل کیا اور اُس کو اپنی ولایت
میں رکھا چند روز بعد نصیر خاں کا سفارش نامہ لیکر سلطان احمد شاہ بہمنی پاس گیا۔ اور اعانت کی
التماس کی۔ اُس نے سپاہ اُس کے ساتھ کی جس نے ندربار و سلطان پور کے مواضع تاخت و تاراج
کئے۔ اس مہم کی تدارک کے لئے سلطان احمد شاہ نے مقرب الملک کو لشکر کا سردار بنایا اور اُس
کو اپنے بڑے بیٹے محمد خان کے ساتھ کیا اور بڑے بڑے سردار سید ابوالخیر و سید قاسم و سید عالم
و افتخار الملک کو ندربار بھیجا اُنہوں نے لڑ کر لشکر دکن پر فتح پائی۔ دکنیوں کی ایک جماعت کثیر قتل

اس کا نمک کہایا تہا پہر اُس نے اس سر کو سجدہ کیا اور بتلایا کہ پونجا کا سر یہ ہے۔ سلطان نے اسکی وفاداری پسند کی اس کا درجہ بڑہایا۔ دوسرے روز سلطان ایدر کی طرف متوجہ ہوا اور سپاہ بہیجکر اس ملک اور بیجاپور (بیسل پور) کے ویران کرنے کا حکم دیا۔ اس عرصہ میں پسر پونجا باپ کا قائم مقام ہوا تہا۔ اُس نے عہد کیا کہ ہر سال تین لاکہ تنکہ نقرہ خزانہ میں داخل کرونگا اب آئندہ دو سال میں سلطان کو فرصت ملی اور اس ملک کے انتظام کے سوا کوئی اور کام نہیں کیا۔ اپنے سپہ سالاروں اور وزیروں کی صلاح سے سپاہ کا یہ بندوبست کیا کہ ہر سپاہی کو آدہی تنخواہ تو نقد ملا کرے اور آدہی تنخواہ کے عوض میں اُس کو زمین جاگیر میں دی جائے۔ بادشاہ نے یہ خیال کیا کہ اگر کل تنخواہ میں زر نقد دیا جائے گا تو وہ سپاہی کے خرچ کو کافی نہیں ہوگا اور سپاہی پاس جب تک سامان نہیں ہوتا وہ ملک کے انتظام میں دل نہاد نہیں ہوتا۔ اگر آدہی تنخواہ میں اس کو زمین کی معافی ملے گی تو اُس کو لکڑی گہاس مفت ملے گی اور وہ زراعت اور عمارت کو بڑہائے گا اور ضلع کے انتظام اور محافظت سے سروکار رکہے گا اور دوسرا نصف حصہ نقد بے تکلف ہاتہ آئیگا۔ سپاہی اپنی آئیندہ ضرورتوں کے لئے اور حال کی حاجتوں کے واسطے قرضدار نہیں ہوگا اور آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے میں تامل کرے گا اور خزانہ سے وہ اپنی تنخواہ جب تک نہیں لے سکے گا کہ سپاہی کے لئے جتنی چیزیں ضروری ہیں اُن کا سرانجام نہیں کریگا اس طرح وہ قرض اور اس کے سود سے زیر بار نہیں ہوگا اور سارا گہر بار اس سے غرضمند ہوگا کہ وہ زمین کی آمدنی کو اپنے کاروبار میں لگائے۔

یہ ایک اور قاعدہ اُس نے مقرر کیا کہ غلاموں میں صاحب اختیار و اقتدار ملازم ہوا کریں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتہ ایک نجیب الطرفین محاسب رہا کرے۔ اس لئے کہ اگر دونوں نجیب الطرفین ہونگے تو آپس میں رشتہ کرکے یا دوست ہوکر بادشاہ کی بدخواہی اور بداندیشی میں شریک ہوجائینگے اور اگر دونوں غلام ہونگے تو اُن سے بہی یہی اندیشہ ہے۔ اضلاع میں افسر اس قاعدہ کے موافق مقرر ہوتے اور سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود بیگرہ تک یہی قاعدہ جاری رہا۔ مگر جب سلطان بہادر شاہ کے عہد میں سپاہ بہت زیادہ ہوگئی اور وزرا نے زمین کی آمدنی کو بڑہانا چاہا

کے لئے حاصل ہوئے۔ پھر شاہ نے سارنگ پور کا محاصرہ کیا۔ مگر اس محاصرہ سے ایسا تنگ ہوا
کہ اُسے چھوڑ کر معاودت کی۔ سلطان ہوشنگ نے حصار سارنگ پور سے نکل سلطان احمد کا
تعاقب کیا اور قتل و غارت میں قصور نہیں کیا۔ اس دفعہ بھی سلطان احمد کو فتح ہوئی اور ایک جنگ
نہایت صعوبت کے ساتھ کی اور چار ہزار نو سو مالویوں کو مار ڈالا۔ سلطان ہوشنگ پھر حصار
سارنگ پور میں آیا اور سلطان احمد آباد میں آیا۔ لشکر گجرات نے اس سفر میں محنت بہت اُٹھائی تھی
چند سال استراحت میں مشغول ہوئے۔

۸۲۹ھ ۱۴۲۶ میں احمد شاہ ایدر کی طرف گیا اور ایدر کے پاس دریا سابرمتی کے کنارہ پر ایک شہر
آباد کیا اور اس کا نام احمد نگر رکھا اور اُس کے پہلو میں قلعہ تعمیر کیا اور اس حدود کی نہایت ولایات
سے افواج یہاں بھیجی تاکہ تر و خشک میں آگ لگا کر جلائیں اور جو کوئی ہاتھ لگے اُسے ماریں۔ احمد نگر
سے وہ ملک ایدر میں آیا اور ایک دن میں اس ملک کے تین قلعے فتح کئے پونجا راے بھاگ کر
کوہ بیجانگر (بیل نگر) میں آیا۔ سلطان آباد میں چلا گیا۔ ۸۳۰ھ ۱۴۲۷ میں سلطان نے شہر و قلعہ کو تمام
کیا اور ولایت ایدر کی طرف چلا۔ پونجا راے نے باپ دادا کے اندوختہ کو صرف کر کے سوار
پیادے جمع کئے۔ بقدر امکان ہاتھ پاؤں مارے اور پرکار کی مانند اپنی ولایت کے گرد حرکت
مذبوحی کی۔ مگر ناچار اپنی مملکت موروثی سے باہر جانا پڑا۔ ۸۳۱ھ ۱۴۲۸ کو دامن کوہ ایدر میں ایک جماعت
علف لینے گئی تھی۔ پونجا نے فرصت پا کر اُس پر حملہ کیا اور بعد جنگ کے شکست پائی اور مراجعت
کی لیکن گجراتیوں کا نامی ہاتھی پکڑ کر وہ لئے جاتا تھا کہ گجراتیوں نے اس ہاتھی کے لئے تعاقب
کیا اور تنگی کوہ میں اس پاس پہنچے وہاں ایک ہی راہ تھی۔ پونجا لڑنے کو کھڑا ہوا اور گجراتیوں کو
مارا کیا لیکن فیلبان بڑا جوانمرد تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ عقب سے کمک پہونچی تو اُس نے چالاکی
یہ کی کہ ہاتھی کو پونجا پر دوڑایا اُس کا گھوڑا بھاگ کر نیچے گرا۔ پونجا اپنے گھوڑے کے ساتھ ہلاک
ہوا۔ فیلبان فیل کو گجراتیوں کے لشکر میں لایا۔ اور ایدر کے آدمی شکست کھا کر پراگندہ حال ہوئے
اور اپنی جگہ پر چلے گئے۔ پونجا مردہ کی خبر نہ لی۔ ایک شخص اُس کا سر کاٹ کے احمد شاہ پاس لایا
ایک شخص نے اس سر کو سلام کیا اور جب اُس سے پوچھا کہ سلام کیوں کیا تو اُس نے کہا کہ میں نے

کو سپاہیوں میں تقسیم کیا اور محصول پر متصرف ہوا۔ گجرات سے اسباب قلعہ کشائی منجنیق و ارابہ وغیرہ طلب کئے۔ ملک مقرب کو توال سارا اسباب جو منگایا تھا لیکر حاضر ہوا تو سلطان دوبارہ منڈو کی قلعہ کے نیچے آیا۔ ملک مقرب کو تاراپور کے ضبط کے لئے نامزد کیا اور خود لوازم محاصرہ میں تقصیر نہیں کی اس وقت سلطان ہوشنگ کی معاودت کی خبر مشہور ہوئی۔ سلطان احمد شاہ نے امرا کو جو پرگنوں کے لینے میں مصروف تھے بلاکر یکجا جمع کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ولایت کے مرکز میں پہلی طرح سے مقام کرکے جہات اربعہ پر متصرف ہوں۔ منڈو سے وہ سارنگ پور کو روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کو اس کے ارادہ پر اطلاع ہوئی اور مکر و دغا سے رسولوں کو سلطان گجرات پاس بھیجا۔ اور ایسا تملق و الحاح کیا کہ سلطان جب سارنگ پور پہنچا تو اس کا لشکر خندق کے کھودنے میں اور خار بند و شب بیداری میں متقاعد ہوا۔ اسی شب میں کہ ۱۲ محرم ۸۲۶ھ تھی سلطان ہوشنگ نے احمد شاہ کے لشکر پر شب خون مارا اور بہت سے گجراتیوں کو کہ غافل تھے کشتہ کیا۔ اور بقیۃ السیف کو متفرق کیا۔ سلطان احمد شاہ بیدار ہوا۔ اُس نے دولت خانہ میں سوا جونار کا بدار کے کسی شخص کو نہ دیکھا اور چوکی کے گھوڑے کہ حاضر تھے ان میں سے ایک پہ سوار ہوا اور دوسرے پر ملک جونا کو سوار کیا اور صحرا میں نکل گیا اور ایک کونہ میں کھڑا ہو گیا۔ ایک ساعت کے بعد جونا کو لشکر میں بھیجکر حال دریافت کرایا۔ وہ ملک مقرب و ملک فرید کو سلطان پاس لایا۔ سلطان برہنہ تھا۔ ملک مقرب نے اپنے سلاح اُس کو پنہائے۔ ملک جونا کو بھیجکر ہوشنگ کی خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ اس کا لشکر لوٹ میں لگ رہا ہے اور سلطان ہوشنگ خاصہ کے گھوڑوں اور ہاتھیوں سے دل بہلا رہا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے صبح ہوتے ہی ایک ہزار سوار لیکر سلطان ہوشنگ سے لڑنا شروع کیا۔ ایک جنگ عظیم ہوئی۔ ان دونوں سرداروں نے ایسی کوشش کی کہ خود زخمی ہوئے۔ اس اثنا میں فیلبانان گجراتی کہ ہاتھیوں پر سوار تھے اور گرفتار ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے صاحب کو پہچان کر اور آپس میں اتفاق کرکے ہوشنگ کے سپاہیوں پر ہاتھیوں کو پیلا۔ سلطان ہوشنگ مقابلہ نہ کرسکا سارنگ پور چلا گیا۔ گجراتیوں کا مال اسباب جو لٹا تھا وہ پھر ان کے ہاتھ لگا اور علاوہ اس کے جاج نگر کے سات ہاتھی نامی اور احمد شاہ کی شان کے اضافہ

سے کے آخر میں سلطان احمد شاہ نے حصار سونگڑہ کو تعمیر کر کے مسجد بنائی اور خود ایدر کو گیا اور مالوہ کی تاخت و
تاراج کے لئے سپاہ کو روانہ کیا۔ ۸۲۲ھ ۱۴۱۹ء میں سلطان ہوشنگ کے ایلچی آئے اور طالب صلح ہوئے سلطان احمد
نے اُسے قبول کیا۔ راے چنپانیر کی سزا دینے کا ارادہ سلطان احمد نے اس لئے کیا کہ اسی نے سلطان
ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔

۸۲۳ھ ۱۴۲۰ء میں اس کا محاصرہ کیا۔ راجہ نے عجز و مسکنت کے ساتھ پیشکش دیکر سالانہ مالیہ مقرر کر دیا۔
احمد شاہ دار الملک میں آیا۔ اس سبب سے کہ سلطان ہوشنگ نے غائبانہ موحش باتوں سے اپنی خاطر
کو مکدر کیا سلطان احمد شاہ نے ۸۲۵ھ ۱۴۲۲ء میں ولایت مالوہ پر لشکر کشی کی۔ اور قلعہ منڈو کے نیچے آیا اور
سارنگ پور دروازہ کے سامنے اُترا اور محاصرہ میں بقدر امکان سعی کی۔ سلطان ہوشنگ کو حصار
کے استحکام پر ایسا اعتبار تھا کہ وہ چیدہ چھ ہزار سوار لیکر جاج نگر ہاتھی پکڑنے کے لئے چلا گیا۔ اور
تخت گاہ کو ارکانِ دولت میں سے ایک کے سپرد کر گیا۔ چھ مہینے بعد قوی ہیکل ہاتھی پکڑ کر اپنی دار الملک
منڈو میں آیا تو کنگروں پر علم بلند ہوئے اور شادیانہ کے دمامہ بجے۔ جب سلطان احمد کو یہ حال معلوم
ہوا تو تعجب ہوا اور اُس نے کہا کہ ایسے حصار کا ہم کیا کر سکتے ہیں کہ باوجودیکہ اس قدر سپاہ حصار کے گرد
ہوئے تھی پھر بھی ہوشنگ کے آنے جانے کی خبر نہ ہوئی۔ اس لئے محاصرہ کو چھوڑا مالوہ کے ملک
میں بہت خرابی مچائی۔ کئی دفعہ ہوشنگ اور اُس کے درمیان لڑائیاں ہوئیں ہر دفعہ احمد شاہ
غالب رہا وہ گجرات میں آیا۔ تاریخ الفی میں ملا احمد نے اس حکایت کو نہایت صحت و توضیح سے
بیان کیا ہے کہ:

۸۲۵ھ ۱۴۲۲ء میں سوداگروں کے لباس میں ہوشنگ جاج نگر کو گیا۔ سلطان احمد شاہ کو یہ خبر
لگی کہ مدت سے دیار مالوہ سے ہوشنگ غائب ہے معلوم نہیں کہاں گیا ہے۔ امراء نے ولایت مالوہ
آپس میں تقسیم کر لیا ہے۔ اس واسطے وہ متواتر کوچ کر کے گجرات سے مالوہ کو گیا۔ قلعہ مہیشور کو کہ
ممالک مالوہ میں ہے صلح سے لے لیا اور منڈو کے نیچے جا پہونچا۔ اور محاصرہ میں مصروف ہوا
اور اطرافِ مالوہ کی تاخت کے لئے لشکر بھیجا اُس نے ہر آبادی کو ویرانی بنایا۔ برسات آگئی اس لئے
اُس نے جانا کہ اُس کی فتح آسانی سے کیا مطلقاً میسر نہیں ہوگی۔ اس لئے وہ اجین کو چلا گیا مملکت

کو نہیک بنا دیا مگر سلطان احمد شاہ نے ہوشنگ کی تادیب کو اپنے لئے رکھا تھا۔ ۸۲۲ھ ۱۴۱۹ء میں گجرات کو نظام الملک کے حوالہ کیا۔ اور راجہ مندل گڈہ کی تادیب اُسکے سپرد کی اور خود مہرآسہ سے مالوہ کی جانب لشکر آراستہ کر کے ہوشنگ کی تادیب کے قصد سے چلا۔ باوجود حرارت ہوا اور تنگی وقلبی راہ اُس نے کوچ پر کوچ کیا۔ ہوشنگ بہی لڑنے آیا۔ کالیادہ میں پشت بدیوار کر کے ایک زمین قلب مین اُترا۔ اپنے آگے سے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر خار بند بنایا۔ احمد شاہ ایک صحرا ر کشادہ میں کہڑا ہوا۔ اور اُس نے مقرر کیا کہ سردار میمنہ احمد ترک و میسرہ ملک فرید و عماد الملک سمرقندی اور محافظ بنگاہ عضد الدولہ ہوں۔ احمد شاہ جس وقت جنگ گاہ کی طرف متوجہ ہوا تو اتفاق سے اس کا گذر ملک فرید کے دائرہ پر ہوا ایک خدمتگار کو بہیجکر اُس کو بلایا۔ اُس کا ارادہ تہا کہ اُس کو عماد الملک اُس کے باپ کا خطاب عطا کر کے ہمراہ لیجائے خدمتگار نے آنکر کہا ملک فرید بدن پر تیل ملکر ایک گہڑی کے بعد حاضر ہوتا ہے سلطان نے کہا کہ آج روز جنگ ہے تاخیر سے فرید کو حسرت وندامت ہوگی۔ شاہ جنگ گاہ میں آیا۔ دونوں بادشاہ برابر لڑنے کہڑے ہوئے لشکر جوش وخروش میں آئے۔ سلطان احمد شاہ کی سپاہ میں سے ایک ہاتہی سلطان کی فوج میں گیا اور اُس نے سواروں کو ہر طرف بہگایا۔ غزنین خاں ولد ہوشنگ نے ایک ہاتہی کے تیر ایسے لگائے کہ اُس کا مُنہ پہر گیا۔ پہر ہر طرف سے گجراتیوں کی فوج جنگجو بہادروں نے حملہ کیا اور اُس میں اضطراب پیدا کیا۔

ملک فرید سلطان ہوشنگ کے پیچہے سے اس وقت آیا کہ دونوں لشکر لڑائی میں جُت رہے تہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا تہا کہ کون غالب ہے اور کون مغلوب۔ حرب صعب اس وقت ہوئی ہوشنگ کے نصیبہ نے یاوری نہیں کی اُس نے منڈو کی طرف باگ موڑی۔ گجراتی لشکر نے اس کا تعاقب منڈو سے ایک کردہ تک کیا۔ اتنی غنیمت ہاتہہ آئی کہ چہوٹے بڑے متمول ہو گئے۔ حوالی منڈو میں جو اشجار ثمر وغیر مثمر تہے وہ سب کاٹ ڈالے۔ برسات کا موسم آگیا تہا۔ احمد شاہ مراجعت کا عازم ہوا اور ولایت چنپانیر و نادوت کو جو برسر راہ تہے مالش کر کے احمد آباد میں آیا اور جشن پر جشن کئے مستحقین وعلماء وسادات کو بہت سا روپیہ دیا۔ اس مہم میں جنہوں نے کام کیا تہا اُن کو بہی زیادہ انعام دیا۔ اس سال

برسات کا موسم آگیا تھا۔ احمد شاہ احمد آباد میں چلا جانا چاہتا تھا کہ اس اثنا میں خبر اُس پاس آئی کہ راجہ ایدر و چنپانیر و منڈل و ناودوت نے عرایض پے درپے بھیجکر سلطان ہوشنگ کو گجرات میں طلب کیا ہے اسی زمانہ میں ایک شتر سوار خط ناگور سے نور وزمین ندر بار میں پہنچا اور فیروز خان بن شمس خاں دندانی کا نوشتہ بادشاہ کے نام کا لایا جس کا مضمون یہ تھا کہ سلطان ہوشنگ نے یہ دیکھکر کہ آپ دور چلے گئے ہیں گجرات کی تسخیر کا آہنگ کیا۔ اُس کو گمان یہ تھا کہ مجھ کو حضور کے ساتھ صفائی عقیدت نہیں ہے اس لئے اُس نے مجھے لکھا کہ گجرات کے زمینداروں نے عرایض اخلاص و یک جہتی بھیجکر مجھے طلب کیا ہے اور میں گجرات کا عازم ہوا ہوں تجھکو بھی چاہئے کہ جلد مستعد ہو کر میرے پاس آ کہ گجرات کی فتح کے بعد ولایت نہروالا تجھے دیدونگا۔ آپ میرے قبلہ و کعبہ ہیں اس لئے یہ اطلاع واجب و لازم تھی۔ سلطان احمد شاہ نے باوجود بارش کے زبدہ سے گذر کر مہندری ندی پر آیا اور ایلغار کر کے ایک ہفتہ میں حوالی مہراسہ میں آگیا۔ سلطان ہوشنگ اُس کی توجہ کو دیکھکر سراسیمہ ہوا۔ اور اپنی گدی کبجاتا ہوا اپنے ملک کو چلا گیا۔ سلطان احمد نے سپاہ کے اجتماع کے لئے چند روز مہروسہ میں توقف کیا۔ راجہ سورت نے ہوشنگ کے حملہ کو سنکر اطاعت کے حلقہ سے سر باہر کیا اور مال مقرری کے ادا کرنے سے اِبا کیا اور پاؤں اپنی اندازہ سے باہر رکھا اور ملک نصیر نے فرصت پاکر قلعہ تال تیرہ کو اپنے بھائی ملک افتخار کے تصرف سے نکالنے میں کوشش کی۔ سلطان ہوشنگ نے اپنے بیٹے خضر خاں کو ایک جماعت کیساتھ اُسکی مدد کو بھیجا۔ اُن سب نے سلطان پور میں لوگوں کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ سلطان پور کے صوبہ میں ملک احمد نے قلعہ میں آنکر عرائض شکایت آمیز احمد شاہ پاس بھیجیں۔ احمد شاہ نے مہراسہ سے ملک محمود ترک کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ رائے سورت کے دفع کرنے کے لئے بھیجا اُس نے وہاں جاکر قتل و غارت کر کے مال مقرری لیا۔ ایسے ہی محمد ترک اور مخلص الملک کو کہ بڑے سردار تھے ملک نصیر و غزنین خاں کی تادیب و گوشمالی کو بھیجا۔ اثنا راہ میں اُنہوں نے نادوت کو تاخت و تاراج کیا۔ وہاں کے راجہ سے پیش کش لی۔ جب حوالی سلطان پور میں پہنچے تو ملک نصیر تال تیر میں پناہ گزین ہوا۔ اور اپنے عجز و انکسار سے عفو جرائم احمد شاہ سے کرالیا۔ اُس کو نصیر خانی کا خطاب مل گیا۔ غرض ان امیروں نے اپنا کام جس کے لئے مقرر ہوئے تھے بادشاہ کی خاطر خواہ کیا۔ اور سب سرکشوں

چنپانیر کے پاس راج پیلپہ ہی وہ تین سو پچاس دیہات کا دار الریاست ہی۔ اسکا راجہ ٹھاکر ہری سنگھ جی گوہل تھا۔ اُسکو ایک دفعہ بڑی بیش قیمت موتیوں کی لڑی کسی نے تحفۃً دی اُسے اِن موتیوں کا ہار بنوا کے رانی کو دیا اور کہا کہ ان موتیوں میں سچ مچ آب (پانی) ہی۔ جب بادشاہ سے لڑائی ہوئی تو راجہ پیلپہ اور راجاؤں کے ساتھ جنگل میں بھاگا۔ جب پیاس کے مارے بُرا حال ہوا تو رانی نے اپنے ہار کی طرف دیکھ کر کہا کہ ٹھاکر تم نے کہا تھا کہ انمیں پانی ہی۔ اب وہ نکال کر پلاؤ اسی موقع پر چارن نے شعر کہے تھے جنکا ترجمہ یہ ہی۔ کہ اے بادشاہ سلطان۔ میت جب تو غصہ میں آتا ہی۔ تو سیس اپنا بوجھ نہیں سنبھال سکتا اور زمین لرز نے لگتی ہی۔ تو نے جنگجو راجپوتوں کو مارا جو اپنی بہادری کا بڑا گھمنڈ رکھتے تھے۔ جنمیں ریواہ کے بھی راجپوت تھے۔ سب طرف خاک خون سے تر ہوئی۔ اور سلطان تیرے خوف سے بھومیوں کی رانیاں سرگرداں پڑی پھرتی ہیں اور اونکے پاؤں میں چھالے پڑے ہیں۔ وہ جڑیں کھاتی ہیں۔ اونکی صورت پریوں کی سی ہی۔ وہ اپنے ہاروں میں سے موتیوں کو توڑ کر خاوندوں کے مُنہ میں بھجوا کے چلاتی ہیں کہ انمیں سے پانی نکالو تم نے کہا تھا کہ انمیں آب ہی۔ ہری سنگھ گوہل بارہ برس تک لوٹ مار کرتا پھرا اوسکے بعد اُسکو گراس (زمین) ملی اب تک اوسکی اولاد پیلپہ میں راج کرتی ہی۔

۸۱۹ھ میں احمد شاہ ناگور پر چڑھ گیا۔ راہ میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر بت خانوں کو ڈھاتا تھا بتوں کو توڑتا تھا۔ ناگور میں پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کیا اور حملہ کرنے گیا۔ مگر اس فتح کے ساتھ ہی اوسنے سُنا کہ خضر خاں والی دہلی اس طرف کا عازم ہی اسلئے وہ حوالی مالوہ میں گذرتا ہوا احمد آباد مین آگیا۔

۸۲۱ھ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ملک خضر والی آسیر و سلطان ہوشنگ حاکم مالوہ متخصص ہو کر خطہ سلطان پور اور ندربار میں فساد اوٹھاتے ہیں اور طرح طرح کی مزاحمتیں کرتے ہیں تو اوسنے اس نواح کی طرف کوچ کیا اور بڑی فوج قلعہ تنبول پر بھیجی۔ یہ قلعہ سرحد گجرات اور خاندیس پر واقع ہی۔ اس سپاہ نے راجہ کو مجبور کیا کہ وہ ہدایا اور تحائف کے ساتھ سلطان کی پابوسی کے لئے آیا۔

ٹھاکر آئے اور منزلوں میں اُترے - بادشاہ نے دانہ گھاس اور اور ضروری چیزیں انکے پاس بھیجیں اور رانی سے کہا کہ میں تیرے بھائیوں کو آج خلعت فاخرہ دونگا - رانی نے کہا کہ کیسا بھائی اور کیسی بہن اب میرا کچھ رشتہ اونسے نہیں رہا -

بادشاہ نے کہا کہ یہ کیسے ہوا کیا وہ تیرے بھائی نہیں ہیں - رانی بانے کہا کہ میں اب مسلمان ہوں، وہ ہندو ہیں - ہم ملکر ایک رکابی میں کھا نہیں سکتے - ایک پیالہ میں پانی نہیں پی سکتے - پھر اب کس طرح سے بہن بھائی ہو سکتے ہیں - بادشاہ نے کہا تو اونکے لئے کھانا تیار کر - رانی یہ سنکر سوچی کہ جو بات میں نے بھلے کے لئے کہی تھی وہ اُلٹی بُری ہو گئی

بادشاہ نے بھائیوں کو بلایا وہ خلعت فاخرہ کی امید میں آئے اور بہن کے محل میں بیٹھے - جب بھائی اکیلے ہوئے تو بہن نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ میرا باپ اس غم میں مرگیا کہ میں مسلمان سے بیاہی گئی اور تم یہاں ذات باہر ہونے کے لئے آئے ہو پھر اونسے جو بادشاہ کا ارادہ تھا بیان کیا - یہ سنکر چھوٹا بھائی بھوجی تو کھڑکی میں سے کود کر بھاگ گیا - بڑا بھائی بھانجے ٹھیرا رہا - بادشاہ آیا اور اونسے کہا کہ تیری بہن نے جو کھانا تیار کیا ہے وہ کھا - بھانجے نے کہا کہ حضور میں اسے نہیں کھا سکتا - بادشاہ نے کہا کہ ایسا پرہیز کیوں کرتے ہو - بھانجے نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کھانا کھاؤنگا - تو پھر کوئی راجپوت اپنی لڑکی کا بیاہ مجھسے نہیں کرنے کا - بادشاہ نے کہا کہ اسکا کچھ خیال نہ کرو - جتنے راجپوت تو چاہیگا اُنکو ابھی بلا کر تیرے ساتھ کھانا کھلوا دونگا - اونسے رانی کو بھائی کے ساتھ کھانا کھلوایا - جس سے بھائی کو بہت رنج ہوا - بادشاہ نے اوسکے رنج کم کرنے کے لئے باون ۵۲ دہات سے راجپوتوں کو احمد آباد میں بُلایا - اِن راجپوتوں میں سے بہت سے یہ سن کر کہ بادشاہ انکو زبردستی اپنے مذہب میں ملائیگا اپنی زمین اور گاؤں کو چھوڑ چھوڑ کر اور ملکوں میں چلے گئے مگر جو بادشاہ کے ہاتھ آ گئے اونکو یہ مجبوری اپنی ذات سے خارج ہونا پڑا - بہت دنوں اس طرح مسلمان بنانے کا طریقہ جاری رہا - بہت سی لڑائیں ہوئیں - بہت راجپوت مارے گئے -

اور کسی تدبیر سے راول کی زندگی اور گراس (زمین) بچاؤں۔ اوسنے اپنی بیٹی کو احمد آباد بھیجدیا۔ جب یہ لڑکی زیور سے آراستہ بادشاہ پاس آئی تو وہ اوسکے حسن وجمال کو دیکھکر دنگ رہگیا۔ ششدر رہو گیا۔ اور چلایا کہ لالا پھر آئی۔ لڑکی نے کہا کہ لالا جل گئی۔ بادشاہ ہوش میں آیا۔ دوسرے دن دربار کیا۔ راول ستراسلجی کی بیڑیوں کو کٹوایا اور دربار میں بلا کر خلعت عنایت کیا۔ راول نے کچھ اپنی قید پر خیال نہ کیا اپنے تئیں مبارکباد دیتا تھا کہ میں نے اپنی بیٹی مسلمان سے نہیں بیاہی۔ خوشی خوشی گھر آیا۔ جب رسوئی کا وقت آیا تو اوسنے رانی باکو بلایا۔ رانی نے بہانہ بنایا ابا اوسکو ڈھونڈنے چلی گئی اور آکر کہا کہ رانی باہر کھیل رہی ہے۔ وہ نہیں آتی۔ راول نے کہا کہ جب تک وہ آنے کی نہیں تو میں کھانا نہیں کھاؤنگا تو رانی نے کہا کہ ہے سوامی جب رانی با احمد آباد کے پاس بھیجی گئی تو قیدخانہ کا دروازہ تیرے لئے کھولا گیا ہے اس بات کے سنتے ہی راول سکتے کے عالم میں ہوا۔ اوسنے کہا کہ اسکی کیا پروا تھی کہ میں قید میں مرجاتا۔ چیتوڑ کے گھرانے کا میں ہوں۔ میں ابتک کلنکی (بےکلنک) تھا۔ اب یہ سی سودیہ کے گھرانے پر کلنک کا ٹیکا لگا۔ تف ہی تجھ پر تونے یہ داغ لگایا۔ رانی نے کہا کہ تیری جان جاتی اب تو جان کہ بیٹی کی جان گئی۔ راول خیال کی طرح اُٹھا اور تلوار پکڑی۔ رانی نے اپنے ہاتھ اوسکے گلے میں ڈالے مگر اوس نے اوسکو زمین پر دے مارا اور تلوار سونت کر اپنے پیٹ میں گھسائی اور جان اپنی گنوائی۔

راول کے بیٹوں بھانجے اور بھوجی نے بہت احتیاط سے باپ کا کریا کرم کیا۔ اور مارئیں حکومت شروع کی۔ جب احمد آباد میں اسکے مرنے کی خبر آئی تو رانی بانے اشنان کیا اور بہت روئی پیٹی جب بادشاہ نے اسے غمزدہ دیکھا تو اوسنے مہربانی کر رانی سے پوچھا کہ جب کوئی ہندو راجاؤں میں سے مرتا ہے اور اوسکے بیٹے راج گدی پر بیٹھتے ہیں تو کوئی اوسکا رشتہ دار اونکی مدد کیا کرتا ہے۔ رانی نے جواب دیا کہ دولتمند رشتہ دار ایک خلعت فاخرہ بھیجتا ہے۔ جو سفید ماتمی کپڑوں کی جگہ پہنایا جاتا ہے۔ پس بادشاہ نے ماتمی لباس اُتروانے کے لئے خلعت فاخرہ بھیجا۔ احمد آباد میں یہ

سامنت سنگہ بارہ برس تک لوٹ مار کرتا پھرا اور مسلمانوں کو بہت حیران و پریشان کیا۔ آخر کو بادشاہ نے اوسسے صلح کا پیغام دیا اوسنے کہا کہ اگر میری جاگیر واپس دیجائے گی تو میں نچلا بیٹھونگا۔ آخر بادشاہ نے اوسسے وہ گام میں چوراسی دیہات دیئے۔ یہاں سامنت سنگہ بیول میں آکر رہا۔ اوسکی اولاد پاس ابتک وہ گام میں وانٹا زمین ہی۔

درہو اور جیتو کی بہن لالا مرگئی گرم دودہ پینے سے اسکے اندر چھالے پڑگئے تھے۔ بادشاہ اوسپر عاشق تھا۔ اوسکے حسن پر مرتا تھا۔ اوسکے مرنے سے بڑا آشفتہ ہوا۔ اوسنے چاروں طرف اپنے امیروں کو بھیجا کہ کوئی مسلمان کی بیٹی یا ہندنی لالا کی سی خوبصورت اوسکے بیاہنے کے لئے پیدا کریں۔ بادشاہ احمد آباد میں آیا۔ اوسنے اس مضمون کا اشتہار دیا اور پہلے سے اور زیادہ آزردہ خاطر اور حواس باختہ رہنے لگا۔ امیروں نے یہ سوچا کہ بادشاہ کا علاج اسکے سوا کوئی نہیں ہی کہ اوسکے واسطے لالا کی مثل گھیلہ بیوی تلاش کیجائے ایک برہمن۔ ایسی حسین عورت کی تلاش کے لئے بھیجا گیا۔ برہمن بہت ملکوں میں پھرتا پھرتا ماریں آیا۔ جہاں چتور کے خاندان کا راجہ سی سودیہ راجپوت ستر اسلجی تھا اسکا لقب راول تھا۔ اُسکے پاس ۲۶ دہات تھے اوسکی ایک لڑکی رانی با اور دو بیٹے تھے۔ رانی با بڑی خوبصورت تھی۔ برہمن اسے دیکھ کر بہت خوش اسلئے ہوا کہ جب اوسکی خبر بادشاہ پاس لیجاؤنگا تو بڑا خلعت وانعام پاؤنگا۔ وہ بادشاہ کے وزرا کے پاس گیا اور اونسے کہا کہ میں نے دوسری باگھیلی لالا پائی ہے۔ وزرا نے اُسے خلعت دیا اور حال پوچھا اوسنے کہا کہ وہ راول ستر اسلجی کی بیٹی ہی جو ماریں رہتا ہی۔ وزرا نے آدمی بھیجکر راول کو بلوایا۔ اور اوس سے درخواست کی کہ اپنی بیٹی کو بادشاہ کے تخت سے بیاہ دے۔ راول نے کہا۔ ہندو کی لڑکی اسطرح مسلمان سے نہیں بیاہی جاسکتی۔ وزرا نے کہا کہ بہت سے ہندو راجاؤں کی بیٹیاں بادشاہ کی بیویاں ہیں راول نے جواب دیا کہ میں اور ہوں وہ اور ہیں تو پھر وزرا نے کہا کہ اگر یوں راضی نہ ہوگے تو زبردستی اس کام کے کرنے پر مجبور کئے جاؤگے۔ راول نے پھر انکار کیا اور وہ بندیخانہ میں بند کیا گیا۔ جب اوسکی رانی نے یہ خبر سنی تو وہ سوچی کہ میں لڑکی کو تو مرا ہوا سمجہ لوں

کہ اگر ببول میں زور اسپر پڑے تو وہ یہاں بھاگ کر آجائے۔

بادشاہ سپاہ کے ساتھ ببول میں آیا۔ اور اوسنے چار میل پر خیمہ لگایا۔ سامنت سنگہ نے اپنے بھائی اور بھتیجے کو بادشاہ پاس یہ دریافت کرنے کیلئے بھیجا کہ وہ بیاہ مسلمانوں کی رسم کے موافق کریگا۔ یا ہندوؤں کی رسم کے مطابق۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے ہندوؤں کی رسم کے موافق کوئی بیاہ نہیں دیکھا۔ اسلئے میں ہندوؤں کی طرح بیاہ کرونگا۔ تو اونہوں نے کہا کہ بادشاہ ہمارے گھر بیاہ کرنے آیا ہے اسلئے ہم اپنی رسموں کو خوب ادا کرینگے۔ ہم بندوقیں چھوڑینگے اور ہوا میں سرخ بارود اڑائینگے، یہ رسمیں ہماری ہنسی کے طور پر دولھا کے آدمیوں کے ساتھ کیجاتی ہیں اور اُنپر رنگ اور لون چھڑکتے ہیں۔ اسلئے اپنے آدمیوں کو سمجھادیں کہ جب اونکے ساتھ ہنسی کیجائے تو وہ کسی ببول کے باشندے کے ساتھ جھگڑا نہ کریں بادشاہ نے اپنے نوکروں کو اونکی عرض کے موافق حکم دیدیا۔ سامنت سنگہ کے بھائی نے یہ عرض کیا کہ ببول کے قریب کوئی ایسی فراخ جا نہیں ہے کہ حضور کی سپاہ وہاں اُتر سکے اول حضور اپنے امرا کو بھیجدیں اور پھر خود تشریف فرما ہوں اور اوسکے بعد سپاہ آئے یہ اپنا کل پیغام دیکے دونوں اپنے شہر میں آئے۔ بادشاہ نے آگے اپنے افسر بھیجے اور اونکے بعد خود روانہ ہوا۔ سپاہ پیچھے آئی جب وہ ببول کے قریب آئے تو اونہوں نے دیکھا کہ پانچہزار راجپوت انکا انتظار کررہے تھے اور اُنکے پاس بندوقیں بھری ہوئی تھیں۔ اونہوں نے دروازہ بند کردیا اور فصیل پر سے گولیوں کی باڑ ماری جس سے بہت سے آدمی بادشاہ کے لوٹ گئے۔ احمد شاہ بہت دیر تک یہ سمجھا کہ وہ یہ کام ہنسی سے کرتے ہیں۔ جب بہت آدمی مرگئے تو وہ سمجھا کہ یہ فریب ہے۔ سات دن معرکہ جنگ برپا رہا۔ سامنت سنگہ کا بہت نقصان ہوا وہ اپنے کنبے سمیت دھوری یاونی کو بھاگ گیا۔ بادشاہ کی سپاہ ببول میں داخل ہوئی یہاں تین مہینے تک بادشاہ ٹھیرا۔ زخمیوں کا علاج کیا۔ سپاہ کو جمع کیا اور سامان جنگ تیار کیا۔ پھر دھوری یاونی کو گیا۔ دو مہینے تک اسپر حملہ کرتا رہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ٹھاکر نے مسلمانوں پر سونے چاندی کی گولیاں چلائیں۔ آخر کو وہ یہاں سے بھی بھاگا اور کوہستان گھوں دوہیں چلا گیا۔ اور اپنی بیٹی کی شادی راؤ ایدر سے کردی)۔ بادشاہ نے اوسکے ساڑھے تین سو دہات ضبط کر لئے۔

مگر میرے رشتہ مندوں میں بعض لڑکیاں بادشاہ کے لایق ہیں اُنمیں سے کسی کا بادشاہ سے بیاہ کرادونگا۔ بادشاہ نے کہا خواہ کچھہ ہی ہو تو اپنی لڑکی کو مجھ سے بیاہ۔ ٹھاکر نے ہرچند عذر لڑکی کی چھوٹی عمر ہونے کے کیئے مگر بادشاہ نے ایک نہ مانا تو اوسنے قبول کرلیا۔ ٹھاکر اپنے گھر گیا۔ بادشاہ نے ورہو اور جینیو کو بلا کر کہا کہ تم کہتے تھے کہ سامنت سنگہ مجھسے بیٹی بیاہنے پر راضی نہیں ہوگا وہ تو راضی ہوگیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اوسنے قبول تو کرلیا مگر راجپوتوں کے ایک رسم ہوتی ہی کہ دُلہن کے لئے کچھ کپڑے اور جواہر بھیجتے ہیں اوسکو بسنت کہتے ہیں۔ اگر سامنت سنگہ اس بسنت کو لے لے تو ہم جانیں کہ بیاہ کا فیصلہ ہوگیا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد شاہ پاس سامنت سنگہ آیا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اپنی لڑکی کے لئے بسنت لے تو اوس نے کہا کہ میں گھر جاکر لے لونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اپنے گھر بسنت کو ساتھ لیجاؤ۔ ٹھاکر کو زبردستی بسنت دیگئی۔ بادشاہ نے پھر بھائیوں کو بلاکر کہا کہ تمہارا کہنا جیسے پہلی دفعہ جھوٹ ہوا تھا کہ سامنت سنگہ اپنی بیٹی بیاہنے پر راضی نہیں ہوگا۔ ایسی دوسری دفعہ جھوٹ ہوا کہ وہ بسنت نہیں لیگا، اوس نے بسنت لے لی۔ پھر ان بھائیوں نے کہا کہ اب وہ بیاہ کی تاریخ نہیں ٹھیرائیگا دوسری ملاقات میں بادشاہ نے سامنت سنگہ سے کہا کہ بیاہ کی تاریخ مقرر کردے تو اوسنے عرض کیا کہ میں دس مہینے سے یہاں آیا ہوا ہوں میں گھر جاؤنگا اپنی آمدنی کو دیکھونگا ایک سال میں شادی کا سامان تیار کرونگا۔ میرے پاس بالفعل بادشاہ کے ساتھ لڑکی کی شادی کرنیکے لئے کچھ نہیں ہی۔ کچھ انتظار فرمائیے۔ بادشاہ نے کہا کہ خزانہ سے جسقدر روپیہ کی ضرورت شادی کے لئے ہو لیجا اور تاریخ مقرر کردے اوسنے جواب دیا کہ حضور اگر میں روپیہ اس کام کے لئے خزانہ سے لونگا تو میری ساکھ میں فرق آئیگا۔ بادشاہ نے زبردستی اوسکے ساتھ خزانہ کا ایک اونٹ کردیا۔ اس سے سامنت سنگہ نے بیول میں ایک قلعہ جنگی بنایا اور بارود گولی جمع کی۔ اوسنے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اب آؤ اور لڑکی کو بیاہ لے جاؤ بیول سے چودہ میل پر ایک پہاڑی نہایت خطرناک جگہہ میں تھی۔ وہاں ایک قلعہ تھا جسکو دہوری یا دتی کہتے تھے۔ اس میں ایک بڑا محل اوسنے بنایا اور زمین کے اندر ایک بڑا غار کھدوایا

ہوئے تھے اونہوں نے چھیڑ سے کہا کہ یہ کون مُنہ چھپائے جاتا ہے۔ سامنت سنگھ نے یہ سُنکر کہا کہ میں کیوں اپنا منہ چھپاؤں۔ وہ اپنا مُنہ چھپائیں جنھوں نے مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں اور بیٹیوں کی شادیاں کردی ہیں۔ ورہو اور جیتو یہ سُنکر بڑے خفا ہوئے اور اور اونہوں نے قسم کہائی کہ اگر سامنت سنگھ کی بیٹی کسی مسلمان سے نہ بیاہی جاویگی تو ہم اپنا نام ورہو اور جھیتو نہ رکھینگے اور ذلیل ہو جائینگے۔ سامنت سنگھ اپنے گہر چلا گیا۔ باگھیلہ بھائیوں نے موقع پاکر بادشاہ سے کہا کہ بیولا کے سردار نے اونکو اسطرح طعنہ دیا ہی اوسکا علاج یہی ہی کہ بادشاہ اوسکی بیٹی سے شادی کرے۔ اوسکی عمر چودہ برس کی ہے اور خوبصورتی بیں مشہور ہے بادشاہ نے اونکی التماس کو قبول کرلیا اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ سامنت سنگھ جب دربار میں آوے تو اوس سے درخواست کرنا کہ وہ اپنی بیٹی سے میرا بیاہ کردے۔ امیروں نے جواب دیا کہ حضور سامنت سنگھ جنگل کا رہنے والا ہے۔ وہ ہماری درخواست کو کب سنے گا۔ ہمکو نہایت مشکل ہی کہ اوس سے یہ درخواست کریں تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا جب وہ دربار میں آئے تو مجھے یہ بات یاد دلانا۔ میں اوس سے خود کہونگا۔ ایک دن دربار میں سامنت سنگھ آیا۔ امرا نے بادشاہ کو امر مذکور یاد دلایا۔ اوسنے سامنت سنگھ سے پوچھا کہ تیرے کتنے بچے ہیں اوسنے جواب دیا کہ میرے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ لڑکی کی عمر کتنی ہے ٹھاکر نے جواب دیا کہ سات برس کی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ راجپوت اپنی کنیوں کے بیاہنے میں بہت دیر کیوں لگاتے ہیں تو اوسنے جواب دیا کہ لڑکی کے بیاہنے میں میرے دو تین ہزار روپیے خرچ ہونگے اسقدر روپیہ بچانا مجھے مشکل ہے۔ اور سوا اسکے اگر لڑکی کی چھوٹی عمر میں شادی کردی جائے اور وہ مرجاوے تو ناحق روپیہ اکارت جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا سامنت سنگھ اپنی لڑکی تو مجھے بیاہ دے۔ تو ٹھاکر نے کہا کہ حضور نے خوب ارشاد کیا میں جانتا ہوں کہ ہندو راجاؤں کی بہت سی لڑکیاں حضور کی حرم میں ہیں جیسے کہ کلول کے راجہ کی اور ایدر کے راجہ کی اور اور راجاؤں کی۔ اگر میری لڑکی بھی اونکے ساتھ ہو تو اوسکی خوش نصیبی ہی۔ مگر ابھی میری لڑکی عمر میں چھوٹی ہی۔ اور اوسکی صورت بھی حضور کی پسند کے لایق نہیں۔

بادشاہ نے ان بھائیوں پاس آدمی بھیجکر بے اعتمادی کی وجہ کو اونسے پوچھا۔ باکھیلوں نے کہا کہ جب تک کفالت عمدہ نہ کیجائیگی ہم نہیں آئینگے۔ بادشاہ نے اپنے بعض امیروں کو کفالت میں بھیجدیا تو راجپوت شہر کی طرف آئے۔ شام کا وقت تھا اور رستہ بھی تنگ تھا کہ ایک پٹھانی چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے چلی جاتی تھی۔ جب اوسنے سواروں کو دیکھا تو اوسنے چھپنے کی جگہہ تلاش کی مگر کوئی جگہہ نہ ملی تو اوسنے یہ خیال کیا کہ یہ حیا کا مقتضا نہیں ہے کہ غیر آدمی پٹھان کی لڑکی کی صورت دیکھے وہ کنوئیں میں گر پڑی۔ اوسکے گرنے کی آواز سنکر لوگ آئے اور اوسکو باہر نکالا تو معلوم ہوا کہ وہ کون تھی اور کیوں کنوئے میں گری تھی۔ تو ورہوا اور جیتو کو اعتماد ہوا کہ ایسی عورت کی اولاد کی کفالت پر اعتماد ہوسکتا ہے۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آئے۔ اوسنے اونکے پرانے کپڑے اوتروائے اور نئے کپڑے پہنائے انکے پرانے کپڑوں میں سے دو سیر جوئیں نکالی گئیں۔ جنگل میں راجپوت ایسی مصیبت اُٹھاتے تھے۔

یہ دونوں بھائی جانتے تھے کہ بادشاہ اونسے کسطرح خوش ہوگا اسلئے اونہوں نے اپنی بہن لالا کا بیاہ بادشاہ سے کردیا۔ بادشاہ نے اونکو کلول میں پانچ سو دہات دیدیئے اور انسے پوچھا کہ ان دہات کو وہ کس طرح آپس میں تقسیم کرینگے تو ورہوا اور جیتو نے کہا کہ رسم کے موافق بڑا بھائی بڑا حصہ بہ نسبت چھوٹے بھائی کے لیگا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس رسم کی اصل کیا ہے تو چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ اوسکی وجہ زور ہے۔ احمد شاہ نے کہا کہ دونوں بھائیوں نے مصائب برابر اُٹھائے ہیں اسلئے دونوں کو برابر حصہ لینا چاہیے ورہو نے ڈھائی سو دہات کلول میں لیے اور چھوٹے بھائی نے ڈھائی سو دہات سانند میں لئے۔ بھائیوں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ بڑے بھائی کے حصہ میں اچھی پیداوار کی زمین آئی مگر بتدریج چھوٹے بھائی کی زمین میں گیہوں اچھے پیدا ہونے لگے اور بڑے بھائی کی زمین میں ادنیٰ اناج بھی مشکل سے پیدا ہوتے۔ بعد اسکے ایک ٹھاکر جسکے پاس تین سو پچاس دہات تھے اور اسکا نام بیولا سامنت سنگھ تھا۔ بادشاہ کے محل کے نیچے سڑک پر جاتا تھا۔ گرمی کا موسم تھا دہوپ چلچلاتی پڑرہی تھی اوسنے اپنے سر پر کپڑا ڈال لیا تھا ورہوا ور جیتو ایک کھڑکی میں بیٹھے

بے عزت کروگے تو میں مرجاؤنگی۔ نہیں تو میں شہر میں جاکر فوراً تمہاری زمینیں تم کو دلا دونگی۔
اُس نے اس بات پر قسم کھائی تو سوار چلے گئے۔ جب بیگم کی سپاہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ باگھیلوں
پر حملہ کرنے کو تیار ہوئے۔ مگر بیگم نے منع کردیا کہ راجپوتوں کو ستاؤ نہیں۔ بیگم اپنے شہر میں گئی اور
رات کو اپنے محل میں خفا خفا بیٹھی اور روشنی کو بھی منع کردیا۔ بادشاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو
وہ اس پاس آیا اور اُس سے پوچھا کہ خیر تو ہے آج کیا ہوا۔ اُس نے اپنی ساری کہانی سنائی
کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ان بھائیوں کو ان کی زمینیں دلوا دونگی۔ آپ اُن کو بلوائیے اور
اُن کی زمینیں واگذاشت کیجئے۔ اگر وہ میری گاڑی کو لے جاتے تو پھر بادشاہ کی عزت کہاں
قایم رہتی۔

بادشاہ نے احمد آباد میں ان بھائیوں کو عزت کے ساتھ بلایا۔ اور اُن کو خلعت دینے
کا وعدہ کیا۔ بیگم نے ان کو کہلا بھجوایا کہ وہ پالڑی میں سفید چاہ کے قریب ٹھیریں صبح کو میں
باندھیر یعنی اُول اُن پاس بھجواؤنگی۔ اُنہوں نے یہی کیا۔ بادشاہ کے حکم سے اُس کے وزیر مانک چند
اور موتی چند وہاں گئے اور ایک باغبان کی معرفت درہوجی اور جیتوجی کو اپنے پاس بلوایا
باگھیلوں نے اُن سے پوچھا کہ اس بات کی کیا کفالت ہے کہ ہم گرفتار ہوکر قید خانہ میں ڈالے جاینگے
وزرا نے کہا کہ ہم خود کفالت ہیں کہ نہ آپ پکڑے جائینگے نہ قید خانہ میں ڈالے جائینگے۔ اُنہوں
نے قسم کھائی اور اُن کو شہر کی طرف لائے۔ شام کے وقت وہ شہر کے دروازہ میں آئے
وہاں اُنہوں نے سڑک کے ایک طرف ایک عورت کو بے پردہ بیٹھے دیکھا۔ باگھیلوں نے پوچھا
کہ یہ کس قوم کی عورت ہے۔ وزرا نے جواب دیا کہ وہ برہمنی یا بنینی معلوم ہوتی ہے تو راجپوتوں
نے وزیروں سے پوچھا کہ آپ کی قوم کیا ہے تو اُنہوں نے کہا کہ بنیا تو درہو نے جیتو سے کہا
کہ بھائی یہ وزیر اس عورت کی اولاد میں سے ہیں کہ وہ کُھلے دن میں اس طرح بے پردے
بیٹھی ہے اگر بادشاہ ہم کو پکڑ کر بندی خانہ میں ہم کو بند کردیگا تو اُن کو کیا شرم آئیگی اس لئے بہتر
ہوگا کہ یہاں سے ہم اولٹے چلے جائیں۔ اُنہوں نے وزرا سے کہا کہ ہم تمہاری کفالت پر اعتماد نہیں
کرتے اس لئے وہ پھر سفید چاہ پر آگئے۔ وزرا نے بادشاہ سے یہ سرگذشت بیان کی

بہت کوشش کرتا تھا مگر کامیاب نہ ہوتا۔ آخر کو ان سرکشوں کی محتاج زندگی میں کمی ہوئی
جن سے اُن کو بہت تکلیف ہوئی اور اُن کے سوار بھی مر گئے۔ احمد آباد اور کری کے درمیان
سڑک پر سانتج کے قریب ایک گاؤں ناش مدتھا۔ اُس کے تال پر یہ دونوں بھائی ایک
رات کو پہونچے۔ بہت سویرے صبح کو ایک بھنڈاری اکھو راجپوت کی کھات کی گاڑی اپنے کھیت
کو لئے جاتا تھا۔ باگھیلہ کے نوکر نے جب گاڑی کو نزدیک آتے دیکھا تو وہ چھپ گیا۔ گاڑیبان
نے اکھو سے کہا کہ یہاں لوٹیرے آئے ہوئے ہیں جلدی سے یہاں سے نکل جاؤ۔ اکھو نے کہا
کہ لوٹیروں سے ڈر نہیں۔ ان میں کوئی راجپوت میری مانند نہیں ہے اگر ہوتا تو تین دن میں اپنے
گراس (زمین) کو پھر حاصل کر لیتا۔ ایک باگھیلہ کے نوکر نے یہ بات سن کر اپنے سرداروں سے
جا کہی۔ اُنہوں نے اس راجپوت کو بلایا۔ اکھو بھنڈاری ان بھائیوں کے پاس آیا۔ انہوں نے
اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کہا تھا تو وہ اپنے دل میں سوچا کہ میں نے تو ایک ہنسی سے بات
کہی تھی مگر یہاں اب اُس کے کہنے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اُس نے کہا کہ میرے سوامی میں نے
یہ کہا کہ اگر میری مانند کوئی راجپوت تم میں ہوتا تو اپنی زمینوں کو تین دن میں پھر لے لیتا۔
یہ سنکر بھائیوں نے راجپوت سے کہا کہ ہم تجھکو ایک ہزار روپیہ کا گھوڑا دیتے ہیں اور جو کچھ تو مانگے
وہ دینگے تو ہمارے ساتھ چل۔ وہ اُس کو لیکر احمد آباد کی طرف چلے۔

جمعہ کے روز بادشاہ کے اہل حرم اور امیرزادیاں سرکیج کے قریب ایک مقدس مزار
کی زیارت کو آیا کرتی تھیں۔ پانچسو گاڑیوں میں وہ سوار ہوتی تھیں اور بڑا چوکی پہرا اُن کے ساتھ
ہوتا تھا۔ ساری گاڑیوں سے کچھ فاصلہ پر ملازم رہتے تھے۔ یہ مستورات مزار کی زیارت کو
جاتی تھیں۔ اکھو بھنڈاری نے ان بھائیوں سے کہا کہ تم ان عورتوں کو نہیں گرفتار کروگے
تو تم کو تمہاری زمین پھر نہ ملے گی۔ ان مستورات کی گاڑیاں مزار کے احاطہ میں داخل ہوئیں
تو راجپوت سواروں نے جا کر اُن کو گھیر لیا۔ بادشاہ کی بیگم نے پوچھا کہ تم کون ہو تو انہوں نے
کہا کہ ہم درہو اور جلیو ہیں ہماری آبائی ریاستیں ضبط ہو گئی ہیں۔ اب ہم نے مرنے کو جی میں
ٹھان لیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ان گاڑیوں کو پکڑ کر لے جائیں۔ بیگم نے کہا کہ اگر تم مجھ کو

شائستہ ہوگیا تھا۔ اُن کے ساتھ ایسی زبردستی نہیں کرنی پڑتی تھی۔

مراۃ احمدی میں لکھا ہے کہ سلطان علاء الدین کے زمانہ میں اُس ملک میں مذہب اسلام داخل ہوا جو نہروالہ پٹن کے مغرب سے بڑوج کے مشرق تک پھیلتا ہے۔ مگر پھر بھی بہت سے مقامات میں کفر ہی مروج تھا۔ سلاطین گجرات کی سعی سے بتدریج اس کفر کی ضلالت دور ہوئی اور سلطان احمد شاہ کی عرق ریزی سے بہت سے کافر نور ایمان سے منور ہوئے ۸۱۴ھ میں ملک تحفہ کو تاج الملک کا خطاب دیکر خاص حکم اُس کو یہ دیا کہ وہ کافروں کے بت خانوں کو ڈہا دے اور گجرات میں اسلام کی حکومت و سطوت دکھادے۔ اُس نے اس اپنے فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ فرشتہ نے لکھا ہے کہ ممالک گجرات کا ضبط اُس نے ایسا کیا کہ کل مملکت میں گراس اور میواس نام کو باقی نہیں رہے گراس اور میواس دو فرقے زمینداروں کے تھے جن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ رعیت اور متعلقین سمیت اپنے گانوں کو چھوڑ کر اور ویران کر کے کسی ایسی پناہ گاہ میں چلے جاتے تھے کہ وہاں بیٹھے غارت گری کرتے تھے اور اُسکی سزا سے بچے رہتے تھے جب اُنکو مسلمانوں کی سپاہ نہایت تنگ کرتی تھی تو وہ خراج دیتے تھے۔

احمد شاہ کے باب میں ہندبھاٹوں اور کبیشروں نے زٹل قافئے بنا رکھے ہیں گو وہ سچی تاریخی پیرایہ سے معرا ہیں مگر بعض خانگی امور ان میں ایسے لکھے ہیں کہ اُن سے اس زمانہ کا حال معلوم ہوتا ہے اُن کو ہم نیچے لکھتے ہیں۔

احمد شاہ کا ہندو رئیسوں کی لڑکیوں سے بیاہ کرنیکے لئے چاپلوسی کرنا

بھاٹ و کبیشروں کے بیان کی سند پر ہم لکھتے ہیں کہ جب بادشاہ نے مملکت باگھیلہ کو لے لیا تو اُس خاندان میں دو بھائی بر ہوجی اور جیتوجی نے سرکشی کے لئے سر اُٹھایا۔ انہل واڑا پٹن کے قریب ایک ملک تہل کہلاتا تھا اس میں اپنے کنبے کو خیر و عافیت سے رکھنے کے لئے ایک بھائی نے بھیلری گڈہ اور دوسرے بھائی نے سرد ہار کو پسند کیا اسی سبب سے ایک بھائی کی اولاد بھیلاریہ اور دوسرے کے سردہار باگھیلہ کہلاتی تھی یہ سردار اپنے کنبے کو چھوڑ کر اور ڈیڑھ سو سواروں کے قریب ساتھ لیکر احمد آباد تک لوٹ مار کرتے تھے۔ کبھی دن کو کبھی رات کو احمد آباد کے دہات لوٹتے تھے اور کبھی آدمیوں کو پکڑ کر لے جاتے تھے۔ سلطان احمد شاہ اُن کی تنبیہ کے لئے

ترجمہ یہ ہے کہ سورتھ میں پانچ رتن ہیں گھوڑے، دریا، عورتیں، سومناتھ، ہری مسلمان بھی اُسکی تعریف میں خاموش نہیں ہیں۔ مرآۃ سکندری میں لکھا ہے کہ زرخیز و شاداب ملکوں مالوہ اور خاندیس اور گجرات کی بہ نسبت سورتھ میں زیادہ دولت ہے۔ اس میں اُن ملکوں کی ساری عمدہ اور بیش قیمت چیزیں ہر جگہ نظر آتی ہیں وہ ان ممالک کی زمین کی ساری خوبیوں میں برابر ہے۔ مگر یہ فضیلت و فخر اسی کو حاصل ہے کہ اس میں بندرگاہ ہیں جن سے تاجر دولت کماتے ہیں اور اُن کی بدولت خشک ملکوں میں عیش و عشرت و آسایش و آرایش کا اسباب بہم پہنچتا ہے جس کی ضرورت اس ملک کو ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان احمد شاہ نے کوہ گرنار کے قلعہ کی بڑی تعریف سنی تھی وہ اُس کے دیکھنے کا کمال اشتیاق رکھتا تھا۔ اب تک یہاں کے کسی راجہ نے مسلمانوں کی اطاعت نہیں کی تھی۔ یہاں کے راجہ نے شیر ملک باغی کو پناہ دی تھی اس لئے احمد شاہ کو اس ملک پر حملہ کرنے کے لئے یہ خاصہ سبب ہاتھ آگیا تھا۔ جب احمد شاہ کوہستان کے قریب آگیا تو اُس کا مقابلہ ہندو راجہ نے کیا۔ مگر مسلمانوں کی جنگ کے تند سیلاب میں کہیں اس کا پیر نہ جما۔ اب تک اُس نے مسلمانوں کی لڑائی کا صدمہ اُٹھایا نہ تھا اُس کو شکست ہوئی اور قلعہ گرنار دگرتال تک اُس کا تعاقب کیا گیا۔ اب اس قلعہ کو جوناگڈہ کہتے ہیں۔ سپاہ اسلام نے قلعہ کے نیچے آکر اہل قلعہ کو ایسا تنگ کیا کہ راجہ نے تحفہ تحائف بھیجکر سالانہ خراج دینا قبول کیا۔ سلطان نے دو سگے بھائیوں سید ابوالخیر و سید ابوالقاسم کو تحصیل مال کے واسطے مقرر کیا۔ گجرات کے مختلف حصوں میں ہندو زمیندار پھیلے ہوئے تھے جن کے تھوڑے یا بہت دہات تھے اُن کے مطیع کرنے پر احمد شاہ متوجہ ہوا۔ بعض ان زمینداروں میں سے پہاڑوں اور جنگلوں اور قدرتی حصاروں میں رہتے تھے جو نہایت دشوار گذار تھے وہ خراج نہیں دیتے تھے جب تک کہ اُن کے سر پر لشکر نہ چڑھے۔ بعض زمیندار جو ایسے مشکل مقامات میں نہیں رہتے تھے۔ وہ اپنی زمین کو چھوڑ کر ملک میں قزاقی و رہزنی کا کام کرتے تھے اُن کے پیچھے سپاہ پھرتے پھرتے تھک جاتی تھی آخر کو مصالحت پر راضی ہو جاتی تھی اور اُنکی منضبط جاگیریں ان کو پھر دی جاتی تھیں۔ جب اُن کے سر پر سے سپاہ اُٹھ جاتی تو پھر وہی اپنا خودسری کا طریقہ اختیار کرتے تھے۔ بعض زمیندار مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا طریقہ کچھ

ہوشنگ کے دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ جب موضع باند ہوئیں پہنچا جو نواحی چنپانیر کے نزدیک ہے تو اُس نے عماد الملک سمرقندی کو ایک فوج بزرگ کے ساتھ اپنے سے پہلے سلطان ہوشنگ سے لڑنے کو بھیجا۔ جب اُس نے سنا کہ سلطان احمد کا غلام اُس سے لڑنے آتا ہی تو اپنی شان کو ارفع سمجھکر اپنی ولایت کو مراجعت کی عماد الملک نے اس جماعت کو مقید کیا جو اس فساد کی محرک اور باعث تہی اُس کو بادشاہ کی خدمت میں لایا ہوشنگ نے مراجعت کے لئے ناحق کا بہانہ بنایا ورنہ وہ بھی اپنا کوئی غلام احمد شاہ کے غلام سے لڑنے کو بھیجدیتا اور جب احمد شاہ اپنے غلام کی مدد کو آتا تو یہ اپنے غلام کی کمک کو جاتا۔ جب ہوشنگ بھاگ گیا تو اور امرا بھی اُس کے احمد شاہ کے امرا کے سامنے نہ ٹھیرے بھاگ گئے۔ شہزادہ لطیف خاں اور نظام الملک نے شیر ملک احمد سرکھی کا تعاقب کیا وہ وساوس نفسانی وخطرات شیطانی سے باغی ہوئے تہے۔ اُن کے گھر پر جاکر اُن کے احمال اور اثقال پر وہ متصرف ہوئے۔ آخر ناچار ہوکر شیر ملک اور احمد شیر کھی پھر کر لڑے اور شکست پائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ شیر ملک نے پیچھے سے دشمن پر شب خون مارا مگر مقصد نہ حاصل ہوا۔ اور ایک جماعت کو مار کر راجہ گرنال (صحیح نام گرنار ہے) پاس بھاگ گیا احمد شاہ اپنی دار السلطنت کو آیا۔

سورٹھہ کا دیس ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ ہندؤں کو عزیز رہا ہے۔ اس کو دینا میں وہ اپنا بہشت جانتے ہیں۔ اس سرزمین میں صاف دریا بہتے ہیں۔ اس میں اچھی نسل کے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں خوبصورت پیاری پیاری شکل کی عورتیں ہوتی ہیں جین اس کو مقدس جانتے ہیں۔ اُن کے دیناناتھ اور ارشت نمی کی سرزمین وہ ہے اور اور ہندؤ اُس کو متبرک اس لئے سمجھتے ہیں کہ اُن کے مہا دیو اور سری کرشن کا دیس ہے۔ ترتھنکر کے پیرو یعنی جین مقدس پہاڑ گرنار اور شترنجائی کی جاترا کو آتے ہیں اور وشنو کے چیلے سورٹھہ کا خیال ایسا رکھتے ہیں کہ ہر صبح کو ماتھے پر گوپی چندن کا تلک لگاتے ہیں۔ شوہ کی پوجا کرنے والے سورٹھہ کے سنکہہ ہیں فتحمند شنکر کی زمزمہ سرائی کرتے ہیں! ور راجپوت اور بہاٹ راکھنگار کی بہادری کی تعریف کرتے ہیں اور رانگ دیوی کی قسمت کے لئے روتے ہیں اور ہر شام کو دہات کے درختوں کے نیچے سورٹھہ کی ستایش میں یہ اسلوک پڑھتے ہیں جس کا

ملازمت کریں۔ سلطان احمد شاہ اُن کے مکر و حیلہ سے غافل تھا اُس نے اپنے امراء کبار کو حسب الالتماس اُن کے قلعہ کے دروازہ کے قریب بھیجدیا۔ فیروز خاں کے وکیل ملک بدر اور انکس خاں آئے ملائمت کی باتیں کیں اور دریچہ قلعہ کھولا امراء احمد شاہی سوار اُن کے نزدیک گئے اور باتوں میں مشغول ہوئے کہ ناگاہ ایک جمعیت خندق کی کمین سے نکلی اور اُن کی طرف متوجہ ہوئی اژدر خاں وعزیز الملک تو گھوڑے بھگا کر احمد شاہ پاس پہنچے۔ نظام الملک و سعید الملک گرفتار ہوئے۔ جب اُن کو قلعہ میں لے جاتے تھے تو وہ پکار پکار کہتے کہ ہم خود گرفتار ہوئے ہیں سلطان ہمارے حال کا لحاظ کچھ نہ کرے اور قلعہ پر تاخت کرے کہ وہ ایک حملہ میں ہاتھ آجائیگا۔ ملک بدر نے ان دونوں کے پانوں میں زنجیریں ڈالکر ایک اندھیرے گھر میں بند کیا وہ سمجھتا تھا کہ جب تک یہ امیر قید رہینگے اہل قلعہ احمد شاہ کے ہاتھ سے محفوظ رہینگے۔ احمد شاہ نے جنگ سلطانی کرکے ایک دن میں قلعہ کو فتح کرلیا۔ ملک بدر وانکس خاں کو مار ڈالا۔ نظام الملک و وسعید الملک دونوں سلامت نکلے اور احمد شاہ کی ملازمت میں مستعد ہوئے۔ فیروز خاں و رن مل دونوں جنگل وکوہ ایدر میں چلے گئے بعد چند روز کے رن مل راجہ ایدر نے اپنے کام کا علاج یہ کیا کہ فیروز خاں کے ساتھ غدر کیا اور اُس کے ہاتھیوں اور خزانہ کو لیکر سلطان احمد شاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ مالگزاری کے لئے عجز وزاری شروع کی۔ سلطان فتح پا کے احمد آباد میں آگیا۔ فیروز خاں بھاگ کر ناگور میں گیا اور وہاں کے حاکم کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

۸۱۶ھ ۱۴۱۳ء میں ملک شیر و ملک بھیکن و آدم خاں افغان و ملک عیسی سالار نے فتنہ خوابیدہ کو بیدار کیا متمرد زمینداروں کو اپنا یار بنایا اور ولایت گجرات میں تاخت و تاراج شروع کی اس زمانہ میں راجہ منڈل وراجہ نادوت وبدھواں نے سلطان ہوشنگ پاس اپنے آدمی بھیجکر گجرات کی تسخیر کے لئے تحریص کی۔ سلطان ہوشنگ نے احمد شاہ کے حقوق سابق کو بالائے طاق رکھا اور گجرات کی طرف متوجہ ہوا اور اُس کی خرابی و تاراج میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی سلطان احمد نے تو راجہ جلواڑہ پر فوج کشی کی تھی اب اُس نے دیکھا کہ فتنہ غبار دونوں طرف سے اُٹھا تو اپنے ایک ایک امیر کو ہر جگہہ کے امیر سے لڑنے کے لئے بھیجا اور خود سلطان

استشارہ لیکر سابرمتی کے کنارہ پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام احمدآباد رکھا۔ وہ تھوڑی مدت میں آباد ہوگیا اور سلاطین گجرات کا دار الملک بن گیا۔ قصبہ اساول اس شہر کا ایک محلہ ہوگیا۔ بلدہ کے سرے پر کہ دربار شاہی سے متصل ہے تین طاق کلاں خشت پختہ بنائے اور اُس کا نام ترپولیہ رکھا۔ بازار ایسا چوڑا بنانا کہ اُس میں گاڑیاں پہلو بہ پہلو جاسکتی ہیں کائیں پکی اینٹ کی بنائیں اور اُن پر گچ کاری کی۔ قلعہ و جامع مسجد بنائی۔ شہر سے باہر ۳۶۰ پورے آباد کئے۔ ہر پورہ میں مسجد و بازار اور دیوار بند بنائے۔ اس میں یہاں کے بادشاہوں اور بزرگوں کی عمارات گچ و خشت پختہ سے بنی ہوئی ہیں اور اکثر گھر مٹی کے ہیں۔ غرض یہ شہر معمور ہے اور بعض خصوصیات میں ہندوستان میں بے نظیر ہے۔

۸۱۵ھ میں کچھ دن باقی تھے کہ فیروز خاں وہیبت خاں نے ملک بدر علاء کے بہکانے سے بغاوت کے گھوڑے چمکائے۔ راجہ ایدر رن مل رائے پانچ ہزار سوار اپنے ساتھ رکھتا تھا اُس کو اپنے ساتھ اس وعدہ پر متفق کیا کہ قلعہ ایدر اُس کو عطا کیا جائیگا۔ سید ابراہیم المخاطب بہ رکن الدین خاں جاگیردار مہراسہ کو بھی اپنے ساتھ یک جہت کر کے خوب جمعیت فیروز خاں نے بہم پہنچائی۔ سلطان احمد شاہ نے لشکر کو جمع کیا اور مہراسہ پر متوجہ ہوا۔ اثناء راہ میں رکن الدین خاں کے بہکانے سے فتح خاں احمد خاں سے برگشتہ ہوکر فیروز خاں سے مل گیا۔ احمد شاہ جب باغیوں کی حدود میں آیا تو اُس نے علماء کی ایک جماعت کو بدر اور رکن الدین خان پاس بھیجا کہ پردۂ غفلت کو اُن کی نظر بصیرت سے اُٹھاکر راہ راست پر ہدایت کریں۔ مگر ان علماء نے مدعا کے موافق جواب نہ پایا وہ دلگیر ہوکر سلطان احمد شاہ پاس آئے۔ وہ افواج وصفوف کو آراستہ کر کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس طرف سلطان کے مقابلہ میں بڑے بڑے آدمی آئے ابھی سیف وسنان کی استعمال کی نوبت نہیں آئی تھی کہ احمد شاہ کی صولت بادشاہی اُن کے دل میں ایسی بیٹھی کہ وہ قلعہ میں بھاگ گئے۔ احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور چند دفعہ آدمی بھیجکر صلح کی ترغیبیں دیں۔ ملک بدر اور انکس خاں نے مکر وغدر سے پیغام دیا کہ فلاں فلاں امیر قلعہ کے نزدیک آنکر عہد و قرار کریں تو ہماری خاطر جمع ہوکہ ہم باہر آنکر سلطان کی

۵۰۰۰ روپئے یا ۶۶۶۶۶ روپئے کے ہوے) بیاک داس اور جیون داس کی رہنموئی سے زمینداروں کو گھوڑے وخلعت اور فرمان بھیجے گئے اور اطاعت پر دلالت کی گئی۔ سلطان احمد شاہ نے باوجود عنفوان شباب کے کام میں عجلت نہیں کی اور ایک جماعت کے ساتھہ ایک مکتوب نصیحت آمیز فیروز خاں پاس بھیجا۔ مگر اس پند و وعظ کی شراب نے فیروز کے مزاج میں کوئی نشہ پیدا کیا۔ آدم بھنگر کچھ آدمیوں کے ساتھہ اُن کے دفع کرنے کو مامور ہوا مگر اُس کو شکست فاحش ہوئی۔ بنایک داس کے نام فتح ہوئی جس سے اُس کو نہایت نخوت ہوئی۔ امرا کو اس کے تسلط کی تاب نہیں ہوئی۔ سب نے اُس کو ملکر قتل کر ڈالا۔ اکثر آدمی فیروز خاں سے جدا ہو کر احمد شاہ پاس چلے گئے۔ فیروز قلعہ بروج میں متحصن ہوا۔ سلطان احمد شاہ نے پھر ایلچی فیروز خاں پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ خداگان کبیر مظفر شاہ نے اس دیار کے حل و عقد کی باگ مجھہ بے مقدار کے قبضہ اقتدار میں دی ہے الحمد اللہ کہ امرا کی اطاعت و انقیاد سے اور موافقت ایام سے سلطنت کو استحکام لاکلام ہو گیا ہے تجھکو چاہئے کہ عمرو زید کے جمع ہونے پر فریفتہ نہ ہو اور اپنے افعال و اعمال قبیحہ سے نادم ہو کر اعتذار کا دامن پکڑ۔ سرکشی کی بد انجامی سے خوف کر اور اقطاع جو مظفر شاہ نے ہر ایک کو دی ہیں اُس پر قانع اور میرے الطاف کا مترصد ہو۔ اس ایلچی کے آنے اور پیغام سنے کے بعد سب نے سوچا اور ہیبت خاں کہ سلطان کا سگا چچا تھا بھتیجے پاس گیا اور اپنی ندامت کو ظاہر کیا۔ سلطان نے اُس پر نوازش کی۔ سب امرا کے جرایم معاف کردئے اور اپنی اپنی جاگیروں میں اُن کو آباد کیا۔

احمد شاہ کا ارادہ پٹن جانے کا تھا کہ اُس نے سنا سلطان ہوشنگ جس کو فیروز خاں نے مدد کے لئے طلب کیا تھا۔ اپنے دار الملک سے چلکر گجرات کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے عماد الملک کو لشکر کثیر کے ساتھہ کارزار کے لئے بھیجا اور خود بھی پیچھے ایک جماعت صوری و معنوی کے ساتھہ روبراہ ہوا۔ جب ہوشنگ کے نزدیک عماد الملک آیا تو اُس نے کوچ پر کوچ بے توقف و درنگ نہایت خجالت و انفعال کے ساتھہ اپنے دیار کو کئے تو عماد الملک چلا آیا تو سلطان احمد شاہ اساول آگیا۔ ۸۱۵ھ کے آخر میں شیخ احمد کنبوہ سے استخارہ و

کو اپنے پوتے احمد شاہ کو سپرد کیا اور حکم دیا کہ کسی قلعہ میں اسے محبوس کرے - احمد شاہ نے حکم کی تعمیل کی چند مہینے کے بعد اس پوتے نے دادا کو عریضہ اپنے ہاتھ سے لکھا اُس میں ہوشنگ کی رہائی کی درخواست کی دادا نے پوتے کی درخواست منظور کی اور نصرت خاں کو بلالیا۔ اور ہوشنگ کو چتر سفید و سراپردہ سرخ اور تمام لوازم شاہی دیکر مالوہ و منڈو بالکل اسے دیا اور احمد شاہ کے ہمراہ اس کو روانہ کیا کہ وہاں جاکر اُس کو تخت پر بٹھا کے گجرات میں چلا آیا۔

صفر ۸۱۴ھ ۱۴۱۱ میں مظفر شاہ بیمار ہوا۔ جب اُس نے جانا کہ یہ مرض الموت ہے تو وصیت کی اور اپنے فرزندوں میں سے احمد شاہ میں زیادہ قابلیت دیکھی اس کو اپنا ولیعہد کیا اور ربیع الاول کو ۷۱ سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اُس کی مدت ایالت ۲۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

ذکر سلطنت احمد شاہ

دہلی میں ۷۹۳ھ ۱۳۹۰ میں پیدا ہوا تھا ۲۱ سال کی عمر میں دادا کے مرنے کے بعد بادشاہ ہوگیا۔ منتخبات التواریخ میں اور مرآۃ سکندری میں لکھا ہے کہ ظفر خاں کا بھائی شمس خاں تھا جو چتور کی لڑائی میں مارا گیا تھا اُس کا بیٹا فیروز خاں تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مظفر خاں کا بیٹا تھا بھتیجا نہ تھا۔ جب ۸۱۵ھ ۱۴۱۲ میں اُس نے احمد شاہ کے جلوس کی خبر سنی تو علم بغاوت بلند کیا۔ اور حسام الملک و ملک شیر و کریم خسرو و جیونداس و بنائک داس کھتری کو اپنے ساتھ متفق کیا یہ امرائے مظفری مشاہیر میں سے تھے اور شرارت ذاتی و فتنہ انگیزی میں موصوف و معروف تھے اُن کے ذریعہ سے سپاہ جمع ہوئی یہ سب کھنبات میں گئے۔ امیر محمود ترک اور شاہزادہ ہیبت خاں بن سلطان مظفر سورت میں آنکر اُن سے ملے ہیبت خاں کے ملنے کی خبر سنکر سعادت خان و شیر خان بن سلطان مظفر کھنبایت میں گئے اور نربدہ کے کنارہ کو معسکر بنایا اور آپس میں مشورہ کرکے سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بڑوچ میں گئے۔ فیروز خاں نے سر پر چتر رکھا اور سراپردہ سرخ لگایا اور اس کا اعلام کیا اور ہوشنگ کو بھی استعانت و امداد کے لئے خط لکھا۔ سلطان ہوشنگ نے اس شرط پر آنا منظور کیا کہ حصول مقصد کے بعد ہر منزل پر سو ہزار تنکہ دینے کا وعدہ کیا جائے ہندوستان کے اس حصہ میں تنکہ آدھا یا دو تہائی روپیہ کی برابر ہوتا ہے تو سو ہزار تنکہ برابر

تمام بالغ مردوں کو قتل کیا۔ راجہ کو اور یہاں کے تمام رؤسا کو ہاتھیوں کے پیروں تلے مسلا اور عورتوں
و بچوں کو پکڑ کر مسلمان کیا۔ اور اُن کے احمال و اثقال پر متصرف ہوئے۔ ایک بتخانہ بزرگ کو توڑا اور
اُس کی جگہہ ایک مسجد عالی بنوائی۔ امراء بزرگ میں سے ایک شخص کو مقرر کیا اور بہت لوٹ کا
مال لیکر پٹن کو مراجعت کی۔

ایک مورخ بیان کرتا ہے کہ ۸۰۶ھ میں مظفر شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ لشکر لے جا کر دہلی مسخر
کر لے اور اپنے بیٹے تاتار خاں کو تخت پر بٹھائے اس کو خود خطاب غیاث الدولہ والدین محمد شاہ
کا دیا۔ جب اس مقصد کے لئے وہ سنت پور آیا تو تاتار خاں سخت بیمار ہو کر مرگیا۔ مظفر شاہ فسخ
عزیمت کر کے اساول میں آیا۔ اصل صحیح روایت یہ ہے کہ تاتار خاں نے سال مذکور میں اساول میں
باپ پر چڑھائی کی اور بڈھے باپ کو پکڑ کر قلعہ میں محبوس کیا اور اپنے چچا شمس خاں کو وکیل سلطنت کیا
اور اپنا ناصر الدین شاہ لقب رکھا۔ صاحب سکہ و خطبہ گجرات میں ہو گیا اور تسخیر دہلی کا سامان سفر
و استعداد لشکر درست کر کے کوچ کیا۔ سلطان مظفر شاہ نے اپنے معتمدوں میں سے ایک کو اپنے
بھائی پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مجھے خلاص کرے اور محمد شاہ کو ہلاک۔ شمس خاں نے بھائی کو جواب
دیا کہ محمد شاہ تیرا فرزند رشید ہے۔ تیرا تعلق خاطر اس کی طرف ہے۔ میں اُس کو ہلاک کرتا ہوں ایسا
نہ ہو کہ پھر تیرے ہی تیر ملامت کا ہدف بنوں۔ سوچ سمجھکر جواب دے۔ مظفر خان نے کہلا بھیجا کہ
میں نے ایسے بیٹے کو جیسا کہ تاتار خاں ہے عاق کیا اور محبت کو منقطع۔ اب پدر و فرزندی کی نسبت
مسلوب ہوئی۔ اس لئے اس کو مار اور میری ضعیفی و پیری پر رحم کر۔ ناچار شمس خاں نے بھتیجے
کو زہر دیکر مار ڈالا اور بھائی کو محبس سے نکالکر مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ دلاور خاں والی مالوہ فوت
ہو گیا تھا۔ ہوشنگ شاہ اُس کا جانشین ہوا۔ مشہور یہ ہوا کہ ہوشنگ نے ملک کی طمع میں باپ کو زہر
دیکر مار ڈالا۔ دلاور خاں اور مظفر خاں میں بڑی دوستی تھی اس لئے ۸۱۰ھ میں وہ دوست کا
انتقام لینے گیا۔ ہوشنگ ایک جوان شوخ و شنگ تھا وہ ناعاقبت اندیشی سے لشکر گجرات سے
لڑنے کھڑا ہو گیا شکست پائی گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے دہار میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا
اور اپنے بھائی نصرت خاں کو وہ تفویض کیا۔ مظفر نے اساول میں مراجعت کی اور ہوشنگ شاہ

یہاں آدمیوں کو قتل کیا۔ تبکدوں کو خراب کیا۔ اس ولایت کے چند قلاع لیکر اپنے معتمدوں کے حوالہ کئے۔ تین سال بعد پٹن میں آیا۔ اُس نے حکم دیا کہ سپاہی ایک سال کی خدمت و تردد سے معاف ہوں۔ تاریخ الفی کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر سے مراجعت کر کے ظفر خاں نے اپنا نام کا خطبہ پڑھوایا اور مظفر شاہ اپنا خطاب رکھا۔

آخر سنہ ۸۰۰ھ میں مظفر خاں کا بیٹا تاتار خاں کہ سلطان محمد بن فیروز کا وزیر تھا۔ ملو خاں کے غلبہ و استیلا سے بھاگ کر گجرات میں باپ پاس آیا۔ جس کا بیان سلاطین دہلی کے حال میں ہوا تاتار خاں نے اپنے باپ کو دہلی کی بادشاہی کی ترغیب و تحریص کی مظفر خاں نے منظور کیا اور لشکر کے تیار کرنے میں لگا کہ یہ خبر آئی مرزا پیر محمد خاں نبیرہ امیر تیمور نے ملتان لے لیا۔ مظفر شاہ نے فراست سے دریافت کیا کہ مرزا پیر محمد خاں امیر تیمور کا مقدمہ ہے۔ اس لئے اُس نے اپنی عزیمت کو ملتوی کر دیا۔ سنہ ۸۰۱ھ / ۱۳۹۸ میں اپنے بیٹے تاتار خاں سے اتفاق کر کے قلعہ ایدر کی تسخیر کا قصد کیا۔ اور سفر کر کے نہب و غارت میں تقصیر نہیں کی۔ قلعہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کی جان ایسی ضیق میں کی کہ وہاں کے راجہ رن مل نے نہایت عاجزی کے ساتھ ایلچیوں کو بھیجا اور پیشکش دینا قبول کیا۔ چونکہ دہلی فتنہ و شر سے بری تھی اس لئے اس نے پیش کش پر اکتفا کی اور رمضان میں پٹن مراجعت کی۔ اس حال میں ایک خلق کثیر دہلی سے امیر تیمور کے خوف سے بھاگ کر پٹن میں آئی۔ ہر ایک پر مظفر شاہ نے اس کے حال کے مناسب شفقت کی۔ اس ہڑبڑ میں صاحب قراں سے بھاگ کر سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد بن فیروز شاہ گجرات میں آیا۔ مظفر شاہ نے صلاح دولت اس کے آنے میں نہ دیکھی۔ ایسا اُس کے ساتھ سلوک نالایق کیا کہ وہ تنگ آکر اور دل شکستہ ہو کر مالوہ چلا گیا۔ اسی سال میں مظفر شاہ نے پھر قلعہ ایدر کو جا کر محاصرہ کیا رائے رن مل کو سوائے فرار کے کوئی چارہ نہ تھا۔ رات کو قلعہ خالی کر کے وہ بیجانگر کو بھاگ گیا۔ صبح کو مظفر شاہ قلعہ کے اندر آیا اور ایک سردار اور سپاہ کو یہاں مقرر کیا۔ سنہ ۸۰۴ھ / ۱۴۰۲ میں سومنات میں گیا۔ یہاں لڑائی میں بڑی خونریزی ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور دیو میں رائے بھاگ گیا مظفر خاں نے دیو (دیب) کو آن گھیرا اور ایک دن میں جبر و قہر سے مفتوح کر لیا۔ اور اس کے

خاندیس پر قبضہ کرلیا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کی گجرات کے بعض پرگنات مثل سلطانپور نذربار کو بھی زحمت پہنچائی۔ ظفر خاں نے اس کا علاج ضروری جانا اور اس طرف متوجہ ہوا۔ ملک راجا کہ مرد عاقل و دانا تھا اپنے تئیں مرد میدان نہ پایا قلعہ میں متحصن ہوا اور اتحاد اور موافقت میں صلاح دیکھی۔ علما کی معرفت صلح کرلی۔ راجے حضرت عمر فاروق کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس لئے ظفر خاں اس سے مراسلات میں مریدانہ پیش آتا تھا۔ اور القاب اعزاز کے ساتھ لکھتا تھا پھر ظفر خاں گجرات میں واپس آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ گجرات کے مغربی اضلاع میں رائے جھرند نے اسلام کی اطاعت سے انکار کیا ہے تو اس پر سنہ ۷۹۷ھ (۱۳۹۴) میں لشکر کشی کی اور ان حدود کے کفار کے قتل و غارت میں مشغول ہوا وہ نہایت متمرد و سرکش تھے مجبوب بدیع الجمال و پسران پری تمثال مسلمانوں نے اسیر کئے۔ اُن کی کشتیاں لوٹ کے اموال سے مالا مال ہوئیں۔ اُس کے بعد رائے جھرند نے عاجز ہو کر یک جہتی و فرمانبرداری اختیار کی بہت تحفے وہدئے نذر میں دئے ظفر خاں یہاں سے کوچ کرکے سومنات گیا۔ یہاں بتوں کو نگونسار کیا اور بتخانوں کی جگہ ایک مسجد جامع بنائی اور ارباب مناسب شرعیہ کو متعین کیا اور تھانے تھانے بٹھائے اور پٹن کی جانب متوجہ ہوا۔ سنہ ۷۹۸ھ (۱۳۹۵) میں معلوم ہوا کہ منڈل گڈہ کے راجپوتوں نے ایسا تسلط پایا ہی کہ اس کے مسلمان اُن کے ظلم سے اپنے وطنوں کو چھوڑے چلے جاتے ہیں اور اُنہوں نے مالگذاری بھی دینی چھوڑ دی ہے۔ ظفر خاں وہاں پہنچا اور منڈل گڈہ کا محاصرہ کیا۔ منجنیقوں کو لگا کے ہر روز راجپوتوں کو سنگسار کیا۔ مگر قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ منجنیقوں سے کام نہ چلا تو ساباط تیار کئے۔ اُن سے بھی کام نہ چلا۔ طول محاصرہ سے ظفر خاں ملول ہوا کہ ناگاہ لطائف غیبی سے قلعہ کے اندر وبا پھیلی اور بہت آدمی بیمار ہوئے اور مر گئے۔ رائے درگا نے دیکھا کہ اہل قلعہ کا حال تنگ ہو رہا ہے تو اُس نے ایک جماعت کو تیغ و کفن گردن میں ڈالے ظفر خاں پاس بھیجا اور عورتوں اور بچوں نے سروں کو ننگا کرکے حصار کے اوپر سے عجز و زاری کرکے زنہار مانگی۔ ظفر خاں نے اُس کو تائید آسمانی جانا۔ اور پیشکش لیکر صلح کرلی اور اجمیر میں زیارت کے لئے گیا۔ زیارت کرکے جلوارہ و بلوارہ کی طرف لواء غزا کو جلوہ دیا۔ اس راج میں بت پرستی کا رواج بڑا تھا۔

ہوئے اور جنگ کا ارادہ کیا ظفر خاں نے اول ایلچی نہروالہ میں کہ پٹن مشہور ہے بھیجا۔ اور بطریق نصیحت و ملامت کے پیغام دیا کہ اپنے کام کے بدانجامی کو سوچ اپنے ولی نعمت سے دور مت ہو اور گجراتیوں اور کافروں کے استظہار سے فریب میں مت آوہ بہادروں اور تہمتنوں کے مقابلہ میں نہیں ٹہیر سکینگے۔ تو سیدھا دہلی کے بادشاہ پاس جا اور میرے پاس آکر مسند امارت پر متمکن ہو۔ اس کے سوا کچھ اور نہ سوچ اس سے تو پشیمان اور گمراہ ہوگا۔ مگر نظام مفرح نے ایلچی پر درشتی کی اور نامناسب نالایق جواب بھیجا۔ ناچار ظفر خاں ۷۹۴ھ میں چار ہزار سوار لیکر نہروالہ کو روانہ ہوا۔ نظام مفرح نے دس بارہ ہزار آدمیوں کو تنخواہ دیکر نہروالہ سے باہر نکالا اور موضع کانتھہ (کیتھو) کہ نہروالہ سے بارہ کوس پرہے ظفر خاں سے مقابلہ ہوا اور خوب تلوار چلی اور نیزہ پر نیزہ چلا اور ظفر خاں کو فتح ہوئی۔ یہاں ایک شہر آباد کیا جس کا نام جیت پور رکھا۔ نظام مفرح تحصن کے قصد سے نہروالہ میں گیا۔ ظفر خاں نے نہروالہ میں خوب اپنی سپاہ سے انتظام کر لیا۔ ۷۹۵ھ ۱۳۹۲ میں کنبایت کہ مسافروں اور تاجروں کی منزل ہے وہ گیا اور رعایا کے حال پر توجہ کی کہ حدود اور احکام مقرر کئے اور اساول میں آیا۔ اب اُس نے ہندو رئیسوں کے باجگذار بنانے پر توجہ کی۔ ۷۹۶ھ ۱۳۹۳ میں راجہ ایدر نے معمولی خراج نہیں بھیجا۔ ظفر خاں لشکر لیکر وہاں گیا۔ اور قلعہ ایدر کا محاصرہ کیا طرفین سے چند دفعہ سخت لڑائیاں ہوئیں جن میں ظفر خاں کو فتح ہوئی۔ تمام ولایت ایدر پر اُس نے قبضہ کر کے غارت و تاراج کیا۔ جس بتخانہ کو دیکھا خاک کے برابر کیا۔ لڑکے لڑکیوں کو لونڈی غلام بنایا۔ تہوڑی مدت میں اہل قلعہ میں غلہ کا قحط ہوا۔ کہ کتا بلی کوا دہلی گئے کو اور آدمی دونوں کو کہانے لگے۔ اس لئے راے ایدر اپنی سرکشی سے نادم و پشیمان ہوا اور اپنے بڑے بیٹے کو بہت سی پیشکشیں دیکر ظفر خاں پاس بھیجا۔ اور جان کی امان مانگی۔ ظفر خاں نے صلح و عفو میں مصلحت دیکھی اور نقود و جواہرات بہت پیشکش میں لئے اور محاصرہ سے ہاتھہ اُٹھایا۔ یہاں سے شہر سومنات کی طرف جو جزیرہ دیو کے قریب ہے مظفر خاں کا جانے کا ارادہ تہا کہ ملک راجی المخاطب عادل خاں نے کہ سلاطین فاروقیہ برہانپور کا جد تہا اعلام استقلال بلند کر کے اپنے اقطاع سے خارج قلعہ تہالنیر اور تمام ولایت

بے رونقی ہوتی جاتی ہے۔ نہ منبر کو عزت اور حرمت ہے اور نہ مسجد کو صوم صلوٰۃ سے بہرہ۔ اگر
اس وقت کوئی فکر ایسا کیا جائے کہ جس سے دین کی تقویت اور اسلام کا رواج ہو تو فھوالمراد اور
نہیں تو کام ہاتھ سے جا چکا ہے۔ بادشاہ کو اس بات کے سننے سے ملک گجرات کی حکومت اعظم ہمایوں
ظفر خاں بن وجیہ الملک کو کہ امرائے کبار میں سے تھا عطا کی اور اُس کی توقیر کے واسطے چتر سفید و بارگاہ
سرخ کہ مخصوص بادشاہوں کے ساتھ ہے مرحمت کیا۔ اور مظفر خاں کا خطاب دیا۔

مظفر خاں دہلی میں ۲۵ محرم ۷۴۳ھ ۱۳۴۲ کو پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ سلطان فیروز تغلق کا شراب دار
تھا جس نے اس ادنیٰ عہدہ سے اس کو درجہ امارت پر پہنچایا تھا۔ سلطان محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں
ظفر خاں شرع محمدی کی پابندی میں اور امانت و دیانت میں مشہور تھا۔ اس لئے جب علماء گجرات
کی عرضی بادشاہ پاس آئی تو اُس نے صوبہ گجرات کا صاحب صوبہ کر دیا۔ وہ ۷۹۴ھ ۱۳۹۱ کی شروع
میں دہلی سے متواتر کوچ پر کوچ کر کے گجرات کی طرف متوجہ ہوا اُس کو راہ میں خبر ملی کہ اُس کے
بیٹے تاتار خاں کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے جس کا احمد خاں نام رکھا گیا ہے۔ ظفر خاں اس کو اپنے لئے
نیک شگون سمجھا۔ بڑی خوشی منائی۔ جب وہ ناگور میں آیا تو اُس پاس نظام مفرح کی فریاد کرنے کے
لئے اہل کھمبائت آئے۔ ظفر خاں نے اس جماعت کو دلاسا دیکر ایک خط نظام مفرح کو لکھا کہ سلطان
محمد شاہ کی خدمت میں یہ معروض ہوا کہ تو نے محصول سلطانی چند سالہ اپنی حوائج میں خرچ
کیا اور خزانہ میں ایک دینار نہیں پہنچایا۔ اور باوجود اس کے ظلم و ستم کا ہاتھ دراز کیا ہے اس
جگہ کے عام متوطن رنجیدہ ہو کر کئی دفعہ دہلی میں بادشاہ کی خدمت میں آئے اب اس ناحیہ کا حل و عقد
میرے سپرد ہوا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ محصول خالصہ موجود ہو بہت جلد اپنے پاس سے
دہلی بھیج اور مظلوموں کو تسلی دے خود دارالملک دہلی کی طرف متوجہ ہو۔ نظام مفرح نے جواب
میں لکھا کہ جہاں تم بہت دور چلکر آئے ہو وہیں ٹھیرے رہو اور آگے تصدیع نہ کرو کہ میں ایسی
جگہہ آنکر حساب کو پیش کروں گا بشرطیکہ آپ مجھے موکلوں کو حوالہ کریں۔ اس جواب سے
ظفر خاں کو اس کی بغاوت کا یقین ہوا وہ اساول میں گیا جس کی جگہہ احمد آباد اب آباد ہے نظام مفرح
نے گجراتیوں اور کافروں سے خوب پیوند کر لیا تھا۔ بارہ ہزار سوار اور پیادے اس پاس جمع

گو اس کی جڑ کٹ جائے۔ ایسی ہی خاندان سولانکی نے اپنی شاخوں کی جڑیں پہلے اس سے قایم کرلی تھیں کہ اس کی جو جڑ کٹ گئی ایک شاخ اُس کی باگھیلہ یا داگھیلہ تھی جس کے نام سے گونڈ وانہ میں ایک دیس بگھیل کھنڈ یا داگھیل کھنڈ آباد ہے۔ اول گجرات میں وہ ان اضلاع میں آباد ہوئے ہیں سابہرمتی کے مغرب میں جس میں بہال اور جہالا واہیں مگر یہاں اُن کا قبضہ نہیں رہا۔ احمد شاہ کے زمانہ میں وہ کلول اور ساکند میں رہتے تھے جو مسلمانوں کے ہتیاروں کے زیر مشق رہتا تھا۔ دوسری شاخ سولانکی نس کی وہ ہے کہ بیر بہدا رجی نے بیر پور میں دریائے ماہی کے کناروں پر قایم کی۔ وہ ۱۴۲۶ء میں لونا وارا میں رہتے تھے۔

پرماربنس کی ایک شاخ شودا ہے اس شودا کی ایک شاخ گجرات میں داخل ہوئی اور وہ مولی تھان ہ ٹویلا ہ چوپری میں آباد ہوئی۔ ایک قوم کاٹی (کاٹھی) سندھ سے گجرات میں آئی۔ اس کے نام پر کاٹھی وار کا دیس مشہور ہے۔

بگھیلہ کے بعد اہل وار سے جہالا قوم آئی۔ جس کے نام سے جہالا وار دیس آباد ہے۔ منڈ دور جو مار وار میں ہے پوری ہار راجپوت آئے اُنھوں نے ابدر کو آباد کیا۔ کئی نسلوں تک راج کیا۔ پوری ہار راجپوتوں کو فارسی تاریخوں میں پوربیہ راجپوت لکھا ہے۔ کولی اور بھیل کی قومیں بھی آباد تھیں۔

ذکر سلطنت مظفر شاہ

تاریخ مبارک شاہی اور اور تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی نے فرحت الملک کو جس کو نظام مفرح بھی کہتے ہیں گجرات کا سپہ سالار صاحب اختیار کیا۔ سلطان فیروز کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمد نے حکومت گجرات پر اُسے بدستور رکھا۔ یہ ملک دہلی سے دور تھا۔ اس لئے فرحت الملک نے اپنے تیئں مطلق العنان کرنا چاہا اور ہندوں کو اپنا باجدار بنانا چاہا۔ شعار کفر و رسوم بت پرستی کو رواج دیا۔ اس لئے ۱۳۹۱ء ۷۹۳ھ میں گجرات کے علماء اور فضلاء نے سلطان محمد شاہ کو اس مضمون کا عریضہ بھیجا کہ وساوس شیطانی و ہوا و ہوس جسمانی کے سبب سے فرحت الملک اعمال ناشائستہ کا مرتکب ہوا روز بروز بت پرستی کو رونق اور شعار مسلمانی کو

ہمسایہ میں گندل میں وہ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہوا جس نے آخر کو جیتا نہ چھوڑا۔ مگر وہ دریاو سندھ کے کنارہ جا پہنچا اور سندھ کے راجہ سومری کی سرزنش اس لئے کی کہ اُس نے مفرور مغل امیروں کو پناہ دی تھی۔

سلطان فیروز شاہ تغلق نگر کوٹ کے فتح کرنے کے بعد سندھ کی فتح میں مشغول ہوا اس کام میں برسات کے سبب سے التوا ہوا۔ وہ گجرات میں سپاہ لیکر آ گیا۔ برسات کے ختم ہونے تک یہیں رہا۔ کئی سالوں سے ۱۳۷۶ء میں گجرات کی آمدنی میں بہت کمی ہو گئی تھی۔ سلطان سے شمس الدین افغانی نے عرض کیا کہ اگر حضور مجھے حاکم گجرات مقرر کریں تو میں اُس کی آمدنی پر چالیس لاکھ ٹنکوں وسو ہاتھیوں اور بائیس سو عربی گھوڑوں اور چار سو غلاموں کا اضافہ کرتا ہوں تو سلطان نے ظفر خاں (دریائی خاں) کے نائب شمس الدین انور خاں سے پوچھا کہ اگر تو اس قدر محاصل ملکی ادا کرنے کا وعدہ کرے تو تجھ کو اوروں پر ترجیح دیجائیگی۔ اُس نے جواب دیا کہ مجھ میں اس قدر محاصل دینے کی قدرت نہیں تو سلطان نے شمس الدین دامغانی کو گجرات کا حاکم مقرر کر دیا۔ جب وہ گجرات میں آیا تو ایک سال کا محاصل بھی اپنے وعدہ کے موافق ادا نہ کر سکا تو بغاوت پر مستعد ہوا۔ خلقت جس پر اُس نے بہت ظلم توڑا تھا اپنا انتقام لینے کے لئے وہ اجنبی امیروں سے جا ملی اور ان کی متفق قوت نے شمس الدین کو شکست دی اور اُس کی جان لی۔ اس وقت کے بعد سے فرحت الملک اس ملک میں حکمراں رہا۔ جب ایک دوسرا شخص حاکم اُس کی جگہہ مقرر ہو کر آیا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہوا اور اجنبی امیروں سے ملکر اُس نے اس حاکم کو جو اُس کی جگہ مقرر ہو کر آیا تھا لڑکر مار ڈالا۔ سلطان غیاث الدین نے اُس کو گجرات کا حاکم مستقل مقرر کیا۔ مگر پھر ۱۳۹۰ء میں دوبارہ بغاوت اس خیال سے کی کہ میں آزاد فرماں روا ہو جاؤں۔ اس لئے اس نے ہندوں کے مذہب کی تائید کی۔ اُس کا بیان آگے آئیگا۔

جب مسلمانوں کی سلطنت دہلی سے علیحدہ ہو کر گجرات میں قایم ہوئی تو اس میں چھہ قویر صاحب ریاست تھیں جیسے بڑ کا درخت ہوتا ہے کہ اس کی شاخیں ہی اپنی جڑ پکڑ لیتی ہیں

مسلمانوں کے تیر اڑتے تھے مگر کھیرا کے شہر کو ایک نہ لگتا تھا۔ بہت دنوں لڑائی رہی تغلق شاہ نے ہزاروں خدعہ کئے مگر کوئی نہ چلا۔ بادشاہ محنت کرتے تھے ہار گیا۔ سمندر پر دیکھتے دیکھتے اُنکی آنکھیں تھک گئیں۔ کھراج نے تلوار پکڑ کر راجاؤں کی عزت رکھ لی مسلمان آبنائے گنڈہ کر بیرم میں کھیرا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ محمد شاہ نے اپنی سپاہ کو ہٹایا اور خدعہ سے راجہ کو محکوم کرنا چاہا۔ گھوگھا اور گنڈی کے درمیان مسلمان خوف زدہ پڑے ہوئے تھے۔ راجہ یہ خیال کر کے کہ بیشک موت کسی نہ کسی روز آئیگی ایک جہاز میں سوار ہوا اور رات کو پیرمبھ سے گھوگھا میں آیا اور لڑنے کو تیار ہوا۔ تلوار ہاتھ میں لی اور لڑنے کے لئے تاج کو ماتھے سے باندھا۔ دروازہ کھولکر سپاہ کو باہر لے گیا۔ سپاہیوں کو دلاسا دیا۔ بادشاہ کی سپاہ پر کھیرا اور مرد نے حملہ کیا اور اُسکو پامال کر کے کیچڑ و دلدل میں پھنسایا۔ نفیری و قرنا بجاتا تھا۔ علموں پر پھریرے ہوا اڑا رہی تھی خون کی ندیاں چل رہی تھیں۔ دونوں لشکر کے سپاہی آپس میں گتھ رہے تھے۔ بادشاہ کے بھانجے کو کھیرا نے دیکھا اور اوسپر نشانہ ایسا لگایا کہ وہ ہاتھی سے نیچے گرا۔ راجہ نے مسلمانوں کو ایسا مارا کہ اون کو خدا یاد آگیا۔ تغلق کی آدھی سپاہ کو ران کے بیٹے نے تہ تیغ کیا۔ اور اوسپر ضربوں کا مینہ برسا دیا راجہ کی تلوار مسلمانوں کی صفوں پر ایسی پڑتی ہوئی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑوں میں بجلی شگاف ڈال رہی ہے پھر کھیرا گھوگھا کے دروازہ پر مارا گیا۔ اوس کا دھڑ تلوار ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور سر اوس کا زمین پر یہ کہتا ہوا گرا کہ مارو مارو۔ دشمن کی سپاہ مجتمع مفرور ہوئی بادشاہ بھی مشکل سے فرار ہوا۔ ایک نیلے رنگ کی رسی جادو کی زمین پر رکھی گئی تو راجہ کا دھڑ گرا اور اوسنے اپنی تلوار کی حرکت موقوف کی۔ تو اور جنگ آزما میدان سے بھاگے۔ پیرمبھ کا خداوند اپنی تمام مہمیں پوری کر کے زمین پر گرا۔ بھوگ کے پوتے نے ثابت کیا کہ وہ دیوتاؤں کے خاندان میں تھا اُنکی روح کو روح سے نکا۔ جب بادشاہ کی فوج بھاگی تو وہ بار بار یہ کہتی تھی کہ ہندو خوب لڑے۔

مسلمانوں نے قلعہ بیرم کی بانی قلعہ کو ہلاک کر کے ایسا غارت کیا کہ پھر وہ کبھی آباد نہ ہوا سلطان تغلق سال اول میں گجرات میں بہت دنوں رہا اور اپنی سپاہ کی درستی اور اصلاح کرتا رہا دوسرے سال میں اوسنے جوناگڈھ کا محاصرہ کیا اور کچھ کو مغلوب کیا۔ جوناگڈھ کے

صدرہ سے بعض ہندو امیروں کو اپنے ساتھ متفق کر لیا اور انہل واڑہ ہی پر قبضہ نہیں کیا ہے
بلکہ اُس سے نائب شاہی کو بھی مار ڈالا ہے اور وہاں کے حاکم کو قید کیا ہے اور کھنبائت
کو لوٹا ہے اور بردرج کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ محمد تغلق دولت آباد کے سامنے اپنی سپاہ
کو چھوڑ کر بردرج پہونچا۔ باغی اوس کے آگے سے بھاگ کر کھنبائت میں پہونچے۔ بادشاہ
نے جو افسر اوس کے تعاقب میں بھیجے تھے اون کو اونہوں نے شکست دیدی۔ سلطان محمد تغلق
انتقام کا دم بھرتا ہوا جلدی سے کھنبائت میں آیا۔ باغی صدہ یردار پھر اوس کے سامنے سے
ٹل گئے۔ سڑکوں کی خرابی سے اور موسم کی ناسازی سے شاہ کو اساول میں ٹھیرنا پڑا۔ یہ شہر
وہ ہے جس کی جگہہ احمد آباد آباد ہوا ہے۔ باغیوں نے اپنی سپاہ کو انہل واڑہ میں درست
کیا اور بادشاہ سے لڑنے آئے۔ کری میں لڑائی ہوئی جس میں شاہی سپاہ کو فتح ہوئی
باغی صدہ کو بھاگ گئے اور سلطان محمد تغلق بنراج کے شہر میں داخل ہوا یہاں انتقام کے
لیئے اوس نے مقام کیا۔

خلیج کھنبائت میں ایک جزیرہ پیرم عجیب و غریب ہے اوس کے باب میں مسلمانوں کی
تاریخ خاموش ہے مگر ہندوؤں کی روایات میں اس جزیرہ کے حالات کے ساتھ محمد تغلق کا
ذکر افسانہ کے طور پر آتا ہے اوس کو ہم بیان کرتے ہیں۔ پیرم میں راجہ کھی راجے کو ہل راجہ
تھا اوس نے ایک شہر پیرمبھ آباد کر کے اپنا دار السلطنت اوس کو بنایا تھا۔ دہلی کے سوداگر سولہ
جہاز زرخاک آلود کے پیرم میں لاتے تھے کہ راجہ کھراج نے اون کو لوٹ لیا۔ باوجودیکہ اوس نے
اون کے محافظ ہونے کا وعدہ کیا تھا اور سمندر کے خدا کو بیچ میں ضامن دیا تھا۔ اس سبب
سے پیرمبھ دگھو گھا پر بہت سی سپاہ غزنیں سے چڑھ آئی دہوسوں کی دہول دہوں کا اور نفیریوں
کا وہ غل شور مچا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ سمندر اپنی حدود سے باہر نکل گیا۔ مسلمانوں کی مختلف قومیں
یہاں تھیں۔ پیادے۔ گھوڑے۔ ہاتھی مالک بحر سے لڑنے کو تیار تھے۔ مسلمانوں نے اپنے خیمے
سمندر کے کنارے پر لگائے تھے۔ کوہل اپنے پیرمبھ کے بھٹ میں شیر کی طرح دہاڑ رہا تھا
اس کا استقلال وہ تھا کہ ذرہ کی برابر خوف نہیں کرتا تھا سپاہیں تیار ہوئیں۔ آسمان پر

ہوا بھلا وہ کب یہاں آتا تھا وہ سلطنت دہلی کا داعیہ رکھتا تھا اوس نے مبارک خلجی کو مار ڈالا
۱۳۲۱ء میں خود بادشاہ ہوگیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق کی سلطنت میں گجرات کا حاکم
تاج الملک مقرر ہوا تاکہ گجرات میں امن امان رکھے۔ محمد تغلق کے عہد میں ملک ایاز ا صوبے
کا حاکم مقرر رہا۔ اور ملک مقبل اُس کا وزیر معتبر رہا۔ بعض اور امرا نے بھی گجرات میں قطاع
پائیں۔ ان میں سے ملک التجار کو نوساری جاگیر میں ملی تھی۔ یہ سمندر کے کنارہ پر سورت
سے نیچے تھی۔ ۱۳۲۷ء میں ایک مغل سپہ سالار ترمشیریں خاں نے ہندوستان پر حملہ کیا
محمد تغلق نے اوس کو روپیہ دیا اور سر پر سے بلا کو ٹالا۔ اوس نے مراجعت کے وقت سندھ اور
گجرات کو خوب لوٹا۔ بہت آدمیوں کو پکڑ لے گیا۔

بیس برس کے بعد ملک مقبل گجرات کا حاکم مقرر ہوا۔ ایک مغل سردار امیر صدہ نے یہ
چاہا کہ خزانہ شاہی کو چھین لے۔ اِس فساد کو دیکھ کر ملک مقبل خزانہ شاہی اور شاہی اصطبلوں
سے کچھ گھوڑے لیکر دہلی کو بڑودہ اور دبھوئی کی راہ سے چلا۔ مغل امیروں نے اوس کی راہ
روکی اور سارا مال چھین لیا اور اوس کو مجبور کیا کہ وہ انہل واڑہ کو بھاگا۔ جب بادشاہ نے اس
غدر کی خبر پائی تو وہ خود گجرات کے سفر کے لئے تیار ہوا۔ مگر اوس نے مالوہ کے
حاکم ملک ایاز کو بھیجا کہ وہ سرکشوں کا سر کاٹے۔ ملک ایاز گجرات میں آیا مگر اوس نے شکست
پائی اور امیروں نے اوسے قتل کر ڈالا۔ جب اس آفت سے سلطان کو خبر ہوئی تو وہ فوراً بے
توقف گجرات کو آگے بڑھا۔

محمد تغلق شاہ کوہستان آبو گڈھ میں آیا اوس نے اپنے ایک سپہ سالار کو مغل امیروں
سے لڑنے بھیجا۔ ایک لڑائی دیوی (ڈیسہ) کے قریب ہوئی۔ سرکشوں کو بالکل شکست ہوئی اب
سلطان آہستہ آہستہ سفر کرکے بروج آگیا۔ ایک دوسری لڑائی دریاے نربدا کے کنارہ
پر ہوئی جس میں بادشاہ کی سپاہ فتحیاب ہوئی۔ سلطان نے کھنبائت اور سورت کو لوٹا۔
محمد تغلق دیوگڈہ کے محاصرہ کے لئے چلا جس کا مسلمانی نام دولت آباد ہے جس کو دہلی کی جگہہ اپنا
دارالسلطنت بنایا تھا۔ جب وہ اس کا محاصرہ کر رہا تھا تو اوسکو خبر ہوئی کہ گجرات کے امیر

پر جو سمندر کے کنارہ پر ہے گوہیلہ حکومت رکہتے تھے وہ اپنے تئیں باگھیلہ کی نسل سے بتاتے
ہیں۔ انہیں ہندو سرداروں کا ذکر مسلمانوں کی تاریخ میں آتا ہے جن کو وہ کبھی کافر باغی
مفسدہ پرداز لکھتے ہیں۔ ان تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا ملک سلطان علاء الدین
کے نائبوں کے اختیار میں نہیں آیا۔ مسلمانوں کو بار بار اُن کو تسخیر کرنا پڑتا تھا۔

سلطان قطب الدین مبارک شاہ پسر سلطان علاء الدین ۱۳۱۷ء میں دہلی کا بادشاہ
ہوا اوس نے اوّل ہی سال سلطنت میں ملک کمال الدین کو بھیجا کہ گجرات میں جو فساد مچ
رہے ہیں اُن کو دور کرے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ہر طرف فساد مچ رہا تھا۔ اس ملک
میں آتے ہی اوسکو کافروں کے ساتھ لڑائی میں شہادت کا درجہ ملا۔ دوسری سپاہ
ایک مشہور افسر عین الملک کی سرکردگی میں بھیجی گئی - وہ بڑا بہادر اور مدبر افسر تھا اوس نے
ملک میں مفسدہ پردازوں کو شکست دی اون کے سرداروں کو قتل کیا ملک میں امن امان
کر دیا۔ اوس کے بعد سلطان نے گجرات کی حکومت اپنے خسر ملک دینار ظفر خاں کو سپرد کی
وہ سپاہ کے ساتھ انہل واڑہ میں جلد چلا آیا یہاں ازسرنو فساد کھڑے ہوے تھے اوس نے
سب باغیوں کو خوار و ذلیل کیا۔ اون کی جاگیروں کو ضبط کیا اور اُن کا مال منقولہ سلطان پاس
بھیجا۔ یہ حاکم اگرچہ بے گناہ و قصور تھا اور سلطنت کا ایک رکن اعظم۔ مگر سلطان کی طمع
سے وہ بلایا گیا اور قتل کیا گیا اوس کی جگہہ حسام الدین مقرر ہوا۔ خسرو خاں کا بھائی تھا۔ یہہ
دونوں بھائیوں کی قوم پرہار تھی۔ جو راجپوتوں کے ۳۶ شاہانہ فرقوں میں سے ایک تھا تاریخ
فرشتہ میں پرہار کی جگہہ پرواری لکھا ہے پروایوں کو ہندو اپنے سے خارج جانتے ہیں
خسرو خاں سلطان کا منظور نظر تھا اور سلطنت کے کاموں پر بڑا اختیار رکھتا تھا۔
حسام الدین پاس قوم پرہار جمع ہوئی اور اوس کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ تو گجرات کے اور
افسروں نے مسلح ہو کر اوس کو شکست دی اور زندہ گرفتار کر کے سلطان پاس بھیجدیا اسکی
جگہہ سلطان نے ملک وحید الدین کو بھیجا جو بڑا دلیر و زیرک تھا۔ اوس نے ملک میں امن
امان کر دیا۔ جب وہ گجرات سے بلایا گیا تو حسام الدین کا بھائی خسرو خاں گجرات میں مقرر

جب یہاں راجہ با اختیار تھے تو اجمیر سے بہت سنگ مرمر یہاں آیا تھا اور ہندوں کے مندروں میں لگا تھا۔ اب بھی وہاں کھودنے سے دہ ملتا ہے۔ احمد آباد اور اور جگہوں میں جو سنگ مرمر لگا ہے وہ یہیں سے آیا ہے۔

الف خاں نے سلطان علاءالدین کی جانب سے بیس سال حکومت کی مگر اوس کے بعد وہ معزول اور قتل ہوا۔

مسلمانوں کی سلطنت گجرات

اہل اسلام کے فتحمندوں نے دارالسلطنت انہل پور اور بندرگاہوں کھنبائت اور بروج اور سورت پر اپنا قبضہ کر لیا۔ مگر خاندان سدہ راج کی بہت سی دارالریاستیں اون کو فتح کرنی باقی رہیں۔ بہت سے حصّے ملک کے مدتوں تک ان کے قبضہ میں نہیں آئے وہ آزاد رہے گو وہ بتدریج سلاطین احمد آباد کے باج گزار ہوئے۔ مگر وہ بالکل اون کے مطیع نہیں ہوئے انہوں نے وہی اپنا قدیمی تعلق جو انہل واڑہ کے مہاراجوں کے ساتھ تھا مسلمان بادشاہوں کے ساتھ رکھا کہ کچھ مطیع کچھ آزاد۔ جب بادشاہ کا دباو پڑا خراج دیدیا نہیں اپنے تئیں آزاد رکھا۔ دریا سابھرمتی کے مغرب میں بہت سے اقطاع ملک پر باگھیلہ بنس کی ایک شاخ قابض تھی اور اسی بنس کے اور پیوندی قلمیں ایدر کے راٹھور اور نرسنگھ کے پرمار تھے۔ وہ مختلف مقامات پر کوہستان بیرپور کے قریب دریائے ماہی کے کناروں پر پوسنیا تک مالک تھے۔ جو گجرات کی نہایت شمالی سرحد پر تھی چھوٹی رن۔ کچھ اور خلیج کھمبائت کے درمیان جو میدانی ملک ہے اوس پر جھالا با اختیار تھے انہیں قوموں کی کولی شاخیں اور اصل باشندوں کی خالص اور مخلوط اولادیں جو دال میں پھیلی ہوئی تھیں اور جنگل اور پہاڑوں کے دشوار گذار مقاموں پر متسلط تھیں بعض راجپوتوں کی حمایت سے مشرق میں پون گڑھ میں کالی کا بھرپرا اوڑ رہا تھا اور مغرب میں کھنگار اپنے نامور قلعہ جونا گڈھ کو زور سے پکڑے ہوئے تھے اور اوس کی دیواروں کے اندر سے جزیرہ نما پر اپنا رعب رکھتے تھے جس پر وہ مدت سے بے شرکت غیرے فرمانروائی کر رہے تھے گوگو اور پیرم پر اور ضلع گوہل وار

کو دار السلطنت بنایا تو ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ میں نہروالہ پٹن میں فوج بھیجکر اوس نے سلطان شہاب الدین غوری کی شکست کا انتقام لیا۔

سلطان علاء الدین خلجی

سلطان علاء الدین دہلی کا بادشاہ ۶۹۶ھ ۱۲۹۶ میں ہوا۔ اوس نے گجرات کو سپاہ بسر کردگی الفت خاں (جس کو گجرات کے لوگ الپ خاں کہتے ہیں) اور نصرت خاں کے بھیجی اوس نے ملک کو نہروالہ کے گرد لوٹا۔ اور راجہ کرن باگھیلہ سے جو گجرات کا آخر راجہ تھا لڑا۔ مگر مقابلہ میں اوسکے پاؤں نہ جمے وہ دکن میں دولت آباد چلا گیا تمام مستورات اور لڑکیاں اور خزانہ اور ہاتھی فتحمندونکے ہاتھوں میں پڑے دونوں افسروں کی سپاہ نے کھنبائت کے سوداگروں کو لوٹا اور سومنات کے بت کو توڑا جو دوبارہ محمود غزنوی کے غارت کرنے کے بعد رکھ لیا تھا۔ تمام اسباب اور راجہ کرن کی رانی دہلی کو بھیجی گئی۔ راجہ کرن کی بیٹی کا نام دیول دی تھا جس کے ساتھ خضر خاں پسر سلطان علاء الدین کو عشق پیدا ہوا۔ اس کا بیان ہم نے مفصل سلطان علاء الدین کی سلطنت کے بیان میں کردیا ہے

جب نہروالہ فتح ہوگیا اور راجہ کرن باگھیلہ شکست پاکر بھاگ گیا تو الفت خاں ملک کا حاکم مقرر رہا اور اس زمانہ سے سلاطین دہلی کی طرف سے یہاں حاکم مقرر ہونے شروع ہوئے الفت خاں نے یہاں ایک جامع مسجد سفید سنگ مرمر کی بنائی۔ اس کے ستون اس کثرت سے اس قدر ہیں کہ اکثر اوس کے شمار میں غلطی ہوجاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بت خانہ کو توڑ کر مسجد بنائی بہرنہج وہ ایک عجیب و غریب عمارت ہے پہلے وہ شہر کے عین وسط میں تھی مگر اب شہر کے آباد حصہ سے وہ فاصلہ پر ہے۔

شہر پٹن کی عمارات عالیہ کے آثار ابتک موجود ہیں اب جو شہر کا حصہ آباد ہے اُس سے تین تین کوس کے فاصلہ پر جنگل میں اینٹیں اور پتھر اور چیزیں ایسی نکلتی ہیں جو شہادت دیتی ہیں کہ وہاں کسی زمانہ میں شاندار عمارتیں تھیں۔ برجوں اور فصیلوں کے نشان اب تک موجود ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا وسیع شہر تھا۔ زمانہ کے انقلابات نے بہت سی عمارات کے نشان بھی مٹا دیے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی

سنہ ۴۱۶ھ ۱۰۲۵و۶ء محمود غزنوی نے سومنات کی طرف ملتان کی راہ سے کوچ کیا جب اُس نے ممالک نہر والہ پٹن پر حملہ کیا تو وہاں کا راجہ جامند شہر چھوڑ کر بھاگا۔ سلطان نے نہر والہ پر قبضہ کر کے سومنات کی فتح کو چلا۔ اوس کو خبر لگی کہ راجہ جامند راجہ نہر والہ قلعہ گندابہ میں چھپا ہوا ہے جو یہاں سے دہم فرسنگ ہے تو اوس نے اوس کی فتح کا ارادہ کیا۔ جب وہ یہاں آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ قلعہ چاروں طرف پانی سے گھرا ہوا ہے۔ دو تیراکوں سے اوس نے پانی کی عمق کا حال پوچھا اونہوں نے بیان کیا کہ اگرچہ ایک مقام پر رستہ نکل سکتا ہے لیکن پانی کی طغیانی ساری کوشش کو نقش برآب کر دے گی۔ غرض سلطان محمود اس قلعہ کی دیواروں پاس جا پہنچا۔ راجہ جامند سولانکھی جلدی سے بھاگ گیا اور اہل اسلام کو بڑی غنیمت ہاتھ لگی اور اہل قلعہ کو اونہوں نے مار ڈالا۔ سومنات کی فتح کا بیان مفصل سلطان محمود کے بیان میں جلد اوّل میں پڑھو۔ اس میں لکھا ہے کہ اوس نے داب شلیم کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ لفظ داب شلیم کی اصل دیو شیل ہے جس کے معنی دھیانی راجہ کے ہیں دکن میں فاعل مفعول کے قاعدہ کے موافق دیو شیل کو دیو شیلم کہتے ہیں جس کو مسلمانوں نے داب شلیم بنا لیا ہے وہ کسی راجہ کا نام نہیں ہے۔

سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری

جب نہر والہ میں بھیم دیو باگھیلہ راجہ ہوا تو شہاب الدین غوری اپنی سپاہ اچھہ میں سنہ ۵۷۴ھ ۱۱۷۸ء میں لیگیا اور جب وہ غزنیں کا بادشاہ ہو گیا۔ تو سنہ ۵۷۸ھ ۱۱۸۲ء میں پھر یہاں آیا اور مخالفوں سے اس ملک کو لے لیا اس دفعہ بھی اوس نے ملتان کو فتح کر کے گجرات جانے کا ارادہ کیا۔ بھیم دیو باگھیلہ نے اوسکو شکست دی جس کے بعد سلطان غزنیں میں بہت مشکل سے پہنچا جس وقت سلطان یہاں آیا تھا تو رجپوتوں میں لڑائیاں ہو رہی تھیں تو اوس نے کہا تھا کہ ملک گجرات نہ راجپوتوں کا ہے نہ ملچھوں کا بلکہ تلوار کا ہے۔

سلطان قطب الدین ایبک

جب ہندوستان میں سلطان قطب الدین ایبک سلطان غوری کا نائب ہوا اور اُس نے دہلی

اِس لیئے راج کھیم راج کے خاندان میں منتقل ہوا جو بھیم دیو اوّل کا بیٹا تھا۔ اور کھیم راج کے کے پوتے کے تین بیٹے تھے جن میں سے ایک کمار پال تھا جس کو منجم کہتے تھے کہ راجہ ہوگا۔ مگر سدھ راج اس کا راجہ ہونا پسند نہیں کرتا اس لیئے وہ جان آزاری کے بیم کے سبب سے دیس بدیس جوگی بنا پڑا پھرا اور جا بجا چھپتا رہا۔ جب سدھ راج نے پرلوک گون کیا تو انھل وارہ میں آن کر راج گدی پر بیٹھا۔ دشمن اسکے مارنے کے درپے ہوئے۔ مگر اوس نے سب مخالفوں کو زیر کیا اور بہت ملک فتح کر لیا اور ۳۱ برس سلطنت کی۔

کمار پال کے بیٹا نہ تھا اس لیئے اوس کے بھائی کا بیٹا اجے پال راجہ سمت ۱۲۳۲ (سنہ ۱۱۷۶ع) میں ہوا اور تین سال فرمانروائی کی تھی کہ ایک دربان وائی جل دیو نے اوس کو خنجر مار کر مار ڈالا (سنہ ۱۱۷۹ع) میں اجے پال کے بعد مولراج دوم تخت پر بیٹھا۔ دو برس راج کیا۔ اس کے بعد اجے پال کا چھوٹا بھائی (سنہ ۱۱۷۹ع) میں بھیم دیو جس کو بھولا بھی کہتے ہیں راجہ ہوا اور ۶۳ سال سلطنت کی۔ بھولا انہل واڑہ کا دیوانہ راجہ مشہور ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کے مرنے کے وقت گجرات میں کوئی بزرگ اور شایستہ سردار بیر دھول باگھیلہ کی برابر نہ تھا اس لیئے وہ بھیم کے بعد گجرات کے تخت پر بیٹھا۔ پھر باگھیلہ راجاؤں کا سلسلہ اس طرح پر ہے۔

نام راجہ	مدت سلطنت	نام راجہ	مدت سلطنت
(۱) بیر دھول باگھیلہ	۱۲ سال ۵ ماہ	(۴) ارجن دیو	۱۰ سال
(۲) وی سل دیو	۲۴ سال ۳ ماہ	(۵) سارنگ دیو	۲۱ سال
(۳) بھیم برادر زادہ وی سل دیو	۴۲ سال	(۶) کرن	۶ سال ۱۰ ماہ

بعض کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وی سل دیو یعنی ورسل دیو چندرورتی کا حاکم تھا اور اس پاس اٹھارہ سومندل تھی۔ وہ سارنگ دیو مہاراجہ نہروالہ کا محکوم تھا دونوں بھیم دیو اور سارنگ دیو جو انہل واڑہ یا نہروالہ یا پٹن میں راج کرتے تھے جین مت رکھتے تھے۔

اب ہم آگے بیان کرتے ہیں ان راجاؤں اور مسلمانوں کے درمیان ملک گجرات میں اس زمانہ تک کہ مسلمانوں کا تسلط گجرات پر ہوا کیا معاملات پیش آئے۔

سمت ۱۰۶۴ (سنہ ۱۰۱۶ء) میں سلطان محمود غزنوی نے انہل وارہ پر غلبہ پایا۔ اور ہندؤں کے سورج نے مسلمانوں کے ہلال کو جھک کر سلام کیا۔ لیکن سلطان نے اپنی طرف سے یہاں مرزبان مقرر کرنے میں اپنی بہ دید نہ دیکھی۔ یہیں کے راجاؤں کی نسل میں سے ایک کو راج دیدیا اور سالانہ پیشکش ٹھیرا کر سند کی راہ سے مراجعت کی۔ چامند راج دیو کی سلطنت کے بیان میں ہندوں کی کتابوں میں سلطان محمود غزنوی کے حملہ کا بیان نہیں ہی۔ جینیوں اور برہمنوں اور بھاٹوں۔ دکبیشریوں۔ ولبیوں کی (جو راجپوت راجاؤں کی نیک نامی کے لکھنے والے ہیں۔) عادت میں یہ امر داخل ہی کہ جن حالات کو وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ اونکے ممدوحوں کی کسر شان کرینگے۔ اونکے بیان میں وہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ گو یہ حالات کیسے ہی مشہور ہوں اور اونکے اثر ونتائج عظیم وقوع میں آئے ہوں۔ جب کوئی راجہ گناہ گار۔ نادان۔ بداقبال ہوتا ہی۔ تو وہ اوسکی تاریخ پر ایک کالا پردہ ڈال کر فقط اوس پر یہ لکھدیتے ہیں کہ وہ پیدا ہوا اور مرگیا۔

چامند راج ایک دفعہ بنارس کو جاترا کو گیا تو اپنے بڑے بیٹے بلبھ راج کو اپنی جگہ تخت پر بٹھا گیا تھا راستہ میں اسکا چھتر اور گھوڑے کے بالوں کی پنکھی اور اور راج کی امارات یہ سب راجہ مالوہ نے چھین لئے۔ جب وہ جاترا سے آیا تو اوسنے بلبھ راج کو مالوہ کے راجہ سے لڑنے کے لئے بھیجا وہ راہ میں سیتلا سے مرگیا۔ تو اس صدمہ سے چامند ایسا دل شکستہ ہوا کہ اپنے دوسرے بیٹے درلبھ کو تخت پر بٹھا کر تارک الدنیا ہوا۔

درلبھ کا بھائی ناگ راج تھا۔ اوسکا بیٹا بھیم دیو اول تھا۔ جسکے پیدا ہونے کی چچا کو بڑی خوشی ہوئی اسی کو راج دیکر وہ جاتراؤں کو چلا گیا۔

سلطان محمود کو اپنے ہی ملک میں ایسے فسادات پیش آئے کہ اوسنے پھر ہندوستان پر توجہ نہیں کی اوسکی اولاد کی سلطنت میں ہندوؤں نے اپنے ملک پر قبضہ کرلیا۔ جب سب راجا مسلمانوں سے لڑے ہیں تو انہیں راجہ بھیم دیو راجہ انہل وارہ بھی شریک تھا بھیم کا جانشین کرن ہوا ۱۰۷۲ء سے سنہ ۱۰۹۴ تک سلطنت کی اسکو بیگانوں سے لڑنا نہیں پڑا۔ کرن کے بعد سدہ راج راجہ ہوا اوسنے سنہ ۱۰۹۴ء سے سنہ ۱۱۴۳ تک ۹ برس ہ سال راج کیا۔ سدہ راج کے اولاد نہ تھی

کی بہن بیلا دیوی سے ہوگیا۔ یہ لڑکی حاملہ ہوئی مگر وضع حمل کے قریب مرگئی۔ بچہ اوسکے پیٹ سے زندہ نکال لیا گیا۔ اور اسکا نام مول راج رکھا گیا۔ راجہ سامنت نے اوسکو متبنیٰ یعنی اپنا بیٹا بنایا رتن مالا میں اسکی خصلت یہ لکھی ہی کہ وہ مکار دغاباز بے رحم تھا اپنے تئیں بڑے بنانے کا شائق۔ اوسکا رنگ کالا تھا مگر وجیہ تھا۔ عشق کی دیوی کا غلام تھا۔ وہ روپیہ کو زمین میں دبا دبا کے رکھتا تھا فن سپہ گری میں اگرچہ بدسلیقہ تھا مگر دشمن مقابلہ کو آئے تو اپنے مکر و عیاری سے اُسے باز رکھتا تھا۔ جب وہ بالغ ہوا تو راجہ سامنت نے شراب کی مستی میں مول راج کی رسوم تخت نشینی کی ادا کیں۔ مگر جب ہوش میں آیا تو وہ اپنے کئے سے پچتایا۔ پھر دیا ہوا راج واپس لینا چاہا۔ اسی زمانہ سے چوراسکے عطیہ کا نابیسز ہونا ایک ضرب المثل ہوگئی ہی۔ مول راج کو حکمرانی کا چسکا لگ گیا تھا۔ بھلا وہ اب راج کو کیسے چھوڑ کر سامنت کو دیدیتا اسلیئے اوسنے سپاہ کو جمع کیا اور ماموں پر حملہ کیا اور اوسکو مار ڈالا۔ اور خود تخت پر ہو بیٹھا۔ کومارچرتر کا قول ہے کہ یہ چھ چیزیں کبھی احسانمند نہیں ہوتیں۔ بیٹی کا خاوند (داماد) بچھو۔ تیر۔ شراب۔ بیوقوف۔ بہن کا بیٹا (بھانجہ) انہیں سے ہر ایک فائدوں کی قدر نہیں کرتا۔

مول راج نے اس خیال سے کہ سلطنت میں کوئی کانٹا چبھنے والا باقی نہ رہے۔ اپنی ماں کے سارے رشتہ داروں کو مار ڈالا۔ اوسکی لڑائیاں گرد نواح کے راجاؤں سے ہوئیں جنمیں وہ فتحیاب ہوا ۵۵ سال سلطنت سنہ ۹۴۲ء سے سنہ ۹۹۶ء تک کی سولانکھی راجاؤں کی فہرست یہ ہی۔

نام راجہ	مدت سلطنت	نام راجہ	مدت سلطنت
(۱) مول راج	۵۶ سال	(۶) سدہ راجی سنگہ دیو	۵۰ سال
(۲) چامندراج دیو	۳۰ سال	(۷) کمار پال دیو	۲۳ سال
(۳) وربھ راج دیو	۱۱ سال ۶ ماہ	(۸) اجی پال دیو	۳ سال
(۴) بھیم دیو اول	۴۲ سال	(۹) بال مول راج دیو	۲ سال
(۵) کرن دیو	۳۱ سال	(۱۰) بھیم دیو دوم	۳۶ سال

سمت ۱۰۵۳ سے چامندراج دیو کا راج شروع ہوا ہی اور تیرہ برس راج کیا ہی اسی کے عہد میں

دہرم سالے سڑکوں پر مسافروں کے آرام کے لئے بناتے ہیں وہاں دوکاندار بٹھاتے ہیں کہ مسافر اپنی ضرورتوں کی چیزوں کو خرید لے۔ بہت سے ہندو ایسے ہیں کہ ایک پتّل میں دو ساتھ نہیں کہاتے۔ اسطرح ساتھ کھانے کو وہ پاپ گنتے ہیں اگر سو ہندو ہوں تو سو پتّلیں انکے لئے چاہئیں۔ وہ کہا کر پتّلوں اور بچے ہوئے کہانے کو پھینک دیتے ہیں۔ وہ کانوں کو چھدواتے ہیں اور اونکے راجا کانوں میں بڑے بیش قیمت موتیوں کے مندرے وبالے پہنتے ہیں کنٹھے زر و جواہر کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ جواہرات میں موتیوں کی بڑی قدر کرتے ہیں ہر پیشہ آبائی ہوتا ہے۔ راجا کا بیٹا راجا اور بڑھئی کا بیٹا بڑہئی ہوتا ہے مختلف پیشوں کے آدمی آپس میں ناتہ رشتہ نہیں رکہتے۔ اہل اسلام کے ساتھ بعض راجہ موانست بعض عداوت رکہتے تھے ہندؤں کے ہاں بڑی سخت ریاضتیں ہوتی ہیں۔ فقیر صرف مرگ چھال یا شیر کی کھال اوڑھتے ہیں۔ بہت دیر تک چہرے کو سورج کے سامنے رکہتے ہیں۔ ہاتھ کو سکھاتے ہیں کثیر الازدواجی رائج ہے۔ بتوں سے سوالوں کے جواب لیتے ہیں۔ کہانے سے پہلے اشنان کرتے ہیں۔ ہندؤں کے راج میں بہت سے سپاہی ہوتے ہیں کہ وہ تنخواہ نہیں پاتے اور راجہ کی طرف سے لڑنے جاتے ہیں اور وہ راجہ سے کچھ نہیں لیتے۔

مول راج سولانکھی

اوپر بیان ہوا کہ چورابنس کے سات راجاؤں نے ۱۹۶ سال اسطرح راج کیا کہ بیٹا باپ کے بعد جانشین ہوا۔ آخری راجہ سامنت تھا۔ جسنے سات برس راج کیا۔ وہ خفیف العقل تھا اوسکو نیک و بدکی اور روز و شب کے دوست و دشمن کی تمیز نہ تھی۔ نہ اس میں استقلال تھا نہ زیرکی اسکا حال نفظ یہ لکھا ہے کہ وہ بے اولاد تھا جسکے سبب سے انہل وار سولانکھی بنس کا راج قائم ہوا قنوج کے راجہ بھور راج کی چوتھی پیڑی میں بھونا دیتا کے بیٹے راج و بیج اور ڈنڈک تھے یہ سومنات کی جاترا کو گئے۔ رتن ملا میں لکھا ہے۔ ان تینوں میں بڑے بھائی راج کا رنگ گورا قد متوسط تھا وہ وجیہ تھا۔ مذہب کا پابند اور شو کا بڑا پجاری تھا۔ اسکا بیاہ راجہ سامنت راجہ انہلواڑ

پر بیٹھا سمت ۹۲۶ میں مرگیا ۵ ۴ برس سلطنت کرگیا۔ شری کھیم راج کے بیٹے سری بھوید نے ۲۹ سال سمت ۹۵۵ تک راج کیا۔ اسکے زمانہ میں کسی دشمن نے اسکا مقابلہ نہیں کیا۔

شری بیر سنگھ کی سلطنت میں بہ نسبت اسکے باپ شری بھوید کے بڑی خرابیاں رہیں۔ اسکو غیر ملک والوں سے مقابلہ کرنا پڑا مگر وہ آخر کو فتحیاب ہوا۔ کبھی اسکو شکست نہیں ہوئی۔ اسکا وزیر بڑا دانا تھا وہ اوسکی بڑی مدد کرتا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ غیر ملک والے کون تھے جن سے اوسکو لڑنا پڑا۔

رتنادیتا جسکو مسلمان رشاوت یا رساوت لکھتے ہیں۔ سمت ۹۳۰ میں وہ اپنے باپ بیر سنگھ کا جانشیں ہوا۔ وہ زمین کا آفتاب معلوم ہوتا تھا۔ قوت شجاعت۔ ایفاء عہد میں مشہور تھا۔ چوروں مکاروں۔ اوباشوں و رندوں۔ جھوٹوں کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ سنہ ۹۳۵ء میں مرگیا۔ اسکا بیٹا سامنت سنگھ جانشیں ہوا جسپر بن راج یعنی چورابنس کا راج ختم ہوگیا۔

کھیم راج اور بھوید کی سلطنتوں میں ہندوستان میں ابو زید الحسن وغیرہ مسلمان سیاح آئے اپنے سیاحت ناموں میں جن مقامات کے حالات اونہوں نے تحریر کئے اونکے ناموں کو معرب بناکے ایسا تحریف کیا ہی کہ ہزار تحقیق و تدقیق سے شاذ و نادر ہی کسی مقام کا پتا چلتا ہی کہ وہ کیا اور کہاں تھا۔ باقی حالات اسطرح کے اُنہوں نے لکھے ہیں کہ ہندو جب بوڑھے اور سخت علیل ہوجاتے ہیں تو اونکے عزیز اونکو ڈبو دیتے ہیں۔ مردوں کو جلاتے ہیں۔ بیویاں اپنے خاوندوں کے ساتھ ستی ہوجاتی ہیں۔ برہمن اُنکے عالم اور زاہد ہوتے ہیں انکے شاعر اپنے بادشاہوں کی ستائش کو اپنے کلام میں مبالغہ کے ساتھ بھر دیتے ہیں۔ منجم و حکما و فال گو۔ جانوروں سے شگون لینے والے۔ موسموں کا حال بتانے والے بہت ہیں بارش اہل ہند کی جان ہی اگر وہ نہ ہو تو پھر اونکی زیست حرام ہوجاتی ہی۔ جوگی ہمیشہ ننگے رہتے ہیں بال اتنے بڑھا لیتے ہیں کہ سارا بدن اُنکا ڈھک جاتا ہی۔ ناخن اتنے بڑھا لیتے ہیں کہ وہ شمشیر کے مانند تیز ہوجاتے ہیں۔ وہ خود تو اونکو کاٹتے نہیں مگر وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ ناخن بڑھانیکو وہ اپنا فرض مذہبی سمجھتے ہیں۔ ایک شخص سے ایکدفعہ وہ مانگتے ہیں دوبارہ سوال نہیں کرتے۔

کتے کی لڑائی ہوئی تھی اور خرگوشں نے اپنی قوت بازو سے رہائی پائی تھی - راجہ نے اس سرزمین کو آباد کیا - انہل پور اسکا نام رکہا - اختر شناسوں نے کہدیا تھا کہ جب وہ ایکہزار پانچ سو سال سات مہینے نو روز چوالیس گھڑی گذرینگی تو یہ شہر ویران ہو جائیگا - زبان فرسوگی اور زبان گردی سے اس شہر کا نام نہروالہ مشہور رہوا - اس دیس کی زبان میں پٹن برگزیدہ کو کہتے ہیں اس سبب سے وہ پٹن زبان زد خلایق ہوا - ابو الفضل نے جو بن راج کے حالات تحقیقات کرکے لکہے تھے اوسکی اصلاح و درستی رتن مالا کے بیان سے ہوتی ہی جسکو ہم نے نقل کیا ہی -

جوگ راج کا بیان

رتن مالہ میں اس راجہ کا بیان بہت تھوڑا لکھا ہی فقط یہ ایک واقعہ اوسکے انہل واڑ کے راج کا تاریخ گجرات میں بیان کے قابل ہی - سورٹھ میں پٹن کے بندرگاہ میں بعض بیگانہ ملکوں کے جہاز آئے - وہ قیمتی اسباب تجارت سے لدے ہوئے تھے - یہ نہیں معلوم کہ وہ کس بندرگاہ سے آئے تھے اور کس ملک کو جاتے تھے - برخلاف راجہ کے حکم کے تاجروں پر حملہ کیا گیا - اور انکا سارا مال وارث تاج و تخت کہیم راج نے لوٹ لیا - مہمان پروری کے قوانین کے برخلاف اس کام کے ہونے سے راجہ کو نہایت رنج و ملال ہوا - اوسنے کہیم راج کو لعنت ملامت کی - اور اپنے دو بھائیوں سے جو اس کام میں شریک تھے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں جن کاموں کے کرنے کا قصد کیا تھا تم نے ان سب کو برباد کردیا - جب اجنبی ملکوں کے دانشمند راجاؤں کے کاموں کو تولینگے تو گجرات کے راجہ کی یہ تذلیل کرینگے کہ وہ چوروں کا راجہ تھا - میرے باپ دادا نے جو خطائیں کیں تھیں مجھے اونکے مٹانے کے بعد امید تھی کہ میں راجاؤں کے سلسلہ میں داخل ہو جاؤنگا - مگر تمہاری طمع نے ان خطاؤں کو ازسر نو چمکا دیا - راج نیت میں لکھا ہی کہ بادشاہ کے احکام کی نافرمانی - برہمن کے وظیفہ کی موقوفی - عورت کا بستر سے بھاگ جانا ایسے زخم ہیں جو بے ہتیار کے لگتے ہیں جوگ راج کی عمر بڑی ہوئی ۳۵ برس سلطنت کرکے مرگھٹ میں جلا - اسکے بعد کہیم راج اسکا بیٹا راج گدی

اب اوسنے شیل گن سوری کی طرف التفات کیا - اب تک اوسکی مار وپ سندری اسی جینی کے پاس تھی اور جین مت میں وہ بڑی گرم جوش تھی یہ بوڑھی رانی اور اسکا گرو اس صنم کو جسکی وہ پرستش کرتے تھے - انہل پور میں لائے - اور اوسکے واسطے ایک بڑا مندر بنا اور اسکا نام پنچا سور پارس ناتھ رکھا گیا - اور اس میں بن راج کی مورت بھی پوجاری کی صورت میں رکھی گئی اسکا مذہب جین اور برہمن مذہبوں کے درمیان میں رہا -

بن راج سنہ ۶۹۶ء میں پیدا ہوا اور انہل واڑہ میں ۶۰ سال سلطنت کی سنہ ۸۰۶ء میں مر گیا - اور اوسکے تخت پر جوگ راج (یوگ راج) اسکا بیٹا بیٹھا -

بن راج کا حال آئین اکبری میں ابو الفضل نے اس طرح لکھا ہے کہ ہندی ناموں میں لکھا ہے کہ سمت ۸۰۲ (۷۴۵ء) میں بن راج نے اول سراج دولت کو فروغ دیا - اور گجرات کی ایک جدا سلطنت بنائی - راجہ سری بھوردیو مرزبان قنوج نے اپنے نوکر سامنت سنگہ کو بدگوہری و بداندیشی وفتنہ انگیزی کے سبب سے مار ڈالا - سارا گھر بار لوٹ لیا - اوسکی بیوی حاملہ تھی - گو خار ناکامی پاؤں میں چبھ رہا تھا وہ گجرات میں آئی اور صحرا بیکسی میں جنی جین کے وارستگان میں سے شیل دیو کا اوسکے پاس گذر ہوا - یہ حال دیکھکر اوسکے دل میں درد ہوا - اوسکو اپنے چیلہ کو حوالہ کیا - اوسنے رادہن پور میں لیجا کر پرورش کیا - جب وہ بڑا ہوا تو فرومایوں کی ہم نشینی سے تباہ اندیشی و دل آزاری و رہزنی اختیار کی - اس کے گرد - بدکاروں کا ہنگامہ ہوا - گجرات سے قنوج کو خزانہ جاتا تھا - اسکو لوٹ لیا اس سبب سے کہ سعادت سرشت تھا - جب چنپا بقال ملا تو شمشیر کی رہمنوں فرو ہوئی - بدکاری چھوڑ کر خوب کرداری کی طرف طبیعت مائل ہوئی - پچاس سال کی عمر میں بادشاہی ہاتھ آئی - پٹن شہر اس راجہ کا آباد کیا ہوا ہے - کہتے ہیں کہ اوسنے تخت گاہ کے مقرر کرنے میں بہت سوچ بچار کیا تھا - اور سخت تگادو کی تھی - انہل ایک گائے چرانے والے نے کہا کہ میں نے ایک عجیب زمین دیکھی ہے مگر وہاں شہر کو میرے نام پر آباد کرو تو میں اوسکو بتلادوں راجہ نے اوسکی درخواست منظور کی اوسنے ایک درخت زار کا پتا بتلایا - جسمیں ایک خرگوش اور

لوٹ مار میں شریک ہوا جسمیں اوسنے اپنی ذاتی شجاعت کو دکہایا اور اپنے رفیقوں کی ہمت بندہوائی اور اپنی حالت شاہی کو بہادرانہ مان کر اونکو عہدے اور منصب اُس سلطنت کے لئے دیئے جسکو وہ دوبارہ حاصل کرنے کو تہا۔ ایک تاجر کی بیوی سشری دیوی نے اوسکی بڑی عمدہ مدارات کی تہی اوسکو اپنے راج کے تیل ملوانے کا وعدہ کیا۔ جامپ یا جنیا ایک سوداگر تہا وہ بڑا جوانمرد اور فن سپاہ گری سے ماہر تہا اوسکو اپنا وزیر مقرر کیا جسنے آیندہ جنیا آباد کیا اور انہل ایک اور اوسکے رفیقوں میں تہا جو اس ملک کے حال سے خوب واقف تہا اوسکے نام پر اپنی دارالسلطنت کا نام رکہا۔ اتنے برسوں کا عرصہ گذر گیا۔ کہ سوریال مرگیا اور اسکا معاوضہ اور بہادر رفیقوں کے ساتھ ہونے سے ہوگیا۔ آخر کار بن راج کو اوسکے استقلال کا انعام مل گیا۔ راجہ بھور راج نے گجرات کے محصول کو اپنی بیٹی مائی من دیوی کو دیدیا۔ اس رانی نے اپنی صلاح کاروں کے مشورہ سے ایک چوراسردار کو سستبھرت یعنی نیزہ بردار کا عہدہ دیا کہ حفاظت اچھی طرح ہو۔ کلی آن کے آدمی اس ملک میں چھ مہینے رہے۔ اور بہت سا روپیہ اور بہت سے قیمتی گھوڑے لیکر چلے سورتھ (کاٹھی واڑ) کے گھوڑے بڑے مشہور ہیں۔ راہ میں بن راج نے اونپر حملہ کر کے لوٹ لیا۔ اور سب کو مار ڈالا۔ اس مہم کے بعد وہ کچھ مدت تک اس دیس کے مختلف حصوں میں جہاں جنگل اور پہاڑ تھے پناہ لیتا پھرا۔ کہ کلی آن کے راجہ کے انتقام سے محفوظ رہے۔ مگر اس کو لوٹ مال اتنا ہاتھ لگ گیا تھا کہ وہ اپنے اس منصوبے کو جو مدت سے اوسکے دل میں تھا پورا کر سکتا تھا۔ اوسنے ایک دارالسلطنت انہل پور یا انہل واڑہ کی بنیاد ڈالی۔

ایک شاعر کے شعر سے معلوم ہوتا ہی کہ سمت ۸۰۲ (۷۴۶ء) میں اس شہر کی بنیاد رکھی گئی کہ وہ دائم وقائم رہے۔ ایک جینی نجومی نے اس شہر کے جنم پترہ میں لکھ دیا تھا۔ کہ سمت ۱۲۹۷ میں انہل پور غارت و ویران ہو جائیگا۔ سو اس پیشین گوئی کو سلطان علاءالدین نے پورا کر دیا۔

سری دیوی نے بن راج کی راج گدی بٹھانے میں مدد کی۔ جامپا اسکا وزیر مقرر ہوا۔

سبب سے اوسکے ہاں مہمان جب تک رہی کہ اوسکے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔
جب بیٹا چھ برس کا ہوا ایک جینی جتی کا گذر جنگل میں ہوا اوس نے اس لڑکے کو دیکھا کہ پنگھورے میں جھول رہا ہے۔ اوسنے روپ سندری اور اس لڑکے کا احوال دریافت کیا اور رانی کی بڑی تسلّی کی اور اوسکو شہر میں لے آیا۔ لڑکا جنگل میں پیدا ہوا تھا۔ اسلئے اوسکا نام بن راج (یعنی جنگل کا راجہ) رکھا گیا۔ جب اس لڑکے حال سورپال کو معلوم ہوا تو وہ اوسکو پوشیدہ اپنے پاس لے گیا۔ اور چودہ برس کی عمر تک اسکو اپنے پاس رکھا۔ یہ لڑکا شیر کی طرح بڑھا۔ ہمیشہ بہادری اور شہ زوری اور ہوشیاری دکھاتا۔ اور اپنے راج کے دوبارہ حاصل کرنے کی دُھن میں لگا رہتا۔

بن راج کا تذکرہ

گجرات کی زبانی حکایات اور جین کے بیانات سے جو بن راج کے حالات معلوم ہوتے ہیں وہی رتن مالا میں لکھے ہیں چاؤ ہی ہٹ کٹ یا چورا کی قوم میں پنچاسورا کا راجہ تھا اس قوم کی اصل دریا سند ممالک مغربی میں تھی۔ وہ نہ سورج بنسیوں سے اور نہ چندر بنسیوں سے علاقہ رکھتی تھی وہ صرف مغربی ہندوستان سے تعلق رکھتی تھی۔ جے شکریا جس راج چورا سے پہلے جو راجہ تھے وہ دیو اور پٹن سومنات کے راجہ تھے۔ یہ دو بندرگاہ بحری ساحل سورتھ پر واقع ہیں اور بلبھی پور کے مہاراجوں کے ماتحت تھے۔ بلبھی پور کے غارت ہوجانے کے بعد چورا پنچاسورا کو جو معرض خطر میں نہ تھا چلے گئے۔ جین اور اور رعایا بلبھی پور کی جسکا ذکر اوپر ہوا ہے اونکی حمایت سے مستفید ہونے کے لئے وہاں چلی گئی۔ پنچاسورا اب بھی ایک گانوں نواب رادھن پور کی ریاست میں ہے جو چھوٹی رن کچھ کے کنارے پر ہے۔ پنچاسورا سے چند میل پر بن راج کی جنم بھوم موضع چندور میں ہے۔ اور اوسکے بچپنے میں رہنے کی جگہ وندہے۔
وہ جین جتی جس نے بن راج کو پالا پوسا شیل گن سوری تھا۔ ابتداء عمر میں اسی جتی کے صومعہ میں بن راج رہا۔ اور اپنی اصل کو جھوٹ بتلاتا رہا جب ہوش سنبھالا تو ماموں کے ساتھ

نہیں۔ اوسنے سورپال کو بلا کر منت کر کے کہا کہ تو اپنی حاملہ بہن روپ سندری کو کسی ایسی جگہ پہنچا دے کہ وہ امن سے رہے اور میری نسل منقطع نہ ہو جاوے۔ اگر ایسا ہوگا تو دشمن بے کھٹکے راج کریگا۔ غرض بہت ہی بحث و تکرار کے بعد سورپال بہن کو جنگل میں چھوڑ کر خود لڑنے کو آیا۔ اس اثنا میں راجہ بھودراج نے جے شکر پاس پیغام بھیجا کہ وہ قلعہ مجھے حوالہ کرے اور خود دستور کے موافق اطاعت کرے کہ میرے پاؤں میں آن کر گرے اور تنکا منہ میں لے۔ جے شکر نے جواب دیا کہ میں اس طرح کی اطاعت سے مرنے کو اچھا جانتا ہوں اور گجرات دیکر فردوس کا لینا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہی۔ غرض اوسنے بہادرانہ لڑکر جان دی۔ راجہ بھودرراج اوسکے محل پر پہنچا۔ وہاں عورتوں نے بھی مسلح ہو کر اوسکا خوب مقابلہ کیا اور ایک دفعہ دشمن کے لشکر کو شہر کے دروازہ سے باہر کر دیا۔ اور اپنا مطلب اعظم یہ حاصل کیا کہ خاوندوں کی لاشوں کو میدان جنگ سے وہ لے آئیں اور چتا بنا کے اونکے ساتھ ستی ہو گئیں پھر بھودرراج آیا خود راجہ چورا کے مرنیکی مراسم کو ادا کیا۔ جس سے اوسکی بڑی نیک نامی ہوئی۔

کچھ اور سورٹھ کے فرمان دہوں نے راجہ بھودر کی اطاعت کی۔ اوسنے یہاں گجرات میں رہنے کا ارادہ کیا مگر اعیان سلطنت نے سمجھایا کہ سورپال جیتا ہی پہلو میں کانٹا سا کھٹکتا رہیگا۔ اسلئے راجہ نے یہاں محصول مقرر کر کے مراجعت کی۔ سورپال جب بہن کو جنگل میں چھوڑ کر آیا تو راجہ مر چکا تھا۔ اوسنے ارادہ کیا کہ راجہ کی طرح میں بھی لڑکر مر جاؤں پھر وہ سوچا کہ اگر میں مر جاؤنگا تو راجہ بھودر بے کھٹکے راج کریگا۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اب آیندہ کے لئے تدبیر کرنی چاہیئے۔ اگر خوش اقبالی سے میری بہن کے بیٹا پیدا ہوا تو میں گجرات کی پھر سلطنت حاصل کرونگا۔ میری اعانت بغیر یہ کام نہ ہو سکیگا۔ یہ سوچ کر وہ بہن کی تلاش کو گیا مگر وہ نہ ملی بعض کہتے ہیں کہ وہ شرم کے مارے بہن کے پاس نہیں گیا۔ نار کے پہاڑوں میں اوسنے سکونت اختیار کی۔ اب روپ سندری کا حال سنو کہ جنگل میں ایک بھیلنی نے اوسے دیکھ لیا اسکو رانی سمجھ کر یہ اوس سے بولی کہ تو میرے ساتھ جنگل میں رہ۔ یہاں پھول پتے پھل کھانے کے لئے اور پہاڑ امن سے رہنے کے واسطے موجود ہیں۔ رانی نے اس بھیلنی کی منت سماجت کے

مگرسب نے باالاتفاق کہا کہ ہم راجپوت ہیں ایسے عالی خاندان ہیں کہ مرنے کو موجود ہیں۔ کون ایسا ہوگا کہ ضرورت کیوقت میں بھاگ کر یہ بے عزتی اپنی کریگا کہ اوسکے گوشت کے کھانے سے کوئی بھی نفرت کرینگے اور ایک کڑور دن وہ جہنم میں رہیگا۔ محاصرہ پر باون دن گذر گئے تو یہ تجویز ہوئی کہ سوریال کو رشوت دیکر کام نکالا جائے۔ کسی درخت کے دودہ سے ایک خط لکھ کر اوس پاس بھیجا گیا جسپر اوسنے زعفران ڈال کر پڑھ لیا۔ راجہ بھور کی بات کو سوریال نے مانا نہیں اور اوسکو لکھا کہ میں اور جے شکر ایسے آپس میں متحد ہیں کہ وہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوسکتے جیسے کہ دودہ و پانی ملکر پھر علیحدہ نہیں ہوسکتے۔ میں اشراف زادہ ہوں۔ بھلا یہ دغا کا کام مجھسے کیسے ہوسکتا ہی۔ اگر تینوں لوک کا راج دیا جائے تو اوسکو کوئی اشراف نہیں قبول کریگا کوئی نطفہ حرام اسے منظور کریگا۔

جے شکر کے لشکر میں رات کو مہابھارت کے اشلوک پڑھے گئے۔ بھیم کی مہمات کے بیان نے سپاہ کو جنگ پر مشتعل کیا۔ انکو لڑائی کے شوق میں رات کا کاٹنا مشکل ہوگیا۔ صبح کو دونوں سپاہیں آپسمیں ایسی ٹکرائیں جیسی کہ گھٹا کے بادل اونکے ہتیار ایسے چمکتے تھے جیسے کہ بجلی اونکے چلنے سے زمین ایسی گونجتی تھی جیسے کہ بادل گرجتے ہیں۔ جنگی باجے نامردوں کو مرد بنا رہے تھے۔ اور تیروں اور غلولوں کا موسلادھار مینہ برس رہا تھا۔ تیر و برچھی و ترسول سے لڑتے تھے۔ ہاتھی ہاتھیوں پر اور گھوڑسے گھوڑوں پر۔ اور رتھ بان رتھ بانوں پر۔ کچکچا کے پلتے تھے۔ خون کے دریا میں مردے بہتے تھے۔ جتنا جنگ کا غل شور بڑہتا تھا اوتنے ہی بہادر ہنستے تھے۔ سپاہ کے کارفرما کم شوقینوں کی ہمت بندھواتے تھے۔ بہادروں کو شاباش دیتے تھے اور جے جے پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ اب ہم پھر آپسمیں نہیں ملینگے اس دنیا میں شہرت حاصل کرو اور اوسکے ساتھ بہشت بھی لو۔ دیوتاؤں اور آدمیوں سے اپنی تعظیم دنیا و عقبےٰ میں کراؤ۔ غرض انجام لڑائی کا یہ ہوا کہ راجہ بھودر راج قلعہ کے اندر گھس گیا۔

جے شکر نے دیکھا کہ اب میری سپاہ میں بہادر بہت کم رہ گئے ہیں۔ اب فتح کی کوئی امید نتی

کا حکم دیا جب سپاہ و سامان سپاہ مہیا ہو گیا تو وہ جے سنکر پر حملہ کرنے کو گیا۔ اس اثنا میں سنکر شاعر نے بھی اپنے راجہ جے سنکر کو جاکر اطلاع دیدی تھی کہ راجہ بھودر راج اور میر حملہ کرنیکو ہی۔
راجہ بھودر کی سپاہ آگے بڑہی جاتی تھی سوار اور ہاتی اس میں بہت تھے۔ چار ہزار جنگی رتھ تھے۔ اسقدر سپاہ تھی کہ جہاں وہ گذرتی تھی تو تر زمین خشک ہو جاتی تھی اور خشک زمین تر ہو جاتی تھی۔ وہ لوٹتی مارتی پنچاسور سے چھ میل پر پہنچی۔ یہاں سے سارے ملک کو لوٹنا اور عورتوں اور مردوں کو قید کرنا شروع کیا۔ میر کو سر لشکر مقرر کیا۔
جب جے سنکر نے یہ حال سُنا تو وہ سر سے پاؤں تک غصہ کے مارے جل اُٹھا۔ اُس نے میر کو ایک خط بھیجا۔ جسمیں لکھا کہ غریبوں پر ظلم کرنا جوان مردوں کا کام نہیں ہی۔ تیرا حال کُتے کا سا ہ کہ جو شخص اوسکو پتھر مارتا ہی تو وہ پتھر کو بجائے پتھر مارنے والے کے کاٹتا ہی۔
میر نے اسکو جواب میں لکھا کہ تو یہاں مُنہ میں تنکا لیکر آ۔ اور بھودر راج کی اطاعت کر اور قدموں پر سر جہکا (مُنہ میں تنکا یا گھاس لیکر آنے کے معنی یہ ہیں کہ جانوروں کی طرح اطاعت کرنا)۔
جسوقت میر کا جواب یہ آیا تو سوریال موجود نہ تھا۔ اوسنے راجہ کو کچھ خبر بھی نہ کی کہ اوسنے حملہ آوروں کے لشکر پر دفعتہً شب خون مارا۔ دشمن لڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کچھ فوج پاس کے دہات کو غارت کرنے گئی ہوئی تھی۔ کچھ کہا پی رہی تھی کچھ سوتی تھی کچھ ناچ رنگ میں لگی ہوئی تھی۔ سوریال کے سپاہیوں نے تلواریں ہاتہوں میں لیکر دشمنوں کو اسطرح کاٹ ڈالا جیسے گہسیارہ گھاس کو کاٹتا ہی۔ دشمن کا سارا لشکر ایسا پراگندہ ہو گیا جیسا کہ ہرنوں کا گلہ شیر کے آنے سے بے تحاشا بھاگتا ہی۔ میر جو میر لشکر تھا یہ سمجھکر کہ میرا مُنہ کالا ہو گیا اپنے راجہ کی دارالسلطنت سے آٹھ دن کے رستہ پر اُلٹا چلا گیا۔ راجہ بھودر راج خود میر کے لشکر میں آیا۔ اُسنے اپنی مفرور سپاہ کی تسلی کی اور سمجھایا کہ بھاگنا فتح کی تمہید ہوتا ہی۔ کوئی ہتیار سخت صدمہ جب تک نہیں پہنچا سکتا کہ اولٹا نہ ہٹے۔ غرض راجہ سپاہ کو سمجھا بجھا کر خود پنچاسور پر لے گیا اور اوسکا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا۔ میر کے ایک حملہ کو سوریال نے دفع کیا پنچاسور کے راجہ نے لڑنے والوں کو جمع کیا اور اونسے کہا کہ جنکو اپنی جان عزیز ہی وہ چلے جائیں۔

ان موتیوں کی وہ لڑی بناتا ہی جنکو شاعروں کی ذہانت نے بیندھا ہی۔

سمت ۷۵۲ دستہ ۶۹۶ میں گلی آن (قنوج) میں راجہ بھودر سولانکھی راج کرتا ہی۔ ہمیشہ اسکے گرد سولہ سپہ سالار رہتے ہیں۔ وہ راجہ کے دولت خواہ نیک خواہ ہیں۔ ان سب میں ببر امیر الامرا ہی وہ باہر کسی خدمت پر نہیں بھیجا جا سکتا۔ اور باقی اور سپہ سالار دشاؤں پورب پچھم اُتر۔ دکھن میں بھیجے جاتے ہیں۔ گرد نواح کے راجوں میں صرف گجرات اوسکے ہاتھ سے بچا ہوا تھا۔ یہاں راج چورنبس کا تھا۔ پنچاسورا اوسکی راجدھانی تھی۔ اوسکا نام جےشکر تھا۔ اوسکی بیوی روپ سندری تھی جسکا سگا بھائی سورپال اسکا منتری اور مدار المہام تھا۔ وہ قوی حسین زیرک تھا۔ سپاہ و خزانہ اُس پاس بہت تھا۔ راجہ بھودر کو اوسکے سرداروں نے دانستہ گجرات کے راج سے مطلع نہیں کیا تھا۔ یہ راجہ جانتا تھا کہ ساری دنیا میرے راج میں ہی۔ وہ عالم کا قدرشناس ایسا تھا کہ اس پاس ارباب کمال اور صاحب علم و ہنر چاروں طرف سے ایسے دوڑے آتے تھے جیسے کہ برسات کا پانی سمندر میں دوڑا جاتا ہی اسکے دربار میں کام راج بڑا شاعر نغز گفتار تھا۔ ایک دن راجہ ایک باغ میں بیٹھا تھا اور راجہ کرن ولیعہد اور سارے امیر وزیر و عالم فاضل شاعر یہ سب اسکے گرد موجود تھے کہ ایک اجنبی شاعر نے آنکر اوسکی مدح میں نظم پیش کی اوسکی شاعری سے راجہ بڑا خوش ہوا اور اپنے دربار کے شاعروں پر فرمائش کی کہ اِس کی نظم کے جواب نظم میں لکھیں مگر کوئی نہ لکھ سکا۔ پھر شاعر سے راجہ نے اسکا حال پوچھا تو شاعر نے جواب دیا کہ میرا نام شنکر ہی۔ میں گجرات سے آیا ہوں جو دنیا میں سب سے زیادہ سرسبز شاداب و دولت مند ملک ہی۔ پنچاسورا اوسکی راجدھانی ہی جسکے باشندے اس عیش و آرام سے رہتے ہیں کہ فردوس کی پروا نہیں کرتے ہے جےشکر راجہ چورابنس کا راج کرتا ہی۔ اُسکی مہارانی روپ سندری ہی جسکا بھائی سورپال راجہ کا منتری ہی۔ جےشکر و سورپال دونوں ملک اکاشس کے راجہ کے ٹکڑے اُڑا سکتے ہیں مگر اونکو اسکی حاجت نہیں ہی اسلئے کہ گجرات ان پاس ہے جو سارے عالم کی اصل ہی۔ راجہ نے شاعر سے گجرات کا حال سُنکر موچھوں کو تاؤ دیا۔ بھودر راج اس جلسہ سے خوش نہ ہوا۔ اُٹھکر اپنے محل میں گیا۔ شام کو سب سامان جنگ کی تیاری

ہوتا ہی کہ سنہ ۶۱۲ع میں ٹیک ہی کے راج میں ہندوستان میں بڑی بلائیں نازل ہو رہی تھیں
مہاراجہ شیلا دیتا نے جنگ عظیم کی - اس زمانہ میں جو چینی سیاح بدھ مست کا پروہت ہای یوان
تھانگ ہندوستان میں آیا تھا وہ یہ کہتا ہی کہ ملک وبھی پور کا احاطہ چھ ہزار لیگ سے زیادہ ہوتا ہی
اس ملک کی دار السلطنت کا محیط تیس لیگ کے قریب ہی - (لیگ ۳ میل کا) اس ملک میں آفتاب
وہی چیزیں اور ویسی گرمی سردی پیدا کرتا ہی جیسا کہ ملک مالوہ میں اور یہاں کے باشندوں کے
اوضاع واطوار صورت شکل اخلاق بھی اہل مالوہ کے متماثل ہیں باشندوں کی کثرت ہی
مالدار خاندان بہت ہیں - سو گھروں سے زیادہ کروڑپتی ہونگے دور دور کے ملکوں کی دولت
یہاں جمع ہونے کے لئے آتی ہی - یہاں سو سے زائد کیلن (بدھوں کے صومعہ) ہیں چھ ہزار
سے زیادہ بدھ ہونگے واعظ ہیں - جو مقدس کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں - کئی سو معابد دیوتاؤں
کے ہیں - اہل بدعت یہاں بہت ہیں - جب آدمیوں کی دنیا میں بدھ تھا تو اکثر وہ اس ملک
میں آیا کرتا تھا - جن درختوں کے نیچے وہ آنکر بیٹھا کرتا تھا اونکے پاس راجہ اشوکا نے مینار بنوائے
ہیں کہ جنسے بدھ کی نشست کی جگہہ پہچانی جائے - یہاں چھتری راج کرتے ہیں - ملک مالوہ کے
راجہ شیل دیتا کا بھتیجا پہلے یہاں راج کرتا تھا اب قنوج کے مہاراجہ شیل دیتا کا داماد راج
کرتا ہی اسکا نام ڈرو وبھٹ ہے - یہ وبھی بنس کا گیارہواں راجہ تھا - اس بنس کا آخری راجہ
شیل دیتا چہارم تھا جسکے عہد میں یہ دار السلطنت تباہ خاک سیاہ ہوا -

جے شکر چورہ مہاراجہ پنچاسورہ

دبھی پور سے پنچاسورا ایں قریب رن کچھ کے شری نل سوری اور بڑے آدمی بھاگ کر
گئے - اب یہاں ہم رتن مالا مصنفہ کرشناجی برہمن سے جسکا اوپر ذکر ہوا نقل کرتے ہیں -
وہ لکھتا ہی کہ سولانکھی بنس بڑا نامور ہے وہ دیوتاؤں کا بنس ہی - سدھ راج اسکی روشنی ہی
وہ اپنے مربیوں کا مددگار ہی - بہادروں کے حال بیان کرنے میں وہ خود سرستی -
(بلاغت کی دیبی) ہی پہلے شاعروں نے تصنیف کی راہ کو ہموار کیا ہی - اوسپر چلنے والا یہی ہی -

کی صورت کان کی سی ہی اور وہ ایسی گہری ہیں کہ پانی نکل آیا ہی۔ غرض ولبہ سے تین
چار میل تک جابجا اینٹوں کی دیواریں موجود ہیں۔ اینٹ کا ۱۶ انچ کا طول اور ۱۰ انچ
کا عرض اور تین انچ کی موٹائی ہی۔

کرنیل ٹاڈ کی تحقیقات یہ ہی کہ مملکت کوشل میں اجودھیا راجہ رامچندر کی راجدھانی تھی
۲۴۴ سمت سنہ ۱۳۵ء میں یہاں سے سورج بنسی راجاؤں میں سے ایک راجہ نے ترک وطن کیا۔
اور ویرات میں چلا گیا یہ ایک مشہور جگہہ ہی جہاں پانڈو کے بیٹے جلاوطنی میں آنکر ٹھیرے
تھے۔ اور وہ اس جگہہ پر تھا جہاں اب شہر دہولکا ہی۔ اوسنے پرمار راجہ سے سلطنت کو چھین لیا
اور درنگر کو آباد کیا۔ چار صدی کے بعد اوسکی اولاد میں سے دیجا پور اور ودربا آباد
کئے ودربا کو سیہور کہتے ہیں اور اسی بنس نے مشہور شہر ولبھی پور اور گجھنی کو قریب کھنبائت
کے آباد کیا ولبھی پور کے ساتھ گجنی بھی برباد ہوگئی۔ ایک اور جگہہ کرنیل ٹاڈ صاحب لکھتا ہی کہ
سوراشٹر میں کنک سین چلا گیا اوسنے وہاں سکونت اختیار کی جہاں اب شہر دھانک ہی جسکو
پرانے زمانہ میں مونجی پٹن کہتے تھے۔ اوسنے ملک بال کھتیر فتح کرلیا (جسکو اب بہال کہتے ہیں)
اوسکے بنس نے اپنا نام بال رجپوت رکھا۔ جب ولبھی پور غارت ہوا تو کچھ باشندے اوسکے پٹن
میں چلے گئے۔ پٹن جینیوں کا شہر سرحد میواڑ اور مارواڑ پر ہی اور اور باشندے سندیرا اور نڈول
پٹن میں چلے گئے۔

جین کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ سمت ۳۷۵ (سنہ ۳۱۹ء) میں ولبھی پور غارت ہوا اور
اور شترجی ماتما سمت ۴۷۷ (سنہ ۴۲۱ء) میں بتاتے ہیں کہ شیلادیتا نے پہاڑوں پر
معبدوں کو پھر قائم کیا۔ یہاں کے اٹھارہ فرمانروائیوں کے نام پٹوں اور کتابوں سے
معلوم ہوتے ہیں جنمیں اول دو کے نام کے ساتھ سیناپت لکھا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ
وہ اوجین کے پرمار فرماں دہوں کے ماتحت تھے اور باقی ناموں کے ساتھ مہاراجہ کا لفظ
لکھا ہوا ہی بعض کے نام کے ساتھ شری بھٹ ٹارک یعنی مشہور جنگ آزما تحریر ہی۔ اکثر امیر
شو کی پیروی کرنے والے ہیں۔ جینیوں نے جو ہندوستان کا حال یہ لکھا ہی اوس سے معلوم

برباد کردیا - اب یہ کچھ معلوم نہیں کہ کون تھے - انگریزی مورخوں میں کوئی اپنے قیاس سے اہل ستھیا کو کوئی اہل باختر کو کوئی اہل ایران کو بتاتا ہی -

ولبھی پور کی تباہی کے باب میں جین کی کہانیوں سے برہمنوں کی زبانی روایات مختلف ہیں وہ پیرایہ تاریخی سے بالکل معرا ہیں - وہ کہتے ہیں کہ ڈھنڈلی مل ایک یاضت گرا تھا ایک چیلہ کو ساتھ لیکر ولبھی پور میں آیا اوسنے یہاں شہر کے پاس اپنا استھان بنایا - چیلا شہر میں بھیک مانگنے گیا مگر کسی نے اوسکو کچھ نہ دیا تو وہ جنگل میں گیا لکڑیاں کاٹیں اور اونکو شہر میں لیجا کر بیچا - اوسکی قیمت سے آٹا خریدا - اب کوئی اسکی روٹی نہ پکاتا - آخر کو ایک کمہاری نے اوسکی روٹی پکائی چند روز تک وہی کرتا رہا - اوسکے سر کے بال اس بوجھ کے اُٹھانے سے اُترنے شروع ہوئے گرو نے چیلے سے پوچھا کہ تیرے سر کے بال کیوں اُڑ گئے - اوسنے کہا کہ جناب اس شہر میں کوئی خیرات نہیں دیتا اسلئے میں مجبوراً لکڑیاں کاٹتا ہوں اور بیچتا ہوں اور کمہاری سے روٹی پکواتا ہوں - اس کے بوجھ اُٹھانے کے سبب سے سر کے بال اُڑ گئے ہیں - گرو نے کہا کہ میں خود بھیک مانگنے جاؤنگا وہ شہر میں گیا کسی نے اوسکو سوا اس کمہار کے کچھ نہیں دیا - تو وہ بہت کرودہ (غصّہ) میں آیا - اور کمہار سے کہلا بھجوایا تو اپنا کنبا لیکر شہر سے باہر چلا جا - اِسی دن یہ شہر غارت ہوگا - کمہار ولبھی پور سے اپنے جورو اور بیٹے سمیت باہر چلا گیا - گرو نے کمہاری سے یہ بھی کہدیا تھا کہ تو شہر کی طرف کبھی نہ دیکھنا - مگر جب وہ شہر بھون نگر کے قریب پہنچی تو اوس نے مُڑ کر ولبھی پور کی طرف دیکھا تو وہ فوراً پتھر کی مورت ہوگئی - ابتک اوسکی پوجا ہوتی ہی - اوسکا نام رودا پوری ماتا رکھا گیا ہی - پھر گرو نے ایک بنئے کا برتن لیا اور اوسکو اوندہا کر کے رکھا اور کہا شہر اسی طرح اولٹا ہوجائے اور اوسکی دولت مٹی ہوجائے اسوقت ولبھی پور غارت ہوگیا -

زمانہ حال میں قصبہ ولبہ کے گرد شمال اور مغرب میں پیلو کے درختوں کا ایک جنگل ہی - اس میں سب طرف سڑکیں بنی ہوئی ہیں اوسکے اندر ولبھی پور کے کھنڈروں کا بڑا حصہ نظر آتا ہی - اِس جنگل میں بہت جگہہ کہود کر عمارتوں کے لئے مصالح نکالا گیا ہی - وہاں بنیاد کی دیواریں ساڑھے چار فیٹ آثار کی مٹی اور پکی اینٹوں کی بنی ہوئی نظر آتی ہیں - خندق

گجرات کی تاریخ ہندوؤں کے زمانہ کی

سنسکرت میں گو کوئی کتاب تاریخ کے طرز پر ملک گجرات کے باب میں دستیاب نہ ہوتی ہو مگر پھر بھی بعض کتابیں ایسی ہیں کہ اوسنے آئین وقوانین۔ رسم ورواج۔ راجاؤں کے نام اور اُنکے زمانے صحیح صحیح معلوم ہوتے ہیں گو اُن کی فرماں روائیوں کی ستائش میں دفتر کے دفتر سیاہ ہوئے ہوں اور اُنکے بُرے کاموں پر کالا پردہ ڈالا ہو۔ ہندی ناموں میں سب سے بہتر رتن مالا ہی۔ جیسے کوئی دودہ سے ملائی اور گھی کو نکال کر مٹھے کو الگ کر دیتا ہی اور ایکھ میں سے رس کو چوس کر پھوک کو پھینک دیتا ہی۔ خاک سے سونے کو نکال کر خاک کو خاک میں ملا دیتا ہی۔ اور اناج کو نکال کر بھوسہ کو علیحدہ کر دیتا ہی۔ اور تلوں سے تیل نکال لیتا ہی۔ ایسے ہی مصنّف نے تمام پہلی کتابوں کو مطالعہ کیا اور مضامین کو اخذ کر کے اپنی کتاب میں لکھا۔ جیسے فرمانروائیوں کی مصنف نے قدرشناسی کر کے مدح وثنا میں زبان کھولی ہی ایسے ہی اپنی تعریف میں بھی یہ گیت گایا ہی کہ جیسے سمندر کی جاترا کرنے سے ساری جاترائیں ہو جاتی ہیں۔ امبر وشا (امرت پھل) کھانے سے کسی اور خوراک کی ضرورت نہیں رہتی۔ سنگ پارس کے پاس ہونے سے ساری دولت بس میں آجاتی ہی ایسے ہی رتن مالا کے پڑہنے سے ساری کتابیں مطالعہ میں آجاتی ہیں۔ اگر آدمی کی آگاہی بے انتہا ہو لیکن اوسنے رتن مالا نہ پڑہی ہو تو وہ ایسا ہی ہی جیسے سنگ مرمر کا حوض جسمیں پانی نہو۔ یا بڑا مندر ہو جسمیں مینار نہ ہو۔ مگر افسوس یہ کہ اس رتن مالا میں ایک سو اسّی انمول رتن تھے جنمیں سے آٹھ باقی ہیں۔ اس کا مصنف برہمن کرشنائی ہی وہ گجرات کے سولنکھی فرمانرواؤں کی بڑی تعریف کرتا ہی۔ اور کتابیں ہیں جنسے معلوم ہوتا ہی کہ ملک گجرات میں جین اور برہمن کے مذہب مروج تھے وہ ایک دوسرے کے استیصال کے درپے رہتے تھے۔ ہمیشہ اونکے درمیان جنگ وپیکار رہتی تھی۔ ایک دوسرے کے عبادت خانوں کو مسمار کرتے تھے۔ جنکے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ ابتدا میں جین مت کا ستارہ چمکا اور آخر کو برہمن مت کا عروج ہوا۔ گجرات کی دار السلطنت بلبھی پور کو ملیچھوں نے۔

سرسبز وشاداب رہتا ہے خاص کر وہ حصہ کہ سابرمتی اور ماہی کے درمیان واقع ہے۔ وہ عمدہ آبنوس اور میوہ دار درختوں کے جھنڈوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اُن کے پتوں کا بڑا شوخ رنگ ہوتا ہے۔ کوہستانی اضلاع جہاں کھیتی ہوتی ہے وہ نہایت سرسبز وشاداب ہوتے ہیں یہاں کاشتکاری بڑی احتیاط سے ہوتی ہے اور فصلیں خوب ہوتی ہیں۔ آنب اور اور درختوں کی بڑی کثرت ہے۔ سطح زمین کھیت لہلہاتے ہوئے اور پہاڑوں پر درخت زار بڑی خوشنما بہار دکھاتے ہیں

چھوٹے رن کچھ کی انتہاے جنوب مشرق سمت میں بیس مل پر ایک بڑا تال آب شور کا شروع ہوتا ہے وہ خلیج کھمبائت کی سر کی طرف پھیلتا ہے اور وہ حد فاصل گجرات خاص اور جزیرہ نما سورتھ یعنی کاٹھی وار کے درمیان ہوتا ہے۔ غالباً پہلے زمانہ میں سورتھ ایک جزیرہ تھا۔

خلیج کھمبائت کے مغربی کنارہ پر بھون نگر سے چند میل فاصلہ پر ایک سلسلہ پہاڑیوں کا ہے جو ہموار ملک میں کہ مثل ساکن تالاب کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجموعہ جزیروں کا امواج تیر رہا ہے اُن کی چوٹی پر جو مواضع چمار دی کے قریب ہے۔ ایسا تماشا دکھائی دیتا ہے کہ ہندوستان کے کمتر مقاموں میں نظر آتا ہے۔ مقامات اس کے مقامات تواریخ اور افسانے طرح طرح کے سامنے لاتے ہیں

نقشہ میں ان مقامات کو خوب دیکھو جن کا ذکر تاریخ میں آئے گا۔ بھون نگر، بندرگاہ گوگو چھوٹا سا جزیرہ پیرم۔ ولیہ جس میں بالفعل ایک راجپوت گوہل رئیس ہے وہ قدیمی شہر ولبھی پور کی یاد دلاتا ہے۔ سیہور، پالی ناناتھا یہاں جین مت کے بڑے عبادت خانے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کے طول عرض میں سندھ سے لے کر گنگا تک اور ہمالیہ کی برفی چوٹیوں کے ملک سے کنواری رود راتک جو اُس کی دولہن ہوگی کوئی شہر ایسا نہ تھا جو کبھی نہ کبھی اُس کی عمارات کی جو مالی ٹانا کے پہاڑی پر تاج داری کر رہی ہے اپنی دولت سے مدد نہ کرتا ہو۔

گجرات کی قدرتی حدود

مغربی ہندوستان میں صوبہ گجرات ہے اُس کے دو حصے ہیں ایک حصہ جزیرہ نما ہے یعنی تین طرف پانی سے گھرا ہوا ہے اور ایک طرف خشکی ہے۔ اور دوسرا حصہ ایسا ہے کہ جس کے چاروں طرف خشکی ہے۔ حصہ جزیرہ نما بحر عرب میں واقع ہے جو تقریباً مقابل ساحل عمان کے نیچے بکراں اور سندھ کے ہے۔ گجرات کے حصہ دوم کی حد جنوبی دریاء نربدا کو ہندو بتاتے ہیں۔ اگرچہ گجراتی زبان جنوب میں دور دور دہن تک بولی جاتی ہے۔ ساحل نربدا سے شمال کی طرف سلسلہ پہاڑوں کا جاتا ہے جو بندہیاچل اور اراولی پہاڑوں کو ملاتا ہے وہ گجرات کی مغربی و شمالی سرحد ہے اُس کو مالوہ اور میواڑ دماڑ وار سے وہ جدا کرتا ہے۔ خلیج کچھ اور نمک زار رن اُس کی شمالی مغربی و مغربی سرحد ہے۔ بحر عرب و خلیج کھنبات اس کے جنوب مغربی حد کو دہوتے ہیں۔ گجرات پر ہمیشہ حملے شمال مغرب سے ہوتے رہے ہیں جہاں جنگل اور پارے کوہ آبو کے درمیان ایک ریگستان ہے۔ یہ سمت اُس کی ضعیف ہے۔

کوہستان جو گجرات کو شمال و مشرق کی طرف محدود کرتے ہیں اُن کی بہت شاخیں دیس کے ان حصوں میں پھیلتی ہیں جو اُن کے نزدیک ہیں وہ نشیب و فراز و ناہمواری کے سبب سے دشوار گذار ہیں۔ کوہستان کے کھندانے اور وادی جو اُن کے اندر ہیں وہ جنگل سے گہری ہیں۔ ان درختوں کے تاریک سایہ میں کئی دریا نکلتے ہیں جن کے اونچے کناروں کے ہمسایہ میں ملبے اور عمیق کھنداانے اور پیچدار غار اور پہاڑ ہیں اور اُن میں درختستان ایسے ہیں کہ جن مین گذار انہیں ہوسکتا۔ جب یہ دریا پہاڑوں سے اُتر کر اور درختانوں سے گذر کر میدان میں آتے ہیں وہ جوڑے ہو جاتے ہیں اور اُن کی وحشت کم ہو جاتی ہے وہ ان تین دریاؤں میں ملجاتے ہیں سابرمتی، ماہی، نربدا اور آخران سب دریاؤں کا پانی خلیج کھمبات میں پہنچ جاتا ہے۔ گجرات کا تقریباً کل حصہ جنوب مغربی رن کچھ سے دریاء نربدا کے کناروں تک اور جزیرہ نما حصہ کے النگ پر اور شمالی و مشرقی ساحل خلیج کھمبات کے درمیان نشیب میں ساٹھ میل پھیل کر نناتیت

خاندان چک کا شجرہ
۹۶۷ھ ۱۵۵۹ سے ۹۹۵ھ ۱۵۸۶

(۱) غازی خان
(۲) حسین
احمد یاران
احمد
سکندر
ابدال
(۳) علی
(۴) یوسف
احمد
ابراہیم
(۵) یعقوب
حیدر

شجرہ شاہان کشمیر ۷۲۷ھ ۱۳۲۶ء سے ۹۶۷ھ ۱۵۵۹ء
(۱) شمس الدین
(۲) جمشید
(۳) علی شیر مخاطب علاء الدین
(۵) نندا المخاطب قطب الدین
(۴) سیانک مخاطب شہاب الدین
(۶) سکندر بت شکن
ہیبت
محمود
(۷) علی شاہ
(۸) شادی خاں مخاطب زین العابدین
ادہم
(۹) حیدر شاہ
پیرام
(۱۰) فتح
اسکندر
حسن
(۱۱) محمد شاہ
(۱۲) ابراہیم
(۱۳) نازک
(۱۵) اسمٰعیل
(۱۴) ابراہیم
(۱۶) حبیب
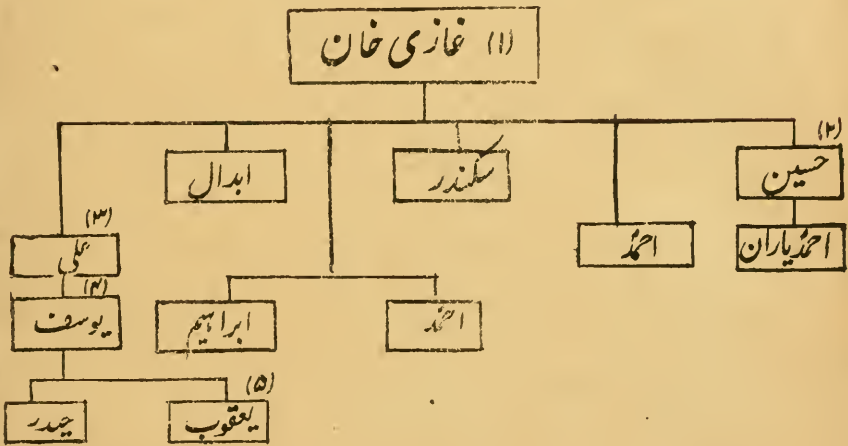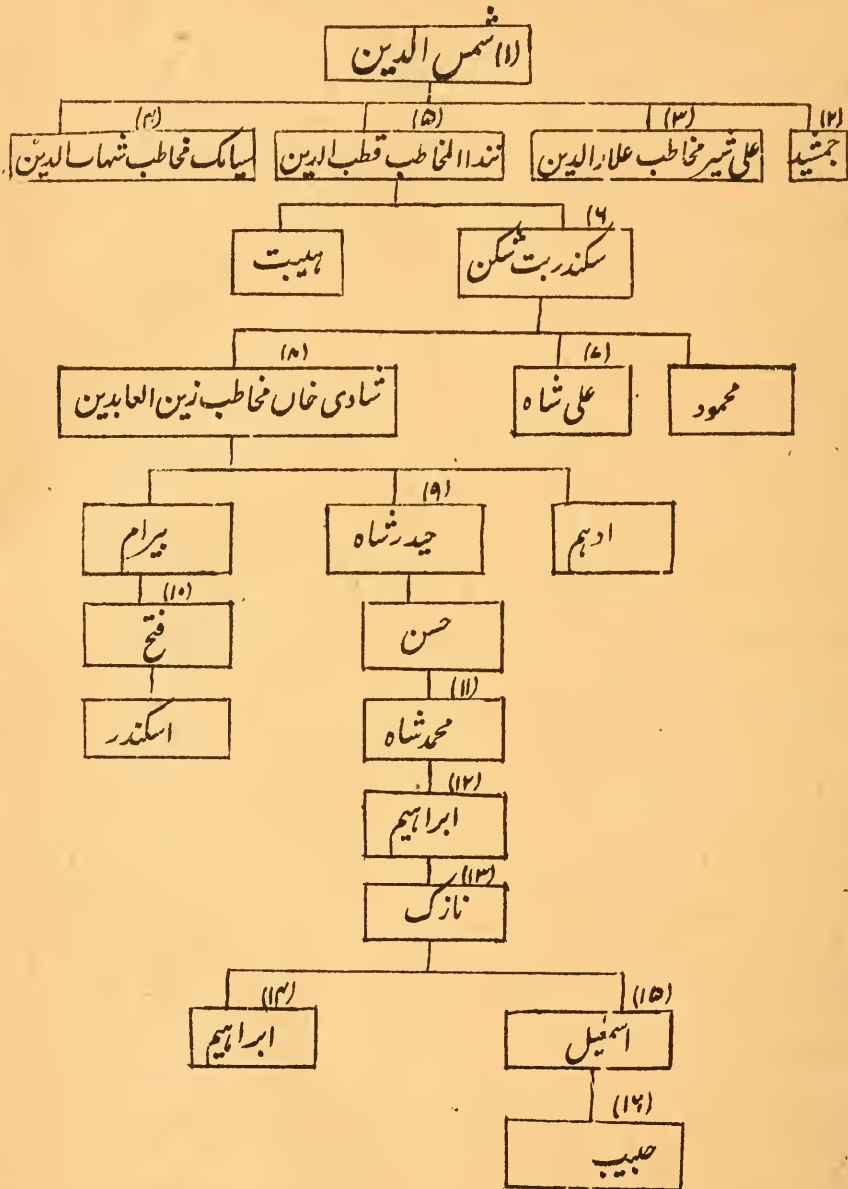
بہانہ ہاتھہ آیا۔ شاہرخ مرزا و شاہ قلی خاں و راجہ بھگوانداس کو کشمیر کے لئے متعین کیا یوسف شاہ نے کشمیر سے آنکر بارہ مولہ پر قیام کیا۔ جب لشکر بادشاہی ہولیاس پاس آیا جو سرحد کشمیر پر ہے تو سر راہ اُس کے روکے گئے۔ پھر کچھ دنوں بعد برف کا موسم آیا تو راہیں مسدود ہوگئیں۔ حرف صلح درمیان آیا۔ یوسف شاہ بیٹے کو اپنی جگہہ مقرر کرکے راجہ بھگوانداس سے ملنے گیا اور ہر سال کے واسطے ایک خراج معین قبول کیا۔ اور صلح کرلی۔ امراء شاہی اُس کو ہمراہ لیکر بادشاہ پاس لے گئے۔ بادشاہ کو یہ صلح پسند نہ آئی۔ محمد قاسم خاں میر بحر کو دوسرے لشکر کے ساتھہ ۹۹۵ھ میں بھیجا۔ یوسف شاہ نے جو بادشاہ تہا راہوں کو روکا اور بادشاہ کے مقابلہ کے لئے گھات میں بیٹھا۔ سرداران کشمیر جن کو فتنے کا خیال تھا اُنہوں نے اصلا اطاعت نہیں کی۔ اس وقت یعقوب خاں سے برگشتہ ہوکر محمد قاسم خاں سے جا ملے بعض نے سری نگر کے شہر میں علم مخالفت بلند کیا۔ یعقوب شاہ نے گھر کے فسادوں کے مٹانے کو اہم جانا واپس آیا۔ افواج اکبر شاہی کشمیر میں بالکل داخل ہوئی یعقوب شاہ کوہستان کو بھاگا۔ محمد قاسم شہر سری نگر پر متصرف ہوا۔ پرگنات کشمیر پر عمال کو مقرر کیا۔ یعقوب شاہ کچھ مدت کے بعد جمعیت بہم پہنچا کر محمد قاسم خاں سے لڑا۔ اگرچہ مغل بہت مارے گئے۔ مگر یعقوب خاں نے ہزیمت پائی اور پھر کچھ جمعیت کرکے سری نگر کو آیا۔ اس دفعہ محمد قاسم خاں لڑ نہ سکا۔ قلعہ ارک میں آیا۔ عرضداشت بھیجکر بادشاہ سے کمک طلب کی۔ بادشاہ نے سید یوسف خاں شہیدی کو حاکم کشمیر مقرر کیا اور قاسم خاں کو بلایا۔ جب یوسف خاں شہیدی کشمیر میں پہنچا تو یعقوب شاہ نے محمد قاسم خاں کے محاصرہ سے ہاتھہ اُٹھایا اور کوہستان میں بھاگ گیا۔ یوسف خاں شہیدی دو سال تک اُس کے پیچھے پڑا پھرا اور جس طرح بن پڑا اُس کو دلاسا دیکر بادشاہ پاس بھیجا۔ غرض پدر و پسر یوسف و یعقوب امراء شاہی میں داخل ہوئے۔ اور محالات بہار میں جاگیر پائی۔ اس تاریخ سے کشمیر کی شاہی پادشاہان دہلی سے متعلق ہوگئی اس سے پہلے ایک ہزار سال تک کسی بادشاہ نے خطہ کشمیر تسخیر نہیں کیا۔

علی خاں چک مع چار بھائیوں کے قید سے نکل آیا اور حبیب خاں سے موضع مذکور میں ملا اور سب متفق ہوکر پرور دئیل راجہ تبت پاس گئے۔ وہاں سے کوتک لیکر حدود کشمیر میں آئے تو آپس میں اختلاف ان میں ہوا اور انہوں نے کچھ کام نہ کیا اور آپس سے جدا ہوگئے۔ یوسف و محمد خاں کے لشکر نے اُن کو گرفتار کرلیا اور ان کے ناک، کان کاٹ ڈالے۔ لیکن حبیب خاں چک شہر میں چھپ گیا۔

۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ میں جب اکبر بادشاہ لاہور سے آگرہ میں آیا تو اُس نے مرزا طاہر اور محمد شاہ کو ایلچی بنا کے کشمیر بھیجا۔ جب یہ ایلچی بارہ مولہ میں آئے یوسف شاہ نے استقبال کیا اور فرمان شاہی کو چوم کر سر پر رکھا۔ تسلیمات بجالایا اور اپنے بیٹے حیدر خاں اور یعقوب خاں کو سفیروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ دونوں بیٹے ایک سال کے بعد کشمیر میں چلے آئے۔

۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ میں یوسف شاہ لار میں سیر کرنے گیا اُس کے سفر کے درمیان شمس چک قید خانہ سے بھاگ کر حیدر چک سے ملا جو کشتوار کو بھاگ گیا۔ کشمیر کی سپاہ نے اُن کا تعاقب کیا تو وہ اور آگے بھاگ گئے۔ یوسف شاہ سری نگر میں پھر آیا۔

۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ میں حیدر چک کشتوار میں واپس آیا اور لشکر جمع کر کے کشمیر پر حملہ آور ہوا سرحد پر یوسف شاہ نے خود شکست دی۔

۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ میں یعقوب ولد یوسف شاہ اطاعت و اخلاص کے اظہار کے لئے بادشاہ اکبر کی خدمت میں گیا۔ بادشاہ اُس وقت فتح پور سیکری سے لاہور میں آیا ہوا تھا۔ یعقوب نے اپنے باپ یوسف کو لکھا کہ بادشاہ کا ارادہ کشمیر آنے کا ہے۔ یوسف شاہ نے اُس کے استقبال کا ارادہ کیا۔ انہیں دنوں میں خبر آئی کہ حکیم گیلانی و بہاؤ الدین برسم ایلچی گری شہنشاہ اکبر کی طرف سے ٹھٹہ میں آئے ہیں یوسف شاہ ان پاس گیا اور خلعت شاہی پہنا اور مصمم ارادہ کیا کہ بادشاہ پاس جائے اس اثناء میں بابا خلیل بابا مہدی، شمس دولی نے متفق ہوکر کہا کہ اگر تم بادشاہ پاس جاؤ گے تو تجھکو وہ قتل کر کے یعقوب کو جو جلد لاہور سے کشمیر میں آگیا ہے بادشاہ بناوینگے اس خوف سے اُس نے اپنی عزیمت میں تعویق کی۔ بادشاہ کے ایلچیوں کو رخصت کیا اکبر تو کشمیر کی تسخیر پر بجد تھا اُس کو یہ

ابدال پر چڑھ گیا اور ابدال خاں نے اُس کا مقابلہ کیا اور کشتہ ہوا۔ اور سید مبارک کا بیٹا جلال خاں بھی مارا گیا۔ بعد ازاں علی شاہ کو بطریق شیعہ دفن کیا۔ دو تین مہینے کے بعد سید مبارک خاں و علی خاں فتنہ پردازی کے لئے آب بہت سے پار گئے یوسف شاہ محمد ماکری کے ساتھ اتفاق کرکے اُن سے لڑنے گیا۔ محمد ماکری ساٹھ آدمیوں کے ساتھ قتل ہوگیا۔ سید یوسف شاہ امان طلب کرکے ہیرہ پور میں آیا اور مبارک خاں اُس سے لڑنے آیا۔ یوسف شاہ اُس سے لڑنے کا موضع پرتھال میں آیا جو جنگل میں ہے۔ مبارک خاں یہاں بھی اُس سے لڑنے آیا وہ بھاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا مبارک خاں فتح و فیروزی کے ساتھ کشمیر میں آیا۔ اُس نے خان چک ولد نوروز چک کو کسی بہانے سے بلا کر محبوس کیا۔ اس حرکت سے جماعت چک کو ایسا خوف پیدا ہوا کہ اُنہوں نے اتفاق کرکے یوسف شاہ کو پھر بادشاہ بنانا چاہا۔ پھر ان چکوں میں آپس میں رنج ہوگئی اُنھوں نے گوہر چک کو بادشاہ بنانا چاہا۔ مبارک خاں ان سازشوں سے ایسا تنگ ہوا کہ اُس نے یوسف شاہ کو پھر تخت پر بٹھانا چاہا مگر یوسف شاہ کشمیر سے بھاگ کر بادشاہ اکبر کی خدمت میں فریادی بنکر چلا گیا تھا شہنشاہ اکبر نے یوسف شاہ کی امداد کے لئے راجہ مان سنگھ اور سید یوسف خاں شہدی کو ۹۸۷ھ میں فتح پور سیکری سے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اس وقت کشمیر میں لوہر چک بادشاہی کر رہا تھا۔ یوسف شاہ نے اپنے بیٹے یعقوب کو پہلے بہت جلد کشمیر روانہ کیا تاکہ وہاں جاکر لوگوں کو اپنا طرفدار بنائے اور لوہر چک کی شاہی میں خلل ڈالے جب وہ خود سیالکوٹ میں آیا۔ سید یوسف خاں شہدی و راجہ مان سنگھ کا مقید نہیں رہا۔ راجوری میں جاکر اُس پر متصرف ہوا۔ لوہر چک نے یوسف کشمیری کو یوسف شاہ سے لڑنے بھیجا مگر وہ یوسف شاہ سے جاکر مل گیا۔ یوسف شاہ اور گوہر چک میں آب بہت پر لڑائی اور یوسف شاہ کو فتح ہوئی وہ سری نگر میں آیا اور لوہر چک کو پکڑ کر مقید کیا۔ یوسف شاہ تخت پر بیٹھ کر اپنے ہوا خواہوں میں ملک کشمیر کو تقسیم کر دیا اور اپنے حریف لوہر چک کو اندھا کیا۔

۹۸۸ھ میں شمس چک و علی شیر چک محمد سعادت بہت کو بغاوت کی بدگمانی کے سبب یوسف شاہ نے مقید کیا۔ حبیب خاں چک خوف کے مارے بھنبر میں بھاگا اور یوسف شاہ ولد

بھاگ کر حسین قلی خاں حاکم پنجاب پاس گیا۔ مگر ملاقات کے وقت حسین قلی تواضع متعارف کو عمل میں نہ لایا تو علی چک لاہور سے کشمیر میں پھر آیا علی شاہ نے اُسے مقید کیا۔ پھر وہ قید سے نکلکر نوشہرہ میں آیا۔ علی شاہ نے لشکر بھیجکر اُس کو دستگیر کیا۔

سنہ ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ میں علی شاہ نے کتواڑ جس کو کشتواڑ بھی کہتے ہیں لشکر کشی کی اور وہاں کے حاکم کی بیٹی سے بیاہ کر کے مراجعت کی۔ ان ایام میں ملا عشقی و قاضی صدرالدین اکبر بادشاہ کے ایلچی آئے علی شاہ نے اپنی بھتیجی کو شاہزادہ سلیم سے بیاہنے کے لئے ان ایلچیوں کے ہمراہ کیا اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا۔ انہی دنوں میں یوسف ولد علی شاہ نے محمد بہت کی سعایت سے ابراہیم خاں ولد غازی خاں کو پدر کی رضا بغیر قتل کر ڈالا اور باپ کے خوف سے بھاگ کر محمد بہت کو ساتھ لے بارہ مولہ میں چلا گیا۔ علی شاہ ان اوضاع سے آزردہ خاطر ہوا اور علاج اس کا کیا۔ لوگوں نے یوسف کے گناہ کے معاف کرنے کی درخواست کر کے اُس کو بلایا اور محمد بہت کو کہ اس فتنہ کا باعث تھا قید کیا۔ سنہ ۹۸۴ھ ۱۵۷۵ میں کشمیر میں قحط عظیم پڑا اور اکثر آدمی بھوکے مر گئے۔ سنہ ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ میں علی شاہ گھوڑے پر سے گر کر مر گیا اور ۹ برس سلطنت کر گیا۔

سلطنت یوسف شاہ

علی شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا یوسف شاہ تخت نشین ہوا اور علی شاہ کا بھائی ابدال خاں بھتیجے کے خوف سے بھائی کے جنازہ پر حاضر نہ ہوا۔ یوسف نے ابدال چک پاس سید مبارک خاں و بابا خلیل کو بھیجا اور یہ پیغام اُس کو دیا کہ آنکر بھائی کو دفن کرو اگر میری بادشاہی قبول ہو تو فبہا اور نہیں تم بادشاہ ہو میں تمہارا تابع ہونگا۔ جب اُنہوں نے یوسف کا یہ پیغام ابدال چک پاس پہنچایا تو اُس نے کہا کہ میں تمہارے کہنے سے جاتا ہوں اور خدمت کے لئے کمر باندھتا ہوں اگر مجھے کچھ مضرت پہنچے گی تو وبال میرا تمہاری گردن پر ہوگا۔ ابدال خاں کا دشمن سید مبارک تھا اُس نے ابدال سے کہا کہ تجھ کو یوسف شاہ پاس جا کر قول و عہد لینا چاہئے اس اقرار پر مجلس برخاست ہوئی۔ اور سید مبارک نے یوسف شاہ پاس جا کر یہ کہا کہ ابدال خاں میرے کہنے سے نہیں آیا۔ اول اس کا علاج کرنا چاہئے اُس کے بعد علی شاہ کو دفن کرنا چاہئے یوسف شاہ سوار ہو کر

بالکل کار بادشاہی سے معطل ہوا۔ بہت سے اعیان سلطنت حسن چک کے بھائی علی خاں کو سری نگر کی طرف سے لائے۔ چودہ پندرہ کوس وہ دار السلطنت سے تھا کہ حسین شاہ کو سب ارکان سلطنت چھوڑ کر اس پاس بھاگ گئے۔ شاہ نے مجبور ہو کر اپنے بھائی کو شاہی دی اور موافق رسم کے سری نگر میں علی خاں بادشاہ ہوا اور حسین شاہ زین پور میں چلا گیا۔ اور تین مہینے کے بعد اسہال سے ۹۷۷ھ ۱۵۶۹ میں مرگیا۔

علی شاہ کی سلطنت

حسین شاہ کے مرنے کے بعد علی شاہ بادشاہ ہوا اور دوکہ جو حسین شاہ کا وکیل تھا وکیل سلطنت مقرر ہوا۔ ان دنوں میں شاہ عارف کہ اپنے تئیں شاہ طہماسپ کی اولاد بتاتا تھا لاہور سے کشمیر میں آیا۔ علی شاہ چک اُس کا ایسا معتقد ہوا کہ اپنی بیٹی اُس سے بیاہی۔ شاہ صاحب نے اپنے تئیں مہدی آخر الزماں بنایا۔ نوروز چک کا بیٹا علی چک اور غازی خاں کا بیٹا اُس کے بڑے چیلے ہوئے اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ اُنھوں نے علی شاہ کو معزول کرکے شاہ عارف کو بادشاہ بنانا چاہا۔ جب اُس کی خبر علی شاہ کو ہوئی تو اُس سے رنجیدہ ہوکر درپے آزار ہوا۔ شاہ صاحب نے اپنی یہ کرامت مشہور کی کہ میں یہاں رہنا نہیں چاہتا ایک روز میں لاہور یا کسی اور ولایت میں چلا جاؤنگا۔ پھر وہ پنہاں ہوگیا کہ جس سے لوگ اُس کی غیبت کا اعتماد کریں۔ تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ دو اشرفیاں ملاحوں کو دیکر کشتی میں بیٹھکر بارہ مولہ میں وہ گیا ہے۔ علی شاہ کے آدمی اُسے گرفتار کرکے لائے مگر وہ دوبارہ کوہ مہتر سلیمان کو بھاگ گیا مگر پھر پکڑا گیا۔ علی شاہ نے اپنی بیٹی کی مہر کی ہزار اشرفیاں لیکر اُس کو اپنی قلمرو سے نکالکر تبت بھیجدیا۔

۹۷۹ھ ۱۵۷۱ میں علی چک پسر نوروز چک نے علی شاہ سے کہا کہ دوکہ نے میری جاگیر میں خلل ڈالا ہے اگر آپ اُس کو منع نہ کرینگے تو اپنے گھوڑوں کے پیٹ کو چاک کرونگا۔ علی شاہ اس کنایہ کو سمجھ گیا کہ گھوڑے کے پیٹ چاک کرنے سے مقصد علی شاہ کا پیٹ چاک کرنا ہے۔ اس سبب سے وہ غضب ہوا اُس کو قید کیا اور ولایت کمراج میں بھیجدیا۔ دوہ وہاں سے

۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ میں حسین شاہ نے یہ سمجھ کر کہ میرے معزولی کے لئے منصوبے بڑے سے کئے جاتے ہیں اپنے حریفوں کو احمد خاں پسر غازی خاں وغیرہ کو اندھا کیا۔ اس سے غازی خاں پر ایسا صدمہ پہنچا کہ دل شکستہ ہو کر مرگیا۔

۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ میں حسین شاہ سے لودی لوند نے کہا کہ مسعود پایک یہ کہتا ہے کہ حسین شاہ نے جب مجھے بیٹا بنایا ہے تو خزانہ میں سے حصہ دے۔ اس سبب سے حسین شاہ اُس سے ناراض ہوا اور اُس کو مقید کیا۔ لودی لوند صاحب اختیار ہوا۔ پھر اُس نے ہزار خروار شالی سرکاری کی خیانت کی۔ معزول ہوا اور علی کوکہ اُس کی جگہ مقرر ہوا۔

۹۷۶ھ / ۱۵۶۸ میں قاضی حبیب کہ حنفی مذہب تھا روز جمعہ کو جامع مسجد میں آیا اور کوہ باراں کے نیچے زیارت قبور کے لئے گیا۔ یوسف جو شیعی مذہب تھا۔ قاضی پر ایک تلوار ماری جس سے اُس کا سر زخمی ہوا دوسری شمشیر ماری تو قاضی نے اپنا ہاتھ سپر بنایا جس سے انگلیاں زخمی ہوئیں۔ قاضی کو یوسف زخمی کر کے بھاگ گیا۔ حسین چک نے باوجودیکہ خود شیعہ تھا یوسف کو پکڑوا کر قید کیا۔ علماء سے فتویٰ لیا جنھوں نے فتویٰ یہ دیا کہ ایسے آدمی کو سیاست کے لئے مارنا روا ہے۔ قاضی نے کہا کہ میں زندہ ہوں اس شخص کا مارا جانا جائز نہیں آخر کو اس کو سنگسار کیا۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں ایک جماعت کہ یوسف کی ہم مذہب و ہم اعتقاد تھی مثل مرزا مقیم و میر یعقوب برسم ایلچی گری شہنشاہ اکبر کے پاس سے یہاں آئی تھی۔ حسین شاہ نے ان ایلچیوں کی بڑی خاطرداری اور تواضع کی۔ چند روز بعد مرزا مقیم نے کہ یوسف کا ہم مذہب تھا۔ ان مفتیوں کو بلایا۔ قاضی زین نے اُن سے کہا کہ تم نے فتویٰ میں غلطی کی مفتیوں نے کہا کہ ہم نے اُس کے مارنے کا فتویٰ علی الاطلاق نہیں دیا بلکہ یہ کہا ہے کہ سیاست کے واسطے ایسے آدمی کا مارنا روا ہے مگر مرزا مقیم نے ان مفتیوں کو قتل کرایا۔ اور اُن کی لاشوں کے پاؤں میں رسی باندھ کر کوچہ و بازار میں تشہیر کی حسین چک نے اپنے بیٹے کو بادشاہ اکبر کی خدمت میں بھیجکر اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔

شہنشاہ اکبر نے مرزا محمد مقیم کو ان بیگناہ مقتولوں کے قتل کے بدلہ میں قتل کیا اور حسین چک کی بیٹی کو قبول نہ کر کے واپس بھیجدیا۔ حسین چک اس خبر کو سنکر اسہال دموی میں مبتلا ہوا۔ اور

نکلا اور موکد کہار میں اقامت کی۔ جذام کے غلبہ سے آنکھیں کام کی نہیں رہیں خلق کے ساتھ بدی کرنے لگا۔ بیگناہوں پر علت لگا کے جرمانے لینے لگا۔ اس سبب سے آدمی رنجیدہ ہوئے اور دو فریق ہو گئے ایک جماعت اُس کے بیٹے احمد خاں کی طرفدار ہوئے۔ دوسرے اُس کے بھائی حسین چک کی۔ غازی خاں نے ان باتوں کو سنکر سری نگر میں مراجعت کی۔ حسین خاں چک پر وہ مہر و شفقت زیادہ کرتا تھا اُس کو اپنی جگہ بادشاہ مقرر کیا۔ پندرہ روز بعد اُس نے تمام اپنے قماش و اسباب کے دو حصے کئے ایک حصہ اپنے فرزندوں کو دیا اور دوسرا بقالوں کو حوالہ کیا اور اُن سے سہ چند قیمت طلب کی۔ حسین چک پاس بقال فریادی آئے۔ اُس نے غازی شاہ کو اس حرکت سے منع کیا۔ جس سے غازی شاہ اُس سے خفا ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے احمد خاں کو بادشاہ بنانا چاہا اور اپنی شاہی کے ترک سے پشیمان ہوا اور اپنے خاص آدمیوں کو اور مغلوں کو طلب کر کے جمعیت کی حسین چک بھی مقابلہ کو مستعد ہوا۔ اہالی شہر و قضاۃ نے درمیان میں پڑکر آتش فساد کو بجھایا۔ غازی خاں کو شہر سے زین پور میں لے گئے۔ پھر تین مہینے بعد سری نگر میں۔ حسین چک نے استقلال کلی حاصل کیا۔ ولایت کشمیر کو امیروں میں تقسیم کر دیا۔ ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ میں حسین چک نے اپنے بڑے بھائی سنکر چک کو راجوری اور نوشہرہ جاگیر میں دے کر بھیجا۔ پھر اُس کو یہ خبر لگی کہ وہ سرکشی پر آمادہ ہوا ہے۔ اس واسطے اُس کی جاگیر محمد خاں ماگری کو مقرر کر دی۔ احمد خاں و فتح خاں چک کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ اُنہوں نے جا کر فتح حاصل کی۔ بعد ازاں حسین شاہ چک کو معلوم ہوا کہ احمد خاں و محمد خاں ماگری و نصرت خاں چک اُس کے قتل کا قصد کرتے ہیں اُس نے اُن کو گرفتار کر کے اُس کے سرغنوں کو اندھا کر دیا۔

۹۷۳ھ/۱۵۶۵ میں خان زماں وزیر اعظم کو لوگوں نے ترغیب دی کہ حسین شاہ سکار کو گیا ہے اس کے گھر میں جاکر تمام اسباب و خزاین پر متصرف ہو جیئے اور اپنے تئیں بادشاہ بنائیے۔ مسعود پایک کے ملازم حسین شاہ کی سعی کوشش نے اُن کی یہ تدبیر نہ چلنے دی لڑکر وزیر کے بیٹے کا سر کاٹ کے اُس کی سپاہ کو دکھایا جس سے وہ بھاگ گئی۔ وزیر بھی گرفتار ہو کر مارا گیا۔ مسعود پایک کو حسین شاہ نے بیٹا بنایا۔ مبارز خاں کا خطاب دیا۔ اور پرگنہ بانکل جاگیر میں دیا۔

اور کشمیری بھی اس سے آنکر ملینگے اس اثنار میں نصرت خاں چک فتح چک ولوہر ماگری اس پاس بھاگ کر غازی خاں پاس چلے گئے۔ اس سبب سے مرزا کے لشکر میں فتور پڑگیا۔ غازی خاں چک کشمیر سے نوروز کوٹ میں آیا اور پیادوں کو بھیجکر مرزا کے لشکر کو شکست دیدی۔ مرزا بھاگ گیا۔ پانچ سو مغل قتل ہوے اور سارے ہاتھی اُس کے دشمن کے ہاتھ آئے۔ جب حبیب شاہ کی شاہی پر پانچ سال گذرے تو اُس کو کونے میں بٹھایا اور غازی نے خود لواے فرمانروائی بلند کیا۔ اور غازی شاہ خطاب رکھا خطبہ وسکہ اپنے نام کا کیا۔

غازی شاہ کی حکومت کا ذکر

غازی شاہ کشمیریوں کی رسوم کے موافق بادشاہ ہوا لیکن جذام سے اُس کی اُنگلیاں گل گئیں اور آواز متغیر ہوگئی۔ ۹۶۸ھ ۱۵۶۰ء میں فتح خاں چک ولوہر ماگری اور اور کشمیری اس سے متوہم ہوکر کوہستان میں چلے گئے اُن کے تعاقب میں غازی خاں نے اپنے بھائی حسین خاں کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ برف کے دن تھے مخالف ہلاک ہوئے جو زندہ رہے اُنہوں نے حسین چک کے وسیلہ سے اپنے جرائم غازی خاں سے معاف کرائے۔ اور اُس نے اُن کو جاگیریں دیدیں ۹۷۰ھ ۱۵۶۲ء میں غازی خاں اپنی سپاہ کو لیکر لار میں آیا۔ اور اپنے بیٹے احمد خاں کے ساتھ فتح خاں اور ناصر کتابتی اور امرا کو تبت کلاں کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ جب یہ تبت سے پانچ کردہ پر پہونچے تو فتح چک احمد خاں کی اجازت بغیر تبت کے شہر میں آیا تبتی لڑنے پر راضی نہ ہوئے بہت پیشکش دینی قبول کی وہ وہاں سے چلا آیا۔ احمد خاں کے دل میں آیا کہ اگر میں فتح خاں کی طرح تبت میں جاؤں گا تو کشمیری میری تعریف کرینگے۔ وہ پانچ سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر چلا گیا۔ تبتیوں نے احمد خاں کو جریدہ دیکھا تو لڑکر اُسے شکست دی وہ بھاگ کر فتح خاں پاس آیا۔ وہ اُس کی طرف سے لڑکر مارا گیا۔ غازی خاں اس خبر کو سنکر بڑا غضب میں آیا اور اپنے بیٹے سے ایسا اعراض کیا جو مناسب نہ تھا۔ اُس کی ایام دولت چار سال میں منقضی ہوگئے۔

شاہ حسین شاہ کی سلطنت

غازی خاں کا بھائی حسین شاہ ۹۷۱ھ ۱۵۶۳ء میں غازی تبت کلاں کی تسخیر کے ارادہ سے کشمیر سے

سوار تھا۔ کمال خاں گکھڑ سے مرافقت کرکے اُس نے یہ چاہا کہ مرزا حیدر کی طرح کشمیر کو میں تسخیر کرلوں راجوری میں اس پاس مغل بھی جمع ہوگئے۔ اور اس پاس دولت چک کورو فتح چک اور اور چک لوہر ماکری بھی آ گئے۔

۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء میں شاہ ابو المعالی نے کشمیر پر حملہ کیا۔ جب بارہ مولہ پر وہ آیا تو حیدر چک و فتح چک کہ راہ کی حفاظت کرتے تھے موضع مادوکھی میں آئے۔ شاہ ابو المعالی نے ایسی عدالت اختیار کی تھی کہ اُس کے سپاہیوں میں سے کسی نے رعایا پر کچھ ظلم نہیں کیا۔ موضع بارہ مولہ پر جو مادوکھی کے نزدیک ہے جب وہ پہنچا تو ایک بلندی پر فرد کش ہوا۔ غازی خاں موضع گھور میں مقیم تھا۔ وہاں سے اُس نے اپنے بھائی حسین خاں کو پہلے لڑنے بھیجا کشمیریوں نے جو شاہ ابو المعالی کے ساتھ تھے اُس کی اجازت بغیر حسین چک کی فوج پر حملہ کرکے اُس کو روگرداں کیا۔ غازی خاں چک اُس کی مدد کو گیا بڑی اور مردانگی کرکے بہت سے کشمیریوں کو قتل کیا اور فتح حاصل کی۔ شاہ ابو المعالی یہ حال دیکھکر بے جنگ فرار ہوا۔ غازی خاں نے سب مغل قیدیوں کو سوا حافظ مرزا یسین کے مارڈالا۔ یہ حافظ ہمایوں بادشاہ کے خوانندوں میں بڑا خوشنخواں تھا۔ پھر اُس سے نصرت خاں کو قید سے نکال کر شہنشاہ اکبر پاس بھیجا۔ نصرت خان نے بیرام سے توسل ڈہونڈا۔

۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں غازی خاں چک کے مزاج میں تغیر ہوا۔ ظلم و تعدی کرنے لگا۔ خلایق کو اس سے تنفر ہوا اس اثناء میں اُس نے سنا کہ اس کا بیٹا حیدر چک بعض امرا سے اتفاق کرکے یہ چاہتا ہے کہ کشمیر کی شاہی لے لے۔ غازی خاں چک نے اپنے وکیل محمد جنید اور بہادر بہت کو طلب کرکے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم اس کو نصیحت کرو کہ پھر وہ یہ خیال نہ کرے۔ محمد جنید نے حیدر چک کو بلاکر گالیاں دیں اور اُس نے خنجر سے محمد جنید کا کام تمام کیا۔ لوگوں نے حیدر چک کو گرفتار کرلیا۔ اور غازی خاں کے حکم سے مارڈالا۔

۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں ہندوستان سے مرزا قرا بہادر آیا اُس کے ساتھ بہت سا لشکر اور نو ہاتھی تھے تین مہینے تک اُس نے جوالور میں اقامت کی کشمیریوں میں سے نصرت چک اور فتح چک وغیرہ اور گکھڑوں میں بعض امرا اس سے آنکر ملے اس سے ایک مجمع کثیر اس پاس جمع ہوگیا اور وہ اُمیدوار تھا کہ بعض

ونصرت خاں چک و درویش چک نے یہ قرار دیا کہ قضاۃ وعلمار کو درمیان میں ڈال کر عہد وقول لینگے اور پھر غازی خاں پاس جائینگے۔ نصرت خاں چک بے قول غازی خاں چک پاس چلا گیا اور قید ہو گیا۔ حبیب خاں چک نے نازک چک سے اتفاق کیا اور پلوں کو توڑ کر وہ باہر چلے گئے اور ہستی چک بھی ایک جمعیت کے ساتھ اُن سے آن ملا۔ غازی خاں نے بہت سا لشکر اُن سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ مگر اُس نے شکست پائی۔ کچھ آدمی اس کے گرفتار ہوئے۔ حبیب خاں فتح حاصل کر کے کوہ ہاموں میں چلا گیا۔ غازی خاں اس شکست کے بعد حبیب خاں چک کے دفع کے لئے سوار ہوا۔ دومرہ میں گیا۔ تین چار کشتیاں پیدا کیں تین ہاتھی اور تین سو آدمی ساتھ لیکر دریا پار گیا اور حبیب پر دوبار حملہ کیا۔ حبیب خاں کو شکست ہوئی اور اُس کا سر تن سے جدا کیا گیا۔ اور کلہ نامت میں جہاں وہ اکثر رہتا تھا لٹکایا گیا۔

اس زمانہ میں بہرام چک ہندوستان سے آیا۔ غازی خاں نے اُس کو پرگنہ کھوتہ ہاموں جاگیر میں دیا۔ وہ سری نگر سے جا کر اپنے وطن زین گڈہ میں گیا۔ سنکر چک و فتح چک وغیرہ بہرام چک سے اتفاق کر کے پرگنہ سویہ پور میں فساد مچانے لگے۔ غازی خاں نے اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو اُن پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر مخالف پہاڑوں میں چلے گئے۔ غازی خاں کوتہ ہاموں کے ضلع میں گیا اور یہاں کئی روز رہا۔ احمد جوزین برادر حیدر چک ولد غازی خاں نے وعدہ کیا کہ میں بہرام چک کو گرفتار کر کے سری نگر میں لاؤنگا۔

احمد جوزیں ایک سر کوب پر چڑھ گیا یہاں ریشی لوگ یعنی صوفی رہتے ہیں اُن کو پکڑ کر بہرام کی تفتیش کی تو اُنھوں نے کہا کہ ہم نے بہرام چک کو کشتی میں بٹھا کے موضع بادین میں امیر زیبا کے گھر پہنچا دیا ہے۔ یہ ریشی ایک طایفہ ہے کہ سب وقت زراعت کرتے ہیں اور درخت لگاتے ہیں اور اتفاق رکھتے ہیں اور تجرید میں گذارتے ہیں۔ جب امیر زیبا کے پاس احمد جوزین گیا اور بہت تفحص کر کے بہرام چک کو پکڑا اور سری نگر میں لایا تو اُس کو پھانسی ملی۔

انھی دنوں میں شاہ ابو المعالی کہ لاہور سے بھاگ کر بعض گکھروں کی قید میں پھنسا تھا وہ اس صورت سے بھاگا کہ اُس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اپنے نوکر یوسف کے کندھے پر

نے کاشغری گھوڑے جوان پاس تھے وہ لئے۔ پھر وہ سری نگر میں آیا جو اشیاء لایا تھا وہ وہاں کے آدمیوں کو دیدیں۔

۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ میں کشمیر میں زلزلہ عظیم آیا اکثر قریات اور بلاد ویران ہوگئے۔ قریہ بیلو و آدم پور مع عمارات و اشجار آب بہت کے اس کنارے سے دوسرے کنارے پر چلے گئے اور موضع مادریں کہ پلسے کوہ میں واقع ہے پہاڑ کے گرنے سے قریب چھ سو آدمیوں کے ہلاک ہوئے

ذکر اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ کی بادشاہی کا

شاہ ابراہیم کی حکومت پر پانچ ماہ گذرے یہ حقیقت میں دولت چک کی فرمانروائی تھی۔ بعد اُس کے غازی خاں چک کی بنی آئی اور شاہ ابراہیم معزول و مکحول ہوا۔ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ میں غازی خاں نے برائے نام اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم کو بادشاہ بنایا اور دولت چک کو دارالسلطنت سے نکال دیا۔ ان دنوں میں دولت چک سے بادشاہ کا بیٹا حبیب خاں سے ایک ہونا چاہتا تھا غازی خاں یہ سنکر دولت چک کے پکڑنے کے ارادہ سے گیا اُس نے سنا کہ دولت مرغابیوں کا شکار کرنے دریا پر گیا ہے تو اُس کے پکڑنے کو گیا۔ اُس کے گروہ کے گھوڑے چھین لئے۔ دولت خاں پہاڑوں میں بھاگنا چاہتا تھا کہ پکڑا گیا۔ بعد اس واقعہ کے غازی پاس حبیب خاں چلا گیا۔ غازی خاں نے نازک چک برادرزادہ دولت چک کو عہدہ وزارت دینا چاہا مگر اُس نے اپنے چچا کے کور کرنے کے سبب سے قبول نہیں کیا تو اُس نے اُس کے مقید کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ خبردار ہوا اور حبیب پاس بھاگ گیا۔

حبیب شاہ پسر اسمٰعیل شاہ کا ذکر

اسمٰعیل دو برس سلطنت کر کے مرگیا اور اُس کا بیٹا حبیب اس کا جانشین ہوا۔ ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶ کے آخر میں نصرت خاں چک و نازک چک و سنکر چک برادر غازی خاں چک و یوسف چک و ہستی چک نے ایک جگہ جمع ہو کر یہ عہد کیا کہ آج غازی خاں نے دارو کھائی ہے اور اُس کا بھائی حسین چک بند میں ہے اُس کو بند سے نکال کر غازی خاں چک کو قتل کر ڈالیں۔ جب یہ خبر غازی خاں چک کو ہوئی تو اُس نے یوسف چک اور سنکر چک کو اپنے سے راضی کر لیا اور اپنے پاس بلایا۔ حبیب خاں

یوسف چک کو گھوڑے سے گرایا اور اُس کی گردن توڑی۔

۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء میں غازی خاں و دولت خاں میں عداوت ہوئی جس سے تمام کشمیر میں ایک شورش پیدا ہوئی۔ حسین ماگری اور شمس زینا کہ ہندوستان میں تھے۔ اس سال میں غازی خاں مل گئے اور بہرام چک و یوسف چک کے بیٹے دولت چک کے پاس آ گئے۔ یہ اختلاف و نزاع اُن میں دو مہینے رہا۔ آخر کو ایک دہقان نے فضولی یہ کی کہ وہ دولت چک پاس آیا۔ اور اُس کے کان میں کہا کہ مجھے غازی خاں چک نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ یہ آدمی جو تو نے اپنے پاس جمع کر رکھے ہیں یہ سب تیرے دشمن جان ہیں اور ایسے ہی غازی خاں چک کے پاس جا کر کہا کہ تجھ سے دولت چک صلح چاہتا ہے کسواسطے تو اُس سے لڑتا ہے۔ پس ایسے مقدمات گوش گزار کرنے سے دونوں میں صلح ہو گئی۔ شمس زینا بھاگ کر ہندوستان کو چلا گیا۔ انہیں دنوں میں اہل تبت کلاں آنکر پرگنہ کھادر اور باہر کی گوسفندوں کو بھگا کر لے گئے۔ یہ پرگنے حبیب خاں چک کی جاگیر میں تھے۔ اس حالت میں دولت چک اور سنکر چک و ابراہیم چک و حیدر چک ولد غازی خاں اور اعیان ایک انبوہ لشکر کے ساتھ لار کی راہ سے تبت کلاں کو بھیجے گئے۔ حبیب خاں چک اُن کے ہمراہ تھا وہ اہل تبت کے تعاقب میں اسی راہ پر گیا کہ اُس کی گوسفندیں گئی تھیں۔ اور ناگاہ قلعہ تبت پر پہونچ گیا۔ اور لڑا۔ یہاں کے سردار کو قتل کیا۔ وہ سب بھاگ گئے۔ حبیب چک نے اپنے چھوٹے بھائی اُویس چک کو تبت کلاں میں منزل کر کے بلایا مگر اُس نے آنے میں غفلت کی باوجودیکہ حبیب خاں چک کے زخموں سے خون جاری تھا سوار ہو کر تبت کے قصر ہائے عالی میں آیا۔ اہل تبت اُس کے سامنے نہ ٹھہر سکے بے جنگ بھاگے۔ چالیس آدمی کہ سقف قصر سے چمٹے ہوئے تھے پکڑے انہوں نے بہت عاجزی کی کہ ہم کو نہ مارو اور ۵۰۰ گھوڑے و ۱۰۰۰ پارچے پٹو و ۵۰ گاؤ قطاس و ۲۰۰ گوسفند و ۲۰۰ تولہ سونا لے لو مگر حبیب خاں چک نے اُن کی باتوں پر ذرا خیال نہ کیا۔ سب کو دار پر کھینچا۔ یہاں سے سوار ہو کر دوسرے قلعہ میں آیا اور اُس کو خراب کیا۔ اہل تبت کلاں نے تین سو گھوڑے و پانسو پارچہ اور دو سو گوسفند و تیس گاؤ قطاس حبیب خاں پاس بھیجے اور حبیب خاں

(۴) کامیان حسین غازی خاں۔ کاجی چک دولت چک اپنی اپنی قوموں کے سردار تھے۔
چکوں کے امرانے بیٹیاں باہم بیاہیں جسکے سبب اونکی قوت زیادہ ہوگئی۔ جس سے عیدی زینا
سری نگر میں مغموم ہوا۔ اوسنے ایک دن بہرام چک وسید ابراہیم وسید یعقوب کو دعوت میں بلاکر گرفتار
اور محبوس کیا۔ یوسف چک کو جب اوسکی اطلاع ہوئی تو وہ تین سو سوار اور سات سو پیادے لیکر
دولت چک سے ملا جب عیدی زینا نے دیکھا کہ کشمیریوں کے ساتھ چک ہوئے ہیں تو اُس نے
مرزا قرا بہادر اور مرزا عبدالرحمٰن وغیرہ مغلوں کو قید خانہ سے نکال کر اور ہر ایک کو گھوڑا اور
خلعت و خرچ دیا اور لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔ طرفین سے لڑائیاں ہوئیں مگر بابا خلیل عیدی
زینا پاس صلح کے لئے آیا اور اوسنے کہا کہ تونے کشمیریوں کا اعتبار نہ کیا۔ مغلوں کا اعتبار کیا
اسطرح کی باتیں بنا کے صلح کرادی۔ مرزا حیدر کی بیوی خانم کاشغر گئی اور خانجی اوسکی
بہن کابل۔ اس واقعہ کے متعاقب یہ خبر آئی کہ کشمیر کی تسخیر کے لئے ہیبت خاں
و سعید خاں و شہباز خاں افغان نیازی آتے ہیں پرگنہ پاہال میں مقیم ہیں۔ عیدی زینا
و حسین ماکری و بہرام چک و دولت چک و یوسف چک باہم متفق ہوکر نیازیوں سے لڑنے
گئے طرفین نے خوب جنگ کی۔ ہیبت خاں و سید خاں وغیرہ جنگ میں مارے گئے۔ کشمیریوں نے
اونکے سر کاٹ کے سلیم شاہ افغان سور پاس بھیجدئے۔ اور سری نگر میں فتح وظفر کے ساتھ
مراجعت کی۔ اب کشمیریوں میں آپسمیں جوتی چلی۔ دو مہینے تک ان میں فساد رہا جس میں
عیدی زینا مارا گیا۔ نازک شاہ سوا نام کے بادشاہی نہیں رکھتا تھا۔ اوسکو اس نام سے بھی
معاف کرکے امرانے خودسری اختیار کی۔

ذکر شاہی ابراہیم شاہ تیسری دفعہ

جب عیدی زینا اس جہان سے رواں ہوا تو دولت چک کو مہمات کا سارا اختیار ملا اوسنے
دیکھا کہ بادشاہ کا ہونا ناگزیر ہے اوسنے ابراہیم شاہ کو شاہی پر بٹھا کر بطور نمونہ کے رکھا
اوسی وقت میں خواجہ دکیل مرزا حیدر ترک جنگل سے نکلا اور سلیم شاہ کے پاس
چلا گیا۔ انہیں دنوں میں شمس زینا و بہرام چک گرفتار ہوکر مقید ہوئے۔ دولت چک نے

کہ کمال کوکہ نے تلوار سے اوسکو زخمی کیا۔ مگر مرزا کے جسم پر سوا تیر کے زخم کے کوئی اور زخم نہ تہا۔ جب صبح ہوئی کشمیریوں کے لشکر میں مشہور ہوا کہ ایک مغل مرا پڑا ہے۔ خواجہ حاجی نے اسے جاکر دیکہا تو وہ مرزا حیدر تہا۔ کچھ رمق باقی تھی کہ اوسنے آنکھیں کھول کر جان آفریں کو جان شیریں سپرد کی۔ آخر کو مغل اندرکوٹ میں گئے۔ کشمیریوں نے مرزا کی نعش دفن کی اور مغلونکو جا گھیرا دہ تین روز تک لڑتے رہے۔ چوتہے روز محمد رومی نے توپوں میں پیسے بہر کر اُن کو مارنے شروع کئے جس سے مغل ہلاک ہونے شروع ہوئے۔ آخر کو مرزا حیدر کی بیوی خانم نے اور اوسکی بہن خانجی نے مغلونسے کہا کہ جب مرزا حیدر مر گیا تو اب لڑنے سے کیا فائدہ کشمیریونسے صلح کرنی بہتر ہے۔ امیر خاں معمار کی معرفت کشمیریوں اور مغلوں میں صلح ہوگئی اور عہدو سوگند ہوگئی کہ مغلوں کو کوئی آزار نہیں پہنچائینگے۔ مرزا حیدر کی حکومت دس سال تھی۔

تیسری دفعہ نازک شاہ کا بادشاہ ہونا

کشمیر کے دروازے کہلے تو مرزا حیدر ترک کے توشکخانہ میں کشمیری گئے اور اونکے نفائس امتعہ لوٹ لیں۔ مرزا کے اہل عیال کو سری نگر میں لے آئے اور ولایت کشمیر کو اسطرح تقسیم کرلیا کہ پرگنہ دیوسر دولت چک کے حصہ میں پرگنہ دھنج غازی خاں چک کے حصہ میں اور پرگنہ کمراج یوسف چک و بہرام چک کے حصہ میں آیا اور ایک لاکھ خروار شالی خواجہ حاجی وکیل مرزا کے مقرر ہوئے۔ تمام امرائے کشمیری کو خصوصاً عیدی زینا کو بالکل تسلط حاصل ہوا اوسنے نازک شاہ کو بادشاہ بنایا اور نمونہ کے طور پر رکہا۔

۹۵۹ھ / ۱۵۵۲ء میں اس تقسیم کے بعد کشمیری امرا میں آپس میں فساد اس سبب سے ہوا کہ ملک کی تقسیم غیر مساوی تہی کسی کو زیادہ ملا کسی کو کم کسی کو کچھ نہ ملا۔ اس وقت یہ چار طائفے کشمیر میں اعتبار رکھتے تہے۔

(۱) عیدی زینا مع اپنے طائفہ کے۔

(۲) حسن بن ابدال قوم ماکری۔

(۳) کپوریاں جنمیں بہرام و یوسف چک اپنی اپنی قوموں کے سردار تہے۔

پہاڑوں میں بند ہو گئے۔ سید مرزا بہاگ کر قلعہ ہیرپل میں گیا اور اسی کے قریب نامدار مغل قتل ہوئے۔ محمد نظیر و مرزا قرا بہادر دستگیر ہوئے۔ بقیۃ السیف نیچ کی راہ سے بہرام کلہ میں آئے۔ مرزا حیدر اس خبر کو سنکر نہایت محزوں ہوا۔ اور فرمایا کہ چاندی کی دیگوں کے ٹکڑے کرکے رائج الوقت سکّے بنائے جائیں۔ جہانگیر ماکری کو معتبر بناکے حسن ماکری کی جاگیر اُسے دی اور اکثر اہل حرفہ کو گہوڑا اور خرچ دیکر سپاہی بنایا۔ اوسکے بعد یہ خبر آئی کہ ملا عبد اللہ کشمیری کی خبر سُنکر مرزا حیدر کے پاس آتا تہا کہ اوس کو بارہ مولہ کے نزدیک کشمیریوں نے ہجوم کرکے مارڈالا۔ خواجہ قاسم تبت میں مارا گیا اور محمد نظیر راجوری میں گرفتار ہوا۔ کشمیری جمعیت کرکے بہرام کلہ سے ہیرہ پور میں آ گئے۔ مرزا حیدر نے ناچار اُس سے لڑنے کے لئے قصد کیا۔ مرزا پاس کل ہزار آدمیوں کی جمعیت تہی جنمیں سات سو مغل تہے۔ وہ سری نگر کے قریب خالدگڈہ کے میدان میں آیا۔ فتح چک جسکے باپ بہرام چک کو مغلوں نے مارا تہا وہ اپنے باپ کے انتقام کے قصد سے اندرکوٹ میں آیا اور مرزا حیدر کی عمارات کو کہ باغ صفا میں تہیں جلاکر خاک سیاہ کیا مرزا حیدر کو جب یہ خبر ہوئی تو اوسنے کہا کہ میں ان عمارتوں کو کاشغر سے نہیں لایا ہوں بعنایت الہی پہر بنالونگا۔ اوسکے عوض میں خیر علی نے شاہ زین العابدین کی عمارات کو سویہ پور میں جلادیا مرزا حیدر اوسکی اس حرکت سے خوش نہیں ہوا۔ اہل لشکر نے عیدی زینا اور نوروز چک کی عمارات کو سری نگر میں جلادیا۔ مرزا خانپور میں آیا۔ یہاں اس موضع میں ایک درخت بید ہے کہ اوسکے سایہ میں دو سو سوار کہڑے ہو سکتے ہیں اگر اوسکی ایک شاخ کو ہلادو تو سارا درخت ہِل جاتا ہے۔ مرزا نے غنیم پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا۔ اور مرزا عبد الرحمن اپنے برادر خرد کو اپنا ولیعہد کیا۔ اوسکے ساتھ شبخون مارنے کے قصد سے سوار ہوا۔ رات کو ایسا ابر سیاہ اُٹھا کہ جب خواجہ حاجی کے خیمے کے پاس پہنچے تو کچھ نہیں دکہائی دیتا تہا۔ یہ حاجی مرزا اکا وکیل اور مادّہ فساد تہا۔ مرزا حیدر کا فورچی شاہ نظر بیان کرتا ہے کہ اسوقت میں نے تیر پہینکا تو مرزا حیدر کی آواز میرے کان میں یہ آئی کہ تونے قباحت کی میں نے جانا کہ اس تاریکی میں ناگہانی تیر مرزا کے لگا۔ یہ بھی منقول ہے کہ کسی قصاب نے اوسکی ران میں تیر مارا۔ ایک روایت یہ ہے

اور آدم نے دولت چک کو خرگاہ میں بلایا۔ اعزاز و اکرام اوسکا خاطر خواہ نہوا۔ وہ غصہ ہوکر چلا گیا اور ہاتھی جو پیشکش کے لئے لایا تہا وہ اولٹا لے گیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اوسکا تعاقب کریں مگر مرزا مانع ہوا۔ مرزا نے کشمیر کو مراجعت کی اور دولت چک مع غازی خاں و حسین چک و بہرام چک کے ہیبت خاں نیازی پاس گئے وہ سلیم شاہ سور سے ہزیمت پاکر راجوری میں آیا تہا۔ کشمیری ہیبت خاں نیازی کو بارہ سو امیں اس غرض سے لائے کہ اوسکو کشمیر میں لے جاکر مرزا حیدر کو یہاں سے نکالیں۔ مگر ہیبت خاں کو یہ امر خود منظور نہ تہا۔ ایک برہمن بہیجکر صلح کی باتیں مرزا سے کیں۔ مرزا نے اوسکو جواب میں بہت سی باتیں لکھیں کہ وہ موضع ہیر میں کہ ولایت جموں میں ہے چلا گیا۔ کشمیری اس سے جدا ہوگئے اور سلیم شاہ پاس چلے گئے اور غازی خاں چک مرزا حیدر پاس چلا آیا۔ ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء میں مرزا حیدر اور سلیم شاہ کے درمیان سفیر و نکی آمد و رفت ہوئی اور تحفہ تحائف آپسمیں بہیجے گئے۔ ۹۵۸ھ میں مرزا حیدر نے مرزا قرا بہادر کو بہرپل میں حاکم مقرر کیا۔ اور کشمیریوں میں سے عیدی زینا و ناز ک شاہ و حسین ماکری و خواجہ حاجی کو اوسکے ہمراہ کیا۔ اندر کوٹ میں مرزا قرا بہادر اور کشمیری آئے بارہ مولہ پر اقامت کی کشمیریوں نے فتنہ برپا کیا اسکی وجہ یہ تہی کہ کشمیریوں کو مغل خاطر میں نہیں لاتے تہے۔ مغلوں نے اس فتنہ کی خبر مرزا حیدر کو دی اوسکو یقین نہیں آیا۔ اوسنے کہا کہ فتنہ و فساد مچانے میں کشمیریوں سے مغل کم نہیں ہیں۔ مرزا حیدر پاس حسین ماکری نے اپنے چہوٹے بہائی علی ماکری کو بہیجا کہ وہ کشمیریوں کے عذر سے اوسکو آگاہ کرے اور سمجہائے کہ وہ اپنے لشکر کو واپس بلالے۔ اسپر بھی مرزا حیدر کچھ خبر نہ ہوا اور اوس نے کہا کہ کشمیریوں کی کیا طاقت ہے کہ وہ مغلوں کے ساتھ عذر کریں کہ وہ لشکر کو واپس بلالے۔ ۲۷۔ رمضان کو اندر کوٹ میں آتش عظیم لگی۔ اکثر گہر جل گئے۔ مرزا قرا بہادر اور سب آدمیوں نے مرزا حیدر سے درخواست کی کہ ہمارے گہر جل گئے ہیں اگر حکم ہو تو اپنے گہروں کو درست کریں۔ اور سال آیندہ ہم بہرپل میں جائیں مرزا حیدر اصلا اس امر سے راضی نہ ہوا۔ خواہ مخواہ لشکر کو بہرپل بہیجا۔ جب رات ہوئی تو عیدی زینا اور کشمیریوں نے اتفاق کیا اور مغلوں سے جدا ہوکر تل بہرپل پر آگئے۔ معتمدوں میں سے حسین علی ماکری کو جدا کرکے اپنے ساتھ لے لیا کہ وہ مغلوں کے ساتھ کشتہ نہ ہو۔ جب صبح ہوئی اور بہرپل کے آدمیوں سے لڑائی ہوئی تو مغل

میں سے قلعہ لوشو کو مع چند قلعوں کے فتح کیا ۹۵۲ھ ۱۵۴۵ میں ملک کاجی چک اور اوسکا بیٹا محمد چک تپ لرزہ سے مرگئے۔ یہ سال مرزا نے فراغت سے بسر کیا ۹۵۳ھ ۱۵۴۶ میں زنگی چک مرزا حیدر کے آدمیوں سے لڑکر مارا گیا اور اسکا اور اوسکے بیٹے کا سر غازیخاں مرزا پاس لایا گیا ۹۵۴ھ ۱۵۴۷ میں کاشغر کا ایلچی مرزا سے لار میں ملا۔

خواجہ بہرام پسر مسعود چک جسنے سات سال کی مدت تک کامراج میں خوب لڑائیاں لڑکر سب پر غلبہ حاصل کیا تہا اوسنے خان میرک سے صلح آمیز باتیں بنانی شروع کیں دونو کے درمیان عہد و شرط قرار پائے میرک مرزا نے اوسکو سوگند کے بعد طلب کیا۔ جسوقت وہ مجلس میں آیا تو خنجر کو موزہ سے نکال کر مارا وہ زخمی ہوکر جنگل میں بہاگا وہاں گرفتار کرکے اوسکے سر کو تن سے جدا کیا اور اوسکو مرزا حیدر پاس لار میں اس گمان سے بہجوا دیا کہ اوس سے مرزا خوش ہوگا۔ جب عیدی زینا نے اس سر کو دیکہا تو وہ غصہ میں آنکر کہڑا ہوگیا اور اوس نے کہا بعد عہد و سوگند کے کسی کو مارنا سزاوار نہیں ہے۔ مرزا حیدر نے کہا کہ مجہے اس واقعہ کی کچہ اطلاع نہیں ہے۔ مرزا حیدر لار سے کشتوار کی طرف متوجہ ہوا۔ بندگان کوکہ اور امرا کو ہراول بناکے بہیجا۔ اوسنے تین روز کا سفر ایک دن میں طے کیا اور آب مار کی اس جانب میں موضع دہلوت میں آیا۔ لشکر کشتوار اس دریا کے اس جانب میں تہا۔ تیرو تفنگ سے لڑائی شروع ہوئی۔ کوئی دریا سے عبور نہیں کرسکتا تہا۔ مرزا حیدر کا لشکر دوسری راہ سے کشتوار میں جانے کے لئے دہار میں آیا کہ ایسی آندہی آگئی کہ دن کی رات ہوگئی۔ دہار کے آدمیوں نے ہجوم کرکے اس لشکر پر حملہ کیا و بندگان کوکہ اور عمدہ سرداروں کو مار ڈالا بقیۃ السیف بہزار خرابی مرزا حیدر سے جاکر ملے۔ ۹۵۵ھ ۱۵۴۸ میں مرزا حیدر یہاں سے نکل کر تبت پر متوجہ ہوا اور راجوری کو کشمیریوں سے چہین کر محمد نظر اور ناصر علی کو دیا ویکلی میں ملا عبداللہ کو اور تبت خرد میں ملا قاسم کو مقرر کیا۔ تبت کلاں کو فتح کرکے ملا حسن کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ میں قلعہ دیبل پر متوجہ ہوا۔ آدم گکہر آنکر مرزا سے ملا دولت چک برادرزادہ ملک کاجی چک کے گناہ معاف کرنے کی اوسنے درخواست مرزا سے کی اوسنے قبول کی۔ مرزا

مملکت کشمیر میں مرزا حیدر کا تسلط

جب ۹۴۸ھ ۱۵۴۱ میں شیر شاہ سے شکست پاکر ہمایوں لاہور میں آیا تہا تو ملک ابدال ماکری زنگی چک
اور بعض اعیان مملکت کشمیر نے مرزا حیدر ترک کے وسیلہ سے ایک عریضہ اوس کی خدمت میں بہیجا
تہا جسمیں کشمیر کی تسخیر کی ترغیب تہی ہمایوں نے مرزا حیدر ترک کو اس طرف روانہ کیا اور اپنا جانا
بھی قرار دیا۔ مرزا حیدر ترک سے راہ میں ملک ابدال ماکری و زنگی چک آنکر ملے۔ مرزا حیدر
پاس تین چار ہزار سواروں سے زیادہ نہ تہے۔ جب وہ راجوری میں پہونچا ملک کاجی چک جو
کاشمیر کا حاکم تہا تین چار ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے لیکر کنل کرتل کی راہ سے آیا اور
مورچے مستحکم کئے مرزا حیدر نے اس راہ کو چہوڑ کر پنج کی راہ پر رواں ہوا۔ ملک کاجی چک نے
غرور کے سبب سے اس راہ کی محافظت نہ کی۔ مرزا حیدر کوہ سے گذر کر فضا کشمیر میں آیا۔ اور
ناگاہ شہر سری نگر پر متصرف ہوا اور ملک ابدال ماکری و زنگی چک نے مستقل ہو کر مہمات کو
اختیار کیا۔ اور مرزا کی جاگیر میں چند پرگنے مقرر کیے۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں ملک ابدال
ماکری کی عمر ختم ہوئی۔ اوسنے مرزا حیدر سے اپنے بیٹوں کی سفارش کر دی تھی۔ جب مرزا حیدر
کشمیر میں آگیا تو شیر شاہ افغان سور کے پاس ہندوستان میں ملک کاجی چک گیا اوس نے پانچہزار
سوار بسر کردگی حسین خاں شروانی اور عادل خاں مع دو فیل کمک کے لئے اوس کے ساتھ
گئے۔ مرزا حیدر زنگی چک کو ساتھ لیکر مقابلہ کو گیا دونو لشکر دھنج و کا وہ کے درمیان مقابل
ہوئے۔ امراء شیر شاہی نے ہزیمت پائی مرزا حیدر کو فتح ہوئی جسکی تاریخ فتح مکرر ہوئی ۹۵۰ھ ۱۵۴۳
میں مرزا حیدر نے قلعہ اندر کوٹ میں اقامت کی۔ وہ زنگی چک سے بدگمان ہوا تو ملک کاجی چک پاس
زنگی چک چلا گیا۔ دونوں اتفاق کر کے ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ میں سری نگر میں مرزا حیدر کے استیصال کے لئے
آئے۔ بہرام چک پسر زنگی چک سری نگر میں آیا۔ مرزا نے بندگان کوکہ خواجہ حاجی کشمیری کو
اونکے دفع کرنے کے واسطے تعین کیا۔ غنیم اس سے لڑ نہ سکا اور بہاگا۔ مرزا کے لشکر نے اسکا
تعاقب کیا تو ملک کاجی چک اور زنگی چک بہاگ کر بیرام کلہ میں آگئے۔ مرزا حیدر نے سری نگر میں
بندگان کوکہ اور ایک جماعت کو چہوڑا اور خود تبت کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ اوس نے قلاع بزرگ

کاشغری سے خوب لڑے ۔ کشمیریوں کو شکست ہو جاتی مگر ملک کاجی چک اور ابدال ماکری نے پائے جلادت محکم کرکے کشمیریوں کو لڑنے کی ترغیب و تحریص کی ۔ سخت جنگ ہوئی صبح سے شام تک لڑائی رہی ۔ رات کو دونو لشکر ایک ہو گئے ۔ دونوں طرف سے اتنے آدمی مارے گئے کہ وہ صلح پر راضی ہو گئے ۔ کاشغریوں نے صوف و سقرلاط اور بہت سے نفائس محمد شاہ پاس بھیجکر صلح اور نسبت خویشی چاہی ۔ محمد شاہ نے ملک کاجی چک و ابدال ماکری کی صلاح سے صلح نامہ لکھا اور غرائب کشمیر کاشغریوں کے ساتھ بھیجے اور یہ قرار پایا کہ محمد شاہ کی بیٹی کا عقد شاہزادہ سکندر خاں کے ساتھ ہو اور کشمیری قیدی جو مغلوں کے پاس ہیں رہا ہوں ۔ غرض کاشغری اس صلح پر راضی ہو گئے اور کاشغر کو چلے گئے کشمیر کے سر پر سے بلا ٹلی ۔ اس سال میں ذوات الاذناب یعنی دُم دار ستارے نمودار ہوئے اور کشمیر میں سخت قحط پڑا اکثر آدمی بھوکے مر گئے ۔ جو باقی رہے وہ جلا وطن ہوئے اور دور دور چلے گئے دس مہینے تک قحط کی تکلیف رہی ۔ پھر تازہ میوہ پیدا ہو گیا ۔ کچھ آسودگی ہو گئی ۔ انہیں دنوں میں ملک کاجی چک و ملک ابدال ماکری میں رنجش ہو گئی ۔ اور ملک کاجی زین پور چلا گیا ۔ اور بادشاہ کا وزیر ملک ابدال ماکری ہو گیا ۔ حکام و عمال جو چاہتے رعایا کا حال کرتے ۔ کسی کی فریاد نہ سُنی جاتی نہ داد دی جاتی ۔ چند دنوں کے بعد محمد شاہ تپ محرق میں مبتلا ہوا ۔ جسقدر زر پاس تہا وہ محتاجوں کو دیدیا اور اوسی بیماری میں ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء میں مرگیا ۔ اوسکی مدت سلطنت پچاس سال تھی ۔ گو کبھی کبھی اس میں معزولی بھی ہوئی ۔

سلطان شمس الدین و نازک شاہ

باپ کے بعد سلطان شمس الدین یعنی ابراہیم تخت پر بیٹھا ۔ اوسکے عہد کا حال فقط یہی معلوم ہے کہ ملک کاجی چک اور ملک ابدال ماکری میں کبھی لڑائیاں اور کبھی صلحیں ہوتی رہیں اور کچھ نہیں معلوم بعد ابراہیم کے اوسکا بیٹا نازک شاہ دوبارہ مسند شاہی پر بیٹھا ۔ پانچ چھ مہینے گذرے تہے کہ مرزا حیدر ترک استیلا پاکر کاشغر پر متصرف ہوا اور اوسنے ہمایوں بادشاہ کا خطبہ و سکہ کاشمیر میں جاری کیا ۔

اوس کو شکست دیکر بھگا دیا۔ ان دنوں میں پنجاب میں مرزا کامراں کا تسلط تھا۔ شیخ علی بیگ و محمد خاں مغل کشمیر کی فتح کے بعد ابدال ماکری سے بے رخصت لیے چلے گئے تھے۔ اونہوں نے مرزا کامراں سے عرض کیا کہ ہمکو کشمیر کا حال خوب معلوم ہے اگر حضور تہوڑی سی توجہ فرمائیں تو تمام ولایت کاشمیر کمال آسانی سے ہاتھ آسکتی ہے۔ مرزا کامراں نے محرم بیگ کو سپاہ کا سردار بنا کے ان امرا کے ساتھ کہ کشمیر سے آئے تھے کشمیر کو بھیجا۔ جب افواج مغل کشمیر کے نزدیک آئی تو کشمیریوں نے تمام اسباب اموال اپنا خوف کے مارے گھروں میں چھوڑا اور خود کوہستان میں چلے گئے۔ افواج مغل نے شہر کو تاراج کیا اور اسمیں آگ لگائی اور بعض کشمیریوں کو کہ کوہستان سے مغلوں سے لڑنے آئے تھے قتل کیا۔ ابدال ماکری کا یہ عقیدہ تھا کہ ملک کاجی چک مغلوں کے ہمراہ ہے لیکن جب اوسکو یقین ہوا کہ وہ مغلوں کے ہمراہ نہیں ہے تو اُس سے اتحاد و یگانگی کا اظہار کیا اور اوسکو بیٹوں اور بھائیوں سمیت بلایا اور عہد وسوگند آپسمیں ہوا جس سے کشمیریوں کو قوت حاصل ہوئی اور وہ اتفاق کر کے مغلوں سے لڑے اور اونکو اپنے ملک سے بھگا دیا۔

ملک کاجی چک نے جب ملک ابدال کا عذر و غرور معائنہ کیا تو وہ ناراض ہو کر ہند کو چلا گیا ۹۳۹ھ میں شاہ سعید شاہ سلطان کاشغر نے اپنے بیٹے شاہزادہ سکندر خاں کو مرزا حیدر دوغلات کے ساتھ بارہ ہزار سپاہ دیکر تبت و لار کی راہ سے کشمیر بھیجا۔ کشمیریوں نے اونکی صلابت و مہابت کے سبب سے کشمیر کو خالی کیا اور بے جنگ اِدہر اُدہر بھاگ کر کوہستان میں پناہ لی۔ کاشغریوں نے ولایت کشمیر میں آنکر عمارات عالیہ کو کہ شاہان سابق نے بنائی تہیں خاک کی برابر کر دیا اور شہر میں آگ لگا دی۔ اور زمین میں جو خزانے اور دفینے دفن ہوئے تھے اونکو تلاش کر کے نکال لیا۔ سارا لشکر لوٹ سے مالا مال ہو کر نہال ہوگیا۔ جہاں اہل کشمیر چھپے تھے اونکی خبر لگا کے پہنچتے تھے اور اونکو قتل و قید کرتے تھے۔ تین مہینے تک یہی حال رہا۔ ملک کاجی چک و ملک ابدال ماکری اور باقی سردار چکدرہ میں پناہ لے گئے تھے اونہوں نے آپس میں اتفاق کر کے مغلوں سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اسکندر خاں و مرزا حیدر

میری مدد کریں تو میں حضور کے لئے کشمیر بآسانی فتح کرسکتا ہوں۔ بابر بادشاہ نے شیخ علی بیگ و محمد خاں و محمود خاں کی سرکردگی میں ایک لشکر ابدال ماکری کے ساتھ کیا۔ ابدال ماکری نے یہ سوچکر کہ اہل کشمیر مغلوں سے نفرت کرینگے مصلحت کے لئے نازک شاہ بن ابراہیم کے نام شاہی کو اوسنے قرار دیا تاکہ کاشمیر پر حملہ کے لئے ایک حجت ہو۔ ملک کاجی اور شاہ ابراہیم لشکر لیکر مقابلہ کو نکلے موضع سلاح کو لشکر گاہ بنایا ملک کاجی کو ملک ماکری نے پیغام بھیجا کہ میں بابر بادشاہ سے کمک لایا ہوں جسکی شوکت وصلابت وہ ہے کہ دہلی کے بادشاہ ابراہیم کو جس پاس پانچ لاکھ سپاہ تھی طرفۃ العین میں خاک میں ملا دیا۔ تیری خیر اسی میں ہی کہ اس بادشاہ کی دولتخواہی اختیار کر اگر یہ دولت نصیب نہیں تو اس لشکر سے لڑوقت تساہل و تدافع کا نہیں ہے۔ ملک کاجی چک و سید ابراہیم وغیرہ لڑے مقابلہ عظیم ہوا۔ بہت آدمی قتل ہوئے۔ ابراہیم شاہ اور ملک کاجی کو شکست ہوئی اور ملک کاجی بھاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا اور ابراہیم کی خبر نہیں کہاں غائب ہوا۔ آٹھ مہینے ۵ روز سلطنت کر گیا۔

ذکر شاہی نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ

نازک شاہ نے دادا اور باپ کے بعد شہر سری نگر میں جلوس کیا۔ اہل کشمیر کو جو مغلوں سے متوہم تھے دلاسا دیکر اپنی تخت نشینی سے اُنکو خوشحال کیا۔ سری نگر سے نوشہر میں کہ قدیمی پائے تخت کشمیر کے بادشاہوں کا تھا آگیا۔ ابدال ماکری کو وزیر و وکیل مقرر کیا۔ ابدال ماکری نے خالصہ کشمیر کو چار حصوں میں تقسیم کرکے امرامیں تقسیم کیا اور بابر بادشاہ کے نوکروں کو بہت سے تحفے اور ہدیے دیکر رخصت کیا۔ ملک کاجی چک کو محمد شاہ کے قید کرنے پر لعنت ملامت کی اور شیخ امیر علی کو بھیجکر محمد شاہ کو لوہر کوٹ سے بلالیا اور محمد شاہ کو چوتھی مرتبہ تخت پر بٹھایا۔

محمد شاہ کا چوتھی مرتبہ بادشاہ ہونا

محمد شاہ نے مراسم شکر گزاری کی تقدیم کی اور نازک شاہ کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اسی سال میں بابر بادشاہ نے انتقال کیا۔ اور ہمایوں شاہ اوسکا جانشین ہوا۔ محمد شاہ کی بادشاہی پر ایک سال گذرا تھا کہ ملک کاجی نے جمعیت بہم پہنچائی اور ملک ابدال ماکری نے

پرگنہ ماہگل میں ۹۳۱ھ ۱۵۲۴ء میں مخالفوں سے لڑنے آیا۔ سکندر خاں تاب مقاومت نہ رکھتا تھا
قلعہ ناکام میں آگیا ملک کاجی نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ کچھ دنوں فریقین میں جنگ
ہوئی۔ امراء سلطان بغاوت کرکے سکندر خاں سے جاملے۔ ملک کاجی نے اپنے بیٹے مسعود
کو اونسے لڑنے کے لئے بھیجا۔ اوسنے مردانہ جنگ کرکے جان کھوئی مگر فتح پائی۔ اسکندر خاں
ناکام ہوکر قلعہ ناکام سے باہر بھاگ گیا۔ ملک کاجی قلعہ میں آیا اور اوس سے ماکری پریشان
وابتر ہوکر اسکندر خاں کے پیچھے گئے محمد شاہ نے مسرور وخوش مراجعت کی اور زیادہ
استقلال حاصل کیا۔ اس اثنا میں شاہ کا مزاج ملک کاجی سے اعدا کی سعایت سے
منحرف ہوگیا۔ ملک کاجی چک کو اوسنے راجوری میں بھیجدیا۔ اوسنے یہاں آنکر راجوری
کے گرد کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ اسوقت اسکندر خاں جو شکست کھاکر بھاگا تھا
بابر بادشاہ سے لشکر لیکر لوہر کوٹ (لوہ کوٹ) پر متصرف ہوا۔ ملک باری برادر ملک کاجی
خبردار ہوکر سکندر خاں پر جاچڑھا۔ جنگ کے بعد اوس کو اسیر کرلیا۔ اور شاہ پاس بھیجدیا
اس دولت خواہی کے سبب بادشاہ ملک کاجی سے راضی ہوگیا اور اوسکو اپنا وزیر مقرر
کردیا۔ اور اسکندر خاں کی آنکھوں میں میل کھنچی۔ ابراہیم خاں پسر محمد شاہ کہ اپنے باپ کے
ہمراہ ابراہیم شاہ لودہی کے پاس دہلی گیا تھا اور شاہ لودہی نے باپ کو بہت سا لشکر دیکر
رخصت کیا تھا اور بیٹے کو اپنے پاس رکھا تھا وہ شاہ دہلی کی وفات کے سبب سے کشمیر
میں آیا تھا۔ ملک کاجی سکندر خاں کے اندہا کرنے سے بادشاہ سے رنجیدہ تھا اور جس بہانہ سے
چاہتا تھا اوسکے مقربوں کو قیدخانہ میں بھیجتا تھا اوسنے شاہ کو بھی قید کیا اور ابراہیم خاں
کو شاہ بنایا۔ اس مرتبہ محمد شاہ کی شاہی ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۱ روز رہی۔

ابراہیم شاہ بن محمد شاہ کی بادشاہی

ابراہیم شاہ جب تخت پر بیٹھا تو ملک کاجی کو مستقل وزیر اپنا کیا ابدال ماکری بن ابراہیم
ماکری جو ملک کاجی کے ہاتھ سے جفائیں اٹھاکر بابر بادشاہ پاس گیا تھا اوس نے
اوس سے عرض کیا کہ میں دشمنوں کے فتنہ سے حضور کی پناہ میں آیا ہوں اگر حضور لشکر سے

خطاب دیا۔ ایک مدت اس طرح گذری کہ ابراہیم پسر جہانگیر ماکری کہ بپاہ میں منصب پڑی اوسکو ملاتہا وہ محمد شاہ پاس ہندوستان میں گیا اور اوسکو ترغیب دیکر ولایت کشمیر میں لایا فتح خاں اور اوسکے درمیان ایک جنگ عظیم ہوئی فتح خاں کو شکست ہوئی اور وہ ہیرہ پور کی راہ سے ہندوستان کی طرف چلا گیا۔ اوسکی شاہی پر نو سال گذرے تہے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔

دوبارہ محمد شاہ کی بادشاہی

محمد شاہ باردوم ۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء میں تخت پر بیٹھا۔ فتح خاں ایک جمعیت عظیم بہم پہنچا کر کشمیر پر متوجہ ہوا۔ محمد شاہ تاب مقاومت نہ لایا بے جنگ بہاگ گیا اس دفعہ اوس کی مدت شاہی ۹ مہینے نوروز تھی۔

فتح شاہ کا دوبارہ بادشاہ ہونا

فتح شاہ نے دوبارہ بادشاہی میں عدل سے کام لیا۔ محمد شاہ ہزیمت پاکے دہلی کے بادشاہ سکندر لودی پاس چلا گیا۔ بادشاہ دہلی نے حمایت کے لئے اوس کے ساتھ ایک لشکر کیا اوسنے کاشمیر میں آنکر فتح شاہ کو شکست دی وہ شکست پاکر ناچار ہندوستان کو رہ گرا ہوا۔ اور وہیں وفات پائی۔ اوسکے نوکر اوسکی نعش کو ہندوستان سے کاشمیر لے گئے ۹۲۲ھ میں وہ مقبرہ زین العابدین میں دفن ہوا۔ اس دفعہ اوس کی مدت شاہی ایک سال و ایک ماہ تھی۔

محمد شاہ کا سہ بارہ بادشاہ ہونا

اب محمد شاہ نے سریر شاہی پر تیسری دفعہ اجلاس کیا ملک کاجی چک کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ جب محمد شاہ کو استقلال حاصل ہوا تو اکثر امراء فتح شاہ مثل سیفی درنگرا سے وغیرہ کو قتل کرایا۔ شنکر زینا قید خانہ میں مرگیا۔ جب ملک کاجی چک نے قید خانہ میں ابراہیم ماکری کو قید میں ڈالا اوسکا بیٹا ابدال ماکری ہند کے آدمیوں سے اپنے ساتھ اتفاق کر کے سکندر خاں بن فتح شاہ کو بادشاہ بنا کر کشمیر میں لایا۔ محمد شاہ و ملک کاجی چک نول پور

معتمد ہوئے۔ اس مرتبہ فتح خاں ہزیمت پاکر چلا گیا۔ پہر بہت سا لشکر جمع کرکے آیا۔ لڑائیاں
لڑا اکثر غالب ہوا ؎
گلِ شادی اگر خواہی ز خارِ غم مکش دامن ق۔ م گر طالب گنجی بہ کامِ اژدہا در نہ
نوبت یہانتک آئی کہ سلطان پاس کوئی نوکر نہ رہا۔ اور سارا خزانہ اسکا جاتا رہا جہانگیر
ماکری زخمی ہوکر کسی کونہ میں بہاگ گیا۔ میر سید محمدؐ بن سید حسن فتح خاں پاس آیا۔ کچھ دنوں
بعد زمینداروں نے محمدؐ شاہ کو گرفتار کرکے فتح خاں کے حوالہ کیا۔ اسوقت اوسکی سلطنت پر
دس سال ۹ مہینے گذرے تہے۔ فتح خاں اوسکی اپنے بہائیوں کے ساتھ دیوان خانہ میں
نگہبانی کرتا تہا۔ اور اوسکے کہنے کے موافق تمام ضروریات کا اسباب اور کہانے پینے کی چیزیں مہیا رہتی تہیں

فتح شاہ بن آدم خاں کی اول دفعہ حکومت

فتح خاں نے ۸۹۴ھ میں سریر شاہی پر بیٹھکر اپنا لقب فتح شاہ رکہا اور سیفی اور رنگراے کو
اپنے کاموں کا اختیار دیا۔ اسوقت میں شاہ قاسم انور بن سید محمدؐ نوربخش کا مرید میر شمس الدین
عراق سے کاشمیر میں آیا۔ ایک خلقت اوسکی معتقد ہوئی۔ فتح خاں نے تمام املاک جو ضبط
کی تہیں وہ اوسکے مریدوں کو دیدیں۔ اوسکے صوفیوں نے معابد ہنود کی تخریب میں کوشش کی
اور کوئی اوسکا مانع نہ ہوسکا۔ ان تہوڑے دنوں میں میر شمس کے اہل کشمیر خصوصًا طائفہ
چک مرید ہوگئے۔ لوگوں نے اسکا مذہب شیعہ تصوف کے لباس میں اختیار کیا۔ جو آدمی جاہل تھے
اور میر شمس کی رموز کو نہیں سمجہتے تہے اوسکے مرنیکے بعد وہ ملحد ہوگئے آخر کو امرا میں مذہبی
نزاع ایسا اُٹہا کہ دیوانخانہ میں اونہوں نے آنکر ایک دوسرے کو قتل کیا۔ فتح خاں کے اعیان امرا
میں ملک اچہی وزیر تہے۔ وہ محمدؐ شاہ کو زندان سے نکال لائے اور بارہ مولہ میں لائے
مگر آثار رشد اس میں نہیں دیکہے اپنی اس حرکت سے پشیمان ہوئے اور اونہوں نے چاہا کہ
محمدؐ شاہ کو پہر فتح شاہ کے حوالہ کریں مگر محمدؐ شاہ کو اوسکی خبر ہوگئی وہ کسی جگہ باہر بہاگ گیا
بعد ازاں فتح شاہ نے ملک کشمیر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کی ایک حصہ اپنے پاس رکہا اور
ایک حصہ ملک اچہے کو اور دوسرا شنکر کو دیا۔ ملک اچہے کو وزیر مطلق اور شنکر کو دیوان کل کا

لیکن وہ اس توہم سے پاس نہ گیا کہ اوسکے مخالف پہلے سے فتح خاں سے جا ملے تھے وہ محمد شاہ کو باہر لایا اور میدان کرسوار کو معسکر بنایا۔ فتح خاں راہ بہیرہ پور سے نواحی اودن میں آیا اور چشمہ آب کو درمیان رکھا۔ اور بادشاہ کی برابر خیمہ زن ہوا۔ اس رو دمیں طرفین سے صفیں آراستہ ہوتی تہیں اور آتش حرب مشتعل ہوتی تہی۔ اول فتح خاں کو ایسا غلبہ ہوا کہ قریب تہا کہ لشکر سلطان کو پریشان کردے۔ مگر جہانگیر ماکری نے پائے ثبات ایسا مستحکم کیا کہ فتح خاں کے لشکر کے پچاس بڑے آدمیوں کو مارا اور فتح خاں کو شکست دی۔ جہانگیر ماکری اوسکے تعاقب میں گیا۔ قریب تہا کہ اوسکو گرفتار کرلیتا۔ مگر منافقوں میں سے کسی نے شہرت دی کہ سلطان محمد شاہ مخالفوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔ جہانگیر پریشان ہوکر تعاقب سے باز رہا۔ سلطان فتح کے بعد دار السلطنت میں آیا۔ راجور کے راجہ نے فتح خاں کو اپنے ملک میں پناہ دی تھی اسلئے سلطان نے ملک یاری بہٹ کو اوسکے ملک کے تاخت تاراج کرنے کے لئے بہیجا۔ فتح خاں گو کچھ دنوں غائب رہا مگر اوسنے بہرام کلہ کی نواح میں جمعیت بہم پہنچائی اور دہ سری نگر کی طرف چلا۔ جہانگیر ماکری مقابلہ کے لئے لشکر لیکر چلا اور پرگنہ ناکام کے موضع کہواکہ میں آیا۔ فتح خاں کا نوکر وزیر فرصت پاکر شہر میں گیا اور قید میں سے امرا کی ایک جماعت کثیر کو چہٹا لایا انمیں سیفی اور رنگا رائے تہے۔ ان دو کی خلاصی سے جہانگیر اندوہ گیں ہوا۔ فتح خاں سے صلح کا ارادہ کیا اور یہ چال چلا کہ راجہ راجوری کو جسکی مدد کے لئے فتح خاں آیا تہا پیغام دیا کہ فتح خاں کے لشکر میں تفرقہ پیدا کرے۔ راجہ راجوری اور جہانگیر نے متفق ہوکر فتح خاں کو شکست دی اور بہیرہ پور تک اسکا تعاقب کیا۔ فتح خاں نے جمو میں جاکر اوسکو تسخیر کرلیا۔ اور لشکر جمع کرکے پہر تیسری دفعہ کاشمیر میں آیا۔ اس عرصہ میں بادشاہ اور جہانگیر ماکری نے سادات کو جنکو پہلے خارج کیا تہا دلاسا دیکر بلایا۔ اون کے آنے کے بعد سلطان اور فتح خاں میں ایک جنگ عظیم ہوئی جسمیں فتح خاں کی طرف سے سیفی خاں و رنگا رائے مردانہ لڑے اور سلطان کی طرف سے سادات نے خوب ترددات کئے اور ایک جماعت کثیر اونمیں سے شہید ہوئی باقی جو رہے وہ سلطان اور جہانگیر کے نزدیک

سید علی خاں کوکہ امراء سادات سے تہا۔ جب یہ خبر ہوئی تو اوسنے یوسف خاں کو قتل کیا۔ اور ملک تاج محمد بہٹ کو جو یوسف خاں کے لئے تاسف کرتا تہا مار ڈالا۔ غرض مخالفوں نسے سید علیخاں اور سادات جنگ پر آمادہ ہوئے۔ بدانتظامی یہانتک ہوئی کہ شہر میں چور علانیہ آنکر چوری کرنے لگے۔ سیدوں نے ایک خندق حفاظت کے لئے بنائی۔ شہر اور مواضع میں جہاں مخالفوں کے گہروں کو دیکہا ڈہا ڈہو کر پیوند زمین کیا۔ تکبر کے سبب سے لوگ نگہبانی نہیں کرتے تہے جہانگیر ماکری لوہر کوٹ سے حسب الطلب آیا۔ سادات نے اوس سے پیغام صلح کیا اوسنے قبول نہیں کیا۔ ایک دن اسکا بیٹا داؤد سیدوں سے لڑکر مارا گیا۔ سادات نے خوشی کے نقارے بجائے اور مخالفوں کے سروں کے منارے لگائے۔ دوسرے روز سیدوں نے چاہا کہ غلبہ کرکے پل سے گذریں۔ مگر مخالفوں نے پل کے درمیان لڑائی شروع کی۔ جب پل ٹوٹ گیا تو بہت آدمی ڈوبکر مرگئے۔ سادات نے باباخاں لودہی حاکم پنجاب کو خط لکہکر مدد مانگی۔ اوسنے بہت لشکر اونکی مدد کے لئے بہجدیا۔ جب یہ لشکر بہنیر میں آیا تو یہاں کا راجہ دہنش اوس سے لڑا اور اوسکے اچہے اچہے آدمیوں کو قتل کیا۔ کشمیریوں اور سادات میں دو مہینے تک جنگ قائم رہی۔ آخر کشمیریوں نے اپنی تین فوجیں بنائیں اور دریا سے گذر کر اطراف کوہ میں وہ پہیل گئیں۔ سادات نے آن کر اونکا مقابلہ کیا مگر اونکے مخالفوں کی جمعیت لنسے اضعاف تہی۔ سادات میں سے اکثر اعیان قتل ہوئے جو بچے وہ شہر سری نگر کو فرار ہوئے۔ کشمیریوں نے تعاقب کرکے اون کو قتل کیا اور شہر میں آگ لگائی اور سیدوں کے دو ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ یہ واقعہ ۹۸۲ھ ۱۴۸۹ء میں ہوا بادشاہ کے پاس دیوانخانہ میں سب کشمیری ملکر گئے اور اوس کے سر پر تاج اپنے ہاتھ سے رکہا اور کشمیر سے سید علی خاں اور سادات کو خارج کیا پر سرام راجہ جمو کو بہت روپیہ دیکر بادشاہ سے جدا کیا۔ کشمیریوں میں سے ہر ایک سرداری کا دعویدار تہا۔ تہوڑے دنوں میں ان میں پہوٹ پڑی۔ تاتارخاں لودی کی وفات کے بعد فتح خاں سلطان زین العابدین کا پوتا جالندہر سے راجوری میں اپنی مملکت موروثی کے لینے کے لئے آیا تہا۔ اس پاس واقعہ طلب آدمی بہت جمع ہوگئے تہے۔ اوسنے کاشمیر کی طرف کوچ کیا۔ اوسکو امید تہی کہ جہانگیر ماکری اوس کو سہارا دیگا

یہاں تک نوبت پہونچی کہ ایک رات کو جمعیت کرکے دیوان خانہ شاہی میں آئے۔ دست اندازی کی اور آگ لگائی۔ اس سبب سے سلطان نے ملک احمد اسود کو مع اوسکے عزیزونکے مقید کیا مال اسباب اُسکا لوٹ لیا۔ اور وہ قیدہی میں مرگیا۔ سلطان حسن نے سید ناصر کو کہ سلطان زین العابدین کا مقرب تہا اور مجلس میں اوسکو اپنے اوپر تقدیم دیتا تہا۔ کاشمیر سے اول خارج کیا پہر اوسپر عنایت کرکے بلایا اور وہ راہ ہی میں مرگیا۔ اوسکے بیٹے سید حسن کو کہ حیات خاتون کا پدر تہا بلاکر اختیارات اوسکو دئے اوسنے امراء کاشمیر سے سلطان کا مزاج منحرف کرادیا اور ایک جماعت کثیر کو قتل کرادیا۔ اور ملک باری کو قید کرایا۔ باقی اور امرا خوف کے مارے بہاگ گئے۔ جہانگیر ماکری کہ امراء بزرگ میں سے تہا قلعہ لوہر کوٹ کو بہاگ گیا۔ سلطان حسن اسہال کے مرض میں مبتلا ہوا۔ اوسنے وصیت کی کہ میرے بیٹے چہوٹے ہیں۔ یوسف خاں بن بہرام خاں جو قید میں ہے فتح خاں پسر آدم خاں کہ ولایت جسرت میں ہیں ان دونوں کو سلطان بنائیں اور محمد خاں کو ولیعہد۔ سید حسن نے بظاہر قبول کیا اور سلطان نے اسی مرض میں رحلت کی۔ اسکی حکومت کی مدت معلوم نہیں۔

شاہی سلطان محمد شاہ بن سلطان حسن خاں مرتبہ اوّل

محمد خاں سات برس کا لڑکا تہا وہ سید حسن کی سعی سے باپ کا جانشین ہوا۔ اوسکے سامنے جب اسباب طلا و نقرہ و اسلحہ و اقمشہ وغیرہ رکہے گئے تو اون میں سے اوسنے کمان کو ہاتھ میں لیا اس سے حاضرین نے اوسکی بزرگی اور مردانگی پر استدلال کیا۔ اوسوقت سادات کو استقلال اس مرتبہ پر پہنچ گیا تہا کہ امراء اور وزراء میں سے کسی کو سلطان پاس وہ آنے نہیں دیتے تہے۔ کشمیری اسبات سے تنگ تہے۔ کشمیر میں تاتار خاں کے خوف سے پرسرام راجہ جمو آیا تہا اونہوں نے اوسکے ساتھ اتفاق کرکے غدر مچایا اور سید حسن کو اور تیس اور سیدوں کو باغ نوشہرہ میں مارا۔ اور آب بہت سے گذر کر پل توڑ ڈالا اور جمعیت بہم پہنچا کر ہو بیٹہے۔ سید محمد پسر سید حسن کہ سلطان کا ماموں تہا جمعیت کے ساتھ دیوانخانہ میں سلطان کی محافظت کے لئے آیا۔ اس شب میں ایسا فتنہ عظیم برپا ہوا کہ ہر شخص کا ناک میں دم آیا۔ عید زینا نے چاہا کہ یوسف خاں بن بہرام کو قید خانہ سے باہر لیجائے

خدمت میں لایا۔ مگر بے اجازت آیا تھا۔ اہل غرض نے باتیں بنا کر بادشاہ کے مزاج کو متغیر کر دیا تھا اور اوسکی خدمت مجرانہ ہوئی۔ بادشاہ ایکدن گچ کئے ہوئے مکان میں گیا اور وہاں شراب پی حالت مستی میں، وسکا پاؤں پھسلا اور وہ ۸۸۹ھ میں مرگیا اور ۱۴ مہینے سلطنت کرگیا۔

شاہی شاہ حسن ولد شاہ حیدر

بعد پدر کے ایک شبانہ روز میں احمد اسود کی سعی سے شاہ حسن کو شاہی ملی۔ دوسرے روز شاہ نے اون آدمیوں کو مقید کیا جنسے اوسکو توہم تھا اور اسکندر پور سے نوشہرہ میں چلا آیا۔ اور یہاں اقامت اختیار کی۔ باپ دادا چچا کا خزانہ آدمیوں پر نثار کیا۔ احمد اسود کو ملک احمد کا خطاب دیکر مدار المہام مقرر کیا۔ اور اوسکے بیٹے نوروز کو حاجب مقرر کیا۔ بہرام خاں اپنے بیٹے سمیت لشکر سے ہندوستان چلا گیا۔ شاہ حسن نے شاہ زین العابدین کے ضوابط و قواعد کو از سر نو زندہ کرنا چاہا۔ شاہ حیدر کے زمانہ میں انکے اندر خلل پڑ گیا تھا۔ بعض فتنہ پرداز بہرام خاں پاس گئے اور جنگ کی تحریص کی۔ بعض نے لکھکر اوسکو بلایا۔ بہرام خاں ولایت کمراج میں آیا۔ بادشاہ اوسوقت دیناپور میں سیر کرنے گیا تھا۔ یہ خبر سنکر اپنے چچا سے لڑنے کے قصد سے سوپور میں آیا ملک تاج کو ایک لشکر گراں کے ساتھ بہرام خاں سے لڑنے بھیجا۔ موضع نولہ پور میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ بہرام خاں کے تیر لگا اور اوسنے شکست پائی۔ وہ اور اوسکا بیٹا دونو گرفتار ہوئے باپ کی آنکھوں میں میل کھینچی گئی جس سے وہ تین روز میں مرگیا۔ بیٹا قید میں رہا۔ ملک احمد اسود وزیر بالاستقلال ہوا۔ پنجاب دامن کوہ میں شاہ دہلی کی طرف سے تاتار خاں حاکم تھا۔ اوس سے لڑنے راجہ جمو گیا۔ اوسکے ہمراہ شاہ حسن نے ملک باری بہٹ کو آراستہ لشکر کے ساتھ بھیجا۔ یہ لشکر تاتار خاں سے لڑا اور اوسکے ملک کو تاراج کیا۔ شہر سیالکوٹ برباد کیا۔ سلطان کی بیوی حیات خاتون دختر سید حسن بن سید ناصر تھی اوس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام محمد رکھکر ملک باری بہٹ کو تربیت کے لئے سپرد کیا اور دوسرے کا نام حسین رکھکر ملک نوروز بن ملک احمد اسود کو پرورش کے لئے حوالہ کیا۔ ملک احمد اور ملک باری میں رنجش ہوگئی اور ایک دوسرے کے دفع کرنے کے درپے ہوئے۔ امرا میں بھی خلاف ہوا اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں

اوسکے نوکر بیدل ہوکر اُس سے جدا ہو گئے۔ زین لارک کہ حاجی خاں کے امراء معتبر میں سے تہا
وہ آدم خاں کے پیچھے پڑا۔ وہ خوب لڑائیاں لڑا اور زین لارک اور اوسکے بہائیوں کو قتل کیا
اور باہر چلا گیا۔ اسوقت حاجی خاں کا بیٹا حسن خاں بھی آگیا۔ اس سے باپ کو بڑی تقویت ہوئی
شاہ ۶۹ برس کی عمر میں ۸۷۷ھ؁ ۱۴۷۲ میں دنیا سے رخصت ہوا ۵۲ سال سلطنت کر گیا۔ اوسکو سب
چہوٹے بڑے خدا کے خاص بندوں میں سے شمار کرتے ہیں اور ولی سمجھتے ہیں اور خلع بدن کی
نیرو اُس میں جانتے تہے۔

شاہی حاجی خان المخاطب بہ شاہ حیدر

حاجی خاں نے باپکے تین روز مرنے کے بعد شاہ حیدر کا خطاب پایا سکندر پور میں کہ نوشہر
مشہور ہے اپنے باپ دادا کے رسم کے موافق جلوس کیا۔ بہرام خاں اوسکے بہائی اور حسن خاں
اوسکے بیٹے نے تاج سلطنت اوسکے سر پر رکہا۔ حسن خاں کو کمراج جاگیر میں دیا اور امیر الامرا اور
ولیعہد اپنا کیا اور ضلع ناکام بہرام کو دیا۔ اکثر امرا جو تعزیت و تہنیت کی تعزیت سے اس پاس آئے
تہے رنجیدہ خاطر اپنی جاگیروں میں گئے۔ وہ ملک کے احوال سے بے خبر تہا۔ اوسکے وزرا رعایا پر
تعدّی کرتے تہے دتولی یا تولی ایک حجام تہا اوسکو اپنا مخصوص بنایا جو کچھ وہ کہتا اوسپر عمل کرتا
وہ آدمیوں سے رشوت لیتا تہا۔ اور جس کے ساتھ وہ خود بد ہوتا سلطان کا مزاج اُس سے
منحرف کرا دیتا۔ حسن خاں کچہی (کچھ کا رہنے والا) جس نے اوسکی بیعت میں سب سے زیادہ سعی کی
تہی وہ تولی حجام کی سعایت سے قتل ہو گیا۔ اسوقت آدم خاں نے بہت لشکر جمع کیا اور ولایت
جموں کے انتزاع کا قصد کیا۔ جب حسن خاں کچہی کے قتل کی خبر پہونچی تو فسخ عزیمت کیا۔ ملک دیو
راجہ جموں کی رفاقت میں مغلوں سے لڑنے گیا جو اس نواح میں آگئے تہے لڑائی میں ایک تیر
لگنے سے وہ مر گیا۔ شاہ حیدر نے برادر کی لاش کو منگا کر باپ کی بغل میں دفن کیا۔ سلطان شرب
مدام سے سخت مرضوں میں مبتلا ہوا۔ امرا نے بہرام خاں سے اتفاق کر کے اوسکو بادشاہ بنانا چاہا
یہ خبر فتح خاں ولد آدم خاں کو پہونچی وہ شاہ کے حکم سے سرہند میں گیا تہا اور اوسنے قلعے بہت
فتح کیے تہے۔ وہ بطریق ایلغار لشکر گراں کے ساتھ کشمیر میں آیا۔ غنائم بے شمار بادشاہ کی

حاجی خاں کے آنے سے آدم خاں دل تنگ ہوا۔ ہراس غالب ہوا۔ نیلاب چلا گیا۔ سلطان حاجی خاں کو لیکر شہر میں آیا۔ اور اوسپر التفات کرکے ولیعہد کیا۔ اوسنے شب و روز خدمت کی اخلاص و ادب کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ تقصیرات سابق کی تلافی خوب کی۔ اسکی بادشاہ کے دلمیں ایسی جگہ ہوئی کہ اور فرزندوں سے زیادہ اوسکی اعانت کرتا اوسکے آدمیونکو مناصب و جاگیریں دیتا بعد کچھ مدت کے حاجی خاں کے دائم الخمر ہونے سے اور نصیحتکے نہ سننے سے باپ اوس سے رنجیدہ ہوگیا۔ سلطان اسہال دموی میں مبتلا ہوا۔ مزاج اوسکا حاجی خاں سے متغیر ہوا۔ اور مہمات شاہی معطل رہیں گو امرانے مخفی آدم خاں کو طلب کیا وہ بادشاہ پاس گیا مگر بادشاہ کے نزدیک اسکا آنا نہ آنا مساوی تہا۔ التفات اوسکے حال پر اصلا نہ کیا۔ لیکن آدم خاں نے بہائیو نکے ساتھ موافقت کی اور امرا کے ساتھ عہد و پیمان کئے۔ نیک خو اہوں نے سلطان سے عرض کیا کہ ملک خراب ہوتا ہے حضور اپنے بیٹوں میں سے جس کو چاہیں مقرر کردیں۔ مگر بادشاہ نے اونکی اس التماس کو نہیں قبول کیا۔ تقدیر الہی پر کار چھوڑا۔ اتفاقاً تینوں بہائی آپسمیں ملے بہرام خاں نے ایسی وحشت آمیز باتیں اپنے دونو بہائیوں سے کیں کہ آپسمیں ایکدوسرے کے دشمن ہوگئے اور نقض عہد باہم کیا۔ سلطان سے آدم خاں رخصت لیکر بہائیوں سے جدا ہوا اور قطب الدین پور میں چلا گیا۔ حاجی خاں اور بہرام مسلح ہوکر آدم خاں کے دفع رفع کرنے میں لگے۔ ہر روز لڑائی کو جاتے تہے۔ اس خبر سے سلطان کی بیماری روز بروز افزوں ہوتی تھی۔ حواس معطل ہوگئے اطبا علاج سے عاجز ہوئے۔ جب سلطان رات دن بیہوش رہا تو آدم خاں رات کو تنہا قطب الدین پور سے سلطان کو دیکہنے آیا اور لشکر کو اطراف شہر میں محافظت کے لئے چھوڑا۔ رات کو سلطان کے دیوانخانہ میں رہا۔ حسن خاں کچھی کہ امیران نامدار میں سے تہا۔ اسی رات کو حاجی خاں کی بیعت امرا و وزرا سے کرادی۔ دوسرے روز آدم خاں کو فریب دیکر کشمیر سے باہر لے آئے۔ حاجی خاں کو بلایا۔ وہ دیوان خانہ میں آیا۔ طویلہ کے گہوڑوں پر متصرف ہوا۔ اور بہت لشکر جمع کرکے قلعہ سے باہر کہڑا چاہتا تہا کہ سلطان کو دیکہے لیکن مخالفوں کے عذر کے اندیشہ سے نہ گیا۔ آدم خاں نے جب حاجی خاں کے غالب ہونیکی خبر سُنی تو وہ کشمیر سے بارہ مولہ کی راہ سے ہندوستان روانہ ہوا

معروف ہوا۔ سلطان فتح کے بعد کشمیر میں آیا۔ مخالفوں کے سروں کا منارہ بناکے بلند کیا۔ حاجی خاں کے لشکر کے اسیروں کو قتل کیا۔ آدم خاں کے ہمراہ ولایت کامراج کی سپاہ ساتھ کی۔ اوسنے اس جماعت کے حال کی تحقیق کی جو حاجی خاں کے اغوا کا باعث ہوئی اور انکے اہل عیال کو بہت آزار پہنچایا اور اونسے بہت روپے لئے۔ اس سببسے حاجی خاں کے اکثر سپاہی اس سے جدا ہوکر آدم خاں پاس آگئے۔ بعد اس واقعہ کے سلطان نے آدم خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ آدم خاں کو اس دولت پر چھ سال استقلال رہا۔ ملک معمور تہا کہ ان دنوں میں کشمیر میں ایسا قحط پڑا کہ آدمی نان کے عوض جان دینے لگے۔ طلا و نقرہ کو چھوڑکر غلّہ و اذوقہ کی چوری کرنے کو غنیمت جاننے لگے کچّے میووں کے کہانے سے فقرا اور غربا مرنے لگے۔ بعض بہوکے شالی کے پوستسے پیٹ بہرتے وہ بھی اونکو میسّر نہیں ہوتا۔ سلطان اس قحط سے نہایت ملول تہا اوسنے ذخیرہ کے غلات کو رعایا میں تقسیم کیا قحط کی بلا دور ہوئی۔ بعض جگہ چوتہائی بعض جگہ ساتواں حصّہ خراج کا توشہ میں دیا آدم خاں نے جب ولایت کمراج پر دست تاراج دراز کیا اور ان حدود میں ظلم و فساد کی بنیاد قائم کی جو آدمیوں پاس دیکہتا اُس سے لے لیتا۔ بہتسے آدمی اوسکے ہاتھ سے تنگ ہوکر سلطان پاس فریاد کو آئے۔ سلطان جو حکم اُس پاس بہیجتا وہ اوسکو نہ سنتا۔ قطب الدین پور میں اوسنے سلطان سے لڑنے کو لشکر جمع کیا۔ سلطان اس سے متوہم ہوا اور بلطائف الحیل تسلی دیکر اوسکو کمراج کی جانب بہجوایا۔ اوسکے شر کے دفع کرنے کے واسطے بحسب ضرورت استمالتکے ساتھ حاجی خاں کو فرمان بہیجکر جلد بلایا۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں آدم خان کامراج سے آیا حاجی خاں کو جنگ کرکے شکست دی۔ سوپور کو غارت کرکے خاک سیاہ بناکے ہموار کیا۔ سلطان نے یہ خبر سنکر افواج قاہرہ آدم خاں کے سر پر بہجوائی دونو ایسی لڑائی لڑے کہ جس سے زیادہ تصوّر میں نہیں آسکتی بہادر خاں کے نامی بہادر مارےگئے وہ مغلوب ہوا اور فرار کے وقت دریائے بہت کا پل سوپور توڑا اور آدم خاں کے تین سو آدمی غرق ہوئے سلطان شہر سے نکلکر سوپور کی طرف گیا اور رعایا کو دلاسا دیا۔ اسطرف دریائے بہت کے سلطان تہا۔ اور دوسریطرف آدم خاں اس عرصہ میں حاجی خاں سلطان کے حکم سے بارہ مولہ کے نزدیک آیا۔ سلطان نے اپنی چہوٹے بیٹے بہرام خاں کو حاجی خاں کے استقبال کے لئے بہیجا۔ ان دونو بہائیوں نے ایکدوسرے کے ساتھ بہت خصوصیت ظاہر کی

افغاں کے طور پر بھیجے۔ سلطان بہلول شاہ لودی و سلطان محمود گجراتی سے پیوند دوستی رکھتا تھا
راجہ تبت نے ماں سرور کی جھیل کے دو راج ہنس بھیجے تھے جو نہایت خوبصورت تھے اور اون کی
نسبت مشہور تھا کہ اگر دودھ اور پانی کو ملا کر اونکے روبرو رکھدو تو وہ پہلے دودھ کو پی لیتے تھے
اور خالص پانی کو جدا کر دیتے تھے اور پھر وہ اس پانی کو پی جاتے تھے۔ بادشاہ نے ابتداء
شاہی میں اپنے بھائی محمد خاں کو وکیل اور ولیعہد مستقل کیا تھا۔ جب محمد خاں مر گیا تو اس کے
بیٹے حیدر کو پدر کا جانشین کیا۔ اور سلطان کے دو کوکہ مسعود و سید و تھے اون کو صاحب اعتبار
کیا اونکے درمیان ایسی خصومت ہوئی کہ دونو کا کام یوں تمام ہوا کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو
دوسرا قصاص میں قتل ہوا۔ سلطان کے تین بیٹے تھے آدم خاں سب سے بڑا تھا۔ وہ باپ کی نظر میں ہمیشہ
خوار رہتا تھا۔ منجھلا بیٹا حاجی خاں تھا اوسکو سلطان بہت عزیز رکھتا تھا۔ چھوٹا بیٹا بہرام خاں تھا
اوسکو جاگیر بہت دے رکھی تھی۔ اوسنے ملا دریا کو جو حاجی تھا دریا خاں کا خطاب دیا اور تمام کاروبار
مملکت اوسکے سپرد کیا۔ خاطر جمع سے عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ بھائیوں میں باہم نزاع ہوا
سلطان کے حکم سے پسر بزرگ آدم خاں سوار و پیادہ توپچی کی جمعیت کے ساتھ تبت پر گیا اور اوسکو آسانی سے
فتح کیا اور بہت سی غنیمت سلطان پاس لایا اور اوسکو خوشحال کیا سلطان نے اوسپر نوازش کی
سلطان نے حاجی خاں کو (لوہ کوٹ) پر نامزد کیا۔ آدم خاں کو بہ سبب حاجی خاں کی ناسازگاری
کے اپنے پاس رکھا۔ بعض فتنہ انگیز واقعہ طلب نے حاجی خاں کو سمجھایا کہ لوہ کوٹ سے بغیر سلطان کے حکم
کے کاشمیر کو روانہ ہوا۔ سلطان نے اول پیغام بھیجکر اوسکو نصیحت کی اور آنیسے منع کیا مگر وہ متاثر نہوا
آخر کار لشکر عظیم لیکر میدان بلیل میں جنگ کے ارادہ سے آیا اگرچہ حاجی خاں اپنے فعل زشت سے
پشیمان ہوکر بادشاہ کی ملازمت میں آنا چاہتا تھا۔ مگر اوسکے سپاہیوں نے صف بندی کرکے لڑائی
شروع کردی۔ نامی سردار طرفین کے مارے گئے۔ آدم خاں صبح سے شام تک بڑی جوانمردی سے لڑا
حاجی خاں ہار کر ہیرا پور کو فرار ہوا۔ آدم خاں نے تعاقب کرکے بھگوڑوں کو مارا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ جنتک
حاجی خاں ہاتھ نہ آئے تعاقب کئے جاؤں۔ مگر سلطان اسکا مانع ہوا۔ اور تعاقب سے باز رکھا
حاجی خاں نے اپنی سپاہ بقیۃ السیف کو ہمراہ لیا اور ہیرا پور سے بنیر میں آگیا۔ اور زخمیوں کے علاج میں

اسنے اور شہر بھی آباد کئے اور کالپور وغیرہ دور دور سے نہریں لایا۔ اونکے پل باندھے۔ زراعت کو بہت ترقی دی۔ جن مواضع کو خود وسنے آباد کیا تہا وہاں علماء و فضلاء وغرباکو متوطن کیا تاکہ آیندہ و روندہ کو طعام دیں۔ محتاجوں کو جو نقد و جنس درکار ہووہ اونکے لئے صرف کریں مملکت کشمیر میں اس جگہ کے سوا جہاں وہ نہیں گیا کوئی زمین بے آب زراعت نہ رہی۔ سلطان نے ارادہ کیا کہ دیر ناگ کے حوض میں کہ شش دریا کے نظر آتا ہے ایک عمارت تعمیر کرے بعد مشورہ و تفکر و تامل کے یہ قرار پایا کہ چوب کے مربعات بناکے اونکو پتھروں سے بہرکر پانی میں غرق کریں جب وہ بلند ہوں تو اوپر عمارت بنائیں۔ جب پتھر چند گز بلند ہوگئے تو سلطان نے اون میں عمارت عالی بنائیں منازل و مساجد و باغوں سے اوسکو آراستہ کیا اوس کا نام لنکا رکہا۔ ایسی عمدہ عمارت کم ہوتی ہیں۔ اوسکے واسطے مواضع بھی وقف کئے۔ دنیا سے اوسکی وارستگی اس مرتبہ تھی کہ وہ سب سلطنت سے اپنا تعلق نہیں رکہتا تہا اور خزانے کو جمع نہیں کرتا تہا۔ اوسکے عہد میں ملا محمد ایک ایسا شاعر و دانشمند ہوا کہ مجلس میں بیٹھکر ہر بحر و قافیہ میں شعر کہتا تہا۔ اور جو مشکل مسئلہ اس سے پوچھتے اسکا جواب دیتا تہا۔ سلطان جمیع علماء اسلام کی تعظیم میں تقصیر نہیں کرتا تہا ایسے ہی جوگیوں کا بھی احترام کرتا تہا وہ کسی طائفہ کے عیب پر نظر نہیں کرتا تہا۔ ہی بڑا ہنر رکہتا تہا۔ سلطان کی عادت میں تہا کہ وہ چور کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیتا تہا۔ جب کوئی چور پکڑا جاتا تو اوسکو حکم دیتا کہ اوسکے پیروں میں بیڑیاں ڈالکر عمارت و سنگ گلی میں اسے کام میں رکہوں کے سبب سے آدمیوں کو شکار سے منع کردیا تہا۔ رمضان میں وہ خود گوشت نہ کہاتا علم موسیقی کا وہ ایسا قدرشناس تہا کہ ایران و توران سے اس فن کے ماہر اسکے دربار میں جمع ہوگئے تہے۔ خواجہ عبد القادر کہ صاحب تصانیف ہے اسکا شاگرد ملا عودی خراسان سے آیا اور ملا جمیل آیا کہ خوانندگی اور نقش بستن میں یکتا تہا۔ شاہ فارسی و ہندی و سنسکرت و تبتی زبانوں میں ایسی مہارت رکہتا تہا کہ خوب بول سکتا تہا۔ بہت سی کتابیں عربی۔ فارسی۔ و کشمیری و ہندی۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرائیں۔ غیر ملکوں کے بادشاہ خط و کتابت اوسکے ساتھ کرتے تہے خاقان ابو سعید مرزا نے اس پاس خراسان سے تازی گہوڑے بختی اونٹ

املاک مقرر کیں۔اونکو اپنے معابد و مقام میں وہیں آباد کیا۔جزیہ معاف کیا اور گاؤکشی کو برطرف کیا۔تمام پنڈتوں کو بلاکر عہد لیا کہ جو کچھ اونکی کتابوں میں لکھا ہے اوس کے خلاف کام نہ کریں ہندوؤں کی تمام رسوم و عادات کہ سکندر کے زمانہ میں موقوف ہوئی تہیں وہ پہر جاری کیں قشقہ کہینچنے کی۔ستی ہونے کی اور ایسی رسمیں پہر جاری ہوئیں۔پیشکش وجرمانہ اور اورمصادرات (ڈنڈ) کہ شقدار لیتے تہے موقوف کئے۔حکم عام دیا کہ سوداگر ولایتوں سے جو اشیائ خرید کر لائیں اونکو چہپائیں نہیں۔غبن فاحش نہ کریں تہوڑا فائدہ لیکر بیچ ڈالیں۔سلطان نے تمام قیدیوں کو جو سلاطین سابق کے عہد میں مقید ہوئے تہے۔یک قلم آزاد کیا اوسکے ضوابط میں سے تہا کہ جس ولایت کو فتح کرتا اوسکا خزانہ لشکر میں قسمت کرتا اور اپنی سلطنت کے قواعد کے موافق رعایا پر خراج مقرر کرتا اور سرکشوں اور متکبروں کو گوشمالی دیتا اور مرتبہ اعلیٰ سے مرتبہ ادنے پر اونکا تنزل کرتا۔فقیروں و ضعیفوں پر نوازش کرکے درجہ متوسط میں رکہتا تاکہ تونگری مفرط سے بغاوت نہ کریں اور افلاس سے گدائی مطلق اختیار نہ کریں۔وہ پارسا اس حد پر تہا کہ بیگانہ عورت کو بجائے مادر و خواہر سمجہتا تہا۔وہ یہ کبھی نہیں چاہتا تہا کہ نامحرم کے روسے پر اور غیر کے مال پر خیانت سے نظر کرے۔رعایا پر مہربانی کی کہ گز و جریب کو زیادہ کردیا۔خرچ خاصہ اُس حاصل سے اوٹہتا جو کان مس سے پیدا ہوتا اور مزدور اس میں ہمیشہ کام کرتے شاہ سکندر کے عہد میں سونے چاندی وغیرہ کے بت شکستہ ہوکر سکّے بنائے گئے تہے۔ان میں کہوٹ تہی تو سلطان نے حکم دیا کہ مس خالص جو کان سے نکلتا ہے اوسکے سکّے بناکر رائج کریں۔سلطان کا جبیر غضب ہوتا کچہ غرور نہ تہا کہ اوسکو سزا دیتا۔جس سے وہ ناخوش بھی ہوتا تو اوسکو اپنی ولایت سے اسطرح اخراج کرتا کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ سلطان مجہ سے خفا ہے وہ راضی جاتا اور مہم سازی اوسکے ضمن میں ہوجاتی۔اوسکے زمانہ میں ہر شخص جس مذہب پر چاہتا چلتا۔دوسرا شخص از روئے تعصب اسکا معترض نہوتا۔صلح کل سے نصیبہ وافر رکہتا تہا۔سلطان سکندر کے عہد میں جتنے مسلمان ہوئے تہے وہ سلطان کے عہد میں مرتد ہوگئے۔علماء اسلام میں سے کوئی انکے ارتداد کی گرفت وگیر نہیں کرسکتا تہا۔سلطان کوہ ماران کے نزدیک نہر لایا اور ایک نیا شہر آباد کیا۔اور

شاہی خاں نے اس پاس پناہ لی۔ علی شاہ بہت سا لشکر لیکر کاشمیر سے نکلا جسرت وشاہی خاں
پر ایلغار کی۔ اونہوں نے بھی پہاڑوں میں صفیں آراستہ کرکے جنگ کی اور علی شاہ کو شکست دی
بعض کہتے ہیں کہ اوسکو زندہ گرفتار کرلیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ فرار ہوگیا۔ شاہی خاں نے اسکا
تعاقب کیا۔ اور پائے تخت کشمیر پر خود ہو بیٹھا۔ اہل کشمیر اوس سے ایسے خوش تھے کہ اونہوں نے
شادیانوں کے نقارے بجائے۔ علی شاہ کی سلطنت ۶ سال نو ماہ تھی۔

سلطان زین العابدین کی سلطنت کا ذکر

جب شاہی خاں کاشمیر میں بجائے بھائی کے تخت پر بیٹھا تو اوس نے سلطان زین العابدین
اپنا لقب رکھا اور جسرت کی مدد کے لئے بہت سا لشکر بھیجا کہ وہ ولایت دہلی اور پنجاب کو تسخیر
کرلے۔ شاہ دہلی کی برابری تو جسرت نہ کرسکا۔ سلطان بہلول لودی سے شکست پائی۔ مگر سلطان
کی لشکر کی یاوری سے پنجاب میں اوسنے خوب اپنی سلطنت کا سکّہ جمایا۔ سلطان کو ملک گیری
کا شوق ہوا۔ تبت پر لشکر بھیجا اور اوس کو تسخیر کیا۔ اور آب سندھ کے کنارہ پر جو ولایات تھیں اکثر
اُن پر قبضہ کرلیا۔ اپنے بھائی محمد خاں کو صاحب مشورت کیا اور مہمات کے کلیات و جزئیات
اسکے سپرد کئے وہ خود قضیوں کا فیصلہ کرتا۔ جمیع طوائف مردم کے ساتھ صحبت رکھتا۔ علوم وفنون
کو اوسنے حاصل کیا تھا ہمیشہ اوسکی مجلس ہندو مسلمان داناؤں سے بھری رہتی۔ علوم
موسیقی سے خوب ماہر تھا۔ تعمیر ولایات اور تکثیر زراعات اور نہروں اور ندیوں کے کھدانے میں جیسی توفیق
اس بادشاہ کو ہوئی کشمیر میں پہلے کسی حاکم کو نہیں ہوئی۔ اوسنے حکم عام دیدیا کہ تمام ولایت
میں جس کسی کی کوئی چیز چوری جائے اوسکا تاوان رئیساں قریہ دیں۔ اس سبب سے تمام قلمرو میں ذدی
بہت کم ہوگئی۔ سیو دیو بھٹ کے سبب سے جو بدرسمیں جاری ہوگئی تھیں اونکو بند کیا۔ نرخ نویسی جو اس
ظالم نے جاری کی تھی اور پہلے کسی بادشاہ کے زمانہ میں نہ ہوئی تھی اسنے اوسکو دور کیا۔ تانبے
کے پتروں پر اپنے قواعد وضوابط کو کندہ کراکے ہر شہر و ہر دہ میں اُنکو لگوادیا تاکہ ظلم کی رسوم
کشمیر سے دور ہوجائیں یہ بھی انپر لکھ دیا کہ جو شخص ہمارے بعد ان دستور دنپر عمل نہ کرے وہ خدا کی
لعنت میں گرفتار ہو۔ سری بھٹ ایک طبیب حاذق تھا اسکی التماس سے ان برہمنوں کو بلا دو درست
سے بلایا جو سکندر کے زمانہ میں سیو دیو بھٹ کی تشویش سے باہر چلے گئے تھے۔ اونکے واسطے

سلطان علی شاہ بن سکندر بت شکن

سبب سے مسلمانی کا اظہار بطریق تقیہ کے کیا اور کاشمیر میں رہے۔ بڑے بڑے بتخانے اوس نے توڑ ڈالے کہ اوس کا خطاب بت شکن ہو گیا۔ سلطان کے احکام مستحسنہ میں سے یہ ایک تہا کہ اوسکی قلمرو میں شراب نہ بکنے پائے اور اوسکی ولایت میں کسی شخص سے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان تمغا نہ لیں آخر عمر میں تپ محرق میں گرفتار رہا اپنے بیٹوں میر خاں و شاہی خاں و محمد خاں کو ایک مجلس میں طلب کیا اور وفاق و اتحاد کے لئے ہر ایک کو نصیحت کی اور اپنے بڑے بیٹے میر خاں کو علی شاہ کا خطاب دیکر سلطنت حوالہ کی ۸۱۹ھ میں انتقال کیا۔ ۲۲ سال ۹ مہینے سلطنت کی۔

سلطان علی شاہ باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اگرچہ خرد سال تہا مگر سلطان سکندر کی مہابت و صلابت ایسے لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ لوگ اوسکی اطاعت سے تجاوز نہیں کرتے تہے۔ ابتداء سلطنت میں کل مہمات ملک کا اہتمام سیو دیو بہٹ کے حوالہ کیا جو سکندر کا وزیر تہا۔ اس وزیر نے چار سال وزارت کی اوسنے ہندوؤں پر وہ ظلم و ستم کئے کہ خدا کی پناہ اوسنے اپنی قوم کے برہمنوں کا ستیا ناس ملا دیا۔ جو انمیں مسلمان نہ ہوتا قتل ہوتا۔ تہوڑے دنوں میں کاشمیر میں برہمنوں کا نشان نہ رہا۔ وہ مسلمان ہوئے یا جلاوطن ہوئے۔ جب یہ وزیر دق کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا تو سلطان علی شاہ نے اپنے بہائی شاہی خاں کو کار و بار سلطنت سپرد کیا۔ یہ بہائی تدبیر و شجاعت میں یگانہ تہا تمام مہمات شاہی کو سرانجام دیتا اور بہائی کو آرام سے رکہتا۔ جب علی شاہ نے عالم کی سیر کا یا سفر حجاز کا قصد کیا تو اپنے بہائی شاہی خاں کو جانشین کیا اور دوسرے اپنے بہائی محمد خاں کو اطاعت و انقیاد کے لئے نصیحت کی۔ جب اپنے خسر راجہ جمو پاس وہ رخصت ہونے گیا تو اس راجہ اور راجہ راجوری نے اوسکو سرزنش کی کہ خود ترک شاہی کر کے اپنا جانشین شاہی خاں کو کیا۔ وہ یہ جانتے تہے کہ استرداد سلطنت بے مدد و اعانت میسر نہیں ہو گا تو راجہ جمو اور راجہ راجوری بڑے لشکر کے ساتھ علی شاہ کے ممد ہوئے اور کاشمیر گئے اور ملک کو شاہی خاں کے تصرف سے نکال کر شاہ علی کے تصرف میں دوبارہ لائے۔ شاہی خاں سیالکوٹ میں گیا۔ ان دنوں میں جسرت شیخا گکہر نے جو سمرقند سے امیر تیمور کی قید سے بہاگ آیا تہا پنجاب پر خوب تسلط کر رکہا تہا

دو ہاتھی اس پاس بھیجے جسپر سکندر نے افتخار کیا۔ اور ایلچیوں کو بہت روپیہ دیا۔ امیر پاس عرضداشت بھیجی کہ جہاں حکم ہو وہاں حاضر ہوں امیر نے اوسکو کہلا بھیجا یا کہ جب ہم دہلی فتح کر کے پنجاب میں آئیں تو وہ ہماری خدمت میں حاضر ہو۔ جب دہلی کو فتح کر کے کوہ سوالک سے امیر پنجاب کا عازم ہوا تو سلطان سکندر بڑی پیش کش تیار کر کے اوس سے ملنے چلا۔ اثناء راہ میں سُنا کہ بعض امراء وزراء صاحبقرانی نے کہا کہ سلطان سکندر کو تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی طلائی پیش کش میں لانی چاہئے۔ اس خبر کو سُنکر پریشان خاطر دریا سے اُلٹا چلا آیا اور عرضداشت اس مضمون کی امیر پاس بھیجی کہ بندگان امیر کے لائق پیش کش تیار کر کے حضور کی بندگی میں حاضر ہوتا ہوں۔ جب امیر کو عرضداشت کے مضمون پر اطلاع ہوئی تو اوسنے کہا کہ وزراء نے نامعقول بات کہی ہے وہ بے دغدغہ ہمارے پاس حاضر ہو۔ جب سکندر نے یہ سُنا تو وہ بہت خوشی خوشی پیش کش لیکر امیر کی ملازمت کے لئے کشمیر سے چلا۔ بارہ مولہ میں پہنچا تھا کہ امیر سندھ سے پار ہو کر سمرقند کو چلا گیا۔ تو اوسنے اپنے آدمیوں کے ہمراہ پیش کش امیر تیمور پاس بھجوائی اور خود کاشمیر میں چلا آیا۔ سلطان سکندر میں سخاوت ایسی تھی کہ اُس کی شہرت سُنکر عراق و خراسان و ماوراء النہر سے آدمی اوسکی ملازمت کے لئے چلے آتے تھے۔ کاشمیر میں علم و فضل کا رواج ایسا ہوتا جاتا تھا کہ وہ عراق اور خراسان کا نمونہ ہو گیا تھا۔ سید محمد ایک عالم تھے جنسے کہ آداب دین سلطان سیکھتا تھا۔ ایک برہمن سو دیو بھٹ مسلمان ہوا تھا اور شاہ نے اوسکو مطلق العنان وزیر کیا تھا اور اوسکو اپنا دنیوی معتمد علیہ بنایا تھا۔ یہ وزیر ہندوؤں کے آزار اور ایذا دینے میں بہت سعی کرتا تھا۔ اوسکے کہنے سے سلطان نے حکم دیا کہ سب برہمن اور دانایان ہند مسلمان ہوں اور جو مسلمان نہو کاشمیر سے باہر نکلجائے اور پیشانی پر قشقہ نہ کھینچیں اور عورتیں خاوندوں کے ساتھ ستی نہ ہوں۔ سونے چاندی کے بُت دار الضرب میں گلائے جائیں اور اونکے سکّے ڈھالے جائیں۔ اس سببسے کاشمیر کے ہندؤں کو بہت تکلیف ہوئی جن برہمنوں کو ترک مذہب و وطن دشوار معلوم ہوا اونہوں نے خودکشی کی بعض جلاوطن ہو کر دوسرے ملک میں چلے گئے بعض نے سلطان اور وزیر کے ترس کے

جب حسن خاں کشمیر میں آیا تو سلطان کا ارادہ اوسکو ولیعہد بنانے کا ہوا کہ اہل حسد نے بادشاہ
کو اغوا کرکے اس ارادہ سے باز رکہا بلکہ اوسکے گرفتار کرانے کا ارادہ کیا۔ رای راول نے اس
ارادہ سے حسن کو مطلع کیا۔ وہ بہاگ کر لوہ کوٹ میں چلا گیا جس سے شاہ کے مخالفونکو یہاں تقویت
ہوئی۔ ان دونو کو زمینداروں نے گرفتار کرکے بادشاہ پاس بہیجدیا۔ بادشاہ نے رائے راول کو تو
مار ڈالا اور حسن کو قید کیا۔ آخر عمر میں سلطان کے دو بیٹے پیدا ہوئے جنکے نام سگا اور ہیبت خاں تہے
یہ دونو بیٹے خرد سال تہے کہ بادشاہ کا انتقال ۷۹۹ھ ۱۳۹۷ء میں ہوا۔ مدت سلطنت اوسکی پانچ سال
پانچ مہینے تہی۔

اسکے عہد میں میر سید علی ہمدانی کاشمیر میں آئے۔ اور ایک خانقاہ اونکے نام پر سلطان نے
بنوائی۔ قطب الدین کے بعد اوسکا بیٹا سگا جانشین ہوا۔ اور سکندر اپنا لقب رکہا۔ اسکی کم عمری
کے سبب سے اوائل حکومت میں مہمات ملکی میں اوسکی مادر دخل دیتی تہی۔ اکثر امور کو نیک طور پر
سرانجام کرتی تہی۔ جب اوسنے سلطان سکندر سے مخالفت کے آثار اپنے داماد شاہ محمد میں دیکہے
تو اوسکو اور اوسکی زوجہ کو یعنے اپنی بیٹی کو قتل کرا دیا۔ رائے بکری نے کہ امراء عظام میں تہا
ہیبت خاں برادر شاہ سکندر کو زہر دیکر ہلاک کیا۔ اسی سبب سے شاہ سکندر کو اس سے کینہ ہوگیا اور
اوسکے دفع کے درپے ہوا مگر استقلال ایسا کمال کے ساتھ رکہتا تہا کہ کبھی اپنے ارادہ کو قوۃ سے
فعل میں نہیں لایا۔ رائے بکری کو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اوسنے شاہ سے التماس کی کہ
اگر حکم ہو تو بندہ جاکر تبت کو جو کہ کاشمیر سے قریب ہی تسخیر کرے۔ اس سے غرض اسکی یہ تہی
کہ شاہ کے آتش غضب سے دور ہو جائے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو اس خیال سے منظور کرلیا
کہ وہ شاید ان جنگلوں میں ہلاک ہو جائے تو بے سعی مقصد حاصل ہو جائے۔ رائے بکری نے تبت میں
لشکر لیجاکر اوسکو تسخیر کرلیا۔ ممالک تبت پر تصرف کرکے جمعیت تمام بہم پہنچائی اور بغاوت اختیار
کی۔ شاہ سکندر لشکر جمع کرکے اوسکی طرف متوجہ ہوا۔ سرحد پر جنگ ہوئی۔ رائے بکری
بہاگا وہ پکڑا گیا اور زہر کہا کر مر گیا۔ شاہ سکندر نے تبت اور اوسکے اطراف کا انتظام خوب
کرلیا۔ انہیں ایام میں امیر تیمور نے ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اپنے ایلچیوں کے ہمراہ

سلطان سکندر ... [illegible]

بخشی پور کے نزدیک اپنے نام پر شہر علاء پور آباد کیا۔ اس کے احکام مخترعہ میں سی یہ ایک حکم تہا کہ زن ناپارسا میراث شوہر نہ پائے۔ جسکے سبب سے بہت عورتیں پارسا ہوگئیں۔ ۱۲ سال ۸ ماہ ۱۳ روز سلطنت کرکے ۷۶۵ھ میں مرگیا۔

جب سلطان علاءالدین نے مراحل زندگی کو طے کیا تو اوسکا چھوٹا بہائی سیاکم بادشاہ ہوا اور اوسنے اپنا لقب سلطان شہاب الدین کہا۔ وخلیق وشجاع تہا جس روز کسی جگہ سے فتحنامہ نہ آتا اوس روز کو وہ اپنی زندگی میں نہیں شمار کرتا۔ اور اوسکے چہرہ سے آثار کدورت ظاہر ہوتے۔ وہ ولایت مجددہ کو مالکان قدیم کو سپرد کرتا۔ دریا سندھ کے کنارہ پر وہ لشکر کو لے گیا یہاں حاکم جام اس سے لڑنے کو آیا اور شکست پائی۔ قندہار اور غزنیں کے حاکم ہمیشہ اوس سے ہراس میں رہے۔ وہ پیشاور میں گیا۔ مخالفوں کی جمع کثیر کو قتل کیا۔ کتل ہندوکش میں آیا صعوبت راہ کے سبب سے بہت تکلیف اوٹہائی۔ اور مراجعت کی۔ دریاے ستلج پر معسکر بنایا۔ نگرکوٹ کا راجہ دہلی کے محالات کی لوٹ سے مالامال ہورہا تہا کہ وہ اوسکی خدمت میں آیا۔ بہت سی غنائم جو اوسکو ہاتھ آئیں تہیں وہ اسکو پیش کش میں دیں۔ اور اطاعت اختیار کی۔ تبت خرد کا حاکم اس پاس آیا اور درخواست کی کہ سلطان کی سپاہ اوسکے ملک کو آسیب نہ پہنچائے۔ اطراف ولایات کو مسخر کرکے اپنی دار الحکومت میں آیا۔ اور اپنے چھوٹے بہائی ہندال کو ولیعہد کیا۔ اور اپنے دو حقیقی بیٹوں حسن خاں و علی خاں کو دہلی کی طرف اس سبب سے خارج کیا کہ اونکی سوتیلی ماں نے اونکی طرف سے اوسے بہکا دیا تہا۔ مگر آخر سے پشیمان ہوکر حسن خاں کو طلب کیا تہا وہ جموں میں آیا تہا کہ شہاب الدین مریض ہوکر ۷۸۵ھ میں مرگیا۔ شہاب پور اوسنے آباد کیا۔ ۲۰ برس سلطنت کی۔

جب سلطان شہاب الدین نے بساط حیات کو طے کیا تو اوسکا بہائی ہندال سلطان قطب الدین کے لقب سے بادشاہ ہوا۔ وہ تنفیذ احکام میں خود اہتمام کرتا تہا۔ بعض امراء شہاب الدین کے تصرف میں قلعہ لوہ کوٹ تہا۔ اوسکی آخر سلطنت میں اوسنے سرکشی کی اوسکی تسخیر کے واسطے اوسنے ایک سردار کو بہیجا طرفین سے سخت لڑائیاں ہوئیں اونمیں یہ سردار مارا گیا۔ کچھ دنوں بعد قطب الدین نے اپنے برادرزادہ حسن خاں کو دہلی سے بلایا۔ وہ باپ کے مرنے کی خبر سنکر جموں سے دہلی چلا گیا تہا

سلطان شہاب الدین

سلطان قطب الدین کی سلطنت

۷۲۷ھ ۱۳۲۷ء میں راجہ مرگیا اور اوسکی رانی کوتا دیوی اوسکی قائم مقام ہوئی۔ اوسنے اپنی استقلال حکومت کے لئے شاہ میر کو پیغام بہیجا کہ چندر بن راجہ رنچن کو وہ راجہ بنائے۔ شاہ میر نے اوسکو قبول نہیں کیا۔ رانی بہت سپاہ لیکر شاہ میر پر چڑہی مگر گرفتار ہوئی۔ شاہ میر نے حیلہ سرائی کرکے رانی سے نکاح کیا اور مسلمان کیا۔ پہر دوسرے روز رانی کو مقید کیا۔ لوائے شاہی خود بلند کیا۔ اور خطبہ وسکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ سلطان شمس الدین خطاب رکہا۔

سلطان شمس الدین کی سلطنت

کاشمیر میں ملت اسلام کا رواج اسی بادشاہ کے زمانہ سے ہوا اور کاشمیر کے طبقہ سلاطین کی ابتدا اسی سے ہوئی اوسنے بادشاہ ہوکر کاشمیر میں جو خرابیاں اور تباہیاں پہیل رہی تہیں ان کا علاج کیا اور رعایا کی یہ رعایت کی کہ اُن پر محصول شش یک یعنی چہٹا حصہ مقرر کیا طائفہ لون نے اُس سے مخالفت کی تھی اونکو مار کر ستیا ناس ملادیا۔ اوسنے دو قوموں چک اور ماکری کو سرفراز کیا۔ انہیں دو فرقوں میں سے کاشمیر میں اکثر سپاہی اور امرا تہے جب بڑہاپے نے زور کیا تو کاروبار سلطنت اپنے بیٹوں جمشید اور علی شیر کو سپرد کیا اور خود بفراغت عبادت میں مشغول ہوا۔ دو سال ۱۱ ماہ ۲۵ روز سلطنت کرکے ۷۵۰ھ ۱۳۴۹ء میں مرگیا۔

سلطان جمشید

شمس الدین کے بعد اسکا بڑا بیٹا اعیان دولت کے اتفاق سے بادشاہ ہوا۔ مگر رعیت اور سپاہ نے اوسکے چہوٹے بہائی علی شیر کو مدنی پور میں بادشاہ بنایا۔ جمشید نے بہائی پر لشکر کشی کی۔ اول رفق ومدارا سے پیش آکر صلح کا طالب ہوا۔ علی شیر نے صلح سے انکار کرکے بہائی پر شب خون مارا اور اوسکو شکست دی۔ جمشید مدنی پور کو خالی دیکھکر ایلغار کرکے اوسپر چڑہ گیا۔ جب علی شیر کو اسکی خبر ہوئی تو وہ مدنی پور میں آیا۔ جمشید اوس سے لڑ نہ سکا کمراج بہاگا۔ جمشید کے وزیر سراج نے علی شیر کو بلاکر سری نگر اوسکے حوالہ کیا۔ جمشید ایک دو ماہ سلطنت کرکے ۷۵۰ھ ۱۳۴۹ء میں مرگیا۔

سلطان علاء الدین کی سلطنت

جمشید کے مرنیکے بعد اوسکا چہوٹا بہائی علی شیر بادشاہ ہوا اوسنے اپنا خطاب سلطان علاء الدین رکہا اور اپنے بہائی سیا ملک کو صاحب اختیار کیا۔ اس کے عہد میں قحط سے بہت آدمی مرے جو طائفہ مخالف ہوکر کشتوار (کاشغر) چلا گیا تہا۔ اوسکو بلطائف الحیل بلاکر کاشمیر میں محبوس کیا

۲۴	سمہ دیو	۱۴سال ۵ ماہ ۲۷روز	۱۲۸۲	اچھن مارنے کے بعد اکا سردار
۲۵	سینا دیو	۱۹سال ۳ ماہ ۲۶ روز	۱۲۹۰	سمہ دیو کا بھائی
۲۶	رنچن تبتی	۱۰سال چند ماہ	۱۳۰۶	تبت سے آیا
۲۷	اون دیو	۱۵سال ۲ ماہ ۱۰روز	۱۳۲۱	سینا دیو کا خویش
۲۸	رانی کوتا دیوی	۶ ماہ ۱۵روز	۱۳۳۶	زن اون دیو

۲۷ راجاؤں نے ۳۵۱ سال ۶ ماہ ۱۷روز حکومت کی۔

یہ ہم نے کاشمیر کے ہندو راجاؤں کی فہرستیں لکھی ہیں۔ اب ہم مسلمانوں کی سلطنت کا حال لکھتے ہیں سنہ ۷۱۵ھ میں کہ سینہ دیو کا راج کاشمیر میں تھا ایک مسلمان شاہ میر نام قلندری لباس میں کاشمیر میں آیا اور راجہ کا نوکر ہوگیا۔ شاہ میر اپنی نسبت ارجن پانڈو تک پہنچاتا ہے۔ اس زمانہ میں مرزبان قندہار کا میر بخشی دلجو جمعیت لیکر کاشمیر میں آیا اور اوسکو زیر وزبر کیا راجہ سینہ دیو نے رعایا سے بہت زر زور سے لیا۔ اور اوس کو دلجو پاس بھیجکر لابہ گری کی اور خود کوہستان کے تنگ ناسے میں چلا گیا۔ دلجو برف کے سبب سے یہاں نہ ٹھیر سکا قندہار چلا گیا اس کے بہت آدمی برف میں گل کر مر گئے۔ انہیں ایام میں مرزبان تبت کے بیٹے رنچن نے کاشمیر پر تاخت کی اور ملک کو ویران کیا۔ جب راجہ سینا دیو مر گیا تو رنچن ہی راجہ ہوگیا اور داد دہش میں نام آور ہوا شاہ میر مذکور کو اپنا وزیر بنایا۔ اوسکی ہمنشینی و دمسازی کے سبب سے راجہ نے اوسکا مذہب اختیار کیا۔ جب راجہ رنچن فوت ہوا تو اوسکا قرابتی راجہ اون دیو قندہار سے آنکر راجہ ہوا اوس نے بھی شاہ میر کو جو راجہ رنچن کے بیٹے چندر کی اتالیقی کرتا تھا اپنا وکیل مقرر کیا۔ اوس نے شاہ میر کے دو بیٹوں جمشید اور علی شیر پر اعتبار کر کے صاحب اختیار بنایا۔ شاہ میر کے دو اور بیٹے سیانک وہندال تھے وہ بڑے دعوے کے جوانمرد تھے۔ جب راجہ نے شاہ میر اور اوسکے بیٹوں کا استیلا و غلبہ دیکھا تو اونسے رنجیدہ خاطر ہوگیا۔ اور ان کا آنا اپنے پاس بند کر دیا شاہ میر اور اوس کے بیٹوں نے تمام پرگنات کاشمیر پر قبضہ کر لیا۔ اور راجہ کے نوکروں کو اپنا غلام بنا لیا۔ روز بروز راجہ کا زور گھٹتا گیا اور شاہ میر کا غلبہ بڑھتا گیا

نمبر	نام	مدت حکومت	سنہ	کیفیت
۳	اننت دیو	۳۵ سال ایکماہ ۵ روز	سنہ ۱۰۲۸	(۲) کا بیٹا
۴	راناد تیا دوم یا کلس دیو	۲۶ سال ۴ ماہ	سنہ ۱۰۶۳	(۳) کا بیٹا
۵	ادت کرشن	۲۲ روز	سنہ ۱۰۸۹	(۴) کا بیٹا
۶	ہرشش	۱۱ سال ۸ ماہ ۱۳ روز	سنہ ۱۱۰۱	
۷	اودے راج بنس کے ۶ راجاؤں نے ۹۱ سال ۱۱ مہینے ۲۷ دن سلطنت کی۔			
	فہرست ہشتم			
۸	اُچھل	۱۰ سال ۴ ماہ ایک دن	سنہ ۱۱۱۱	ہرش کا ابن عم
۹	ردہ یا ہم کہراج	ایک پہر رات کو ایک پہر دن کو	سنہ ۱۱۱۱	سدہ کا بیٹا
۱۰	سلہن	۳ مہینے ۲۷ دن	سنہ ۱۱۱۱	برادر اچھل
۱۱	سُسلا	۷ سال ۲ ماہ	سنہ ۱۱۱۲	برادر سلہن
۱۲	بھکشاچر	۶ ماہ ۱۲ دن	سنہ ۱۱۲۰	ہرش کا بیٹا
۱۳	سُسلا	۲ سال ۳ ماہ ۱۴ دن	سنہ ۱۱۲۱	دوبارہ راجہ ہوا
۱۴	سمہ دیو یا جے سنگھ	۲۷ سال	سنہ ۱۱۲۳	
۱۵	پرمانک	۹ سال ۶ ماہ ۵ روز	۱۱۵۰	(۱۴) کا بیٹا
۱۶	وتی	۷ سال ۲ ماہ	۱۱۵۹	(۱۵) کا بیٹا
۱۷	بتی دیو	۹ سال ۴ ماہ ۱۷ دن	۱۱۶۶	(۱۶) کا بیٹا
۱۸	جس دیو	۸ سال ۱۳ روز	۱۱۷۶	چھوٹا بھائی (۱۷) کا
۱۹	جگ دیو	۱۴ سال ۲ ماہ	۱۱۵۴	(۱۸) کا بیٹا
۲۰	راجدیو	۲۳ سال ۳ ماہ ۷ روز	۱۲۰۸	(۱۹) کا بیٹا
۲۱	سنگرام دیو	۱۶ سال ۱۰ روز	۱۲۳۱	ر
۲۲	رام دیو	۲۱ سال ۱ ماہ ۳ روز	۱۲۴۸	ر
۲۳	لچھمن دیو	۱۳ سال ۳ ماہ ۲ روز	۱۲۶۹	برہمن کا بیٹا تھا

گذرا ہے کہتے ہیں کہ اوسنے ایران ۔ توران وفارس وہندوستان وخطا اور تمام آبادیوں کو فتح کرلیا ۔ دادگری اختیار کی شمالی کوہ میں مرگیا جیسی اوسکی فتوح کی حکایات عجیب ہیں ایسی ہی اوسکے مرنے کی روایات غریب ہیں کوئی کہتا ہے کسی مرتاض کی نفرین سے پتھر ہوگیا کوئی اور کچھ کہتا ہے جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ وہ سمندر میں ڈوب گیا بعض کہتے ہیں کہ وہ آگ میں داخل ہوا بعض کہتے ہیں کہ وہ دوسری دنیا میں گیا ۔ اسی طرح جب بڑے آدمی مرتے ہیں تو اونکی موت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے اونکی بزرگی ظاہر ہو ۔ راجہ جیاپیر نے بہت فتوحات حاصل کیں بنارس میں ننانوے ہزار نوسو ننانوے گھوڑے خیرات کئے ۔ محتاجوں کو بہت مال تقسیم کیا ۔ بوڑھے آدمیوں سے پوچھا کہ میرے دادا ملتادت کا لشکر زیادہ تہا یا میرا ۔ اسکا جواب ملا کہ تیرے لشکر میں اسی ہزار سکھپال ہیں اور دادا پاس ایک لاکھ ۲۵ ہزار تھے اسی سے اور حشم کا اندازہ کرنا چاہئے ۔ جب راجہ اپنے ملک سے چلا گیا تو اوسکا خسر پورہ (سالہ) جُج راج غصب کرکے کاشمیر کا راجہ بن بیٹھا ۔ راجہ کے سپاہیوں نے بسبب پیوند زن وفرزند کے بیوفائی کی ۔ اور ناموس حقیقی پر عرض سوری کو ترجیح دی بہت سے نوکر اوسکے پاس سے بہاگ کر کاشمیر میں چلے آئے ۔ راجہ نے بنگالہ میں اپنا بنگاہ بنایا اور وہاں سے سپاہ لایا اور ججّ کو لڑائی میں مارا ۔ راجہ ملتاپیر نے کمینوں پر نوازش کی ہنرل سرایوں کا اعتبار کیا تو کاردانان دانش نے گوشہ نشینی اختیار کی ۔ جب وزیر نے دیکہا کہ اندرز گوئی کچھ کام نہیں کرتی تو وہ تارک الدنیا ہوا ۔

راجہ شنکرورما نے گجرات وسند کو تسخیر کیا اور دکہن پر چیرہ دستی پائی اور یہیں کے مرزبان کو دکہن کی حکومت دیدی ۔ اگرچہ عنفوان دولت میں نیکی کی راہ پر چلا لیکن انجام کو نہ پہنچایا ۔ دنیا کی مستی نے تباہ جوئی پر شیفتہ کیا ۔

فہرست ہفتم

نمبر	نام راجہ	مدت سلطنت	سنہ عیسوی	کیفیت
۱	سنگرام راج یا کشام پتی	۲۴ سال ۲ ماہ	۱۰۰۳ء	اودیراج کا بیٹا اور رانی کا برادرزادہ
۲	ہری راج	۲۲ روز	۱۰۲۸ء	(۱) بیٹا

لشکر سے لون پہنچا - سارے تابع راجاؤں کو اسپر مجبور کیا کہ وہ جانوروں کو نہ مارنے دیں
راکھشسوں کی عملداری میں اوسنے گوشت موقوف کرا دیا - جب راجہ ہرلے لاولد مرگیا اور کاشمیر
کا تخت خالی ہوا تو سران کا شمیر بکرماجیت ہندوستان کے راجہ اوجین کے گردیدہ ہوئے اس الانشں
راجا کے دربار میں ایک نامور شاعر ماترگپت کشمیری رہتا تہا جس نے بہت شہروں کی سیر کرکے اسی
راجا کو اپنا قدرشناس جانا اور اوسی پاس رہنا اختیار کیا - راجہ نے اول اوسکی قدر اوسکی لیاقت کے
موافق نہیں کی - ایک رات کو چراغ کی بتی اُکسانے کے لئے راجہ نے نوکر بلایا تو ماترگپت
کے سوا کوئی اور نوکر حاضر نہ تہا - راجہ پاس وہ گیا اور یہ موقع پاکر اوسنے اپنا مطلب اس شعر میں
ادا کیا جسکے معنی یہ ہیں کہ میں افکار کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں اور اکڑانے والے جاڑے سے
عذاب میں آرہا ہوں - بہوک کے مارے آواز نہیں نکلتی اور ہونٹ میرے کانپ رہے ہیں - اور
دل میں قناعت بنلا رہی ہے - اور نیند میرے پاس سے ایسی جاتی رہی جیسے کہ کسی کی بیوی
گالیاں دینے سے بہاگ جاتی ہے اور رات مجھے ایسی بڑی معلوم ہوتی ہے جیسے کہ
نیک راجہ کا راج - غرض راجہ نے اوسکو رخصت کیا اور کچھ خرچ دیا اور ایک نوشتہ سربمہر دیا کہ
کشمیر میں پہنچا دے - یہ شکستہ خاطر آزردہ دل راسطے کرکے کاشمیر میں پہنچا - نامہ کہولا گیا اسمیں
لکھا تہا کہ نامہ برنے ہماری بہت خدمات کی ہیں اور ناکامی بہت دیکھی ہے اسکے دیکھتے ہی اسکو
اس دیار کی بادشاہی دو اور بادشاہی قہر سے خوف کرکے فرمان پذیر ہو - کار آگہوں نے انجمن کرکے اسکو
راجہ بنا دیا - چار سال نو مہینے ایک روز راج کرکے اوسنے راج کو تیاگ دیا - بکرماجیت کے مرنے سے
اوسکا دل سلطنت سے بجھ گیا تہا وہ وارانسی کو چلا گیا - پرورسین اولاد میگھواہن سی تہا ہندوستان
میں گوشہ نشین تہا جب اوسکو معلوم ہوا کہ ایک غیر آدمی کاشمیر میں راج کرتا ہی تو وہ اوسکے نکالنے
کے لئے آیا اور کاشمیر کا راجہ ہوگیا - اوسنے بہت ملک فتح کئے اور بڑے بڑے کام کئے - اُسی نے
بہتا پر کشتیوں کا پل اول اول بنایا - اوس نے ایک شہر بہتا ندی کے کنارہ پر آباد کیا
جسمیں ۳۰ لاکھ گہر تہے - راجہ اما دت نے بہت ملک فتح کئے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کیا پہر چندر بہاگا
میں جاکر ایک غار میں غائب ہوگیا - اوسکی عجیب عجیب کہانیاں مشہور ہیں راجہ للتادت نے عجیب و غریب

ہوا جیسے کہ رات دن جب برابر ہوتے ہیں تو سورج کے بعد پورا چاند نکلتا ہے۔ راجہ تنک جیر کی عہد
میں بہادوں کے مہینے میں برف گرنے سے پکی پکائی فصل شالی کی بگڑ گئی اور اس سبب سے قحط
عظیم ہوا۔ راجہ اوسکو اپنی بدافعالی کا نتیجہ سمجہا۔ اوسنے بہوکوں کے پیٹ بہرنے میں اپنا
خزانہ خالی کیا مگر قحط نہ گیا۔ اوسکے اولاد نہ تھی جو یادگار ہوتی مگر اوسکے اعمال یادگار ہیں۔ گنتے
کے گوپھل نہیں ہوتے مگر اس سے زیادہ میٹھا کوئی اور پھل نہیں ہوتا۔ راجہ جیندر کے ہاتھ گھٹنوں
تک پہنچتے تہے۔ اوسکا وزیر سندہی متی بڑا عابد داشش منش درست اخلاص پارسا گوہر تہا
لابہ گری اور دوروئی نہیں جانتا تہا۔ خراب درون ظاہر آباد اوس کی بیخ کنی کے درپے ہوئے
راجہ کے پاس اس کا جانا بند کردیا۔ وہ نہایت مفلس اور تنگ ہوگیا مگر اپنی فراخ حوصلگی سے
خوش دل و مسرور رہتا۔ ارکان دولت اوسکی سفارش نہیں کرسکتے تہے اس لئے کہ وہ تو
راجہ کی گونج تہے۔ جب یہ شہرت ہوئی کہ یہ وزیر ایک دن سلطنت کریگا تو راجہ نے اوسکو قیدخانہ
میں زنجیروں میں جکڑ کر رکہا۔ جب راجہ مرنے کو ہوا تو اوسنے یہ سوچ کر کہ میرے اولاد نہیں ہے
مبادا یہ وزیر راجہ نہ ہوجائے دار پر اوسکو کہچوایا۔ مگر تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چل سکتی
اگر آدمی آگ بجہانی چاہے اور تقدیر میں اوسکا بجہنا نہ ہو تو خود وہ آدمی پانی کی جگہ
گہی بجہانے کے لئے ڈالتا ہے۔ وزیر کا گرو چیلے کے مقتل پر گیا اوسکی پیشانی کی ہڈیوں
سے اوسنے یہ پڑہا کہ جب تک جئے گا مفلس رہیگا۔ دس برس کی قید بہگتے گا۔ دار پر کہنچے گا
پہر زندہ ہوکر سلطنت کریگا۔ اب اول تین باتیں تو سچ ہو چکی تہیں آخر کی چوتھی بات کے سچ ہونے
کی فکر میں گرو متردد تہا کہ یہ کیونکر سچ ہو کہ ایک رات جوگیوں نے جمع ہوکر افسوں سرائی سے
جان اس مردہ وزیر میں ڈالدی اور وہ فرماں روا ہوگیا۔ آریاراج اسکا لقب ہوا۔

آخر راجہ کی ترک سلطنت کے بعد میگھ واہن جو یدہشٹر کے پوتوں میں سے تہا راجہ ہوا۔ جانوروں پر
وہ ایسی دیا کرتا تہا کہ دوسرا یدہشٹر معلوم ہوتا تہا۔ اوسنے اپنی قلمرو میں جانوروں کا مارنا بالکل
بند کردیا۔ جانوروں کے مارنے سے جن شکاریوں کی گذران ہوتی تہی اونکو عوضانہ اپنے خزانہ
سے دلایا اسلئے ایک مہم اسنے اختیار کی کہ اور راجاؤں کو جانوروں کے مارنے سے باز رکہے وہ سمندر پر تیغ

اس پتھر میں ایک لا روح) رہتی ہے اور وہ کسی طرح نہیں ہل سکتی جب تک اوس کو کوئی پارسا
عورت نہ ہلائے - اوس کے خواب کے ثابت کرنے کے لئے عورتوں نے پتھر کو سرکانا
شروع کیا مگر وہ نہ سرکا ایک کوزہ گر کی پارسا بیوی نے آن کر اوس کو ہٹا دیا - راجہ کو اوسپر
غصہ آیا کہ اسقدر عورتیں بے عصمت ہیں اون کو اور اُنکے خاوندوں بھائیوں و بیٹوں کو
مار ڈالا جنکی تعداد تین کوٹی (کروڑ) تھی - بعض آدمی اس کام کی تعریف کرتے ہیں مگر یہ کام
ملامت کے قابل ہے - اس قتل پر بھی جو رعایا نے سرکشی نہیں کی اس کا سبب یہ تھا کہ
راجہ کی نگہبان دیوتا تہے - اسکے زمانہ میں ملیچھوں کی اولاد برہمن ایسے بے شرم و بے حیا
تہے کہ وہ اپنی بہنوں اور بہووں سے مباشرت کرتے تہے - ایسے آدمیوں کا ہونا تعجبات سے
ہے - وہ اور چیزوں کی طرح اپنی بیویوں کو بیچڈالتے تہے - اون کی بیویاں بھی غیروں کی
بغلوں میں جا کر ایسی خوش ہوتی تہیں جیسے کہ برسات سے مور اور کہرسا سے کنس ہوتا ہے -
راجہ نے بعض نیک کام بھی کئے تہے - وہ طرح طرح کے امراض میں جب مبتلا ہوا تو آگ
میں جلکر خاکستر ہوا - تو آسمان پر سے ایک آواز آئی کہ گو اس راجہ نے تین کوٹی آدمیوں کو
مارا مگر وہ سرگ میں گیا اسلئے کہ وہ خود اپنے نفس کے لئے بھی ظالم تہا - اس ظالم باپ کے
بعد اوسکا عادل بیٹا جو جانشین ہوا تو یہ معلوم ہوتا تہا کہ گرمی کے بعد برسات آئی - راجہ
گوپادت کا راج ست جگ سمجھا جاتا ہے اوسنے ان سب برہمنوں کو نکال دیا جو لہسن کہاتے تہے اور اونکی
جگہ اُسی قوم کے برہمن غیر ملکوں سے بلالئے اوسکی قلمرو میں رسوم مذہبی کے سوا کوئی حیوان ذبح نہ ہوتا تہا
کوہ سلیمان پر ایک بتخانہ اسکا بنایا ہوا موجود ہے - راجہ بیڈ مشٹر کی آنکہیں چہوٹی تہیں اسلئے اوسکو اندہا کہتے
تہے اول اول اوسنے فرمانروائی داد دہی کے ساتھ کی مگر تہوڑے دنوں کے بعد اوسکے بدگوہروں کی
ہمزبانی اور طبیعت پرستاری کے سبب سے اوسکے دانشمند ملازموں نے ہمسایوں کے راجاؤں
کے ساتھ اتفاق کر کے اوسکو اول زنداں میں مقید کیا اور پہر جلا وطن -

بیڈ مشٹر کی معزولی کے بعد پرتاپادت راجہ ہوا وہ ایک دور کے ملک کے راجہ بکرمادت کا رشتہ دار تہا
اوسکے بعد اوسکا بیٹا جلوک راجہ ہوا - ان دونوں باپ بیٹوں نے اچھی سلطنت کی انکا حال دیا

وسبودایں ہوکے سانپ کی صورت میں پہرتا ہے۔ رشیونکی بڑی قوت سراپ ہے کہ وہ ایسے
نیک راجہ کوبھی غارت کرسکتے ہیں۔ دشمن کے ہاتھ سے عزت گئی ہوئی پہر حاصل ہوسکتی ہے
مگر برہمنوں کے سراپ سے جو عزت جاتی ہے وہ پہر نہیں ہاتھ آتی۔

کاشمیر میں ہشک و جشک کنشک نے ملکر راج کیا اونہوں نے اپنے نام کے شہر آباد کئے
ان کے عہد میں بدہ مذہب کو کاشمیر میں بڑی رونق ہوگئی۔

راجہ ترانے جسکو کن تر بھی کہتے ہیں رعایا کے حق میں جو فائدہ مند باتیں کیں وہ سب اُلٹی
ہوئیں۔ ایک بودہ اوسکی رانی کو مخفی بہگا کرلے گیا۔ اِس سے راجہ کو ایسا غصہ آیا کہ اوس نے
بدہوں کے ہزاروں معبدوں کو ڈہا کر مٹی کا ڈہیر بنا دیا اور اونکے اوقاف کے دہات برہمنوں کو
دیدئے۔ راجہ مہرکل کی سلطنت میں کاشمیر کو ملکشوں (تاتاریوں) نے لوٹا۔ راجہ مہرکل آدمیوں
کے مارنے میں موت کا حکم رکہتا تہا کچھ بڈہے۔ بچے۔ عورت مرد کا خیال نہیں کرتا تہا
جہاں وہ یا اوسکا لشکر اوترتا وہاں کوؤں اور گدوں کا ہجوم مردوں کے کہانے کے لئے
لگ جاتا۔ اوسنے ایک دن اپنی رانی کی انگیا پر پاؤں کے پنجہ کا زریں نقش دیکہا۔ اس کا
سبب اوسکو یہ معلوم ہوا کہ سی لون کے کپڑے کی انگیا بنی ہوئی ہے اور اس کپڑے پر وہاں کے
راجہ کے پاؤں کا نشان ہے۔ اس سے وہ برافروختہ خاطر ہوکر جنوبی سمندر پر گیا۔ لنکا
کو لوٹا۔ وہاں کے راجہ کو مارا۔ ایک اور ظالم کو اسکا جانشین کیا۔ چولا۔ کرناٹک۔ لاٹ وغیرہ میں
گذرتا ہوا اپنے ملک میں واپس آیا۔ ان ملکوں کے راجہ اوسکے خوف کے مارے بہاگ گئے
تہے مگر اوسکے جانے کے بعد اپنی لٹی ہوئی راجدہانیوں میں آگئے۔ جب وہ کاشمیر میں آیا
تو اسکا ایک ہاتھی غار میں گر پڑا۔ اور اوسکی چنگہاڑنے سے اوسکے سو ہاتھی چونک پڑے
اوسنے ان سب ہاتہیوں کو مار ڈالا۔ اسلئے اسکا نام ہستی دتر ہوا۔ ہستی فیل کو اور دتر زبان
کو کہتے ہیں جیسے کہ گناہ گار کے چہونے سے جسم ناپاک ہوجاتا ہے اس سے اوس کی تاریخ
کے بیان سے زبان ناپاک ہوتی ہے۔ ایک دن وہ دریا چندر کلیا میں اُترتا تہا کہ اوسکی
راہ میں بڑا پتھر کا چٹان آیا جو کسی طرح ہٹانے سے ہٹتا نہ تہا۔ اوسنے خواب میں دیکہا کہ

ایسا سلاتی تھی کہ پہ نہیں جا گتے تھے۔ اوسنے ایک شہر لولور آباد کیا۔ راجہ کھگہندر نے ناگا دشمنوں کو ہلاک کیا۔ راجہ سورن۔ نے ایک نہر کرال میں کہدوائی اور اوسکا نام سورن منی رکہا۔ راجہ اشوک نے پرکہوں کا مت چہوڑا اور بدھ مذہب اختیار کیا۔ یہ راجہ بڑا نیک اور بے عیب و سخی تہا اوس نے بدھ کے بہت سٹوپ بتستا (جہلم) کے کنارے پر بنائے۔ اوسنے ایک چیت ما ایسا اونچا بنوایا کہ جسکی چوٹی نہیں دکہائی دیتی تھی۔ شہر سری نگر آباد کیا جو ابتک موجود ہے اوسنے ایک پرانے مندر کی دیواریں ڈہواکر ایک نئے مندر کی دیواریں بنائیں جسکو آئین اکبری میں لکھا ہے کہ کیش برہمن انداختہ آئین جین برگرفت۔ اوسکے مرنے سے بدھ مذہب کو صدمہ عظیم پہونچا اسلئے کہ اوسکا بیٹا جلوک برہمن مذہب اور سیو تھا۔ اوسنے ملکشوں کو یعنے تاتاریوں کو مارکر نکال دیا جنہوں نے اوسکے باپکے وقت میں کاشمیر کو تاخت و تاراج کیا تہا۔ اور قنوج دارالملک ہندوستان تک اوس نے اپنی سلطنت کو بڑہایا۔ اور دیدہ دری اور پایہ شناسی سے یہاں سے چاروں قوموں کے آدمیوں کو انتخاب کرکے لے گیا۔

اوسکے زمانہ سے پہلے کاشمیر میں عدالت کا انتظام اچھا نہ تہا۔ اوسنے عدالت کے انتظام کے لئے یہ سات عہدے مقرر کئے (۱) داد گر (۲) دیوان (۳) خزانچی (۴) سپاہ کا تیماردار (۵) دخشور (سفارت) (۶) مرشد اعلی (۷) راز گذار اختر۔ کاشمیر میں برہمنوں اور بودہوں میں بڑی لڑائیاں رہتی تہیں اور بودہوں کی ترقی ہوتی جاتی تھی۔

راجہ جلوک کی نسبت یہ کہانی جوڑ رکہی ہے کہ راجہ ایکدن سرادہ سے پہلے اشنان کو جاتا تہا۔ بھوکے برہمنوں نے اُس سے کہانیکو مانگا اوسنے اونکے سوال پر کچھ خیال نہ کیا اور دریا کی طرف آگے بڑہا۔ برہمنوں نے اپنی ریاضت کے زور سے دریا کو کہیچکر اوسکے پانوں تلے لا ڈالا اور اس سے کہا کہ دیکھ بتستا یہ ہے اب ہم کو کہلا۔ راجہ اسکو جادو کا اثر سمجھا اون سے کہا کہ تم چلے جاؤ میں جب تک اشنان نہیں کرلونگا تم کو کہانا نہیں کہلاؤنگا۔ برہمنوں نے اوس کو یہ سراپ دیا کہ وہ سرپ بنجائے۔ جب راجہ اونکے آگے بہت گڑگڑایا تو اونہوں نے یہ کہا کہ اگر ایک دن میں وہ رامائن اول سے آخر تک سن لیگا تو پہر اپنی اصل شکل پر آجائے گا ابتک وہ اہو

۷	نندی گپت	ایکسال ۱ ماہ ۹ روز	۹۷۲	پسر (۶)
۸	نری بہون گپت	۲ سال ۷ روز	۹۷۳	
۹	ہیم گپت	۵ سال	۹۷۵	ابہے منو کا بیٹا
۱۰	ڈڈّا ارانی	۲۳ سال	۹۸۰	مادر ابہے منو

دس راجاؤں نے ۶۴ سال ۳ دن سلطنت۔ گوننداول کے زمانہ سے تاریخ کشمیر کے صفحہ سفید ہیں۔
یہ راجا یدہشٹر کا ہمعصر تہا۔ اوسکی سلطنت کا آغاز کل جُگ کے ابتدا سے ہوا ہے۔ وہ کاشمیر میں راج کرتا تہا جراسندہ بہار کے راجہ سے دوستی رکہتا تہا۔ جب جراسندہ نے کرشن کی دارالسلطنت متہرا پر حملہ کیا ہے تو گونند کو اپنی کمک کے لئے کاشمیر سے بلایا۔ ان دونو نے ملکر جمنا کے کنارہ پر متہرا کو بڑی سپاہ سے جا گہیرا۔ اور ایکدفعہ کرشن کی سپاہ کو شکست بھی دیدی۔ مگر بلرام نے کرشن کی فوج کی پراگندگی کو دور کیا اور گوننند کو مار ڈالا۔

گوننند کے مرنے کے بعد اسکا بیٹا داموودر اول جانشین ہوا۔ وہ ایسے شاداب ملک کے راج سے خوش نہیں رہتا تہا۔ باپ کے انتقام کی فکر میں لگا رہتا تہا۔ جب اوسنے سُنا کہ گاندہاریوں (قندہاریوں) نے کرشن کو اپنی لڑکیوں کے بیاہ میں دریا، سندہ کے قریب بلایا ہے تو وہ سوار اور پیادوں کو ہمراہ لیکر اس تقریب میں خلل انداز ہوا مگر کرشن کا چکرا وسکے جگر پر ایسا لگا کہ کام تمام ہوا اوسکی رانی یسووتی حاملہ تھی۔ کرشن کے حکم سے وہ مسند نشین ہوئی۔ اعیان سلطنت نے اُس سے مخالفت کی تو کرشن نے پران میں سے یہ اشلوک سنایا جسکا مطلب یہ ہے کہ کاشمیر کی لڑکیاں پاربتی ہیں جان لو کہ کاشمیر کے راجہ ہر کے حصے ہیں اونسے عقلمندوں کو نفرت نہیں کرنی چاہئے خواہ وہ دنیا پرست و شریر ہی کیوں نہ ہوں عورت کی قدر مرد نہیں کرتا جس سے وہ مسرت اندوز ہوتا ہے۔ اس رانی میں تم اپنا اور دیبی کا جلوہ دیکہو گے اس رانی کے بیٹا پیدا ہوا اسکا نام دا ابر گوننددر رکہا گیا۔ بعد اسکے ۳۵ راجاؤں نے راج کیا مگر اونکی تاریخ اس سبب سے نہیں لکھی گئی کہ وہ ستمگار تہے ان کا نام و نشان باقی رکہنا نہیں چاہا۔

ایک بڑا نامور راجا لو ہو جسکی سپاہ کے شور سے خلق کی نیند جاتی رہتی تھی مگر وہ دشمنوں کو

۲	شنگ کردرم ما	۱۸سال ۸ماہ ۴یوم	۸۸۳	بیٹا (۱) کا
۳	گوپال درم ما	۲سال	۹۰۲	بیٹا (۲) کا
۴	سنگ کت	ایوم	۹۰۴	مشہور تہاکہ برادری میں تہا
۵	رانی سگندہا	۲سال	۹۰۴	مادر (۳)
۶	پارتھ	۱۵سال ایکماہ	۹۰۶	پسر (۴)
۷	برجبت ورم ما	ایکسال ایکماہ	۹۲۱	برادر (۶)
۸	چکرورم ما	۱۰سال ۱۵روز	۹۲۲	
۹	شورورم ما	اسال	۹۳۳	(برادر (۸)
۱۰	پارتھ دوبارہ	اسال	۹۳۴	
۱۱	چکرورم مادوبارہ	اسال	۹۳۵	
۱۲	شمبہو بردہنا	۶دن	۹۳۵	
۱۳	چکرورم ماسہ بارہ	اسال ۵ماہ	۹۳۵	
۱۴	ادن مت تونتی	۲سال	۹۳۷	پسر (۱۰)
۱۵	سورورم ما		۹۳۹	

گلپ پال کے بنس کے آٹھ راجاؤں نے علاوہ وزرا اور رانیوں کے ۳۸ سال ۴ماہ سلطنت کی

فہرست ششم

۱	بشن سکرہ	۹سال	۹۳۹	رعایامیں سے تہا
۲	ورنت		۹۴۸	بیٹی (۱)
۳	شنگ کرام اول	۶ماہ	۹۴۸	
۴	پرودگوپت	ایکسال ۴ماہ	۹۴۸	رعایامیں سے تہا
۵	کہشیم گوپت	۸سال ۶ماہ	۹۵۰	پسر (۴)
۶	ابہے مینو دوم	۱۳سال ایکماہ	۹۵۸	پسر (۵)

فہرست چہارم

۱	درلبھ در دہن	۳۶ سال	۵۹۸	داماد (۱۰)
۲	درلبھک یا پرتاما دتے دوم	۵۰ سال	۶۳۴	نبیرہ دختری (۱)
۳	چندراپیر یا دیجے دتے اول	۸ سال ۸ ماہ	۶۸۴	پسر (۲)
۴	تاراپیر	۴ سال ۲۴ دن	۶۹۳	برادر (۳)
۵	للتا دتے اول	۳۶ سال ۷ ماہ ۱۱ روز	۶۹۷	برادر (۴)
۶	کو دلیاپیر	۱ سال ۱۵ دن	۷۳۳	پسر (۵)
۷	ونجیرا دتے دوم یا دپ پیاک یا للتا دتے دوم	۷ سال	۷۳۴	برادر (۶)
۸	پرتھویا اول	۴ سال ایک ماہ	۷۴۱	پسر (۷)
۹	سنگرام پیر اول	۷ سال	۷۴۵	نبیرہ پسری (۷)
۱۰	جیا پیر مع ہب جج	۳۱ سال	۷۴۵	جج حسنر پورہ (۹)
۱۱	للتا پیر	۱۲ سال	۷۷۶	پسر (۱۰)
۱۲	سنگرام پیر دوم یا پوتھوتا پیر دوم	۷ سال	۷۸۸	برادر (۱۱)
۱۳	دراسپت یا چپ پتجیا پیر	۱۲ سال	۷۹۵	
۱۴	اجتا پیر	۳۶ سال	۸۱۳	سال کا حساب میں فرق پڑگیا ہے
۱۵	زنگ گا پیر	۳ سال	۸۴۹	پسر (۱۲)
۱۶	ادت پلا پیر	۳ سال	۸۵۲	پسر (۱۴)

کرکوٹک بنس کے ۱۷ راجاؤں نے ۲۶۰ سال ۵ ماہ ۲۵ روز حکومت کی

فہرست پنجم

۱	اونتی ورم ما	۲۸ سال	۸۵۵	

فہرست دوم

نمبر شمار	نام راجہ	مدت سلطنت	سنہ جلوس عیسوی	کیفیت
۱	برنا پادتے	۳۲ سال	۶۱۷	بعض کہتے ہیں کہ وہ بکرمادت کے اجداد میں سے ہے
۲	جلوک	۳۲ سال	۱۳۵	(۱) کا بیٹا
۳	تنگ جین اول	۳۶ سال	۱۰۳	(۲) کا بیٹا
۴	وجے	۸ سال	۶۷	نسل (۳) سے
۵	جیندر	۳۷ سال	۵۹	
۶	سندھی متی یا آریہ راج	۴۷ سال	۲۲	

چھ راجاؤں نے ۱۹۲ سال حکومت کی

فہرست سوم

نمبر شمار	نام راجہ	مدت سلطنت	سنہ جلوس عیسوی	کیفیت
۱	میگھ واہن	۴۳ سال	۲۵ بعد از حضرت عیسیٰ	بنا بر جد ہشتر میں سے
۲	شرشیت سین یا پرورسین اول یا تنگ جین دوم	۳۰ سال	۵۹	پسر (۱)
۳	ہرنے	۳۰ سال	۸۹	پسر (۲)
۴	ماتری گپت	۴ سال ۹ ماہ ایک دن	۱۲۰	
۵	پرورسین دوم	۶۰ سال	۱۲۵	میگھ وان کی اولاد میں سے
۶	یدہشٹر دوم	۲۱ سال ماہ	۱۸۵	(۵) کا بیٹا
۷	لکھشمی یا نرندرادتے	۱۳ سال	۲۰۶	
۸	رناوتے یا تنگ جین سوم	۳۰ سال	۲۱۹	برادر خورد (۷)
۹	وکرمادتے	۴۲ سال	۵۱۹	پسر (۸)
۱۰	بالادتے	۳۷ سال ۴ ماہ	۵۶۱	برادر خورد (۱۰)

دس راجاؤں نے ۵۹۲ سال ۲ ماہ ایک روز راج کیا

گونند اول سے ابھے مینونک تک ۲۱ راجاؤں نے براج کیا گمراؤنمیں سے کہلن مصنف راج ترنگنی ۳۵ راجاؤنکا نام لکھہ سکا

نمبر و نام	مدت حکومت	سنہ	
۱۸ گونند سوم	۳۵ سال	۱۱۸۲ قبل از حضرت عیسیٰ	
۱۹ وبھے شن	۳۵	۱۱۴۷ ″	(۱۹) کا بیٹا
۲۰ اندرجیت } ۲۱ راون	۳۵ سال ۶ ما	۱۰۹۴	(۲۰) کا بیٹا
۲۲ وبھے شن دوم	۳۵ سال ۶ ماہ	۱۰۵۸	(۲۲) کا بیٹا
۲۳ نریاکن نر	۳۹ سال ۹ ماہ	۱۰۲۳	(۲۳) کا بیٹا
۲۴ سدھ	۶۰ سال	۹۸۳	(۲۴) کا بیٹا
۲۵ اوت پلاکش	۳ سال ۶ ماہ	۹۲۳	(۲۵) کا بیٹا
۲۶ ہراسنے یاکش	۳۷ سال ۷ ماہ	۸۹۳	(۲۶) کا بیٹا
۲۷ ہرنے کول	۶۰ سال	۸۵۵	(۲۷) کا بیٹا
۲۸ موکل یا وسوکل	″	۷۹۵	(۲۸) کا بیٹا
۲۹ مہرکل	۷۰ سال	۷۱۰	(۲۹) کا بیٹا
۳۰ وک	۶۳ سال	۶۶۵	(۳۰) کا بیٹا
۳۱ کہشت نند	۳۰ سال	۶۰۲	(۳۱) کا بیٹا
۳۲ وسونندا	۵۲ سال ۲ ماہ	۵۷۲	(۳۲) کا بیٹا
۳۳ نردوم	۶۰ سال	۵۲۰	(۳۳) کا بیٹا
۳۴ اکشا	۶۰ سال	۴۶۰	(۳۴) کا بیٹا
۳۵ گوپادت	۶۰ سال	۴۰۰	(۳۵) کا بیٹا
۳۶ گوکرن	۵۷ سال ۱۱ ماہ	۳۴۰	(۳۶) کا بیٹا
۳۷ نرندرادت یا کہنگ کہلا	۳۶ سال ۳ ماہ ۱۰ روز	۲۸۲	(۳۷) کا بیٹا
۳۸ یدہشٹر	۴۶ سال ۵ ماہ ۱۰ یوم	۲۴۶	(۳۸) کا بیٹا

۲۱ راجاؤں نے ۱۰۱۵ سال ۲۹ روز سلطنت کی

اسکے شاہانہ چھتر میں ناگ (سانپ) کا پھن لگا ہوا تھا۔ وہاں بہت قسم کے ناگے رہتے تھے جن کے جوہر نے شہر گوگوہر کا خزانہ بنا دیا تھا۔ اب ہم راجگان کشمیر کی فہرست لکھتے ہیں۔

فہرست اول

نام راجہ	مدت سلطنت	سنہ جلوس عیسوی	کیفیت
۱ گونند اول		۲۵۲۶ قبل از حضرت عیسیٰ	
۲ داموور اول			(۱) کا بیٹا
۳ یسووتی رانی			(۲) کی زوجہ
۴ گونند دوم			
یہاں سے ۳۵ راجاؤں کا بیان کچھ نہیں لکھا۔			
۵ لو			
۶ گشیشی			
۷ کہگلیندر	۱۲۲۶ سال		
۸ سرندر			
۹ گودہر			
۱۰ سورن			
۱۱ جنک			
۱۲ سچی نر			
۱۳ اشوک			
۱۴ جلوک			
۱۵ داموور دوم			
۱۶ ہسک و جسک و کنشکہ			
۱۷ ابھے ستنبو اول			

فتح نہیں ہوسکتا۔ یہاں کے آدمیوں کو سوا عقبٰے کے خوف کے دنیا کا کوئی خطرہ نہیں ہی۔ دریاؤں میں نہانے کے لئے جاڑے کے اندر گرم پانی اور گرمی میں سرد پانی موجود رہتا ہے۔ دریاؤں میں تلاطم نہیں۔ آبی جانوروں کی بلاؤں سے محفوظ۔ اس ملک میں آفتاب ملائمت کے ساتھ چمکتا ہے کشیپ نے اپنی شان وشکوہ دکہلانے کے لئے اوسکو پیدا کیا ہے۔ بڑے بڑے پاٹ شالوں کی عمارات عالیشان۔ زعفران زار۔ برفیں آبستان موجود ہیں۔ انگور یہاں ایسے اکثر جو بہشت میں کمتر ہوتے ہیں۔ تینوں لوک میں کیلاس سب سے زیادہ عمدہ ہے اور کیلاس کا عمدہ حصہ ہمالیہ ہے اور ہمالیہ میں عمدہ مقام کاشمیر ہے۔

یہاں کے پرانے زمانہ کے دیوتا اور مقدس مقامات یہ ہیں۔

(۱) اول شو جو برائیوں کا ناس کرنیوالا ہی اوسکا چوبین بت ہی جسکے چھونے سے مکت ہوتی ہی۔

(۲) ایک پانی کی بیل جو ایک پہاڑ پر شام کو رواں ہوتی ہے نیک آدمیوں کو دکھائی دیتی ہی بد آدمیوں کو نہیں نظر آتی۔

(۳) برہما بشکل آتش زمین سے اُٹھتا ہے اور جنگلوں کو جلاتا ہے۔

(۴) دیبی سرسوتی ایک تال میں ہنس کی شکل کو ہیچہ دیوی ہنگ کی چوٹی پر ہی جہاں سے گنگا نکلتی ہی۔

(۵) تندی چہتر کا مندر۔ وہاں اُس صندل کا نشان اب تک موجود ہیں جسکو دیوتا لگاکر پوجا کرتے تھے۔

(۶) یہاں تندی میں ایک سارد العینی دُرگا ہے جسکے دیکھتے ہی مکت ہوجاتی ہے اور طاقت لسانی اور شیریں بیانی حاصل ہوتی ہے۔

اس ملک میں ان دیوتاؤں کی پرستش ہوتی ہی جیکر ہبرت۔ وجے ایش ادے کیشو۔ ایشان سارا ملک مندروں سے بہرا ہوا ہے۔

کاشمیر کے راجاؤں کی تاریخ دیکھو سنو کیسی شیریں ہے۔

سرش کلپا کے چھ منونتروں میں دنیا میں پانی بہرا ہوا تہا۔ ہمالیہ پہاڑ کی گودی میں پانی بستر لگائے ہوئے تہا۔ حال کے دیوس تا کلپ کے قریب آنے سے کشیپ نے دیوتاؤں کو اوپر سے بلایا اور پانی کے اوپر زمین کو نکال کر کشمیر کو بسایا۔ یہاں ناگوں پر نیل حکومت کرتے تھے

تاریخ کاشمیر

آئین اکبری میں ابوالفضل نے لکھا ہے کہ جب شہنشاہ اکبر کاشمیر میں آیا تو سنسکرت زبان میں ایک کتاب راج ترنگنی نام اوسکے حضور میں پیش ہوئی اُس میں کاشمیر کے مسندنشینوں کا حال چار ہزار سال سے کچھ زیادہ کا لکھا ہوا تھا۔ اس دیار کی یہ رسم تھی کہ ملک کے پاسبان چند قابل آدمیوں کو تاریخ نویسی کے لئے مقرر کیا کرتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں شہنشاہ نے اس کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا۔ انگریزی زبان میں بھی اس کتاب کے ترجمے ولسن صاحب اور بابو جوگیش چندر دت صاحب نے کئے ہیں۔ غالباً بابو صاحب کا ترجمہ فارسی اور ولسن صاحب کے ترجموں سے زیادہ صحیح ہوگا۔

سنسکرت کے عالم ادب میں کتب تاریخیہ کا کال ہے اس میں رواج ترنگنی سو اندھوں میں ایک کانا ہے۔ اس تاریخ کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں چمبک کے بیٹے پنڈت کہلن نے قدیم زمانہ سے ۱۱۴۸ء تک۔ اور دوسرے حصہ میں جون راج نے ۱۴۱۲ء تک۔ اور تیسرے حصہ میں پنڈت سری ور نے ۱۴۷۷ء تک۔ اور چوتھے حصہ میں شہنشاہ اکبر کے عہد تک پرجے بھٹ نے تاریخ کاشمیر تحریر کی ہے حصہ دوم کا نام راجابلی اور تیسرے حصہ کا نام جین راج ترنگنی۔ چہارم حصہ کا نام راجاولی پتیک ہے۔ پرجے بھٹ اکبر کے وقت میں تھا۔ میں ان سب ترجموں سے مضامین انتخاب کرکے لکھتا ہوں۔

کاشمیر کے اول باون راجاؤں کی تاریخ کسی شخص نے پہلے نہیں لکھی۔ یہ راجا کوردوں اور کل جگ کے کونیٹوں کے معاصر تھے۔ اونہوں کی سلطنت زبردست تھی وہ ہاتھیوں پر چڑھتے تھے بڑے صاحب اقبال تھے اونکے گہروں میں دن کو نگاہ سے چھپی ہوئی عورتیں اسطرح رہتی تھیں جیسے چاندنی کھلے دن میں۔ مگر ایسے بے نام ونشان وہ ہوگئے ہیں کہ گویا پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اس کا سبب یہی کہ شاعروں نے اونکے حال پر مہربانی نہیں کی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان راجاؤں کا حال بہ سبب اونکی ستمگاری کے نہیں لکھا گیا۔

کاشمیر میں جابجا پہاڑ کھڑے سوبھا دے رہے ہیں۔ یہ ملک متین ایسا ہے کہ اچھی سپاہ کی قوت سے

شاہان سندھ کے مختلف خاندانونکا شجرہ
اول موروثی شاہان سمہ ۷۴۰ھ/۱۳۳۹ سے ۸۱۲ھ/۱۴۰۹ تک
(۱) جام افراہ
(۲) جام چوپان
(۳) جام مانی
(۴) جام تماجی
(۵) جام صلاح الدین
(۶) جام نظام الدین
(۷) جام علی شیر
(۸) جام کران
دوم شاہان سمہ جو انتخاب سے ہوئے ۸۱۲ھ/۱۴۰۹ سے ۹۲۷ھ/۱۵۲۰
(۹) جام فتح خاں
(۱۰) جام تغلق
(۱۱) جام سکندر
(۱۲) جام سنجر
(۱۳) جام نندا
(۱۴) جام فیروز
خاندان ارغون و ترخاں ۹۶۲ھ/۱۵۷۴ سے ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ تک
(۱۵) شاہ بیگ ارغون
(۱۶) شاہ حسین ارغون
خاندان ترخاں
(۱۷) عیسےٰ ترخاں
خان بابا
(۱۸) محمد باقی ترخاں
جانی بیگ ترخاں
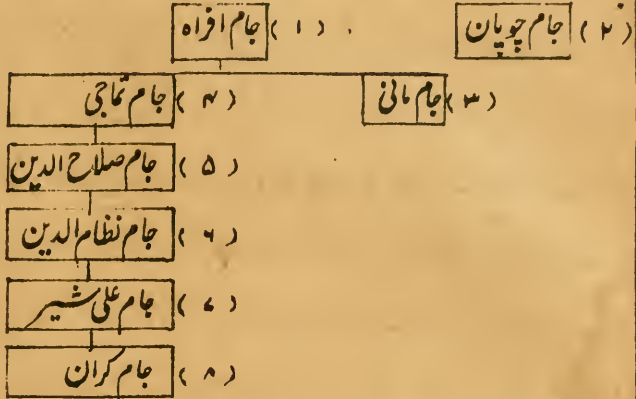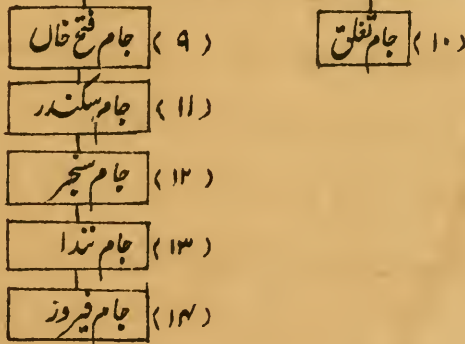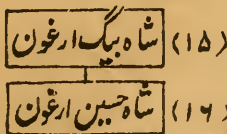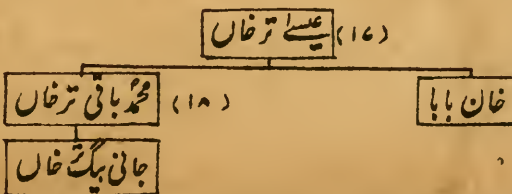
تہوڑے سے آدمی کہ اپنے ناموس کا پاس رکہتے ہیں میدان جنگ میں جان دیدینگے مولانا سعید الدین لاہوری فضلاء وقت میں سے تہا کہتا ہی کہ میں ایام محاصرہ میں ملتان میں تہا جب محاصرہ پر چند ماہ گذر گئے اور مرزا شاہ حسین کی سپاہ نے مداخل و مخارج قلعہ کو ایسا بند کیا کہ کوئی شخص باہر سے اہل قلعہ کی مدد نہیں کرسکتا تہا۔ کوئی متنفس اندر سے باہر نہیں جاسکتا۔ آخر کار رفتہ رفتہ نوبت یہانتک پہنچی اگر کسی وقت کوئی بلی اور کتا ہاتھ لگ جاتا تو اوسکے گوشت کو حلوان اور برہ کی طرح کہاتے اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہی کہ شیخ شجاع الملک نے جاوانام پاجی کو تین ہزار پیادے قصباتی دیکر قلعہ کی حراست سپرد کی تھی۔ اس بدبخت کو جس کے گہر پر غلہ کا گمان ہوتا بے ملاحظہ گہر میں آنکر اس بیچارہ کا گہر لوٹ لیتا۔ اس ناہموار حرکت سے شیخ شجاع الملک کی زوال دولت کی دعا مانگتے تہے۔ باوجودیکہ قلعہ سے جو باہر آتا جان سے مارا جاتا مگر اندر لوگ ایسے عاجز تہے کہ قلعہ کے اوپر سے خندق میں گرتے تہے۔ مرزا شاہ حسین کو جب اونکے اضطراب پر اطلاع ہوئی تو اوسنے اپنے آدمیوں کو منع کردیا کہ اونکو ماریں نہیں۔ ایک سال کئی مہینہ محاصرہ رہا ۹۳۲ھ میں مرزا شاہ حسین کے آدمی قلعہ کے اندر گہس گئے اور قتل و غارت و بیداد شروع کی۔ سات سال سے لیکر ستر برس عمر کے آدمی اسیر ہوئے جسپر زر کا گمان ہوتا اوسکی اہانت طرح طرح کی کیجاتی۔ غرض ملتان مسخر ہوا اور مرزا شاہ حسین نے حسین شاہ لنگاہ کو پکڑکر موکل کو سپرد کیا۔ شیخ شجاع الملک بخاری کی اہانت کیجاتی اور ہر روز اس سے مبلغ لئے جاتے۔ ملتان کی ویرانی اس حد کو پہنچی کہ اوسکی آبادی کا گمان بھی نہیں ہوتا تہا۔ مرزا نے ملتان کے کام کو سہل سمجہکر خواجہ شمس الدین کو اسکی حراست سپرد کی لنگر خاں کو اسکا پیش دست بنایا اور خود ٹھٹہ گیا۔ لنگر خاں نے ملتان کو پہر آباد کیا۔ ہمایوں بادشاہ نے جب پنجاب کامراں کو دیا ہی تو ملتان اس میں داخل تہا۔ مرزا نے لنگر خاں کو بلاکر پہر ملتان اسکو دیا۔ غرض بادشاہان دہلی کے تصرف میں ملتان آگیا۔ جدا ریاست نہ رہی۔

جب یہ دونو مرزا پاس آئے تو مرزا نے انکا احترام و اعزاز کیا۔جب اونہوں نے پیغام کو ادا کیا تو مرزا نے کہا کہ میں یہاں سلطان محمود شاہ لنگاہ کی تربیت اور شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریائے ملتانی کی زیارت کو آیا ہوں۔ بہلول نے کہا کہ شاہ محمود کی تربیت بطور اویس قرنی کے ہو کہ حضرت رسالت پناہی نے روحانیت سے تربیت اُسکی کی تھی اور شیخ بہاء الدین خود خدمت میں موجود ہیں اون کی زیارت کے لئے نص۔یح کی ضرورت کیا ہے غرض یہ بات کچھ بنتی نہیں۔ شیخ بہاء الدین واپس سلطان محمود پاس آئے کہ رات کو اوس کا ناگاہ انتقال ہوا بعض یہ گمان کرتے ہیں کہ لنگر خاں نے کہ اس سلسلہ کا غلام تھا۔آقا کو زہر سے مارڈالا ۹۳۱ھ ۱۵۲۴ء میں اسکا انتقال ہوا ۲۷ برس سلطنت کی۔

سلطنت شاہ حسین ثانی ابن شاہ محمود لنگاہ

جب شاہ محمود لنگاہ مرگیا تو اکثر مردم قوم لنگاہ و لنگر خاں کہ لشکر شاہ کا مقدم تھا علم مخالفت بلند کیا اور مرزا شاہ حسین ارغون سے مل گئے اور تربیت دلخواہ پاکر انہوں نے قصبات ملتان کو مسخر کیا۔اور باقی امراء لنگاہ حیران ہو کر ملتان میں آئے اور اونہوں نے پسر شاہ محمود کو کہ ابھی لڑکا تھا شاہ حسین لنگاہ کا خطاب دیکر خطبہ اوسکے نام کا پڑہوایا۔اگرچہ برائے نام اوسکو بادشاہ بنایا مگر اختیارات سلطنت شیخ شجاع الملک بخاری داماد شاہ محمود کے ہاتھ میں تھے۔اوس نے وزارت اختیار کرکے مہمات ملکی کا اہتمام لیا۔ وہ ایک مرد بے تجربہ تہا۔باوجودیکہ ملتان میں ایک مہینہ کا اذوقہ نہ تھا مگر اوسنے حصارداری کو قرار دیا۔شاہ حسین ارغون نے شاہ محمود کی وفات کو ملتان کی فتح کا واسطہ بنایا۔ اور ذرا فرصت نہ دی اور حصار ملتان کا محاصرہ کرلیا۔کچھ دن گذرے کہ آدمی گرسنگی سے عاجز ہوئے اور مضطربانہ اونہوں نے شیخ شجاع الملک بخاری سے کہا کہ ابھی گھوڑوں میں توانائی ہے اور ہم میں قوت ہے بہتر یہ ہے کہ تقسیم افواج کرکے معرکہ جنگ میں متوجہ ہوں شاید کہ فتح ہم کو ہو۔حصارداری کس مدد اور کمک کی امید پر کی جاتی ہے۔ اوسکی کہیں سے اُمید نہیں۔ شیخ شجاع الملک نے مجلس میں جواب نہ دیا۔مگر خلوت میں معتبر سرداروں کی ایک جماعت کو بلاکر کہا کہ ابھی شاہ حسین لنگاہ کی شاہی کو کچھ قرار نہیں ہے اگر جنگ کے قصد سے شہر سے باہر آئیں ظن غالب یہ ہے کہ اکثر آدمی ہم سے جدا ہو کر شاہ حسین کی نوکری کرلیں گے اور کچھ

جام بایزید اور عالم خاں لڑنے کو باہر آئے اور دولت خاں کو مدد کے لئے بلایا۔ بایزید و محمود شاہ میں لڑائی ہو رہی تھی کہ دولت خاں لودہی پنجاب کا لشکر لے کر کمک کو آن موجود ہوا۔ اوس نے معتبر آدمی بھیج کر صلح ان شرائط پر کرا دی کہ آب راوی دونو کے درمیان حد ہو اور کوئی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ دولت خاں نے شاہ محمود شاہ کو ملتان بھیجدیا۔ بایزید کو شور میں۔ خود لاہور میں چلا آیا۔ مگر اس صلح نے چنداں استقامت نہیں پائی۔ اسی احوال میں میر عماد کردیزی اپنے دو بیٹوں مرزا شہید و میر شہدا کو لے کر سوی سے ملتان میں آیا۔ اول جس شخص نے شیعہ مذہب کو ملتان میں رواج دیا وہ میر شہدا تھا۔ ملک سہراب دودائی سلاطین لنگاہ میں اعتبار رکھتا تھا اس لئے میر عماد کردیزی یہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ اُس نے جام بایزید سے التجا کی۔ ولایت جو اوس کی وجہ خاصہ میں تھی میر عماد کردیزی کو اور اوس کے فرزندوں کو دیدی۔ جام بایزید محسن و کریم الذات تھا۔ علما کے احوال پر مہربانی اور صلحا کے ساتھ رعایت ایسی کرتا تھا کہ ایام مخالفت میں وہ علما و صلحا کے اورادات و وظائف کشتیوں میں ڈال کر شور سے ملتان بھیجا کرتا تھا۔ ملتان کے شریفوں نجیبوں پر ایسے متواتر احسان وہ کرتا تھا کہ اکثر اُن میں سے ملتان چھوڑ کر شور میں آن کر بس گئے تھے۔

سنہ ۹۳۰ / ۱۵۲۴ میں ولایت پنجاب پر بابر متصرف ہوا اور دہلی کا عازم ہوا۔ اُس نے مرزا شاہ حسین ارغون حاکم ٹھٹہ کو فرمان بھیجا کہ ملتان اور اس کی حدود پر متصرف ہو شاہ حسین ارغون نواحی بھکر سے دریا سے عبور کرکے آیا۔ شاہ محمود شاہ لنگاہ اس خبر کو سن کر لڑنے لگا سپاہ جمع کی اور ملتان سے دو منزل پر آیا۔ شیخ بہاء الدین قریشی کو جو سجادہ نشین شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے برسم رسالت مرزا شاہ حسین ارغون پاس بھیجا۔ اور اس کے ساتھ مولانا بہلول کو کیا جو حُسن عبارت و ادائے مقاصد میں وحید روزگار تھا

بعض نے تمرد کیا۔ جام بایزید نے حکم دیا کہ انکا سر منڈوا کے اور گدھے پر اُلٹا بٹھا کے شہر میں تشہیر کی جائے۔ بدگویوں نے سلطان محمود سے کہا کہ جام بایزید نے خاص خدمتگاروں کی سیاست واہانت شروع کی ہی۔ وہ دیوان میں حاضر نہیں ہوتا۔ اپنے بیٹے عالم خاں کو بھیجا ہی صلاح دولت یا ہمیں ہی کہ مجلس میں عالم خاں کی اہانت کیجائے جس سے بایزید کی حالت وشان میں فتور پڑے اور آدمیوں کے نزدیک ذلیل وخوار ہو۔ عالم خاں ایک قابل جوان تھا حسن صورت وسیرت میں اپنے اقران میں ممتاز تھا اتفاقاً ایک دن وہ سلطان محمود کے سلام کو آیا۔ ایک شخص نے اوس سے پوچھا کہ فلاں فلاں مقدم سے کیا تقصیر واقع ہوئی کہ جام بایزید نے اُنکا سر مُنڈوا کر اہانت کی اب انصاف یہ ہی کہ اوسکے عوض میں تیرا سر منڈوایا جائے۔ عالم خاں نے یہ بات سُنکر کہا کہ مردک تجھے ایسی بات بادشاہ کی مجلس میں نہیں کہنی چاہیے۔ یہ بات ابھی پوری نہوئی تھی کہ دس بارہ آدمیوں نے لپٹ کر عالم خاں کے سر پر سے پگڑی اوتار لی اور لات گھونسے مارنے شروع کیے۔ عالم خاں نے خنجر نکالا۔ اتفاق سے بادشاہ کے سر میں اوسکی نوک لگ گئی اور بہت خون گیا۔ لوگوں نے عالم خاں کو چھوڑا اور شاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عالم خاں ننگے سر بھاگا۔ تو دروازہ بند پایا۔ اوسکے قفل کو توڑ کر جام بایزید پاس آیا۔ سارا ماجرا بیان کیا۔ بایزید نے کہا کہ بیٹا تونے ایسی حرکت کی کہ جس سے دونوں جہان کی شرمندگی اوٹھانی پڑیگی۔ حال میں کوئی علاج وتدبیر نہیں ہی سوا اسکے کہ تو جلد شور میں جا اور تمام لشکر کو جلد بھیج کہ شاہ محمود شاہ لشکر جمع نہ کرسکے اور میں تیرے پاس پہنچ جاؤں۔ عالم خاں نے یہی کیا اور بایزید شور کو ڈنکہ بجاتا ہوا روانہ ہوا۔ شاہ محمود نے یہ سُنکر اوسکے تعاقب میں لشکر بھیجا جب طرفین کی فوجیں قریب ہوئیں تو بایزید پھر کر اس لشکر سے لڑا اور اوسکو شکست دیدی اور شور میں پہنچ گیا۔ اور وہاں شاہ سکندر لودی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور اس پاس عریضہ میں کل حال لکھکر بھیجدیا۔ سکندر لودی نے فرمان استمالت وخلعت جام بایزید پاس بھیجا اور دوسرا فرمان دولت خاں لودی حاکم پنجاب پاس روانہ کیا کہ جام بایزید نے ہمارے نام کا خطبہ پڑھوایا اور ہم سے التجا لایا۔ اسلئے جب وہ تم سے کمک طلب کرے تو تم اوسکی اعانت ومدد کرنا۔ تھوڑے دنوں بعد شاہ محمود شاہ لنگاہ سپاہ کو آراستہ کرکے شور پہنچا

ہی اسمیں تھے۔ اوس سے وہ حسد کرتا تھا ایک دفعہ اوسنے اپنے غلاموں میں سے کسی سے کہا کہ اموال بادشاہی میں سے بلال نے تصرف کیا ہی اور فتنہ برپا کرنے کا ارادہ رکھتا ہی کہ آدمیوں کو اپنا یار و مصاحب بنا کے شغل سلطنت کا متصدی ہو۔ مناسب یہ ہی کہ فتنہ سے پہلے مفسدوں کا علاج کیا جائے اس غلام ناعاقبت اندیش نے ایک دن فرصت پاکر بلال کو مار ڈالا۔ تھوڑے دنوں میں عماد الملک نے فیروز شاہ کو زہر دیکر اپنے بیٹے کا انتقام لیا۔ جب شاہ حسین لنگاہ کو بڑھاپے میں یہ مصیبت پیش آئی تو وہ بے صبر ہوکر زار زار رویا۔ حفظ مملکت کے لئے پھر اپنے نام کا خطبہ پڑہوایا۔ اور محمود خاں بن فیروز شاہ کو اپنا ولیعہد کیا اور بدستور سابق عماد الملک کو مہمات ملکی حوالہ کیں اصلا رنجش و کدورت کا اظہار نہیں کیا۔ چند روز بعد جام بایزید کو خلوت میں بلاکر کہا کہ صورت حال تو جانتا ہی اور میرے درد دل سے خبر رکھتا ہی۔ ایسی تدبیر کیوں نہیں کرتا کہ اس نمک حرام سے میں اپنا انتقام لوں۔

جام بایزید نے اس امر کو قبول کیا۔ صبح کو تمام اپنے لشکر کو شاہ کے دروازہ پر بلایا۔ شاہ نے عماد الملک کو بہیجا کہ جام بایزید کا سامان دیکھ لے۔ جب وہ دیکھنے آیا تو اوسکو پکڑکر بیڑیاں ڈال دیں۔ شاہ حسین نے اوسیوقت وزارت جام بایزید کے حوالہ کی اور اپنے پوتے محمود خاں کا اتالیق مقرر کیا۔ شاہ حسین لنگاہ کا ۲۶ صفر ۹۰۸ھ یا ۹۱۰ھ کو انتقال ہوا۔ اُس نے ۳۴ سال یا ۲۲ سال سلطنت کی۔

محمود شاہ لنگاہ

دادا کے مرنے کے بعد محمود شاہ تخت نشین ہوا۔ وہ خردسال تھا۔ ارازل پرست ہوا اوباش واجلاف اوسکے گرد جمع ہوئے۔ وہ ہر وقت تمسخر واستہزا میں مصروف ہوا۔ اسلیئے اکابر واشراف اوسکی صحبت سے جدا ہوئے۔ ان پاجیوں کا ارادہ یہ تھا کہ شاہ محمود شاہ کے مزاج کو جام بایزید سے منحرف کرادیں۔ اس مطلب کے حصول کے واسطے تدبیریں کرتے تھے جام بایزید نے اس بات کو مکرر سُنا۔ آب چناب کے کنارے پر ملتان سے ایک فرسخ پر منازل بنائے تھے اور یہیں مہمات ملکی میں مشغول رہتا اور شہر میں نہیں جاتا۔ ایک دن جام بایزید نے بعض قصبات کے مقدموں کو مال و معاملہ کی تحصیل کے لئے طلب کیا۔ انہیں میں سے

احتیاج ہو تو اوسکی مدد کرنے سے دوسرا معاف نہ ہو۔ اسی مضمون کا عہد نامہ لکھا گیا۔ اور امرار
اور اعیان کی شہادت سے مزین ہوا۔ سلطان سکندر نے ایلچیوں کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ کہتے
ہیں کہ سلطان حسین نے شاہ مظفر گجراتی سے طریقہ مراسلت جاری کیا اور اوسنے قاضی محمدؐ کو
اسلئے بہیجا کہ گجرات کی منازل سلطانی کی خوب دیکھہ بھال کرانکا حال عرض کرے کہ ملتان میں
ایسی عمارت بنائی جائے۔ جب گجرات سے ملتان میں قاضی آیا تو اوسنے عرض کیا کہ احمد آباد
کی عمارات کی تعریف میں زبان گونگی ہی۔ اگر تمام مملکت ملتان کا محصول یک سالہ صرف ہو تو بہی
معلوم نہیں ایک قصر مثل اوسکے قصروں کے بن سکے اس بات کے سننے سے سلطان حسین
مغموم ہوا عماد الملک وزیر نے جب اوسکے مغموم ہونے کا سبب پوچھا تو اوسنے کہا کہ مجھ پر لفظ
شاہی کا اطلاق ہوتا ہی۔ اور اوسکے معنی سے میں محروم ہوں اور قیامت کے دن بادشاہوں
کے ساتھ میرا حشر ہوگا۔ عماد الملک تولک نے کہا کہ بادشاہ اس سبب سے ملول و مکدر نہ ہوں کہ
حق سبحانہ تعالی نے ہر مملکت کو ایک حقیقت کے ساتھ مخصوص کیا ہی جسکے سبب سے وہ اور
ملکوں میں عزیز و محترم ہوتا ہی۔ اگرچہ مملکت گجرات و دکن و مالوہ و بنگالہ زرخیز ہیں اور اسباب تنعم بوجہ
احسن اونمیں میسر ہوتے ہیں مگر مملکت ملتان مردم خیز ہی۔ ملتان کے بزرگ جہاں جاتے ہیں وہاں معزز و محترم ہوتے ہیں
طبقہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا سے کئی آدمی ملتان میں باقی ہیں۔ شیخ یوسف قریشی کے
بیٹے سے شاہ بہلول نے اپنی بیٹی کو بیاہا جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ کسقدر اوسکی عزت کی! اور طبقہ تجاریہ
کے آدمی نواح ملتان میں موجود ہیں کہ کمالات ظاہری و باطنی میں حاجی عبد الوہاب پر شرف رکھتے
ہیں غرض اس طرح کی باتیں عماد الملک نے بناکر اُسے خوش کردیا۔ وہ بوڑھا بہت ہوگیا تھا۔
اسلئے اوسنے اپنے بڑے بیٹے کو جسکا نام فیروز خاں تھا فیروز شاہ نام رکھہ کر خطبہ اوسکے نام کا پڑہوایا
خود طاعت و عبادت میں مشغول ہوا شغل وزارت بدستور قدیم اعتماد الملک تولک کے
سُپرد کیا۔

حکومت فیروز شاہ بن حسین شاہ لنگاہ

فیروز شاہ لنگاہ بے تجربہ تھا۔ اوسکے سارے قویٰ پر قوت غضبی حاکم و مسلط تھی۔
سخاوت و جود کو جانتا نہ تھا کہ کیا ہوتے ہیں۔ عماد الملک وزیر کا بیٹا بلال فاضل تھا اور اور کمالات

شاہ حسین لنگاہ بن قطب الدین لنگاہ کی بادشاہی

بیعت کی اور شیخ کو دہلی بھیجدیا۔ شیخ یوسف دہلی میں آیا تو بادشاہ بہلول نے اوسکی بڑی خاطرداری کی اور اوسکے بیٹے شیخ عبداللہ سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ شیخ کو وعدوں سے وہ ہمیشہ مستظہر و مسرور رکہتا۔ قطب الدین لنگاہ بلاد ملتان میں مطلق العنان حکومت کرنے لگا ایک مدت کے بعد ۸۷۴ھ ۱۴۶۹ء میں سولہ برس سلطنت کرکے مرگیا۔

جب قطب الدین لنگاہ نے وفات پائی تو اوسکے بڑے بیٹے کو شاہ حسین لنگاہ خطاب دیکر بادشاہ بنایا۔ اور ملتان اور یہاں کی نواح میں خطبہ اوسکے نام کا پڑھا گیا۔ وہ بڑا قابل و مستعد تھا اور لطائف خداوندی کا سزاوار۔ اوسکے ایام دولت میں علم و فضل کا پایہ بلند ہوا۔ علما و فضلانے تربیت پائی۔ ابتدار دولت میں قلعہ شور کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قلعہ غازی خاں کے پاس تھا۔ جب اسنے سُنا کہ شاہ حسین لنگاہ اسکی تسخیر کے لئے آتا ہی تو وہ سامان سپاہ درست کرکے قلعہ سے دس کروہ پر آیا۔ شاہ حسین لنگاہ سے جنگ کی۔ مردی و مردانگی دکھا کر میدان جنگ سے شور تک نہیں پہونچ سکا بہرہ میں چلا گیا۔ قلعہ شور میں غازی خاں کے زن و فرزند تھے۔ وہ اسباب حصارداری میں مشغول ہوئے۔ قلعہ کو مضبوط کیا اور اوسکے منتظر تھے کہ بہیرہ و چنیوٹ و خوشاب سے کمک آئیگی۔ یہ سب مقامات غازی خاں کے امرا پاس تھے۔ جب محاصرہ میں رہنے سے کچھ دنوں تکلیف اوٹھائی اور کمک کے پہنچنے سے مایوس ہوئے تو اماں مانگ کر قلعہ اونکے حوالہ کیا اور بہیرہ روانہ ہوئے۔ شاہ حسین نے سرحد کا سامان درست کرکے ملتان کو مراجعت کی اور چند روز آرام لیکر کونکر کی طرف روانہ ہوا اور ان حدود کو قلعہ دہنکوٹ تک اپنے تصرف میں لایا۔ شیخ یوسف اکثر اوقات شاہ بہلول لودی سے تظلم کا اظہار کرکے دادخواہی چاہتا تھا جب شاہ حسین قلعہ دہنکوٹ میں گیا تو بہلول شاہ لودی نے فرصت کو غنیمت گن کر اپنے بیٹے باربک شاہ کو جسکا احوال بادشاہان دہلی اور جونپور کے طبقے میں ذکر ہوا ہی ولایت ملتان کی تسخیر کے لئے رخصت کیا۔ تاتار خاں لودی کو پنجاب کے لشکر کے ساتھ باربک شاہ کے ہمراہ کیا۔ یہ دونوں متواتر کوچ کرکے ملتان کو روانہ ہوئے۔ اتفاقاً انہیں ایام میں سلطان حسین کا برادر حقیقی قلعہ کوٹ کرور کا حاکم تھا۔ بھائی سے پھر گیا۔ اور اپنا نام شاہ شہاب الدین لنگاہ رکھا۔ شاہ حسین نے اس فتنہ کے مٹانے کو سب کاموں پر

مناسب یہ ہی کہ قوم لنگاہ کی خاطر کریں اور اوسکو اپنا لشکر بنائیں تاکہ کار کے وقت وہ جان سپاری
کریں بالفعل اپنے عقیدہ کے استحکام کے لئے آپ کو دامادی میں قبول کرتا ہوں۔ شیخ عماد
نے اوسکو خوشی خوشی قبول کرلیا۔ اور دختر رائے سہرہ سے برسم سلاطین نکاح کیا۔ رائے کبھی
کبھی اپنی بیٹی سے ملنے خفیہ سوئی سے ملتان میں آتا تھا۔ اور شیخ کی خدمت میں لایق تحفے پیش
کرتا تھا۔ شیخ احتیاطاً یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ رائے شہر ملتان میں سکونت اختیار کرے وہ جب
آتا شہر سے باہر اُترتا۔ اور بیٹی کو تنہا دیکھنے آتا۔ ایک دفعہ اوسنے اپنے سب آدمیوں کو جمع
کیا۔ اور اُنکو ساتھ لیکر ملتان میں آیا اور یہ نیت کی کہ کسی طرح مکر و حیلہ سے شیخ کو پکڑ کے خود
حاکم ملتان ہو جائے۔ جب وہ نواح ملتان میں آیا تو اوسنے شیخ قریشی کو کہلا بھیجا کہ اس مرتبہ
کل قوم لنگاہ کو اپنے ہمراہ لایا ہوں تاکہ اوسکی جمعیت کا آپ ملاحظہ کر کے اوسکے لایق خدمات
تجویز کردیں شیخ حیلہ دہر افسوں زمانہ سے غافل تھا اوسنے رائے کی بات کو مان لیا۔
رائے نماز پڑھ کر ایک خدمتگار کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملنے آیا خدمتگار کو یہ سکھا دیا کہ مکان
کے کسی کونہ میں ایک بزغالہ کو کاردلگا کے اسکا خون کہ کے گرم پیالہ میں ڈال کر میرے پاس
لے آنا۔ جب خدمتگار نے یہ کام کیا تو اوسنے خون کا پیالہ پی لیا۔ کچھ دیر کے بعد مکریہ
پھیلایا کہ ہائے ہائے کر کے کہنے لگا کہ میرے پیٹ میں درد ہے وکلائے شیخ یوسف کو
وصیت کے قصد سے بلایا اور اونکے سامنے استفراغ دموی کیا۔ اسی اثنار وصیت کے موافق
اوسنے اپنے خویشوں اور قرابتیوں کو آخری وقت میں ملنے کے لئے بلایا۔ وکلائے شیخ یوسف
نے رائے کا حال دیکھا کہ غیر ہی تو اوسکے خویشوں اور قرابتیوں کے آنے کے مانع نہ ہوئے
غرض جب اکثر آدمی قلعے میں آگئے تو اوسنے سلطنت کے ارادہ سے بستر بیماری سے سر
اوٹھایا اور اپنے معتمد نوکروں کو سب دروازوں کی حراست کیلئے مقرر کیا کہ شیخ یوسف کے کسی ملازم کو
ارک کے اندر نہ آنے دیں پھر وہ شیخ کی خلوت سرے میں گیا اور اُسکو دستگیر کرلیا۔ شیخ نے صرف دو سال سلطنت کی
جب رائے سہرہ نے شیخ کو پکڑ لیا تو خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا اور اپنے تئیں سلطان
قطب الدین لنگاہ سے ملقب کیا۔ ملتان کے آدمی اوسکی حکومت سے راضی تھے انھوں نے اُس سے

قطب الدین لنگاہ کی سلطنت

عمر میں رحلت کی "در بہشت آسود" اوسکی تاریخ وفات ہی۔

تاریخ ملتان

ملتان ہندوستان کے پرانے شہروں میں سے ہی وہاں اسلام کا ظہور محمدؐ قاسم کے زمانہ سے اول صدی کے آخر میں ہوا اور بعد ازاں سلطان محمود غزنوی کے زمانہ تک اسکا حال کسی تاریخ میں درج نہیں تاریخ یمینی میں لکہا ہی کہ سلطان محمدؐ غزنوی نے ملتان کو ملاحدہ کے ہاتھ سے نکالا اور مدتوں اوسکی اولاد کے تصرف میں رہا اور دولت غزنویہ کا تنزل ہوا تو پھر قرامطہ کے ہاتھ میں ملتان آگیا۔ پھر ان قرامطہ سے سلطان معز الدین محمدؐ سام کے ہاتھ میں آیا۔ ۸۴۷ھ (۱۴۴۳) تک سلاطین دہلی کے ہاتھ میں رہا۔ اس سنہ میں ہندوستان میں ملوک طوائف شروع ہوا تو ملتان میں بھی جدا حاکم ہوا اور دہلی کے بادشاہوں کے ہاتھ سے اوسکی حکومت نکل گئی۔ اور کئی شخصوں نے متواتر ملتان میں فرمانروائی کی۔

جب ۸۴۷ھ میں دار الملک دہلی کی فرماندہی کی نوبت سلطان علاء الدین محمد شاہ بن فیروز شاہ ابن مبارک شاہ بن خضر خاں پر پہنچی سپاہ مغل نے جو کابل غزنین قندھار میں رہتی تھی ملتان کو تاخت وتاراج کرکے زیروزبر کیا اور حاکم کے وجود سے وہ خالی ہوا۔ ملتان کے آدمیوں نے متفق ہو کر حاکم کی تجویز کا ارادہ کیا۔ شیخ یوسف قریشی کو ۸۴۷ھ (۱۴۴۳) میں بادشاہ بنایا۔ اوسکو خانقاہ کی تولیت اور روضہ شیخ بہاؤ الدین زکریا کی مجاورت حوالہ تھی اور شیخ بہاء الدین کی بزرگی سب کے نزدیک مسلم تھی۔ ملتان اوچہ اور اوسکے حوالی وحواشی کے ممبروں پر شیخ یوسف کا خطبہ پڑھا گیا۔ اوس نے اس عدود کے کل متوطنوں وزمینداروں پر لطف واحسان کرکے دلوں کو رام کیا۔ افغان لنگاہ کی جماعت کا رائے سہرہ سردار تھا اور اس نواح میں قصبہ سومی اسکے تعلق میں تھا اوسنے شیخ یوسف سے پیغام دیا کہ ہم باپ دادا کے وقت سے آپکے سلسلہ سے اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں عرض کرتا ہوں کہ دہلی کی سلطنت فتنہ وخلل سے پُر ہی اور اس اثنا میں سلطان بہلول افغان نے دہلی میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ہی

پل باندہ کر سارا لشکر گذر گیا۔ ابتدا رجب ۹۸۰ھ سے رمضان ۹۸۲ھ تک سلطان محمود خاں
مرض استسقا میں مبتلا تھا۔ دوا و علاج کچھ اثر نہ کرتا تھا۔ ناچار اوسنے شہنشاہ اکبر سے استدعا
کی کہ کوئی گماشتہ یہاں بھیجدیں کہ قلعہ میں اوسکو سپرد کردوں جب صاحب قلعہ و اہل قلعہ کا
کام صعب ہوا۔ ان ایام میں میرابوالخیر جسکی ہمشیر سلطان محمود خاں کی زوجہ تھی مع سواروں کے
کنجابہ میں آگیا۔ مجاہد خاں اوسکے آنے سے ایسا متردد ہوا کہ اوسکے دفع کرنے کو قلعہ بکر کی
مہم پر اہم جانا۔ اور اس طرف متوجہ ہوا اور محب علی خاں کو قلعہ بکر کے گرد چھوڑ گیا۔ اس اثنا
میں سلطان محمود کا مرض روز بروز بڑہتا گیا۔ اطبا نے اُس سے کہا کہ شراب آپ کو فائدہ مند
ہوگی مگر اوسنے کہا کہ شراب سے توبہ کئے ہوئے چالیس برس ہوئے اس حال میں کیا اوسکو
پیونگا۔ غرض روز دوشنبہ ۸ صفر ۹۸۲ھ میں دنیا سے رحلت کی۔ جب محب علی خاں کو اسکی
خبر ہوئی تو اوسنے کشتیوں میں سوار ہو کر قلعہ پر حملہ کیا۔ مگر اہل قلعہ نے اوسکو ہٹا دیا امرا و سادات
و علما و مشایخ و اکابر نے قسم کہائی تھی کہ قلعہ محب علی خاں و مجاہد خاں کو نہیں دینگے۔ شہنشاہ
اکبر پاس سے جو گماشتہ آئیگا اوسے حوالہ کرینگے۔ خزانہ سے سپاہیوں کو تنخواہ دیگی۔
اور قلعہ داری میں کمال جان سپاری کی یہانتک کہ ۱۲ جمادی الاول ۹۸۲ھ کو گماشتہ شاہی
گیسو خاں بکر میں قلعہ سے دس کوس پر آیا۔ محب علی خاں نے غراب و کشتی بہیجی کہ اوسکے
اندر آنے کے مانع ہوں اور اوسکو لہری میں لائیں ملاقات کے بعد جو کچھ ہونا ہو وہ ہو۔
گیسو خاں قلعہ میں آگیا روز بروز کی مردگی میں تازہ جان پڑتی گئی۔

سلطان محمود صفات متضاد کا جامع تھا۔ شجاعت و سخاوت دونوں رکہتا تھا۔ ساری
زندگی دولت و فراغت میں گذری۔ مردانگی و سخاوت کی داد دی۔ مشہور ہے کہ اوسکا مزاج
ایسا تیز تھا کہ جب غصہ میں آتا تو کسی طرح سے اوسکو وہ ضبط نہیں کرسکتا تھا خونریزی میں کچھ
لحاظ نہیں کرتا تھا تھوڑے توہم و بدگمانی میں جان و مال مردم کو تلف کر دیتا۔ اگرچہ خود ظلم
کرتا تھا۔ مگر اوروں کو ظلم نہیں کرنے دیتا تھا سپاہ و رعایا ائمہ اوسکے عہد میں آسودہ حال
تھے ایک ہزار ایک قرآن کے ختم اوسنے پڑھے تھے شادیاں خوب کیں۔ ۸۶۹ھ میں پیدا ہوا۔ ۴۰ سال کی

بڈھا ہوس ہوگیا ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو پھر آپ ہی صاحب ملک و مال ہوں۔ یہ نمک حرام اُنکے کہنے میں آگیا۔ اور اپنے آقا کے قتل کے درپے ہوا۔ اور اوسکے ملازموں کو اپنے ساتھ متفق کرنے لگا تھوڑے دنوں میں بھانڈا پھوٹ گیا اور سب جگہ اوسکی خبر ہوگئی تو بیگ اوغلی بھاگ کر الور میں مبارک خاں پاس چلا گیا اور اس سے جاکر کہا کہ سلطان محمود کا ارادہ میرے اور تیرے مارنے کا ہے۔ ہمکو اپنی خلاصی کی فکر کرنی چاہیے۔ مبارک خاں کا ارادہ ہوا کہ بادشاہ ہند پاس ناگور میں جاؤں مگر یار لوگوں نے سمجھایا کہ آپ سوار ہوکر بکر میں چلئے۔ وہاں سب آدمی آپ کے ساتھ متفق ہونے کو موجود ہیں سلطان محمود خاں کو گھر میں بٹھانا اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینا۔ مبارک خاں دمامہ کی دہوں دہوں کرتا ہوا لہری میں آیا۔ سپاہ کی صفیں جمائیں اور قلعہ بلہ میں براجا۔ سلطان محمود خاں نے مبارک خاں کو پروانہ لکھا کہ میں نے تجھے دو سولاری کو مول لیکر اس اعلیٰ درجہ پر پہنچایا۔ اب تو نمک حرام ہوگیا بہتر ہے کہ اپنی تقصیرات کا عذر کر۔ بیگ اوغلی نے اسکا جواب نا ملائم لکھا۔

۲۴۔ رجب سنہ ۹۸۰ کو محب علی خاں و مجاہد خاں کے پاس بیگ اوغلی گیا اور اونسے اپنی موافقت اور سلطان سے مخالفت کا اظہار کیا۔ لشکر کے تمام آدمیوں کو بھر لیا۔ اس زمانہ میں نواب سعید خاں قصبہ لہری سے ایک توپ انداز کے فاصلہ پر آیا۔ مردم ارغون مبارک خاں و بیگ اوغلی کے خون کے پیاسے تھے اُنہوں نے محب علی و مجاہد خاں پر ظاہر کیا کہ مبارک خاں کو بلانے کیلیے سعید خاں آیا ہے۔ اور آجکی رات کو وہ اس پاس بھاگ جائیگا۔ پھر تمہارے معاملہ کی صورت کچھ اور ہو جائیگی۔ اونہوں نے یہ سُنکر مبارک خاں اور بیگ اوغلی کو پکڑ لیا۔ اور سارا مال اسباب اونکا چھین لیا۔ بعد چند روز سعید خاں نے موضع کندران کو ویران کیا تو سلطان محمود خاں نے اُس کے آنے کا سبب پُوچھا۔ اوسنے معذرت کی اور ملتان کو چلا گیا۔ اب مجاہد خاں کی شان و شوکت بڑہی اور استعداد محاربہ حاصل ہوئی۔ سلطان محمود خاں نے اپنے بھتیجے محمد قلی بیگ کو ایک جماعت کے ساتھ غراب میں سوار کرا کے جنگ کے لئے بھیجا۔ اتفاقاً اثناء جنگ میں باروخانہ میں ایک شرارہ جا لگا جس سے بڑی آگ لگی۔ محمد قلی اور اور آدمی حریق و غریق ہوکر ہلاک ہوئے پھر مجاہد خاں سکھر کی طرف گیا۔ بکر کے آدمی جہاں اُس سے لڑے شکست پائی۔ پھر دریائے سکر کا

میں سپاہی ہوں۔ ایک جماعت کو میرے ہمراہ کردیں آگے چلکر سلطان محمود کے لشکر سے لڑتاہوں اگر میں مارا جاؤں تو تم اُلٹے چلے جانا اور اگر فتح ہو تو مدعا حاصل ہی مجاہد خاں مرد مردانہ تھا۔ اوسنے کہا کہ یہ بات خوب سپاہیانہ کہی ہیں آگے ہوتا ہوں اسی طرح اور پچیس ارغونیوں نے پیشقدمی کے لئے کہا تین آدمی ہراول ہیں اور دوسو آدمی قول ہیں جمع ہوئے اور وادبارہ سے کوچ کرکے ماتیلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ سلطان محمود خاں کا لشکر قریب دو ہزار سوار کے قلعہ ماتیلہ ہیں تھا اور سلطان محمود کا غلام مبارک خاں اسکا سردار تھا۔ وہ قلعہ سے باہر آکر تیس آدمیوں کے ہراول سے لڑا اور شکست پاکر قلعہ ماتیلہ ہیں گھسا اور سلطان محمود کو احوال کی عرضداشت بھیجی۔ سلطان محمود خاں نے زین العابدین سلطان کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ ماتیلہ کے آدمیونکی کمک کے لئے روانہ کیا جب بکر سے سلطان زین العابدین ۱۰ کوس پر پہنچا اسی اثنار ہیں ابوالخیر کوکہ کہ سلطان محمود خاں کا خویش تہا اور جوانمرد تہا وہ ملتان سے آنکر مجاہد خاں سے مل گیا اور اوسنے اپنے سوار زین العابدین سے لڑنے کو بھیجے۔ لڑائیاں ہوئیں جنمیں سب طرح سے مجاہد خاں کو فتح ہوئی اور ماتیلہ کے آدمیوں کا دل ایسا شکستہ ہوا کہ مبارک خاں نے امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا۔ صفر ۹۸۰ھ کو ماتیلہ پر مجاہد خاں قابض ہوا۔

۲۔ ماہ مذکور کو بکر میں مسند عالی اعتماد خاں سلطان محمود خاں کی بیٹی کو جسکی نسبت شہنشاہ اکبر سے ہوئی تھی لینے آیا۔ طرفین سے اس شادی کا سامان بڑی دہوم دہام سے ہوا۔ ۵ ار رجب کو لڑکی روانہ ہوئی۔ بادشاہ ناگور میں شکار کہیل رہا تھا۔ میر محمد خاں کو سرد ہی فتح کرنے کے لئے بہیجا تہا کہ وہ مارا گیا۔ اوسکی کمک کے لئے۔ سلطان محمود خاں نے پندرہ سو سوار مبارک خاں کی سرکردگی میں بہیجے آجکل سلطان کے کاموں کا سارا اختیار اسی کو تھا یہی لشکر مخالفوں سے مل گیا اور سلطان محمود کی تباہی کا سبب ہوا جب سلطان زین العابدین اور نوروز خاں کہ عمائد ملک تھے سلطان محمود کی بیٹی کے ساتھ شہنشاہ اکبر کے پاس روانہ ہوئے تو حکومت کے امور کا مدار مبارک خاں اور اوسکے بیٹے بیگ اوغلی کے اقتدار میں تھا۔ مبارک خاں کی زوجہ عاقلہ تھی وہ بھی سلطان کی بیٹی کے ساتھ گئی تھی۔ بیگ اوغلی ہمیشہ شراب پیتا تھا اوسکے گرد اوباش جمع رہتے تھے۔ اونہوں نے اوسکو سمجھا کہ سلطان محمود

سلطان محمود کا زوال اقبال

سنہ مذکور میں جب اوسنے سُنا کہ بیرام خان خانان مکہ کا عازم ہی- اور اسی راہ سے جائیگا تو
اوسنے چارباغ بہرموکہ کو جو ہمایوں کو نہایت پسند آیا تھا اس خیال سے غارت کیا کہ کہیں
بیرام خاں کو وہ خوش نہ آئے ۔ وہ یہاں رہ پڑے بیرام خاں کو بہ سبب رشتہ مندی کے اِس
طرف سے جانے کا خیال ہوا تھا ۔ مگر جب اوسنے سُنا کہ باغ کو سلطان محمود نے غارت کیا
تو وہ گجرات سے گیا ۔ سنہ ۹۶۸ میں شاہ طہماسپ نے خلعت فاخرہ بھیجا اوسنے بھی ایک سال بعد
پیشکش بھیجی تو سلطان نے اوسکو خطاب خاں لارخانی کا عنایت کیا ۔ سنہ ۹۷۰ میں جب محمد صالح
مارا گیا ۔ تو جو واقعات پیش آئے وہ اوپر بیان ہوئے ۔ اوپر یہ بھی بیان ہوا ہی کہ ناہید بیگم کی
بیٹی رابعہ بیگم اوسکی زوجہ قتل ہوئی تھی ۔ سلطان محمود خاں نے ناہید بیگم سے کہا کہ اگر تم فرمان
شاہی میرے نام لاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہو کر محمدؐ باقی سے تمہارا انتقام بغیر کسی کمک کے
لے لونگا بیگم نے سلطان محمود خاں کے قول پر اعتماد کرکے بادشاہ سے درخواست کی اوسنے
محب علی خاں و مجاہد خاں کو مضافات ملتان میں فتح پور و کدورہ کا جاگیردار مقرر کرکے رخصت
کیا ۔ ایک ارغونیوں کی جماعت محمدؐ باقی کے ہاتھ سے تنگ ہو کر سلطان محمود خاں پاس آئی
تھی ۔ وہ اونسے متوہم ہوا ۔ اوسنے اوسکو پاپیادہ کرکے بکر سے نکال کر ہندوستان روانہ کیا ۔
اثناء راہ میں یہ جماعت محب علی خاں و مجاہد خاں و ناہید بیگم سے ملی ۔ اونہوں نے اوسکو دلاسا
دیکر ہمراہ لے لیا ۔ یہ خبر سلطان محمود خاں کو پہنچی تو وہ درہم برہم ہوا کہ جس جماعت کو میں نے
نکال دیا تھا ۔ اوسکو اونہوں نے ہمراہ لیا ۔ اس زمانہ میں محب علی خاں و مجاہد خاں و ناہید بیگم
کے مکاتیب سلطان محمود خاں پاس آئے کہ ہم آپ کے وعدہ کے بھروسہ پر بکر سے چالیس
کوس پر آ گئے ہیں ۔ سلطان محمود نے غصہ میں آن کر ان خطوں کا جواب سخت لکھا ۔ تو انہوں نے
ارغونیہ جماعت کو بلا کر مصلحت پوچھی کہ اب کیا کرنا چاہیئے ۔ انکی رائے یہ ہوئی کہ اُلٹا جانا چاہیئے
اور بادشاہ پاس عرضداشت بھیجکر کمک مانگنی چاہیئے ۔ انہیں دنوں میں قلیچ خاں اوزبک ولایت
سے آتا تھا اس سے بھی مشورہ لیا تو اوسنے کہا کہ میں مسافر ہوں جو کچھہ تمہاری صلاح ہو میں
اوسکا تابع ہوں ۔ جب اوس سے پوچھنے میں مکرر مبالغہ کیا تو اوسنے کہا کہ مجھسے کیا پوچھتے ہو ۔

اوسنے اپنی آنکھوں پر دونوں ہاتھہ رکہے کہ وہ بچ کر باہر نکل گیا۔ رستہ میں نفیرچی ملاتو اوسکو نفیر بجانے کا حکم دیا۔ حسن علی پورانی نے اوسکو گھوڑا دیا تو وہ پھر جنگ پر مستعد ہوا۔ اور جو مخالف اسپنے قیدی اور مال لے گئے تھے پھر اونکو لے لیا۔ گجرات و کنگار کی مہمات میں بڑے کام کئے۔ جب ہمایوں بادشاہ سند میں تشریف لایا تو قلعہ داری بڑی ہوشیاری سے کی۔ کوٹ گڈہی میں لشکر شاہی سے صف آرا ہوا۔ شیخ علی بیگ جلائرا وسکے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ۹۵۰ھ میں مرزا شاہ حسین نے اوسکو ولایت سیوی کی حکومت تفویض کی۔ ان حدود میں بلوچوں کے بہت سے قلعے فتح کئے اور کوہستان میں سرکشوں کی گوشمالی کی۔ جب مرزا شاہ حسین فالج میں گرفتار ہوا اور رفتار سے معذور تو اوسنے مرزا عیسٰی ترخان سے مصالحت کی جسکا اوپر ذکر ہوا۔ ولایت بکر میں اوسنے بلوچوں کی سرزنش کرکے تھوڑے دنوں میں اوسکو آباد کیا۔ بہادر خاں و قیا خاں و یاقوت بیگ و شاہ بردی بیگ و مظفر خاں و ترسون محمد خاں قندہار سے بکر میں آئے تو اُنکی خوب ضیافت کی اور اونکا اسباب مہیا کرکے ہندوستان روانہ کیا۔ شاہ ابو المعانی کو مقید کرکے بکر میں لایا۔ اور سات مہینے قید رکہا اور شہنشاہ اکبر کے حکم سے اوسکو ملتان کی راہ سے بہیجدیا۔

۹۶۴ھ میں مرزا عیسٰی خاں سے جو اس سے معاملات و مقدمات ہوئے وہ اوپر بیان ہوئے ۹۶۵ھ میں گوہر تاج خانم بنت شاہ بردی بیگ قرابت دار خان خانان بیرم خاں سے بڑی دہوم دہام سے بیاہ کیا۔ اسی سال میں شاہ طہماسپ نے علم و نقارہ و توغ و جامہ داغوسے اوسکو ممتاز و سرفراز کیا۔ ۹۶۵ھ میں ملامحب کو اوسنے شہنشاہ اکبر پاس ایلچی بنا کے بہیجا۔ اور بہت سے پرگنہ بلوچوں کے بادشاہ نے اوسکو جاگیر میں دیئے۔ ۹۶۶ھ میں سلطان محمود خاں ناہر کی تنبیہ کے لئے سیتپور میں گیا یہاں کے قلعہ کا دو مہینے محاصرہ رکہا۔ اہل قلعہ جب تنگ ہوئے تو خواجہ کلاں و مولانا عبد اللہ مفتی و میر یار محمد صدر کی وساطت سے ناہر گلے میں تلوار ڈالے ہوئے فصیل قلعہ پر آیا۔ عجز و انکسار کیا غرض چار لاکھ لاری پر صلح ہوگئی۔ اسی سنہ میں اپنے بھائی امیر سلطان کو جس سے متوہم رہتا تھا۔ ہندوستان رخصت کیا

اس فرصت میں فقیر محمد ترخاں داماد مرزا عیسیٰ و سلطان محمد ترخاں مقتول ہوئے۔ جب سلطان محمود خاں موضع پرآر میں آیا تو اوسکو یہ خبر لگی کہ رسول محمد خاں کے بھائیوں نے قلعۂ ادچہ کا محاصرہ کر کے قبضہ کر لیا ہی تو اوسنے اپنا یہاں رہنا مصلحت نہ جانا۔ بکر کی طرف مراجعت کی پھر مرزا محمد باقی نے چند سال بہ استقلال حکومت کی ۹۸۷ھ میں اپنی لڑکی کو دوبارہ مع جہیز و پیش کش کے شیخ عبدالغفور بن شیخ عبدالوہاب و ملا یزدی کے ہمراہ شہنشاہ اکبر کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر غرقبول نہ حاصل ہوئی تو پھر وہ ٹھٹہ میں واپس آئی۔

مرزا محمد باقی نے اپنی زندگی کے آخر سالوں میں مردار غونیہ کو تربیت کیا اور اونکو جو ولایت و بلاد میں متفرق و منتشر ہوگئے تھے جمع کیا۔ بقدر حال سب پر عنایت کی علوفہ و جاگیریں مقرر کیں۔ ۹۹۳ھ میں مرزا محمد باقی کو جنون ہوا اور خودکشی کا قصد کیا خنجر و شمشیر سے اپنے تئیں زخمی کیا اور خدا کو جان سونپی۔ اوسکے مرنے سے ٹھٹہ میں امن و آرام کی صورت پیدا ہوئی۔ مرزا جانی بیگ اوسکا جانشین ہوا جسکا حال اقبال نامہ میں لکھا گیا۔ اسی کے عہد میں سلطنت جو ایک جداگانہ سلطنت تھی وہ اب سلطنت اکبری میں داخل ہوگئی۔

سلطان محمود خاں کے باپ دادا ملک اصفہان کے امراء میں سے تھے اور ماں اوسکی مستنگ کی پٹھانی تھی اوسکی چودہ برس کی عمر تھی کہ شاہ بیگ کا وہ منظور نظر ہوا اور جسوقت کہ شاہ بیگ نے تسخیر سند کا عزم کیا تو اوسنے لڑائیوں میں بڑے بڑے کام کئے جنکا اوپر بیان ہوا۔ جب شاہ بیگ قندہار کو چلا گیا تو اوسنے قلعہ بکر کو باوجود صغر سنی کے نہایت مردانگی و فرزانگی سے شاہ بیگ کی مراجعت تک اپنے قبضہ میں رکھا۔ شاہ بیگ کی وفات کے بعد شاہ حسین کے عہد میں بڑے بڑے کام کئے۔ ساتلمیر کی تاخت و تاراج میں بہت آدمی اوسنے قید کئے تھے۔ اثناء راہ میں مخالفوں نے شب خون مارا اور اپنے آدمیوں کو خلاص کر لیا۔ اور وہ لڑنے لگے سلطان محمود خواب سے اوٹھا اور چادر سے نکلا اوسکی دستار کھل گئی۔ اوسکا ایک سرا تو سلطان محمود کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا سرا جنگل مخالف کے ہاتھ میں تھا۔ یہ سر پر دستار کے پیچ لگاتا ہوا جنگ مالی کے قریب جا پہنچا تو کوئی حربہ پاس نہ تھا مٹی اوٹھا کر اوسکی آنکھوں پر ماری

مرزا محمد باقی کا مرنا

سلطان محمود خاں کا حال

جُدا ہوگیا۔ سلطان خاں کے آدمیوں کو طغیانی آب کی تاب نہ ہوئی مراجعت کی۔

مرزا محمدؐ باقی نے ناہید بیگم سے خصوصیت پیدا کی اور اوسکی لڑکی رایحہ بیگم سے نکاح کیا میاں بیوی میں بڑا سلوک ہوا۔ اس لڑکی کا نکاح پہلے نجات خاں سے ہوا تھا مگر انہیں بہت دنوں سے تفریق ہوگئی تھی۔ جان بابا نے سمہ وسودہ کا لشکر جمع کرکے مرزا محمدؐ باقی پر شب خون مارا۔ اور کشتی میں رایحہ بیگم کو مار ڈالا۔ اس سے ایک سال بعد ناہید بیگم نے ہندوستان جانیکا قصد کیا ۹۷۶ھ میں مرزا باقی نے ناہید بیگم و ماہ بیگم کے ساتھ اپنی بیٹی کو اس نیت سے کہ اکبر شہنشاہ سے اسکا نکاح ہو جائے روانہ کیا اور بہت جہیز اور تحائف اوسکے ساتھ کئے۔ یادگار مسکین کو اسکا اہتمام سپرد کیا۔ مرزا جان بابا نے یادگار مسکین اور بیگموں کو اپنے ساتھ کر لیا اور کہا کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ تم سندھ سے چلے آؤ۔ اور حکومت و ایالت بالاستقلال مرزا محمدؐ باقی کرے۔ اونہوں نے جہیز و پیشکش کو درہم برہم کر دیا۔ سپاہ کو جمع کیا۔ اور مرزا محمدؐ باقی سے لڑنے پر مستعد ہوئے۔ ماہ بیگم ہاتھی پر سوار ہوئی اور نیزہ ہاتھ میں لیا۔ میدان مقابلہ میں صفوف مقاتلہ کو آراستہ کیا۔ تھوڑی دیر میں مرزا محمدؐ باقی کی طرف فتح ہوئی اور ماہ بیگم کا لشکر منہزم ہوا اور یادگار مسکین اور مرزا جان بابا اول ہی حملہ میں دریائے شور کی طرف قوم مہر کے موطن کی طرف بھاگے۔

ماہ بیگم اسیر ہوئی ناہید بیگم بکر کی جانب چند آدمیوں کے ہمراہ چلی گئی۔ مرزا محمدؐ باقی بعد فتح کے ٹھٹہ میں آیا۔ میاں سید علی کو (کہ ٹھٹے کے مشائخ عظام میں سے تھے) درمیان میں ڈالکر مرزا جان بابا و یادگار مسکین سے مصالحت کی اور پھر اُنکو قتل کر ڈالا۔ ماہ بیگم پر عتاب کرکے اُسکو اپنے گھر میں مقید کیا۔ کھانا پینا یہانتک بند کیا کہ اوسنے زندگی کی قید سے رہائی پائی۔

اس وقت میں سلطان محمود خاں نے لشکر کے شہر ٹھٹہ کے مقابل آن بیٹھا۔ مرزا محمدؐ باقی تو پہلے ہی اپنے دست و بازو کاٹ چکا تھا۔ تاب مقابلہ نہ لا سکا مگر اوسنے غرابوں کو کامل کرکے اس دریا کے درمیان جو شہر و لشکر محمود خاں کے درمیان تھا تنہا جانیکا قصد کیا اس اثنا میں اوسکے اور سلطان محمود خاں کے آدمیوں کے درمیان کئی دفعہ لڑائیاں ہوئیں

مرزا عیسیٰ کا مرنا اور مرزا محمد باقی کا جانشین ہونا

ٹھٹھہ میں مرزا عیسیٰ اپنی اجل طبیعی سے مرگیا۔ جسوقت مرنے کو تھا تو وہ اپنا ولی عہد چھوٹے
بیٹے جان باباترخان کو کرنا چاہتا تھالیکن ماہ بیگم نے سعی کی کہ بڑا بیٹا محمدؐ باقی ولیعہد ہو۔
مرزاعیسیٰ نے استغفار پڑھی اور بیگم سے کہاکہ وہ مرد ظالم طبیعت ہے اسّے خلق والوں کو بہت
ایذا پہنچے گی۔ اور تو بھی اوسکے ہاتھ سے ماری جائیگی اور ارغون بھی ہلاک ہونگے۔ (ایسا ہی ہوا)
مرزاعیسیٰ کی موت کو جب تک مرزا محمدؐ باقی موضع سہوان سے ٹھٹھہ میں آیا مخفی رکھا صبح کو
مرزاعیسیٰ کو اس مقبرہ میں کہ اوسنے اپنے باغ میں بنایا تھا دفن کیا۔ اور مرزا محمدؐ باقی کو اسکا
جانشین بنایا۔ امرا ارغونیہ مثل مرزا ہاشم ومیر کوچک وغیرہ کو اختیار واقتدار امور سلطنت
میں ملا۔ مردم ارغونیہ بہت بے باک تھے اور بے اندامی بہت کرتے تھے۔ اوئل
سلطنت میں اس جماعت کی تادیب وتنبیہ کی گئی۔ چار پانچسو ارغونیہ آدمی قتل ہوئے۔
انکا خانماں ویران ہوا۔ انکے عیال واطفال کے لئے حکم ہواکہ سندی وماگیر غارت و
تاراج کرکے جو چاہیں سوکریں۔ باقی سب جلا وطن ہوکر بکر میں آئے۔ محمدؐ باقی کے اول
سال جلوس میں ناہید بیگم بنت ماہ بیگم ہندوستان سے اپنی والدہ کی ملاقات کو آئی تھی۔
سلطان محمود امرا ارغوں کی تحریص وترغیب سے محمدؐ باقی کے محاربہ کی طرف متوجہ ہوا۔
جب نصرپور میں آیا تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس اثنار میں خبر آئی کہ حضرت شہنشاہ اکبر پٹن میں
شیخ فرید کی زیارت کو آیا ہے۔ اور مشایخ ملتان کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہے۔ سلطان محمود
خاں کو ایسا توہم ہواکہ کشتیوں کو جلاکر کوچ درکوچ مراجعت کی مرزا جان بابا برادر محمدؐ باقی
ومرزا شادمان داماد محمدؐ باقی جو بڑا بہادر تھا اور باپ کی جانب سے سلطان علی برادر میر
ذوالنون ارغوں سے نسب ملاتا تھا دونو علم مخالفت بلند کرکے بکر میں آئے۔
سلطان محمود بطریق مہربانی اُنسے پیش آیا۔ ہر ایک کو نقد وجنس خلعت واسپ انعام دیا۔
اور جاگیر معین کی۔ جب ان آدمیوں نے مدد وکومک کی استدعا کی تو اونکی التماس کو قبول
کرکے اکثر اپنے بہادر سپاہی ہمراہ کئے اور جب یہ لشکر حوالی ٹھٹھہ میں پہنچا تو مرزا محمدؐ باقی
نے لشکر کے محاذی میں خندق کھود دی۔ امراءِ ارغوں نے مخالفت کی اور مرزا جان بابا لشکر سے

تا کہ مبادا ہند سے ان حدود میں لشکر آئے گا تو اول بکر میں آئے گا اور اُس کو تکلیف پہنچائیگا ۹۶۷ ہجری میں مرزا صالح ترخاں کو کہ شجاعوں کا سردار تھا اور اکثر جنگ وکارزار میں کارہائے نمایاں کر کے فتوح حاصل کرتا تھا اور مرزا کامراں کے اکثر کوکہ اُس کی ملازمت میں تھے اُس کو ایک بلوچی نے مار ڈالا جس کے باپ کو اُس نے مارا تھا۔ سلطان محمود نے مرزا عیسی سے مرزا باقی کے گناہ معاف کرانے کی درخواست کی اور مرزا عیسیٰ نے بھی اُس پر التفات کیا اور شیخ عبد الوہاب پورانی اور میر یار محمد ترخاں کو کہ مرزا عیسی کا خواہر زادہ تھا بہ رسم رسالت سلطان محمود خاں پاس بھیجا اور شکر گذاری اور منت داری کا اظہار کیا اور اپنے فرزند کے بھیجنے کی استدعا کی۔ سلطان محمود خاں نے محمد باقی کے لئے سامان سفر کر کے باپ کی ملاقات کے لئے بھیجدیا۔ مرزا عیسیٰ نے سیوستان اُس کی جاگیر مقرر کر کے رخصت کر دیا۔ جب وہ سیوستان میں آیا تو مردم ارغون نے مرزا عیسیٰ سے سرکشی اور مخالفت و منازعت پر مستعد ہوئے۔ مرزا عیسیٰ کے آدمیوں نے صلح کا نقارہ بجایا۔ مگر جس وقت مردم ارغون دریا سے اُترتے تھے اُن پر اُنہوں نے آتش باری کی۔ بہت سے آدمی اس طرح تلف ہوگئے اور مردم ارغون شکست پاکر سلطان محمود خاں کی خدمت میں گئے اور حقیقت حال کو عرض کیا اوائل حال میں سلطان محمود خاں نے ان آدمیوں کو قید کیا۔ پھر اپنی اولاد کی استصواب سے اُن آدمیوں کو قید سے نکال کر دلداری کی اور اُن میں سے ہر ایک کو خلعت اور اسپ دیا اور اپنے ملازموں کی ایک جماعت کے ساتھ اُسکو سیوستان بھیجدیا سلطان محمود خاں کے آدمیوں نے ارغونیوں سے اتفاق کر کے قلعہ سیوستان کا محاصرہ کیا اور ایک دو مرتبہ قلعہ کے اندر گھس بھی گئے مگر کچھ اور کام نہ کر سکے جب پانی کی طغیانی ہوئی تو مرزا عیسیٰ بہت سے غراب اور جمعیت کو ساتھ لایا اور ان سب آدمیوں کو لیچ کر دیا۔ موضع رقبان میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی اور سلطان محمود خاں کے بہت آدمی مقتول ہوئے۔ مرزا عیسیٰ دربیلہ میں چلا آیا سلطان محمود بھی اپنے امرا اور آدمیوں کے ساتھ اُسکے قریب آیا ایک قلعہ بنا کر مراسم جنگ پر اقدام کیا۔ آخر کو شیخ عبد الوہاب و ماہ بیگم نے دونوں میں صلح کرادی۔ ایک ٹھٹہ کو دوسرا بکر کو چلا گیا۔

اُس کے امراء عالی میں سے ایک تہا۔ اس کے عہد میں جو اُس نے کار عظیم کئے اُن کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ جب مرزا شاہ حسین کا اوائل جمادی الاول ۹۶۲ھ میں انتقال ہوا تو مرزا عیسی نے مسند حکومت پر جلوس کیا۔ مردم ارغون اور ترخان نے اطاعت کی۔ مرزا عیسی میں صفات حمیدہ بہت تہیں۔ ہمیشہ وہ سپاہ اور رعیت کے ساتہہ ملائمت کرتا اور ہر شخص کے لائق رعایت کرتا۔ ایک سال کی مدت گذرنے کے بعد امراء ارغونیہ کی ترغیب و تحریص سے اُس نے سلطان محمود خان سے مخالفت کی اور جمعیت کو لیکر بکر کی حوالی میں آیا۔ اوائل ربیع الثانی ۹۶۳ھ میں بکر کے محاذی اترا۔ پندرہ روز تک لڑائی رہی۔ سلطان محمود قلعہ کے اندر متحصن رہا۔ ایک دو دفعہ دونوں میں محاربہ و مقابلہ کا اتفاق ہوا۔ اس اثناء میں مرزا عیسیٰ نے گوہ سے فرنگیوں (پرتگیزوں) کو امداد کے لئے طلب کیا تہا وہ بلدہ ٹہٹہ میں آئے۔ جمعہ کا جامع میں سب ادنی و اعلیٰ گئے ہوئے تہے شہر کو اُنہوں نے خالی دیکہا۔ مسجد و شہر کے کوچوں میں بارود بچہا کر آگ لگادی اور شہر کے اطراف و جوانب میں بہی آگ لگادی مسجد کے اکثر آدمیوں کو مقتول کیا۔ بہت اہل شہر کو جلایا۔ سب مال اسباب لوٹ کر لیگئے۔ مرزا عیسیٰ کو جب یہ خبر پہونچی تو فوراً اُس نے مراجعت کی۔ سلطان محمود خاں اُس کے تعاقب میں سیوستان تک آیا۔ اس نواح کی اکثر فصل ربیع پایمال ہوئی۔ پہر ان دونوں میں عہد تازہ کی تجدید ہوئی۔ سلطان محمود خان نے بکر کو معاودت کی۔

۹۶۷ھ میں مرزا عیسیٰ کے دو بیٹوں محمد باقی اور محمد صالح ترخاں کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی۔ مرزا عیسیٰ نے مرزا صالح خاں کی جانب داری کی۔ بعد جنگ و جدال کے مرزا محمد باقی نے شکست پائی ڈنگہ کی جانب چلا گیا۔ یہ قوم سودہ کا مسکن تہا۔ مردم ارغون کی ایک جماعت نے اُس کے ساتہہ اتفاق کیا اور اُس کو امرکوٹ لے گئے اور مرزا محمد باقی جیسلمیر کی راہ سے بکر میں آیا اور سلطان محمود خاں سے ملاقات کی۔ خان نے اس کو اپنی آغوش مہربانی میں لیا۔ ایک سال قصبہ سکر میں اُس کی نگاہبانی کی اور رعایت اس کے حال پر واجبی کر کے اُس کے ساتہہ کمال مردمی کی۔ مرزا عیسیٰ نے محمد صالح کی خاطر جوئی کے سبب مرزا محمد باقی کی اولاد کو بہی بکر بہیجدیا۔ ہر چند مرزا محمد باقی نے سعی کی کہ ہند کا عازم ہو مگر سلطان محمود نے اُسے نہیں جانے دیا اُس کو خوف

سے عازم بکر ہوئے سلطان محمود خاں بہت جلد سیوستان میں آیا میر شاہ مسعود و میر شاہ حسین نکدری و امیر ابوالخیر و میر حمید ساربان و خواجہ باقی اور ایک اور جماعت اس دغدغہ سے کہ ٹھٹہ پر مرزا عیسیٰ اور بکر پر سلطان محمود خان متصرف ہوئے ہیں۔ ہم سیوستان پر متصرف ہوں قلعہ سیوستان کو دبا بیٹھے۔ ہرچند سلطان محمود خان نے مبالغہ کیا کہ قلعہ اُس کے حوالہ کریں مگر وہ ایسے توہم میں پڑے کہ اس کو قلعہ نہ دیا۔ اُس نے امیر ابوالخیر و عبدالمجید کو طلب کر کے بکر کی جانب عزیمت کی مرزا عیسیٰ بھی پیچھے کوچ بکوچ چلا آتا تھا۔ جب والی قلعہ سیوستان میں آیا اور اُسے معلوم ہوا کہ اہل قلعہ نے سلطان محمود خاں کو یہ قلعہ نہیں حوالہ کیا تو اُس نے اپنے بیٹے محمد صالح کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ محاصرہ کے لئے بھیجا اور پیچھے آپ آیا۔ اہل حصار پر کار دشوار ہوا۔ وہ امان طلب کر کے باہر آئے۔ قلعہ سیوستان مرزا علی کے تصرف میں آیا۔ قلعہ کے سردار ایسے منفعل ہوئے کہ یہاں نہ آئے حج کو چلے گئے اور پھر ہندوستان میں آنکر منعم خاں کے نوکر ہوئے۔

مرزا شاہ حسین شجاع تھا۔ صغر سن سے آوان مرض تک کل لڑائیوں میں فتحمند ہوا۔ ولادت اُس کی سنہ ۸۹۶ کو ہوئی چھیاسٹھ ۶۶ سال کی عمر ہوئی۔ ابتداء شعور سے علم کی تحصیل سے شغل رکھتا تھا طبیعت اُس کی بلند تھی ہمیشہ استفادہ علوم میں مصروف رہتا۔ علم منقول و معقول میں مہارت تھی اشعار خوب سمجھتا تھا اور کبھی کبھی کہتا تھا۔ شرع شریف کے موافق سب قضیوں کا فیصلہ کرتا تھا سادات و مشائخ و علماء کی رعایت و ادب و تعظیم کرتا تھا۔ اس طائفہ کے ادرارات و وظائف میں عنایت کرتا تھا۔ ملک کو ضبط و ربط خوب کرتا تھا۔ قوی کا ہاتھ ضعیف پر کوتاہ کرتا تھا۔ کسی پر ظلم کا روادار نہ تھا سیاست ملکی خوب کرتا تھا۔ ۴۲ سال حکومت کی۔ اوائل حال میں قندہار میں بابر بادشاہ کی خدمت میں رہ کر آداب و قواعد سلطنت کو سیکھا تھا۔ ساری عمر میں دو نکاح کئے۔ ایک ماہ بیگم اپنے سگے چچا مرزا محمد مقیم کی بیٹی سے جس سے بیٹی چوچک بیگم پیدا ہوئی اور مرزا کامران سے بیاہی گئی۔ دوسری بیوی گلبرگ بیگم بیٹی امیر خلیفہ کی کہ محب علی خاں کی بہن تھی۔ ان دونوں میں سہاگ نہ ہوا۔ دوسرے برس بیگم دہلی چلی گئی اور وہیں مرگئی۔

مرزا عیسیٰ ترخاں ولد عبدالعلی ترخاں کو لڑکپن سے مرزا شاہ بیگ نے تربیت و تعلیم کیا تھا وہ

سے بالا تر ملک سلطان محمود سے تعلق رکھے اور کوہ لکی کی اس جانب کا تعلق مرزا عیسیٰ ترخاں سے ہو۔
غرض یہ عہد و پیمان تحریر میں آئے اور اس عہدنامہ پر اُن کی مہریں لگیں اور اکابر کی مہروں سے مزین
ہوا۔ پھر آپس میں بار بار بغلگیر ہوئے اور رخصت ہوئے۔ طرفین سے ایک جماعت کی آمد و شد ہونے کا قرار ہوا
کہ جس سے کلفت اور منازعت رفع ہو دوسرے دن میر قاسم بیگ لار ٹھٹہ میں گیا محمد صالح ترخاں ولد
مرزا عیسیٰ ترخاں کو مع ایک جماعت کے مرزا شاہ حسین کی خدمت میں لایا اور محمد صالح نے خوب تمکین پیش
کی اور اس جانب سے شیخ عبدالوہاب امیر سلطان برادر سلطان محمود خاں کو ٹھٹہ میں لایا مرزا عیسیٰ سے ملاقات
کرائی۔ مرزا شاہ حسین محمد صالح کو اسپ و خلعت عنایت کیا اور رخصت کیا اور نقارہ کی جوڑی مع
خلعت فاخرہ کے مرزا عیسیٰ پاس بھیجی اور دوسرے روز سلطان محمود خاں کو تومن و توغ عنایت کیا
اور اپنی مہر اُس کو سپرد کی اور مرزا کا مرض بڑہتا گیا اور دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۹۶۲ھ کو انتقال کیا۔
سلطان محمود نے مرزا کے پانوں کو بوسہ دیا اور رو دیا اور کہا کہ مرزا قاسم تم میرے گواہ خدائے
عزوجل کے روبرو رہنا کہ میں نے آخر عمر تک مخالفت نہیں کی اور حلال نمکی کی اس دم بھی اُس کے زیر قدم
ہوں۔ یہ سعادت میرے سوائے کسی کو نہیں میسر ہوئی۔ شیخ عبدالوہاب تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا۔
اور سلطان محمود خان ماہ بیگم پاس گیا اور اُس سے کہا کہ کہیں ارغون و ترخاں آپ کی حرمت میں خلل
ڈالیں۔ آپ بکر چلئے اور مرزا کی نعش کو بھی بکر لے چلئے۔ ماہ بیگم نے کہا کہ مرزا کی نعش بگڑ جائیگی اور
شاہ بیگ کے پاس دفن ہوگی۔ وہ راہ ٹھٹہ سے قریب اور بکر سے بعید ہے۔ جب ماہ بیگم نے انکار
کر دیا۔ مرزا کی نعش اول ٹھٹہ میں مدفون ہوئی پھر اُس کی لاش مکہ معظمہ میں جا کر باپ کی بغل میں
دفن ہوئی۔ جب مرزا عیسیٰ کو ٹھٹہ میں مرزا شاہ حسین کے مرنے کی خبر ہوئی تو وہ بجمیعت تمام سوار
ہو کر سلطان محمود کے قریب آیا۔ کوس کی آواز طرفین سنتے تھے سلطان محمود خان نے لشکر کی صفوف
کو آراستہ کر کے دو آدمی مرزا عیسیٰ پاس بھیجے کہ آپ کی غرض آنے سے کیا ہے اگر لڑنے کا قصد ہی
تو اعلام کر دتا کہ میدان مجادلہ و محاربہ آراستہ ہو۔ مرزا عیسیٰ نے جواب بھیجا کہ میں اس تقریب سے
یہاں آیا ہوں میں سنتا تھا کہ ماہ بیگم مرزا مرحوم کے جنازہ کو بکر کو لے جاتی ہے ٹھٹہ بھی مرزا کا ہے
اُسے کیوں چھوڑتی ہے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ جنازہ کو بیگم ٹھٹہ لے جاتی ہے۔ اب آپ خاطر جمع

روانہ ہوا۔ موضع شاہ پارہ میں مرزا عیسیٰ اور سلطان محمود خاں کے لشکروں میں لڑائیاں ہوئیں مرزا عیسیٰ ترخاں اور میر کبک ارغون نے سلطان محمود خاں پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ بحسب ضرورت اس ملامت کو اختیار کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قتل ہوتی ہے بہتر ہوگا کہ آدہی رات کو ہم دونوں کی ملاقات ہو۔ اول ایک نے دوسرے کو ملامت کی اور بہت گفت وشنید کے بعد ملاقات ہوئی اور یہ فیصلہ ٹھیرا کہ مرزا شاہ حسین چند روزہ مہمان ہے مصالحہ کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اس کے بعد میرے اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے جس طرح صلاح ہو اتفاق کر کے مملکت کی ریاست کو تقسیم کرلینا ابہی اس رات کی ملاقات کا حال شایع نہیں ہوا تہا کہ صبح کو امیر سلطان و امیر ابوالخیر ایک جماعت سودہ وغیرہ کی لیکر گندرپرار پر گئے تو وہاں چوکی کے آدمیوں سے بیگ محمد لگہ وایل قلی دیوانہ و مردم بلوچ کے ساتہہ محاربہ صعب رونما ہوا۔ مرزا عیسیٰ کے بہت آدمی قتل ہوئے۔ جب ان آدمیوں کے سر مرزا شاہ حسین کو دکہلائے گئے ان میں چند سر مغلوں کے بہی تہے جن کو مرزا دیکہتے ہی رونے لگا۔ سلطان محمود خاں نے دوزانو بیٹہہ کر عرض کیا کہ اگر اس جانب سے آدمی مارے جاتے ہیں تو آپ روتے ہیں اگر اُس جانب سے آدمی مارے جاتے ہیں تو آپ گریہ کرتے ہیں ہم کیا کریں اس اثنا میں شیخ عبدالوہاب اور مرزا قاسم بیگ بکدر درمیان میں آئے اور مرزا عیسیٰ ترخاں کی تقصیرات کا عذر کیا سلطان محمود اور میر شاہ محمود و میر شاہ حسین نکدر نے عرض کیا کہ مرزا عیسیٰ اپنے افعال سے منفعل ہے اور مردم ارغون نے جو مرزا کے غلاموں سے بے ادبی کی ہے وہ شرمندہ ہیں اگر اُن کی تقصیرات عفو ہو جائیں اور ترخانی جو محبوس ہیں آزاد کئے جائیں تو ہم سب اُمیدوار رحمت ملازمت میں حاضر ہیں مرزا اُس پر راضی ہوگیا۔ مرزا عیسیٰ نے ماہ بیگم کو مع اُس کی خواصوں کے رخصت دی اور سب کو لشکر میں مرزا کے پہنچادیا۔ یہ واقع ماہ صفر سنہ مذکور میں واقع ہوا۔ شیخ عبدالوہاب پورانی و مرزا قاسم بیگ نے ترخانی آدمیوں کا گناہ معاف کرا کے ٹھٹہ بہیجدیا اور دوسرے مہینہ میں مرزا عیسیٰ ترخاں و مرزا سلطان محمود خاں کی ملاقات ہوئی۔ ہر ایک نے قرآن مجید پر ہاتہہ رکہہ کر عہد وپیمان کیا کہ آپس میں کمال وفاق کر کے نفاق سے اجتناب کریں اور جس وقت کہ مرزا شاہ حسین اجل طبعی سے اس دار فنا سے دار بقا میں جائے ولایت سندہ کو آدہا آدہا بانٹ لیں۔ کوہکی

دروازہ پر سے تیر و تفنگ نے آنکر اس کا مزاج پوچھا تو اُس کو معلوم ہوا کہ اُس کے آدمیوں نے کچھ کام نہیں کیا لہری کی طرف چلا گیا۔ جب یہ خبر مرزا شاہ حسین کو پہونچی تو اُس نے شاہ محمود ارغون کو بکر کی حراست کے لئے متعین کیا۔ قاضی قضیین وساد کو ہمراہ کیا یہ واقعہ ۱۴ ر جمادی الثانی ۹۵۰؁ھ کا ہے۔

مرزا کامراں کا آنا

۹۵۱؁ھ میں مرزا کامراں نے اپنے آدمیوں کو بھیجکر مرزا شاہ حسین کی بیٹی سے عقد نکاح کی درخواست کی تھی مرزا شاہ حسین نے یہ درخواست اُس کی قبول کی جب ہمایوں نے کابل پر حملہ کیا اور مرزا کامراں اُس سے نہ لڑ سکا تو وہ ہزارہ کی راہ سے سند میں آیا۔ مرزا شاہ حسین نے اُس کو پاتر میں اُتارا اور اپنی بیٹی چوچک بیگم کا مرزا سے نکاح کردیا مرزا کامراں یہاں تین مہینے رہا۔ پھر کابل کو گیا۔ مرزا شاہ حسین نے ایک ہزار سوار مسلح اُس کے ہمراہ کئے اور ساز و سامان اُس کا درست کیا۔ وہ غزنین گیا اور قلعہ غزنین کو تسخیر کرکے کابل کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس وقت ہمایوں بادشاہ بدخشاں کی طرف گیا ہوا تھا۔ چھ مہینے بعد شاہ حسین کے سوار واپس آئے۔ ہمایوں مرزا کامراں کو کابل سے نکال دیا وہ اسلام شاہ سے ملنے ہندوستان میں آیا ۹۵۷؁ھ میں وہ بکر میں آیا۔ شاہ بیلہ میں مرزا شاہ حسین نے اُس کو رکھا اور پرگنہ پتورہ اُس کے خرچ مطبخ کے لئے مقرر کیا۔ آخر کار وہ اپنی بیوی چوچک بیگم کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ آخر زندگی میں مرزا شاہ حسین مرض فالج میں مبتلا ہوا۔ اکثر اوباش و اراذل اُس کے محرم کار ہوئے۔ وہ روز بروز بڑھتے گئے۔ مغلوں کے ساتھ تعدی و بے اندامی و بے حرمتی کرنے لگے ۹۶۰؁ھ کی ابتدا میں بلدہ ٹھٹہ عربی کاہی کو حوالہ ہوا اور رعایا کا اختیار اسمعیل سیارہ کو دیا گیا۔ اس سبب سے آدمی مایوس و غمگین ہوئے۔

ارغونیوں کی بغاوت اور مرزا شاہ حسین کی وفات

کچھ دنوں متحیر رہے عربی کاہی کے بیٹوں نے ارغون و ترخاں کو خوب ستایا۔ ایک ضعیف ارغوانیہ کو لات لگا کر اسقاط حمل کیا۔ اُس کی داد فریاد شاہ حسین سے ہوئی اول اُس نے سنا نہیں پھر جب اور زیادہ آدمیوں نے دہائی دی تو اُس نے حکم دیدیا کہ شیخ الاسلام میرک پورانی شرع کے موافق فیصلہ کردے۔ مرزا شاہ حسین نے قلعہ نصرت آباد کی حراست شیبہ و رفیق کوکہ زر خرید غلام و معتمدوں کے تفویض کی۔ خود بکر کو گیا۔ اور باغ بیر لوکہ میں ۳۵ روز رہا ۱۲ر محرم ۹۶۱؁ھ

میں واقع ہوا۔ بادشاہ نہایت مغموم ہوا۔ ۷۔ محرم ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ع کو بیرام خاں بادشاہ پاس آگیا۔ اوسنے مصالحت کا پیغام دیا۔ مرزا شاہ حسین وارغونی مژدہ صلح سُنکر نہایت خوش ہوئے اور اوسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھے۔ انہوں نے طرح طرح کی معذرتیں کیں اور بادشاہ کے لئے مایحتاج سفر تیار کیا۔ اور سو ہزار مثقال نقد و تین سو شتر و تین سو گہوڑے بادشاہ پاس بھیجے۔ تقصیر کا عذر کیا اور دریا کا پل باندہ دیا جسکی تاریخ بادشاہ نے صراط مستقیم کہی۔ ربیع الاول ۹۵۰ھ میں بادشاہ نے جون سے پل پر عبور کیا۔ نہم مذکور کو قندہار کی طرف سفر کیا۔

بخشو سے ۱۵۴۳ع

بخشوے لنگاہ نے حوالی ملتان میں موضع حسن پور میں قلعہ بنایا۔ ملتان کو ویران کرکے دہانکے آدمیوں کو اس قلعہ میں بسایا۔ اور ایک جمعیت بہم پہنچائی اور یہ خیالات دل میں جمائے۔ کہ اقوام بلوچ وناہر کو جو ہر جگہہ فساد مچاتے تھے جمع کرکے بکر کو تسخیر کرے۔ جاسوسوں کو خبر لانے کے واسطے بہیجا تھا۔ انھوں نے متواتر اوسکو خبر دی کہ شاہ حسین کے امرا ٹھٹہ کی جانب گئے ہوئے ہیں قلعہ بکر خالی ہے اب اوسکے لے لینے کا ہی وقت ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی اپنے جید لشکر کو کشتیوں میں بٹھایا اور ایلغار کیا۔ پچاس کشتیاں آگے روانہ کیں کہ آدھی رات کو حوالی قلعہ میں پہنچکر برج وبارہ کو گہیر لیں اور سو نفر تبردار بھیجے کہ قلعہ کے دروازہ کو توڑ کر اندر جانے کے لئے راہ کہولیں۔ آدھی رات جمعہ جمادی الثانی ۹۵۰ھ کو یہ آدمی غل مچاتے ہوئے قلعہ کے دروازہ کے سامنے آئے۔ اور آگ لگاکر غل غپاڑہ مچایا۔ شہر کے آدمی اس غل سے ہوشیار ہوئے۔ برج وبارہ سے پتھر و تیر پھینکنے شروع کئے۔ سپاہ وہاں کم تھی سلطان محمود خاں کی والدہ نے فی الفور دروازہ قلعہ پر آنکر نواڑ اور بوریوں کو تیل میں ترکرکے اور اُن میں آگ لگاکر دشمن کے سروں پر پھینکنا شروع کیا جب بخشو لنگاہ کے آدمیوں میں آگ لگی تو وہ سراسیمہ ہوکر کشتیوں میں چلے گئے اسکے بعد میر خانی ترخانی حمزہ بیگ و قاضی عیسیٰ ولد قاضی قضین نے خوب کوشش کی اور جو دشمن آگے بڑہ آئے تھے کچھہ آگ میں جلے کچھہ پانی میں ڈوبے کچھہ باہر بھاگ گئے۔ وقت چاشت بخشوے لنگاہ نقارہ بجاتا ہوا آیا۔ اس خیال سے کہ اوسکو یقین تھا کہ میرے آدمیوں نے قلعہ فتح کرلیا ہوگا۔ جب قلعہ کے نزدیک پہنچا تو قلعہ کے

بادشاہ نے اقامت کی۔ مرزا شاہ حسین بھی اس لشکر کی برابر دریا پار اپنا لشکر لئے خیمہ زن ہوا۔ اس
اثنا میں رانا ورسہ امرکوٹی نے دولت خواہی کی کہ جو سردار اس نواح میں تھے اُنکو بادشاہ پاس
آنے کے فرمان بھیجدیئے۔ اور لکھہ دیا کہ دولت خواہی کے لئے کمر بستہ ہوکر غلّہ و روغن و چارپاۓ
بادشاہی لشکر میں لائیں۔ اِن سرداروں نے یہ جواب دیا کہ مرزا شاہ حسین کا لشکر ہمارے نزدیک ہے
اگر ہم بادشاہ کے لشکر میں چلے آئین گے تو ہمارے فرزندوں سے اعراض کریگا۔ اگر تازہ لشکر
بادشاہی ایک سرداروں کے ساتھہ ہمارے فرزندوں کے پاس آجائے تو ہمکو جس خدمت کو
فرمائے اسپر تقدیم کرسکتے ہیں رانا ورسہ نے یہ اُنکا پیغام بادشاہ سے عرض کردیا۔ بعض بادشاہ کے
ملازموں نے عرض کیا کہ تیورہ الپت میں غلّہ اور تمام اشیاء معاش بہم ہوئی ہیں۔ تھوڑی توجہ
میں وہ ہاتھہ آسکتا ہے۔ بادشاہ نے علی بیگ جلائر اور ایش تیمور سلطان کو اس کام کے لئے بھیجا۔
مرزا شاہ حسین خبردار ہوا۔ مرزا عیسیٰ ترخاں کو اس کام کے لئے نامزد کیا وہ اس کام کے قبول
کرنے میں متردد ہوا۔ تومتی ساربان نے مرزا سے کہا که مرزا عیسیٰ خاں بادشاہ کے
مخلص دولت خواہوں میں سے یہ سُنکر مرزا متفکر ہوا اوسنے عیسیٰ خاں کو نہ بھیجا اور اوس سے بدگمان
ہوا اوس سے بے اتفاقی کرنے لگا۔ سلطان محمود خاں کو کہ کچھہ دنوں سے بہ سبب بکر کے غلہ کے
تلف ہونے کے معرض عتاب میں تھا ایک گوشہ میں بیٹھا تھا بُلایا۔ اِسکی دلداری کی اور اس مہم
پر اوسکو نامزد کیا کہ ملا بہلول ایک اور جماعت کو جو اس ناحیہ میں تھی کمک کے لئے ساتھہ لے۔ سلطان
محمود لشکر ہند و سند و ہرات کو اپنے ساتھہ متفق کرکے اِن حدود میں چلاگیا۔ ناگاہ ایک سحر کو دونوں
لشکروں میں مٹ بھیڑ ہوئی تردی بیگ نے جو بادشاہی لشکر میں تھا جنگ میں پہلو تہی کی۔ اور شیخ
علی بیگ اپنے بیٹوں سمیت میدان جنگ میں ثابت قدم رہا اور مقتول ہوا۔ شیخ تاج الدین لاری
بھی مجروح ہوا اور عالم بقا کو گیا ایش تیمور سلطان زخمی ہوا اور اوسکا توغ سلطان محمود کے ہاتھہ آیا۔
اور ایک اور جماعت جسنے بہادری کی ماری گئی۔ مرزا شاہ حسین کی طرف میر سید قاسم بیگ لار شہید ہوا۔
اور بعض اور مقتول ہوئے۔ سید قاسم کا سر بادشاہ پاس بعض اوسکے ملازم لائے۔ رانا ورسہ سودہ
نے اوسے لیکر اپنی خواہر زادی پاس کہ سید قاسم کی نکاحی تھی بھیجا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۹۴۹ھ ۔

یہ فریق نہ جمع ہوئے۔ قلعہ مستحکم تھا۔ ہر چند محاصرہ میں سعی کی گئی مگر کارگر نہ ہوئی۔ مہم قلعہ میں تعویق
ہوئی۔ بادشاہ سند میں سب طرح مایوس تہا کہ اس حال میں مال دیو راجہ جودھپور کی عرضداشت
یہ آئی کہ میں غالباً حضور کی بندگی و چاکری کے حلقہ کو کان میں ڈالتا ہوں مترصد ہوں کہ قدوم
بادشاہی کی سعادت پاؤں اگر بندگان عالی اس حوالی کو مشرف فرمائیں تو میں بیس بیس ہزار
راجپوتوں سے خدمتگاری بجالاؤں۔ اس عریضہ کے آنے سے بادشاہ نے ۲۱۔ محرم
۹۴۹ سنہ ۱۵۴۲ کو اوچہ کی طرف کوچ کیا۔ مرزا شاہ حسن جلد بکر میں آیا۔ مرزا یادگار ناصر مرزا جو بادشاہ
سے مخالف ہوگیا تہا۔ بکر کی جانب کہ قندہار رویہ ہے گذرا اور اوسنے چند توپ و ضرب زن
کہ ہمراہ تھے مرزا شاہ حسین کو حوالہ کئے۔ شاہ حسین ۲۴۔ محرم کو قلعہ بکر کے اندر گیا اور سلطان
محمود خاں پر عتاب کیا کہ کیوں غلہ کے ذخیرہ کو تلف کیا درویش محمد انبار دار سے مصادرہ لیا
اور دار پر کھینچ دیا۔ ہمایوں چند روز بعد ماتیلہ میں آیا لشکر کے آدمی یہاں جمع ہوئے۔ اوائل
ربیع الاول میں ہمایوں اوچہ میں پہنچکر جودہ پور کی طرف روانہ ہوا۔ ۸۔ ربیع الآخر کو بیکانیر میں آیا
بعض آدمی بادشاہی لشکر کے بیکانیر میں جاکر واپس آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ بیکانیر
کے آدمیوں سے کوئی بات کہ لائق ادب ہو نہیں سُنی۔ بادشاہ سے سمندر بیگ کہ ہوشمند دل
میں تہا۔ مال دیو پاس بھیجا۔ فرمان عنایت آمیز صادر فرمایا۔ خود متواتر کوچ کئے۔ سمندر بیگ جلد
پھر آیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مال دیو نے اخلاص کے مقدمات جھوٹے گھڑے ہیں۔ بادشاہ
موضع پہلودی میں آیا جو جودہ پور سے تیس کوس پر تھا تو بادشاہ کے جاسوس خبر لائے کہ مال دیو کا
غدر کا ارادہ ہے۔ شیرشاہ کے مواعید خداع آمیز اور اوسکے غلبہ کے سبب سے اوسنے لشکر متعین
کیا ہے کہ حضور کو سر راہ روک لے۔ یہ سُنکر بادشاہ نے مراجعت کی۔ راہ میں راجہ کے لشکروں کو
ہزیمت دی اور جمادی الاول ۹۴۹ سنہ ۱۵۴۲ میں وہ امرکوٹ میں آیا۔ یہاں اکبر پیدا ہوا۔ جسکو سید علی شیرازی
کے اُتران کے کپڑوں کے کپڑے بناکے اول پہنائے گئے۔ امرکوٹ تنگ جگہ تھی اسلئے بادشاہ
سند کی جانب چلا اور جون میں آیا۔ یہ شہر دریا ئے سند کے کنارہ پر واقع ہے اور ملک سند میں باغوں اور
نہروں کی کثرت میں و فواکہ و اثمار کی لطافت میں ممتاز ہے۔ جون سے باہر باغوں کے درمیان

مرزا ناصر یادگار حوالی بکر میں تھا۔ اوسکو غافل پاکر دو دفعہ اہل بکر نے اُسپر حملہ کیا اور محمد علی قابوچی
دشیردل بیگ اور ایک اور جماعت مجروح و مقتول ہوئی۔ قلعہ کی بھی ایک جماعت کثیر مجروح
ہوئی اور بعض آدمی مقتول ہوئے۔ تیسری دفعہ اہل قلعہ نے دلیرانہ باہر نکل کر لہری کے کنارہ پر
ایک زمین میں جنگ کی۔ اس مرتبہ مرزا خود سوار ہوا اور دست برد خوب کی مردم قلعہ بھاگ گئے
بعض پانی میں خود چلے گئے۔ اور بعض کشتی میں سوار ہوئے کچھ مقتول ہوئے۔ انہیں ایام میں
مرزا شاہ حسین نے بابر قلی مہردار کو مرزا یادگار ناصر پاس بھیجا اور سلسلہ مخالصت کو تحریک دی
اور اظہار کیا کہ میں بڈھا ہو گیا ہوں اور فرزند نہیں رکھتا۔ اپنی بیٹی کی تم سے نسبت کرتا ہوں۔ چند روز
میری حیات کے باقی ہیں اور انمیں امور سلطنت مجھ سے تعلق رکھتے ہیں میرے بعد تم ہی تم ہو۔
بہت سے خزانے تمکو دونگا اور تمہارے ساتھ اتفاق کر کے ملک گجرات کو تسخیر کرا دونگا۔
غرض ایسے وعدوں سے مرزا یادگار ناصر مرزا کو شاہ حسین نے پرچا لیا۔ اوسنے بادشاہ سے
مخالفت اختیار کی۔ بادشاہ نے لشکر کی عسرت کو دیکھکر بار بار مرزا یادگار ناصر مرزا پاس آدمی بھیجکر
بلایا۔ مگر مرزا نے آج کل بتلائے اور نہ آیا۔ جب بادشاہ کو یادگار ناصر مرزا کی مخالفت کی خبر
ہوئی تو حوالی سیوستان سے فوراً بکر کو روانہ ہوا۔ اس اثنا میں قنبر بیگ ارغون بھاگ کر قلعہ
سیوستان میں چلا گیا۔ اور چند اور آدمی بیوفائی کر کے لشکر سے جدا ہو گئے۔ بادشاہ لہری میں
اُترا کسی ضرورت کے سبب سے یادگار ناصر مرزا بادشاہ پاس آیا۔ کچھ غلہ بادشاہی سپاہیوں کو
دیا۔ بے غلہ ہونے کے سبب سے بادشاہی لشکر کو بڑی تکلیف تھی۔ بادشاہ نے تردی بکاول
ساتھ الوس خاصہ کو سلطان محمود خاں کے پاس بھیجا۔ سلطان نے اِن سب آدمیوں کو خلعت
دیئے۔ اور ہر شخص کو غلہ و زر دیکر رخصت کیا۔ جب بادشاہ کا یہ پیغام سُنا کہ لشکر میں غلہ کم آتا ہے
مطبخ خاصہ کے خرچ کے لئے کچھ گیہوں و کچھ چاول بھیجدو تو اوسنے مرزا شاہ حسین کے امرا سے
بادشاہ کی درخواست کو بیان کر کے اس سے مشورہ لیا۔ وہ کچھ کم غلہ بھیجنے کو کہتے تھے مگر اوسنے
مطبخ کے خرچ کے واسطے سو خروار آرد و سو خروار گندم دسو خروار برنج و ماش و نخود اور اور
غلوں کے بھیجدیئے۔ مگر کمی غلہ کے سبب سے لوگ ایسے متفرق ہو گئے تھے کہ کسی طریق سے

پیوست لشر علیکہ از روے عقیدہ آمدہ ملازمت کند والسلام۔

مرزا شاہ حسین مدتوں تک اپنے آنے کے وعدہ کرتا رہا۔ امرا، اور ارغوں اوسکے ساتھہ اس مشورہ میں متفق نہ تھے اسلئے اوسنے اپنے آنے کو تاخیر میں ڈال دیا۔ بادشاہ نے ولایت بکر کو ناصر یادگار مرزا کو دیدیا اور خود سیوستان کی جانب متوجہ ہوا۔ اس سے شاہ حسین خبردار ہوا۔ بادشاہ کے پہنچنے سے پہلے میر فرخ ارغوں و محمود و میر محمود ساربان و علی محمد کوکلتاش و میر دوست و شیر علی ارغوں کو سیوستان کی محافظت و حراست پر تعین کیا۔ ان آدمیوں نے قلعہ میں جلد جاکر حوالی قلعہ کی عمارات و باغات کو ویراں کیا۔ ۱۷۔ ماہ رجب ۹۴۹ھ کو بادشاہ ہمایوں سیوستان میں آیا۔ یہاں اوسکے لشکر میں غلہ کی عسرت کم ہوئی۔ بادشاہی لشکر نے اہل حصار کو تنگ کیا۔ مرزا شاہ حسین ٹھٹہ سے موضع سن میں آیا خندق اوسکے گرد کہودی اور بہت سی کشتیاں جمع کیں اور یہاں اقامت اختیار کی میر علیکہ ارغوں کو سیوستان کے آدمیوں کی دلداری کے لئے بہیجا۔ میر علیکہ و میر سلطان قلی بیگ اور ایک جماعت کے ساتھ سوار رات کو بادشاہ کے لشکر میں آن کر بازار کی جانب راست سے قلعہ میں چلے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ نقب لگائیں۔ اس کام کے کاریگروں نے نقب لگاکر کے برج و بارہ کو اُڑایا۔ میر فرخ نے فی الحال وہاں اندر کی دیوار کو اوٹھاکر توپیں لگائیں اور قلعہ میں پانی لاکر روئے نقب پر ایک حوض پانی سے بھر دیا۔ مخالفوں نے نقب میں آگ لگائی تو پانی نقب کے منہ سے جاری ہوگیا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ قلعہ مستحکم ہے اور آلات کشائش موجود نہیں سات مہینے محاصرہ میں لگ گئے اور کچہہ نہیں ہوا۔ ہوا مخالف چلنے لگی پانی کی طغیانی ہوئی یادگار ناصر مرزا مخالف ہوکر لشکر بادشاہی سے جدا ہوگیا مرزا شاہ حسین نے غلہ کی آمد و شد کا رستہ بند کردیا۔ سپاہیوں نے غلہ کی کمی اور پانی کی تنگی سے بھاگنا شروع کیا۔ اسکے پاس سے میر طاہر صدر و خواجہ غیاث الدین جامی و مولانا عبدالباقی و خواجہ عبدالواجد تاشکندی و مولانا مصلح الدین لاری یہ سب شاہ حسین پاس چلے گئے۔ مرزا شاہ حسین نے اس جماعت کو اعزاز کے ساتھہ ٹھٹہ میں بہیجدیا۔ یادگار ناصر مرزا پاس میر برکہ و مرزا حسن و قاسم حسین چلے گئے۔

ملک گجرات وسورت کو تسخیر کر لونگا۔ اگر لشکر شاہی وہاں سے شیر خاں افغان کی جانب جائیگا۔
تو بندہ دل وجان سے ہمراہ ہوگا۔ بادشاہ نے اول اوسکی باتوں کو قبول کیا۔ مگر آخر کو امرا و وزرا
بادشاہی نے خلوت میں مرزا شاہ حسین کے مدعا کے خلاف عرض کیا کہ اسکے کیا معنی ہیں کہ پرگنات
وقصبات کو مرزا ویران کرتا ہی۔ اگر سچے دل سے بادشاہ کا دولت خواہ ہی تو اپنے قلعوں کو پیشکش
کرے تاکہ ہم اُمیں اپنے زہ وزادکو رکہکر قلعوں کو مضبوط کریں اور گجرات کی تسخیر کے لئے مصروف
ہوں۔ شیر خاں افغان کہ غنیم و دشمن ہمارا ہے لاہور میں بیٹھا ہی یہ استدعا مرزا شاہ حسین کی
صلاح وصواب سے دور معلوم ہوتی ہی۔ یہ سُنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ بکر کا محاصرہ یادگار ناصر
مرزا کرے۔ مرزا یادگار ناصر مدرسہ میں کہ شاہ حسین کے دیوان خانہ کے برج کا محاذی تہا جا کر اوترا۔
مرزا ہندال اور باقی اور مرزا دریا کے کناروں کے نیچے آئے۔ یہ خبر شاہ حسین کو پہنچی تو اوسنے
کہا کہ بکر سے میری خاطر جمع ہی کہ بادشاہ باغ سے باہر نہیں نکلے گا۔ مرزا اور امرا کہ محاصرہ کے
متصدی ہونگے۔ وہ آلات اور ادوات قلعہ کشائی ساتھہ نہیں رکہتے۔ اس لئے ان سے کچہہ کام
نہیں ہوگا۔ اوسنے سلطان محمود خاں و میر جانی ترخاں و باینده محمدؐ قریش و چلہ ارغون و دولت خاں
کہ قلعہ کی حفاظت وحراست کے لئے مقرر تہے۔ اونکو لکہا کہ ہوشیاری اور بیداری میں کوئی
تقصیر نہ کرے اور عنان اقتدار کو سلطان محمود کے ہاتہہ میں رکہیں اور اوسکی صلاح وصوابدید
سے کوئی باہر نہ جائے۔ چند روز بعد طرفین سے توپ و تفنگ اندازی شروع ہوئی۔
لکہتے ہیں کہ بادشاہ ہمایوں کے پاس دو لاکہہ آدمی جمع ہوگئے تھے۔ نماز جمعہ میں اوسکے نام
کا خطبہ پڑہا گیا۔ بعض زمینداروں نے کسی قدر غلّہ اور چارپائے بہیجے۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ
زمیندار جو غلّہ لائیں اوسکو جس نرخ پر چاہیں بیچیں۔ آدمیوں کے اژدحام سے غلہ کا قحط پڑ گیا۔
بہت لوگ بہوکے مرنے لگے۔ بادشاہ نے یہ حال سُنکر خزانہ سے زر وافر سپاہیوں کو دیا
مگر کسی طرح قحط کی صعوبت لشکر شاہی میں کم نہ ہوئی۔ بادشاہ نے مرزا ہندال کو پاتریں
بہیجدیا۔ شاہ حسین کے جو ایلچی میرک پورانی اور مرزا قاسم آئے تھے۔ اُنکو رخصت کیا اور منشور
بہیجا۔ جسپر اپنے ہاتہہ سے یہ لکہدیا کہ شاہ حسین بیگ را سلام آنکہ انچہ التماس نمودہ بود بوقف قبول

شکستیں پاکر لاہور میں ربیع الاول ۹۴۷ھ میں آیا - اور یہاں اوسکے عزیزوں اور ہمراہیوں نے
اوسکے ساتھہ دینے سے جواب دیا تو وہ - رجب ۹۴۷ھ ۱۵۴۰ء میں لاہور سے سند کی جانب چلا - او آخر
شعبان میں وہ اوچہ کے محاذی پہنچا - یہاں سے اول رمضان میں سند کی جانب نہضت کی
مرزا شاہ حسین خبردار ہوا - تمام ولایت سندہ کو ویران کیا - تاخت و تاراج کرکے رعایا کو پریشان و
درہم کیا - ۲۰ - رمضان کو قصبہ لوہری (روری) میں خیمہ زن ہوا خود چار باغ بیر لوکہ میں کہ نزاہت
اور لطافت میں بے نظیر تہا فروکش ہوا - سلطان محمود خاں نے حوالی بکر کو ویران کرکے قلعہ داری
کو مستحکم کیا - کشتیوں کو اس طرف سے لیجاکر قلعہ کے نیچے اونکا لنگر ڈالا - بادشاہ نے سلطان محمود خاں
کے نام فرمان بہیجا کہ وہ آستان بوس ہو اور قلعہ ملازمان درگاہ کو حوالہ کرے - اوسنے عرض کیا کہ
میں شاہ حسین کا نوکر ہوں جب تک وہ ملازمت میں نہ حاضر ہو میرا آنا نمک خواری کے آئین میں
پسندیدہ نہیں ہی اور مرزا شاہ حسین کے بغیر اجازت کی قلعہ سپرد کرنا بھی سزاوار نہیں ہی - بادشاہ نے
اسکا یہ عذر قبول کرلیا - غلہ کم بہم پہنچتا تہا - مہتر اشرف کوکہ میر بازار تہا سلطان محمود خاں بکری پاس
بہیجا اُسنے جاکر یہ حال اُس سے عرض کیا تو اوسنے پانچسو خروار غلہ بادشاہی آدمیوں کو دیدیئے -
اور بعض ماکولات بہیجدیئے - میر محمدؐ طاہر صدر اور سمندبیگ کہ پادشاہی ملازمان معتمد تھے - بادشاہ
نے مرزا شاہ حسین پاس ٹھٹہ میں بھیجے - اور مواعد عنایات و مواثیق اخلاص کہ حضرت بابر بادشاہ
کو مرزا شاہ حسین کے ساتھہ تھے یاد دلائے - مرزا شاہ حسین نے بادشاہی فرستادوں کا آداب
اعزاز کیا اور چند روز اونکو اپنے پاس رکہا - شیخ میرک پورانی و مرزا قاسم طغائی کو لائق پیش کش کے
ساتھہ حضرت بادشاہ پاس بہیجا - اِن آدمیوں نے جاکر بادشاہ کے سامنے پیش کش رکھی - اور
عرضداشت پیش کی - جسکا مضمون یہ تہا کہ ولایت بکر کم محصول ہی اور ولایت جاجکان معمور ہی اور
آبادی و کثرت زراعت اور غلّہ کی افراط میں حضور کی دولت کے مناسب بہی ہی - بہتر ہوگا کہ
عنان عزیمت اس طرف معطوف ہو اور اس کو اپنے تصرف میں لائیں میں بھی عنقریب خدمت
میں حاضر ہوتا ہوں - یہ میری عین سعادت و دولت ہی کہ حضور اس حدود میں تشریف لائے اور
بہ تدریج حضور کے دل کے تمام دغدغوں کو دور کرکے اپنے تمام لشکر کو لیکر حضور کی رکاب کے ساتھہ ہوکر

مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ سند کے مغلوں کو قلعہ حوالہ کروں۔ مگر مادرخضر خاں پاس جب سلطان محمود نے پیغام بھیجا تو اوسنے اپنے معتمدوں کے ہاتھ ایک لاکھ فیروزشاہی مرزا شاہ حسین پاس اور تین ہزار فیروزشاہی سلطان محمود خاں پاس بطور مہمانی روانہ کیں۔ مرزا شاہ حسین نے اپنے یہاں آنے کی بادشاہ کو اطلاع دی کہ اسی اثنا میں خضر خاں کی پیش کش آلی۔ مرزا شاہ حسین نے پندرہ روز نواحی پٹن میں توقف کیا۔ سلطان محمود خاں نے حوالی احمد آباد میں جاکر گجراتیوں کا مال خوب لوٹا۔ مرزا شاہ حسین سے میر فرخ نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ نے یہ حکم بھیجدیا کہ ہمارے لشکر میں آن کر ملجاؤ تو بادشاہ کے لشکر میں جانے کے سوا کوئی علاج نہ ہوگا۔ جب ارغوں اور ترخان کے سپاہی امرا رجغتائیہ کے سامان کو اور بادشاہ ہمایوں کو گجرات کے خزانوں کو سپاہ میں تقسیم کرتے ہوئے ملاحظہ کرینگے تو کون سپاہی ہمارے پاس رہیگا سب جدا ہو جائینگے۔ مصلحت یہ ہی کہ ہم اولٹے چلیں۔ مرزا شاہ حسین اور اکثر امرا کو یہ بات معقول معلوم ہوئی۔ مرزا قاسم بیگ لار کے ہاتھ بادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ میں اپنی کل سپاہ یہاں لے آیا۔ اب امرا ربکر اور ٹھٹہ کی عرضداشت آئی کہ وہاں کے زمینداروں نے جمعیت کر کے اس ولایت کو غارت کرنا شروع کردیا۔ اس ضرورت کے سبب سے میں مراجعت کرتا ہوں۔ ہمایوں بادشاہ کے احمد آباد میں پہنچنے سے بیس روز پہلے ۹۴۵ھ میں ٹھٹہ میں مرزا شاہ حسین چلا آیا اور مراجعت میں قوم جاریجہ وسودہ کو قتل کیا۔ جب ہمایوں بادشاہ نے گجرات اور بنگالہ فتح کرلیا تو مرزا شاہ حسین نے میر علیکا ارغوں کو فتوح کی تہنیت کے لئے اور میر خوش محمد کو فتح قندھار کی مبارکباد کے لئے ہمایوں بادشاہ پاس بھیجا تھا۔ اُنھوں نے ہمایوں اور اعیان مملکت کو نہایت غضب میں دیکھا تو وہ بادشاہ کی اجازت بغیر مرزا شاہ حسین پاس چلے گئے اور جاکر اونھوں نے کہدیا کہ عنقریب ہمایوں کی سلطنت کا زوال آنے والا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ہمایوں کو شیر شاہ نے ہندوستان سے نکال دیا۔ مرزا شاہ حسین ٹھٹہ سے بکر میں آیا۔ اپنے پرگنات کی خرابی کے لئے افواج متعین کی۔ خود باغ بیرلوکہ اور اور باغات اور عمارات کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ اور قلعہ بکر کی شکست و ریخت کی مرمت کی اور اجناس کے ذخائر۔ اور بہت علف و ہیزم قلعہ میں جمع کئے۔ جب شیر شاہ سے ہمایوں

اور اوسنے کہاکہ آمر اُمرانی کو کہ کنگار کا بہائی تہا تم نے قتل کیا ہی اوسکے خون کے انتقام کے لئے آدمی مجتمع ہوئے ہیں۔ چونکہ آپ ملتان کی تسخیر کو گئے ہوے تھے۔ آپ کے اہل وعیال کی حرمت کی نگاہداشت کے سبب سے اونکے سر پر ہیں نہیں چڑہا۔ اب آپ کو ہم سے صلح کرنی چاہیئے۔ اور ملک سند میں سے کچہ ہمکو دینا چاہئے۔ مرزا شاہ حسین نے کہاکہ سوا رجنگ کے ہمارے پاس کچہ اور جواب نہیں ہی۔ آمر اُمرانی کے خون نے جس میدان کو رنگین کیا ہی ہنوز اوسکا اثر باقی ہی۔ پہلے اس سے کہ تم میری طرف آؤ میں تمہاری طرف آتا ہوں۔ مرزا شاہ حسین نے کچہ آدمی اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے ٹہٹے میں چھوڑے اور خود لشکر کنگار کی طرف عازم ہوا۔ جب حوالی کچہ میں پہنچا تو لشکر میں غلّہ کی کمی ہوئی اس سبب سے آدمی دلتنگ ہوئے۔ مرزا شاہ حسین نے باتفاق امرا اس میں صلاح دیکہی کہ چاروں طرف جو فوج قریب ہو وہ آجائے۔ سلطان محمود بکری و میر فرخ وحسن نکہ ری اور مرزا عیسیٰ و میر علیک کی فوجیں تیار ہوئیں۔ کنگار نے بھی یہ خبر پاکر کہ مرزا کم آدمیونکے ساتہہ آیا ہی دس ہزار سوار و پیادہ لیکر مرزا کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا اور کنگار میں تین مہینے تک لڑائی رہی مرزا کو فتح ہوئی۔ اونٹ گھوڑے واسباب مویشی بے نہایت سپاہ کے ہاتہہ آئے۔ مرزا شاہ حسین مظفر ومنصور بلدہ ٹہٹہ میں آیا اور پندرہ برس تک امن وامان وعیش وآرام میں بسر کئے۔

سنہ ۹۴۲ میں جب ہمایوں بادشاہ گجرات کی مہم کو روانہ ہوا ہے۔ تو اثنا رسفر میں مرزا شاہ حسین کو فرمان بہیجا کہ یکجہتی کا طریقہ اختیار کر کے گجرات میں آؤ اور حدود پٹن میں توقف کر کے عرضداشت بہیجو اور پہر جو حکم ہو اوسکی تعمیل کرو۔ مرزا شاہ حسین جمعیت تمام کے ساتہہ نصرپور سے سوار ہوکر رادن پور کی راہ سے پٹن میں آیا۔ خضر خاں جو یہاں پہلے سے سلطان بہادر بادشاہ گجرات کی طرف سے حاکم تہا وہ متحصن ہوا اور حوالی پٹن کی مراعی وفراموشی کو دور بہیجدیا۔ سلطان محمود خاں پانچ سو سوار لیکر آگے گیا اور بعض دیہات کو غارت کرتا ہوا پٹن سے سات کروہ پر مقیم ہوا۔ سلطان محمود خاں نے خضر خاں پاس آدمی بہیجا کہ مرزا شاہ حسین سپاہ گراں کے ساتہہ آیا ہی۔ تجھے لایق یہ ہی کہ تو اُسکی ملازمت سے مشرف ہو۔ اور قلعہ کو تسلیم کر اور عیال واطفال کو سلامت جہاں چاہے لیجا۔ اسکے جواب میں خضر خاں نے لکھا کہ سلطان بہادر مجھے سلامت چاہے۔

ہمایوں بادشاہ کا بعزم گجرات میں مرزا شاہ حسین کا بلانا اور اُسکا جانا

جان پر کھیل جاتے تھے۔ مرزا شاہ حسین نے آدمیوں کا یہ اضطراب دیکھکر ملتانیوں کے مارنے سے ہاتھ کھینچا۔ جب محاصرہ پر ایک سال گذر گیا اور اہل حصار کا کام بجان اور کارد باستخواں پہنچا ربیع الاول ۹۳۳ سنہ میں ارغون کے بہادروں نے اکثر دشمنوں کا قالب اپنے زخم جانگداز سے خالی کیا اور ایک جماعت سحر کو لوہاری دروازہ کو توڑا شہر میں داخل ہوئے لوٹ مار شروع کی سات سال کی عمر سے ستر سال کے آدمی تک قید کئے۔ غرض ملتان میں ایک قیامت برپا کی۔ دس بارہ روز تک شہر کو غارت کیا۔ محب ترخاں نے خانقاہ میں جاکر آدمیوں کو لوٹ لیا اور آگ لگادی اور اس مزار میں بڑی خونریزی کی۔ قوم لنگاہ کے آدمی اور ملتانی اکثر قتل عام میں ہلاک ہوئے۔ اس تاراج میں جواہر نفیس ونقود نامعدود مغل کی سپاہ کے ہاتھ آئے۔

مرزا شاہ حسین کا غصہ دہیما ہوا۔ باقی رعایا پر اوسنے ترحم کیا اور حکم دیا کہ مُردوں کو اُٹھاکر مغاکوں میں مدفون کریں۔ اور آیندہ کسی شخص کے مزاحم نہ ہوں۔ سلطان محمود کے دفتر اور پسر سلطان حسین کو شیخ بہاء الدین مرزا شاہ حسین کی خدمت میں لائے۔ مرزا نے اِن دونوں کو مسکین ترخاں کو حوالہ کیا ترخان نے سلطان محمود کی بیٹی سے شریعت کے موافق نکاح کیا۔ پسر کو اپنا فرزند بنایا۔

مرزا شاہ حسین یہاں دو مہینے ٹھیرا اور پھر بکر میں چلا گیا۔ دولت آخور کو خواجہ شمس الدین کے ساتھ ملتان کی حکومت کے لئے متعین کیا۔ دو سو سوار سو پیادہ و سو توپچی مقرر کئے۔ شیخ شجاع بخاری اور بعض خاصہ خیلوں سلطان محمود لنگاہ کا مواخذہ کیا اور ڈنڈ لیا۔ اور کل روپیہ انسے لیا۔ مرزا شاہ حسین بکر میں تشریف لایا تہا کہ امراے ٹھٹہ کی عرضداشت آئی کہ کنگار ٹھٹہ پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہے مرزا شاہ حسین نے ٹھٹہ کی طرف مراجعت کی۔ دولت آخور اور خواجہ شمس الدین ولنگرخاں ملتان میں گیارہ مہینے رہے۔ پھر لنگرخاں بابر بادشاہ پاس چلا گیا۔ اس خبر کے سننے سے مرزا شاہ حسین نے ملتان کو بابر بادشاہ کی پیشکش میں دیا۔ دولت خور اور شمس الدین بکر میں چلے آئے۔ اور بابر بادشاہ نے محمد کامران کو ملتان مرحمت کیا۔

کنگار کی مخالفت اور مرزا شاہ حسین کا ٹھٹہ آنا

اوپر بیان ہوا کہ امراء ٹھٹہ نے عرضداشت بہیجی تھی کہ کنگار کا ارادہ ٹھٹہ کی تسخیر کا ہے۔ مرزا شاہ حسین ایلغار کرکے نواحی ٹھٹہ میں آیا اس اثنار میں کنگار کا ایلچی مرزا شاہ حسین کے پاس آیا۔

ملتان کا محاصرہ کرکے فتح کرنا

سنہ ۹۳۳ کے آخر میں سلطان محمود کی وفات کے بعد اوسکے اقربا اور امرا میں منازعت و عداوت شروع ہوئی ہر ایک نے اپنے ناحیہ کو مستحکم کیا اور کسی غیر کی اطاعت کی۔ سلطان حسین اِسکا چھوٹا بیٹا جو جانشین ہوا تھا شیخ شجاع بخاری کے اور عورتوں کے ہاتھہ میں تھا اور کوئی کام نہ کرتا تھا اسلئے فتنہ و فساد و جور و ظلم و تعدی ملتان میں پیدا ہوئے۔ اس سبب سے اکابر و عالی و رعایا اور حاکم کے طالب ہوئے لنگر خاں نے جو سلطان محمود کے امرا میں سے تھا وہ شاہ حسین پاس آگیا۔ اور اوس سے یہ حال بیان کیا اور بلدہ ملتان کی تسخیر پر اوسکو مستعد کیا مرزا نے مسکین ترخاں کو قراول بناکے بھیجا۔ شیخ اسمٰعیل قریشی عمدۃ المشایخ کو برسم رسالت مرزا پاس اہل ملتان نے بھیجا۔ مرزا نے شیخ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور مہمانی کے طریق پر روپیہ بھی دیا مگر جب شیخ نے صلح کی تمہید میں گفت و شنید کی تو اوس پر کچھ فائدہ مرتب نہ ہوا۔ تو شیخ نے لنگر خاں سے کہا کہ مجھکو ٹھٹہ میں جہاں میرے عزیز ہیں وہاں بھیجدے لنگر خاں نے مرزا سے کہکر اوسکو ٹھٹہ میں اوسکے عزیزوں پاس بھیجدیا۔ اور حوالی ٹھٹہ میں ایک موضع بطور سیورغال کے دلوادیا۔ لنگر خاں نے مرزا کا لشکر لیکر کہلوان کو تاخت و تاراج کیا غلہ و مویشی تمام اسباب مرزا کے لشکر نے لے لیا محاصرہ و محاربہ کا آغاز کیا۔ والی ملتان نے اپنے بھائیوں میں سے ایک بھائی کو شیخ شجاع بخاری کے ساتھ مرزا شاہ حسین کی خدمت میں بھیجا۔ اور اطاعت کا اظہار کیا۔ مرزا نے اِن پر نوازشس کی اور فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے کہہ کہ قلعہ سے نکلکر ہماری پند و اطاعت کو قبول کرے تاکہ ہم اوسکو قلعہ دیکر واپس چلے جائیں۔ اونہوں نے قلعہ کے اندر جاکر یہ پیغام سُنایا قوم لنگاہ اپنے غرور کے سبب سے باہر نہ آئی سپاہ اہڈ غوں کے دفع کے درپے ہوئی۔ آتش حرب گرم ہوئی حصار کے دروازوں کو کھولکر تیغ و تیر ہاتہہ میں لئے اور ایک عجیب کارزار کی اور مرزا شاہ حسین نے غصہ میں آنکر تیر و تفنگ کا مینہ برسایا۔ شہر ملتان میں غلہ کا قحط عظیم واقع ہوا ایک گائے کی سری دس ٹنکہ کو اور ایک من غلّہ سو ٹنکہ کو بکتا تھا۔ اور اکثر آدمی گائے کا پوست و چرم جو کہانے کے قابل نہ ہوتا تھا کہاتے تھے۔ شیخ شجاع بخاری نے یہ ظلم برپا کیا جس شخص کے گہر میں غلہ کا گمان ہوتا تھا۔ اس بیچارہ کو لوٹ لیتا تھا۔ اس ناہموار کام سے لوگ اُس سے عاجز ہوئے کہ دوسرے حاکم کے لئے دست بدعا رہتے تھے اور قلعہ کے ایک بازو سے خندق میں گر کر

شیخ بزرگوار مرزا حسین کی ملاقات کو گئے اور اِن شرائط پر صلح کرادی اور یہ عہدنامہ لکھا دیا کہ آب گھارا جو حد ولایت ملتان اور بکر کی ہے اُس سے آگے لنگاہ آج کے دن سے باہر قدم نہ رکھیں - شیخ کو نو گھوڑے اور قطار شتر و نقد روپئے مرزا نے دیئے - شیخ نے راضی خوشی مراجعت کی مرزا نے حکم دیا کہ اوچہ میں ایک اور قلعہ بنایا جائے - اس قلعہ کی عمارتیں بحال خود ابتک موجود ہیں - قلعہ اوچہ میں اپنے معتمد آدمی مقرر کئے اور مراجعت کی - اقبال خاں جو سلطان محمود لنگاہ کا کوکہ تھا مرزا شاہ حسین کی ملازمت سے مشرف ہوا اور دولتخواہی کا اظہار کیا - مرزا نے اُسپر کمال التفات کی -

قلعہ دلاور کا فتح ہونا اور غازی خاں کا قتل

اقبال خاں نے عرض کیا کہ قلعہ دلاور میں خزینے اور دفینے بہت ہیں اور سلاطین کا اندوختہ وہاں بہت کچھ ہے - غازی خاں وہاں کے حاکم کے نام حکم صادر ہوا کہ اس وقت ہم قلعہ اوچہ میں تشریف فرما ہیں تجھکو سزاوار یہ ہے کہ بلا توقف مع اہل قلعہ ہماری ملازمت میں حاضر ہو -

مگر غازی خاں اپنی حصانت حصار کے پندار میں تھا وہ نہ حاضر ہوا تو مرزا نے غرۂ رجب کو لشکر کو حکم دیا کہ آب و غلہ ہمراہ لیکر ایک مہینہ کا آذوقہ لیکر دلاور کے قلعہ پر جائے سنبل خاں سواروں و خاصہ خیل و توپچیوں و پیادوں کو لیکر دلاور کے قلعہ کو گھیر لیں - اور مورچلوں کو تقسیم کرکے محاصرہ و محاربہ میں مصروف ہوں - یہ قلعہ نہایت مضبوط بے آب بیاباں میں واقع تھا - چابک دست کارپردازوں نے تین روز کے عرصہ میں تین سو کنوئیں کھود لئے - لشکر میں پانی کی افراط ہوگئی چار روز بعد مرزا خود تشریف لایا اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا - اسباب حصار گیری کو ترتیب دیکر تیر و سنگ پھینکنے شروع کئے اہل قلعہ کا حال تنگ ہوا اونکو کسی جگہہ سے کمک و مدد کی امید نہ تھی - آخرالامر سنبل خاں نے دونوں طرف قلعہ میں نقب لگاکر برج و بارہ کو دروازہ کے آگے سے اُڑا دیا - اہل قلعہ نے حقے و شعلہا آتش پھینکے - بہت سے اہل قلعہ مقتول ہوئے اور باقی اسیر ہوئے - اور مرزا نے خزینے دفینے کے لئے اپنے معتمد آدمی مقرر کئے - صبح کو اس دولت کو سپاہ میں تقسیم کیا اور اپنے خزانہ میں داخل کیا - مرزا نے اُوچہ میں مراجعت کی اور وہاں سے بکر میں پندرہ روز میں آیا - بساط عیش و عشرت بچھایا -

اِس اثنا میں سید زین العابدین بخاری۔ شیخ ابراہیم۔ و شیخ اسمٰعیل جمالی و قاضی ابوالخیر و قاضی عبدالرحمن مرزا شاہ حسین کی خدمت میں آئے صورت واقعہ کو بیان کیا تو مرزا نے حکم دیدیا کہ آدمیونکا کوئی متعرض نہو۔ اور قیدیوں کو چھوڑ دو اور جو کوئی حکم کے خلاف کام کرے اوسکے سر کو نیزہ پر لٹکا دو اور قلعہ و عمارت اوچہ کو ڈہا دو عمارات اوچہ کی چوب کشتیوں میں لدکر بکر میں آئی۔

جب حسین شاہ کے اس غلبہ کی خبر سلطان محمود لنگاہ کے کان میں آئی تو اُسنے سرحدوں پر اپنے آدمی بھیجے کہ لشکروں کو جمع کریں۔ ایک مہینہ کے عرصہ میں اسّی ہزار پیادہ و سوار جمع ہوئے اس سپاہ میں بلوچ و جٹ و رند و دادی اور اور قومیں تہیں۔ سلطان محمود میدان بزم و پیکار کے عزم سے نہایت نخوت کے ساتھ ملتان سے چلا۔ مرزا شاہ حسین سلطان محمود کی جمعیت کا حال سُنکر گھارہ کے کنارے پر آنکر انتظار میں بیٹھا۔ سلطان محمود لنگاہ نے ایک ماہ ملتان کے باہر اسباب و ادوات جنگ و حرب کو ترتیب کیا۔ اسکو اپنے لشکر پر بڑی نخوت تھی اپنی فتح کا یقین تھا۔ ؎

بے خبر زانکہ نقشبند قضا درپسِ پردہ نقش ہا دارد

شیخ شجاع بخاری کہ نسبت دامادی کی سلطان حسین لنگاہ سے رکہتا تہا اور امور ملکی اور مالی میں اسکا ہاتہہ قوی تہا۔ اوسنے اہل حرم خاصہ خیل میں سے کسی کے ساتہہ خیانت کی سلطان محمود کو اسکی خبر ہوئی وہ اُسپر ایسا خفا ہوا کہ اوسکے خوف کے مارے شیخ نے اپنے صاحب کے ہلاک کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکہا اور سارے حقوق کو طاق پر رکہکر زہر ہلاہل جو خزانہ میں اوروں کے ہلاک کرنے کے لئے رکہا گیا تہا وہ لیکر اوسنے خود سلطان محمود کو پلایا نیم جرعہ میں وہ ایسا مست ہوا کہ پھر بیدار نہ ہوا۔ سلطان محمود کی والدہ کو جب اس واقعہ پر اطلاع ہوئی تو اوسنے اُسی منزل میں توقف کیا سپاہ کو اور سب امرا کو اسپر مطلع کیا۔ اکثر سپاہ میں ہجوج تہے وہ آشفتہ ہوئے۔ لنگاہ کے آدمیوں میں سے سلطان حسین پسر سلطان محمود کو مسند حکومت پر بٹھایا اور اب سوا مصالحہ کے کچھ اور چارہ نہ دیکہا۔ شیخ بہاءالدین سے التماس کیا کہ صلح کرادیں

نہیں ہی - دوسرے روز شاہ حسین قلعہ سیوراے کے متصل فروکشس ہوا اور اوسنے حکم دیا کہ قلعہ کو خاک کی برابر کریں - پہر یہاں سے قلعہ مو کی طرف گیا - شیخ روح اللہ جو یہاں کے بزرگوں میں تھے ۔ اُس سے ملنے آئے - اور اہل قلعہ کا اضطرار و عجز بیان کیا - شاہ حسین سنے مرزا اسکین ترخاں کو فرمایا کہ ایک جماعت کو ساتہہ لیکر قلعہ کے اندر جا کر ذخیروں کو دیکھے اور اگر کوئی لنگاہ و بلوچ ہو تو اوسکو قلعہ سے باہر نکال دے اور جو شخص کہ شیخ حماد کی خانقاہ میں پناہ لیجائے اس سے کچھ تعرض نہ کرے - غرض اس جماعت کو اوسنے معاف کیا اور ایک اور جماعت سپاہیوں کی جو تھی اوسکو وہ باندہ کر مرزا کے پاس لایا - مرزا نے دو تین روز قلعہ مو میں قیام کیا اور قلعہ کی سیر کی اور مو کے شیخوں سے عہد لیا کہ اوسکے آدمیوں کی آمد و شد کا کوئی متعرض نہ ہو - اور ہمارے مخالفوں کو وہ آنے نہ دیں - بعد ازاں شیخ روح اللہ نے دہر کے جرموں کی معافی کی درخواست کی - شاہ حسین نے فرمایا کہ یہ وہ جانے اور سلطان محمود خاں جانے جسکے دو بھائی دہر کے آدمیوں کے ہاتھوں سے تلف ہوئے ہیں - دہر کو بلایا وہ شمشیر در گردن سلطان محمود کے پاس آیا - اوسنے اوسکے گناہ معاف کر دیئے - پہر وہ کوچ کر کے مردم لار کی سرحد پر آیا - یہاں سے اوچہ کی عزیمت کی - محب ترخاں کو پانچسو سواروں کے ساتہہ ہراولی کے لئے آگے بہجوایا -

مرزا شاہ حسین رزم کے عزم سے سوار ہوا اور اوچہ کی طرف چلا اور اپنے لشکر کو مرتب کیا - دوسری جانب میں بھی لنگاہ کے راے زادے اور بلوچ اور ملتان کی ساری سپاہ اسقدر جمع ہوئی کہ شاہ حسین کے لشکر سے سو گنی تہی - جب دونوں لشکر برابر کہڑے ہوئے تو مغلوں کی سپاہ نے آتش قتال کو بہڑکایا - بلوچوں اور لنگاہوں نے تیر و کمان کو ہاتھوں میں لیکر تیر و نکاینہ برسایا - مرزا کے برانغار اور جرانغار کو فتح ہوئی - اوسنے بہلول راے زادہ اور ایک جماعت کثیر کو دستگیر کیا - مرزا نے اس جماعت کے قتل کا اشارہ کیا - مرزا کی سپاہ میدان جنگ سے شہر کے باہر آئی اور قلعہ کا دروازہ توڑ کر بڑی راے زاد لنگاہ نے فصیل پر چڑہکر تیر و سنگ پھینکے - اونکے سرداروں کے سر جب نیزوں میں پرو کر اونکو دکہائے گئے تو وہ سب منہزم ہو کر برج و بارہ سے گر گر اپنی نجات جانتے تھے - مگر جو شخص اوچہ کا مرزا کے آدمیوں کے ہاتہہ آجاتا وہ قتل کیا جاتا - شہر کے آدمیوں کو غارت کیا

اوچہ کے مقام میں لڑائی شاہ حسین و مردم لنگاہ

اور لشکر کے لئے استعداد و وسالہ کریں۔

اس عرصہ کے اثناء میں بعض وقائع

جب مرزا شاہ حسین نے ملتان کی فتح کا ارادہ مصمم کیا تو اول وہ ارغوں ونکدر و ہزارہ کی جماعتوں سے فارغ البال ہوا۔ یہ قومیں سیوی میں مع اہل وعیال رہتی تہیں۔ اوسنے ایک ہزار سوار ساتھ لئے اور ایک ہفتہ میں ایلغار کر کے قلعہ سیوی میں پہنچا۔ قلعہ کو مرمت کر کے اپنی معتمدوں کے حوالہ کیا۔ بہرتی دفع بلوچوں کو مطیع ومقید کیا۔ آخر کو ایک قیدیوں کی جماعت کو اس شرط و عہد پر چھوڑا کہ اونکے سردار اور بڑے آدمی اوسکی ملازمت میں بکر کو چلیں۔

جب بابر بادشاہ ہند کی طرف روانہ ہوا تو شاہ حسین نے اپنے ایلچیوں کے ہمراہ لائق پیشکش بہیجی۔ جب شاہ حسین بابر کی خدمت میں رہتا تھا تو اوسنے میر خلیفہ سے کہ وکیل و میر دیوان بیگی سرکار بادشاہی کا تھا ایسی خصوصیت پیدا کی تھی کہ اوسکی دامادی کی امید تھی۔ اب اوسکی تجدید کے لئے عبدالباقی کی دادی شاہ سلطان کو کہ سید جعفر کی اولاد میں سے تھی بابر بادشاہ کی خدمت میں بہیجا اور درخواستِ نکاح کی۔ بابر نے گلبرگ بیگم بنت میر خلیفہ کو خلیفہ کے چھوٹے بیٹے حسام الدین ترک کے ساتھ شاہ حسین پاس بہیجدیا۔ شاہ حسین نے بیگم سے نکاح کیا۔ اور پرگنہ پاترا اور باغبانان حسام الدین کو بطریق ضیافت سپرد کئے اور تسخیر ملتان کا عازم ہوا۔

ملتان کی طرف شاہ حسین کا متوجہ ہونا

سنہ ۹۳۱ میں شاہ حسین نے لنگاہ امیر ملتان کے دفع کرنے کے لئے ملتان کی طرف کوچ کیا اور منزلیں طے کر کے قلعہ سیوراے پر پہنچا۔ خوب لوٹ مار کی مخالفوں میں سے جسکو دیکھا اوسکو قتل کیا قلعہ سیوراے میں جو بلوچ تھے وہ اس خبر کو سنکر اوچہ کی طرف چلے گئے۔ کچھ قلعہ میں متحصن ہوئے یہ قلعہ اور قلعوں میں استحکام اور ارتفاع میں ممتاز تھا۔ مرزا شاہ حسین ایک کولاب (تال) پر اوترا سلطان محمود بکری کو قلعہ کی جانب بہیجا وہ ایلغار کر کے حوالی قلعہ میں بلوچوں کی فوج سے دوچار ہوا۔ لڑائی شروع کی۔ اس پاس اسی سواروں سے زیادہ نہ تھے۔ جنمیں سے ۲۰ تلوار سے ہلاک ہوئے۔ اور دوسری جانب دو سو آدمی مارے گئے۔ بلوچ یہ حال دیکھکر سب بہاگ گئے جب یہ خبر شاہ حسین کو پہنچی تو دیوان میں سلطان محمود خاں کی بڑی تحسین و آفریں کی اور خلوت خانہ میں بلا کر اپنے ہاتھ سے چوب لگا کے ملامت کی کہ ایسی تیز دوی و بے جلوئی کرنی خوب

حکومت شاہ حسین کا ذکر اور دہر کا اسیر ہونا

اوبارہ کو تاخت و تاراج کرکے قلعہ ماتیلہ میں آیا۔ مردم دہر نے قلعہ سیوراے کے بلوچوں سے
کہا کہ مردم مغل دست اندازی کرکے مال و مواشی کو لیجاتے ہیں۔ جب تک تم دست بردکرو گے
وہ ہمیشہ یہی عمل کرینگے۔ سیوراے کے بلوچوں نے جمعیت کی اور دہر کے آدمیوں پر تاخت کی۔
بابا احمد خبردار ہوا۔ اُنکا تعاقب کیا اوبارہ میں دونوں میں لڑائی ہوئی۔ آخر کو بلوچوں کو شکست ہوئی
اکثر قتل ہوئے۔ دہر کے چند آدمی دستگیر ہوئے اور قید خانہ میں ڈالے گئے۔ مرزا شاہ حسین نے
ایک فوج بلوچوں پر تاخت کے لئے موضع کندھی و بہنر تک بہیجی تھی۔ اوسنے بلوچوں کو تادیب کی
اور مراجعت کے وقت ماچی کو گوشمالی دی۔ اِن آدمیوں سے مبلغ پیش کش میں دئے اور
لڑکیاں دیں۔ بابا احمد اوبارہ کو تصرف میں لایا۔ جب اس محال سے خاطر جمع ہوئی تو وہ بکر میں چلا آیا
پانی کی طغیانی میں مرزا کی سرکار کے شتروں کو جو مردم دہر و بہتم محمد فراشش کے اہتمام میں قریب
ماتیلہ کے رہتے تھے۔ سیوراے کے بلوچوں اور براور اور فتح پور کی حدود کے جاٹوں نے
لوٹ لیا۔ بابا احمد یہ خبر سنکر تین سو سوار بکر سے لیکر آیا اور سرکاری اونٹوں کو واپس لیا۔ اور لٹیروں کی
ایک جماعت کو قتل کیا۔ اونٹوں کو لیکر جب وہ تیتی کے قریب آیا تو سیوراے کے بلوچوں و مردم
دہر نے راہ روکی۔ جنگ عظیم ہوئی۔ بابا احمد کے کاری زخم لگے۔ جب اس معرکہ سے نکلکر ماتیلہ
میں آیا تو گہوڑے سے زخموں کے مارے گرا اور مرگیا۔ میر عبد الفتاح ولد میر فاضل نے جب اپنے
بھائی کو موت کی خبر سنی تو اُسنے بیتاب ہوکر مرزا شاہ حسین سے رخصت حاصل کی وہ میر قاسم کا داماد
تھا مرزا شاہ حسین نے میر کو بھی ساتھ کردیا کہ وہ کوئی بے جلوئی نہ کرے اوسنے یہاں آنکر بھائی کی نعش
کو بکر بہیجا۔ اور خود یہاں کچھ دنوں توقف کیا۔ ایک دن قابو پاکر بلوچوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل
کیا۔ حدود مو تک پہنچکر کارزار کرکے ہزیمت پائی۔ آخر کو مردم دہر نے مصالحت چاہی قرار
پایا کہ تیتی داہن سند کی حد مقرر ہو۔ میر ابو الفتاح تیتی داہن میں تھا کہ ایک رات کو خبر آئی کہ اوبارہ
نے مویشی کو بلوچوں نے لوٹ لیا۔ میر ابو الفتح گھر سے ہتیار لگاکر باہر نکلا۔ ہوا ایسی گرم تھی کہ جسکے
سبب سے اوسکے مزاج میں ایسی حرارت پیدا ہوئی کہ گھر تک آنا مشکل ہوگیا۔ بعد اِن دو واقعات
کے مرزا شاہ حسین نے ملتان کی تسخیر کا ارادہ کیا اور حکم فرمایا کہ امرا اور لشکری سب بکر میں آئیں

اس اثنا میں جنگجو جوانوں نے دشمنوں کو دریا سے راہ عدم میں روانہ کیا۔ جام فیروز ولایت کچھہ میں چلا گیا۔ ایک مدت تک ان حدود میں رہا۔ مردم کچھہ سے استمداد آدمیوں کی کی۔

جب جام فیروز موضع جاجکان دراہمان میں پہنچا تو قریب پچاسس ہزار سوار و پیادوں کے اس پاسس جنگ کے آہنگ سے مہیا ہوئے۔ ولایت ٹھٹہ میں ایک غلغلہ و زلزلہ ڈال دیا۔ محمد مسکین ترخاں و میر فرخ و سلطان قلی بیگ اور ایک جماعت امرا نے مرزا شاہ حسین پاس جاکر صورت واقعہ کو ظاہر کیا۔ مرزا شاہ حسین نے ایک جماعت کو ٹھٹہ میں چھوڑ کر شہر کو مضبوط کیا خود اعدا کے دفع کی طرف متوجہ ہوا۔ کوچ بکوچ چلکر جنگ جام فیروز کے لئے روانہ ہوا جب اِن حدود میں پہنچا تو لشکر کو ترتیب دیکر روانہ ہوا۔ جب مخالفوں نے یہ مغلوں کا لشکر دیکھا تو سب گھوڑے پر سے نیچے اُترے اور سروں پر سے پگڑیاں اُتاریں اور سب نے اپنے تئیں چادروں سے سروں سے وابستہ کر کے لڑنا شروع کیا اہل سندو ہند کا قاعدہ ہے کہ جب وہ لڑائی میں مرنے کا ارادہ مصمم کر لیتے ہیں تو گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ ہوتے ہیں اور سروں کو برہنہ کرتے ہیں۔ چادروں و کمربندوں کو آپس میں باندھ لیتے ہیں کہ کوئی انمیں سے بھاگ نہ جائے۔ مرزا شاہ حسین نے یہ حالت ملاحظہ کر کے اپنے امرا کو فتح کی مبارکباد دی اور اشارہ کیا کہ تیر و کمان پر ہاتھہ لیجائیں اور خود دعا پڑھ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوئی قریب بیس ہزار آدمیوں کے میدان جنگ میں مقتول ہوئے۔ جام فیروز گجرات میں بھاگ گیا اور وہیں رہا۔ جب تک حضرت عزرائیل اسکی ملاقات کو آئے تین روز تک میدان جنگ میں شاہ حسین مقیم رہا۔ گھوڑے اور اسباب جو ہاتھہ آئے تھے سپاہ اور امرا کو تقسیم کرتا رہا۔ بعد ازاں شہر ٹھٹہ میں آیا۔ تغلق آباد میں سکونت اختیار کی۔ چھہ مہینہ رہ کر بکر کو گیا۔ پھر سیوستان میں آیا۔ یہاں سے بکر کو گیا۔ شیخ میرک و شاہ قطب الدین جو اپنے زمانہ کے بڑے بزرگ تھے قندہار سے سندھ میں آئے۔

سنہ ۹۲۸ کی اوائل میں مرزا شاہ حسین نے سُنا کہ حدود داوبارہ و تیتی و آہن میں ایک جماعت دہرو ماجی وغیرہ ہمیشہ پرگنہ ماتیلہ و دہرو غیرہ کی رعایا کی معترض ہوتی ہے۔ اسلئے بابا احمد پسر میر فاضل کوکتاشس کو اس جماعت کی تادیب کے لئے مامور فرمایا۔ سپاہ کا سرانجام کیا۔ نواح تیتی و آہن

جام فیروز کی شکست

مرنے پر دال ہی - غرض بعد عزاداری کے مملکت گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے ٹھٹہ کی طرف متوجہ ہوا اور موضع نصرپور میں آیا جام فیروز کی طلب میں آدمی بھیجے۔

شاہ بیگ کا انتقال۔

جب شاہ بیگ مہمات بکر وسیوستان سے فراغت پاکر مملکت گجرات کی تسخیر کی طرف بالکل متوجہ تہا - اور بکر سے باہر اس ارادہ سے چلا تھا کہ خبر آئی بابر بادشاہ بہرہ وخوشاب کی حوالی میں ہندوستان کی تسخیر کے ارادہ سے آیا تو اسنے اپنے حاضرین مجلس سے کہا کہ یہ بادشاہ ہمکو اپنے حال پر نہیں رہنے دیگا - اور آخر کو یہ ملک ہم سے اور ہماری اولاد سے لے لیگا - ہم پر واجب ہی کہ کسی دوسری ولایت میں چلے جائیں - جب اسکو یہ دغدغہ پیدا ہوا تو اوسکے سینہ میں درد پیدا ہوا - مملکت گجرات میں پہنچا نہ تھا کہ موت آگئی - یہ واقعہ ۲۲ شعبان ۹۲۸ھ کو ہوا -

مرزا شاہ حسین کی ابتدا حکومت ٹھٹہ میں اور جام فیروز کا فرار ہونا

جب مرزا شاہ حسین نصرپور میں مسند حکومت پر باپ کی جگہہ بیٹھا - سادات وقضات واشراف واعیان نے جمع ہو کر مراسم تعزیت وتہنیت کو ادا کیا - اوسنے سب کو اکرام انعام سے سرفراز کیا - چونکہ یہ امر اول شوال میں کہ روز عید تہا واقع ہوا تھا تو لوگوں نے چاہا کہ اوسکے نام کا خطبہ نماز عید میں پڑہا جائے - مگر اوسنے کہا کہ جب تک صاحب قراں کی اولاد میں سے کوئی باقی ہی اسکا حق ہم تک نہیں پہنچتا - بابر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑہوایا گیا - جام فیروز نے حافظ رشید خوشنویس قاضی و حاجی مفتی کو مع تحف وپیشکش کے مرزا پاس بھیجا اور تاسف کا اظہار کیا - مگر ایلچیوں نے مرزا سے خلوت میں کہا کہ جام فیروز نے بحسب ظاہر یہ کیا ہی باطن میں اوسکی غرض کچہہ اور ہی اگر کچہہ اورارادہ نہ ہوتا تو وہ حرب وکارزار کے لئے اور ادوات ضرب وپیکار کے لئے نہ جمع کرتا - اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ جنگ کا ارادہ رکہتا ہی - مرزا نے فرستادوں کو رخصت کیا اور خود منزل بمنزل قطع مسافت کیا - جب جام فیروز نے اوسکے حشم وخدم کو دیکہا تو تاب مقاومت اپنے میں نہ دیکہکر قرار پر فرار کو اختیار کیا - تھوڑے دنوں میں شہر ٹھٹہ کو خالی کرکے دریا کے دوسری طرف چلا گیا - مرزا شاہ حسین نے حکم دیا کہ دریا سے عبور کرکے سپاہ شہر ٹھٹہ میں اُترے - جب سپاہ اُترنے لگی تو مالک وزیر وشیخ ابراہیم داماد جام فیروز ایک جماعت کو لیکر اوسکی برابر آئے توپیں لگائیں اور چند کشتیوں پر توپچیوں اور تیر اندازوں کو سرراہ لاکر مرزا کے لشکر کے مانع ہوئے

کہ مغل مع اپنی بیویوں کے آئے ہیں۔ چاہیے۔ کہ سادات دو تین حویلیوں میں چلے جائیں سادات نے قلعہ میں رہنا اپنا مصلحت نہ جانا۔ باہر جانے کی درخواست انہوں نے کی۔ شاہ بیگ نے قصبہ لہری میں اونکے واسطے منازل متعین کئے وہ ابتک وہاں رہتے ہیں۔ پھر شاہ بیگ نے قلعہ دیکھا اور بہت خوش ہوا۔ منازل و محلات شہر کو ملاحظہ کرکے اونکو اپنے امیروں میں اور سپاہیوں میں تقسیم کیا قلعہ کو پیمایش کرکے اوسکے حصے کئے اور امرا کو دیئے کہ وہ دست بدست تیار کریں۔ قلعہ الور کہ پہلے پایہ تخت تھا اوسکو مسمار کیا اور اوسکی پختہ اینٹیں یہاں لاکر لگائیں۔ ترک وسمہ کی عمارات جو قلعہ کے حوالی میں تھیں۔ اکثر اونمیں سے ڈہائی گئیں اور اوسکا مصالح قلعہ میں لگایا گیا شاہ بیگ نے مرزا حسین سے کہا کہ جنوب کی جانب جو دو کوہ واقع ہیں وہ قلعہ کے سرکوب ہیں۔ ان دو پہاڑوں کا فکر کرنا چاہیے۔ پھر قلعہ کی عمارت بنانی چاہیے۔ پھر اوسنے فکر کرکے فرمایا کہ اول قلعہ کی عمارت اہم ہے اسلئے کہ قلعہ کے گرد دریاے عظیم ہے۔ اِن پہاڑوں سے چنداں وغدغہ نہیں ہے کوئی بادشاہ بالاستقلال اس قلعہ محقر کی تسخیر کی طرف مائل نہوگا۔ بادشاہ و امراے شکست خوردہ اس قلعہ پر کوئی کام نہ کرسکینگے۔ غرض تھوڑے دنوں میں قلعہ کی عمارت تمام ہوگئی اور ارک قلعہ کو خاص اپنے لئے اور مرزا شاہ حسین کے واسطے مقرر کیا۔ چند امرا کو بھی اس ارک میں جگہہ دی جیسے میر فاضل بیگ اور ملک محمد کوکہ وغیرہ کو سنہ ۱۰۰۰ تک یہ قلعہ موجود تھا۔

جب قلعہ کے بالکل بنانے سے اور مہام رعایا سے فراغت ہوئی تو ایک سال بعد اوسنے بلوچوں کی طرف توجہ کی وہ کبھی فتنہ وفساد سے باز نہیں آتے تھے مشورہ کرکے یہ قرار پایا کہ ایک وقت معین پر بلوچوں کے مواضعات پر مردان کار جائیں اور سب کو دفعۃً قتل کرڈالیں۔ چنانچہ بیالیس مواضع میں اسطرح بلوچ ایک وقت موعود پر قتل ہوئے اور اونکے مکانات بالکل خاک سیاہ ہوئے۔

سنہ ۹۲۸ میں پاینده محمد ترخاں کو بکر کی حکومت پر معین کیا اور خود ایک لشکر گراں کے ساتھہ گجرات کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ منزل بمنزل چلکر دریا کے دونوں طرفوں کو ناپاکوں سے پاک کیا جب چین دو کہ میں لشکر آیا تو میر فاضل کو عارضہ تپ لاحق ہوا۔ وہ رخصت لیکر بکر میں آیا۔ شاہ بیگ پر میر فاضل کے مرض کا بڑا اثر ہوا اور جب وہ مرگیا تو وہ الٹا بکر میں چلا آیا۔ اور اوسنے کہا کہ میر فاضل کا مرنا میرے

کہنے سے پہر ملک ٹھٹہ کی حکومت کا خیال ہوا - دس ہزار سوار قوام جاریجہ و سومرہ و سمہ و سودہ
کے لیکر ٹھٹہ کی فتح کے ارادہ سے چلا - جب وہ نواحی ٹھٹہ میں آیا - جام فیروز بے تاب ہو کر ٹھٹہ
سے سیوستان میں چلا آیا - شاہ بیگ کو صورت حال سے اطلاع دی تو اوسنے اپنے بیٹے
شاہ حسین کو ایک فوج کے ساتھ جام فیروز پاس بہیجا - یہ دونوں ملکر جام صلاح الدین سے
لڑے جسمیں جام اور اوسکا بیٹا مارا گیا - اور جام فیروز کے ساتھ شاہ حسین ٹھٹہ میں آیا - یہاں
سے سیوستان میں جاکر شاہ بیگ سے ملا - شاہ بیگ نے قلعہ سیوستان کے اندر اور باہر سے
مستحکم کیا قلعہ میں غلہ کے ذخیرے جمع کئے اور امرا کو حکم دیا کہ قلعہ میں اپنی حویلیاں بنالیں - خود بکر
کی طرف چلا - جام فیروز کی عرائض اور ایلچی آئے - اُنکو رخصت کیا اور جام فیروز کو مکتوب لکہے
کہ میرا ارادہ گجرات کی فتح کا ہے - جب وہ ولایت فتح ہو جائیگی تو بطور سابق مملکت سند کا
تعلق قوم سمہ سے ہو جائیگا -

سلطان محمود پہلے بکر بہیجا گیا تھا اوسنے اپنے باپ میر فاضل کو بلا کر سب یہاں کا بندوبست
کیا - شاہ بیگ بہی بکر (بھکر) کو روانہ ہوا - اور قصبہ سکر (سھکر) میں آیا سلطان محمود شاہ بیگ
کی خدمت میں آیا - اوسنے داریچا کا حال عرض کیا اونہوں نے اس سے سرکشی کی تہی -
اور سیدوں کی حمایت سے سلطان محمود بچا تھا - شاہ بیگ نے قاضی کی طرف دیکہا تو قاضی نے
عرض کیا کہ اس ولایت کی زمین سیلاب ہے اور کانٹے اس زمین میں بہت اوگتے ہیں -
بیل خارکن ہمیشہ ہاتہ میں رکہنا چاہیے - شاہ بیگ نے یہ بات سُنکر ان آدمیوں کو قتل کیا -
سلطان محمود شہر میں گیا اور اس قوم کے بہت سے آدمیوں کو راتوں رات مار ڈالا - صبح کو سادات
اور باپ کو ساتہہ لیکر شاہ بیگ کے پاس وہ آیا - سادات کی خیر اندیشی و نیک خواہی کو عرض کیا
شاہ بیگ اونکے ساتہہ التفات اور اعزاز سے پیش آیا - جب مجلس برخاست ہوئی تو محمود خاں کو خلوت
میں طلب کرکے سادات کا احوال پوچھا - سلطان محمود نے جو پہلے عرض کیا تھا وہ کہا - مگر آخر مجلس
میں یہ کہا کہ اگرچہ یہ آدمی دولت خواہ ہیں لیکن اس جماعت کا قلعہ کے اندر رہنا مناسب دولت نہیں -
یہ سُنکر شاہ بیگ مُسکرایا کہ خوب سفارش کی - حمزہ بیگ کو شاہ بیگ نے بہیجا کہ سادات کو یہ پیغام دو

امیر شاہ بیگ کا مرزا شاہ حسین کا بہیجنا جام صلاح الدین کے دفع کرنے کے لئے

مرحمت جبلی اور عاطفت اصلی کے سبب سے اُسکی عجز و بیچارگی پر ترحم کیا۔ اور فرستادوں کو خلعت دیکر جام فیروز کو عنایت آمیز باتیں کہلا بھجوائیں۔ آب پار کے کنارے پردہ تلوار حلق گردن میں ڈالے ہوئے نہایت انکسار کے ساتھ شاہ بیگ کی خدمت میں آیا۔ ارکا دست بوس ہوا۔ شاہ بیگ نے خلعت زر دوزی کہ سلطان حسین مرزا نے میر ذوالنون کو دیا تھا اوسکو عنایت کیا اور عمارت ٹھٹہ اوسکو حوالہ کی اور یہ قرار پایا کہ جام فیروز شہر کے اندر جائے اور اپنے آدمیونکو اپنے اپنے گھر میں بھیجدے۔ خود اوسنے اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا اور کہا کہ ملک سند وسیع ہے۔ اور یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اوسکی حفاظت چند آدمیوں کو سپرد کر کے اپنے گھر بار چلے جائیں مناسب یہ ہے کہ جام فیروز کو نصف ولایت سپرد کر دیجائے اور نصف اپنے معتمدوں کو تفویض کیجائے۔ سب نے اس راے سے اتفاق کیا کہ کوہ لکی سے سیوستان کے قریب تک جام فیروز کا علاقہ ہو اور لکی سے بالاتر ملک تعلق شاہ بیگ سے رکھے۔ یہ عہد و پیمان ہوکر شاہ بیگ کوچ بکوچ سیوستان میں پہنچا اور یہاں کے آدمی شاہ بیگ کے لشکر کے خوف کے مارے ٹھٹی کو (تہتی) کو بھاگے اور اقوام سہتا اور سومرا (سودہ) نے آنکر اوسنے اتفاق کیا اور کہا کہ جبتک جان ہے مخالفوں سے باز نہیں آئینگے۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ شاہ بیگ کو فتح ہوئی۔ قلعہ سیوستان پر اسکا قبضہ ہوا۔ قلعہ میں میر علیکہ و سلطان مقیم بیگ لار و میر کبک ارغون و احمد ترخاں کو سیوستان میں چھوڑا اور سلطان محمود خاں کوکلتاش کو قلعہ بکر میں متعین کیا۔ اور خود اپنے فرزندوں کے لانے کے لئے شال کو گیا اور قاضی قاضین کو محمود ولد دریا خاں پاس بھیجا کہ آدمیوں کو نصایح و مواعظ سودمند سنا کر مخالفت سے اطاعت میں لائے۔ قاضی کے جانے سے بعض عمائد شاہ بیگ پاس آنے پر راضی ہوئے۔ مخدوم بلال کہ علما میں سے تھا اونکے جانے کا مانع ہوا۔ جنگ کی صلاح دی۔ شاہ بیگ یہ سُنکر چند کشتیوں میں سوار ہوا میر فاضل نے شاہ بیگ کی جانب سے پیش دستی کر کے مخالفوں کو شکست دی اور بہت مواضع کے رہنے والوں کو برباد کیا۔ قوم سودہ کے آدمی بہت قتل کئے۔

ارغونیوں کا مرزا عیسیٰ خاں کے عہد میں جام صلاح الدین کے دفع کرنے کے لئے

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جام صلاح الدین گجرات کو بھاگ گیا تھا اب اوسکو دغل برادر جودہ کے

تین سو سپاہ لیکر خود اوسکے پیچھے گیا۔ جب دیار سندھ میں آیا اور موضع باغباں سے عبور کیا۔ اس زمانہ میں قوم سمہ کا لشکر موضع تلتی (ٹھٹی) میں کہ تین چار کروہ سیوستان سے تھا جمع تھا اور اوسکا سردار محمو خاں ولد دریا خاں اور ملتن خاں تھا۔ اوسنے جنگ و پیکار کا ارادہ کیا۔ جب شاہ بیگ موضع باغبانان میں آیا تو یہاں کے ملک اوسکی ملازمت میں دوڑے اور جان و مال سے خدمت کرنے پر مستعد ہوئے۔ شاہ بیگ یہ چاہتا تھا کہ اس دیار کے باقی سب آدمی اطاعت کریں مگر اونہوں نے اطاعت نہ کی سرکشی پر آمادہ ہوئے۔ تو شاہ بیگ نے کوہ لکی سے ٹھٹہ کا عزم کیا اور خانوہ کے کنارہ پر بلدہ ٹھٹہ سے جنوبی جانب میں فروکش ہوا۔ اس زمانہ میں ٹھٹہ کے شمال میں دریا بہتا تھا اسلیئے یہاں توقف کیا اور متامل تہا کہ اس دریا سے کس طرح عبور کرے ناگاہ ایک گدھے والا دریا سے پایاب گذر کر اس جانب میں آیا۔ چوکی کے آدمیوں نے اوسے پکڑ کر تہدید کی اوسنے راہ بتلائی عبدالرحمن دولت شاہی نے دریا میں گھوڑے کو ڈالا اور پار گیا۔ اور وہاں سے آنکر شاہ بیگ کو اس واقعہ کی خبر کی۔ غرض ۱۵ محرم ۹۲۷ھ (۱۵۲۰) کو وہ دریا سے عبور کرکے بلدہ ٹھٹہ میں آیا۔ دریا خاں پسر خوانده جام نندہ نے فیروز جام کو شہر میں چھوڑا اور بہت سا لشکر لیکر خوب لڑا۔ آخر کو شاہ بیگ فتحمند ہوا۔ اور دریا خاں لڑائی میں مارا گیا۔ جام فیروز کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ ٹھٹہ سے نکلکر پرار (ٹھٹہ کے شمالی کوہستان میں یہ ایک مقام ہے) میں پہنچا۔ ٹھٹہ کئی روز تک لٹتا رہا۔ اس آیۃ کا ان الملوك اذا دخلو قرية افسدوها (تحقیق جب بادشاہ قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اوسکو غارت کرتے ہیں۔ مصداق ہوا۔ بہت سے آدمیوں کے اہل و عیال مقید ہوئے۔ جام فیروز کے فرزند بھی مقید ہوئے آخر کار قاضی قاضین جو اس زمانہ کے فضلا میں سے تھا کوشش کی جس سے یہ آتش غضب بجھی۔ جام چند آدمیوں کے ساتھ موضع پرار میں ٹھیرا تھا۔ اسکا دل دردمند تھا اسلیئے کہ اوسکے اہل و عیال و جام نظام ٹھٹہ میں تھے۔ اب اوسکو چارہ کار سوا شاہ بیگ کی ملازمت کوئی اور نہ تھا۔ اسنے سخنداں آدمیوں کو بھیجکر عجز و نیاز کی زبان میں شاہ بیگ کو پیغام دیا۔ اگر حضور میرے گناہ کو معاف کر دیں تو جب تک زندہ رہوں گا بندہ رہونگا۔ شاہ بیگ نے

بابر بادشاہ نے مراجعت کی۔ شاہ بیگ نے قلعہ شال کو مضبوط کیا اور حوالی شال و سیوی میں سکونت اختیار کی اور اپنے وعدہ کے موافق ۹۲۲ھ میں قندہار کی کنجیاں میر غیاث الدین پدر ابوالمکارم کے ہاتھ بادشاہ پاس بھیجدیں۔ بادشاہ نے انکو لے لیا۔ وہ مال اور نواحی شال و سیوی میں ایسی تنگی و ترشی سے بسر کی کہ سپاہ کو شلغم و گاجریں اور اسی قسم کی چیزیں کہانے کو ملتی تھیں۔ آخر کار تسخیر سند کی طرف شاہ بیگ نے توجہ کی اور ایک دفعہ اور بعض مواضعات کو تاخت و تاراج کیا۔ اسی سال میں جام نندہ حاکم ٹھٹہ کا پسر خواندہ دریا خاں لشکر عظیم کے ساتھ حوالی سیوی میں آیا تھا۔ شاہ بیگ سیوستان کی تاخت و تاراج کو گیا تھا۔ مغلوں اور سندیوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ ابوالمحمد مرزا اس جنگ میں شہید ہوا۔ ارغوں اور ہزارہ کے کچھ آدمی باقی رہے انکی کوششوں سے سندیوں نے ٹھٹہ کو مراجعت کی۔ اس سال میں جام نندہ نے وفات پائی۔ جام فیروز اسکا جانشین ہوا۔ دولت شاہی و نورگاہی آدمی ہزیمت پاکر ٹھٹہ میں آئے اور جام کے نوکر ہوئے۔ میر قاسم کباب ارغوں نے بھی ایک خون کیا تھا۔ وہ جلاوطن ہو کر چند آدمیوں کے ساتھ سند میں آگیا تھا۔ جام نے ایک محلہ ان آدمیوں کے بسنے کے لئے دیدیا تھا۔ اوسکا نام مغل پورہ تھا۔ میر قاسم کباب یہاں اس سبب سے ناراض ہوگیا کہ مردم سمہ نے استہزا کے طور پر کہا کہ تمہاری عورتیں بھی تمہاری طرح سر منڈاتی ہیں اوسنے فی البدیہ جواب دیا کہ نہیں تمہاری طرح سر پر بال رکھتی ہیں اس جواب سے قوم سمہ کے دل میں ناحق کینہ پیدا ہوا اور انکا ارادہ ہوا کہ میر کا سر اڑائے میر کو اُنکے ارادہ سے خبر ہوئی تو وہ امیر شاہ بیگ کی خدمت میں چلا آیا اور ولایت ٹھٹہ کی تسخیر کی ترغیب و تحریص دی۔

۹۲۴ھ / ۱۵۱۸ء میں شاہ بیگ نے لشکر تیار کر کے ٹھٹہ کی عزیمت کی۔ جب شاہ بیگ فتحپور کنجا به کی منزل میں آیا تو بہت آدمی اُس پاس جمع ہوئے۔ اوسنے سلطان علی مرزا اور دار ارغوں بیگ ترخاں اور ایک جماعت کو قلعہ سیوی اور عیال کی حفاظت کے لئے متعین کیا۔ سلطان محمود کو سیوی میں مقرر کیا۔ میر فاضل کو کلتاش کے ہمراہ دو سو چالیس سوار پہلے روانہ کئے اور

جب بابر بادشاہ کا لشکر کابل چلا گیا تو شاہ بیگ سوی میں آیا اور کچھ دنوں یہاں رہا۔ اور اپنے امرا اور لشکریوں سے کہا کہ بابر اس مرتبہ قندھار کی راہ دیکھنے آیا تھا۔ دوسری مرتبہ تسخیر کے لئے آئیگا۔ اور جب تک اوسکو وہ لے نہ لیگا چین نہ دیگا اور اس اپنے دعوے کے لئے دلیل یہ لایا کہ بابر کے دل میں محمد مقیم کی طرف سے یہ خار دل ہی کہ اُسنے دولت قدیم اپنی محرمہ کو کابل بھیجا جو اوسکی بیٹی ماہ بیگم کو بھگا کر قندھار میں لائی اور اوسکا نکاح مرزا شاہ حسین سے ہوا وہ ضرور اسکا انتقام قندھار کی فتح سے کرنا چاہیگا۔ دوم بابر بادشاہ پاس شاہزادے بہت سے جمع ہوگئے ہیں۔ اسکا ہاتھ اوزبک اور قزلباس پر چل نہیں سکتا اسلئے وہ قندھار پر قبضہ کرنا چاہیگا۔ اب ہمکو اپنا فکر کرنا چاہیے اُسنے سیوی سے ہزار سوار سند کی طرف بھیجے۔
اونہوں نے جا کر، ذیقعد ۹۲۱ھ کو قریہ کاہاں و باغبانان کو تاخت کیا یہ قریے ایسے آباد تھے کہ ہزار شتر جو باغوں میں رہٹ چلاتے تھے لوٹ میں ہاتھ آئے۔ اسپر اور چیزوں کا قیاس کر لینا چاہیے۔ ایک ہفتہ یہاں لشکر رہا اور پھر الٹا سیوی کو چلا گیا۔

۹۲۱ھ / ۱۵۱۵ میں بابر نے اسی منصوبے کے موافق جو شاہ بیگ نے سوچا تھا قندھار کی طرف کوچ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور نقبیں لگائیں۔ محاصرہ نہایت تنگ کیا گیا تھا۔ غلہ کا راستہ سب طرف سے بند کیا گیا۔ شہر کے اندر غلہ کا قحط پڑا تھا۔ بالآخر مصالحہ قرار پائی۔ اول تیر میں بادشاہی لشکر میں تپ کی وبا پھیلی ناچار کابل کو معاودت کی اسی سال میں بابر بادشاہ کی خدمت میں شاہ حسن مرزا باپ سے رنجیدہ ہو کر آیا۔ بادشاہ نے اسپر عنایت کی دو سال وہ بادشاہ کی ملازمت میں رہا۔ بابر بادشاہ کہتا تھا کہ شاہ حسن بیگ ہماری ملازمت کے ارادہ سے نہیں آیا بلکہ اس لئے آیا ہی کہ تورہ سلطنت اور قانون ایالت ہم سے یاد کرے۔ آخر کار شاہ حسن بادشاہ سے رخصت لیکر قندھار کا عازم ہوا۔ ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ میں بابر بادشاہ قندھار کی طرف چلا۔
شاہ بیگ بادشاہ کی آمد و شد سے بہ تنگ ہوا۔ شیخ ابو سعید پورانی کو مصالحت کے لئے بھیجا۔
اور اس جانب سے خداوند محمود و خواجہ عبد العظیم قندھار میں تشریف لائے۔ عہدنامہ لکھا گیا۔
کہ سال آیندہ میں قندھار بابر بادشاہ کے آدمیوں کے حوالہ کیا جائے۔

اندیشہ ہوا اوسنے اپنے مصاحبوں سے مشورہ لیا کہ ہم دو بادشاہوں کے درمیان آب و آتش
کے بیچ میں ہیں ایک جانب شاہ اسمٰعیل اور دوسری جانب بابر بادشاہ ہی سب کی رائے یہ ہوئی
کہ بابر بادشاہ سے صلح مصالحت کا ڈول ڈالنا چاہیے اور شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں جانا چاہیے
یہی کیا مگر شاہ اسمٰعیل نے شاہ بیگ کو قلعہ ظفر میں قید کیا۔ جو جماعت اوسکے ہمراہ تھی کچھ
مایوس ہو کر قندہار چلے آئے۔ کچھ کونوں میں جا چھپے۔
مہتر سنبل جو شاہ بیگ کا غلام تھا وہ قلعہ ظفر میں پہنچا۔ جس برج میں کہ شاہ بیگ قید تھا۔
وہاں حلوا پزی کی دکان کھولی اور زنداں بانوں کو حلوے چٹا کر اُنسے آشنائی پیدا کی اور
اپنا مقصود حاصل کیا کہ شاہ بیگ پاس آنے جانے لگا اور ایما و اشاروں سے صورت واقعہ
معلوم کرنے لگا۔ بارہ مردان کار نے یہ امر قرار دیا کہ جس طرح ہو سکے شاہ بیگ کو چھپا کر قندہار لیجانا
چاہیے۔ پھر سنبل حلوائی نے ایک رات کو پہرہ داروں کو داروے بیہوشی کھلائی وہ تو حلوا چیٹ
کر کے انٹا چیت ہوئے۔ سنبل دو آدمیوں کو لیکر برج میں آیا۔ شاہ بیگ کو رسّی میں لٹکا کر
نکال لایا۔ رسّی چھوٹی تھی اسلئے شاہ بیگ گرا اور ایک دانت ٹوٹا۔ پھر بادپا گھوڑوں پر جنکے نعل
اُلٹے لگے ہوئے تھے سوار ہو کر منزل مراد پر پہنچا۔
جب سے بابر بادشاہ نے شاہ بیگ کے قید ہونے کی خبر سُنی تھی تو قندہار کی تسخیر کا ارادہ
تھا لیکن بلاد ماوراء النہر و بدخشاں کے فسادوں کے سبب سے یہ ارادہ قوے سے فعل میں نہیں
آیا تھا اب اوسنے خاطر جمع کر کے قندہار کی عزیمت کی۔ شاہ بیگ مصالح قلعہ داری کے سلئے
قندہار کی چاروں طرف سے آذوقہ کو شہر میں لے آیا۔ برج و بارہ کو درست کیا لشکر شاہی میں جاسوس
بھیجے شاہ بیگنے ارادہ مصمم کر لیا تھا کہ میدان مقابلہ و مقاتلہ میں قدم رکھے۔ اس باب میں اپنے مصاحبوں
سے مشورہ لیا تو سبنے یہ کہا کہ ایک دفعہ دو دو ہاتھ کرنے چاہئیں اگر فتح ہوئی فہو المراد اور اگر نہیں تو متحصن
ہو کر جدال و قتال کرینگے جب بابر قندہار کی نواح میں آیا تو ایسا بیمار ہوا کہ لشکریوں کا دل اور دست
بیکار ہو گیا۔ جب شاہ بیگ کو اطلاع ہوئی تو پیشکش خوب اکابر قندہار کے ہاتھ بھیجی
بابر نے خواجہ جلال الدین کو اسپ اور خلعت دیکر شاہ بیگ پاس بھیجا اور خود مراجعت کی

اظہار کیا۔ خطبہ وسکہ محمد خاں کے نام کا چلایا۔ اوسکے پاس گئے اور ایسا اوسکو راضی کیا کہ وہ
خراسان کو چلا گیا۔ ۹۱۹ھ/۱۵۱۴ میں کابل سے بابر بادشاہ قندہار و زمین داور کی فتح کے ارادہ سے چلا
شاہ بیگ و محمد مقیم نے اُس سے جنگ عظیم کی اور شکست پائی۔ زمین داور و قندہار بابر کے قبضہ میں
آئے امیر ذوالنون کے خزانے جمع کئے ہوئے ہاتھ لگے جسکو اوسنے اپنی سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے
بھائی ناصر الدین مرزا کو قندہار حوالہ کر کے کابل چلا گیا۔ اور محمد مقیم کی بیٹی ماہ بیگم کو مقید کر کے لے گیا۔
کچھ مدت کے بعد سلطان ناصر الدین مرزا قندہار کو بے وجہ چھوڑ کر چلا گیا۔ شاہ بیگ نے تیزدستی
کر کے قندہار پر قبضہ کر لیا۔ اس حال میں محمد مقیم نے انتقال کیا۔ بابر نے ماہ بیگم کا نکاح قاسم کوکہ
سے کر دیا جس سے ناہید بیگم بیٹی پیدا ہوئی۔ قاسم کوکہ جنگ اوزبک میں ہلاک ہوا۔

اب شاہ بیگ قندہار سے شال میں آیا۔ یہاں کے امرا نے اوسکی اطاعت کی۔ پھر سیوی
کی طرف چلا جہاں کے حاکم پردل برلاس نے چند آدمی معتبر پیشکش کے ساتھ بھیجے۔ اخلاص و
دولت خواہی کا اظہار کیا۔ شاہ بیگ نے اِن فرستادوں کو رخصت کیا اور خود شال میں آ کر ٹھیرا
شاہ بیگ نے اپنے امرا سے مشورہ کیا سب نے یہ رائے دی کہ سیوی کو تسخیر کرنا چاہیے اسلئے
کہ ۹۱۵ھ میں شاہ اسمٰعیل نے خراسان پر قبضہ کر لیا اور حضرت بابر شاہ کابل میں تشریف فرما ہیں
اور طرفین سے منازعت کے ابواب کھلے ہوئے ہیں۔ ہمکو اپنی عافیت کی فکر کرنی چاہیے کہ
اگر کسی روز قندہار سے جُدا ہوں تو وہاں چند روز گذارا کریں۔ آخر الامر وہ شال سے سیوی کو کوچ بکوچ
آیا اور سیوی کو لے لیا۔ بعض آدمی قلعے کے اوسکے پاس آئے بعض بھاگ گئے۔ خود فتحپور میں
مجمع و مسکن اُنکا تھا پہنچا۔ اور بعض امیروں کو قندہار میں بھیجا۔ فتحپور ایک قلعہ سیوی سے پچاس کروہ
پر سند کی جانب میں تھا۔ فتح پور تو برباد ہو گیا قلعہ و عمارتیں موجود تھیں یہاں پردلی برلاس دو تین ہزار
آدمی جمع کر کے لڑا اور آخر کو شاہ بیگ فتح مند ہوا۔ یہاں شاہ بیگ کے باغات و عمارات
کی بنیادیں ڈالیں اور قلعہ بنایا۔ اور کار آزمودہ آدمی مقرر کئے اور قندہار کو معاودت کی۔

شاہ اسمٰعیل نے اوسط شعبان ۹۱۶ھ میں خراسان پر تصرف کیا اور محمد خاں شیبانی ازبکیہ
کو قتل کیا اور دُرمش خاں کو ہرات اور سیستان کی حکومت کے لئے بھیجا۔ شاہ بیگ کو

حضور سے لیجاکر سوگواری کریں۔ روز طوی میں سب بزرگ پیادہ ہوتے ہیں اور ایک یساول دیوان کا انتظام کرتا ہی۔ اس طرح یہ ترخاں بھی سوار ہوتا ہی اور انتظام کرتا ہی۔ اس بزم شادی میں بادشاہ کے لئے ایک پیالہ خمر ہوتا ہی تو خان کے بائیں ہاتھ میں یہ ساغر رکھتے ہیں اور اوسکی مہر بھی فرامین پر ہوتی ہی لیکن فرمانروا کا سکہ اوسکی آخر سطر میں ہوتا ہی اور ناموں کا لفافہ نہیں ہوتا۔ یہ نوگنا ہوں کا بخشا جانا شائستگی سے خالی ہی۔

میر ذوالنون بیگ ارغون سلطان ابوسعید کے ملازموں میں تھا رزم وکارزار میں ایسی مردانہ کوششیں کرتا تہا کہ وہ سلطان ابوسعید کا منظور نظر ہوا۔ جب سلطان ابوسعید قراباغ میں مقتول ہوا تو امیر ذوالنون اپنے باپ پاس ہرات چلاگیا اور یادگار مرزا کی خدمت کچھ دنوں کرتا رہا۔ جب سلطان حسین مرزا خراسان میں بادشاہ ہوا اور مرزا امیر بصری کا انتقال ہوا تو ذوالنون سمرقند میں آیا۔ سلطان احمد مرزا نے اوسپر بہت التفات کی دو تین سال یہاں رہا۔ بعد ازاں ماوراء النہر کی بے سری سے الوس ارغون خراسان گیا۔ یہاں آنکر سلطان حسین کا ذوالنون منظور نظر ہوا قندہار اور سیستان میں داور اسکو اقطاع میں مل گئے۔ جب بدیع الزماں مرزا نے اپنی بدگوہری سے سلطان حسین مرزا سے سرتابی کی میر ذوالنون اوسکے ہمراہ ہوا۔ جب سلطان حسین مرزا کی عمر ختم ہوئی تو اوسکے دو بیٹے بدیع الزماں ومظفر مرزا سریرآرا ہوئے اور اس دریا میں پراگندگی پہیلی۔ شیبک خاں اوزبک لڑنے آیا۔ میر ذوالنون لڑائی میں ماراگیا۔

جب امیر ذوالنون نے وفات پائی تو دونوں بھائی شاہ بیگ و محمد مقیم قندہار میں جمع ہوئے اور باپ کی تعزیت کی مراسم اداکیں۔ تعزیت کے بعد اسی مجلس میں محمد مقیم وجمیع امرا ارغون وترخان نے وسپاہ نے شاہ بیگ کی سرداری کو قبول کیا۔ شاہ بیگ نے باپ کے وقت کے منصب داروں کو بدستور اپنے کاموں پر بحال رکہا۔ شاہ بیگ عنفوان جوانی سے پیرایۂ علم وادب سے آراستہ تھا اور علوم سے خوب ماہر تھا علماء اور طلباء کی صحبت میں رہتا تھا۔ جب محمد خاں سیستانی ولایت خراسان کو تسخیر کرکے نواحی فراہ میں آیا اور قندہار کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اسطرف اوسنے گھوڑا دوڑایا۔ اور گرم سیر میں آیا تو شاہ بیگ وامیر محمد مقیم نے محمد خاں پاس ایلچی بھیجکر اپنی اطاعت کا

میر ذوالنون بیگ ارغون

شاہ بیگ

مورخوں کا اسپر اتفاق ہی کہ قوم سما کا زوال ۹۲۷ھ ۱۵۲۱ء میں ہوا۔

یہ بھی تاریخوں میں لکھا ہی کہ سما اپنے تئیں جمشید سے منسوب کرتے ہیں۔ اسلئے لفظ جام کا اپنے مقدم و بزرگ تر پر اطلاق کرتے ہیں تاکہ جمشید کی یاد دلاتے رہیں۔ بعض اونکو عرب ابی جہل کی اولاد سے بتاتے ہیں تاکہ ہندوں سے نومسلم ہونیکا عیب دور ہو جائے۔ کچھہ کی قوم جھاریجا بھی سما کی قوم میں سے ہی وہ اپنے تئیں سام بن نوح کی اولاد میں سے بتاتے ہیں جس سے دونوں لقب سام و جام کی آسانی سے متفق ہوتے ہیں۔

خاندان ارغون قندہار و سندہ

اکبر نامہ و میر معصوم کی تاریخ سندہ سے اور ارغون نامہ سے جسکا دوسرا نام ترخاں نامہ ہی ہم خاندان ارغوں کا حال لکھتے ہیں۔

مورخین بیان کرتے ہیں امیر بصری کا بیٹا ذوالنون تہا اور امیر بصری جسکو مصری کہتے ہیں وہ ارغوں خاں ترخاں ابن اباکا یا ایاغ خاں ابن ہلاکو خاں بن چنگیز خاں کی اولاد میں سے تھا۔

صاحب قران کے زمانہ میں ایک خطاب ترخاں تہا جسکو وہ مل جاتا تو سپاہی اوسکو کہیں جانے سے نہ روکتے اور اوسے اور اوسکی اولاد سے نو جرموں تک بازپرس نہ ہوتی۔ چنگیز خاں نے قشلیق بابا کو اس جلدوہیں کہ اونہوں نے دشمنوں سے آگاہ کیا تھا ترخالی کا درجہ دیا تھا اور اپنی عاطفت عظیم سے بار فرمائش سے سبکدوش کیا تہا اور اپنی لوٹ میں سے شہنشاہی حصہ اوسکو دیا تھا۔ بعض بادشاہوں نے اس خطاب کے ساتھہ یہ چیزیں دیں طبل تمن توغ نقارہ اور قشون توغ و چتر توغ و قور۔

تغلق تیمور نے امیر مولاجی پر یہ نوازش کی تھی کہ اوسکی اولاد میں سے نو پیڑھی تک نو گناہوں تک بازخواست نہ ہو۔ اور جب گناہ نو سے گذر جائیں تو بازپرس ہو اور اُسکا پاداش یہ ہو کہ دو سالہ نقرہ آئے پر اوسکو بٹھائیں اور پائے اسپ تک نمدہ ڈالیں۔ بزرگان برلاس میں سے ایک اُسکی گذارش عرض کرے اور اوسکے جواب کو ارکیوٹ کے سرداروں میں سے کوئی اس سے کہے۔ پھر اُسکی شہرگ کہولی جائے۔ اور یہ دو بزرگ اوسکی نگہبانی کریں۔ جب اوسکا کام انجام پائے تو اوسکو پیشگاہ

حاکم مقرر تھے۔
ایک اور مقام پر وہ بیان کرتا ہی کہ اونکو چھوٹے امراتی بلایا تھا جو اپنے نامور بھائی ڈالورائے کے ظلم سے ناراض ہوا اور بغداد میں گیا۔ اور خلیفہ نے سو عرب سامرا کے اوسکے ساتھ کئے جنکو وہ اپنے ساتھ سندمیں لایا اونکے ساتھ سید علی موسوی بھی تھا جسنے ڈالورائے کی بیٹی سے شادی کی جنکی اولاد ابتک شہر مطلوی میں بستی ہی۔
آگے اور کچھ حال سومرا کا لکھا ہی جسکو اوپر ہم نے نقل کیا ہی۔ غرض کچھ اور بھی سومرا کے حال میں خلط ملط ہوگیا۔ انگریزی مورخوں نے اس عقدہ کے حل میں بہت اپنا مغز پچی کیا مگر کچھ حاصل نہوا۔

سما کی قوم

جو پیچیدگیاں اور دشواریاں قوم سومرا کے باب میں ہیں وہ سما کے باب میں نہیں ہیں۔
سمانے سومرا کو ۷۵۲ھ ۱۳۵۱ء میں خارج کرکے جبتک سلطنت کی کہ اونکا قایم مقام خاندان ارغون ۹۲۷ھ ۱۵۲۱ء میں ہوا۔ سما کی تاریخ سلطنت کوئی پہلے کوئی پیچھے بتاتا ہی۔ لدرنامہ ۷۳۴ھ ۱۳۳۴ء آغاز سلطنت بتاتا ہی جس سے ۱۹۳ برس قیام سلطنت ہوتا ہی تاریخ طاہری آغاز ۸۴۳ھ ۱۴۳۹ء اور قیام ۸۴ برس سے زیادہ نہیں تحفۃ الکرام ۷۵۲ھ آغاز جس سے قیام ۱۷۵ سال معلوم ہوتا ہی۔
تاریخ طاہری میں ظاہر غلطی معلوم ہوتی ہی اسلئے کہ سند پر سلطان فیروزشاہ نے ۷۶۲ھ ۱۳۶۱ء میں حملہ کیا ہی اسکا مقابلہ جام نے کیا جو سما میں سے تہا سومرا میں سے نہیں اور یہ تاریخ ہمکو شمس سراج کے بیان سے معلوم ہوئی جسکا باپ پانچہزار کشتیوں میں سے ایک ہزار کشتی کا افسر تھا جو اس مہم میں کام کرتی تھیں۔ جام کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ وہ سلطان دہلی کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے چالیس ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار لایا تھا اور ڈھائی برس سلطان کو بھلائے رکھا۔ دس برس پہلے تاریخ سے جو اسی زمانہ کی تصنیف میں ہیں محمد تغلق نے جب حملہ کیا ٹھٹہ میں حاکم سومرا تھا اور سما نہ تھا۔ پس تحفۃ الکرام کا ۷۵۲ھ لکھنا صحیح ہی کہ اس میں سما کو تخت نصیب ہوا یہ سنہ مطابق سلطان فیروز کی تخت نشینی سے ہی وہ سند میں تخت نشین ہوا تھا۔ سب تاریخوں کے

گماشتوں کو حکومت کو سپرد کر کے خود اپنے مرکز پر واپس چلے گئے صرف سلطان ناصرالدین قباچہ نے یہاں سند میں بادشاہی کی جسکا اوپر ذکر ہوا۔

تاریخ طاہری میں لکھا ہی کہ قوم سومرا کی سلطنت ۲۴۱ برس سنہ ۳۰۰ھ سے ۵۴۲ھ تک رہی اور وہ ہندو تھے اور انکی سلطنت میں تھا اور اونکا دارالسلطنت محمد نور پرگنہ دیراک میں تھا۔ دودا اہم عصر علاءالدین کا تھا۔ پہر ڈالورائے اور امیر سمرا کی کہانیاں قصے لکھے ہیں۔

بیگ لار نامہ میں لکھا ہی کہ مسلمانوں کی فتح کے بعد قوم تمیم نے سند میں سلطنت کی اور کچھ مدت کے بعد سومرا فرمان روا ہوئے اور ۵۰۰ برس تک اونہوں نے سلطنت کی۔ انکا دارالسلطنت تہاتم پور تھا۔

منتخب التواریخ میں محمد یوسف لکھتا ہی کہ جب سلطان محمود غزنوی کا جانشین اسکا بیٹا سلطان عبدالرشید ہوا۔ اہل سند نے اوسکو کاہل و غافل و عیش دوست سمجھکر اُس سے سرتابی کی سنہ ۴۴۵ھ / ۱۰۵۳ء میں سومرا کی قوم نے ایک شخص سومرا نامی کو اپنا بادشاہ بنایا۔ وہ مدتوں تک خود مختاری کے ساتھ سلطنت کرتا رہا اسکے بعد اوسکا بیٹا بھونگر جسکی والدہ زمیندار صاد کی بیٹی تھی جانشین ہوا۔

سنہ ۴۶۱ھ میں بھونگر ۱۵ برس سلطنت کر کے مر گیا اور اوسکا بیٹا دودا ۲۴ برس سلطنت کی ۴۸۵ھ میں فوت ہوا۔ پھر سنگھر نے ۱۵ برس بعد اوسکے ہنیف نے ۳۲ برس اوسکے پیچھے امر نے ۴۰ برس اور دودا دوم نے ۱۴ برس وپہتو نے ۳۳ برس کہنرا نے ۱۱ برس محمد طور نے ۱۵ برس کہنرا دوم نے بھی ایک سال دودا سوم نے ۱۴ برس تائی نے ۲۴ برس چنیسر نے ۱۸ برس بھونگر دوم نے ۱۵ برس ہنیف دوم نے ۱۸ برس دودا چہارم نے ۲۵ برس امیر سمرا نے ۳۵ برس بھونگر سوم نے ۱۰ برس پھر سلطنت ہمیر کے ہاتھ آئی جسکو اوسکے ظلم کے سبب نے قوم سما نے معزول کیا۔

تحفۃ الکرام میں ایک جگہہ لکھا ہی کہ سامیرا کی عربوں سے قوم سومرا پیدا ہوئی یہ عرب دوسری صدی ہجری میں آئے تھے تمیم کا خاندان اونکے ہمراہ تھا۔ جو عباسیہ خاندان کے عہد سلطنت میں سند کا فرمانروا رہا۔ اور ۵۰۰ سال تک سلطنت کرتا رہا۔ اسلیئے کہ وہ خاندان عباسیہ کے مطیع برائے نام تھے اور پوری آزادی رکھتے تھے اور سند کے بڑے حصہ میں غزنوی اور غوری بادشاہوں کی طرف سے

جلد ۲

ہم نے اوپر لکھا ہی کہ سنہ ۷۲۰ھ میں غازی ملک دہلی پر ملتان اور سندھ سے سپاہ لیکر چڑہ گیا اور خسرو خاں کو مطیع کیا اور تخت پر بیٹھ کر اپنا لقب غیاث الدین تغلق شاہ رکھا اور اپنی نئی سلطنت کے انتظام میں مصروف ہوا تو سومرا نے تحری میں اپنے ہمسایہ سے سپاہ کو جمع کیا اور ایک آدمی کو جسکا نام سومرا تھا تخت پر بٹھایا۔ آگے سومرا کی سلطنت کا حال وہی لکھا ہی جو تاریخ معصومی سے ہمنے نقل کیا۔ آخرکار سمانے سنہ ۷۵۲ھ میں ارمیل کو جو سومرا کا فرمانروا تھا قتل کیا۔ اس خاندان کے اقبال وزوال اور اسکے بادشاہوں کی تعداد اور اونکے زوال کے اسباب مورخ مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں جسکا خلاصہ ذیل میں درج ہوتا ہی۔

مسلمانوں کی تاریخ کا مشکل سوال یہ ہی کہ صحیح طور پر بیان کیا جائے کہ قوم سومرا جو سندھ میں حکمران تھی وہ کون تھی اول میر معصوم نے جسکی تاریخ اوپر نقل ہوئی یہ لکھا ہی کہ عبد الرشید سلطان مسعود کے زمانہ سنہ ۴۴۵ھ میں قوم سومرا نے غزنی کی حکومت سے سرتابی کی اور سندھ کے تخت پر ایک قوم سومرا کا آدمی بٹھایا جسکا نام سومرا تھا اور اس بیان کا اپنے تاریخ میں خاتمہ اسپر کیا کہ مجھے اس سے زیادہ نہیں معلوم جو میں نے لکھا ہی اگر کسی کو زیادہ معلوم ہو تو وہ زیادہ کر دے۔

ابو الفضل نے آئین اکبری میں صرف یہ لکھا ہی کہ ۳۶ سومرہ کے بادشاہوں نے سندھ میں پانچسو برس سلطنت کی فرشتہ نے بھی اس سوال کا فیصلہ نہیں کیا اور صاف یہ لکھا کہ عماد الدین محمد قاسم کی وفات کے بعد حکام سندھ کا احوال کسی تاریخ متداول میں نہیں لکھا گیا لیکن تاریخ بہادر شاہی میں اس ملک کے حکام کے نام لکھے ہیں۔ محمد قاسم کے بعد ایک جماعت کہ اپنے تئیں اولاد تمیم انصاری کی جانتے تھے اونسے سندھ میں بادشاہی کی اونکے بعد اس حدود کے زمینداروں میں سے جنکو سومرہ کہتے تھے اور قوت وکثرت احوال اور انصار میں ممتاز تھے سندھ کے ملک میں اپنی سلطنت قائم کی اور پانچسو سال سلطنت کی مگر اونکے بادشاہوں کے نام کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرے اس سومرہ کے خانوادہ کو سمہ کے خاندان نے تباہ کیا۔ یہ بھی اسی ملک کی حدود کے زمیندار تھے اونکے سردار نے جام کا لقب اختیار کیا۔ ان دو طائفوں کی سلطنت میں کبھی کبھی بادشاہان اسلام غزنویہ وغوریہ و دہلویہ نے مزاحمت کی اور بعض اونمیں سے جزو پر قابض ہوئے اور اپنے

خاندان سومرا

جام بہاگنے کا ارادہ رکہتا ہی تو اوسکو پابزنجیر کیا۔ تھوڑے دنوں بعد خیرالدین کے بیٹے جام جونہ کو خلعت دیکر باپ کی جگہہ مقرر کیا۔

سنہ ۷۹۰ھ میں فیروز شاہ نے وفات پائی سلطان تغلق شاہ دہلی میں اسکا جانشیں ہوا اور بعد اوسکے جو سلطان ابوبکر و سلطان محمد شاہ و سلطان سکندر شاہ بادشاہ ہوئے۔ اور پھر سلطان ناصرالدین بادشاہ ہوا جسنے سارنگ خاں کو دیبال پور اور ملتان اور سند کی تسخیر کے لئے بھیجا۔

سنہ ۱۳۹۷ء میں پوتا امیر تیمور کا مرزا پیر محمدؒ دریا سند سے پار اوترا اور قلعہ اچھ کا محاصر کیا۔ سارنگ خاں کی طرف سے یہاں ملک علی حاکم تھا مہینہ بھر تک اس محاصرہ کو روکے رکھا۔ سارنگ خاں نے ملک تاج الدین کو چار ہزار سپاہ کے ساتھہ اوسکی کمک کو بھیجا مرزا پیر محمدؒ خاں نے محاصرہ چھوڑا اور اچھ سے سفر کیا اور اوسکو شکست دی۔ پھر ملتان کا محاصرہ کیا چھ مہینے کے محاصرہ کے بعد سارنگ خاں نے اطاعت اختیار کی اور ملتان مرزا کو حوالہ کیا۔ سنہ ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور خود آگیا۔ اِس زمانہ سے سلاطین دہلی کی سلطنت کا خاتمہ ملک سند میں سمجھنا چاہیئے۔

قوم سومرا

اس زمانہ سے پیشتر کہ جسکا بیان اوپر ہوا۔ قوم سند کے کچھہ حصہ پر قوم سومرا قابض تھی اسکی مدت حکومت ۵۰۰ سال رہی مورخ یہ بیان کرتے ہیں خلفاء عباسیہ کا آخر حاکم سید التمیمی تھا۔ اسکے بعد یہ قوم آئی ہی اس زمانہ سے اسکی حکومت کا آغاز شمار کرنا چاہیے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہی سند کے ایک بڑے حصہ پر سلاطین غزنویہ کی طرف سے حاکم حکومت رکھتے تھے۔ یہ قوم بھی اپنی حکومت ایک حصہ میں خود مختار رکھتی تھی وہ سامرا کے عربوں کی قوم سے پیدا ہوئی تھی اور سنہ ہجری کی چوتھی صدی میں یہاں آئی۔

کہتے ہیں کہ ڈالو رائے امراتی کے ظلم سے جب شہر الور غارت ہوا تو اوسکا چھوٹا بھائی امراتی ناراض ہوکر بغداد میں خلیفہ کے پاس گیا اور خلیفہ نے سو عرب سامرا کے اسکی ہمراہی کے لئے مقرر کئے وہ اونکو اور علماے موسوی کو ساتھہ لیکر سند میں آیا۔ بعد ازاں اور بہت سے یہ عرب آگئے آخر کو ڈالو رائے سید کا مطیع ہوا۔ اور اپنی بیٹی اوس سے بیاہ دی اور سند میں سید آباد ہوئے۔ وہاں اونکی اولاد ہوئی۔ اور اُنہوں نے مطلوی شہر بسایا یہی اونکی اقامت کی جگہہ ہی۔

خسرو خاں علاءالدین کو معزول کر کے تخت کا مالک ہوا۔ غازی ملک سندھ و ملتان سے سپاہ لے کر گیا اور خسرو خاں کو نکال دیا اور خود بادشاہ ہو گیا اور اپنا خطاب سلطان غیاث الدین رکھا اس اثنا میں ایک قوم سومرا نے سر اُٹھایا اور ٹھٹہ پر قبضہ کیا سلطان غیاث الدین نے ملک تاج الدین کو ملتان بھیجا اور خواجہ خطیر کو بھکر اور ملک علی شیر کو سیوستان۔ جب کشلو خاں نے ملتان میں بغاوت کی سلطان محمد شاہ بن سلطان غیاث الدین ملتان آیا اور ۷۲۸ھ ۱۳۲۸ء میں یہاں کی سرکشی کو دبایا۔ اور اپنے معتمد آدمی سیوستان اور بھکر میں بھیجے اور مراجعت کی ۷۵۱ھ ۱۳۵۰ء میں طغائی غلام کے تعاقب میں اُس نے گجرات اور کچھ کو طے کیا اور ٹھٹہ کے ضلع میں آیا۔ اور موضع ہتیری میں دریا کے کنارہ پر قیام کیا۔ بخار اُس کو چڑھا تو وہ گندل میں چلا گیا اور یہاں اچھا ہو گیا۔ مگر پھر ٹھٹہ سے چار کوس پر خیمہ زن ہوا جہاں اُس کو پھر بخار آیا اور مر گیا۔

سلطان فیروز شاہ اس کا جانشین ہوا۔ طغائی ٹھٹہ میں تھا جب اُس کو یہ معلوم ہوا تو وہ سومرا۔ جاریجا۔ سما قوموں کا افسر بن کر لڑا مگر شکست پائی۔ پہلی صفر سنہ مذکور کو سلطان نے نواح ٹھٹہ کو چھوڑا اور دریا، سندھ ساگر پر ایک قلعہ کے بنانے کا حکم دیا اور امیر نصر اور ہزار سوار ان کو یہاں چھوڑا۔ امیر نصر نے ایک شہر آباد کیا اور نصرپور اس کا نام رکھا اور ملک بہرام کو یہاں کا اور اُسکی مضافات کا حاکم مقرر کیا۔ بہرام پور اُسی کے نام سے مشہور رہا۔ ملک علی شیراز اور ملک تاج کافوری سیوستان میں رہے اور سلطان بھکر کو گیا۔ اُس نے ملک زین الدین کو اپنا قائم مقام بنایا اور ملک عبدالعزیز کو وزیر خزانہ اور قلعہ کو منتخب سپاہ سے مستحکم کیا۔ ملک رکن الدین کو اخلاص خاں کا خطاب دیا اور سندھ کے تمام معاملات اُسکے سپرد کئے خود دہلی گیا ۷۷۲ھ ۱۳۷۰ء میں نگر کوٹ کو فتح کر کے ٹھٹہ میں آیا۔ یہاں جام خیرالدین حاکم تھا وہ قلعہ میں گیا جو پانی کے اندر تھا اور وہاں سپاہ جمع کی۔ غلہ کے قحط نے اور مچھروں کی کثرت نے سلطان کو مجبور کیا کہ وہ ٹھٹہ میں آیا۔ جام خیرالدین نے اُسکی اطاعت کی اور اُسکی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان اس کو اور اور قیدیوں کو اپنے ساتھ دہلی لے گیا اور جب سیہوان کے قریب آئے کو معلوم ہوا کہ

جب تاج الدین یلدوز کے افسروں نے لاہور کو تسخیر کیا تو شہر ملتان میں ملک ناصرالدین قباچہ نے پناہ لی اور ۶۲۱ھ/۱۲۲۹ کے آخر میں ملک خاں خلجی اور اُس کے آدمی ملک سیوستان کے مالک ہو گئے سلطان شمس الدین التمش نے اپنا وزیر نظام الملک محمد پسر اسعد خاں کو اچھ کی تسخیر کے لئے بھیجا اور خود دہلی گیا ۶۲۵ھ/۱۲۲۸ میں اچھ بے جنگ نظام الملک کو ہاتھ آگیا اور وہ بھکر کو دوڑا گیا۔ ناصرالدین قباچہ بھاگا اور دریا میں اُس کی کشتی حیات ورطہ ہلاکت میں آئی سلطان شمس الدین سندھ کا مالک ہو گیا ۶۳۰ھ/۱۲۳۲ میں نورالدین حاکم مقرر ہوا۔ سلطان التمش ۶۳۳ھ/۱۲۳۶ میں مر گیا سلطان مسعود شاہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کی پرخلل سلطنت میں مغل دریائے سندھ سے پار اُترے اور اوچھ کا محاصرہ اُنھوں نے کیا۔ مگر سلطان مسعود کی ہوشیاری سے مغلوں کو شکست ہوئی اور وہ خراسان کو بھاگ گئے۔ سلطان مسعود نے ملک جلال الدین محمد کو سندھ کا حاکم بجائے نورالدین محمد کے مقرر کیا۔ اُس کی خدمت میں ناصرالدین محمود چچا سلطان مسعود کا تاج و تخت کا مالک ہوا۔

۶۶۲ھ/۱۲۶۴ میں سلطان غیاث الدین دہلی میں بادشاہ ہوا اُس نے لاہور و ملتان کے ممالک اپنے بیٹے سلطان محمد کو سپرد کئے۔ وہ باپ سے تیسرے سال ملنے جاتا تھا ۶۸۲ھ/۱۲۸۴ میں چنگیز خاں کے لشکر کے ساتھ لڑکر شہید ہوا اور اُس کا بیٹا کےخسرو اُس کا جانشین ہوا۔ جب ۶۹۲ھ/۱۲۹۴ میں سلطان جلال الدین خلجی آیا تو اُس نے ملتان اور اچھ میں ارکلی خاں کو حاکم مقرر کیا اور سندھ میں نصرت خاں کو حاکم مقرر کیا ۶۹۵ھ/۱۲۹۶ میں سلطان علاءالدین نے بھی اپنے بھائی الغ خاں کو ارکلی خاں کے نکالنے کے لئے بھیجا۔ مگر نصرت خاں دس ہزار سپاہ کے ساتھ ملتان اچھ۔ بھکر۔ سیوستان ٹھٹھہ میں بدستور حاکم رہا۔ ۶۹۷ھ/۱۲۹۷ میں سلدائی مغل سیستان سے آئے اور اُنھوں نے سیوستان پر قبضہ کیا مگر نصرت خاں نے اُن پر سخت حملہ کر کے ملک کو اُن کے قبضہ سے نکال لیا۔ سلطان علاءالدین نے اپنے آخر وقت میں دیبالپور سے چنگیز خانی مغلوں کو نکالنے کے لئے غازی ملک کو دس ہزار سوار کا سپہ سالار بنا کے بھیجا۔ ملتان اچھ اور سندھ جاگیر میں دیا۔

جام اور کار و بار سلطنت سُپرد کیا۔

سب مؤرخین نے تو ناصر الدین قباچہ کا حال شاہان دہلی کے واقعات میں لکھا ہے لیکن تاریخ فر... اُس کو مملکت سندھ کا ایک مستقل بادشاہ مان کر حال لکھا ہے اور اس طرح اُس کا حکومت سندھ میں بیان کیا ہی۔

حال سندھ پر ناصر الدین قباچہ کی حکومت

ناصر الدین قباچہ سلطان معز الدین سام کا ترکی غلام تھا اور مدّتوں اُس کی خدمت میں رہکر ملک داری اور کشورکشائی میں وقوف حاصل کیا تھا۔ بعد ازاں اُس نے قطب الدین ایبک کی ایک لڑکی سے شادی کی اور جب وہ مرگئی تو دوسری لڑکی سے نکاح کیا قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد اکثر سندھ کے قلاع وبقاع کو وہ اپنے تصرّف میں لایا۔ سومروں کو جن میں سے بعض مسلمان تھے بعض کافر ایسا ضعیف کیا کہ سوا، بلدہ ٹھٹہ وجنگل کے اُن کے تصرّف میں کچھ نہ رہا۔ وہ زراعتی و رعیتی بن کر گوشوں وکناروں میں رہتے تھے لیکن ناصر الدین قباچہ کی وفات کے بعد بہ تدریج سررشتہ سلطنت انھیں کے ہاتھ میں چلا گیا اور سلاطین دہلی کے ہاتھ سے سندھ نکل گیا۔

اب تحفۃ الکرام سے سندھ کی تاریخ کو اس زمانہ سے کہ اسکا تعلق خلفاء عباسیہ سے نہیں رہا نقل کرتے ہیں سلطان محمود غزنوی کے بعد سلطان مسعود اور سلطان مادود و مجدود کی طرف سے سندھ میں حاکم رہے بعد ازاں سلطان قطب اور آخر کو آرام شاہ کے حاکم سندھ میں رہے جنکا بیان پہلے ہو چکا ہی آخر بادشاہ کے عہد میں سلطنت چار حصّوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک حصّہ میں ملتان اور کل سندھ اور اچھ تھا جس میں ناصر الدین قباچہ فرماں روا تھا اور اس وقت سات رانا ملتان کے اُس کے باج گزار تھے (۱) رانا بوہنرسٹ راٹھور ڈبرا کا ضلع دربیلا میں (۲) سینر پسر دھماج قوم کریح سما جو تنگ میں ضلع ردپاہ میں رہتے تھے (۳) جیسیر پسر ججی ماچھی سولانگھی جو مانکھ بارا کے تھے (۴) دکائی پسر سیون چتّون جو وادی سیوی میں رہتے تھے (۵) چتّون پسر دیتا قوح چھنا جو بھاگنے میں رہتے تھے (۶) جی یا پسر وری آہ جو جھام یا بیم کوٹ میں رہتے تھے (۷) جسودھن آکرا جو ین نگر ضلع بام بروا میں رہتے تھے۔

سندھ کے حکام خاندان غزنویہ اور اُس کے جانشینوں کے

۹ رماہ رمضان کو بغیر افطار چلدیا اور دریا سے گذر کر شکستہ حال ہوا۔ آٹھ مہینے اس کی مُدّت سلطنت تھی۔ جب حاجی وزیر سے اُس کی ملاقات ہوئی تو اُس نے ملامت کی کہ تو نے یہ کیا کیا۔ اُس نے حاجی کی عرضداشت دکھائی تو حاجی نے کہا کہ میں نے یہ نہیں لکھا۔ آخر کو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی نہایت ندامت ہوئی مگر کام ہاتھ سے جا چکا تھا۔ ندامت سے کیا فائدہ تھا۔ دریا خاں نے چند منزل تعاقب کیا اور عید الفطر کے روز جام فیروز کو ٹھٹہ میں لایا۔ عید گاہ میں نماز پڑھی۔ جام فیروز نے چند سال استقلال سے سلطنت کی مگر آخر ۹۱۶ / ۱۵۱۱ یا ۹۲۶ / ۱۵۲۰ میں شاہ بیگ ارغون نے حملہ کیا۔ چونکہ سومرہ و سمہ کا احوال کسی کتاب میں مفصل مرقوم نہیں دیکھا اس لئے مجمل لکھا گیا اگر کسی عزیز کو اس سے زیادہ حال معلوم ہو تو وہ اس میں شامل کر دے۔ پہلے اس سے کہ ہم خاندان ارغون کا حال لکھیں چند متفرق مضامین لکھتے ہیں۔

جام نندہ کا دریا خاں کا بلند پایہ کرنا

ہم نے اوپر دریا خاں کا نام لکھا ہے اس کے بلند پایہ ہونے کا حال تاریخ طاہری میں یہ لکھا ہے کہ جب جام نندا پسر بابنیہ کو تخت ٹھٹہ پر اُس کے دوستوں نے بٹھایا تو اس شہر کو بڑی رونق دی اور حکومت ایسی عدالت کے ساتھ کی کہ ہر شخص اپنے گھر میں خوش تھا۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

ایک دن وہ اپنے وزیر لکشر یا لنک دیر کو ساتھ لیکر شکار کو گیا۔ وزیر کے ساتھ ایک نو عمر غلام قبولہ تھا اور اُس کو پانی پلانے کی خدمت سپرد تھی۔ یہ لڑکا اصل میں سیّد کا بیٹا تھا مگر وہ مُقیّد ہو کر بکا اور وزیر نے اُسے مول لیا۔ جام کو پیاس لگی اس وقت اس کا آبدار موجود نہ تھا وزیر نے اس لڑکے کو حکم دیا کہ پانی لا۔ وہ پیالہ میں پانی لایا اور اُس میں گھاس کے تنکے ڈال دیئے۔ جام نے پیالہ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ تنکے کیوں ڈالے ہیں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور پیاسے بہت تھے یہ خوف تھا کہ اگر پانی زیادہ پی جاؤ گے تو سوار نہیں ہو سکو گے۔ ان تنکوں کے سبب سے پانی ٹھہر ٹھہر کر اعتدال سے پیو گے۔ اگرچہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی مگر لڑکے کے اقبال نے یاوری کی کہ جام نے قبولہ کو وزیر سے لے لیا اور پھر اُس کو وہ اپنے بچوں سے زیادہ چاہنے لگا اور مبارک خان کا خطاب دیا۔ اور مرتے وقت اُس کو اپنا بیٹا

اُسکے برباد کرنے کا ارادہ کیا۔ جماعت واقعہ طلب نے جام صلاح الدین پاس آدمی بھیجا اور اس حال سے آگاہ کیا کہ جام فیروز اکثر مست و مخمور رہتا ہے اور عمدہ ملک دریا خاں غدر کر کے کاہان کو چلا گیا ہے۔ اب وقت ہے کہ جلد یہاں آؤ۔ جام صلاح الدین نے ٹھٹے کے آدمیوں کے یہ مکاتیب سلطان مظفر کو دکھائے۔ سلطان مظفر نے بہت سا لشکر جام صلاح الدین کے ساتھ کر کے ٹھٹہ کو رخصت کیا۔ اُس نے متواتر کوچ کر کے مسافت بعیدہ کو قطع کیا اور فی الفور آب ٹھٹہ سے عبور کر کے شہر میں داخل ہوا جام فیروز کے آدمی پریشان ہوئے اُس کو دوسری جانب سے باہر لے گئے۔ جام صلاح الدین بلدہ ٹھٹہ میں سریر سلطنت پر بیٹھا اور جام فیروز کے خاص خیلوں سے مواخذہ لیا اور مصادرہ کر کر اموال طلب کئے۔ جام فیروز کو اُسکی والدہ دریا خاں پاس کاہان میں لائی اور بڑی زاری کر کے پہلی تقصیریں معاف کرائیں دریا خاں نے حقوق سابق کو مرعی رکھ کر لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب سیوستان کے گرد جام فیروز کے علم کے نیچے لشکر جمع ہوا۔ اور بلوچوں اور سیوسیو نے بھی اُس کی طرف رجوع کی تو دریا خاں جام صلاح الدین کے دفع کے لئے متوجہ ہوا جام صلاح الدین نے چاہا کہ جدال کے لئے استقبال کرے حاجی ستے کہ اُس کا وزیر تھا کہا کہ مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جام صلاح الدین شہر میں رہے اور جنگی ہاتھیوں اور لشکر کو ہمراہ کر کے جنگ میں بھیجے۔ جام صلاح الدین نے شہر میں توقف کیا۔ حاجی وزیر کو جنگ میں بھیجا۔ دونوں لشکروں میں آتش جدال و قتال افروختہ ہوئی طرفین سے بہادر کشتہ ہوئے۔ آخر کو دریا خاں کے لشکر نے ہزیمت پائی اور اُلٹا پھرا حاجی وزیر نے سرسواری جام صلاح الدین کو عرضداشت بھیجی کہ ہم کو فتح و فیروزی حاصل ہوئی خاطر جمع رکھو۔ وقت نہ تھا کہ دریا خاں کا تعاقب کر سکتا۔ قاصد مع عرضداشت کے دریا خاں کے آدمیوں کے ہاتھ لگا اُس نے فوراً عرضداشت کے مضمون کو بدل کر دوسری عرضداشت حاجی وزیر کی طرف سے جام صلاح الدین کو یہ لکھی کہ ہمارے لشکر کو شکست ہوئی غنیم زبردست ہے تم اہل و عیال لے کر ٹھٹہ سے باہر چلے آؤ اور اصلا توقف نہ کرو موضع جاچکان میں ہم تم مل جائیں گے۔ جونہیں یہ عرضداشت پہنچی جام صلاح الدین

ٹھٹہ میں بھیجا کہ وہ جا کر میری طرف سے استدعا کریں کہ وہ وہاں رہنا چاہتا ہے۔ جام نظام نے
اُن کے واسطے منازل لایق تجویز کیں اور اسباب معیشت بھی مُہیا کیا اور خرچ راہ اُن کے ہاتھ
بھجوایا۔ مگر ان کے پہنچنے سے پہلے مولانا کو سفر آخرت پیش آیا۔ پھر میر شمس اور میر معین نے مراجعت
کی اور ٹھٹہ میں اقامت کی۔ بعد کچھ مُدت کے جام نظام نے ملک باقی کا عزم کیا۔ اس کی وفات کے
بعد ملک سندھ میں بالکل آدمیوں کے حال میں فتور پڑا۔

جب جام نظام الدین نے سفر آخرت اختیار کیا تو جام فیروز اُس کا بیٹا خُردسال تھا
وجام صلاح الدین کہ جام کے قرابتیوں میں تھا اور جام سنجر کا نواسا تھا اُس نے دعوے کیا کہ
مسند سلطنت پر اجلاس کرے۔ دریا خاں و سارنگ خاں کہ جام کے معتبر غلاموں میں تھے اور بڑی
شوکت وتمکنت رکھتے تھے اُنھوں نے اس کا فرماں روا بننا ناپسند نہیں کیا۔ اشراف واعیان
ٹھٹہ سے اتفاق کر کے دریا خاں نے جام فیروز کو سریر سلطنت پر بٹھایا۔ جام صلاح الدین ہایوس
ہوا اُس نے یہ سوچ کر بغیر لڑائی ملک نہیں ہاتھ آئے گا۔ گجرات میں گیا اور سلطان مظفر شاہ
گجراتی سے التجا کی۔ سلطان نے جام صلاح الدین کی عم کی بیٹی سے نکاح کیا تھا فیروز عیش ونشاط میں
مشغول ہوا۔ اکثر اوقات حرم میں پڑا رہتا اور اگر گاہے ماہے باہر آتا تو اُس کی مجلس میں لوچے
اور مسخرے جمع ہوتے اور ہزل باتیں کرتے۔ اسکے عہد میں قوم سمہ کے آدمیوں اور خاصہ خیلوں نے
اہل شہر پر تعدی شروع کی۔ دریا خاں اُس کا مانع ہوا تو لوگ اُس کی اہانت کرنے لگے۔ دریا خاں
موضع کاہان میں جہاں اُس کی جاگیر تھی رخصت لیکر چلا گیا۔ یہاں اُنھیں دنوں میں مخدوم عبدالعزیز
ابہری محدث اور اُسکے دو بیٹے اصیل الدین و مولانا محمدؒ آ گئے جن میں سے ہر ایک عالم متبحّر تھا چند
سال تک افادہ ونشر علوم میں مشغول رہے اور ہرات سے ان کا نکلنا شاہ اسمٰعیل کی وجہ سے
۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء میں ہوا۔ مولانا جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع تھے اور ہر علم میں اُن کی تصانیف پسندیدہ
تھیں۔ مشکوٰۃ کی شرح لکھی تھی وہ تمام نہ ہوئی مگر مسودہ اُس کا کتب خانہ میں موجود تھا اور اکثر
کتب متداولہ پر حواشی لکھے تھے۔ وہ اسی کاہان میں ملک آخرت کو چلے گئے۔ مقابر کاہان میں
اُن کا مزار آدمیوں کی زیارت گاہ ہے۔ جام فیروز عیش وعشرت میں مشغول ہوا ارکان ملک نے

جام فیروز

صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ رکھتا تھا۔ کمال زہد رکھتا تھا اور عبادت کرتا تھا۔ اس کی خوبیاں
بیان نہیں ہو سکتیں۔ اوائل جلوس میں ٹھٹہ سے وہ بکر میں آیا۔ اور ایک سال یہاں رہا۔ اور راہزنوں
کو ملیامیٹ کیا۔ قلعہ بکر میں ذخیرہ ہر قسم کا بہت جمع کیا اور دل شاد کو کہ اس کا خانہ زاد تھا اور
مدارس میں اس کی خدمت کرتا تھا۔ بکر میں اس کو حاکم مقرر کیا۔ اور گردونواح کا یہاں ایسا انتظام کیا
کہ راہوں میں آدمیوں کی آمد و شد ہونے لگی۔ بعد ایک سال کے وہ یہاں سے ٹھٹہ میں آیا اور
۴۸ سال بالاستقلال سلطنت کی۔ اس کے عہد میں علما و صلحا و فقرا نہایت فراغت سے زندگی بسر
کرتے تھے۔ سپاہ آسودہ حال اور رعیت مرفہ الحال تھی سلطان حسین لنگاہ حاکم ملتان کا معاصر
جام نظام الدین تھا۔ ان دونوں میں بڑی محبت و مودت ہمیشہ سے آپس میں تھی۔ تحفہ تحائف بھیجتے
رہتے تھے۔ جام نظام ہر ہفتے اپنے اصطبل میں جاتا اور گھوڑوں کی پیشانی پر ہاتھ ملتا اور کہتا
کہ اے دوستو میں نہیں چاہتا کہ سوائے غزا کے تم پر سوار ہوں۔ اس لئے کہ چاروں طرف
حکام مسلمان ہیں تم دعا کرو کہ بے سبب شرعی کے میں کسی جگہ نہ جاؤں اور کوئی یہاں نہ آئے
کہ مبادا بیگناہوں کی خونریزی ہو۔ خدا کے آگے میں شرمسار ہوں۔ اس کے عہد میں سنن
نبوی کا رواج ایسا ہوا تھا کہ اسے مافوق تصور میں نہیں آتا۔ مساجد میں اقامت جماعت اس طرح
کی ہوئی تھی کہ محلہ کے سب چھوٹے بڑے مسجد میں حاضر ہوتے اور کبھی تنہا نماز پڑھنے سے
راضی نہ ہوتے اور اگر کسی وقت کی نماز جماعت کی قضا ہو جاتی تو نہایت نادم ہوتے اور
دو تین روز استغفار پڑھتے۔ جام نظام کے اواخر سلطنت میں شاہ بیگ کی سپاہ قندھار
سے آئی اور مواضع بکری و چندہ کا و سند بچہ پر حملہ کیا۔ مغلوں کے حملہ کے دفعہ کرنے کے
لئے جام نے سپاہ عظیم بھیجی اور وہ درہ کے قریب تک گئی جس کا نام جالوگر مشہور ہے۔ ایک
لڑائی ہوئی جس میں شاہ بیگ کا بھائی قتل ہوا اور اس کی سپاہ کو شکست ہوئی باقی
سپاہ قندھار کو بھاگی۔ پھر نظام الدین کی حیات میں سندھ پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔ جام اکثر
اوقات مذاکرہ و مباحثہ علمی میں علما کے ساتھ مشغول رہتا۔ جناب مولانا جلال الدین محمد دوانی
نے شیراز سے ملک سندھ میں آنے کا قصد کیا۔ اپنے دو شاگردوں میر شمس و میر معین کو

ایک شب کو سنجر اس درویش کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ حاکم ٹھٹہ ہوں۔ گو حکومت آٹھ ہی روز کیوں نہ ہو۔ فقیر نے فرمایا کہ تو آٹھ سال بادشاہی کرے گا۔ جب جام رائدنہ نے سفر آخرت کیا اعیان ملک نے اتفاق کر کے جام سنجر کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور حکومت کی عنان اُس کے قبضۂ اقتدار میں دی۔ چونکہ اُس نے درویش کی دُعا سے سریر سلطنت پر صعود کیا تھا تو بغیر اس کے کہ جنگ وجدال ہو اطراف وجوانب سے آدمی آن آن کر اُس کی اطاعت قبول کرتے تھے اور فرماں برداری کے لوازم کو بجالاتے تھے اس کے وقت میں جو مملکت سندھ کو رواج و رونق ہوئی وہ پہلے کسی زمانہ میں نہ ہوئی تھی۔ سپاہی و رعیت کمال جمعیت سے رہتے تھے۔ جام سنجر ہمیشہ علما و صلحا درویشوں کی خاطر کرتا تھا۔ روز جمعہ کو خیرات و مبرات بہت فقرا اور مساکین کو دیتا تھا اور اہل استحقاق کے وظائف وادرادات مقرر کرتا تھا۔ اس کی حکومت سے پیشتر حکام ارباب مناصب کو خبردی تنخواہ دیتے تھے۔ سنجر کی سلطنت سے پہلے قاضی معروف بکر کا قاضی مقرر ہوا تھا اور بہت تھوڑا وظیفہ اس کو ملتا تھا اس لئے وہ مدعی و مدعا علیہ سے رشوت لیتا تھا۔ جب یہ بات سنجر کے کان تک پہنچی کہ قاضی اس طرح رشوت مدعی و مدعا علیہ سے لیتا ہے تو قاضی کو حکم بھیج کر بُلایا۔ اور جب وہ حاضر ہوا تو اُس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو مدعی و مدعا علیہ سے رشوت لیتا ہے قاضی نے کہا کہ ہاں لیتا ہوں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ گواہوں سے بھی رشوت لوں مگر وہ باہر چلے جاتے ہیں۔ جام کو بے اختیار ہنسی آئی قاضی نے کہا کہ تمام روز میں دارالقضا میں بیٹھتا ہوں اور اوقات صرف کرتا ہوں۔ اور میرے فرزندوں کو صبح شام کا طعام مُیسّر نہیں ہوتا۔ جام نے قاضی کو انعامات دیئے اور کافی وظیفہ اُس کا مقرر کیا اور کل ممالک میں ارباب مناصب کے بڑے بڑے وظیفے مقرر کردیئے کہ جن سے اُن کی گذر اوقات بہ فراغت ہونے لگی۔ جب اُس کی حکومت پر آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا تو اُس نے انتقال کیا۔

سنجر کے مرنے کے بعد ۲۵ ربیع الاول ۸۶۶ھ ۱۴۶۱ء جام نظام الدین کو کل علما و صلحا و سپاہ رعایا نے متفق ہو کر مسند سلطنت پر بٹھایا۔ وہ حاکم بالاستقلال ہوا۔ کہتے ہیں کہ وہ اوائل حال میں طالب العلمی کرتا تھا اور خانقاہوں اور مدارس میں اوقات بسر کرتا تھا۔ وہ بڑا خلیق تھا

بیٹا باپ کا جانشین ہوا مگر وہ خورد سال تھا۔ سیوستان اور محال کے حکام نے اُس کی اطاعت نہ کی اور آپس میں مخالفت کی۔ جام سکندر نے ٹھٹہ سے نکل کر بکر کا قصد کیا۔ قصبہ نصیر پور تک پہنچا تھا کہ ناگاہ ایک شخص مبارک نام نے کہ جام تغلق کی زندگی میں منصب پردہ دری کا رکھتا تھا ٹھٹہ میں خروج کیا اور اپنا خطاب جام مبارک رکھا اور سریر حکومت پر بیٹھ گیا۔ آدمیوں نے اُس کے ساتھ اتفاق نہیں کیا اس کی حکومت تین روز سے زیادہ نہ چلی۔ اُس کو اعیان ٹھٹہ نے دفع کر دیا اور سکندر کو آدمی بھیجکر بلایا۔ جب سکندر کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے حکام بکر سے صلح کر لی اور ٹھٹہ کو مراجعت کی ڈیڑھ سال سلطنت کر کے دنیا سے چل بسا۔

۶ جمادی الاول ۸۵۸ھ ۱۴۵۴ء جام رائدانہ نے خروج کیا۔ جام تغلق کے عہد میں سرحد کچھ میں وہ رہتا تھا اور وہاں کے آدمیوں سے مواصلت رکھتا تھا اور کام کے آدمیوں کی جماعت کثیر اپنے پاس رکھتا تھا اور اُن کی رضا جوئی انعام اکرام سے کرتا رہتا تھا۔ ان آدمیوں نے بھی اس کو عاقل جان کر اپنے تئیں اُس کے حوالہ کر دیا تھا۔ جب اُس کو سکندر کے مرنے کی خبر ہوئی تو اپنی جمعیت کے ساتھ ٹھٹہ میں آیا۔ اور آدمیوں کو جمع کیا اور اُن کے روبرو بیان کیا کہ میں یہاں سلطنت کے داعیہ سے نہیں آیا۔ بلکہ مسلمانوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کے لئے آیا ہوں۔ جس کو تم سلطنت کے لایق جانو اُس کو تخت سلطنت پر بٹھاؤ اول میں اُس کے ساتھ بیعت کرونگا۔ چونکہ کوئی شخص جو سلطنت کا استحقاق رکھتا ہو اُس وقت نہ تھا سب نے بالاتفاق تخت سلطنت پر اُسے بٹھایا۔ اُس نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ولایت سندھ کو آب شور سے لے کر موضع کاجریکی اور کندرہ تک کہ سرحد موضع ماتھیلہ اور اوباور پر واقع ہیں تصرف کیا۔ جب اُس کی سلطنت پر ساڑھے آٹھ سال کا زمانہ گذر گیا تو جام سنجر کے سر میں ہوائے سلطنت آئی وہ اُس کے مخصوصوں میں تھا اُس کے خواصوں اور مدعیوں کو اپنے ساتھ متفق کر کے اس وقت کہ وہ خلوت میں شراب پیتا تھا۔ ایک شیشہ میں زہر ملا کر اُس کو پلا دیا۔ ایک جرعہ پی کر تین دن کے بعد مر گیا۔

جام سنجر خوش صورت تھا۔ جماعت کثیر اس پر ایسی شیفتہ تھی کہ سب وقت بے تنخواہ اُسکی ملازمت کرتی تھی کہتے ہیں کہ جام سنجر پہلے اسے مسند حکومت پر جلوس کرے ایک صاحب کمال درویش کو اُس پر توجہ خاص تھی

ناچار سب نے اطاعت اختیار کی۔ شیر علی نے سات سال سلطنت کی۔

جام علی شیر کی شہادت کے بعد سب بھائیوں نے اتفاق کرکے کرن کو مسند پر بٹھایا۔ وہ اعیان واشراف شہر سے ناخوش تھا۔ اوائل جلوس میں اُس نے یہ چاہا کہ اُن کو بس میں لاکر بعض کو محبوس اور بعض کو مقتول کروں۔ اُسی روز یا دوسرے روز اُس نے مجلس سلطنت آراستہ کی اور بارعام دیکر خاص وعام کو طلب کیا۔ اُن کے ساتھ اُس نے استمالت کی باتیں کیں۔ مائدہ طعام لائے وہ فراغ طعام کے بعد اُٹھا اور طہارت خانہ کو روانہ ہوا۔ کہ ایک جماعت نے جو آدمیوں کی ترغیب و تحریص سے حاضر ہوئی تھی طہارت خانہ کے دروازہ پر جاکر کرن کو پارہ پارہ کردیا۔ اس کے مارے جانے کا سبب فتح خاں بن سکندر تھا اُس کو بالاتفاق لشکریوں اور رعیت نے مسند سلطنت پر بٹھادیا۔

فتح خاں نے تخت سلطنت پر بیٹھکر قواعد ایالت وقوانین امارت کو استحکام دے کر کمال ہوشیاری امور جہاں داری میں دکھائی۔ اسی کے عہد میں امیر تیمور کا پوتا مرزا پیر محمد خاں حوالی ملتان میں پہنچا ملتان اور اوچہ پر قابض ہوا تھا۔ جب امیر تیمور ہندوستان سے چلا گیا اور ہندوستان میں طوائف الملوکی شروع ہوئی تو قدیمی سلاطین سندھ کے ہاتھ میں ملک سندھ رہا۔ فتح خاں شجاعت وسخاوت سے موصوف تھا فتوت ومردی میں مشہور اُس نے پندرہ سال چند ماہ حکومت کی۔ پھر اجل آگئی۔ جام فتح خاں بستر ناتوانی پر پڑا تھا اور اپنے اوضاع سے چہرہ میں موت کے آثار دیکھتا تھا۔

اپنے مرنے سے تین روز پہلے اپنے چھوٹے بھائی جام تغلق کو مسند ایالت پر بٹھایا اور حکومت اور امارت کی باگ اُس کے ہاتھ میں دی جام تغلق اُس کا خطاب رکھا۔ اُس نے سریر سلطنت پر جلوس کرکے اپنے بھائیوں کو سیوستان اور قلعہ بکر کی حکومت عنایت فرمائی۔ اکثر اوقات وہ سیر وشکار میں مصروف رہتا۔ جب حوالی بکر میں بلّوچوں نے فتنہ وفساد شروع کیا تو جام نے اُن کی تنبیہ کی اور مراجعت کی اور ہر پرگنہ میں تھانہ مقرر کیا ۲۸ سال سلطنت کی اور پھر اجل طبیعی سے مرگیا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہو کہ اُس نے سلاطین گجرات سے آشنائی ومصادقت پیدا کی تھی۔

حکومت کر کے عالم فانی کو گیا۔

جام نظام الدین بن جام صلاح الدین

باپ کے مرنے کے بعد باتفاق امرا تخت سلطنت پر بیٹھا اور اپنے چچاؤں کو جو بمقتضائے مصلحت ملکی قید میں تھے رہا کیا۔ یہ چچا ملک سکندر و کرن و بہار الدین وامر تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک ناحیہ میں بھیجدیا۔ امور ملکی کو بعض اہل کاروں کو سپرد کر کے شب و روز عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور خود معاملات ملکی سے خبر نہ ہوا۔ اس کے چچاؤں نے جمعیت کر کے بالاتفاق شہر میں آئے جام کے گرفتار کرنے کے درپے ہوئے۔ جب جام کو اپنے چچاؤں کے کی شرارت سے آگاہی ہوئی تو وہ بعض لشکریوں کی صواب دید سے آدھی رات کو شہر سے نکلا اور گجرات کی عزیمت کی صبح کو جام کی فرار کی لوگوں کو اطلاع ہوئی اس کا تعاقب کیا۔ اس اثنا میں اعیان شہر نے جب نزاع و برہم خوردگی مشاہدہ کی جام علی شیر کو کہ ایک گوشہ میں چھپا ہوا تھا پیدا کیا اور باجماع و اتفاق سے تخت امارت پر بٹھادیا۔ جام نظام الدین کو اثنا راہ میں سفر آخرت پیش آیا۔ اس کے چچا خائب و خاسر واپس ہوکر صحرا میں چلے گئے۔

جام علی شیر

جام علی شیر تخت پر بیٹھا تو ابواب سعادت اور احسان کو روئے خلائق پر کھولا۔ وہ دانا شجاع تھا۔ امور جہانداری پر متوجہ ہوا ولایت سندھ کا جیسا ربط و ضبط کرنا چاہیئے وہ کیا اُسکی سلطنت کے عہد میں خلق وامن وامان میں رہی۔ رعیت کی فراغت میں کٹی۔ جب ایک مدت اس طرح گذری تو جام عیش و عشرت میں مصروف ہوا اکثر اوقات چاندنی راتوں میں سیر کرتا تھا۔ تماچی کے بیٹے۔ سکندر و کرن و فتح خاں تو صحرا میں سرگرداں پھرتے تھے جام علی شیر کے عیش اُڑانے پر وہ مطلع ہوئے۔ رات کو چل کر اور دن کو چھپ کر شہر کے نزدیک آئے۔ شہر کے آدمیوں کی ایک جماعت کو اُنھوں نے اپنے ساتھ متفق کیا۔ جمعرات کو جام علی شیر کشتی میں بیٹھکر دریا کی سیر کو گیا۔ وہاں سے آدھی رات کو مراجعت کرتا تھا کہ لوگ ننگی تلواریں لے کر اُس پر پل پڑے۔ جو آدمیوں کی جماعت اُس کے ساتھ تھی ہر چند اُس نے دشمنوں کی مدافعت میں کوشش کی مگر کچھ فائدہ مترتب نہ ہوا۔ جام علی شیر نے درجۂ شہادت پایا۔ پھر آدمی دوڑ کر اُس کے گھر کے اندر گئے جب شور و غوغا ہوا تو آدمی خبردار ہوئے۔ جمع ہوئے۔ مگر اُنھوں نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے جاچکا ہے

تو اُس نے کہا کہ سات سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ گجرات سے ایک کارواں یہاں آیا تھا فلاں
جماعت نے اسے مار ڈالا اور مال اُن کا لے گئی تھی اور اب تک یہ مال اکثر پاس موجود ہے جب
جام کو یہ حال معلوم ہوا تو اموال کے جمع کرنے کا حکم دیا اور والی گجرات پاس اپنے آدمی کے
ہاتھ یہ مال بھیجا کہ اس کو مقتولوں کے وارثوں میں تقسیم کردو اور قاتلوں کی جماعت کا قصاص لیا۔
چند سال بعد اس دیر فانی کو وداع کرکے جہان جاودانی میں آرام کیا۔

جام بانبیہ

باپ کے مرنے کے بعد امرا و اعیان نے اتفاق کرکے باپ کے موروثی تخت پر جام بانبیہ کو
بٹھایا۔ اس اثنار میں سلطان فیروز شاہ ممالک ہندوستان اور گجرات سے خاطر جمع کرکے ولایت سندھ
کی تسخیر کا عازم ہوا۔ جام جانبیہ نے میدان محاربہ آراستہ کیا۔ سلطان فیروز شاہ تین مہینے یہاں کی حوالی میں
ٹھیرا رہا۔ پانی کی طغیانی اور ہوا کی مخالفت اور مچھّروں کی کثرت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اوّل
برسات میں پٹن گجرات کی طرف چلا گیا۔ برسات کے بعد دوبارہ آیا اور بہت سا لشکر ساتھ لایا
اور سخت لڑائیاں لڑا آخر کو جام بانبیہ اُس کے ہاتھ آگیا اور ولایت سندھ تمام و کمال سلطان
فیروز شاہ کے قبضہ میں آئی اور جام کو سلطان دہلی اپنے ہمراہ لے گیا۔ جب جام ایک مُدّت تک
سلطان کی ملازمت میں رہا اور خدمات پسندیدہ بجا لایا تو اُس پر سلطان نے شاہانہ عنایت کرکے
خلعت دیا اور پھر سلطان نے سندھ کی حکومت عنایت کی۔ وہ یہاں سندھ میں آیا اور پندرہ
سال تک بالاستقلال حکومت کی آخر کو سفر آخرت کیا۔

جام تماچی

اس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی (یا بیٹا) جام تماچی اورنگ امارت پر بیٹھا اور ملک
اور حکومت کے مشاغل میں مشغول ہوا۔ فراغت دوست تھا عیش و سرور میں اوقات بسر کرتا
تھا۔ تیرہ سال سلطنت کر گیا۔ وبا میں مر گیا۔

جام صلاح الدین

جام تماچی کے مرنے کے بعد جام صلاح الدین شغل حکومت میں مشغول ہوا۔ اُس نے اول سرحد
کا جو لوگوں کے تمرد سے درہم برہم ہو رہی تھی انتظام کیا اور سرکشوں کی گوشمالی کی۔ بعد اس تنبیہ
و تاکید کے کچھ کی جانب متوجہ ہوا۔ اور کچھ کے آدمیوں سے سخت لڑائیاں لڑا اور اُن پر فتحیاب
ہو کر واپس آیا۔ اور سپاہی اور رعیت کی مہمات میں جس طرح چاہیئے مشغول ہوا گیارہ سال چند مہینے

میں مقاومت کی طاقت نہ تھی وہ قلعہ بکر کو چھوڑ کر اچھ میں چلے گئے اور جب جام جونہ نے اس فرار کا حال سُنا تو وہ بکر کو روانہ ہوا۔ اور چند سال باستقلال سندھ میں حکومت کی۔ لیکن آخر کو سلطان علاء الدین نے اپنے بھائی الغ خاں کو نواح ملتان میں روانہ کیا۔ الغ خاں نے تاج کافوری و تاتار خاں کو جام کے دفع کرنے کے لئے سندھ کو بھیجا۔ یہ لشکر پہنچا نہ تھا کہ جام جونہ خناق کے مرض سے مرگیا اس کے ایام حکومت تیرہ سال تھے۔ سلطان علاء الدین کے لشکر نے بکر میں پہنچکر قلعہ بکر پر تصرف کیا اور سیوستان کا عازم ہوا۔

جام تماچی کو اعیان مملکت نے اتفاق کر کے سلطنت موروثی کے تخت پر بٹھایا سلطان علاء الدین نے بعد از جنگ جام تماچی بن انڑ کو گرفتار کیا اور اُس کو مع اہل و عیال دہلی لے گیا۔ طائفہ سمہ حوالی تہری میں اوقات بسر کرتی تھی اور عمال جام معاملات کا انتظام کرتے تھے۔ ملک تماچی کے بعد ایک مُدت کے اس کا بیٹا ملک خیر الدین کہ چھوٹی عمر میں باپ کے ساتھ دہلی گیا تھا باپ کے مرنے بعد سندھ میں آیا۔ چونکہ جام خیر الدین بند و زندان کی محنت اُٹھا چکا تھا ہر چند سلطان محمد شاہ نے اُس کو بُلایا مگر وہ نہ گیا پھر سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ کو حوالی ٹھٹھہ میں سفر آخرت میں پیش آیا وصیت کے موافق سلطان فیروز شاہ تغلق اس کا جانشین ہوا اور دہلی کا عازم ہوا۔ اُس کے پیچھے جام خیر الدین چند منزل گیا حوالی سن سے کہ مضافات سیہوان سے ہی معاودت کی سلطان فیروز شاہ کے دل میں اسے خدشہ رہا۔ جام خیر الدین نے سلطان فیروز شاہ کی نہضت کرنے کے بعد بساط عدل و احسان مبسوط کیا عامہ رعایا کی ترفیہ میں کمال اہتمام کیا اُس کے وقائع میں نادر واقعہ یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک دن وہ خواص و خدم کو ساتھ لئے سیر و تماشے کو جاتا تھا۔ ناگاہ اُس کو ایک گڑھے میں ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آئیں۔ گھوڑا دوڑا کر وہاں گیا اور ان بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھتا رہا۔ پھر ملازموں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ ہڈیاں مجھسے کیا کہہ رہی ہیں وہ سب سر نیچا کر کے خاموش ہو رہے تو جام نے فرمایا کہ چند مظلوم داد کی مدد چاہتی ہیں۔ پھر اُس نے ان اموات کے حال کی تحققات کی یہ سرزمین ایک بوڑھے زمیندار سے تعلق رکھتی تھی۔ اُس کو بُلایا اور ہڈیوں کا حال اُس سے پوچھا

جام تماچی بن جام انڑ و جام خیر الدین

اور اُس کو قتل کر ڈالا اور اُس کے سر کو شہر کے دروازہ پر لٹکا اور اس جماعت نے انر کو تخت پر بٹھایا
انر باتفاق امرا حاکم مستقل ہوا۔ اور خلق کثیر اُس کے گرد جمع ہوئی اور وہ اس جمعیت کے ساتھ تسخیر
سیوستان کا عازم ہوا۔ یہاں سلاطین ترک کی طرف ملک رتن عامل تھا۔ انر نے حوالی سیوستان
میں آن کر میدان مقابلہ و مقاتلہ آراستہ کیا ملک رتن اپنا لشکر آراستہ کر کے قلعہ سے نکلا اور جنگ گاہ
میں آیا۔ آتش جنگ مشتعل ہوئی۔ اوّل دفعہ جام انر کو جنگ میں شکست ہوئی دوسری دفعہ
بھائیوں کی مدد لیکر میدان کارزار میں آیا۔ ملک رتن گھوڑا دوڑاتا تھا کہ وہ اُس پر سے گر پڑا
جام انر نے اس کا سر کاٹ لیا اور قلعہ سیوستان پر متصرف ہوا۔ ملک فیروز علی و علی شاہ ترک
کہ نواحی بکر میں تھے اُنھوں نے ایک مکتوب اُس پاس بھیجا کہ یہ دلیری تم کو سزاوار نہ تھی۔ اب
لشکر بادشاہی سے لڑنے کی استعداد پیدا کر کے میدان استقامت میں مردانگی دکھاؤ۔ اس مکتوب
کا اس پر اثر ہوا کہ وہ ٹھری میں چلا گیا اور انھیں دنوں میں مریض ہو کر چل بسا اس کے
ایّام حکومت تین سال چھ مہینے تھی۔ بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ جام انر نے سیوستان فتح کر کے
مراجعت کی ہی تو وہ ایک رات مجلس عیش میں شراب پی رہا تھا کہ اس اثنا میں خبر آئی کہ ایک
باغیوں کی جماعت آگئی ہے اُس نے اپنے وکیل گاہرن تماچی کو باغیوں کے دفع کرنے کے لئے
بھیجا وہ ایلغار کر کے پہنچا اور مقابلہ و مقاتلہ شروع کیا مگر اُس وقت گاہر مست تھا وہ گرفتار ہوا
دشمنوں نے اُسے مقید کیا۔ جام انر اپنے عیش و عشرت میں مشغول رہا اُس نے کچھ پروا اپنے
وکیل کے قید ہونے کی نہیں کی جسے گاہرن تماچی کے سینہ میں کینہ پیدا ہوا اور اُس کو مخفی رکھا
اور بہ لطائف الحیل دشمنوں کی قید سے اپنے تئیں چھٹایا اور جام انر سے روگرداں ہو کر قلعہ
بکر میں آیا۔ علی شاہ ترک سے ملاقات کی جس نے ملک فیروز شاہ سے اتفاق کر کے لشکر جمع کیا اور
جام انر کو قلعہ بہرام پور میں قتل کر ڈالا۔

جام انر نے رحلت کی جام جونہ قوم سمہ میں سے جام کے خطاب سے ملقب ہوا اور اُس نے کُل
سندھ کی تسخیر کا خیال کیا اور اپنے برادروں اور خویشوں کی رعایت کر کے اُن کو قریات و قصبات بکر
کی غارت و قتل کے لئے بھیجا دو تین دفعہ بکر اور سمہ کے آدمیوں میں بڑی سخت لڑائی ہوئی ترکوں

زمانہ میں سومرہ کے آدمی نواح تھری میں جمع ہوئے اور ایک آدمی کو جس کا نام سومرہ تھا مسند ریاست پر بٹھایا۔ اُس نے مدت تک اپنی قوم کی سرداری کی اور اس دیار کو مفسدوں کے خس و خاشاک سے پاک کیا۔ سادان حدود میں مستقل و باعتبار زمیندار تھا اُسکی لڑکی سے سومرہ نے نکاح کیا۔ اُس سے فرزند بھونگر پیدا ہوا اور وہ باپ کے مرنے کے بعد اپنی حکومت موروثی کے تخت پر بیٹھا اور قدم آگے بڑھایا آخر فرش امراض پر قابض ارواح کو جان حوالہ کی اُس کا بیٹا دودہ تخت پر بیٹھا اور چند سال بالاستقلال حکومت کی اور نصرپور تک اپنے ملک کو بڑھایا مگر عنفوان جوانی میں انتقال کیا اور ایک لڑکا سنگھار چھوڑا اور ایک لڑکی تاری چھوڑی جس نے مدتوں حکومت کی رعایا برایا کو مطیع و منقاد رکھا جب سنگھار جوان ہو گیا تو اُس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور ملک و مال کے کام میں مشغول ہوا اور متمردوں اور باغیوں کو تادیب و تنبیہ کی اور ملک کچھ کی طرف عزیمت کی تا مانک بائی (ایک چھوٹا جنگل سندھ و کچھ کے درمیان ہے) ملک پر قبضہ کیا۔ کچھ برسوں کے بعد وہ مرگیا۔ اُس کے بیٹا کوئی نہ تھا مگر اُس کی رانی جس کا نام ہموں تھا قلعہ دہک (دیلہ) میں حکومت کرتی رہی۔ اور اُس نے اپنے بھائیوں کو محمد تور و تھری میں حکومت کے لئے متعین کیا۔ تھوڑی مدت کے بعد دودا کے بھائی کہ اس نواح میں چھپے ہوئے تھے باہر نکلے اور اُنھوں نے ہموں کے بھائیوں کو ملیامیٹ کر دیا اس اثنا میں دودا کی اولاد میں سے پھٹو یا پھٹون کھڑا ہوا اور ایک جمعیت عظیم اُس کے گرد جمع ہوئی۔ اُس نے جو جماعت اُسے منازعت کے لئے کھڑی ہوئی اُس کی جڑ پیڑ کاٹی اور خود تخت امارت پر بیٹھ گیا۔ چند مدت اُس نے بھی سلطنت کی پھر اُسکی زندگی ختم ہوئی۔ اُس کے بعد ایک شخص جزا نام امور سلطنت کا متکفل ہوا اور معاملات ملک میں مشغول ہوا وہ صفات پسندیدہ سے متصف تھا چند سال بعد وہ بھی مرگیا اس کے بعد ارمیل مسند حکومت پر بیٹھا وہ ظالم طبیعت و مردم آزار تھا خلائق اُسکے ظلم سے برافروختہ ہو کر اُس کے عزل و قتل کے درپے ہوئی فرقہ سمہ کے کچھ آدمی کچھ سے پہلے آئے ہوئے تھے اور حوالی شہر میں اقامت رکھتے تھے اور اہل سندھ سے اُنھوں نے دوستی پیدا کی تھی ان میں ایک آدمی انڑ تھا کہ آثار رشد اُس کی پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے اعیان ملک خفیہ سحر کے وقت ایک جماعت کو لیکر ارمیل کے گھر میں گھس گئے

تاریخ سندھ

ہندوستان میں جو دہلی کے سوا سلطنتیں مسلمانوں نے قایم کی تھیں اُن میں سے اکثر شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں داخل ہوگئیں اس لئے ہم ان کا حال جُدا جُدا لکھتے ہیں کہ وہ کیونکر بنیں اور پھر کیونکر شہنشاہ اکبر کے قبضہ میں آئیں۔

ذکر سلاطین سندھ کا جنھوں نے بعد از گماشتگان عباسیہ کے سندھ میں حکومت کی

ہم نے اوّل جلد میں تاریخ سندھ کے اندر لکھا ہے کہ خلافت القادر باللہ ابو العباس احمد اسحاق بن المقتدر باللہ میں سندھ کو کچھ تعلق خلفاء عباسیہ سے نہیں رہا۔ اب اس کے آگے شہنشاہ اکبر کے عہد تک تاریخ ملک سندھ لکھتے ہیں اس زمانہ کی تاریخ سندھ میں گربڑ پڑی ہے مؤرخوں کی تحریروں میں ایسا اختلاف ہے کہ انگریزی محقق مؤرخ بھی ان میں مطابقت نہ کر سکے سندھ کی تاریخ معصومی سے لکھتے ہیں۔ جب سلطان محمود غازی نے ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا اور ملتان میں پہنچا تو اُس نے سندھ کی تسخیر کے لئے فوج متعین کی اور ۴۱۶ھ میں بکر کے معاملات سے فارغ ہو کر سیوستان وٹھٹہ کی طرف متوجہ ہوا اور اکثر عرب کے آدمیوں کو اخراج کیا اور ایک جماعت کو عیال واطفال سمیت گرفتار کیا۔ اس میں جو صاحب فضل تھے اُن کو مناصب شرعیہ تفویض کئے اور اُن کے وظائف اور اورادات اُن کے معاش کے لئے مقرر کئے جب ۴۲۱ھ میں سلطان محمود نے اس جہان سے سفر کیا تو سلطان مسعود غزنین کے تخت پر اس کا جانشین ہوا اُس نے بساط عیش ونشاط بچھایا اور جشن و سوز کے لوازم میں اور عیش و سرور کے مراسم میں مشغول ہوا مہمات جہانداری میں نہ مصروف ہوا۔ اکثر دور دست کی سرحدوں کے آدمیوں نے تمرد اختیار کیا اور اس کی اطاعت سے نکل گئے۔ اس

تاریخ مملکت برار جس کے بادشاہوں کا لقب عماد شاہی (٧٤٩)

فتح اللہ عماد الملک (٧٥٠)

علاء الدین عماد شاہ (٧٥٠)

تخت نشینی اور محمود شاہ بہمنی کی مدد۔ ماہور اور رام گیر پر قبضہ۔ برہان نظام شاہ کا دونو قلعوں کا لینا۔ بہادر شاہ کا برار کی امداد کے لئے آنا اور علاء الدین کی وفات۔

برہان عماد شاہ (٧٥٢)

تفال خاں کا سلطنت کا غصب کرنا۔

تفال خاں (٧٥٢)

تاریخ بیدر جسکے شاہوں کا لقب برید شاہ تھا (٧٥٤)

امیر برید (٧٥٥) علی برید شاہ (٧٥٦)

ضمیمہ تاریخ دکن (٧٥٧)

پرتگیزوں کا ہندوستان میں آنا۔ گاما کا دوبارہ ہندوستان میں آنا سنہ ١٥٠٢ء۔ گاما کا تیسری دفعہ ہندوستان میں آنا۔ ڈون الفنسو البوکرک کا ہندوستان میں آنا اور لڑنا سنہ ١٥٠٣ء۔ ڈون فرانسِسکو المیدا کا ہندوستان میں آنا۔ الفنسو البوکرک کا آنا سنہ ١٥٠٩ء۔ گوا کا فتح کرنا اور پھر چھین جانا سنہ ١٥١٠ء۔ البوکرک سنہ ١٥١١ء۔ سنہ ١٥١٤ء البوکرک اور پرتگیزوں کی شاہ بیجاپور سے لڑائی۔ رآے دی سیلو گورنر سنہ ١٥٢٠ء۔ گجرات اور پرتگیزوں کے معاملات سنہ ١٥٢١ و ٢٧ء۔ دیو پر قبضہ کرنے کی تیاریاں و ناکامی سنہ ١٥٢٩ تا ٣١ء۔ دیو کا محاصرہ سنہ ١٥٣٨ء و ١٥٤٦ء گوا پر لڑائی سنہ ١٥٤٩ء۔ ملو خاں کا دعویٰ شاہی سنہ ١٥٥٥ء۔ پرتگیزوں کی فتوحات سنہ ١٥٥٩ء ١٥٦٧ء چیل پر حملہ سنہ ١٥٥٧ء سے سنہ ١٥٧٠ء تک واقعات۔

خلاصہ تاریخ دکن اور اسپر ریویو (٧٧١)

سُنی شیعوں کے سبب نزاع (٧٧٤)

سے راج کنڈہ - دیورکنڈہ - بنگل گاگن پور اور گول کنڈہ کا تسخیر کرنا - قوام الملک اور قطب شاہ کی لڑائی - عماد الملک اور سلطان قلی اور قطب شاہ کی لڑائی اور بیلم کنڈہ کی فتح لی - سیتاپتی راجہ تلنگانہ سے لڑائی - گجارامچندر کے ساتھ لڑائی - وجیانگر کے - راجہ اور قطب شاہ کی لڑائی قطب شاہ اور اسمٰعیل کی لڑائی - برید شاہ سے لڑائی اور کوہیر کی تسخیر - نل کنڈہ کی فتح - آیت گیر کا محاصرہ - سلطان قلی قطب شاہ کی وفات - اولاد قطب شاہ - وسعت سلطنت قطب شاہ -

جمشید قطب شاہ (٦٩٦)

تخت نشینی جمشید قطب شاہ - برادر ابراہیم کی بغاوت - رام راج کی ترقی کا حال جمشید قطب شاہ

سبحان قلی قطب شاہ (٧٠٣)

شہزادہ ابراہیم کا شاہ ہونا -

ابراہیم قطب شاہ (٧٠٦)

ابراہیم قطب شاہ کی تخت نشینی - شاہان احمد نگر و بیجاپور کی جنگ میں قطب شاہ کی امداد - جگدیوراؤ کا وکیل السلطنت ہونا اور برار بھاگنا اور باغی ہونا اور شکست پاکر بیجانگر بھاگ کر جانا - احمد نگر کے برخلاف شاہان بیجاپور اور گول کنڈہ کا بیجانگر کے راجہ سے ملنا اور ابراہیم قطب شاہ کے توسل سے صلح کا کرنا - بیجانگر کے راجہ اور ابراہیم قطب شاہ کی لڑائیاں - گول کنڈہ کی مرمت - نایک واریونکی سازش بادشاہ کے مارنے کی اور اُس کا کھلجانا - راجمندری کی فتح - مالی کوٹ کی لڑائی - شاہان دکن کی آپس میں چال بازیاں اور لڑائیاں - رفعت خاں کا راجمندری کس سم کوٹا - وبراگوشم کو فتح کرنا اور کٹک تک پہنچنا - بیجاپور کے شاہ سے لڑائی - کنذنیر اور کمم اور کنداپلی کی فتح - ابراہیم شاہ کی وفات - ابراہیم شاہ کی اولاد - خصایل ابراہیم قطب شاہ -

سلطان محمد قلی قطب شاہ (٧٢٤)

قلعہ نلدروگ کا محاصرہ - وجیانگر کے ہندوں سے لڑائی - دار الخلافہ کا حیدرآباد دکن میں منتقل ہونا - کرنول اور ننندیل کی فتح - رستم خاں کی نامردی - شاہ صاحب کی بغاوت - تلنگانہ کی سرکشیاں -

نظام کا بادشاہ ہونا۔

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ (۶۴۶)

برہان شاہ کا ابتدائی حال۔ مہدویہ مذہب کا اخراج و شیعہ مذہب کا رواج۔ دلاور خاں حبشی و برہان شاہ و عادل شاہ کی لڑائی۔ اسمٰعیل کے بادشاہ بنانے کے لئے سازشیں۔ برہان شاہ اور پرتگیزوں کے معاملات۔ برادر عادل شاہ کی امداد برہان شاہ کی وفات۔

سلطنت ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ (۶۵۴)

ابراہیم نظام عادل شاہ سے لڑائی۔

احمد شاہ بن شاہ طاہر (۶۵۶)

آخلاص خاں اور میاں منجھو کی لڑائی۔ میاں منجھو کا شاہزادہ مراد سے لڑنا۔ سلطان مراد کا احمد نگر کا محاصرہ اور بہادر شاہ کا بادشاہ ہونا۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ ثانی (۶۶۲)

چاند سلطان کا عادل شاہ سے مدد مانگنا اور سہیل خاں کا آنا اور لڑنا۔

مرتضیٰ نظام شاہ ثانی بن شاہ علی بن برہان شاہ اوّل (۶۶۶)

مرتضیٰ نظام شاہ کا بادشاہ ہونا اور ملک عنبر اور میاں راجو عنبر و ایرج خان کی لڑائی عنبر اور نظام شاہ کے معاملات۔ وسعت سلطنت احمد نگر۔

تاریخ قطب شاہیہ ملک تلنگ (۶۷۰)

سلطان قلی قطب شاہ (۶۷۰)

سلطان قلی کا نسب اور اس کا ہندوستان میں آنا۔ بیدر میں بادشاہ پر دشمنوں کے حملوں کا رد کرنا۔ سلطان قلی کا تلنگانہ کا حاکم ہونا۔ قطب الملک کا محمود شاہ کے ہمراہ ہونا ہندوؤں کی لڑائی میں۔ قاسم برید اور امراء کی لڑائی۔ محمود شاہ کا مرنا۔ قطب الملک کا بادشاہ ہونا۔ راجہ بیجانگر کے ملک میں

مذہب کا رواج دینا۔ برہان نظام شاہ وابراہیم عادل شاہ کی لڑائی۔ بیان نظام شاہ کی مہمات ثلاثہ

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ بحری (۶۰۸)

تخت نشین ہونا اور بھائیوں کا فساد مٹانا۔ حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی۔ گلبرگہ پر حسین نظام شاہی کی لشکرکشی۔ قلعہ ریوڈنڈا پر لشکرکشی۔ علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی جنگ۔ سلاطین اسلامیہ کا اتفاق اور رام راج رائے وجیانگر سے لڑائی۔ اولاد حسین نظام شاہ۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ (۶۱۹)

خونزہ ہمایوں اور مرتضیٰ نظام کا انتظام سلطنت۔ بیجاپور پر حملہ اور صلح۔ برار پر لشکرکشی۔ خونزہ ہمایوں کے اختیارات کا سلب ہونا۔ قلعہ دھارور کی فتح۔ بیجاپور پر لشکرکشی۔ ریواڈنڈا میں پرتگیزوں پر یورش عادل شاہ اور نظام شاہ میں تقسیم ممالک کے باب میں عہد و پیمان و نظام شاہ کا ملک برار کا فتح کرنا۔ چنگیز خاں کا مرنا۔ بادشاہ کی عزلت اور صاحب خاں کی بے اعتدالیاں۔ شہزادہ برہان کا خروج صلابت خاں حبشی کی وزارت۔ ابراہیم عادل شاہ اور نظام شاہ کی لڑائی۔ سید مرتضیٰ و صلابت خاں کی لڑائی۔ متفرقات دکن پر اکبر بادشاہ کی لشکرکشی۔ نظام شاہ کا دیوانہ لقب پانا۔ صلابت خاں کا قید ہونا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کا مارا جانا اور میران حسین کا بادشاہ ہونا۔

میران حسین نظام شاہ (۶۴۰)

میران حسین نظام شاہ کی بری عادتیں اور حرکتیں۔

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی (۶۴۳)

" جمال خاں کے اختیارات۔ پردیسیوں کا اخراج۔ برہان نظام شاہ کی حمایت اکبر بادشاہ کی اور جمال خاں کی لڑائی عادل شاہیوں سے اور برہان نظام شاہ سے۔ اسمٰعیل نظام کا گرفتار ہونا اور برہان

عادل شاہ کے ملک پر۔ نظام شاہ اور عادل شاہ کے معاملات۔ وینکٹا دری اور عین الملک کی لڑائی۔ ابراہیم عادل شاہ کی وفات۔

ابو المظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ (۵۵۲)

نظام شاہیوں سے لڑائیاں، مسٹر فریڈرک کا بیان۔ ہندوؤں کا بیان اس لڑائی کا۔ عادل شاہ کا اپنی مملکت بڑھانا۔ بنکاپور کی فتح۔ جرہ وچندر کوٹ پر لشکرکشی۔ پن گڈھ پر لشکرکشی اور امراے برگی کی سرکشی۔ علی عادل شاہ کی وفات۔ چاند بی بی۔ مرتضےٰ نظام شاہ کے میر نوبت بہزاد الملک۔ امرا کی آپس میں کٹا چھنی۔ بہزاد الملک کی لشکرکشی ممالک عادل شاہیہ پر۔ مہم ملیبار۔ نظام شاہ کے معاملات۔ شادیاں۔ بادشاہ کی توجہ برہان شاہ کی مدد پر اور دلاور خاں اور جمال خاں کی لڑائی۔ برہان شاہ و ابراہیم عادل شاہ کے معاملات۔ ملیبار کی مہم۔ شہزادہ اسمٰعیل بن طہماسپ کا خروج اور اس کے فساد کا مٹنا۔ ابراہیم نظام شاہ ثانی کا مارا جانا۔ اور ابراہیم عادل شاہ کی سپاہ کا غالب ہونا۔

تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر (۵۸۱)

نسب و ابتدائی حالت۔ احمد نظام الملک کا خود مختار ہونا اور بادشاہی لشکر سے لڑنا۔ احمد نظام شاہ کا اپنا ملک بڑھانا۔ احمد نگر کا آباد کرنا۔ عالم خان حاکم خاندیس کی امداد۔ بادشاہ کی وفات اور اوسکے خصائل اور اوس کے دربار کے دستور۔

برہان نظام شاہ بن احمد شاہ بحری (۵۹۱)

امراے شاہی کی رنجشیں اور کدورتیں اور فساد۔ شاہ برار کی سپاہ کا ملک نظام [illegible] کا ہونا۔ پرگنہ پاتری کے معاملات۔ برہان نظام شاہ کا آمنہ پر عاشق ہونا۔ برہان نظام شاہ و اسمٰعیل عادل شاہ کی ملاقات۔ پاتری پر لڑائی۔ عماد الملک اور برہان شاہ کی لڑائی۔ دولت آباد پر لڑائی [illegible] نظام شاہ کی دوستی و ملاقات۔ برہان نظام شاہ و اسمٰعیل عادل شاہ کی جنگ۔ برہان شاہ کا [illegible]

یوسف کا درجۂ اعلیٰ پر پہنچنا۔ برید وزیر سے اور بہادر گیلانی سے ملک احمد بحری سے اور راجہ بیجانگر سے لڑائیاں اور معاملات۔ وجیانگر کے راے کا حملہ یوسف عادل شاہ پر اور یوسف کی فتح راے پر اور لوٹ کا ہاتھ لگنا۔ قلعہ جام کھنڈی کا ہاتھ آنا۔ دستور دینار خواجہ کا یوسف عادل شاہ سے لڑنا اور مارا جانا۔ بیجاپور کی اور گول کنڈہ کی اور بیدر کی اور احمد نگر کی اور برار کی مطلق العنانی اور سلطنتوں کا قائم ہونا۔ یوسف عادل شاہ کا شیعہ مذہب کا رواج دینا۔ پرتگیزوں کا گوہ فتح کرنا۔ اور یوسف عادل شاہ کا پھر اون سے لینا۔ یوسف عادل شاہ کی وفات اور خصائل حیات۔ یوسف عادل شاہ کی اولاد اور بیوی۔ عادل کی وسعت سلطنت۔

اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ (۵۲۴)

گوہ و پرتگیز۔ کمال خاں کا امرا کی جاگیروں کا ضبط کرنا اور امرا کا فرماں روائی چاہنا۔ کمال خاں کا منصوبہ اسمٰعیل عادل شاہ کے معزول کرنے کا۔ والدہ کمال خاں کی تدابیر اور صفدر خاں پسر کمال خاں کا مارا جانا۔ حبشیوں و دکنیوں کا موقوف ہونا اور مغلوں کا نوکر ہونا۔ مرزا جہانگیر کا حملہ مشرقی اضلاع پر۔ امیر برید کا حملہ بیجاپور پر۔ سفیران ایران۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا راے وجیانگر سے شکست پانا۔ برہان نظام کا حملہ و شکست۔ خدیجہ سلطان کی شادی۔ برہان نظام شاہ کی امداد امیر برید سے۔ برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی لڑائی۔ نلکنڈہ قلعہ پر لشکر کشی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی وفات و خصائل۔

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ (۵۴۰)

ابراہیم شاہ کے انتظامات۔ بیجانگر کی سلطنت میں انقلابات۔ وزیر کی سازش۔ تما کے بیٹے رام راج کا تخت پر بیٹھنا۔ رام راج کی سازشیں۔ ہوج نرپل راج کا امداد ابراہیم عادل شاہ سے چاہنا۔ قاسم... پر لشکر کشی۔ اسد خاں لاری کی شکایت۔ برہان نظام شاہ کی لشکر کشی۔ جمشید قلی قطب شاہ کی لڑائی۔ برہان نظام شاہ اور ابراہیم شاہ کی لڑائی۔ شاہزادہ عبداللہ سلطان لاری۔

اسد خاں (۵۴۹)

اسد خاں لاری کے اوصاف۔ باالاتفاق برہان نظام شاہ اور رام راج کی چڑھائی

فہرست دکن کے بہمنی بادشاہوں کی - - - - - - - - -
علاؤالدین حسن گانگوئی بہمنی - - - - - - - - - -
سلطنت محمد شاہ بن سلطان علاءالدین حسن - - - - - - - -
مکہ معظمہ خزانہ بھیجنا - - - - - - - - - - -
سلطنت مجاہد شاہ بہمنی - - - - - - - - - - -
داؤد پادشاہ بن سلطان علاءالدین بن حسن گانگوئی - - - - - - -
ذکر سلطنت سلطان محمود شاہ بہمنی بن سلطان علاءالدین حسن گانگوئی - - - -
ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ - - - - - -
سلطان شمس الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ بہمنی - - - - - - -
ذکر سلطنت فیروز شاہ بہمنی - - - - - - - - - -
ذکر سلطنت احمد شاہ بہمنی - - - - - - - - - -
ذکر سلطنت علاءالدین بن سلطان احمد شاہ - - - - - - - -
ذکر سلطنت ہمایوں شاہ ظالم ولد سلطان علاءالدین بہمنی - - - - - -
ذکر سلطنت نظام شاہ بہمنی بن ہمایوں شاہ بہمنی - - - - - - -
ذکر شاہی محمد شاہ بن ہمایوں شاہ - - - - - - - - -
سلطنت محمود شاہ بہمنی - - - - - - - - - - -
سلطنت احمد شاہ - - - - - - - - - - -
سلطان علاءالدین بن سلطان احمد شاہ - - - - - - - -
شاہ ولی اللہ بہمن بن سلطان محمود شاہی - - - - - - - -
کلیم اللہ بہمن - - - - - - - - - - -
تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور - - - - - - - - -

یوسف عادل شاہ (۵۰۸)

یوسف کے خاندان کی داستان - یوسف کا ہندوستان میں آنا - بادشاہ کی طرف سے

دیار شرقی کی سلطنت پر سرافراز ہونا ذکر ایالت علی مبارک المخاطب سلطان علاء الدین
سلطنت حاجی الیاس المشہور سلطان شمس الدین بھنگرہ ذکر سلطنت شاہ سکندر بن شاہ شمس الدین
شاہ ذکر شاہ غیاث الدین بن شاہ سکندر شاہ ذکر سلطان السلاطین شاہ بن غیاث الدین
شاہ سلطنت شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین حکمرانی راجہ کنس ہندو حکومت
جیت مل ولد کنس المخاطب بہ سلطان جلال الدین سلطنت سلطان احمد بن سلطان جلال الدین
ناصر الدین غلام کا وارث ملک ہونا سلطنت سلطان ناصر الدین بھنگرہ سلطنت
باربک شاہ بن ناصر شاہ حکومت یوسف شاہ ولد باربک شاہ سکندر شاہ کا بادشاہ ہونا
حکومت فتح شاہ ذکر حکومت سلطان باربک سلطنت ملک اندیل حبشی المخاطب فیروز شاہ
سلطنت محمود شاہ بن فیروز شاہ سیدی بدر حبشی مظفر شاہ سلطنت شریف
مکی سلطان علاء الدین نصیب شاہ بن سلطان علاء الدین سلطنت سلیم خاں سلطان بہادر
حکومت سلطان کرانی بہادر حکومت بایزید افغان بن سلیمان حکومت داؤد خان
افغان بن سلیمان افغان

فہرست تاریخ شاہان شرقی (۴۰۳)

حکومت سلطان الشرق خواجہ جہاں سلطنت سلطان مبارک شاہ شرقی
سلطنت شاہ ابراہیم شرقی سلطنت سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی سلطنت
سلطان محمد شاہ بن محمود شاہ شرقی سلطنت سلطان حسین شاہ بن محمود شاہ شرقی

فہرست مضامین حصہ دوم

تاریخ دکھن یا دکن صفحہ (۲ تا ۴)

سرزمین ہند کا بیان ہندوں کی عملداری کا بیان

درمیان واقع ہوئے   فرائی سوز اکی تاریخ سے بہادر شاہ کے مارے جانے کا ذکر
ذکر سلطنت میراں محمد شاہ فاروقی   ذکر سلطنت سلطان محمود گجراتی بن لطیف خاں بن سلطان
مظفر   ذکر سلطنت احمد شاہ گجراتی   - بادشاہی سلطان مظفر بن محمود شاہ گجراتی

تاریخ مالوہ (۲۹۰)

شجرہ مسلمان بادشاہوں کا ۸۰۹ھ ۱۴۰۶ سے ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ تک   دلاور خاں غوری کا ذکر
ذکر سلطنت سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں   ذکر سلطنت سلطان غزنیں المخاطب محمد شاہ بن
سلطان ہوشنگ   ذکر سلطنت سلطان محمود خلجی   ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان
محمود خلجی   ذکر سلطنت سلطان ناصرالدین بن سلطان غیاث الدین   ذکر سلطنت سلطان
محمود بن سلطان ناصرالدین خلجی   زوال دولت خلجیہ مالوہ و استیلا سلطان بہادر گجراتی اور
اور باتیں   - باز بہادر کا تخت مالوہ پر فائز ہونا اور امراے اکبری کے ہاتھ گرفتار ہونا۔

تاریخ خاندیس (۳۶۰)

ذکر سلطنت نصیر خاں فاروقی بن ملک راجی فاروقی   ذکر سلطنت میراں عادل فاروقی
- ذکر حکومت مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی   ذکر حکومت میراں عینا
المخاطب بہ عادل خاں فاروقی   ذکر حکومت داؤد خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی
ذکر حکومت عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں   ذکر حکومت میراں محمد شاہ
فاروقی بن عادل شاہ فاروقی   ذکر حکومت میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی
ذکر ریاست میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی   ذکر راجہ میراں علی خاں بن مبارک خاں
ذکر حکومت بہادر خاں فاروقی بن راجہ علی خاں اور خاتمہ حکومت خاندان فاروقی

فہرست تاریخ سلاطین پوربی جنکو سلاطین بنگال بھی کہتے ہیں (۳۸۳)

ذکر استیلاء محمد بختیار خلجی بر ولایت بہار و لکھنوتی (بنگال) پر   سلطان فخرالدین خاں

ششم فہرست ہفتم فہرست ہشتم سلطان شمس الدین کی سلطنت سلطان جمشید۔ سلطان
علاء الدین کی سلطنت سلطنت شاہ شہاب الدین سلطان قطب الدین کی سلطنت سلطان
سکندر بت شکن سلطان علی شاہ بن سکندر بت شکن سلطان زین العابدین کی سلطنت کا ذکر
شاہی حاجی خاں المخاطب بہ شاہ حیدر شاہی شاہ حسن ولد شاہ حیدر شاہی سلطان محمد شاہ
بن سلطان حسن خاں مرتبہ اوّل فتح شاہ بن آدم خاں کی اوّل دفعہ حکومت دوبارہ محمد شاہ
کی بادشاہی فتح شاہ کا دوبارہ بادشاہ ہونا ۔محمد شاہ کا سہ بارہ بادشاہ ہونا ۔ابراہیم شاہ
بن محمد شاہ کی بادشاہی ۔ذکر شاہی نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ محمد شاہ کا
چوتھی مرتبہ بادشاہ ہونا سلطان شمس الدین و نازک شاہ مملکت کشمیر میں مرزا حیدر کا
تسلط ۔تیسری دفعہ نازک شاہ کا بادشاہ ہونا ذکر شاہی ابراہیم شاہ تیسری دفعہ
محمد شاہ اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ کی بادشاہی کا حبیب شاہ پسر اسمٰعیل شاہ کا ذکر غازی شاہ
کی حکومت کا ذکر شاہ حسین شاہ کی سلطنت علی شاہ سلطنت یوسف شاہ ۔شجرہ شاہان
کشمیر ۷۲۶ھ سے ۹۶۷ھ ۔خاندان چک کا شجرہ

گجرات کی قدرتی حدود۔ ۱۳۵

گجرات کی تاریخ ہندوؤں کے زمانہ کی جے شنکر جورہ مہاراجہ پنجاسورہ بن راج کا تذکرہ
جوگ راج کا بیان مول راج سولانکھی سلطان محمود غزنوی ۔سلطان معز الدین سام عرف
شہاب الدین غوری۔ سلطان قطب الدین ایبک۔ سلطان علاء الدین خلجی مسلمانوں کی سلطنت گجرات۔ ذکر سلطنت
مظفر شاہ۔ ذکر سلطنت احمد شاہ احمد شاہ کا ہندو رئیسوں کی لڑکیوں سے بیاہ کرنے کے لئے چاپلوسی کرنا
ذکر سلطنت محمد شاہ بن سلطان احمد شاہ گجراتی ۔ذکر سلطنت سلطان قطب الدین بن محمد شاہ
ذکر سلطنت داؤد شاہ ۔ذکر سلطنت فتح خاں المخاطب بہ سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان
محمود بیگڑہ ۔ذکر سلطنت مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی ذکر سلطنت شاہ سکندر بن سلطان مظفر شاہ
ذکر شاہی سلطان محمود بن سلطان مظفر گجراتی ۔ذکر شاہی سلطان بہادر بن سلطان مظفر شاہ
گجراتی ۔مسلمان اور پرتگیزی تاریخوں سے ان واقعات کا بیان جو بہادر شاہ اور پرتگیزوں کے

فہرست مضامین حصہ اوّل

تاریخ سندھ

ذکر سلاطین سندھ جنہوں نے بعد از گماشتگان عباسیہ کے سندھ میں حکومت کی ا سے ۱۹ تک

جام ابن بانبیہ - جام جونہ ابن بانبیہ - جام تماچی بن جام ازدجام خیر الدین - جام بانبیہ - جام تماچی - جام صلاح الدین - جام نظام الدین بن جام صلاح الدین - جام علی شیر - جام کرن - ذکر فتح خاں بن سکندر - ذکر جام تغلق بن سکندر جام سکندر جام - ذکر جام رائدنہ - جام سنجر - جام نظام الدین جو جام نندہ مشہور ہے جام فیروز - جام نندہ کا دریا خاں کا بلند آ درنا - ملک سندہ پر ناصر الدین قباچہ کی حکومت - سندہ کے حکام خاندان غزنویہ اور اُسکے جانشینوں کے قوم سومرا - خاندان سمہ

سما کی قوم ۲۰

خاندان ارغون قندھار و سندھ ۲۱

میر ذوالنون بیگ ارغون - شاہ بیگ - آمر شاہ بیگ کا مرزا شاہ حسین کا بھیجنا - جام صلاح الدین کے دفع کرنیکے لئے - میر شاہ بیگ کا مرزا شاہ حسین کا بھیجنا - جام صلا قلعہ بنا - بلوچوں کا قتل کرنا - گجرات جانا - شاہ بیگ کا انتقال - مرزا شاہ حسین کی ابتداء حکومت ٹھٹہ میں اور جام فیروز کا فرار ہونا - جام فیروز کا شکست پانا - حکومت شاہ حسین کا ذکر اور دہر کا سیر ہونا - اسی حکومت کے اثنا میں بعض وقائع ملتان کی طرف شاہ حسین کا متوجہ ہونا - اوچہ کے مقام میں محاربہ شاہ حسین مردم شاہ کے قلعہ اوچہ کا فتح ہونا - اور غازی خاں کا قتل - قلعہ ملتان کا محاصرہ کر کے فتح کرنا - لنگار کی مخالفت اور مرزا شاہ حسین کا ٹھٹہ جانا - ہمایوں بادشاہ کا مہم گجرات میں مرزا شاہ حسین کا بلانا اور اس کا جانا - بادشاہ ہمایوں کا دیار سندہ میں آنا اور مرزا کا غصہ ہونا - بنوسے لنگاہ کا آنا - مرزا کامران کا آنا - ارغونیوں کی بغاوت اور مرزا شاہ حسین کی وفات - شاہ حسین کے حال کا خلاصہ - مرزا عیسیٰ ترخاں کا احوال - مرزا عیسیٰ کا مرنا اور مرزا محمد باقی کا جانشین ہونا - مرزا محمد باقی کا مرنا - سلطان محمود خاں کا حال سلطان محمود کا زوال اور انتقال -

تاریخ ملتان ۶۵ - ۷۶

شیخ یوسف کی حکومت قطب الدین لنگاہ کی سلطنت - شاہ حسین لنگاہ بن قطب الدین لنگاہ کی شاہی حکومت فیروز شاہ بن حسین شاہ لنگاہ - محمود شاہ کی شاہی سلطنت شاہ حسین ثانی بن شاہ محمود لنگاہ - شاہان سندہ کے مختلف خاندانوں کا شجرہ -

تاریخ کاشمیر ۷۷

فہرست اوّل - فہرست دوم - فہرست سوم - فہرست چہارم - فہرست پنجم - فہرست

جلد چہارم

ہندوستان میں جو دہلی کے سوا مسلمانوں نے سلطنتیں قائم کی تھیں اُن میں سے اکثر شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں داخل ہوگئیں اِسلئے ہم اُنکا حال جدا جدا از ابتدا تا انتہا لکھتے ہیں کہ وہ کیونکر بنیں اور کیونکر بگڑیں اور سلطنت مغلیہ میں شامل ہوئیں۔ اس جلد کے دو حصے ہیں حصہ اوّل مشتمل ہے (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ [illegible] (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور۔

حصہ دوم مشتمل ہے (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر (۴) تاریخ سلاطین قطب شاہیہ گول کنڈہ (۵) تاریخ سلاطین عمادیہ مملکت برار (۶) تاریخ سلاطین بریدشاہیہ ملک بیدر (۷) ضمیمہ تاریخ دکن جس میں پرتگیزوں کا حال ہے (۸) ریویو تاریخ دکن اس حصہ میں بہت سے مضامین تازہ طلبہ پڑھیں گے جو اکثر تاریخوں میں موجود نہیں ہیں وہ اُن تاریخ سے اخذ کیے گئے جو کمیاب ہیں (۱) میر معصوم کی تاریخ سندھ (۲) سنسکرت میں تاریخ کشمیر راج ترنگنی جس کا فارسی انگریزی میں ترجمہ ہوا (۳) سنسکرت میں تاریخ گجرات راس مالا جس کا انگریزی میں ترجمہ ہے (۴) تاریخ مراۃ سکندری دکن (۵) تاریخ قطب شاہیہ مصنفہ شاہ خورشاہ ایرانی۔

ان دو مختصر کتابوں کا انگریزی ترجمہ میرے پاس تھا۔

فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

مدرسۃ العلوم علیگڈھ

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۔ اجلدوں میں (جن میں جلد چہارم کتاب ہذا قیمتی ۳ روپے ہی) بہ تفصیل ذیل

جلد اول - (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایکسو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنی (۷) خاندان غوری قیمت عہ

جلد دوم (۴۰۶) صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودھی کی تاریخ قیمت عہ

جلد سوم اس جلد کے تین حصے ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) بابر نامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب و تیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنیکا ذکر بالتفصیل اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس مکانی کا بیان ہے (۲) تنگرف نامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال روز ولادت سے ایران کے جانے تک ہی (۳) رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان ہی ۔ قیمت عہ ۱۲

جلد پنجم اقبال نامہ اکبری جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت عہ

جلد ششم کارنامہ جہانگیری جس میں شہنشاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہی قیمت عہ

جلد ہفتم ظفرنامہ شاہجہاں جس میں شہنشاہ شاہ جہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہی قیمت عہ ۱۲

جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہی قیمت عہ ۱۲

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ ۔ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک سلطنت اور خاتمہ سلطنت کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اُن کا کیا حال ہی ۔ ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان ۔ دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اسکی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم عہ

پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (ج)

تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد چہارم

حصہ اوّل- تاریخ (۱) سندھ (۲) کشمیر (۳) گجرات (۴) مالوہ (۵) خاندیس (۶) سلاطین بنگال وبہار (۷) سلاطین جون پور-

حصہ دوم- تاریخ سلاطین (۱) بہمنیۂ دکن (۲) عادل شاہیہ بیجاپور (۳) نظام شاہیہ احمد نگر (۴) قطب الدین شاہیہ گول کنڈہ (۵) عمادیہ برار (۶) بریدشاہیہ بیدر

ضمیمہ تاریخ دکن جس میں پرتگیزوں کا بیان ہے- ریویو تاریخ دکن

مصنفہ

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ واقع علی گڑھ میں ۱۹۱۷ طبع ہوئی

بارسوم ایکہزار جلد ——— قیمت فی جلد ۳ سے